مکاشفۃ القلوب

مصنف

حجۃ الاسلام حضرت امام ابو حامد محمد بن محمد الغزالی رحمۃ اللہ علیہ

مترجم

مولانا قاری محمد عطاء اللہ خطیب مسجد حضرت شاہ محمد غوث رحمۃ اللہ علیہ

ناشر

مکتبہ اسلامیات

کوچہ بڈھے شاہ چوک وزیر خان اندرون دہلی دروازہ ۔ لاہور

مکاشفۃ القلوب

المقرب الی حضرۃ علام الغیوب

مختصر من المکاشفۃ الکبریٰ

مصنّف

حجۃ الاسلام حضرت امام ابو حامد محمد بن محمد الغزالی رحمۃ اللہ علیہ

مترجم

مولانا قاری محمد عطاء اللہ خطیب مسجد حضرت شاہ محمد غوث رحمۃ اللہ علیہ

قاری مقرر ریڈیو و ٹیلیویژن پاکستان

ناشر

مکتبہ اسلامیات

کوچہ بوٹے شاہ چوک وزیر خان اندرون دہلی دروازہ ○ لاہور

نام کتاب ـــــــــ مکاشفۃ القلوب
مصنف ـــــــــ حجۃ الاسلام امام ابوحامد محمد بن محمد الغزالیؒ
مترجم، ـــــــــ (مولانا قاری) محمد عطاء اللہ
بار اوّل، ـــــــــ محرم الحرام ۱۴۰۰ھ
بار دوم ـــــــــ ربیع الثانی ۱۴۰۰ھ
ضخامت ـــــــــ سات سو اٹھائیس صفحات
کتابت، ـــــــــ محمد عاشق حسین ہاشمی
قیمت ـــــــــ ۴۵/- روپے
طابع، ـــــــــ محبوب پرنٹنگ کارپوریشن لاہور
ناشر، ـــــــــ مکتبہ اسلامیات - لاہور

ملنے کا پتہ

مکتبہ اسلامیات

کوچہ بوٹے شاہ، چوک وزیر خان اندرون دہلی دروازہ لاہور

فہرست

نمبر ابواب	مضامین	صفحہ
	انتساب	۹
	عرضِ مترجم	۱۱
	مقدمہ	۱۵
	احوالِ مصنف	۲۰
	تعارفِ کتاب	۲۶
۱-	خوف وخشیت	۳۴
	حکایت	۳۷
۲-	خوفِ خدا	۳۹
	حکایت	۳۹
	حکایت	۴۰
	حکایت	۴۱
۳-	صبر و مرض	۴۳
	حکایت	۴۳
	حکایت	۴۴
۴-	ریاضت اور نفسانی خواہشات	۵۲
	حکایت	۵۳
	حکایت	۵۶
۵-	نفسانی غلبہ اور شیطان کی دشمنی	۵۷
	حکایت	۵۸
	حکایت	۵۹
	ایک عارف کا واقعہ	۵۹
۶-	غفلت	۶۱
	حکایت	۶۱
	حکایت	۶۱
	حکایت	۶۴
۷-	اللہ کی یاد سے غفلت اور فسق ونفاق	۶۷
۸-	توبہ کا بیان	۷۳
	حکایت	۷۴
	حکایت	۷۴
	حکایت	۷۶

نمبرابواب	مضامین	صفحہ
۹-	محبت کا بیان	۷۹
	حکایت	۷۹
	حکایت	۷۱
۱۰-	عشق کا بیان	۸۳
	حکایت	۸۴
	حکایت	۸۴
	اشارہ	۸۴
	حکایت	۸۵
	حکایت	۸۵
	حکایت	۸۹
	حکایت	۹۰
	حکایت	۹۱
۱۱-	اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت و محبت	۹۲
	حکایت	۹۴
	حکایت	۹۴
	حکایت	۹۵
	حکایت	۹۶
	حکایت	۹۷
	حکایت	۹۷
	حکایت	۹۸
	حکایت	۹۹
۱۲-	ابلیس اور اس کی سزا کا بیان	۱۰۱
	حکایت	۱۰۲
۱۳-	امانت کا بیان	۱۰۷
۱۴-	خشوع و خضوع اور تکمیل نماز	۱۱۲
	حکایت	۱۱۷
۱۵-	امر بالمعروف و نہی عن المنکر	۱۱۸
۱۶-	شیطان کی عداوت کا بیان	۱۲۵
	حکایت	۱۴۱
۱۷-	امانت اور توبہ	۱۴۳
	حکایت	۵۳
۱۸-	رحم کرنے کی فضیلت	۱۵۵
	حکایت	۱۵۹
۱۹-	نماز میں خشوع و خضوع	۱۶۱
۲۰-	غیبت اور چغلی	۱۶۹
	حکایت	۱۷۱
	حکایت	۱۷۱

نمبر ابواب	مضامین	صفحہ
۲۱-	زکوٰۃ کا بیان	۱۷۵
	عبرتناک واقعہ	۱۷۷
۲۲-	زنا کا بیان	۱۷۹
	حکایت	۱۸۱
	حکایت	۱۸۲
۲۳-	صلہ رحمی اور حقوقِ والدین	۱۸۴
۲۴-	والدین کے ساتھ احسان کرنا	۱۹۴
۲۵-	زکوٰۃ اور بخل کا بیان	۲۰۳
۲۶-	طویل امید	۲۰۸
۲۷-	دوامِ عبادت اور ترکِ حرام	۲۱۲
۲۸-	موت کا بیان	۲۲۳
۲۹-	آسمانوں اور دوسری اجناس کا بیان	۲۳۳
۳۰-	کرسی، عرش اور ملائکہ مقربین روزی اور توکل کا بیان	۲۳۵
	حکایت	۲۳۷
	فائدہ	۲۳۹
۳۱-	دُنیا کی مذمت اور ترکِ دُنیا	۲۴۱
	دُنیا کی حقیقت	۲۵۴
۳۲-	دنیا کی مذمت	۲۶۹
۳۳-	قناعت کی فضیلت	۲۷۹
	حکایت	۲۸۶
۳۴-	فقراء کی فضیلت	۲۸۹
۳۵-	اللہ کے سوا کوئی کارساز نہیں	۳۰۵
۳۶-	میدانِ محشر اور اسکی پریشانیاں	۳۰۹
۳۷-	مخلوق کا کس طرح فیصلہ ہوگا	۳۱۵
۳۸-	مال کی مذمت	۳۲۲
۳۹-	اعمال و میزان اور عذاب دوزخ	۳۲۸
۴۰-	عبادت کی فضیلت	۳۴۷
۴۱-	شکر کا بیان	۳۵۷
	شکر احادیث کی نظر میں	۳۵۹
۴۲-	تکبر کی مذمت	۳۶۴
۴۳-	نشاناتِ الٰہی پر غور و فکر	۳۷۴
۴۴-	موت کی سختی کا بیان	۳۸۱
۴۵-	قبر اور اس کا سوال و جواب	۳۸۶
۴۶-	علم الیقین، عین الیقین اور قیامت کی پیشی	۳۹۴
۴۷-	ذکر اللہ کی فضیلت	۳۹۹

نمبرابواب	مضامین	صفحہ
۴۸-	نماز کے فضائل	۴۰۷
۴۹-	تارکِ نماز کی سزا	۴۱۲
۵۰-	دوزخ اور اُس کے عذاب کا بیان	۴۳۰
۵۱-	عذاب کی اقسام	۴۴۳
۵۲-	گناہ کے خوف کی فضیلت	۴۴۸
۵۳-	توبہ کی فضیلت	۴۴۹
۵۴-	ظلم کی ممانعت کا بیان	۴۵۷
	ایک عجیب واقعہ	۴۶۱
۵۵-	یتیم پر ظلم کرنے کی ممانعت	۴۶۲
۵۶-	تکبّر کی مذمت	۴۶۶
۵۷-	تواضع اور قناعت کا بیان	۴۷۱
۵۸-	فریبِ دنیا کا بیان	۴۷۸
	حکایت	۴۸۱
۵۹-	دنیا کی مذمت اور اس سے پرہیز	۴۸۳
۶۰-	صدقہ کی فضیلت	۴۹۰
۶۱-	مسلمان بھائی کی حاجات میں کام آنا	۴۹۶
۶۲-	وضو کی فضیلت	۵۰۰
۶۳-	نمازوں کے فضائل	۵۰۳
۶۴-	قیامت کے ہولناک مناظر	۵۰۹

نمبرابواب	مضامین	صفحہ
۶۵-	دوزخ اور میزان کا بیان	۵۱۳
۶۶-	تکبّر و عُجب کی مذمت	۵۱۷
۶۷-	یتیم پر احسان کرنا اور ظلم سے پرہیز کرنا	۵۲۱
۶۸-	حرام خوری سے پرہیز	۵۲۵
۶۹-	سود کی ممانعت کا بیان	۵۳۱
۷۰-	بندوں کے حقوق کا بیان	۵۳۶
۷۱	اتباعِ خواہشات کی مذمت اور زہد کی فضیلت	۵۴۱
۷۲	جنّت اور اہلِ جنّت کے حالات و درجات	۵۵۰
	جنّت کی تعداد	۵۵۲
۷۳،	صبر، رضا اور قناعت	۵۵۷
	صبر کے مسائل	۵۶۰
۷۴-	توکل کی فضیلت	۵۶۳
۷۵-	مسجد کی فضیلت	۵۶۶
	اپنے عیوب پر آگاہ ہونے کا طریقہ	۵۶۹
	ریاضت کی چار اقسام	۵۶۹
۷۶-	عبادت و مراقبہ کی اہمیت اور بزرگانِ دین کے فضائل	۵۶۹

نمبرابواب	مضامین	صفحہ
۷۷-	ایمان اور منافقت	۵۷۷
۷۸-	غیبت اور چغلی کا بیان	۵۸۳
	چغلی کرنا	۵۸۶
	ایک حکیم کا واقعہ	۵۸۸
۷۹-	شیطان کی عداوت کا بیان	۵۹۰
	شیطان سے بچاؤ کا طریقہ	۵۹۲
۸۰	محبت اور محاسبۂ نفس کا بیان	۵۹۴
	عارف اور محب	۵۹۵
	سلف کا طریقۂ عمل	۵۹۸
۸۱-	حق و باطل کی آمیزش کرنا شدید جرم ہے	۶۰۱
۸۲-	نماز باجماعت کے فضائل	۶۰۴
۸۳-	نماز شب کی فضیلت	۶۰۶
	نماز تہجد کی ایک خاص فضیلت	۶۱۱
۸۴-	علماء دنیا کی سزا	۶۱۲
	مرد چار ہیں	۶۱۳
۸۵-	حسن اخلاق کی فضیلت	۶۱۷
۸۶-	ہنسنا، رونا اور لباس	۶۲۲
	حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا لباس	۶۲۵

نمبرابواب	مضامین	صفحہ
۸۷-	قرآن مجید، علم اور علماء کے فضائل	۶۲۵
۸۸-	نماز اور زکوٰۃ کے فضائل	۶۲۸
۸۹-	والدین کے ساتھ حسن سلوک اور اولاد کے حقوق	۶۳۲
۹۰-	پڑوسیوں کے حقوق اور مساکین پر احسان جتانا	۶۳۷
	پڑوسی کے حقوق	۶۳۹
۹۱-	شراب نوشی کی سزا	۶۴۱
۹۲-	معراج النبی صلی اللہ علیہ وسلم	۶۴۶
	پچاس نمازوں سے پانچ نمازیں	۶۴۹
۹۳-	جمعہ شریف کے فضائل	۶۵۰
	یوم المزید	۶۵۱
۹۴-	بیوی کا خاوند پر حق	۶۵۳
	گھریلو زندگی	۶۵۷
۹۵-	خاوند کا بیوی پر حق	۶۵۹
	حکایت	۶۶۲
	ایک عجیب نصیحت	۶۶۳
۹۶-	جہاد کے فضائل	۶۶۵
۹۷-	شیطانی مکر و فریب	۶۶۹

نمبر ابواب	مضامین	صفحہ
	ایک عجیب حکایت	۶۶۳
۹۸-	سماع کا بیان	۶۶۵
۹۹-	بدعت اور اتباع خواہش کی ممانعت	۶۷۳
	آلاتِ لہو کی ممانعت	۶۷۶
۱۰۰-	ماہِ رجب کے فضائل	۶۷۸
	حکایت	۶۷۹
	ایک لطیف حکمت	۶۸۰
۱۰۱-	شعبان المبارک کے فضائل	۶۸۱
۱۰۲-	رمضان المبارک کے فضائل	۶۸۵
۱۰۳-	لیلۃ القدر کی فضیلت	۶۸۹
	حکایت	۶۸۹
۱۰۴	عید کے مسائل	۶۹۲
	حکایت	۶۹۳
۱۰۵-	ذوالحجہ کے فضائل	۶۹۴
۱۰۶-	عاشورا کی فضیلت	۶۹۸
۱۰۷-	فقراء کی ضیافت کے مسائل	۷۰۱
	کھلانے کے آداب	۷۰۲
۱۰۸-	جنازہ اور قبر کے پاس باتیں کرنا	۷۰۴
	جنازہ میں شرکت کے آداب	۷۰۶
	حکایت	۷۰۷
۱۰۹-	عذاب جہنم کا خوف	۷۰۹
	خوفِ آخرت	۷۱۰
۱۱۰-	میزان اور پُل صراط کا بیان	۷۱۳
۱۱۱-	وفات حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا بیان	۷۱۶
	حضور کی آخری وصیتیں	۷۱۸
	آخری لمحات	۷۲۳
	وصال	۷۲۴
	صحابہ کی حالتِ غم	۷۲۷

اِنتساب

اس فیضانِ نظر اور سلیقہ ہائے دلنوازی کے نام !

اس دردمندی اور دل سوزی اور سوزِ دروں کے نام !

اس بے پایاں شفقت، خلوص اور پیار کے نام !

ان نالہ ہائے نیم شب اور آدابِ سحر خیزی کے نام !

قلب و نظر کے اس تقدس اور حُسنِ عمل کے اس جذبے کے نام !

جس کے ذریعے :

وَالدِ محترم شیخِ طریقت حضرت قبلہ حافظ غلام محمّد رحمۃ اللہ علیہ نے اس بندۂ ناچیز کو آدابِ فرزندی سکھانے کے ساتھ ساتھ تصوّف کی وہ لگن بھی عطا کی، جس نے مجھے تصوّف کی اس عظیم اور بے مثال تصنیف کو عربی سے اُردو میں منتقل کرنے کا ذوق و صلاحیت اور عزم و حوصلہ بخشا !

عرضِ مترجم

ایک مدت سے یہ آرزو دل میں چٹکیاں لے رہی تھی کہ حجۃ الاسلام حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کی کسی نادر روزگار کتاب کا اُردو ترجمہ کرکے انہیں خراجِ عقیدت پیش کرنے کے ساتھ ساتھ ان کے حلقۂ خدام میں شامل ہونے کا شرف حاصل کروں۔ اس کے لیے طویل عرصہ تک حضرت امام کی تصانیف کا مطالعہ کیا، ان کے حالات پر مشتمل جو کتاب نظر سے گزری، اسے کھنگالا، جوں جوں ان کی تصانیف اور حالات کا مطالعہ کرتا گیا، یہ شوق بڑھتا بڑھتا، دیوانگی کی حدوں کو چھونے لگا۔ لیکن یہاں مشکل یہ آن پڑی کہ ترجمے کے لیے کونسی کتاب کا انتخاب کیا جائے، کیونکہ جب ان کی تصانیف کا گہری نظر سے مطالعہ کیا، تو انتخاب کرنا مشکل ہوگیا، کیونکہ امام موصوف کی ہر تصنیف بے مثال قدر و قیمت اور اہمیت کی حامل دکھائی دیتی ہے۔ اس ادھیڑ بن میں مہینے سالوں میں بدل گئے۔ حوادثِ زمانہ نے زندگی کے بہت سے نشیب و فراز دکھائے اور میرے لیے سب سے بڑا المیہ یہ ہوا کہ والد محترم زبدۃ الاصفیاء، عمدۃ الاتقیاء، عاشق رسول حضرت قبلہ حافظ غلام محمد صاحب (رحمۃ اللہ علیہ) داغِ مفارقت دے گئے۔ اس صدمے نے میرے دل و دماغ کو ہلا کر رکھ دیا — ان کی فرقت کا غم آج بھی پوری شدت سے محسوس کرتا ہوں اور یہ احساس ہوتا ہے کہ گویا کہ ان کے بعد مرنے والوں کی قطار میں، میں خود بھی کھڑا ہوں لیکن ان حوادثِ زمانہ کے باوجود امام موصوف کی تصنیف کو اُردو جامہ پہنانے کی جو خواہش پیدا ہوئی تھی سرد نہ ہونے پائی، بلکہ اس کی شدت میں اضافہ ہی ہوتا گیا ؎

گو میں رہا رہینِ ستم ہائے روزگار
لیکن تیرے خیال سے غافل نہیں رہا

حقیقت یہ ہے کہ حضرت والد محترم کی مفارقت کے غم نے اس خواہش کو دو آتشہ کر دیا جو حضرت امام کی کسی کتاب کو اُردو کا جامہ پہنانے کی خواہش کی صورت میں دل میں چٹکیاں لے رہی تھی۔ اسی اندوہناک سانحہ نے یہ راہ دکھائی کہ سلف صالحین میں سے کسی بزرگ کا دامن پکڑنے کی کوشش کی جائے، شاید اس طرح اللہ تعالیٰ اپنا کرم فرمائے اور ایک تہی دست اور بے مایہ مسافر کو زادِ راہ مل جائے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا خاص کرم ہوا کہ مجھے حضرت امام غزالی کی تصنیف "مکاشفۃ القلوب" تک رسائی حاصل ہوئی۔ چنانچہ اس کا مطالعہ شروع کیا، تو معلوم ہوا کہ امام نے طویل عرصہ تک فلسفہ کی وادیٔ خارزار اور پھر تصوّف کے چمنستان کی سیر کے بعد جو کچھ لکھا ہے، یہ کتاب ان تعلیمات کا بہترین نچوڑ ہے اور موجودہ الحاد و دہریت اور مادہ پرستی کے دور میں مسلمانوں کے لیے جس چراغ راہ کی ضرورت ہے، وہ اس کتاب کی تعلیمات کی صورت میں موجود ہے اور اگر اسے آسان اور سلیس زبان میں عوام کے سامنے پیش کیا جائے، تو یقیناً مخلوقِ خدا اس سے فیض اور رہنمائی حاصل کر سکتی ہے۔ اس کتاب کا مطالعہ ہی عجیب طمانیت اور سکونِ قلب عطا کرتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اس کتاب کا ہر صفحہ عوام کے لیے باعثِ رشد و ہدایت، علماء کے لیے باعثِ فکر و عمل اور سالکینِ راہ کے لیے باعثِ تسکین و اطمینان ہے۔

کتاب کا انتخاب تو کر لیا گیا، گویا مجھے میرا مقصود حاصل ہو گیا جس کا میں ابتدائی سطور میں ذکر کر چکا ہوں اور اللہ کریم کا نام لے کر اس پر کام کرنا شروع کر دیا۔ اس دوران کن کن مشکلات اور مسائل سے دوچار ہونا پڑا، اس کی تفصیل میں جانا نہیں چاہتا۔ بہر حال یہ اللہ تعالیٰ کا خاص فضل و کرم اور لطف و احسان تھا کہ تمام رکاوٹوں اور دشواریوں کے باوجود کتاب کا ترجمہ پایۂ تکمیل کو پہنچا اور اب اسے قارئین کرام کی خدمت میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہوں۔

قارئین کرام سے یہ بات پوشیدہ نہ رہے کہ حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ بہت

طویل عرصہ تک فلسفہ کی گتھیاں سلجھانے میں مصروف رہے۔ انہوں نے یونانی اور اسلامی فلسفہ کا گہرا مطالعہ کیا، اس طرح عرصہ تک وہ فلسفہ کی وادیوں میں سرگرداں رہے، لیکن گوہر مقصود حاصل نہ ہوا اور ذہنی سکون اور قلبی طمانیت کی دولت ہاتھ نہ لگی۔ آخر کار انہوں نے مذہب اور خاص طور پر تصوف کی طرف توجہ دی اور دنیائے تصوف میں آنے کے بعد ان کا رنگ ہی بدل گیا، چنانچہ انہوں نے انہیں فلسفیانہ نظریات پر جنہیں وہ تصوف سے پہلے حرز جاں بنائے رکھتے تھے، زبردست تنقید کی اور یونانی فلسفہ کے گمراہ کن نظریات کی دھجیاں اڑا دیں۔ اس سلسلے میں حضرت امام رحمۃ اللہ علیہ کی مشہور کتاب تہافۃ الفلاسفہ نے اسلام پر اعتراض کرنے والے مغربی فلاسفہ کی کمر توڑ دی اور صدیوں تک مغرب کو اسلام کے خلاف فلسفیانہ تشکیکات پیش کرنے کی جرأت نہ ہوئی۔ اس خیال سے یہ بات ذہن میں آئی کہ موجودہ دور کے مغرب زدہ افراد کے قلب و نظر کو یہ کتاب ایسی روشنی بخش سکتی ہے جس سے ان کے شکوک و شبہات دُور ہو سکتے ہیں اور اسلام کی حقانیت و صداقت ان پر اس طرح آشکارا ہو سکتی ہے جس طرح سورج کی روشنی ہر تاریکی کو کافور کر دیتی ہے۔

اس کتاب کے ترجمے میں یہی جذبہ کارفرما ہے کہ اس سے نوجوان نسل اور اسلام سے بیگانہ ذہنوں اور بے عمل مسلمانوں کو ہدایت کی روشنی نصیب ہو اور وہ لوگ جو غیر اسلامی نظریات سے مرعوب ہیں، ان نظریات کی حقیقت جان لیں۔

بہت ناسپاس گزاری ہوگی، اگر میں محترم جناب مولانا محمد منظور صاحب کا ذکر نہ کروں، جنہوں نے ہر طرح کا علمی تعاون پیش کیا، اس کتاب کو بہتر بنانے میں ان کا وافر حصہ ہے۔

میرے حلقۂ احباب کی طرف سے مجھے کتاب کو خوب سے خوب تر بنانے کے لیے مفید فنی اور علمی مشورے حاصل ہوئے، جن کے لیے میں ان تمام احباب کا شکر گزار ہوں۔

بارگاہِ رب العزت میں دُعا ہے کہ وہ اس بندۂ ناچیز کی یہ کاوش قبول فرمائے، اور سید المرسلین، خاتم النبیین، شفیع المذنبین حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم

کے صدقے میری اس ناچیز کاوش کو اہلِ اسلام کے لیے رشد و ہدایت کا ذریعہ بنائے، اور میرے اور میرے والدین اور جملہ اہلِ خانہ کے لیے اسے باعثِ نجات بنا دے۔

آمین یا الٰہ العالمین!

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِیْ وَلِوَالِدَیَّ وَلِلْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ وَالْمُسْلِمِیْنَ وَالْمُسْلِمَاتِ الْاَحْیَاءِ مِنْھُمْ وَالْاَمْوَاتِ ط وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَاَتْبَاعِہٖ وَبَارَکَ وَسَلَّمَ۔

محمد عطاء اللہ

یکم شعبان المعظم ۱۳۹۹ھ

مقدّمہ

محترم جناب ڈاکٹر برہان احمد فاروقی

ایم اے۔ پی ایچ ڈی (علیگ)

دَورِ حاضر میں ہمارے معاشرے میں اقدارِ حیات جس انداز سے پامال ہوتی نظر آتی ہیں، وہ اس قدر نمایاں اور اتنا گوناگوں ہے کہ کسی کی نگاہ سے پوشیدہ نہیں۔ اس نظارے سے حساس قلوب اذیّت میں مبتلا ہوئے بغیر نہیں رہ سکتے اور چاہتے ہیں کہ لوگ اصلاحی کوششوں کا اثر قبول کریں اور پسندیدہ نمونے پر ڈھلیں۔

اصلاحِ سیرت میں شخصیت کا نفوذ ہی موثر ہے۔ اس مقصد کے پیشِ نظر جناب قاری محمد عطاء اللہ صاحب نے حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف "مکاشفۃ القلوب" کو اُردو کے قالب میں ڈھالا ہے۔ فاضل مترجم نے ایک ایسی شخصیت

کی تصنیف کے حوالے سے تبلیغِ دین کو مناسب سمجھا جو عوام کو متاثر کر سکے۔ حضرت امام غزالی کا کمال یہ ہے کہ وہ مشکل ترین مسائل کو سہل ممتنع انداز میں بیان کرتے ہیں۔

جس کتاب کا ترجمہ فاضل مترجم نے پیش کیا ہے، اس میں امام موصوف نے وعظ و نصیحت سے زیادہ ادبی انداز میں اقدارِ حیات کو پیش کرنا اس لیے ضروری سمجھا ہے کہ زندگی میں جو فضائل انتہائی مجاہدے اور شدید ریاضات سے پیدا ہوتی ہیں، ادب میں سمو دی جائیں، تو تخیل کی مدد سے جذبات کی راہ سے زندگی میں سرایت کر جانے کے بعد شخصیت کا جزو بن جاتی ہیں۔ اس لیے ہر وہ موضوع جس پر امام موصوف نے بحث فرمائی ہے۔ اس کے ذیل میں کئی کئی حکایات بھی لکھی ہیں۔

حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیت علم و فکر اور روحانیت کی جامع تھی۔ مسلمانوں کی زندگی میں اخلاق، معاشرت، معیشت کے اعتبار سے نتائج اس لیے پیدا ہو رہے تھے کہ سلاطین کی بدولت اسلام کا غلبہ مسلم تھا، مگر خلافت کے بعد اخلاقی تعلیم کا اثر لوگوں پر کم ہونے سے سیرت میں زوال آنے لگا تھا، تو علما حقہ نے سلاطین و امرا کو اسلامی شریعت کا پابند بنانے کی سعی فرمائی۔

ان احوال میں مسلم معاشرے میں ایک تقاضا اُبھرا کہ "مذہبی واردات"

کی بنیاد پر رسوخ فی الایمان اور اتباع شریعت میں صدق و خلوص پیدا کیا جائے۔ مذہبی واردات عبارت ہیں، بندے اور خدا کے درمیان "نسبت" کے بلاواسطہ ادراک سے۔ کسی کے شعور میں کوئی پہلو غالب ہوتا ہے اور کسی میں کوئی۔ اس لیے نسبت کی نوعیت ابتدا میں کسی کو "محبت" کی محسوس ہوتی ہے۔ کسی کو اطاعت کی کسی کو معرفت کی اور نشو و نما پاکر یہ سب نسبتیں "عبودیت" کی نسبت میں ڈھل جاتی ہیں۔

صوفیائے کرام نے انبیاء علیہم السلام ہی کا طریقہ اختیار کیا تھا، بالقوہ فطرت کو جو فجور و تقویٰ کے امتیاز، ربوبیت کے اقرار، اپنے نفس کی بصیرت اور امانت کی ذمہ داری کے احساس پر مشتمل ہے، نشو و نما دے کر ایک زندہ طاقت بنا کر اس کے تحت بالفعل فطرت کو جو جبلی داعیات، طبعی خواہشات، اور نفسانی تقاضوں پر مشتمل ہے۔ منضبط و منقاد بنانے کی سعی فرمائی تھی، کیونکہ بالفعل فطرت کا میلان اپنے تقاضے بلا قید پورے کرنے کی طرف ہے اور بالقوہ فطرت ایک ایسی استعداد ہے جو نشو و نما نہ پا سکے، تو اس کا عدم اور وجود برابر ہوتا ہے۔ انبیاء علیہم السلام کی تعلیمات کے زیر اثر بالقوہ فطرت نشو و نما پاکر نوعِ انسانی میں "اخلاقی فضائل کے تہذیبی

لاشعور" کی جنّت اختیار کر چکی ہے اور "وَ فِیْ اَنْفُسِکُمْ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ" میں اسی کی نشان دہی کی گئی ہے۔

حضرت امام غزالی کے غور و فکر و عمل میں محبّت کا عنصر غالب ہے، جیساکہ موصوف کی اس تصنیف کے نام سے واضح ہوتا ہے۔

فاضل مترجم جناب مولانا قاری محمد عطاء اللہ صاحب نے محسوس کیا کہ ہمارے ماحول میں افراد کی بالقوہ فطرت کے پوری طرح نشوونما نہ پانے کی بناء پر سب عمرانی خرابیاں پیدا ہوئی ہیں، اس لیے انہوں نے حضرت امام غزالی کی اس تصنیف کے حوالے سے لوگوں کو اپنی سیرت کی اصلاح کی جانب متوجہ کرنے کی سعی فرمائی ہے۔ اس کتاب کے ترجمے سے دعوات و تبلیغ کا کام لینے کے لیے مترجم کا اس کتاب کو منتخب کرنا فاضل مترجم کی خوش ذوقی کی دلیل ہے۔ اللہ پاک ان کی اس سعی کو مشکور فرمائے۔

فاضل مترجم مولانا قاری محمد عطاء اللہ صاحب جو ملک کے دینی، علمی اور ادبی حلقوں کی معروف و ممتاز شخصیت ہیں، ان کے ترجمے کو دیکھ کر یہ محسوس ہوتا ہے کہ قاری صاحب میں ترجمہ کرنے کی اعلیٰ صلاحیتیں موجود ہیں، اگرچہ یہ ان کا پہلا ترجمہ ہے، مگر اس ترجمے سے عیاں ہوتا ہے کہ ایک آزمودہ و تجربہ کار مترجم اپنا ایک عظیم علمی و ادبی شاہکار

پیش کر رہا ہے۔

ترجمہ کی سب سے بڑی خوبی یہ ہوتی ہے کہ مصنف اور قاری کے درمیان مترجم حائل نہ ہو اور مصنف کا اصل انداز جوں کا توں قائم رہے، قاری صاحب نے اس خوبی کو بطریق احسن نبھایا ہے۔ ان کی یہ فنی صلاحیت قابلِ تحسین ہے۔ اللہ تعالیٰ مزید توفیق عطا فرمائے۔

احوالِ مصنف

آپ کا نام محمد بن محمد بن احمد تھا، لقب حجۃ الاسلام اور عرف غزالی تھا۔ خراسان کے علاقے میں طوس کے ضلع طاہران میں شہر میں ۴۵۰ھ میں پیدا ہوئے۔

غزل کا معنی کاتنے کے ہیں، اور آپ کے والدِ محترم سوت بیچتے تھے، اس لیے غزالی کہا گیا۔ کتاب الانساب میں ہے کہ غزالی دراصل طوس کے ایک گاؤں کا نام تھا اور امام صاحب وہاں کے رہنے والے تھے، مگر بعض اہلِ علم کا قول ہے کہ طوس کے ضلع میں غزالہ نام کا کوئی گاؤں نہیں ہے، اس لیے پہلی بات درست معلوم ہوتی ہے۔

تعلیم اس دور کے مطابق حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے ابتدائی تعلیم اپنے شہر میں حاصل کی اور فقہ کی کتابیں احمد بن محمد رافکانی رحمۃ اللہ علیہ سے پڑھیں، پھر جرجان تشریف لے گئے اور امام ابو نصر اسمٰعیلی سے تحصیلِ علم کیا۔ امام صاحب نے دورانِ تعلیم استاد کی تقاریر لکھیں، کچھ دنوں بعد وطن واپس ہوئے، تو راستے میں ڈاکہ پڑا اور ڈاکو ان کی یادداشتیں بھی لوٹ کر لے گئے۔ امام صاحب ڈاکوؤں کے سردار کے پاس گئے اور کہا: میں اپنے سامان میں سے صرف اپنے استاد کی یادداشتوں کے مجموعہ کو مانگتا ہوں، کیونکہ میں نے انہی کو سننے اور یاد کرنے کے لیے سفر کیا تھا۔ وہ ہنس پڑا اور کہا: تم نے خاک سیکھا جبکہ تمہاری یہ حالت ہے کہ ایک کاغذ نہ رہا تو تم کورے رہ گئے۔ یہ کہہ کر اس نے وہ مجموعہ واپس کر دیا۔ امام صاحب پر اس کا شدید اثر ہوا اور وطن پہنچ کر سارا مجموعہ حفظ کر لیا۔ آپ کے کمال حافظہ کا یہ بین ثبوت ہے۔

اس زمانہ میں علم کے دو بڑے مرکز تھے ایک نیشاپور اور دوسرا بغداد، چنانچہ امام صاحب نیشاپور تشریف لے گئے اور امام الحرمین کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ امام الحرمین بڑے پائے

کے عالم تھے۔ یہ امام ابوالحسن اشعری کے سلسلہ میں داخل تھے۔ حرمین میں قیام کے دور میں مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کے فتوے ان کے پاس آتے تھے، اس لیے امام الحرمین کے لقب سے پکارے گئے۔ حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے امام الحرمین رحمۃ اللہ علیہ سے تعلیم حاصل کی۔ امام الحرمین نے فرمایا: غزالی علم کے دریائے ذخار ہیں۔ امام الحرمین کے انتقال کے بعد جب امام غزالی نیشاپور سے نکلے، تو تمام اسلامی ممالک میں ان کے پائے کا کوئی عالم نہ تھا اور اس وقت ان کی عمر اٹھائیس برس تھی۔

نظامیہ میں مسندِ درس

تعلیم سے فارغ ہوکر حضرت امام غزالی نظام الملک کے دربار میں پہنچے، وہاں سینکڑوں اہلِ علم کا مجمع تھا، نظام الملک نے مناظرے کی مجالس منعقد کیں۔ علماء کرام کے مباحثات ہوتے، مگر ہر مباحثے میں امام غزالی ہی غالب رہے۔ اس کامیابی سے امام صاحب کو اطرافِ سلطنت میں عظیم شہرت حاصل ہوئی۔ نظام الملک، ان کی عظیم علمی اور تحقیقی صلاحیتوں سے بہت ہی متاثر ہوا اور انہیں نظامیہ میں مسندِ درس کے لیے منتخب کیا۔ اس وقت امام صاحب کی عمر چونتیس سال سے زیادہ نہ تھی۔ اس عمر میں یہ عظیم عہدہ حاصل کرنا ایسا اعزاز تھا جو امام صاحب کے سوا کسی اور کو حاصل نہیں ہوا؟ امام صاحب کے درس میں تین سو بلند پایہ علمائے بصورت طلباء ہر وقت حاضر رہتے تھے۔

حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ تمام علوم کے ماہر اور ہر فن میں امام کا درجہ رکھتے تھے، بہادر تھے، فقیہہ تھے، متکلم تھے اور اہلِ سنت کے عقائد کے پُرجوش حامی تھے۔ حجۃ الاسلام کے اعزاز کے صحیح مستحق تھے۔ مسلمانوں کے اجتماعی مسائل پر دقیق نظر کے مالک تھے اور نہ صرف اپنے عہد میں بلکہ بعد میں آنے والے طویل زمانے تک کے لیے امام غزالی منفرد اور عظیم ترین علمی مقام کے مالک ہیں۔

سفرِ شام و حجاز

حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ عظیم ترین علمی مقام پر فائز ہونے کے باوجود قلبی طور پر ایک عجیب تذبذب میں مبتلا تھے، چنانچہ اپنی

کتاب المنقذ من الضلال میں امام صاحب نے اس پر روشنی ڈالی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ بیس سال کی عمر سے پہلے ہی میں اس عمیق سمندر میں غرق تھا، ہر فرقے کے عقائد کے بارے میں تحقیق کرتا، ہر گروہ کے مذہب کے اسرار معلوم کرتا تاکہ حق و باطل اور سنت کے پیروکار اور بدعتی کے درمیان امتیاز حاصل کروں، چنانچہ فرماتے ہیں کہ میں نے ہر باطنی، ظاہری، فلسفی، متکلم اور صوفی وغیرہ سے ملاقات کر کے حالات معلوم کیے، حتیٰ کہ زنادقہ کے مذاہب کا مطالعہ بھی کیا۔

امام صاحب علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ متلاشیانِ حق کی چار قسمیں ہیں:

۱۔ متکلمین: یہ اپنے آپ کو اہلِ رائے اور اہلِ نظر قرار دیتے ہیں،

۲۔ باطنیہ: ان کا گمان ہے کہ ہم اصحابِ تعلیم ہیں اور یہ سمجھتے ہیں کہ تمام انوارات و معارف کا اکتساب صرف امام معصوم سے ہی ممکن ہے۔

۳۔ فلاسفہ: یہ لوگ اپنے آپ کو اہلِ منطق اور اہلِ برہان قرار دیتے ہیں۔

۴۔ صوفیاء: ان کا دعویٰ ہے کہ ہم مقربانِ خاص ہیں اور مکاشفہ و مشاہدہ سے بہرہ ور ہیں۔

میں نے دل میں کہا: کہ حق ان چار اقسام ہی میں بند ہے۔ اس کے بعد پہلے تین پر بحث کرتے ہیں، اور آخر میں صوفیاء کے بارے میں فرمایا:

پھر جب میں ان علوم سے فارغ ہوا، تو میں پوری توجہ کے ساتھ صوفیاء کے طریق کی طرف مائل ہوا، اور میں سمجھ گیا کہ (صوفیاء کا طریق صرف علم کا طریق نہیں، بلکہ علم و عمل دونوں کا جامع) طریق ہے۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ نفس کی دشوار گذار گھاٹیوں کو عبور کیا جائے، نفس کو ناپاک صفات اور مذموم اخلاق سے پاک کیا جائے، حتیٰ کہ قلب قطعی طور پر غیر اللہ سے خالی ہو جائے اور ذکر اللہ کے ساتھ معمور ہو جائے۔

چونکہ اس سے متعلقہ علم میرے لیے عمل سے زیادہ آسان تھا، اس لیے ان کتابوں مثلاً قوت القلوب از شیخ ابوطالب مکی رحمۃ اللہ علیہ اور حارث المحاسبی کی کتابوں کا مطالعہ کر کے

ان کا علم حاصل کرنے لگا (اسی طرح، حضرت جنید بغدادی، حضرت شبلی اور حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اور ان مشائخ کی طرف منسوب کلام کا مطالعہ کرنا شروع کر دیا۔

میں نے یقینی طور پر جان لیا کہ یہ حضرات اصحاب حال ہیں، محض اصحاب قال نہیں ہیں اور بطریق علم جو حاصل ہو سکتا تھا، کر لیا۔ اب جو باقی تھا، وہ صرف سماع و تعلّم کے ذریعے سے نہیں، بلکہ ذوق و سلوک کے طریقے سے ہی حاصل ہو سکتا تھا۔ اور میرے سامنے یہ بھی منکشف ہو گیا کہ اخروی سعادت تقویٰ اختیار کرنے اور نفسانی خواہشات ختم کیے بغیر حاصل نہیں ہو سکتی اور تقویٰ سے مراد یہ ہے کہ قلب دنیاوی علائق سے علیحدہ ہو جائے، دار الغرور سے علیحدہ ہو کر دار الخلود کی طرف متوجہ رہے اور پوری ہمت و توجہ کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی طرف دھیان دے، مگر یہ کام جاہ و مال سے اعراض کر کے اور ہر طرح کے علائق و لگاؤ سے الگ ہو کر ہی ہو سکتا ہے، مگر آخر کار میں نے بغداد چھوڑ دیا اور میرے پاس جس قدر مال و دولت تھا، اس میں سے بقدر کفالت بچوں کے لیے رکھ لیا اور باقی سب اللہ تعالیٰ کی راہ میں خیرات کر دیا۔

ملخصاً من المنقذ من الضلال ص ۲۴ تا ۴۸

اس کے بعد امام صاحب شام اور حجاز کا سفر کرتے ہیں اور صوفیاء کی خدمت میں رہ کر درجاتِ باطنیہ طے کرتے ہیں۔

مؤرخین کا اتفاق ہے کہ حضرت امام صاحب، حضرت شیخ ابو علی فارمدی رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھ پر بیعت ہوئے۔

اسی سفر میں مصر بھی تشریف لے گئے، جب فلسطین پہنچے، تو الخلیل میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے مزار پر حاضر ہو کر تین باتوں کا وعدہ کیا:

۱۔ کسی بادشاہ کے دربار میں نہیں جاؤں گا۔

۲۔ کسی بادشاہ کا عطیہ قبول نہیں کروں گا۔

۳۔ کسی سے مناظرہ و مباحثہ نہیں کروں گا۔

اس دس سالہ مدت میں امام صاحب کے افکار و نظریات اور انداز تالیفات میں زبردست انقلاب پیدا ہوا۔

وفات امام صاحب نے ۱۴ رجمادی الثانی ۵۰۵ھ میں طاہران کے مقام پر وفات پائی اور اسی شہر میں مدفون ہوئے۔

ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ نے ان کی وفات کا واقعہ ان کے بھائی احمد غزالی کی روایت سے نقل کیا ہے: پیر کے روز امام صاحب صبح کے وقت بستر خواب سے اٹھے، وضو کر کے نماز پڑھی، پھر کفن منگوایا اور آنکھوں سے لگا کر کہا: آقا کا حکم سر آنکھوں پر۔ یہ کہہ کر پاؤں پھیلا دیے۔ لوگوں نے دیکھا، تو واصل بحق ہو چکے تھے۔

امام صاحب کی وفات سے تمام اسلامی دنیا کو شدید صدمہ ہوا اور اکثر شعراء نے مرثیے لکھے۔ امام صاحب کی اولاد میں لڑکے نہیں تھے، چند لڑکیاں تھیں، جن میں سے ایک کا نام ست المنیٰ تھا، ان کی اولاد کا سلسلہ دور تک تھا۔

تلامذہ امام صاحب کے شاگرد کثرت سے تھے، خود امام صاحب نے ایک خط میں ایک ہزار کی تعداد بیان کی ہے، ان میں سے بعض بڑے نامور گزرے ہیں۔ محمد بن تومرت جس نے سپین میں خاندان تاشقین کو مٹا کر ایک نہایت عظیم الشان سلطنت کی بنیاد رکھی۔ امام صاحب کا ہی شاگرد تھے۔ حافظ ابن عساکر اور کئی بلند پایہ علماء۔ ان کے شاگرد تھے۔

تصانیف صحرا نوردی، درس و تدریس، فتاوی اور علمی مشاغل کے باوجود حضرت امام صاحب کی تصانیف سینکڑوں تک پہنچتی ہیں، جن میں احیاء العلوم، الاقتصاد فی الاعتقاد، تہافۃ الفلاسفہ، القسطاس المستقیم، المنقذ من الضلال، معراج السالکین، الوجیز، کیمیائے سعادت، منہاج العابدین جیسی بلند پایہ کتابیں داخل ہیں۔ ایک قول کے مطابق منہاج العابدین حضرت امام صاحب کی آخری کتاب ہے۔ کہتے ہیں کہ امام صاحب کی تحریر روزانہ اوسطاً ۱۶ صفحات بنتی ہے۔

حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ کی کتاب احیاء العلوم کو دیکھا جائے، تو معلوم ہوتا ہے کہ آپ شیخ ابوطالب المکی کی کتاب قوت القلوب سے شدید متاثر ہیں۔ قوت القلوب کی تمام عبارات اور مباحث احیاء العلوم سے ملتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ قوت القلوب اور احیاء العلوم کے مطالعہ کے بعد علوم تصوّف کی اہمیت کا صحیح اندازہ ہوتا ہے۔

حضرت امام صاحب علیہ الرحمۃ نے تہافۃ الفلاسفہ کے دیباچے میں لکھا ہے:

ہمارے زمانے میں ایسے لوگ پیدا ہو گئے ہیں جن کو یہ زعم ہے کہ ان کا دل و دماغ عام آدمیوں سے ممتاز ہے۔ یہ لوگ مذہبی احکام اور قیود کو حقارت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔

چنانچہ امام صاحب نے ان کے رد میں تہافۃ الفلاسفہ لکھ کر غلط اور اسلام دشمن یونانی فلسفے کی دھجیاں اڑا دیں۔

الغرض حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ اس امت میں قرآن، حدیث، فقہ، اخلاق، تصوف فلسفہ بلکہ ہر میدان کے شہسوار اور ہر علم کی جامع شخصیت تھے۔ رحمۃ اللہ علیہ رحمۃ واسعۃ

تعارف کتاب

جس طرح حجۃ الاسلام حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کا شمار اسلام کی نادرِ روزگار ہستیوں میں ہوتا ہے، اسی طرح ان کی تصانیف بھی ان کے تبحر علمی، ژرف نگاہی، دیدہ ریزی اس دور کے تمام مروجہ علوم پر ان کی بے مثال دسترس اور ان سے کماحقہٗ آگاہی اور حصولِ علم کے بے پناہ جذبۂ شوق کے ساتھ ساتھ زمان و مکان کے عمیق مشاہدے اور ایسے تجربات پر بھی دلالت کرتی ہیں جن میں حضرت امام نے مدتوں جان کھپائی، اس کی وجہ یہ تھی کہ وہ ایک عرصے تک فلسفۂ تشکیک کی بے آب و گیاہ وادیوں میں بھٹکتے رہے، مگر گوہرِ مقصود ہاتھ نہ آیا اور آخر کار مشیت ایزدی نے دستگیری کی اور اس عالمِ ناپائیدار کی بے ثباتی تکوینِ عالم اور فلسفۂ قرآنی پر غور و فکر میں ایسے کھوئے کہ اس ناپیدا کنار سمندر کی گہرائیوں سے وہ گوہرِ تابدار نکال لائے جن کی چمک دمک سے آج بھی لوگوں کی آنکھیں چندھیائی جاتی ہیں۔

یوں تو حضرت امام غزالی کی ہر تصنیف زر و جواہر میں تولنے کے قابل ہے، لیکن بالخصوص "مکاشفۃ القلوب" (جو کہ ایک سو گیارہ ابواب پر مشتمل ہے) وہ نادرِ روزگار تصنیف ہے جس نے خدا معلوم کتنے ویران دلوں کو بہاریں بخشی ہیں۔ کتنے انسانوں کو زندگی کے بلند ترین مقاصد اور شرفِ انسانیت سے روشناس کرایا ہے اور ان پر کُن فیکون کی حقیقت اور مآل کو اس طرح آشکار کیا ہے کہ ان کی زندگیوں میں ناقابلِ تصور حد تک انقلاب کے زیر و بم کا تموج پیدا ہوا ہے۔ کتاب کیا ہے علم و حکمت کا ایک خزینہ ہے جس پر عمل کر کے انسان انسانیت کی معراج تک پہنچ سکتا ہے، اس کے مطالعہ سے اخلاقِ رزیلہ سے نفرت اور اخلاقِ عالیہ سے رغبت پیدا ہوتی ہے اور فکر و نظر کی گہرائیوں میں انقلاب کروٹیں لینے لگتا ہے، دِل خشیتِ الٰہی سے معمور ہوتا ہے،

عبادت و ریاضت کی ترغیب ملتی ہے اور ان تمام اوصافِ حمیدہ اور اعمالِ حسنہ کی طرف رہنمائی ہوتی ہے جو مقصودِ انسانیت ہیں، اصلاحِ احوال کے لیے اگر کوئی خدا کا بندہ یہ چاہے کہ وہ کبر و نخوت، حسد و بغض دیگر افعالِ قبیحہ اور اخلاقِ رذیلہ سے نجات حاصل کر لے، تو یہ نادر الوجود تصنیف ایک مشفق اور باخبر رہنما کی طرح ہر ہر قدم پر رہنمائی کرتی ہے، راستے کی خطرناک گھاٹیوں، خاردار جھاڑیوں، بادِ سموم کے تند و تیز تھپیڑوں اور دامنِ اخلاق کو تار تار کرنے والے خارداروں سے محفوظ و مامون، منزلِ مراد تک پہنچاتی ہے۔

اگر یہ شوق ہو کہ ذکرِ الٰہی سے ویرانِ دل کو معمور کیا جائے، عبادت و ریاضت کے ذریعے رضائے الٰہی حاصل کرنے کا جذبہ دامنگیر ہو، دُنیا و آخرت کے سنوارنے کی فکر ہو تو اس شرط کے ساتھ

لِمَنْ كَانَ لَهٗ قَلْبٌ اَوْ اَلْقَى السَّمْعَ وَهُوَ شَهِيْدٌ (جس کا دل زندہ ہو، کان لگائے اور دل و دماغ سے موجود رہے)

وہ اس کتاب کو اپنے لیے بے مثال رہبر پائے گا، اب ہم مختصر طور پر کتاب ہٰذا کے مختلف ابواب کا تعارف پیش کرتے ہیں تاکہ قارئین کرام اس ابتدائیہ سے کتاب کی افادیت و اہمیت کا اندازہ لگا سکیں

خوفِ خدا صدق و ہدایت کی راہ پر چلنے والوں کا سارا اثاثہ خشیتِ الٰہی پر ہی مشتمل ہوتا ہے۔ تمام انبیاء کرام اور رسولانِ عظام علیہم السلام نے اپنی اپنی امت کو راہِ راست پر لانے کے لیے انہیں خدا کا خوف دلایا، خود ہمارے آقا و مولیٰ جناب سید المرسلین حضرت محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بھی یہی لائحہ عمل تھا۔ قرآنِ حکیم کی ان سورتوں کا مطالعہ کیجیے جن کا تعلق مکی زندگی سے ہے تو صاف ظاہر ہو گا کہ یہاں دین کی مبادیات اور فروعات کا زیادہ ذکر نہیں، بلکہ اللہ تعالیٰ کی حاکمیت، انسان کی ناپائیداری، اعمالِ ذمیمہ پر وعید و سزا، ایسے مضامین کو تفصیل سے بیان کر کے قرآن کریم کے اوّلین مخاطبین کو خوفِ خدا دلایا گیا ہے۔

حضرت امام غزالی نے جو انسانی فطرت کا طویل مشاہدہ اور مطالعہ رکھتے تھے انہوں نے اصولِ فطرت کے پیشِ نظر کتاب کا آغاز اس طرح کیا ہے کہ انسان کو تساہل، غفلت اور لاپرواہی

کے عمیق غار سے نکالا جائے تاکہ وہ نصیحت سننے، قبول کرنے اور اس پر عمل کرنے کے قابل بن جائے ۔حضرت امام غزالی کا ایک ایک حرف قلب کی گہرائیوں سے نکلتا ہوا معلوم ہوتا ہے۔ یہ اسی کا اثر ہے کہ قاری کے دل پر خشیتِ الٰہی کا اتنا غلبہ ہوتا ہے کہ مطالعہ کے دوران آنکھیں ہر دم باوضو رہتی ہیں، وہ تاثر جس کا آغاز خشیتِ الٰہی سے ہوتا ہے تادمِ آخر قائم رہتا ہے۔

ایسے ایسے نصیحت آموز اور ایمان افروز واقعات کا تذکرہ ان دو ابواب میں موجود ہے جنہیں پڑھ کر قساوتِ قلبی دور ہو جاتی ہے اور خشوع خضوع پیدا ہوتا ہے۔

صبر اور چند خاص امراض

تیسرے باب سے لے کر ساتویں ابواب تک چند ایسے امراض کا ذکر کیا گیا ہے اُن میں امراض قلب یا نفسانی خواہشات، غصہ، حسد، بغض، کینہ، غفلت، فسق و فجور کی بدولت ذاتِ باری تعالیٰ سے غفلت و لاپرواہی اور فکر و عمل کی بربادی کا بطورِ خاص ذکر ہے۔ امام غزالی علیہ الرحمۃ نے ان برائیوں کے اسباب و علل پر ہی روشنی نہیں ڈالی، بلکہ ایک حاذق طبیب کی طرح ان کی نشاندہی کر کے ان عوارض و امراض کا مؤثر علاج بھی پیش کیا ہے۔ اندازِ بیاں اتنا دل نشین ہے کہ قاری کے دل میں کتاب کے مطالعہ کے ساتھ ساتھ فکر و عمل کا جذبہ بھی انگڑائیاں لینے لگتا ہے۔ ساتھ ہی حضرت امام نے صبر کی تین اقسام بیان فرمائیں: ۱۔ اللہ تعالیٰ کی عبادت پر صبر و استقامت۔ ۲۔ حرام باتوں سے پرہیز پر صبر و استقامت، ۳۔ مصائب و آفات پر صبر و استقامت۔

غور سے دیکھا جائے تو دین و دنیا میں کامیابی کی کلید یہی لائحہ عمل ہے اور دین میں استقامت ہی اصل دین ہے۔ قرآنِ حکیم نے صبر کرنے والوں کے لیے اجرِ عظیم اور فلاحِ دارین کی بشارت سنائی ہے۔

پانچویں باب میں حضرت امام نے ایک عجیب حکیمانہ نقطہ بیان فرمایا ہے اور نہایت سادہ اور دل نشین پیرایہ میں انسان اور حیوان کے درمیان فرق کو واضح کیا ہے۔

فرماتے ہیں ذاتِ باری تعالیٰ نے تین قسم کی مخلوق پیدا فرمائی؛

۱۔ فرشتے کہ عقل و شعور سے بہرہ ور ہیں، لیکن شہوت سے انہیں علاقہ نہیں۔

۲۔ چوپائے، ان میں شہوت ہے، لیکن عقل و شعور سے بے بہرہ ہیں۔

۳۔ انسان، انہیں عقل و شعور اور شہوت دونوں عطا کی گئی ہیں۔ اگر شہوت عقل پر غلب آگئی، تو انسان مقامِ انسانیت سے گر کر چوپایوں کے زمرے میں شامل ہو گیا، اور اگر عقل شہوت پر غالب رہی، تو لازماً انسان کا مقام و مرتبہ فرشتوں سے بلند ہو گیا۔ اس مختصر سی اثرانگیز عبارت میں ہر انسان خود اپنے مقام و مرتبہ کا تعین کر سکتا ہے۔

توبہ

آٹھویں باب میں توبہ کا بیان ہوا ہے اور جب انسان توبہ کرتا ہے، تو ظاہر ہے کہ محبت پیدا ہوتی ہے، اس لیے نویں باب میں محبت کا بیان ہوا اور محبت تیز ہوتی ہے، تو عشق بن جاتا ہے، اس لیے دسویں باب میں عشق کا بیان ہوا، اور جب عاشق ہو گا، تو محبوب کی اطاعت میں لگا رہے گا، اس لیے گیارھویں باب میں اطاعت و عبادت رحمٰن تعالیٰ کا بیان ہوا۔ گویا تربیتِ انسان کا ایک مسلسل عمل ہے جو حضرت امام غزالی بعد والوں کے لیے سپردِ قلم کر رہے ہیں۔

عشق و محبّت

یہ وہ دور ہے کہ لوگ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، صحابہ کرام اور اولیائے عظام کے ساتھ بظاہر گہری محبت اور عشق کے بلند بانگ دعوے تو کرتے ہیں، لیکن یہ دعوے آزمائش کی کسوٹی پر پورے نہیں اترتے۔ اول تو یہ کہ ان دعوے داروں کی زندگی عمل سے خالی نظر آتی ہے۔ جب کسی کی کہی ہوئی بات یا نصیحت پر عمل نہ کیا جائے اور اس کے باوجود اس سے عشق و محبت کا دعویٰ کیا جائے، تو اس سے زیادہ تضحیک آمیز رویہ اور کیا ہو سکتا ہے۔ عشقِ حقیقی کا نظارہ کرنا ہو تو فرعون کی بیوی حضرت آسیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا واقعہ پڑھیے اور مقامِ عشق و محبت کا اندازہ لگائیے کہ انہوں نے ایسے ظالم و جابر اور حکمران خاوند سے اپنے ایمان کو خفیہ رکھا، لیکن عشق و محبّت کی آگ نے انہیں آتش بہ جاں بنا دیا، تو یہ اخفاء قائم نہ رہ سکا۔ فرعون نے مرتد ہونے کا حکم دیا، لیکن حضرت

آسیہ کے دل میں عشقِ الٰہی کی جو آگ بھڑک رہی تھی، اس کے ماسوا ہر چیز کو خاکستر بنا کر رکھ دیا تھا۔ فرعون نے ان کے جسم میں کیل گاڑ دیے تھے اور ناز و نعیم میں پلے ہوئے جسم سے خون کے فوارے ابلنے لگے، مگر عشق کی آگ شعلہ فشاں رہی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ادھر سے گذر ہوا، تو حضرت آسیہ نے پوچھا: اے کلیم اللہ! میرا رب مجھ سے راضی ہے یا ناراض؟ فرمایا: اے آسیہ! فرشتے تیرے منتظر ہیں اور اللہ تعالیٰ تیری وجہ سے فرشتوں کے سامنے فخر فرماتا ہے۔ کوئی مدعا ہے تو کہہ دے۔ عرض کیا: اے رب تعالیٰ! جنت میں اپنے پاس میرے لیے گھر بنا اور مجھے فرعون اور اس کے عمل سے نجات دے اور ظالموں کی قوم سے نجات دے۔

انسان جب خلوصِ دل کے ساتھ تائب ہوگا، اللہ تعالیٰ کی محبت اور عشق اس پر غالب آئے گا، تو انسان کا ازلی دشمن ابلیس اس پر بیخ پا ہوگا اور اپنی ان حیلہ سازیوں اور مکر و فریب سے انسان کو گمراہ کرنے کی کوشش کرے گا، اس لیے امام غزالی نے بارھویں باب میں ابلیس کے ہتھکنڈوں اور فریب کاریوں کا پردہ چاک کیا ہے

قرآن حکیم نے فرمایا ہے کہ ابلیس کا مکر بڑا کمزور ہے، لیکن اسے کیا کہیئے کہ اپنے اس ازلی اور کھلے دشمن کے بچھائے ہوئے دامِ ہمرنگ زمین میں اپنی خواہشات کے ہاتھوں اسیر ہو کر دین و دنیا کو تباہ کر لیتا ہے اور چند روزہ زندگی کی خاطر ابدی زندگی کے راحت و سکون و آرام سے محروم ہو جاتا ہے۔ حضرت امام نے اس باب میں ابلیس کے فریب اور اس سے محفوظ و مامون رہنے کے طریقے بیان فرماتے ہیں۔ اس کے بعد اسلام کے بنیادی ارکان کا ذکر ہوتا ہے پھر امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا تذکرہ ہے کہ ان دونوں کا چولی دامن کا ساتھ ہے۔ جب تک نہی عن المنکر کا کام نہ کیا جائے، امر بالمعروف کا ثمر آور نتیجہ سامنے نہیں آسکتا۔ ان دونوں میں سے کسی ایک کو نظر انداز کر دیا جائے، تو دوسرا از خود بے نتیجہ ہو کر رہ جاتا ہے۔ اگر ان دونوں میں سے کسی ایک کو اپنا جائے، تو وہ مثبت نتائج پیدا نہیں کرے گا مثبت اور ٹھوس نتائج کے لیے دونوں کا پہلو بہ پہلو چلنا ضروری ہے۔ اس کے بعد امام صاحب نے حقوق اللہ

اور حقوق العباد کا ذکر فرمایا اور عبادات کے ساتھ ساتھ نوعِ انسانی، عزیز و اقارب، والدین، رشتہ دار، دوست و احباب غرض ہر ایک کے حقوق بیان فرمائے کہ محض حقوق اللہ کی ادائیگی سے تخلیقِ آدم کا مقصد پورا نہیں ہوتا، حقوق العباد تمام عبادات کی اصل ہیں، اس کے بغیر ہر عبادت بے معنی اور بے مغز ہوگی۔

حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ اس کتاب میں انسان کو شہوت، غیظ و غضب، حسد و بغض، کینہ، ظلم، زیادتی، استحصال، حرام خوری اور کفر و نفاق غرض ہر گناہ سے بچنے کی تلقین فرماتے ہیں۔ ان کا اندازِ بیان اتنا موثر اور دل نشین ہے کہ ہر بات دل کی گہرائیوں میں اترتی چلی جاتی ہے۔ اس کے مطالعہ سے انسان کے اندر برائی سے نفرت اور نیکی سے رغبت کا جذبہ پوری شدت سے ابھرتا ہے اور کتاب کی یہی خوبی اسے دوسری کتابوں سے ممیز کرتی ہے۔ اسلامی طرزِ حیات کا کوئی پہلو ایسا نہیں جس کا ذکر تفصیل کے ساتھ اس کتاب میں موجود نہ ہو، دراصل مردہ دلوں کیلئے یہ کتاب آبِ حیات کا کام دیتی ہے اور اتنی تفصیل کے ساتھ اسلامی تعلیمات کا ذکر اس میں موجود ہے کہ یہ ایک اچھا خاصا انسائیکلو پیڈیا بن گیا ہے۔ اندازِ بیاں انسانی فطرت کے اتنا قریب ہے کہ دل خود بخود ان تعلیمات پر عمل کرنے کی طرف کھچنے لگتا ہے۔

اس کتاب کو حضرت امام غزالی علیہ الرحمۃ کی زندگی اور تعلیمات کا حاصل کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا۔ یہ کتاب دعوتِ فکر و عمل کا ایک حسین و جمیل نمونہ ہے۔ اتنی جامع اور مکمل کتاب کا ترجمہ اس انداز میں کرنا کہ مفہوم اصل صورت میں قائم رہے اور وہ تاثر جو مصنف کی عربی عبارت سے قائم ہوا ہے، اس کی روح بھی فنا نہ ہونے پائے، بڑا مشکل اور صبر آزما کام ہے۔

احقر اپنی علمی بے بضاعتی سے خوب آگاہ ہے اور یہ یقین رکھتا ہے کہ مجھ ایسے بے بضاعت انسان کو حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کی اس عظیم کتاب کا اس انداز

میں ترجمہ کرنے کی سعادت بخشنا، میرے ذاتی کمالات پر مبنی نہیں، بلکہ اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم اور لطف و احسان ہے جس کا میں رہتی دنیا تک شکریہ ادا کروں تو بھی کم ہے۔

ترجمہ کرتے وقت کتاب کی اصل روح اور اثر انگیزی کہاں تک قائم رکھ سکا ہوں، اس کا صحیح اندازہ قارئین کرام ہی کر سکتے ہیں۔ بہر حال ترجمہ کرتے ہوئے ان باتوں کا خاص خیال رکھا گیا ہے۔:

۱۔ ترجمہ نہایت سلیس اور عام فہم انداز میں کیا گیا ہے تاکہ کم پڑھے لکھے لوگ بھی اس سے فیض یاب ہو سکیں۔

۲۔ تخریج آیات کا خاص اہتمام کیا گیا ہے تاکہ قارئین کرام قرآن حکیم کی طرف آسانی سے رجوع کر سکیں۔

۳۔ عربی اشعار کی اصل عبارت بھی درج کر دی گئی ہے تاکہ قاری اشعار کے فنی محاسن کا لطف اٹھا سکیں۔

۴۔ زیادہ مشکل اور پیچیدہ مقامات کو قوسین لگا کر یا ذیلی توضیحات کے ذریعے واضح کر دیا گیا ہے تاکہ خاص و عام کتاب سے پوری طرح مستفید ہو سکیں۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَحْسَنَ تَدْبِیْرَ الْکَائِنَاتِ وَخَلَقَ الْاَرْضِیْنَ وَالسَّمٰوٰاتِ وَاَنْزَلَ الْمَاءَ مِنَ الْمُعْصِرَاتِ وَاَنْشَاءَ الْحَبَّ وَالنَّبَاتَ وَقَدَّرَ الْاَرْزَاقَ وَالْاَقْوَاتَ وَاَثَابَ عَلَی الْاَعْمَالِ الصَّالِحَاتِ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ ذِی الْمُعْجِزَاتِ الظَّاھِرَاتِ الَّذِیْ حَصَلَ مِنْ نُوْرِہٖ وُجُوْدُ الْکَائِنَاتِ،

(وَبَعْدُ)

(تمام تعریف اللہ تعالیٰ کے لیے ہے جس نے کائنات کا خوب ترین نظم رکھا، زمینوں اور آسمانوں کو پیدا فرمایا اور بادلوں سے پانی برسایا، اناج اور پودے پیدا فرمائے، روزی اور خوراک مقرر کر دی اور نیک کاموں پر اجر عطا فرمایا۔ ہمارے سردار حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ و سلام ہو، جو واضح معجزات لے کر تشریف لائے اور جن کے نور سے کائنات وجود پذیر ہوئی)

باب ۱

خوف وخشیّت

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے، آپ نے فرمایا:
اللہ تعالیٰ نے ایک فرشتہ پیدا کیا، اس کا ایک بازو مشرق میں ہے اور دوسرا بازو مغرب میں، اُس کا سر عرش کے نیچے ہے اور دونوں پاؤں ساتویں زمین تلے ہیں۔ زمین پر آباد مخلوق کے برابر اس کے پَر ہیں۔ میری امّت میں سے کوئی مرد یا عورت جب مجھ پر درود بھیجتا ہے، تو اللہ تعالیٰ اُسے حکم دیتا ہے کہ وہ عرش تلے واقع بحرِ نور میں غوطہ لگائے۔ وہ غوطہ زن ہوتا ہے، پھر باہر نکل کر اپنے بازو (پَر) جھاڑتا ہے، تو اس کے پَروں میں سے قطرے گرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ ہر قطرے سے ایک فرشتہ پیدا کرتا ہے جو اس کے لیے قیامت تک دُعائے بخشش مانگتا ہے۔

ایک حکیم کا قول ہے کہ "بدن کی سلامتی کم کھانے میں ہے اور رُوح کی سلامتی گناہوں کی کمی میں ہے اور دین کی سلامتی حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجنے میں ہے۔" فرمانِ خداوندی ہے:

یَاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ (اے ایمان والو اللہ سے ڈرو)

یعنی دل میں اللہ تعالیٰ کا خوف پیدا کرو اور اس کی اطاعت کرو۔

وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ (اور انسان دیکھے کہ آئندہ کیلئے آگے کیا بھیجا؟)

یعنی قیامت کے لیے کیا عمل کیا؟ اس کا مفہوم یہ ہے کہ صدقہ کرو اور نیک کام کرو تاکہ قیامت کے روز ان کا اجر پاؤ اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو، اللہ تعالیٰ تمہاری ہر نیک و بد بات کو جانتا ہے۔

قیامت کے دن فرشتے، زمین، آسمان، دن اور رات سب گواہی دیں گے کہ ابنِ آدم نے یہ نیک یا بُرا کام کیا، اطاعت کی یا نافرمانی کی، بلکہ انسان کے لیے اس کے اعضاء بھی اس کے خلاف گواہی دیں گے۔ ایمان دار اور زاہد انسان کے حق میں زمین گواہی دیں گے' چنانچہ زمین یہ کہے گی:

"اس نے میری پشت پر نماز پڑھی، روزہ رکھا، حج کیا، جہاد کیا" اب ایماندار اور زاہد آدمی خوش ہوگا۔

اور کافر نافرمان کے خلاف گواہی دے گی، چنانچہ زمین یہ کہے گی:

"اس نے میری پشت پر شرک کیا، زنا کیا، شراب پی اور حرام کھایا۔" اب اس کے لیے بربادی ہے' اگر ارحم الرحمین نے اس پر محاسبہ شدید کیا۔

ایماندار وہ ہے جو سارے اعضائے بدن کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے ڈر رکھتا ہو، جیساکہ فقیہہ ابوالليث نے فرمایا:

سات باتوں میں اللہ تعالیٰ کا خوف معلوم ہو جاتا ہے:

۱۔ اس کی زبان، جھوٹ، غیبت، چغلی، بہتان اور یاوہ گوئی سے محفوظ ہو اور ذکر اللہ، تلاوتِ قرآن مجید اور علومِ دینی حاصل کرنے میں مصروف رہے۔

۲۔ اس کے دل سے عداوت، بہتان اور مسلمان بھائیوں کا حسد نکل جائے' اس لیے کہ حسد نیکیوں کو کھا جاتا ہے، جیساکہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اَلْحَسَدُ يَأْكُلُ الْحَسَنَاتِ كَمَا تَأْكُلُ النَّارُ الْحَطَبَ۔ (حسد نیکیوں کو کھا جاتا ہے جیسے آگ لکڑی کو کھا جاتی ہے)

آگاہ رہیئے کہ حسد دل کے بدترین امراض میں سے ایک مرض ہے اور امراضِ دل کا علاج صرف علم و عمل کے ساتھ ہی ہو سکتا ہے۔

۳۔ اس کی نگاہ حرام خورد و نوش اور حرام لباس وغیرہ سے محفوظ رہے اور دنیا کی

طرف نظرِ طمع نہ کرے، بلکہ صرف عبرت حاصل کرنے کے لیے اس کی طرف نظر کرے اور حرام کی طرف دیکھے بھی نہیں، جیسا کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ مَلَاءَ عَيْنَهُ مِنَ الْحَرَامِ مَلَأَ اللّٰهُ تَعَالٰى يَوْمَ الْقِيَامَةِ عَيْنَهُ مِنَ النَّارِ۔

(جس نے اپنی آنکھ حرام سے بھری اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کو آگ سے بھر دے گا)

۴- اس کے پیٹ میں حرام غذا نہ جائے، یہ بہت بڑا گناہ ہے۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اِذَا وَقَعَتْ لُقْمَةٌ مِنَ الْحَرَامِ فِيْ بَطْنِ ابْنِ اٰدَمَ لَعَنَهُ كُلُّ مَلَكٍ فِي الْاَرْضِ وَالسَّمَاءِ مَا دَامَتْ تِلْكَ اللُّقْمَةُ فِيْ بَطْنِهٖ وَاِنْ مَاتَ عَلٰى تِلْكَ الْحَالَةِ فَمَاْوَاهُ جَهَنَّمُ۔

(ابنِ آدم کے پیٹ میں جب حرام کا لقمہ پڑا، تو زمین و آسمان کا ہر فرشتہ اس پر لعنت کرے گا، جب تک کہ وہ لقمہ اس کے پیٹ میں رہے گا اور اگر اسی حالت میں مر گیا، تو اس کا ٹھکانا جہنم ہوگا)

۵- اس کا ہاتھ حرام کی طرف نہ بڑھے، بلکہ اسے اپنی وسعت تک اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی طرف بڑھائے۔

حضرت کعب احبارؓ سے مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سبز موتی (زبرجد) کا محل پیدا فرمایا، اس میں ستر ہزار گھر ہیں، ہر گھر میں ستر ہزار کمرے ہیں۔ اس میں وہی آئے گا جس کے سامنے حرام پیش کیا جائے اور وہ صرف اللہ تعالیٰ کے ڈر سے اسے چھوڑ دے۔

۶- اس کا قدم اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں نہ چلے، بلکہ صرف اس کی اطاعت و رضا میں ہی رہے۔ علماء و صلحاء کی طرف حرکت کرے۔

۷- عبادت و ریاضت! انسان کو چاہیئے کہ خالص اللہ تعالیٰ کے لیے عبادت کرے،

ریاکاری و نفاق سے بچتا رہے، اگر ایسا کر لیا' تو یہ ان لوگوں میں سے ہو گیا جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَالْاٰخِرَةُ عِنْدَ رَبِّكَ لِلْمُتَّقِيْنَ (اور تیرے رب کے نزدیک آخرت ڈرنے والوں کے لیے ہے) دوسری آیت میں فرمایا:

اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ مَقَامٍ اَمِيْنٍ (بیشک پرہیزگار مامون مقام میں ہوں گے)

گویا اللہ تعالیٰ یہ فرما رہا ہے کہ یہی لوگ قیامت کے دن آگ سے نجات پائیں گے اور ایماندار آدمی کو چاہیئے کہ وہ خوف و امید کے درمیان رہے، وہی اللہ تعالیٰ کی رحمت کا امیدوار ہوگا اور اس سے مایوس نہیں رہے گا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ (اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہو)

پس اللہ تعالیٰ کی عبادت کرے، بُرے کاموں سے منہ موڑ لے اور اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کر لے۔

حکایت

حضرت داؤد علیہ السلام اپنے حجرے میں بیٹھے زبور پڑھ رہے تھے۔ دیکھا کہ مٹی میں ایک سُرخ کیڑا نکلا ہے۔ انہوں نے اپنے دل میں کہا کہ اس کیڑے کو اللہ تعالیٰ نے کس بات کے لیے بنایا ہے؟ اللہ تعالیٰ نے کیڑے کو حکم دیا اور وہ بول اٹھا اور کہا:

"اے اللہ کے نبی! میرا دن ایسا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے میرے دل میں یہ بات ڈال دی کہ ہر روز ایک ہزار بار یہ پڑھا کروں:

سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ۔ (اللہ پاک ہے اور اللہ کی حمد ہے اور اللہ کے بغیر کوئی معبود نہیں اور اللہ سب سے بڑا ہے)

اور میری ہر شب اس طرح گزرتی ہے کہ رات کو میرے اندر اللہ تعالیٰ نے یہ بات ڈال دی کہ ہر شب کو ایک ہزار بار پڑھوں:

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحٰبِہٖ وَسَلِّمْ

(اے اللہ (حضرت) محمد نبی اُمّی پر رحمت فرما اور آپ کی آل اور آپ کے اصحاب پر سلامتی فرما)

اب آپ کیا کہتے ہیں، تاکہ میں آپ سے استفادہ کروں؟ حضرت داؤد علیہ السلام اس کیڑے کو حقیر جاننے پر شرمندہ ہو گئے، اللہ سے ڈر کر توبہ کی اور اسی پر بھروسہ کیا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی لغزش کا جب ذکر کیا جاتا، تو ان پر غشی طاری ہو جاتی اور میل دو میل ان کے دل کی دھڑکن سنی جاتی۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کو ان کی طرف بھیجا۔ انہوں نے کہا کہ جبار تعالیٰ آپکو سلام فرماتا ہے اور ارشاد فرماتا ہے کیا آپ نے کوئی خلیل (گہرا دوست) دیکھا ہے جو اپنے خلیل سے ڈرتا ہو۔ انہوں نے فرمایا اے جبرائیل جب میں اپنی لغزش کو یاد کرتا ہوں اور اس کے انجام پر غور کرتا ہوں، تو اپنی خلت بھی بھول جاتا ہوں۔

جب انبیاء کرام علیہم السلام، اولیائے صالحین اور زاہدین کا یہ حال ہے، تو اس سے عبرت حاصل کرو۔

باب ۲

خوفِ خُدا

حضرت ابو اللیث رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

"ساتویں آسمان میں اللہ تعالیٰ کے ایسے فرشتے ہیں، جب سے اللہ تعالیٰ نے انہیں پیدا کیا، وہ تب سے قیامت تک سجدہ میں رہیں گے۔ اللہ تعالیٰ کے ڈر سے ان کے پہلو کانپ رہے ہیں، قیامت کے دن وہ سر اٹھائیں گے اور کہیں گے "اے اللہ تو پاک ہے جیسا حق تھا، ویسی ہم نے عبادت نہیں کی" اللہ تعالیٰ کا یہی ارشاد ہے:

یَخَافُوْنَ رَبَّهُمْ مِنْ فَوْقِهِمْ وَیَفْعَلُوْنَ مَا یُؤْمَرُوْنَ۔ (اپنے رب سے ڈرتے ہیں اُوپر سے اور جو حکم ہوتا ہے، وہی کرتے ہیں۔)

یعنی وہ اللہ تعالیٰ سے بے خوف نہیں ہوتے۔

حضور سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اِذَا اقْشَعَرَّ جَسَدُ الْعَبْدِ مِنْ خَشْیَةِ اللّٰهِ تَعَالٰی تَحَاتَّتْ عَنْهُ ذُنُوْبُهٗ كَمَا یَتَحَاتُّ عَنِ الشَّجَرَةِ وَرَقُهَا۔ (جب اللہ تعالیٰ کے ڈر سے بندے کا دل کانپ اٹھے، تو اس کے گناہ اس طرح جھڑتے ہیں جیسے درخت کے پتے جھڑتے ہیں)

حکایت

ایک آدمی کا ایک عورت پر دل آگیا، وہ عورت کسی کام سے باہر نکلی، یہ آدمی بھی اس کے ساتھ چل پڑا، جب جنگل میں دونوں اکیلے رہ گئے اور سب لوگ سو گئے، تو آدمی نے عورت کے سامنے اپنا راز کھول دیا۔ عورت نے اس سے پوچھا کیا سب لوگ سو گئے ہیں؟ آدمی خوش ہوا کہ شاید عورت نے

میری بات مان لی ہے۔ مرد اُٹھا اور قافلے کے گرد گھوم کر دیکھا، سب لوگ سو رہے تھے۔ واپس آ کر اس نے بتایا کہ سب لوگ سو گئے ہیں۔ عورت نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کے بارے میں تم کیا کہتے ہو، کیا وہ بھی اس وقت سو رہا ہے؟

مرد نے کہا، اللہ نہ سوتا ہے اور نہ اسے نیند آتی ہے، نہ اُونگھ آتی ہے۔

عورت نے کہا، جو نہ سویا اور نہ سوئے گا، وہ ہمیں دیکھ رہا ہے، چاہے ہم نہ دیکھیں، اب تو زیادہ ڈرنا چاہیے۔

چنانچہ مرد نے اللہ تعالیٰ کے ڈر سے عورت کو چھوڑ دیا اور توبہ کر لی اور اس گناہ سے رُک گیا۔

حکایت

بنی اسرائیل میں ایک شخص عابد تھا اور عیالدار بھی۔ اُس پر فاقہ آ گیا۔ بیقرار ہو کر اس نے اپنی بیوی کو بچوں کے لیے کچھ لانے کے لیے باہر بھیجا۔ وہ ایک تاجر کے گھر کے دروازے پر آئی اور اس سے کچھ مانگا تاکہ بچوں کو کھانا کھلائے۔

اس آدمی نے کہا، ٹھیک ہے میں تمہیں کچھ دُوں گا، مگر اپنا آپ میرے قابو میں دے دو۔ عورت خاموشی سے گھر کو واپس آ گئی۔ واپس آ کر دیکھا کہ بچے چلا رہے ہیں اور کہہ رہے ہیں امّی جان! ہم بھوک سے مرے جا رہے ہیں، ہمیں کچھ لا دو۔ وہ عورت دوبارہ اس آدمی کے پاس گئی اور بچوں کے بارے میں بات کی۔ اس نے کہا میری بات مانتی ہو؟ عورت نے کہا ہاں!

جب خلوت ہوئی تو عورت کا سارا بدن تھر تھر کانپ اٹھا، قریب تھا کہ اس کا جوڑ جوڑ اکھڑ جائے، آدمی نے پوچھا، تجھے کیا ہوا؟

عورت نے کہا، میں خدا تعالیٰ سے ڈرتی ہوں۔ آدمی نے کہا تم اس فقر و فاقہ کے باوجود اللہ تعالیٰ سے ڈرتی ہو۔ مجھے تو اس سے زیادہ ڈرنا چاہیے۔ چنانچہ وہ بُرائی سے رُک گیا اور عورت کی ضرورت پوری کر دی۔ وہ عورت بہت سا مال لے کر بچوں کے پاس آئی

اور وہ خوش ہو گئے۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو وحی بھیجی کہ فلاں ابن فلاں کو بتا دیں کہ میں نے اس کے تمام گناہ معاف کر دیئے ہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام اس آدمی کے پاس آئے اور فرمایا:

شاید تو نے کوئی نیکی کی ہے جو تیرے اور تیرے اللہ کے درمیان معاملہ ہے؟ اس شخص نے سارا واقعہ بتا دیا۔ انہوں نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تیرے سب گناہ معاف کر دیے ہیں۔ (مجمع اللطائف)

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے:

لَا اَجْمَعُ عَلٰی عَبْدِیْ خَوْفَیْنِ وَلَا اَمْنَیْنِ مَنْ خَافَنِیْ فِی الدُّنْیَا اَمِنْتُہٗ فِی الْاٰخِرَۃِ وَمَنْ اَمِنَنِیْ فِی الدُّنْیَا اَخَفْتُہٗ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ	(میں اپنے بندے پر دو ڈر اور دو امن جمع نہیں کرتا، جو دنیا میں مجھ سے ڈرا، اُسے آخرت میں مامون کر دوں گا اور جو دنیا میں مجھ سے بیخوف رہا، اُسے قیامت کو ڈراؤں گا)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

فَلَا تَخْشَوُا النَّاسَ وَاخْشَوْنِ	(پس لوگوں سے نہ ڈرو، مجھ سے ڈرو)

دوسری آیت میں فرمایا:

فَلَا تَخَافُوْهُمْ وَخَافُوْنِ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ۔	(پس ان سے نہ ڈرو اور مجھ سے ڈرو اگر تم ایماندار ہو)

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ خوفِ خدا کے باعث گر پڑتے اور جب کبھی قرآن مجید کی آیت سنتے تو انہیں غشی ہو جاتی۔ ایک روز انہوں نے ایک تنکا اٹھایا اور فرمایا کاش میں ایک تنکا ہوتا اور کوئی قابلِ ذکر چیز نہ ہوتا۔ کاش میری ماں مجھے نہ جنتی اور اس قدر روتے کہ آنکھوں سے آنسو جاری رہتے۔ آپ کے چہرے پر آنسوؤں کے باعث دو سیاہ لکیریں پڑ گئیں۔

باب ۳

صبر و مرض

جو آدمی اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچنا اور ثواب و رحمت حاصل کرنا چاہے اور جنت میں جانا چاہے، تو اسے چاہیئے کہ وہ اپنے آپ کو دنیاوی خواہشات سے روکے، مصائب و آفات پر صبر کرے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَاللّٰہُ یُحِبُّ الصّٰبِرِیْنَ (اللہ تعالیٰ صبر کرنیوالوں کو پسند فرماتا ہے)

اور صبر کی چار اقسام ہیں:

۱۔ اللہ تعالیٰ کی عبادت پر صبر کرنا۔

۲۔ حرام کاموں سے پرہیز پر صبر کرنا۔

۳۔ آفت و مصیبت پر صبر کرنا۔

۴۔ پہلے صدمے پر صبر کرنا۔

جس نے اللہ تعالیٰ کی عبادت پر صبر کیا۔ اللہ تعالیٰ اسے قیامت کے روز جنت میں تین سو درجات عطا کرے گا۔ ہر درجہ کے درمیان آسمان اور زمین کے برابر فاصلہ ہوگا۔

جس نے حرام کاموں سے بچنے پر صبر کیا۔ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اسے چھ سو درجات عطا کرے گا، ہر درجہ ساتویں آسمان اور زمین کے درمیانی فاصلہ کے برابر ہوگا۔

جس نے مصیبت پر صبر کیا۔ اللہ تعالیٰ اسے قیامت کے دن جنت میں سات سو درجات عطا کرے گا۔ ہر درجہ میں عرش سے تحت الثریٰ تک فاصلہ ہوگا۔

حکایت

حضرت زکریا علیہ السلام یہودیوں سے بچتے ہوئے فرار ہو گئے، وہ ان کے پیچھے لگ گئے۔ جب وہ قریب ہوئے تو حضرت زکریا علیہ السلام نے ایک درخت کو دیکھا اور کہا اے درخت مجھے اپنے اندر داخل کرلے، درخت پھٹا اور وہ اس میں داخل ہو گئے اور وہ اوپر سے مل گیا، ابلیس نے لوگوں کو بتا دیا، اور کہا کہ آرا لاؤ اور اسے چیر کر دو ٹکڑے کردو تاکہ یہ مر جائے۔ لوگوں نے ایسا ہی کیا، اس کی وجہ یہ تھی کہ انہوں نے درخت سے پناہ چاہی اور اللہ تعالیٰ سے پناہ نہیں چاہی۔ آخر نتیجہ میں ہلاکت ہوئی۔ آرے سے لوگوں نے چیر کر دو ٹکڑے کر دیا جیسا کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

"جس بندے پر کوئی آفت آئے، تو وہ میری بجائے مخلوق سے پناہ چاہے، تو میں اس پر آسمان کے دروازے بند کر دیتا ہوں۔"

آخر کار جب آرا ان کے دماغ تک پہنچا، تو وہ چلا اٹھے۔ ان سے کہا اے زکریا! اللہ تعالیٰ آپ سے فرماتا ہے کہ تم آفت پر صبر کیوں نہیں کرتے؟ تم آہ کہتے ہو؟ اگر تم نے دوبارہ آہ کی تو تمہارا نام انبیاء کرام کی فہرست میں سے کاٹ دوں گا۔ حضرت زکریا علیہ السلام نے اپنے ہونٹوں کو دانتوں سے دبا لیا اور صبر کیا۔ آخر لوگوں نے انہیں چیر کر دو ٹکڑے کر دیے۔

عقل مند آدمی کو چاہیئے کہ وہ آفت پر صبر کرے اور شکایت نہ کرے۔ وہ دنیا و آخرت کے عذاب سے بچ جائے گا، اس لیے کہ سب سے زیادہ آفات انبیاء و اولیاء پر آتی ہیں

حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

"آفت ہی عارفین کا چراغ، سالکین کی بیداری، مومنین کی اصلاح اور غافلین

کی ہلاکت ہوتی ہے، ایمان کی حلاوت تب ہی ملتی ہے کہ آفت آئے اور اس پر وہ راضی و صابر ہو۔

حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

جو ایک شب بیمار رہا، اس نے صبر کیا، اللہ تعالیٰ پر راضی رہا، تو وہ گناہوں سے اس طرح نکل گیا جیسا کہ اس کی ماں نے اُسے آج ہی جُنا ہو۔

جب تم بیمار ہو جاؤ، تو عافیت کی تمنا کرو۔

حضرت ضحاک رحمۃ اللہ فرماتے ہیں جو شخص ہر چالیس رات میں ایک بار بھی آفت میں مبتلا نہ ہو یا فکر و پریشانی میں گرفتار نہ ہو، تو اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس کے لیے کچھ بھلائی نہیں۔

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے: فرماتے ہیں جب اللہ تعالیٰ کسی بندے کو بیماری میں مبتلا کرتا ہے، تو بائیں طرف والے فرشتے کو حکم دیتا ہے کہ اس سے قلم روک لے اور دائیں طرف والے فرشتے کو حکم دیتا ہے کہ میرے بندے کے لیے وہ عمل لکھو جو وہ بہترین عمل کرتا تھا۔

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے:

جب ایک بندہ بیمار ہوتا ہے، تو اللہ تعالیٰ اس کی طرف دو فرشتے بھیجتا ہے اور فرماتا ہے، دیکھو میرا بندہ کیا کہتا ہے؛ اگر وہ اللہ تعالیٰ کی حمد بیان کرے تو وہ اسے لے کر اللہ تعالیٰ کے حضور پیش کرتے ہیں، حالانکہ اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے، پھر فرماتا ہے کہ میرے بندے کا میرے اوپر حق ہے کہ اگر میں اسے وفات دوں، تو جنت میں داخل کردوں، اگر تندرست کردوں، تو اسے اس کے گوشت سے بہتر گوشت، اس کے خون سے بہتر خون عطا کردوں اور اس کے گناہ مٹا دوں۔

حکایت: بنی اسرائیل میں ایک آوارہ آدمی تھا جو بُرائی سے باز نہ آتا۔

اہلِ شہر اس سے تنگ آ گئے، اس کو برائی سے ہٹانے میں ناکام ہو گئے، چنانچہ سب نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں زاری کی۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو وحی بھیجی کہ بنی اسرائیل میں ایک آوارہ جوان ہے، اسے شہر سے باہر نکال دو تاکہ اس کی کی وجہ سے شہر پر عذاب نہ آئے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام تشریف لائے اور انہوں نے اسے باہر نکال دیا۔ یہ جوان ساتھ والی ایک بستی میں چلا گیا۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو وحی کی کہ اسے اس بستی سے بھی نکال دو۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اسے یہاں سے بھی نکال دیا۔ وہ ایک ویرانے میں چلا گیا، جہاں نہ کوئی جاندار تھا، نہ سبزہ پودا، نہ جنگلی جانور اور نہ پرندے تھے۔ اس ویرانے میں وہ بیمار ہو گیا، اس کے پاس کوئی مددگار نہیں تھا، وہ مٹی پر گر پڑا اور اپنا سر مٹی پر رکھ لیا اور کہا:

کاش! میری ماں میرے پاس ہوتی، وہ مجھ پر رحم کھاتی، میری اس ذلت پر روتی۔

کاش! میرا باپ یہاں ہوتا، میری مدد کرتا، تعاون کرتا۔

کاش! میری بیوی یہاں ہوتی، تو میرے فراق پر روتی۔

کاش! میری اولاد میرے پاس یہاں ہوتی، تو میرے جنازے پر روتی اور کہتی، اے اللہ! ہمارے مسافر باپ کو معاف فرما دے جو کمزور، نافرمان اور آوارہ ہے اور شہر سے بستی میں نکال دیا گیا ہے۔ پھر بستی میں سے ویرانے کو اور آج ویرانے سے یعنی دُنیا سے نکل کر آخرت کی طرف ہر چیز سے مایوس ہو کر جا رہا ہے۔

اے اللہ! تو نے مجھے اپنے باپ، اولاد اور بیوی سے دُور کر دیا۔ اب مجھے اپنی رحمت سے دُور نہ کر۔ ان کے فراق میں تو نے میرا دل جلایا، اب مجھے میری نافرمانی کے باعث دوزخ میں نہ جلا۔

اللہ تعالیٰ نے اس کی ماں کی شکل پر ایک حور بھیج دی، ایک حور کو اس کی بیوی شکل پر بھیج دیا اور جنت کے بچے اس کی اولاد کی شکل میں بھیج دیئے اور ایک فرشتہ اس

کے باپ کی شکل میں بھیج دیا، وہ اس کے پاس بیٹھ گئے اور اس پر روئے۔ اُس نے کہا:

"یہ میرا باپ اور ماں ہے اور یہ میری بیوی اور اولاد ہے، میرے پاس آئے ہیں"

اس کا دل خوش ہو گیا اور اللہ تعالیٰ سے جا ملا۔ اب وہ گناہوں سے پاک ہو چکا تھا اور اللہ تعالیٰ نے اسے معاف کر دیا تھا۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو وحی کی کہ فلاں ویرانے میں فلاں جگہ جاؤ، وہاں میرا ایک ولی (دوست) فوت ہو گیا ہے، اس کے کفن دفن کا سلسلہ کرو۔ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام اس جگہ تشریف لائے، تو اس جوان کو دیکھا جس کو پہلے شہر اور پھر بستی اور پھر بستی سے ویرانے کی طرف اللہ تعالیٰ کے حکم سے نکالا تھا۔ دیکھا تو اس کے گرد حوریں بیٹھی ہوئی ہیں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا اے باری تعالیٰ! یہ تو وہی جوان ہے جس کو میں نے تیرے حکم سے شہر اور پھر بستی سے نکال باہر کیا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے موسیٰ! میں نے اس پر رحم کیا اور اس کے گناہ معاف کر دیے۔ اس لیے کہ اس جگہ وہ اپنے وطن، والدین، اولاد اور بیوی سے فراق کی حالت میں رویا، میں نے اس کی ماں کی شکل میں حور بھیج دی، ایک فرشتہ اس کے باپ کی شکل میں بھیج دیا اور ایک حور اس کی بیوی کی شکل پر بھیج دی۔ انہوں نے مسافرانہ حالت میں اس کی پریشان حالی پر رحم مانگا۔ اس لیے کہ جب ایک غریب الدیار (مسافر) مرتا ہے، تو آسمان اور زمین والے بھی اس پر رحم کرتے ہوئے روتے ہیں، اب میں اس پر رحم کیوں نہ کروں اور میں سب سے بڑھ کر رحم کرنے والا ہوں۔

جب ایک مسافر نزع کی حالت میں ہوتا ہے، تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

اے میرے فرشتو! یہ غریب مسافر ہے، یہ اپنی اولاد، اہل و عیال اور والدین سے دُور ہے، جب یہ مرے گا، اس پر نہ کوئی روئے گا اور نہ کوئی غمگین ہو گا۔ پھر اللہ تعالیٰ

ایک فرشتہ اس کے باپ کی صورت پر بھیجتا ہے۔ ایک اس کی ماں کی صورت، ایک اس کے بچے کی صورت اور ایک اس کے رشتہ داروں میں سے کسی ایک صورت پر بھیج دیتا ہے۔ وہ اس کے پاس آتے ہیں، وہ آنکھیں کھولتا ہے، تو اپنے والدین اور اہل و عیال کو دیکھتا ہے، تو اس کا دل مسرور ہو جاتا ہے اور مسرت و انبساط کی حالت میں اس کی جان نکلتی ہے۔ جب اس کا جنازہ لے کر جاتے ہیں، تو وہ اس کے ساتھ جاتے ہیں اور اس کی قبر پر قیامت تک اس کے لیے دُعا کرتے رہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

اَللّٰهُ لَطِيفٌۢ بِعِبَادِهٖ (اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر مہربان ہے)

ابن عطار رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: فراخی اور تنگی حالت میں بندے کا جھوٹ ظاہر ہوتا ہے جس نے فراخی کے دنوں میں شکر کیا اور تنگی کے دنوں میں واویلا کیا وہ جھوٹا ہے۔ اگر ایک آدمی میں جن و انس کا علم اکٹھا ہو جاتے، پھر آفات کی آندھیاں اس پر چل پڑیں اور وہ شکایت کرے کہ یہ مجھ پر کیوں آئیں، تو اس کا علم نفع بخش نہیں نہ ہی اس کا عمل فائدہ مند ہے۔

حدیث قدسی میں ہے:

مَنْ لَمْ يَرْضَ بِقَضَائِىْ وَلَمْ يَشْكُرْ لِعَطَائِىْ فَلْيَطْلُبْ رَبًّا سِوَائِىْ (جو میری قضا پر راضی نہ ہو اور میری عطا پر خوش نہ ہو، وہ کوئی اور رب ڈھونڈھ لے)

حضرت وہب بن منبہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک نبی نے پچاس سال تک اللہ تعالیٰ کی عبادت کی۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف وحی فرمائی کہ میں نے تجھے بخش دیا۔ انہوں نے عرض کیا آپ مجھے کیوں نہ بخشیں گے، میں نے تو کوئی گناہ ہی نہیں کیا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی ایک رگ کو حکم دیا، اس میں درد ہو گیا اور رات بھر سو نہیں سکے۔ صبح کے وقت فرشتہ آیا۔ انہوں نے اس کے سامنے درد کی تکلیف بیان کی۔ فرشتے نے کہا آپ کا رب تعالیٰ فرماتا ہے: "تمہاری پچاس سال کی عبادت اس رگ کے درد کی شکایت کے برابر نہیں۔"

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا :

لَا یَلِجُ النَّارَ مَنْ بَکیٰ مِنْ خَشْیَۃِ اللّٰہِ حَتّٰی یَعُوْدَ اللَّبَنُ فِی الضَّرْعِ (جو اللہ کے ڈر سے رویا، وہ دوزخ میں نہیں جائے گا، یہاں تک کہ دودھ تھنوں میں واپس چلا جائے) رقائق الاخبار میں ہے :

قیامت کے دن ایک آدمی پیش ہو گا، اس کی برائیاں زیادہ ہوں گی، اس لیے اسے جہنم میں جانے کا حکم ہو گا، مگر اس کی آنکھوں کا ایک بال کلام کرے گا اور کہے گا۔ اے رب تعالیٰ تیرے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا :

مَنْ بَکیٰ مِنْ خَشْیَۃِ اللّٰہِ حَرَّمَ اللّٰہُ تِلْکَ الْعَیْنَ عَلَی النَّارِ (جو اللہ کے ڈر سے رو پڑا اللہ تعالیٰ نے اس آنکھ پر دوزخ حرام کر دی)

اور میں تیرے ڈر سے رویا ہوں، اللہ تعالیٰ اسے بخش دے گا اور ایک بال کی برکت سے نجات دے گا جو کہ دنیا میں اللہ کے ڈر سے روتا تھا۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام آواز دیں گے : "فلاں بن فلاں ایک بال کے باعث نجات پا گیا۔"

بدایۃ الہدایہ میں ہے :

جب قیامت کا دن ہو گا، تو وہ خفیف ہو کر جہنم میں لایا جائے گا، خوف کی شدت سے ہر قوم گھٹنوں کے بل گر پڑے گی، جیسا کہ خداوند قدوس نے فرمایا :

وَتَرٰی کُلَّ اُمَّۃٍ جَاثِیَۃً (ہر اُمت گھٹنوں کے بل پڑی ہو گی)

ہر امت جس کو اعمال نامہ کی طرف بلایا جائے گا، گھٹنوں کے بل گر پڑے گی جب آگ کے قریب پہنچے گی، تو اس کا سخت شور گھن گرج سنے گی، اس کی گرج پانچسو برس کے سفر سے سنائی دیتی ہے۔ ہر آدمی بلکہ انبیاء علیہم السلام بھی نفسی نفسی پکارتے ہوں گے : البتہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلّم اُمتی اُمتی (میری اُمت میری اُمت) فرمائیں گے، جہنم سے پہاڑوں کی طرح بلند آگ کے شعلے نکلتے ہوں گے حضور اقدس

صلی اللہ علیہ وسلم کی امت اس کو دور کرنے کی کوشش کرے گی اور کہے گی، نمازیوں کے صدقے، صدقہ کرنے والوں کی طفیل خشوع کرنے والوں کا واسطہ، روزہ داروں کے باعث تو واپس چلی جا، مگر وہ واپس نہیں ہوگی اور حضرت جبرائیل علیہ السلام آواز دیں گے کہ آگ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کی طرف بڑھ رہی ہے۔ پھر وہ پانی کا پیالہ لائیں گے اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیں گے اور کہیں گے اے اللہ کے رسول یہ لیجیے اور اس پر چھڑکا دیجیے۔ آپ پانی کو آگ پر چھڑکائیں گے، تو وہ اسی وقت بجھ جائے گی۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرمائیں گے یہ پانی کیسا ہے؟ حضرت جبرائیل علیہ السلام فرمائیں گے کہ یہ آپ کی امت کے گنہ گاروں کے آنسو ہیں جو وہ اللہ تعالیٰ کے خوف سے بہاتے رہے ہیں۔ آج مجھے حکم ملا ہے کہ یہ آپ کو دوں تاکہ آگ پر چھڑکا دیں اور وہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے ٹھنڈی ہو جائے۔ چنانچہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم دعا فرمایا کرتے تھے:

اَللّٰهُمَّ ارْزُقْنِیْ عَیْنَیْنِ تَبْکِیَانِ مِنْ خَشْیَتِكَ قَبْلَ اَنْ لَّا یَکُوْنَ الدَّمْعُ۔

(اے اللہ! مجھے ایسی دو آنکھیں عطا فرما جو تیرے ڈر سے رویا کریں، قبل اس کے کہ آنسو نہ رہیں)

اَعُیُنِیَّ هَلَّا تَبْکِیَانِ عَلٰی ذَنْبِیْ
تَنَاثَرَ عُمْرِیْ مِنْ یَدِیْ وَلَا اَدْرِیْ

(اے میری آنکھو! تم میرے گناہ پر کیوں نہیں روتیں۔ میری عمر میرے ہاتھ سے نکل رہی ہے اور میں سمجھ نہیں رہا)

حضرت سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے:

"جس ایماندار بندے کی آنکھوں سے اللہ تعالیٰ کے ڈر سے مکھی کے سر کے برابر بھی آنسو نکل آیا جس سے اس کا چہرہ گرم ہوگیا، اس کو دوزخ کی آگ کبھی نہیں چھوئے گی۔"

حکایت: حضرت محمد بن منذر رحمۃ اللہ تعالیٰ جب روتے، تو اپنے چہرے اور ڈاڑھی پر آنسو ملتے اور کہتے: "مجھے معلوم ہوا ہے کہ جس جگہ آنسو لگ جائیں، اُسے آگ نہیں چھوئے گی، اس لیے ایماندار کو چاہیئے کہ وہ اللہ کے عذاب سے ڈرتا رہے اور اپنے آپ کو نفسانی خواہشات سے روکتا رہے۔"

اللہ نے فرمایا:

فَاَمَّا مَنْ طَغٰیۙ وَاٰثَرَ الْحَیٰوةَ الدُّنْیَاۙ فَاِنَّ الْجَحِیْمَ هِیَ الْمَاْوٰیؕ وَاَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ وَنَهَی النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰیۙ فَاِنَّ الْجَنَّةَ هِیَ الْمَاْوٰیؕ

(پس جس نے سرکشی کی اور دنیا کی زندگی کو ترجیح دی، تو جہنم اس کا ٹھکانا ہوگا اور جو اپنے رب تعالیٰ کے مقام سے ڈرا، اور اس نے اپنے آپ کو خواہشِ نفس سے روکا، تو اس کا ٹھکانا جنت ہوگا)

اب جو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچنا چاہے اور ثواب و رحمت حاصل کرنا چاہے، وہ دنیا کی آفات پر صبر کرے۔ اللہ تعالیٰ کی عبادت اور گناہوں سے پرہیز میں لگا رہے۔

زہر الریاض میں ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے:

جب جنتی جنت میں داخل ہوں گے، تو فرشتے ان سے ہر بھلائی و نعمت کے ساتھ ملاقات کریں گے، ان کے لیے منبر لگائے جائیں گے، فرش بچھائے جائیں گے، پھر انہیں طرح طرح کے کھانے اور پھل پیش کیے جائیں گے۔ پھر اس نعمت کے ساتھ ساتھ انہیں ایک حیرت لاحق ہوگی۔

اللہ تعالیٰ فرمائے گا میرے بندو، یہ حیرت کیسی؟ یہ حیرت و پریشانی کا گھر نہیں، وہ جواب دیں گے، ہمارے لیے ایک وعدہ تھا جس کا وقت آن پہنچا۔ اللہ تعالیٰ فرشتوں کو فرمائے گا، چہروں سے حجاب اٹھا دو، اس لیے کہ یہ لوگ دُنیا میں ذکر کرتے، سجدہ کرتے، روتے اور میری ملاقات کی تمنا کرتے تھے، چنانچہ حجاب اٹھا دیے

جائیں گے، وہ دیکھیں گے اور اللہ عزّوجل کے حضور سجدہ ریز ہو جائیں گے۔

اللہ تعالیٰ فرمائے گا، اپنے سر اٹھاؤ، یہ دار العمل نہیں، دار الکرامۃ ہے۔ اب ان کو بغیر کیف مشاہدہ ہوگا اور ان میں انبساط بڑھانے کے لیے اللہ تعالیٰ فرمائے گا: اے میرے بندو! تم پر سلامتی ہو، میں تم سے راضی ہو گیا، کیا تم بھی مجھ سے راضی ہو۔

وہ کہیں گے اے ہمارے رب، ہم آپ سے کیوں نہ راضی ہوں، جبکہ آپ نے ہمیں وہ کچھ عطا کیا جو کسی آنکھ نہیں دیکھا، کسی انسان کے دل پر نہیں کھٹکا۔

خدا تعالیٰ کا فرمان یہی ہے کہ:

رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمْ وَرَضُوْا عَنْہُ (اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہوا اور وہ اللہ سے راضی ہوئے)

اور فرمانِ الٰہی ہے:

سَلَامٌ قَوْلًا مِّنْ رَّبٍّ رَّحِیْمٍ (سلامتی ہے، رحم کرنے والے رب تعالیٰ کا کلام ہوگا)

باب ۷

ریاضت اور نفسانی شہوات

اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی کی۔ اے موسیٰ! اگر تم چاہو کہ میں تجھ سے اس سے زیادہ قریب ہوں جس قدر تیرا کلام تیری زبان کے قریب ہے۔ تیرے دل کا کھٹکا تیرے دل کے قریب ہے، تیری رُوح تیرے بدن کے قریب ہے۔ تیری آنکھ کی روشنی تیری آنکھ کے قریب ہے، تیری سماعت تیرے کان کے قریب ہے، تو حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلّم پر درود شریف پڑھا کرو۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

وَلۡتَنۡظُرۡ نَفۡسٌ مَّا قَدَّمَتۡ لِغَدٍ (اور ہر جان دیکھے کہ اس نے کل کیلئے کیا بھیجا؟)

یعنی قیامت کے لیے کیا عمل کیا؟

اے انسان یاد رکھ، نفس تو بُرائی کا حکم دیتا ہے۔ یہ ابلیس سے زیادہ بُرا دشمن ہے، نفسانی خواہشات و شہوات کے ذریعے شیطان تیرے خلاف قوت حاصل کرتا ہے، اس لیے امید و فریب کے ذریعے اپنے آپ کو دھوکہ میں نہ ڈالو، نفس تو چاہتا ہے کہ امن، غفلت، آرام اور سستی و کاہلی رہے، اس لیے اس کا سب دعویٰ جھوٹ ہے۔

جس چیز سے دھوکہ ہوتا ہو، اگر تم نے اسے پسند کر لیا، اس کی خواہش کی اطاعت کی تو وہ تجھے جہنّم میں لے جائے گی اور نفس کے لیے بھلائی کی جانب موقع نہیں رہے گا۔ تمام آفتوں کی یہی جڑ ہے، ذلّت کا یہی مقام ہے، ابلیس کا یہی خزانہ ہے، ہر برائی کا یہی جڑ ہے۔ اسے اللہ تعالیٰ کے بغیر کوئی نہیں سمجھتا، اس لیے اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو۔ اللہ تعالیٰ تمہارے ہر عمل سے آگاہ ہے۔ بھلا ہو یا بُرا۔

طلب آخرت میں جب بندہ گزشتہ عمر پر غور کرتا ہے، تو یہ غور و فکر دل کو صاف

کردیتا ہے، جیسا کہ حضور انور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشادِ مبارکہ ہے:
تَفَکُّرُ سَاعَةٍ خَیْرٌ مِّنْ عِبَادَةِ سَنَةٍ۔ (ایک گھڑی کا غور و فکر سال بھر کی عبادت سے بہتر ہے)

ابواللیث رحمۃ اللہ علیہ کی تفسیر میں یہی مفہوم بتایا گیا ہے۔

اس لیے عقلمند آدمی کو چاہیئے کہ وہ گزشتہ گناہوں سے توبہ کرے، دارِ آخرت، نجات دینے والے امور اور قربِ الٰہی عطا کرنے والی باتوں پر غور کرے، امید کم رکھے، جلد توبہ کرے، اللہ تعالیٰ کا ذکر کرے، گناہ چھوڑ دے، اپنے نفس کو قابو کرے اور نفسانی خواہشات کے پیچھے نہ لگے، اس لیے کہ نفس ایک بُت ہے۔ جس نے نفس کی عبادت کی، وہ بُت پرستی کر رہا ہے اور جس نے اخلاص کے ساتھ صرف اللہ کی عبادت کی، وہی نفس پر قابو پانے والا ہے

بتاتے ہیں کہ مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ بصرہ کے بازار میں جا رہے تھے، انہوں نے ایک انجیر دیکھا، تو جی چاہا کہ کھائیں، جوتے اتار کر سبزی فروش کو دیئے اور کہا مجھے انجیر دے دو۔ سبزی فروش نے جوتے دیکھے تو کہا بےقیمت جوتے ہیں، کسی نے سبزی فروش سے کہا، کیا تم ان کو نہیں پہچانتے؟ اس نے کہا نہیں۔ اس نے بتایا یہ مالک بن دینار ہیں، سبزی فروش نے اپنے غلام کے سر پر ٹوکرا رکھا اور کہا: اگر انہوں نے یہ سب تجھ سے قبول کر لیا، تو تو آزاد ہے۔ غلام حضرت مالک کے پیچھے بھاگا اور کہا: یہ مجھ سے قبول کر لیجئے۔ آپ نے انکار کر دیا۔ غلام نے کہا آپ یہ قبول کریں، اس سے مجھے آزادی مل جائے گی۔ مالک بن دینار نے کہا اگرچہ تیرے لیے اس میں آزادی ہے، مگر میرے لیے اس میں سزا ہے۔ غلام نے اصرار کیا، تو مالک بن دینار رحمۃ اللہ نے فرمایا: میں نے قسم کھائی ہے کہ انجیر کے عوض اپنا ایمان نہیں بیچوں گا اور قیامت تک انجیر نہیں کھاؤں گا۔

حکایت: مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ مرضِ وفات میں تھے، تو شہد اور دودھ

کو دل چاہا تاکہ اس میں گرم روٹی ڈال کر ثرید بنائیں۔ خادم گیا اور لے آیا۔ مالک بن دینار نے اسے لے کر کچھ دیر تک دیکھا اور فرمایا اے نفس! تو نے تیس سال تک صبر کیا، اب تیری عمر کی ایک گھڑی باقی ہے، یہ کہہ کر پیالہ ہاتھ سے رکھ دیا اور صبر کیا اور وفات پا گئے۔ انبیاء کرام علیہم السلام، اولیاء، صادقین، عاشقین اور زاہدین کا یہی حال ہوتا ہے (کہ دُنیا سے زاہد اور آخرت میں راغب ہوتے ہیں)

حضرت سلیمان بن داؤد علیہم السلام نے فرمایا: نفس پر قابو پانے والا پورا شہر فتح کرنے والے سے زیادہ بہادر ہے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہٗ نے فرمایا: میں اور نفس ایسے ہیں، جیسے بکریوں کا چرواہا ہو، ایک طرف کی (بکریاں) جمع کرے، تو دوسری طرف والی ادھر ادھر بکھر جائیں جس نے اپنے نفس کو مار لیا، وہ رحمت کے کفن میں بند ہوگا اور عزّت کی سرزمین میں دفن ہوگا۔ اور جس نے دل کو مار دیا، وہ لعنت کے کفن میں بند ہوگا اور عذاب کی سرزمین میں دفن ہوگا۔

یحییٰ ابن معاذ رازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: عبادت اور ریاضت کر کے اپنے نفس کے خلاف جہاد کرو، ریاضت یہ ہے کہ نیند کم رکھے، کھانا کم کھائے، لوگوں کی طرف سے اذیّت برداشت کرے۔

نیند کی کمی سے ارادے درست ہوں گے، کھانے کی کمی سے آفات سے بچا رہے گا، لوگوں کی اذیت برداشت کرنے سے مقصود کی طرف بڑھنے میں آسانی ہوگی۔ کم کھانا شہوات کی موت ہے، اس لیے کہ بسیار خوری کی وجہ سے دل سخت ہو جاتا ہے اور اس کا نور چلا جاتا ہے۔ حکمت کا نور بھوک ہے اور سیرابی انسان کو اللہ سے دُور کر دیتی ہے۔

جناب حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا:

بھوک سے دلوں کو روشن کرو، بھوک اور پیاس کے ذریعے نفس کے خلاف جہاد کرو، بھوک کے ذریعے ہمیشہ جنت کا دروازہ کھٹکھٹاتے رہو، اس لیے کہ اس میں وہ اجر ہے جو اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والوں کو حاصل ہے۔ بھوک اور پیاس سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ کو

کوئی عمل محبوب نہیں۔ جس نے اپنے پیٹ کو بھرا وہ آسمانِ فرشتگان میں داخل نہیں ہو سکتا اور اس نے عبادت کی حلاوت بھی کھودی۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، نے فرمایا: جب سے میں مسلمان ہوا ہوں، میں نے پیٹ بھر کر کھانا نہیں کھایا تاکہ اپنے رب کی عبادت کی حلاوت پاؤں اور جب سے میں مسلمان ہوا ہوں، میں نے سیر ہو کر نہیں پیا، اس لیے کہ مجھے اپنے پروردگار کی ملاقات کا اشتیاق ہے۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ بسیار خوری سے عبادت میں کمی آجاتی ہے۔ جب انسان زیادہ کھائے گا، تو اس کا بدن بوجھل ہو جاتا ہے، اس کی آنکھوں پر نیند طاری ہو جاتی ہے، اس کے اعضاء میں تساہل ہو جاتا ہے، اس لیے وہ کچھ نہیں کر سکتا اور اگر محض نیند ہی میں لگا رہے، تو وہ گرے ہوئے مردار کی طرح ہے۔ (منہاج الدین)

حضرت لقمان حکیم سے منقول ہے، انہوں نے اپنے بیٹے سے فرمایا: نیند اور کھانے میں کمی کرو، زیادتی نہ کرو، کیونکہ جس نے یہ دو کام زیادہ کیے، وہ قیامت کے روز نیک اعمال سے تہی دامن ہوگا۔ (منیۃ المفتی)

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: کھانے پینے کی کثرت کر کے دلوں کو نہ مارو، اس لیے کہ اس سے دل مر جاتا ہے جیسے پانی کی کثرت کے باعث کھیتی مر جاتی ہے (تباہ ہو جاتی ہے)

بعض صالحین نے یہ مثال دی ہے کہ معدہ ہنڈیا کی طرح ہوتا ہے، جس سے دل اُبلنے لگتا ہے اور بخارات اس کی طرف آتے ہیں، چنانچہ بخارات کی زیادتی سے اس میں تکدر اور سیاہی آجاتی ہے۔

بسیار خوری سے فہم و علم ختم ہو جاتا ہے، اس لیے کہ پیٹ بھرنے سے ذہانت ختم ہو جاتی ہے۔

حکایت

حضرت یحییٰ بن زکریا علیہما السلام کے بارے میں منقول ہے کہ ابلیس ان کے سامنے ظاہر ہوا۔ اس پر حضرت یحییٰ علیہ السلام نے فرمایا: یہ کیا ہیں؟ اس نے کہا: یہ شہوات ہیں جن کے ذریعے میں بنی آدم کو شکار کرتا ہوں۔ حضرت یحییٰ علیہ السلام نے فرمایا: کیا میرے لیے بھی کچھ ہے؟ اس نے کہا: نہیں، البتہ ایک شب آپ نے سیر ہو کر کھایا تھا، تو میں نے آپ کو بوجھل کیفیت میں مبتلا کر دیا تھا۔ انہوں نے فرمایا: "اب یہ ضروری ہے کہ آج کے بعد کبھی سیر ہو کر نہ کھاؤں۔ ابلیس کہنے لگا: یہ ضروری ہے کہ آج کے بعد کبھی انسان کو نصیحت نہیں کروں گا۔

اب دیکھئے یہ تو اس کا حال ہے کہ جس نے صرف ایک رات پیٹ بھر کر کھایا اور جس نے زندگی بھر ایک رات بھی فاقہ نہیں کیا، وہ عبادت کیا کرے گا؟

حکایت

حضرت یحییٰ بن زکریا علیہما السلام کے بارے میں منقول ہے کہ ایک بار انہوں نے جَو کی روٹی پیٹ بھر کر کھائی، اس رات کو وِرد نہ ہو سکا اور وہ سوتے رہے اور اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف وحی فرمائی۔

کیا تمہیں میرے گھر سے بہتر گھر مل گیا ہے؟ یا میرے پڑوس سے بہتر پڑوس مل گیا ہے؟ میری عزّت و جلال کی قسم، اگر تم فردوس پر نظر کرو اور مجھے جہنّم پر بھی ایک نظر کر لو، تو آنسوؤں کی بجائے خون رونے لگو اور کپڑوں کی بجائے لوہا پہن لو۔

باب ۵

نفسانی غلبہ اور شیطان کی دشمنی

عقلمند آدمی کا کام یہ ہے کہ وہ فاقہ کرکے نفسانی خواہشات کو کاٹ دے، اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کے دشمن (شیطان) پر فاقہ ایک قہر ہے، اس لیے شہوات اور خورد و نوش (کی کثرت) ہی شیطان کے ہتھیار رہیں۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اِنَّ الشَّیطٰنَ یَجرِیْ مِنْ اِبنِ اٰدَمَ مَجْرَی الدَّمِ فَضَیِّقُوْا مَجَارِیَہٗ بِالْجُوْعِ۔

(شیطان تو بنی آدم کے اندر خون کی طرح چلتا ہے، اس لیے فاقہ کے ذریعے اس کے بہاؤ کو تنگ کردو)

اس کی وجہ یہ ہے کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے قریب تر وہی ہوگا جس نے بھوک پیاس زیادہ برداشت کی ہوگی اور ابن آدم کے لیے شدید تر ہلاکت یہی ہے کہ وہ پیٹ کی خواہش میں لگا رہے۔ اس وجہ سے آدم و حوا کو جائے اطمینان سے احتیاج کی طرف نکال دیا گیا۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں خاص درخت کا پھل کھانے سے منع کردیا، مگر غلبۂ خواہش کی وجہ سے انہوں نے پھل کھایا، آخر ان کے ستر کھل گئے۔

سچ بات یہ ہے کہ پیٹ درحقیقت شہوات کا سرچشمہ ہے۔

ایک حکیم کا قول ہے کہ جس پر نفس کا غلبہ ہو، وہ اس کی شہوات کا قیدی ہوا، اس کا دل بھلائیوں سے محروم ہوگیا جس نے سرزمینِ اعضاء کو شہوات کی خوراک دی، اس نے اپنے دل میں ندامت کا پیڑ لگالیا۔

اللہ تعالیٰ نے تین طرح کی مخلوق پیدا فرمائی:

۱۔ فرشتے پیدا کیے، ان میں عقل رکھ دی، مگر شہوت نہیں رکھی۔

۲۔ حیوانات پیدا کیے، ان میں شہوت رکھ دی، مگر عقل نہیں رکھی۔

۳۔ اور انسان کو پیدا فرمایا، اس میں عقل اور شہوت دونوں ہی رکھ دیں۔ اب جس کی شہوت اس کی عقل پر غالب آگئی، تو حیوانات اس سے بہتر ہیں اور جس کی عقل شہوت پر غالب آگئی، تو وہ فرشتوں سے بہتر ہے۔

حکایت

حضرت ابراہیم خواص رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں، میں کوہ مکام میں تھا میں نے وہاں انار دیکھے کھانے کو جی چاہا۔ تو ایک اٹھا کر پھاڑا، میں نے چکھا، تو وہ کھٹا تھا، چنانچہ میں انار کو چھوڑ کر چلا گیا۔ اس کے بعد میں نے ایک آدمی راستہ میں پڑا ہوا پایا جس پر بھڑیں اکٹھی ہو رہی تھیں۔ میں نے کہا السلام علیکم! اس نے جواب دیا وعلیکم السلام! اے ابراہیم! میں نے پوچھا! آپ نے مجھے کیسے پہچان لیا؟ اس نے کہا؛ جو اللہ کو پہچان لے، اس پر کچھ مخفی نہیں۔ میں نے کہا: میں نے اللہ تعالیٰ کیساتھ تمہارا خاص حال دیکھا ہے، کیا تم نے یہ دعا نہیں کی کہ وہ تجھے بھڑوں سے نجات دے، اس نے کہا میں نے بھی اللہ کے ساتھ تیرا خاص حال دیکھا ہے۔ کیا تو نے اللہ تعالیٰ سے دعا نہیں کی کہ وہ تجھے انار کی شہوت سے نجات دے۔

اس لیے کہ انار کا دکھ انسان آخرت میں پاتا ہے اور بھڑوں کا دکھ صرف دنیا میں پاتا ہے، بھڑیں تو صرف نفس کو کاٹتی ہیں اور شہوات دلوں کو کاٹتی ہیں، اس کے بعد میں اسے چھوڑ کر چلا گیا۔

شہوت بادشاہوں کو غلام بنا لیتی ہے اور صبر غلاموں کو بادشاہ بنا دیتا ہے۔

حضرت یوسف علیہ السلام اور زلیخا کے حالات پر غور کیجئے۔ حضرت یوسف علیہ السلام صبر کی وجہ سے مصر کے حکمران بن گئے اور زلیخا محض شہوات کی وجہ سے حقیر و فقیر بن گئی، اس لیے کہ زلیخا حضرت یوسف علیہ السلام کی محبت پر صبر نہ کر سکی۔

حکایت

حضرت ابوالحسن رازیؒ نے اپنے والد کو دو سال بعد خواب میں دیکھا ان پر تار کول کا لباس تھا۔ انہوں نے کہا: اے ابّا جان! کیا بات ہے میں آپ کی حالت دوزخیوں کی سی دیکھ رہا ہوں۔ انہوں نے کہا: اے بیٹے! میرے نفس نے مجھے دوزخ کی طرف دھکیل دیا۔ اے بیٹے! نفس کے دھوکے سے بچتے ہو

اِنِّیْ اُبْتُلِیْتُ بِاَرْبَعٍ مَا سُلِّطُوْا ۔۔۔ اِلَّا لِشِدَّةِ شُقُوْقِیْ وَعَنَائِیْ

اِبْلِیْسِ وَالدُّنْیَا وَنَفْسِیْ وَالْهَوٰی ۔۔۔ کَیْفَ الْخَلَاصُ وَکُلُّهُمْ اَعْدَائِیْ

وادی الھوی تدعوا الیہ خواطری ۔۔۔ فی ظلمتہ الشھوات والاداءی

(میں چار میں مبتلا ہوا اور یہ صرف بدنصیبی اور بدبختی کی وجہ سے طاری ہوتے)

(ابلیس، دنیا، میرا نفس اور خواہش یہ سب میرے دشمن ہیں، اب نجات کیسے ہو)

(اور میں خواہش کو دیکھتا ہوں کہ میرے خیال اس کے داعی ہیں، شہوات و خیالات کے اندھیرے میں)

حضرت حاتم اصم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: میرا نفس میری سرحد ہے، میرا علم میرا ہتھیار ہے، میرا گناہ میری بدبختی ہے، شیطان میرا دشمن ہے اور میرا نفس غدر اور دھوکہ کرنے والا ہوتا ہے۔

ایک عارف کا واقعہ

ایک عارف کا قول ہے کہ جہاد کی تین قسمیں ہیں:

۱۔ اہل باطل کے ساتھ علم و دلیل کے ساتھ جہاد کرنا جیسا کہ ارشادِ خداوندی ہے:

وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِیْ اَحْسَنُ ۔۔۔ (اور ان کے ساتھ بہترین انداز سے مجادلہ کر)

دوسرے مقام پر ارشادِ خداوندی ہے:

وَالَّذِیْنَ جَاهَدُوْا فِیْنَا لَنَهْدِیَنَّهُمْ سُبُلَنَا۔ ۔۔۔ (اور جو لوگ ہماری راہ میں جہاد کریں گے ہم انہیں اپنی راہیں بتا دیں گے) سورۃ عنکبوت آیت ۶۹

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

اَفْضَلُ الْجِهَادِ جِهَادُ النَّفْسِ۔ (افضل ترین جہاد نفس کے ساتھ مقابلہ کرنا ہے)

صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم جب کافروں کے مقابلہ میں جہاد کرکے واپس آئے، تو فرمایا کرتے تھے کہ ہم چھوٹے جہاد سے بڑے جہاد کی طرف واپس آئے ہیں۔ خواہش، نفس اور شیطان کے ساتھ جہاد کو اس لیے جہادِ اکبر فرمایا کہ شیطان براہِ راست نفس کا مددگار ہے اور یہی حال خواہش کا بھی ہے، مگر کافر تیرے نفس کا مددگار نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ جہاد بالنفس سخت تر ہے۔ ایک وجہ یہ بھی ہے کہ جب کسی کافر کو تم قتل کروگے، تو تمہیں مدد اور غنیمت حاصل ہوگی اور اگر کافر نے تمہیں قتل کر دیا، تو تم شہادت اور جنت پاؤ گے، مگر شیطان کو قتل کرنے کی تم میں قدرت نہیں اور اگر شیطان نے تمہیں مار دیا تو تم خدا تعالیٰ کی سزا میں پھنس گئے۔

جیسا کہ ایک قول ہے، جس کا گھوڑا بھاگ گیا، وہ جنگ میں دشمن کے قبضے میں آگیا اور جس کا ایمان بھاگ گیا، وہ اللہ تعالیٰ کے غضب میں آگیا اور اللہ تعالیٰ ہمیں اس سے پناہ دے اور جو کافروں کے قبضے میں چلا گیا، اس کا ہاتھ اس کی گردن تک نہیں پہنچا، اس کا پاؤں نہیں بندھا، اس کا پیٹ بھوکا نہیں رہا۔ اس کا بدن برہنہ نہ ہوا، مگر جو اللہ تعالیٰ کے غضب میں گرا، اس کا چہرہ سیاہ ہوا، اس کا ہاتھ زنجیروں کے ساتھ گردن تک جکڑ دیا گیا۔ اس کے پاؤں آگ کی بیڑیوں میں باندھ دیے گئے، اس کا کھانا آگ ہے، اُس کا پینا آگ ہے، اور اُس کا لباس آگ ہے۔

باب ۶

غفلت

غفلت افسوس کا ہاتھ ہے، غفلت نعمت کو زائل کرنے والی ہے اور عبادت میں رکاوٹ ہے، غفلت، حسد کو بڑھاتی ہے، غفلت ملامت اور شرمندگی پیدا کرتی ہے

حکایت

حکایت ہے کہ ایک نیک آدمی نے استاد کو خواب میں دیکھا اور اس سے پوچھا: آپ کے نزدیک کون سی حسرت زیادہ سخت ہے، انہوں نے جواب دیا غفلت کی حسرت۔

منقول ہے کہ ایک آدمی نے حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ کو خواب میں دیکھا اور پوچھا: اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا سلوک کیا؟ انہوں نے فرمایا: مجھے اپنے دربار میں کھڑا کیا اور فرمایا: اے دعویٰ کرنے والے اے جھوٹے تو نے میری محبت کا دعویٰ کیا، پھر مجھ سے غافل ہو گیا ؎

اَنْتَ فِیْ غَفْلَتٍ وَّقَلْبُکَ سَاھِیْ ذَھَبَ الْعُمْرُ وَالذُّنُوْبُ کَمَا ھِیْ

(تو غفلت میں ہے اور تیرا دل غافل ہے، عمر ختم ہو گئی ہے اور گناہ ویسے ہی ہیں)

حکایت

ایک نیک آدمی نے اپنے والد کو خواب میں دیکھا اور پوچھا: اے ابا جان! آپ کیسے ہیں؟ اس نے کہا: اے بیٹے! ہم دنیا میں غافل زندہ رہے اور غافل ہی مرے۔

زہرۃ الریاض میں ہے: حضرت یعقوب علیہ السلام نے ملک الموت سے مواخات قائم کی ہوئی تھی۔ ایک دن ان کی ملاقات ہوئی، تو حضرت یعقوب علیہ السلام نے پوچھا: اے ملک الموت! ملاقات کے لیے آئے ہو یا میری روح

قبض کرنے آئے ہو، تو مجھے آگاہ کر دینا۔ اس نے کہا: میں آپ کی طرف دو یا تین قاصد بھیج دوں گا۔

جب آپ کی عمر ختم ہوئی، تو ملک الموت حاضر ہوئے، تو حضرت یعقوب علیہ السلام نے فرمایا۔ ملاقات کے لیے آئے ہو یا روح قبض کرنے کے لیے؟ اس نے کہا: آپ کی رُوح قبض کرنے کے لیے۔ آپ نے فرمایا: کیا آپ نے مجھے بتایا نہیں تھا کہ میں آپ کی طرف دو تین قاصد بھیج دُوں گا۔ اس نے کہا: میں نے یہ کہا تھا آپ کے سیاہ بالوں کے بعد سفید بال، آپ کی بدنی قوت کے بعد کمزوری اور آپ کی سیدھی کمر کے بعد کمر کا جھکاؤ۔ اے یعقوب علیہ السلام! بنی آدم کی طرف موت سے پہلے یہی میرے قاصد ہیں ؎

مَضَی الدَّهْرُ وَالْاَیَّامُ وَالذَّنْبُ حَاصِلُ ٭ وَجَاءَ رَسُوْلُ الْمَوْتِ وَالْقَلْبُ غَافِلُ

(وقت اور دن چلے گئے اور گناہ موجود ہے، موت کا فرشتہ آچکا اور دل غافل ہے)

نَعِیْمُکَ فِی الدُّنْیَا غُرُوْرٌ وَّحَسْرَۃٌ ٭ وَعَیْشُکَ فِی الدُّنْیَا مُحَالٌ وَّبَاطِلُ

(دُنیا میں تیری نعمتیں صرف دھوکہ و حسرت ہیں، اور دُنیا میں عیش و آرام تو محال اور غلط ہے)

حضرت ابوعلی دقاق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: میں ایک نیک آدمی کی عیادت کے لیے گیا وہ بیمار تھے اور عظیم بزرگوں سے تھے، ان کے شاگرد ان کے پاس بیٹھے تھے، اور وہ رو رہے تھے۔ ان کی عمر بھی شدید بڑھاپے تک پہنچ چکی تھی۔ میں نے کہا: اُے شیخ! کیوں روتے ہو، کیا دنیا پر؟ فرمایا: ہرگز نہیں، میں تو صرف نماز رہ جانے پر روتا ہوں۔ میں نے پوچھا: یہ کیسے؟ آپ نے نماز پڑھ رکھی ہیں۔ فرمایا: میں آج تک دُنیا میں زندہ رہا مگر میں نے سجدہ کیا، تو غفلت میں اور سر اٹھایا تو غفلت میں اور آج غفلت کی حالت میں مر رہا ہوں۔ پھر انہوں نے گہرا سانس لیا اور کہا ؎

تَفَکَّرْتُ فِیْ حَشْرِیْ وَیَوْمَ قِیَامَتِیْ ٭ وَاِصْبَاحِ خَدِّیْ فِی الْمَقَابِرِ ثَاوِیَا

(میں نے اپنے حشر اور قیامت کے دن کے بارے میں غور کیا کہ جب میرا رخسار قبر میں پڑا ہوگا)

فَرِيدًا وَحِيدًا بَعْدَ عِزٍّ وَرِفْعَةٍ — دَهِيْنًا بِجُرْمِيْ وَالتُّرَابُ وِسَادِيَا

(عزت و بلندی کے بعد اکیلا پڑا ہوں گا — میرا بدن قابو ہوگا اور مٹی ہی تکیہ ہوگی)

تَفَكَّرْتُ فِي طُوْلِ الْحِسَابِ وَعَرْضِهٖ — وَذُلِّ مَقَامِيْ حِيْنَ أُعْطِيْ كِتَابِيَا

(میں نے طویل و عریض محاسبہ پر سوچا، — اور جس وقت اعمالنامہ ملے گا، اسوقت پریشان سوچا)

وَلٰكِنْ رِجَائِيْ فِيْكَ رَبِّيْ وَخَالِقِيْ — بِأَنَّكَ تَعْفُوْ يَا إِلٰهِيْ خَطَائِيَا

(مگر اے میرے رب اور اے میرے خالق مجھے تجھ سے امید ہے کہ اے میرے معبود تو میرے گناہوں کو معاف کردے گا)

عیون الاخبار میں حضرت شفیق بلخی رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ لوگ تین باتیں کرتے ہیں، مگر افعال میں تینوں کے خلاف کرتے ہیں:

۱- کہتے ہیں کہ ہم اللہ کے بندے ہیں، مگر کام کرتے ہیں آزاد (نافرمان) لوگوں جیسا یہ ان کے کلام کا الٹ ہوا۔

۲- کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہی ہماری روزی کا کفیل ہے، مگر ان کے دل دُنیا کے بغیر مطمئن نہیں ہوتے اور دنیا کا ایندھن اکٹھا کرتے رہتے ہیں، یہ بھی ان کے قول کا الٹ ہوا۔

۳- کہتے ہیں کہ موت کا آنا ایک اٹل بات ہے، مگر وہ اس طرح کام کرتے ہیں۔ جیسے وہ کبھی نہیں مریں گے، یہ بھی ان کے کلام کا الٹ ہوا۔

اب بھائی سوچو، تو سہی، اللہ تعالیٰ کے دربار میں کس بدن کے ساتھ کھڑے ہوگے؟ کس زبان سے بات کروگے؟ اور جب ہر چھوٹی بڑی بات کی پرسش ہوگی، تو کیا جواب دوگے؟ ہر سوال کے جواب کے لیے تیار رہو اور جواب صحیح تیار کرو اور

اللہ تعالیٰ سے ڈرو، وہ تمہارے ہر نیک و بد عمل سے آگاہ ہے۔ پھر لوگوں کو نصیحت فرمائی کہ ہر حکم کی اطاعت کرو اور ظاہر و باطن میں صرف اللہ تعالیٰ کے بن کر رہو۔

حضور سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے، فرمایا:

أَنَا مُطِيعٌ لِمَا أَطَاعَنِي وَمُحِبٌّ لِمَا أَحَبَّنِي وَمُجِيبٌ لِمَنْ دَعَانِي وَ وَغَافِرٌ لِمَا اسْتَغْفَرَنِي

(میں اس کا حامی ہوں جو میری اطاعت کرے اور اس سے محبت کرنے والا ہوں جو مجھ سے محبت کرے، جو مجھ سے مانگے اسکو دینے والا ہوں اور جو مجھ سے معافی مانگے، اسے معاف کرنے والا ہوں)

اس لیے انسان کو چاہیئے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرے اور عبادت میں اخلاص و خوف رکھے، اس کے امتحان پر صبر کرے، اس کی عطا کردہ نعمتوں پر شکر کرے جو وہ عطا کرے، اس پر قناعت کرے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

"جو میری قضا پر راضی نہیں، میرے امتحان پر صابر نہیں، میری نعمتوں پر شاکر نہیں، میری عطا پر قانع نہیں، وہ میرے سوا کوئی اور رب ڈھونڈھ لے"۔

ایک شخص نے حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے عرض کیا: "مجھے عبادت میں لطف نہیں آتا۔ انہوں نے فرمایا: شاید تو اس کے چہرے پر نظر کی ہے جو اللہ تعالیٰ کا خوف نہیں رکھتا (اور یہ فرمایا) عبادت یہ ہے کہ تو ہر چیز (لطف کو بھی) محض اللہ کے لیے چھوڑ دے۔

ایک شخص نے حضرت ابویزید رحمۃ اللہ علیہ سے عرض کیا: مجھے عبادت میں لذت نہیں آتی۔ آپ نے فرمایا: اس کی وجہ یہ ہے کہ تو اطاعت کی عبادت کرتا ہے، اللہ کی عبادت نہیں کرتا، اللہ کی عبادت کر، پھر تجھے عبادت میں لذت آئے گی۔

حکایت

ایک آدمی نے نماز شروع کی، جب إِيَّاكَ نَعْبُدُ پر پہنچا، تو دل میں خیال آیا کہ وہ حقیقی طور پر اللہ تعالیٰ کی

عبادت کر رہا ہے۔ اسے آہستہ سے آواز آئی کہ تو جھوٹا ہے، تو مخلوق کی عبادت کر رہا ہے۔ اس نے توبہ کی اور علیحدہ ہو گیا۔ پھر نماز شروع کی، جب اِیَّاكَ نَعْبُدُ پر پہنچا، تو آواز آئی، تو جھوٹا ہے، تو اپنے مال کی عبادت کرتا ہے، اس نے سارا دن مال صدقہ کر دیا، پھر نماز شروع کی، جب اِیَّاكَ نَعْبُدُ پر پہنچا، تو آواز آئی کہ تو جھوٹا ہے، تو اپنے کپڑوں کی عبادت کر رہا ہے۔ اس نے بقدرِ ضرورت کے سوا سب کپڑے صدقے کر دیے۔ پھر نماز شروع کی، جب اِیَّاكَ نَعْبُدُ پر پہنچا، تو آواز آئی، اب تم سچ کہتے ہو، اب تم اپنے رب کی عبادت کرتے ہو۔

رونق المجالس میں ہے: ایک شخص کے کچھ بالوں کے گون گم ہو گئے، اسے معلوم نہ ہو سکا کہ کس نے اٹھائے ہیں۔ جب اس نے نماز شروع کی تو اسے یاد آگیا، سلام پھیرا اور اپنے غلام سے کہا فلاں ابن فلاں کے پاس جاؤ اور اس سے بالوں کے گون واپس لو، غلام نے پوچھا: کب یاد آئے، کہا: جب میں نماز پڑھ رہا تھا۔ غلام نے کہا: میرے آقا! آپ طالب گون تھے، طالبِ خدا نہ تھے۔ آقا نے اُسے عقیدہ درست ہونیکے باعث آزاد کر دیا۔

انسان کو چاہیے کہ وہ دُنیا ترک کر دے اور اللہ تعالیٰ کی عبادت کرے، آگے کی بات کا فکر کرے اور آخرت ہی مطلوب رکھے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

مَنْ كَانَ يُرِيْدُ حَرْثَ الْاٰخِرَةِ نَزِدْ لَهٗ فِيْ حَرْثِهٖ وَمَنْ كَانَ يُرِيْدُ حَرْثَ الدُّنْيَا نُؤْتِهٖ مِنْهَا وَمَا لَهٗ فِي الْاٰخِرَةِ مِنْ نَّصِيْبٍ۔

(جو آخرت کا فائدہ چاہتا ہے، ہم اس کے پھل میں اضافہ کر دیتے ہیں، اور جو دنیا کا فائدہ چاہتا ہے ہم اس سے کچھ اسے دیتے ہیں اور آخرت میں اس کا کچھ حصہ نہیں) سورۃ الشوریٰ آیت ۲۰

حرث الدنیا، یعنی دنیا کا سامان، یعنی لباس خورد و نوش وغیرہ اور دنیا چاہنے والے کے دل سے آخرت کی محبت ہی نکال دیتے ہیں، یہی وجہ ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ، نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر چالیس ہزار دینار مخفی طور پر اور چالیس ہزار دینار کھلم کھلا خرچ کر دیئے اور ان کے پاس باقی کچھ نہ بچا۔

سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے گھر والے دنیا اور اُس کی لذات و شہوات سے دُور رہتے۔ حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو جو جہیز ملا، وہ رنگے ہوئے چمڑے کا ایک مشکیزہ اور تکیہ تھا کہ جس میں کھجور کی چھال بھری ہوئی تھی۔

باب ۷

اللہ کی یاد سے غفلت اور فسق و نفاق

ایک عورت حضرت حسن بصری کے پاس آئی اور کہنے لگی: میری ایک جوان بیٹی تھی، وہ فوت ہو گئی، میں چاہتی ہوں کہ اسے خواب میں دیکھوں۔ میں آپ کے پاس آئی ہوں تاکہ آپ کوئی ایسی بات بتا دیں جس سے میں اُسے دیکھ لُوں۔ آپ نے عمل بتا دیا۔ اس عورت نے دیکھا کہ اس کی لڑکی نے تارکول کا لباس پہنا ہوا ہے، اس کی گردن میں زنجیر ہے اور اس کے پاؤں میں بیڑیاں ہیں۔ اس نے حضرت حسن بصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بتایا، تو انہیں بہت غم ہوا۔

پھر ایک مدت گزر گئی کہ حضرت حسن بصری نے اس نوجوان لڑکی کو جنت میں دیکھا، اس کے سر پر تاج تھا۔ اس نے کہا: اے حسن! مجھے پہچانتے نہیں ہو؟ میں اس عورت کی بیٹی ہوں جو آپ کے پاس آئی تھی اور یہ بات کی تھی۔ آپ نے پوچھا: یہ کیسے ہوا جو میں یہ تم پر دیکھ رہا ہوں۔ کہنے لگی ایک بار ایک آدمی یہاں سے گزرا۔ اس نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر دُرود شریف پڑھا۔ اس وقت قبرستان میں پانچ مردوں کو عذاب ہو رہا تھا، آواز آئی کہ اس آدمی کے درود شریف پڑھنے کی برکت سے ان سے عذاب ہٹا دو۔

نکتہ: ایک آدمی کے حضور سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایک بار درود شریف پڑھنے کی برکت یہ ہے کہ جس کو پہنچا مغفرت ہو گئی اور جو شخص پچاس سال تک پڑھتا رہے، کیا اُسے حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت نصیب نہیں ہو گی؟

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ نَسُوا اللّٰهَ (اور ان کی طرح نہ ہو جاؤ جنہوں نے اللہ تعالیٰ کو بھلا دیا) (سورہ الحشر، آیت ۱۹)

یعنی منافقین جنہوں نے اللہ تعالیٰ کے احکام پر عمل چھوڑ دیا، خدا کے احکام کی خلاف ورزی کی، دنیا کی لذات و شہوات میں ڈوب گئے، ان کی طرح نافرمانی میں نہ گر پڑو۔

حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم سے مومن اور منافق کی علامت پوچھی گئی، تو آپ نے فرمایا: مومن کا کام نماز روزہ میں لگے رہنا اور منافق کا کام چوپایوں میں کی طرح خورد و نوش میں لگے رہنا ہے، منافق عبادت اور نماز کا تارک ہوتا ہے اور مومن صدقہ کرتا رہتا ہے اور معافی مانگتا رہتا ہے اور منافق آدمی حرص و امید کا شکار رہتا ہے۔ مومن آدمی اللہ کے سوا ہر ایک سے نا اُمید ہوتا ہے اور منافق آدمی اللہ کے سوا ہر ایک سے امیدیں لگائے رکھتا ہے۔ مومن آدمی اپنا دین بچا کر مال آگے بھیجتا ہے۔ مومن آدمی کے دل میں اللہ کے سوا کسی کا ڈر نہیں ہوتا اور منافق اللہ کے سوا ہر ایک سے ڈرتا ہے۔ مومن آدمی نیکی کرتا ہے۔ پھر بھی روتا ہے اور منافق آدمی بُرائی کرتا ہے پھر بھی روتا ہے اور منافق آدمی بُرائی کرتا ہے، پھر بھی ہنستا ہے، مومن آدمی تنہائی پسند ہوتا ہے اور منافق آدمی ہجوم اور مخلوق پسند ہوتا ہے۔ مومن آدمی کھیتی کرتا ہے اور خرابی سے ڈرتا ہے اور منافق آدمی کھیتی برباد کرتا ہے اور کھیتی کاٹنے کی امید لگائے رہتا ہے۔ مومن آدمی دین کی خاطر اور اصلاح کرتے ہوئے امر و نہی کرتا ہے۔ اور منافق آدمی اقتدار کی خاطر اور فساد کرتے ہوئے امر و نہی کرتا ہے، بلکہ وہ بُرائی کا حکم دیتا ہے اور نیکی سے روکتا ہے۔

اَلْمُنٰفِقُوْنَ وَالْمُنٰفِقٰتُ بَعْضُهُمْ مِّنْ بَعْضٍ يَأْمُرُوْنَ بِالْمُنْكَرِ (منافق مرد اور منافق عورتیں ایک دوسرے سے ہیں، بُرائی کا حکم کرتے اور نیکی سے

يَنْهَوْنَ عَنِ الْمَعْرُوْفِ وَيَقْبِضُوْنَ أَيْدِيَهُمْ نَسُوا اللّٰهَ فَنَسِيَهُمْ إِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ وَعَدَ اللّٰهُ الْمُنٰفِقِيْنَ وَالْمُنٰفِقٰتِ وَالْكُفَّارَ نَارَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا هِيَ حَسْبُهُمْ وَلَعَنَهُمُ اللّٰهُ وَلَهُمْ عَذَابٌ مُّقِيْمٌ (سورۂ توبہ، آیت ۶۷)

سے روکتے ہیں، اپنے ہاتھ بند کرتے، اللہ کو فراموش کر بیٹھے، اس نے انہیں بھلا دیا، بیشک منافقین ہی فاسق ہیں، اللہ تعالیٰ نے منافق مردوں اور منافق عورتوں اور کافروں کے لیے جہنم تیار کر رکھا ہے جس میں ہمیشہ رہیں گے، یہ انہیں کافی ہے اور اللہ نے ان پر دائمی لعنت کی اور ان کے لیے دائمی عذاب ہے)

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

إِنَّ اللّٰهَ جَامِعُ الْمُنٰفِقِيْنَ وَالْكٰفِرِيْنَ فِيْ جَهَنَّمَ جَمِيْعًا (سورۃ النساء آیت ۱۴۰)

(بے شک اللہ تعالیٰ کافروں اور منافقوں کو سب کو جہنم میں جمع کر دے گا)

یعنی وہ لوگ اگر کفر و نفاق پر مریں، تو انہیں جہنم میں اکٹھا کر دے گا۔ منافقین کا ذکر پہلے کیا، اس لیے کہ یہ کفار سے بدتر ہوتے ہیں اور سب کا انجام جہنم کر دیا۔

فرمانِ خداوندی ہے:

إِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ فِي الدَّرْكِ الْأَسْفَلِ مِنَ النَّارِ وَلَنْ تَجِدَ لَهُمْ نَصِيْرًا (سورۃ النساء، آیت ۱۴۵)

(بے شک منافقین جہنم کے سب سے نچلے حصے میں ہوں گے اور ان کا کوئی مددگار ہرگز نہیں ہوگا)

لغت میں منافق کا اشتقاق، نافقاء الیربوع (جنگلی چوہے کا سوراخ) سے ہے، کہتے ہیں کہ جنگلی چوہے کے دو سوراخ ہوتے ہیں، ایک کا نام نافقاء ہے اور دوسرے کا نام قاصعاء، ایک میں اپنے آپ کو ظاہر کر کے دوسرے سے نکلتا ہے، اسی لیے منافق کو منافق کہا گیا ہے، کیونکہ وہ اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کرتا ہے، مگر اسلام سے

نکل کر کفر کی طرف چلا جاتا ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ منافق کی مثال ایسے ہے جیسے ایک بکری دو گلوں کے درمیان ہو کبھی ایک گلّے میں جا گھسے اور کبھی دوسرے میں، حالانکہ وہ ان میں سے کسی کی بھی نہیں ہے، اس لیے کہ یہ اجنبی بکری ہے۔ ان دونوں میں سے نہیں۔ منافق کا یہی حال ہے، وہ مسلمانوں کے ساتھ مکمل طور پر نہیں ٹھہرتا اور نہ ہی کافروں کے ساتھ ٹھہرتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے جہنم پیدا کیا، اس کے سات دروازے ہیں جیسا کہ قرآن حکیم میں ہے:

لَهَا سَبْعَةُ أَبْوَابٍ (سورہ الحجر آیت ۴۴) (اس کے سات دروازے ہیں)

لوہے کے دروازے کافروں پر لعنت کے ساتھ بند ہیں، ان پر بظاہر تانبہ اور بباطن سکّہ ہے اندر عذاب ہے اور باہر ناراضی ہے، اس کی سرزمین تانبے، لوہے اور سکّے کی بنی ہوئی ہے، اس کے رہنے والوں پر اوپر نیچے دائیں بائیں الغرض ہر طرف سے آگ برس رہی ہے۔ آگ کی تہیں چلی جا رہی ہیں، ان میں سے آخری درجہ منافقین کا ہے۔

منقول ہے کہ حضرت جبریل علیہ السلام حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ نے فرمایا: اے جبرائیل! دوزخ کی آگ اور اس کی حرارت کا حال بتاؤ، انہوں نے کہا: اللہ تعالیٰ نے دوزخ کی آگ پیدا کی پھر ایک ہزار سال تک دھکایا، تو وہ سرخ ہو گئی، پھر اسے ایک ہزار برس تک دھکایا، وہ سفید ہو گئی، پھر اسے ایک ہزار برس تک دھکایا، تو وہ سیاہ پڑ گئی۔ اب وہ سیاہ اندھیرے ہے، اس کی ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ نبی بنا کر بھیجا۔ اگر دوزخیوں کا کوئی کپڑا زمین والوں کے سامنے آجائے، تو زمین کی ساری مخلوق ہلاک ہو جائے اور اگر وہاں کے مشروب میں سے ایک ڈول بھی زمین کے سارے پانی میں ملا دیا جائے، تو جو بھی اسے پیے مر جائے اور اگر وہاں کی ایک زنجیر جس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں کیا ہے:

فِی سِلْسِلَةٍ ذَرْعُهَا سَبْعُوْنَ ذِرَاعًا   پھر زنجیر سے جس کی ناپ ستر گز ہے جکڑ دو۔
(سورۃ الحاقۃ، آیت ۳۲)

ہر ذراع کا طول مشرق سے مغرب تک ہے، اگر اسے دنیا کے پہاڑوں پر رکھ دیا جائے تو وہ پگھل اور اگر کوئی آدمی آگ میں داخل ہو، پھر وہ وہاں سے نکل کر دنیا میں آئے، تو تمام اہل زمین اس کی بدبو سے مر جائیں۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کو فرمایا:

اے جبرائیل! دوزخ کے دروازوں کا حال بیان کرو، کیا وہ ہمارے دروازے کی طرح ہیں؟ کہا اے اللہ کے رسول! نہیں، بلکہ وہ تہ در تہ ہیں، نیچے سے ایک دروازے سے دوسرے دروازے تک ستر سال کا فاصلہ ہے۔ ہر دروازہ پہلے والے دروازے سے ستر گنا گرم ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان دروازوں میں رہنے والوں کے بارے میں پوچھا، تو بتایا، سب سے نیچے والوں میں منافقین ہیں۔ اس حصے کا نام ہاویہ ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

اِنَّ الْمُنَافِقِیْنَ فِی الدَّرْکِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ۔   (منافق لوگ دوزخ کے سب سے آخری درجہ میں ہوں گے)

دوسرے دروازے (حصے) میں مشرکین ہوں گے، اس کا نام جحیم ہے۔ تیسرے میں صابی (بت پرست وغیرہ) ہوں گے، اس کا نام سقر ہے، چوتھے میں ابلیس علیہ اللعنۃ اور اس کے تابعین مجوسی ہوں گے، اس کا نام لظیٰ ہے۔ پانچویں میں یہودی ہوں گے، اس کا نام حُطَمَۃ ہے، چھٹے میں عیسائی ہوں گے، اس کا نام سعیر ہے۔ پھر حضرت جبرائیل علیہ السلام رک گئے۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، ساتویں میں رہنے والوں کے بارے میں کیوں نہیں بتاتے؟ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے فرمایا: اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! یہ نہ پوچھیے۔ آپ نے فرمایا:

اس کا بھی بتادو، عرض کیا: اس میں آپ کی امت سے کبائر گناہ میں مبتلا لوگ ہوں گے جو توبہ کیے بغیر مریں گے۔

مروی ہے کہ جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلّم پر یہ آیت نازل ہوئی:

وَاِنْ مِنْكُمْ اِلَّا وَارِدُهَا۔ (اور تم میں سے ہر ایک اس سے گزرنے والا ہے) (سورۂ مریم، آیت ۷۱)

تو حضور انور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اپنی امت کے بارے میں سخت اندیشہ لاحق ہوا اور آپ بہت روئے، چنانچہ جس کو اللہ تعالیٰ اور اس کے قہر و سطوت کی معرفت ہو، وہ بہت ڈرتا اور اپنے آپ پر اپنی خطاؤں پر بہت روتا ہے، قبل اس کے کہ وہ پریشانیاں اور اس کے خطرناک مقام کو سامنے دیکھے، اس کی پردہ داری ہو اور منتظم تعالیٰ کے سامنے پیش ہو اور اسے دوزخ میں جانے کا حکم ملے۔

کتنے بوڑھے ایسے ہیں کہ جنہیں دوزخ سے آواز آتی ہے کہ تیرے بڑھاپے کا ناس ہو، کتنے جوان ایسے ہیں کہ جنہیں دوزخ سے آواز آتی ہے کہ تیری جوانی برباد ہو، کتنی عورتیں ایسی ہیں جنہیں دوزخ سے آواز آتی ہے کہ تیرے لیے ذلت و بربادی ہو۔ اب ان کا یہ حال ہوگا کہ ان کے چہرے سیاہ پڑجائیں گے، ان کی پشت ٹوٹ جائے گی، ان میں سے کسی بڑے کی عزت نہیں ہوگی اور کسی چھوٹے پر رحم نہیں ہوگا، ان کی عورتوں کی پردہ پوشی نہیں ہوگی۔

اے اللہ! ہمیں آگ سے، آگ کے عذاب سے اور ہر اُس عمل سے بچائیے جو ہمیں جہنم کے قریب کردے اور ہمیں اپنی رحمت کے صدقے نیک لوگوں کے ساتھ جنت میں داخل کیجیے۔ اے غالب، اے بخشنے والے، اے اللہ! ہماری پردہ پوشی کیجیے، ہمیں گھبراہٹ سے مامون کیجیے اور ہمیں لغزشوں سے بچائیے اور اپنے سامنے رُسوا نہ کیجیے، اے سب سے بڑے رحم فرمانے والے۔

وَصَلَّى اللّٰهُ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ وَسَلَّمَ

باب ۸

توبہ کا بیان

ہر مسلمان مرد و عورت پر توبہ کرنا واجب ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

تُوبُوٓا اِلَى اللّٰهِ تَوْبَةً نَّصُوحًا۔ (اللہ تعالیٰ کی طرف توبۃ النصوح (یعنی پختہ توبہ) کرو)
(سورۃ التحریم، آیت ۸)

اور امر وجوب کے لیے ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ نے یہ بھی فرمایا:

وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ نَسُوا اللّٰهَ (اور ان کی طرح نہ ہو جاؤ جو اللہ کو بھلا بیٹھے ہیں)
(سورۃ الحشر، آیت ۱۹)

یعنی ان کی طرح نہ بن جاؤ جنہوں نے اللہ تعالیٰ سے وعدہ کیا، مگر پھر وعدہ توڑ دیا اور کتاب اللہ کو پس پشت ڈال دیا، اب ان کی حالت یہ ہو گی:

فَاَنْسٰهُمْ اَنْفُسَهُمْ (وہ اپنے آپ کو بھلا بیٹھے)

یعنی اپنے حال کو فراموش کر دیا اور اپنے لیے کوئی نیکی آگے نہیں بھیجی، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ اَحَبَّ لِقَآءَ اللّٰهِ اَحَبَّ اللّٰهُ لِقَاءَهٗ وَمَنْ كَرِهَ لِقَاءَ اللّٰهِ كَرِهَ اللّٰهُ لِقَاءَهٗ (جو اللہ تعالیٰ کی ملاقات پسند کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کی ملاقات پسند کرتا ہے اور جو اللہ تعالیٰ کی ملاقات ناپسند کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی ملاقات پسند نہیں کرتا)

اُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُونَ (وہی ہیں نافرمان)

یعنی یہی لوگ نافرمان اور عہد شکن ہیں، ہدایت، رحمت اور مغفرت کی بات سے خارج ہیں۔

فاسق کی دو قسمیں ہیں: ۱- کافر فاسق - ۲- فاجر فاسق - کافر فاسق وہ ہے جو اللہ اور اس کے رسولؐ پر ایمان نہیں رکھتا، ہدایت سے باہر اور گمراہی میں پڑا ہوا ہے جیسا کہ قرآن حکیم میں ہے:

وَهُوَ الَّذِي يَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهِ وَيَعْفُوْ عَنِ السَّيِّاٰتِ۔ (اور وہی ہے جو اپنے بندوں کی توبہ قبول کرتا ہے اور گناہ معاف کرتا ہے)

(شوریٰ، ۲۵)

یعنی توبہ قبول کر کے سابقہ گناہوں سے درگزر کرتا ہے، حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

اَلتَّائِبُ مِنَ الذَّنْبِ كَمَنْ لَا ذَنْبَ لَهٗ۔ (گناہوں سے توبہ کرنے والا ایسا ہی ہے جیسا کہ اس نے گناہ کیا ہی نہیں)

حکایت ایک آدمی جب بھی گناہ کرتا تو ایک رجسٹر میں ایک اس کا گناہ لکھ دیا جاتا، ایک دن اس نے گناہ کیا، تو رجسٹر کھولا گیا تاکہ اس میں یہ گناہ لکھیں، مگر وہاں یہ عبارت تحریر تھی:

فَاُولٰٓئِكَ يُبَدِّلُ اللّٰهُ سَيِّاٰتِهِمْ حَسَنٰتٍ (الفرقان، ۷۰) (پس یہ وہ لوگ ہیں کہ جن کے گناہوں کو بدل کر نیکیاں بنا دیا گیا)

یعنی توبہ کی برکت سے شرک کی جگہ ایمان آگیا، زنا کی جگہ معافی اور نافرمانی کی جگہ گناہ سے حفاظت و اطاعت مل گئی۔

حکایت حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ ایک بار مدینہ منورہ کی ایک گلی سے گزر رہے تھے کہ ایک جوان سامنے آیا۔ اس نے کپڑوں کے نیچے ایک بوتل چھپا رکھی تھی۔ حضرت عمر نے پوچھا: اے نوجوان! یہ کپڑوں کے نیچے کیا اٹھا رکھا ہے؟ اس بوتل میں شراب تھی۔ نوجوان نے اسے شراب کہنے میں شرمندگی محسوس

کی، اس نے دل میں دُعا کی۔ یا اللہ! مجھے حضرت عمر رضی اللہ عنہ، کے سامنے شرمندہ اور رُسوا نہ فرمانا، ان کے ہاں میری پردہ پوشی فرمانا، میں کبھی بھی شراب نہیں پیوں گا" اس کے بعد نوجوان نے عرض کیا:

"اے امیر المومنین! میں سرکہ (کی بوتل) اٹھائے ہوئے ہوں"۔ آپ نے فرمایا: مجھے دکھاؤ! جب دکھائی اور ان کے سامنے کیا اور حضرت عمر نے اسے دیکھا تو وہ سرکہ تھا۔ اب دیکھئے مخلوق کے ڈر سے توبہ کی، تو اللہ سبحانہ، تعالیٰ نے شراب کو سرکہ بنا دیا، اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کی توبہ میں اخلاص دیکھا، لیکن اگر ایک گناہگار آدمی جو بُرے اعمال کی وجہ سے ویران ہو چکا ہو، خالص توبہ کرے، اپنے کیے پر نادم ہو تو اللہ تعالیٰ اس کے گناہوں کی شراب کو نیکی کے سرکے میں بدل دے گا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، فرماتے ہیں کہ ایک شب میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نمازِ عشاء پڑھ کر باہر نکلا، دیکھا کہ ایک عورت راہ میں کھڑی ہے، کہنے لگی: اے ابوہریرہ! میں نے گناہ کیا ہے، کیا میرے لیے توبہ ہے؟ میں نے پوچھا: تم نے کیا گناہ کیا ہے؟ اس نے کہا: میں نے بدکاری کی اور بدکاری سے ہونے والے بچے کو قتل کر دیا۔ میں نے اسے کہا: تو خود ہلاک ہوئی اور دوسرے کو بھی ہلاک کیا، اللہ کی قسم! تیرے لیے کوئی توبہ نہیں، وہ بیہوش ہو کر گر پڑی۔ میں چلا گیا، مگر میں نے دل میں سوچا کہ میں فتویٰ تو دے رہا ہوں، حالانکہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے اندر موجود ہیں۔ میں حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوا اور آپ کو سارا قصہ سنا دیا۔ آپ نے فرمایا: تو ہلاک ہوا اور تو نے اسے بھی ہلاک کیا، کیا تم یہ آیت نہیں جانتے؟

وَالَّذِيْنَ لَا يَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ فَاُولٰٓئِكَ يُبَدِّلُ اللّٰهُ	(اور جو لوگ اللہ کے سوا کسی دوسرے کو خدا بنا کر نہیں پکارتے، پس وہ یہ ہیں کہ

سَیِّاٰتِہِمۡ حَسَنٰتٍ (الفرقان: ۷۰) اللہ تعالیٰ ان کی برائی نیکیوں میں بدل دے گا)

یعنی اگر وہ شرک و کفر سے بچیں اور گناہ سے توبہ کریں، تو گناہ بھی نیکیاں بن جائیں گی، یہ کمالِ رحمتِ الٰہی ہے (مترجم)

چنانچہ میں باہر آیا اور پوچھا: کون ہے جو مجھے اس عورت کے بارے میں بتائے جس نے مجھ سے مسئلہ پوچھا تھا۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس عورت کی تلاش میں اس قدر پریشان تھے کہ بچے کہنے لگے: ابوہریرہ دیوانے ہو گئے ہیں۔ آخر آپ نے اس عورت کو تلاش کر لیا اور اس کو مسئلہ بتایا، وہ عورت شدتِ مسرت سے ہنس پڑی اور کہنے لگی: کہ میرا ایک باغ ہے جو اللہ اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کے حکم پر صدقہ کرتی ہوں۔

حکایت

عتبہ نوجوان تھے اور وہ (توبہ سے پہلے) فسق و فجور اور شراب نوشی میں مشہور تھے۔ ایک دن حضرت حسن بصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مجلس میں آئے۔ حضرت حسن بصری اللہ تعالیٰ کی اس آیت کی تفسیر کر رہے تھے:

اَلَمۡ یَاۡنِ لِلَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡۤا اَنۡ تَخۡشَعَ قُلُوۡبُہُمۡ لِذِکۡرِ اللّٰہِ۔ (الحدید: ۱۶) (کیا ابھی وہ وقت نہیں آیا کہ ان کے دل اللہ کے ذکر کے لیے نرم ہو جائیں)

اس قدر مؤثر وعظ فرمایا کہ لوگوں پر گریہ طاری ہو گیا۔ ایک نوجوان کھڑا ہوا اور یہ کہنے لگا: اے نیک آدمی! کیا اللہ تعالیٰ مجھ جیسے فاسق و فاجر کی توبہ قبول کرے گا، جب میں توبہ کروں۔ شیخ نے فرمایا: ہاں تیرے فسق و فجور کے باوجود اللہ تعالیٰ تیری توبہ قبول کرے گا۔ جب عتبہ نے یہ بات سُنی، تو اس کا چہرہ زرد پڑ گیا اور سارا بدن کانپنے لگا، چلایا اور غش کھا کر گر پڑا اور یہ اشعار پڑھے ؎

اَیَا شَابًّا لِرَبِّ الْعَرْشِ عَاصِیْ
اَتَدْرِیْ مَا جَزَاءُ ذِوِی الْمَعَاصِیْ

(اے عرش والے کی نافرمانی کرنے والے جوان تو جانتا ہے کہ گناہگاروں کی کیا سزا ہے)

سَعِيرٌ لِلْعُصَاةِ لَهَا زَفِيرٌ
وَغَيظٌ يَوْمَ يُؤْخَذُ بِالنَّوَاصِي

(نافرمانوں کے لیے جہنم ہے جس میں گرج ہوگی اور جس دن پیشانیوں سے پکڑے جائیں گے، اس دن غضب ہوگا)

فَإِنْ تَصْبِرْ عَلَى النِّيرَانِ فَاعْصِهِ
وَإِلَّا كُنْ عَنِ الْعِصْيَانِ قَاصِي

(پس اگر تو آگ پر صبر کر سکے، تو نافرمانی کر، ورنہ نافرمانی سے دُور ہو جا)

وَفِيمَا قَدْ كَسَبْتَ مِنَ الْخَطَايَا
رَهِنْتَ النَّفْسَ فَاجْهَدْ فِي الْخَلَاصِ

(تو نے گناہ کس لیے کیے ہیں، تو نے اپنے آپ کو پھنسا دیا، اب نجات کے لیے کوشش کر)

عتبہ کی چیخ نکل گئی اور غش کھا کر گر پڑا، جب افاقہ ہوا، تو کہنے لگا: اے شیخ! کیا میرے جیسے کمینے کی توبہ بھی رب رحیم قبول کرے گا۔ شیخ نے فرمایا: بدنصیب بندے کی توبہ اور معافی رب تعالیٰ قبول فرماتا ہے، پھر اس نے سر اُٹھایا اور تین دعائیں کیں:

۱- اے میرے اللہ! اگر تو نے میری توبہ قبول کر لی اور میرے گناہ معاف فرما دیئے تو مجھے فہم و یادداشت عطا کر، مجھے عزت عطا فرما کہ علوم دین اور قرآن مجید سے جو سُنوں حفظ کر لوں۔

۲- اے اللہ! مجھے حُسنِ آواز کا اعزاز عطا فرما جو بھی میری قرآت سنے اگر وہ سنگ دل ہو تو اس کا دل نرم ہو جائے۔

۳- اے اللہ! رزقِ حلال کا اعزاز عطا فرما، وہاں سے روزی عطا فرما کہ مجھے اس کا گمان بھی نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی تمام دعائیں قبول فرمائیں۔ اس کا فہم تیز ہو گیا، جب وہ قرآن مجید کی تلاوت کرتا، تو ہر سُننے والا توبہ کرتا۔

اس کے گھر میں روزانہ سالن کا ایک پیالہ اور دو روٹیاں رکھی ہوتیں اور وہ نہیں جانتا تھا کہ کون رکھ جاتا ہے۔ اسی حالت میں اس نے دُنیا سے رحلت کی۔ جو شخص بھی اللہ تعالیٰ کی طرف جھک جاتے، اس کا یہی معاملہ ہے، اللہ تعالیٰ کسی کا نیک عمل ضائع نہیں فرماتا۔

ایک عالم سے پوچھا گیا: ایک آدمی توبہ کرے، تو کیا اسے معلوم ہو سکتا ہے کہ توبہ قبول ہوئی یا نہیں؟ فرمایا: اس میں حکم تو نہیں دیا جا سکتا، البتہ اس کی علامت ہیں۔ اگر اپنے آپ کو آئندہ گناہ سے بچتا دیکھے اور یہ دیکھے کہ دل خوشی سے خالی ہے اور رب تعالیٰ کے سامنے، نیک لوگوں سے قریب ہو، بُروں سے دُور رہے، تھوڑی دنیا کو بہت سمجھے اور آخرت کے بہت عمل کو تھوڑا جانے، دل ہر وقت اللہ تعالیٰ کے فرائض میں منہمک رہے، زبان کی حفاظت کرے، ہر وقت غور و فکر کرے، جو گناہ کر چکا ہے، اس پر غم و غصہ اور شرمندگی محسوس کرے (تو سمجھ لو کہ توبہ قبول ہو گئی)

باب ۹

محبّت کا بیان

بتاتے ہیں کہ ایک شخص نے ایک ویرانے میں بدصورت چیز دیکھی، پوچھا: تو کون ہے؟ کہا: میں تیرا بُرا عمل ہوں، پوچھا: تجھ سے نجات پانے کا کیا طریقہ ہے؟ کہا: حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف پڑھنا جیسا کہ حضور سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اَلصَّلٰوۃُ عَلَیَّ نُوْرٌ عَلَی الصِّرَاطِ وَمَنْ صَلّٰی عَلَیَّ یَوْمَ الْجُمُعَۃِ ثَمَانِیْنَ مَرَّۃً غَفَرَ اللّٰہُ لَہٗ ذُنُوْبَ ثَمَانِیْنَ عَامًا

(مجھ پر درود شریف پڑھنا پُل صراط پر روشنی ہے اور جس نے جمعہ کے روز مجھ پر اسّی بار درود شریف پڑھے گا، اللہ تعالیٰ اس کے اسّی برس کے گناہ معاف کر دے گا)

حکایت

ایک شخص حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف پڑھنے سے غافل تھا۔ اس نے حضورِ اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کو خواب میں دیکھا، آپ نے اس کی طرف توجہ نہیں فرمائی۔ اس نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! کیا آپ مجھ پر ناراض ہیں؟ فرمایا: نہیں۔ پوچھا: پھر میری طرف توجہ کیوں نہیں فرماتے؟ فرمایا: اس لیے کہ میں تجھے نہیں پہچانتا۔ عرض کیا: آپ مجھے کیسے نہیں پہچانتے۔ میں تو آپ کی امت کا ایک فرد ہوں اور علماء نے فرمایا ہے کہ آپ اپنی امت کو ایک باپ کے بیٹے کو پہچاننے سے بھی زیادہ پہچانتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: انہوں نے سچ کہا ہے، مگر تو مجھے درود شریف کے ذریعے یاد نہیں کرتا اور میں اپنی امت کے لوگوں کو بمطابق درود شریف کے پہچانتا ہوں جتنا کہ وہ مجھ پر درود شریف پڑھیں، اس کے بعد وہ آدمی بیدار ہوا، تو اس نے یہ اپنے آپ پر لازم کر لیا کہ حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم پر

ہر روز ایک سو بار درود شریف پڑھے گا۔ اب اس ورد میں لگ گیا۔ پھر آپ کو خواب میں دیکھا، تو آپ نے فرمایا: میں تمہیں پہچانتا ہوں اور تیری سفارش بھی کروں گا۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا محب بن گیا۔ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ کا سبب نزول یہ تھا کہ کعب بن اشرف (یہودی) اور اس کے ساتھیوں کو اسلام کی دعوت دی، تو وہ کہنے لگے: ہم اللہ کے بیٹوں کی جگہ ہیں اور ہم اللہ سے شدید محبت رکھتے ہیں، اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرمایا:

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِىْ (سورہ اٰل عمران، ۳۱)

(کہہ دیجئے اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری اتباع کرو)

یعنی میرے دین کی اطاعت کرو، میں اللہ کا رسول ہوں اور تم تک اللہ ہی کا پیغام پہنچاتا ہوں اور اس کی محبت تم پر قائم کرتا ہوں (اگر تم میری اطاعت کرو گے)

يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ۔ (اٰل عمران، ۳۱)

(اللہ تعالیٰ تم سے محبت کرے گا اور تمہارے گناہ معاف فرمادے گا اور اللہ تعالیٰ بخشنے والا رحم کرنے والا ہے)

ایمانداروں کی اللہ تعالیٰ سے محبت کا مفہوم یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے حکم کی اطاعت کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کو ترجیح دیتے ہیں، اس کی رضا کے طلب گار رہتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی ایمانداروں سے محبت کرنے کا مفہوم یہ ہے کہ وہ شاباش دیتا ہے۔ انہیں اچھا اجر عطا کرتا ہے، ان کے گناہ معاف کرتا ہے۔ ان پر انعامات کرتا ہے یعنی رحمت کرتا ہے، ان کو گناہوں سے بچاتا ہے اور انہیں نیکی کی توفیق عطا کرتا ہے۔

جو شخص چار باتوں کے بغیر چار باتوں کا دعویٰ کرے، وہ کذاب ہے:

۱- جو جنت کی محبت کا دعویٰ کرے، مگر عبادت نہ کرے، وہ کذاب ہے۔

۲- جو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کا دعویٰ کرے، مگر علماء وفقراء سے محبت نہ رکھے، وہ کذاب ہے۔

۳- جو دوزخ سے ڈر کا دعویٰ کرے، مگر گناہ نہ چھوڑے، وہ کذاب ہے۔

۴- جو اللہ تعالیٰ سے محبت کا دعویٰ کرے، مگر آزمائش میں شکایت کرے، تو وہ کذاب ہے۔ حضرت رابعہ بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتی ہیں:

تَعْصِی الْاِلٰہَ وَاَنْتَ تُظْہِرُ حُبَّہٗ
ھٰذَا لَعَمْرِیْ فِی الْقِیَاسِ بَدِیْعٌ

(تم اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرتے ہو اور اس کی محبت کا دعویٰ کرتے ہو، بخدا، یہ بات عجیب بے طریقہ ہے)

لَوْکَانَ حُبُّکَ صَادِقًا لَاَطَعْتَہٗ
اِنَّ الْمُحِبَّ لِمَنْ یُحِبُّ مُطِیْعٌ

(اگر تیری محبت صحیح ہوتی، تو تو اس کی اطاعت کرتا، محبت کرنے والا محبوب کا اطاعت گزار ہوتا ہے)

محبت کی علامت یہ ہے کہ محبوب کی اطاعت کرے اور اس کی مخالفت سے بچے۔

حکایت حضرت شبلی رحمۃ اللہ علیہ وسلم کے پاس کچھ لوگ آئے۔ آپ نے پوچھا: تم کون لوگ ہو؟ انہوں نے عرض کیا: ہم آپ سے محبت رکھنے والے ہیں۔ وہ آگے بڑھے اور انہیں پتھر مارے، تو وہ بھاگ کھڑے ہوئے۔ آپ نے پوچھا: کیوں بھاگتے ہو، اگر تم واقعی مجھ سے محبت رکھتے ہو تو میری طرف سے آزمائش پر بھاگے کیوں؟ اس کے بعد حضرت شبلی نے فرمایا: اہل محبت نے محبت کا پیالہ پی لیا، اب ان پر زمین اور شہر تنگ ہو گئے۔ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل

کرلی جیسا کہ اس کا حق تھا، وہ اس کی عظمت میں گم ہوگئے، اس کی قدرت میں کھو گئے۔ ان لوگوں نے جامِ عشق پی لیا اور بحرِ اُنس میں غرق ہوگئے اور اس کی مناجات سے لذت پائی، پھر یہ شعر پڑھا ؎

ذِكْرُ الْمَحَبَّةِ يَا مَوْلَايَ اَسْكَرَنِيْ
وَهَلْ رَأَيْتَ مُحِبًّا غَيْرَ سَكْرَانِ

(اے میرے آقا محبت کے ذکر نے مجھے بیہوش کر دیا اور کیا تو نے کبھی سچے عاشق کو ہوش میں دیکھا ہے)

اُونٹ جب بدمست ہوتا ہے، تو چالیس روز تک چارہ نہیں کھاتا اور اگر اس پر کئی گنا بوجھ لاد دیں تو بھی اٹھا لیتا ہے، اس لیے کہ اب اس کے دل میں محبوب کی یاد جوش مار رہی ہے، وہ اپنے محبوب کی شدتِ شوق میں چارہ پسند نہیں کرتا اور بوجھ اٹھانے میں مشقت نہیں پاتا۔ جب اونٹ کا یہ حال ہے کہ وہ محبوب کی خاطر شہوات چھوڑ دیتا ہے اور بوجھ اٹھاتا ہے، اب تم ہی بتاؤ کہ کیا تم نے اللہ کی خاطر حرام چھوڑ دیا؟ کیا تم نے اللہ کی خاطر کھانا پینا چھوڑ دیا؟ کیا تم نے اللہ تعالیٰ کی خاطر بھاری بوجھ اٹھالیا؟ اگر تم نے آج تک ان میں سے ایک نیکی بھی نہیں کی، تو تمہارا مسلمان ہونے کا دعویٰ بے معنی ہے، نہ دنیا میں نفع دے اور نہ آخرت میں، نہ مخلوق کے پاس نہ خالق کے پاس نفع بخش ہو۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے مروی ہے، فرمایا: جو جنت کا مشتاق ہو، وہ نیکی کی طرف جلدی کرتا ہے اور جو دوزخ سے ڈرتا ہو، وہ اپنے آپ کو شہوات سے بچاتا ہے، جس کو موت کا یقین ہو، اس پر لذتیں بے مزہ ہو جاتی ہیں۔

حضرت ابراہیم خواص رحمۃ اللہ علیہ سے محبت کے بارے میں پوچھا گیا، تو انہوں نے فرمایا: محبت یہ ہے کہ ارادے مٹ جائیں، تمام صفات و حاجات جل کر راکھ ہو جائیں اور بحرِ اشارات میں اپنے آپ کو غرق کر دے۔

باب ۱۰

عشق کا بیان

محبت کا مفہوم یہ ہے "طبیعت کا کسی بھی لذیذ چیز کی طرف مائل ہونا" اگر یہ میلان شدید اور سخت ہو جائے، تو اس کو عشق کہا جاتا ہے۔ آخر معاملہ یہاں تک پہنچ جاتا ہے کہ عاشق اپنے معشوق کا غلام بن جاتا ہے، اس کی خاطر ہر مملوکہ چیز خرچ کر دیتا ہے۔ دیکھئے زلیخا کا کیا حال تھا، وہ حضرت یوسف علیہ السّلام کی محبت میں مبتلا ہوئی، تو اس کا مال و جمال سب چلا گیا۔ اس کے پاس ستر اونٹ کے بوجھ کے برابر جواہرات اور ہار تھے۔ اس بیچاری نے سب مال حضرت یوسف علیہ السّلام کی محبت میں لگا دیا۔ جو آدمی بتاتا کہ میں نے حضرت یوسف علیہ السّلام کو دیکھا ہے، اسے ایک ہار دے کر مالدار کر دیتی۔ آخر اس کے پاس کچھ باقی نہیں بچا، اس کا نام ہی یہ پڑ گیا: "ہر چیز بنام یوسف" وہ شدتِ شوق میں سب کچھ بھلا بیٹھی۔ آسمان کی طرف دیکھتی، تو ستاروں پر بھی یوسف کا نام لکھا پاتی۔

منقول ہے کہ جب وہ ایمان لے آئی اور حضرت یوسف علیہ السلام سے نکاح کیا، تو ان سے الگ ہو کر عبادت میں مصروف ہو گئی۔ عبادت کی خاطر سب سے انقطاع کر لیا۔ جب حضرت یوسف علیہ السّلام اسے دن کو بلاتے، تو وہ رات کا وعدہ کر دیتی اور رات کو بلاتے تو وہ دن پر ٹال دیتی۔ ایک روز کہنے لگی: اے یوسف علیہ السلام! میں خدا کی معرفت سے پہلے آپ سے محبت کرتی تھی۔ جب میں نے خدا تعالیٰ کو پہچان لیا، تو اب اس کی محبت کے سوا سب کی محبت دل سے نکل گئی اور میں اس کا بدل بھی نہیں چاہتی۔ حضرت یوسف علیہ السّلام نے فرمایا: مجھے اللہ تعالیٰ

نے اس کا حکم دیا اور فرمایا ہے کہ تیرے بطن سے دو لڑکے پیدا ہوں گے اور اللہ تعالیٰ انہیں نبوت عطا فرمائے گا۔ حضرت زلیخا نے کہا: اگر آپ کو اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے اور مجھے اس کا ذریعہ قرار دیا ہے، تو پھر میں اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرتی ہوں پھر خلوت کی۔

حکایت لیلیٰ نے مجنوں سے پوچھا: تیرا نام کیا ہے؟ اس نے جواب دیا: لیلیٰ۔ ایک روز کسی نے اس کو کہا: "لیلیٰ کیا مر گئی ہے؟ اس نے کہا: لیلیٰ تو میرے دل میں ہے، میں لیلیٰ ہوں۔ ایک دن لیلیٰ کے مکان کے پاس سے مجنوں گزرا، تو آسمان کی طرف نظر اٹھائی۔ کسی نے کہا: اے مجنوں! آسمان کی طرف مت دیکھو، بلکہ لیلیٰ کی دیوار کو دیکھو، شاید تم اسے دیکھ پاؤ۔ اس نے کہا: میں ستارے پر اکتفا کرتا ہوں کہ جس کا سایہ لیلیٰ کے مکان پر پڑ رہا ہے۔

حکایت منصور حلاج کے بارے میں مروی ہے کہ لوگوں نے اسے اٹھارہ دن قید رکھا۔ حضرت شبلی رحمۃ اللہ علیہ اس کے پاس آئے اور فرمایا: اے منصور! محبت کیا ہے؟ اس نے کہا: آج نہ پوچھو کل کو پوچھنا۔ دوسرے دن لوگوں نے قید سے نکالا اور اسے قتل کرنے کے لیے فردِ جرم عائد کر دی۔ حضرت شبلی رحمۃ اللہ علیہ وہاں سے گزرے تو منصور نے آواز دی: اے شبلی! محبت کا آغاز جلنا اور انجام قتل ہے۔

اشارہ: جب منصور کے نزدیک یہ محسوس ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا ہر چیز فانی ہے اور یہ سمجھ لیا کہ اللہ ہی حق ہے، تو اسمِ حق کے متحقق ہونے کے باعث اپنا نام فراموش کر بیٹھا اور پوچھا جاتا کہ تو کون ہے؟ تو کہتا کہ میں حق ہوں۔

منقول ہے کہ سچی محبت کی تین علامتیں ہیں:

۱۔ اب دوسروں کی بجائے محبوب کی زبان اختیار کرے۔

۲۔ دوسروں کی ہم نشینی کی بجائے محبوب کی ہم نشینی اختیار کرے۔

۳- دوسروں کی رضامندی کی بجائے محبوب کی رضامندی حاصل کرلے۔ (المنتہی) کہتے ہیں کہ عشق دراصل پردہ داری ہے، راز کھول دینا، حلاوت ذکر کے باعث غلبۂ شوق کی وجہ سے رُوح کا عاجز آجانا ہے، حتیٰ کہ اگر اس کا کوئی حصہ کاٹ دیا جائے تو محسوس نہ ہو۔

حکایت ایک آدمی دریائے فرات میں نہا رہا تھا۔ اس نے ایک آدمی کو یہ آیت تلاوت کرتے سنا:

وَامْتَازُوا الْيَوْمَ اَيُّهَا الْمُجْرِمُوْنَ (اے مجرمو! آج علیحدہ ہو جاؤ)

اس پر اس قدر خوف و اضطراب طاری ہوا کہ ڈوب کر مر گیا۔

حضرت محمد عبد اللہ بغدادی نے فرمایا: میں نے بصرہ میں ایک اونچی چھت پر ایک نوجوان کو دیکھا، وہ اوپر سے جھانک کر لوگوں کو کہہ رہا تھا کہ جو شخص عشق میں مرنا چاہے، وہ اس طرح مرے کہ عشق میں موت کے بغیر کچھ بھلائی نہیں۔ پھر اس نے اپنے آپ کو نیچے گرا دیا اور اٹھایا تو وہ مُردہ تھا۔

حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

"تصوّف دراصل خبر معلوم کرنے کو ترک کرنے کا نام ہے۔"

حکایت حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ مسجد حرام میں داخل ہوئے، اسطوانہ کے نیچے ایک نوجوان کو دیکھا کہ بیمار تھا اور برہنہ تھا، اس کے غمگین دل سے آہیں نکل رہی تھیں۔ فرماتے ہیں کہ میں اس کے قریب ہوا اور اس کو سلام کہا اور پوچھا: اے لڑکے! تو کون ہے؟ اس نے کہا: میں ایک غریب عاشق ہوں۔ میں اس کی بات سمجھ گیا۔ میں نے کہا: میں بھی تمہاری طرح ہوں، اس پر وہ رو پڑا اور میں بھی اس کے ساتھ رویا۔ اُس نے کہا: کیا تم بھی روتے ہو؟ میں نے کہا: میں بھی تیری طرح ہوں، وہ بڑی شدّت کے ساتھ رویا اور ایک زور کی چیخ ماری اور اسی وقت

اس کی رُوح پرواز کر گئی۔ میں نے اس پر اپنا کپڑا ڈال دیا اور اس کا کفن لینے کے لیے باہر آیا۔ میں نے کفن خریدا اور واپس آیا، تو وہ وہاں نہ تھا۔ میں نے کہا: سبحان اللہ! (کہاں گیا) میں نے ایک غیبی آواز سنی: اے ذوالنون! یہ وہ غریب ہے جس کو دنیا میں شیطان نے پکڑنا چاہا، مگر نہ پکڑ سکا، تیرے مال نے پکڑنا چاہا، مگر نہ دیکھ سکا۔ رضوان میں (حور کے تصور) نے پکڑنا چاہا، مگر نہ ملا۔ میں نے پوچھا: اب وہ کہاں ہے؟ میں نے آواز سنی کہ وہ تیرے قادر مالک کے پاس سچی جگہ میں ہے، اس لیے کہ وہ اس کا محب تھا، عبادت خوب کرتا اور توبہ میں جلدی کرتا تھا۔ (زہر الریاض)

ایک بزرگ سے محبت کا مفہوم پوچھا گیا: انہوں نے فرمایا: اختلاط کم رکھے، زیادہ تر تنہائی اختیار کرے، ہر وقت متفکر رہے، خاموشی اختیار کرے، آنکھ اٹھائے تو دیکھے نہیں۔ آواز دی جائے، تو سُنے نہیں، بات کریں، تو سمجھے نہیں۔ جب کوئی مصیبت آئے غم نہ کرے، بھوک آئے تو محسوس نہ ہو، برہنہ ہو تو پتہ نہ چلے، گالی ملے تو سمجھے نہیں لوگوں سے ڈرے نہیں، خلوت میں اللہ تعالیٰ کی طرف دھیان رکھے اور اس سے مانوس ہو، اس کے ساتھ مناجات کیا کرے، دنیا کے معاملے میں دُنیا سے نہ الجھے۔

حضرت ابوتراب بخشی رحمۃ اللہ علیہ نے محبّت کے بارے میں یہ اشعار فرمائے

لَا تَخْدَعَنَّ فَلِلْحَبِيْبِ دَلَائِلُ
وَلَدَيْهِ مِنْ تُحَفِ الْحَبِيْبِ وَسَائِلُ

(دھوکہ نہ کرنا، محبوب کے پاس دلائل ہیں، اس کے پاس محبوب کے تحائف ہی ذرائع ہیں۔

مِنْهَا تَنَعُّمُهٗ بِمُرِّ بَلَائِهٖ
وَسُرُوْرُهٗ فِیْ كُلِّ مَا هُوَ فَاعِلُ

(آفت آنے سے اس پر نعمت ہوتی ہے اور جو وہ کرتا ہے، اس پر وہ بہت مسرور ہے)

فَالْمَنْعُ مِنْهُ عَطِيَّةٌ مَقْبُوْلَةٌ
وَالْفَقْرُ اِكْرَامٌ وَبِرٌّ عَاجِلٌ

(اس کا روک دینا ایک مقبول عطیہ ہے اور فقر بھی عزت اور فوری احسان ہے)

وَمِنَ الدَّلَائِلِ اَنْ تَرٰی عَزْمَهٗ
طَوْعَ الْحَبِیْبِ وَاِنْ اَلَحَّ الْعَاذِلُ

(ایک دلیل یہ ہے کہ تو اس کا عزم دیکھتا ہے، چاہے ملامت گر ملامت کرے، وہ محبوب کی اطاعت کرتا ہے)

وَمِنَ الدَّلَائِلِ اَنْ یُّرٰی مُتَفَهِّمًا
لِكَلَامِ مَنْ یَّحْظٰی لَدَیْهِ السَّائِلُ

(یہ ایک دلیل ہے کہ وہ سمجھتا نظر آتا ہے، اس بات کو جو سائل کے پاس ملتی ہے)

وَمِنَ الدَّلَائِلِ اَنْ یُّرٰی مُتَقَشِّفًا
مُتَحَفِّظًا مِنْ كُلِّ مَا هُوَ قَائِلٌ

(ایک دلیل یہ ہے کہ جو کوئی کہتا ہے کہ ہر بات سے بچ بچا کر اور صاف رہتا ہے)

حکایت

حضرت عیسیٰ علیہ السلام ایک ایسے جوان کے پاس سے گزرے جو باغ کو سیراب کر رہا تھا۔ جوان نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے درخواست کی، اپنے رب سے دعا کیجئے کہ مجھے اپنی محبت کا ذرہ بھر حصہ عطا فرما دے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: تیرے اندر ذرہ کی طاقت نہیں۔ اس نے کہا: اچھا! نصف ذرہ ہی عطا فرما دے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے دعا کی: اے رب تعالیٰ! اس کو اپنی محبت سے نصف ذرّہ عطا فرما دے۔ اس کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام چلے گئے۔ ایک طویل عرصے کے بعد اس نوجوان کے مکان سے گزرے، تو اس کے بارے میں دریافت فرمایا۔ لوگوں نے بتایا کہ وہ دیوانہ ہو چکا

ہے اور پہاڑوں پر چلا گیا ہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السّلام نے دُعا کی: اے اللہ، اس نوجوان کو دکھایئے۔ دیکھا تو پہاڑوں کے درمیان ایک بلند ترین چوٹی پر کھڑا ہے اور آسمان کی طرف رُخ کیے ہوئے ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السّلام نے اس کو سلام کیا، مگر اس نے کوئی جواب نہیں دیا۔ آپ نے فرمایا: میں عیسیٰ ہوں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف اللہ تعالیٰ نے وحی کی اور فرمایا: جس کے دل میں میری محبت کا نصف ذرّہ بھی ہو، وہ انسانوں کا کلام کیسے سُن سکتا ہے؟ میری عزّت و جلال کی قسم، اگر تو اس کو آرے سے چیر دے گا تو بھی اس کو خبر نہیں ہوگی۔

جس نے تین باتوں کا دعویٰ کیا اور تین باتوں سے پاک نہ ہوا، وہ دھوکہ میں ہے:

۱۔ جس نے ذکر اللہ کی حلاوت کا دعویٰ کیا، مگر وہ دنیا سے محبت رکھتا ہے۔

۲۔ جس نے عبادت میں اخلاص کا دعویٰ کیا، مگر چاہتا ہے کہ لوگ اس کی تعظیم کریں۔

۳۔ جس نے اپنے آپ کو گرائے بغیر اپنے خالق کی محبت کا دعویٰ کیا۔

حضور سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلّم کا ارشاد ہے:

سَيَأْتِي زَمَانٌ عَلٰى أُمَّتِي يُحِبُّوْنَ خَمْسًا وَيَنْسَوْنَ خَمْسًا (میری امت پر وہ زمانہ جلد آئے گا کہ وہ پانچ سے محبت رکھیں گے اور پانچ کو بھول جائیں گے:

يُحِبُّوْنَ الدُّنْيَا وَيَنْسَوْنَ الْاٰخِرَةَ (۱) (دنیا سے محبت رکھیں گے اور آخرت کو بھول جائیں گے)

وَيُحِبُّوْنَ الْمَالَ وَيَنْسَوْنَ الْحِسَابَ (۲) (مال سے محبت رکھیں گے اور محاسبے کو بھول جائیں گے)

وَيُحِبُّوْنَ الْخَلْقَ وَيَنْسَوْنَ الْخَالِقَ (۳) (مخلوق سے محبت رکھیں گے اور خالق کو بھول جائیں گے)

وَيُحِبُّوْنَ الذُّنُوْبَ وَيَنْسَوْنَ التَّوْبَةَ (۴) (گناہوں سے محبت رکھیں گے اور توبہ کو بھول جائیں گے)

وَيُحِبُّوْنَ الْقُصُوْرَ وَيَنْسَوْنَ الْمَقْبَرَةَ (۵) (محلات سے محبت رکھیں گے اور قبرستان کو بھول جائیں گے)

منصور بن عمار رحمۃ اللہ نے ایک نوجوان کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا: اے جوان تجھے تیری جوانی دھوکہ میں نہ ڈال دے، کئی جوانوں نے توبہ میں دیر کر دی، لمبی امید رکھی، موت کو یاد نہ کیا اور کہا، میں کل یا پرسوں توبہ کرلوں گا، وہ توبہ سے غافل رہا۔ آخر قبر کے پیٹ میں چلا گیا۔ اس کو مال، غلام، ماں باپ اور اولاد نے کچھ نفع نہ دیا جیسا کہ قرآن حکیم میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

لَا يَنْفَعُ مَالٌ وَّلَا بَنُوْنَ اِلَّا مَنْ اَتَى اللّٰهَ بِقَلْبٍ سَلِيْمٍ (اس کو نہ مال نفع دے گا اور نہ اولاد سوائے اس کے کہ وہ قلب سلیم لے کر خداوند قدوس کے سامنے پیش ہو)

اے اللہ! ہمیں موت سے پہلے توبہ کی توفیق عطا فرما اور ہمیں غفلت سے بیدار کر دے اور ہمیں سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت نصیب فرما۔ ایمانداری کی بات یہی ہے کہ وہ اس دن اس گھڑی توبہ کرلے، گناہوں نادم ہو، دنیا میں جو روزی ملے اس پر قناعت کرے، دنیا میں زیادہ مشغول نہ ہو اور اخلاص کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا رہے۔

حکایت

ایک کنجوس منافق آدمی نے اپنی بیوی کو قسم دی کہ اگر اس نے خیرات دی تو اسے طلاق دے دوں گا، اس کے دروازے

پر ایک سائل آیا اور کہا: اے گھر والو! اللہ کے نام پر مجھے کچھ دو۔ بخیل کی بیوی نے اسے تین روٹیاں دیں۔ اچانک منافق (بخیل) کا اس سے سامنا ہو گیا۔ اس نے پوچھا: یہ روٹیاں تجھے کس نے دی ہیں؟ اس نے بتایا کہ فلاں گھر سے ملی ہیں۔ یہ اسی بخیل کا گھر تھا۔ وہ منافق گھر گیا اور اپنی بیوی سے کہا: کیا میں نے تجھے قسم نہیں دی تھی کہ اگر تو نے خیرات کی، تو تجھے طلاق دے دوں گا۔ عورت نے کہا: میں نے اللہ تعالیٰ کے نام پر دی ہیں۔ منافق نے ہٹ کر تنور گرم کیا۔ جب گرم ہو گیا تو کہنے لگا: اس تنور میں اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کے نام پر ڈال دو۔

عورت اٹھی اور زیورات پہنے۔ منافق نے کہا: زیورات اتار دو۔ عورت نے جواب دیا: دوست، دوست کے لیے زینت کرتا ہے اور اب میں اپنے حبیب سے ملاقات کر رہی ہوں۔ اس کے بعد اس نے اپنے آپ کو تنور میں ڈال دیا۔ منافق نے اوپر سے ڈھک دیا اور چلا گیا۔ تین دن کے بعد منافق آیا اور تنور کا دہانہ کھولا تو دیکھا کہ عورت اللہ تعالیٰ کی قدرت سے صحیح سلامت ہے۔ اس آدمی کو اس پر حیرت ہوئی۔ ایک غیبی آواز آئی: کیا تم نہیں جانتے کہ آگ ہمارے دوستوں کو نہیں جلاتی؟

حکایت فرعون کی بیوی حضرت آسیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اپنا ایمان فرعون سے پوشیدہ رکھے ہوئے تھیں۔ جب فرعون کو ان کے ایمان لانے کی خبر ملی، تو اس نے ان کو سزا دینے کا حکم دیا۔ ان کو طرح طرح کی سزائیں دی گئیں۔ فرعون نے کہا: "تم اپنے دین سے پھر جاؤ"، مگر انہوں نے دین و ایمان نہ چھوڑا۔ آخر کار کیل لائے گئے اور ان کے اعضائے بدن میں ٹھونک دیے گئے، پھر کہا: دین سے پھر جاؤ۔ انہوں نے کہا: تم نے میرے بدن پر قابو پا لیا، مگر میرا دل رب تعالیٰ کی حفاظت میں ہے۔ اگر تو میرے بدن کا انگ انگ بھی کاٹ ڈالے، تو پھر بھی ایمان و محبت میں اضافہ ہی ہو گا۔

حضرت موسیٰ علیہ السّلام حضرت آسیہ کے سامنے سے گزرے، تو حضرت آسیہ نے حضرت موسیٰ علیہ السّلام کو آواز دی اور کہا: مجھے بتائیے کہ میرا رب تعالیٰ مجھ سے راضی ہے یا ناراض؟ حضرت موسیٰ علیہ السّلام نے فرمایا: اے آسیہ! آسمان کے فرشتے تیری انتظار میں ہیں، یعنی تیرے مشتاق ہیں اور تعالیٰ ان کے سامنے تجھ پر فخر کر رہا ہے۔ اب اپنی حاجت مانگو، یعنی اللہ تعالیٰ سے دُعا کرو، دُعا قبول ہوگی، اُنہوں نے دُعا کی:

رَبِّ ابْنِ لِیْ عِنْدَكَ بَیْتًا فِی الْجَنَّةِ وَنَجِّنِیْ مِنْ فِرْعَوْنَ وَعَمَلِهٖ وَنَجِّنِیْ مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ۔

(اے میرے رب میرے لیے جنّت میں اپنے ہاں ایک گھر بنا دے اور مجھے فرعون اور اس کے عمل سے نجات دے اور مجھے ظالموں کی قوم سے نجات دے)

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ فرعون اپنی بیوی کو دُھوپ میں سزا دیتا تھا۔ جب سزا دینے والے چلے جاتے تو فرشتے اپنے پروں سے اس پر سایہ کرتے اور وہ جنّت میں اپنا گھر دیکھتی۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ سے مروی ہے کہ فرعون نے اپنی بیوی پر چار کیل لگوائے اور اس کے سینے پر چکّی رکھ دی اور اس کا چہرہ سورج کی طرف کر دیا۔ اس نے آسمان کی طرف سر اٹھایا اور دعا کی: رَبِّ ابْنِ لِیْ عِنْدَكَ بَیْتًا فِی الْجَنَّةِ (الآیۃ)

حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ، فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں خوب نجات عطا فرمائی اور جنت میں ان کا رُتبہ بلند کیا، وہ جہاں چاہے کھاتی پیتی ہیں سو اس میں اس بات کی دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگنا اور اللہ تعالیٰ کی امان چاہنا، مصائب و آفات سے نجات کی دُعا کرنا ہی صالحین کا طریقہ ہے اور ایمانداری کی راہ ہے۔

باب ۱۱

اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت و محبت

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ۔ (اگر تم اللہ تعالیٰ سے محبت کرتے ہو، تو میری اطاعت کرو۔ اللہ تعالیٰ تم سے محبت کرے گا)

اے انسان! خدا تجھ پر رحم کرے۔ یہ بات یاد رکھ کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کا مفہوم، ان کی عبادت و اطاعت ہے اور اللہ تعالیٰ کا بندوں سے محبت کرنا، اس کا معنی یہ ہے کہ وہ ان کو مغفرت کی نعمت عطا فرماتا ہے۔ اگر بندہ یہ جان لے کہ حقیقی کمال صرف اللہ تعالیٰ کو حاصل ہے۔ اور میرے اندر یا کسی دوسرے کے اندر جو نظر آتا ہے، وہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہے اور اللہ تعالیٰ کی عطا ہے، تو اس کی محبت صرف اللہ تعالیٰ کے لیے وقف ہو جائے، وہ فنا فی اللہ ہو جائے۔ اس کا تقاضا یہ ہے اللہ تعالیٰ کی عبادت کرے اور اس کا قرب بخشنے کے اعمال بجالائے۔ یہی وجہ ہے کہ محبت کا مفہوم یہ بتایا گیا کہ "عبادت کا عزم کرنا" اور اس کا لازمی نتیجہ یہ ہوگا کہ وہ عبادت کے طور طریقوں اور دوسروں کو عبادت کا حکم کے انداز میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کرے۔

حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ کچھ لوگوں نے جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک زمانہ میں کہا: اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہم اپنے رب سے محبت کرتے ہیں۔ پر مذکورہ آیت نازل ہوئی۔

حضرت بشر حافی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں منقول ہے انھوں نے بتایا کہ میں نے

خواب میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم کی زیارت کی۔ آپ نے فرمایا: اے بشر! کیا تم جانتے ہو کہ تمہارے اہل زمانہ میں اللہ تعالیٰ نے تمہیں کس وجہ سے بلند مرتبہ عطا فرمایا؟ میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! نہیں جانتا۔ آپ نے فرمایا: اس لیے کہ تم صالحین کی خدمت کرتے ہو۔ بھائیوں کو نصیحت کرتے ہو، دوستوں اور میری سنّت پر عمل کرنے والوں سے محبّت کرتے ہو۔ اور میری سنّت پر عمل پیرا ہو۔

حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلّم کا ارشاد ہے: جس نے میری سنّت کو زندہ کیا، اس نے مجھ سے محبّت کی، وہ قیامت کے روز جنّت میں میرے ساتھ ہوگا۔

آثار میں ہے کہ جب مخلوق میں بگاڑ پیدا ہو جائے، مختلف مذاہب نکل آئیں، اس وقت حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلّم کی سنّت سے وابستہ رہنے والوں کیلئے سو شہید کا ثواب ہے۔ (شرعۃ الاسلام)

حضور علیہ الصلوٰۃ والسّلام نے فرمایا:

كُلُّ أُمَّتِي يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ إِلَّا مَنْ أَبَىٰ قَالُوْا: مَنْ أَبَىٰ؟ قَالَ: مَنْ أَطَاعَنِي دَخَلَ الْجَنَّةَ وَمَنْ عَصَانِي فَقَدْ أَبَىٰ كُلُّ عَمَلٍ لَيْسَ عَلَىٰ سُنَّتِي فَهُوَ مَعْصِيَةٌ۔

(میری ساری اُمّت جنّت میں جائے گی، سوائے اس کے جو انکار کرے، صحابہ نے عرض کیا: کس نے انکار کیا؟ آپ نے فرمایا جس نے میری اطاعت کی، وہ جنّت جائے گا اور جس نے میری نافرمانی کی اس نے انکار کیا، جو عمل میری سنّت کے مطابق نہ ہو، وہ نافرمانی ہے)

ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ تو اگر کسی کو ہوا میں اڑتا یا سمندر میں چلتا یا آگ کھاتا یا ایسے عجائبات کرتا دیکھے، مگر وہ قصداً اللہ تعالیٰ کے فرائض میں سے کسی فرض کا تارک ہے یا کسی سنّت کا تارک ہے، تو جان لو، وہ اپنے دعویٰ میں جھوٹا ہے؛ اس کا یہ فعل کرامت نہیں، بلکہ استدراج ہے، اللہ تعالیٰ ہمیں استدراج سے بچائے۔

حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ اتباعِ سنّت سے ہٹ کر جو کام کیا جائے، وہ غلط ہے جیسا کہ حضور سیدِ عالم کا فرمان ہے:

مَنْ ضَيَّعَ سُنَّتِي حُرِّمَتْ عَلَيْهِ شَفَاعَتِي۔ (شرعۃ الاسلام)

(جس نے میری سنّت کو ضائع کیا، اس کے لیے میری شفاعت حرام ہے)

حکایت ایک آدمی نے ایک دیوانے کو دیکھا، مگر اس میں جہالت کی بات نہیں دیکھی، اس نے حضرت معروف کرخی رحمۃ اللہ علیہ کو یہ بات بتائی، وہ مسکرا دیے اور فرمایا: اے بھائی! اس کے چھوٹے بھائی اس کے چھوٹے بڑے عقلمند، دیوانے ہر طرح کے عاشق ہیں جو تو نے دیکھا، وہ ان دیوانوں میں سے ہے۔

حکایت حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ہمارے استاد حضرت سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ بیمار ہوئے، ان کے مرض کی دوا نہ مل سکی اور نہ یہ معلوم ہو سکا کہ اس کا سبب کیا ہے، ایک تجربہ کار حکیم کو ان کا قارورہ دکھایا گیا، تو اس نے اسے دیکھا اور دیکھتا چلا گیا، پھر کہا: میں دیکھ رہا ہوں کہ یہ کسی عاشق کا پیشاب ہے، حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ پر غشی طاری ہو گئی اور چیخ مار کر گر پڑے۔ قارورے کی شیشی ان کے ہاتھ سے گر پڑی۔ کہتے ہیں کہ میں نے واپس آکر حضرت سری کو ساری بات بتائی، وہ مسکرا دیے، پھر فرمایا: اس کا ناس ہو بڑا سمجھدار ہے۔ میں نے کہا: اے استاد! کیا پیشاب دیکھ کر محبت کا علم ہو جاتا ہے، فرمایا: ہاں!

واضح رہے نبی ﷺ اگر ایسا فعل سرزد ہو کہ جو عام اسباب سے الگ اور عادت کے خلاف ہو تو اسے معجزہ کہتے ہیں اور اگر ایسی بات غیر نبی مگر نیک مسلمان یعنی ولی اللہ سے سرزد ہو تو وہ کرامت ہے اور کافر یا فاسق آدمی کے ہاتھ سے عجیب سی بات صادر ہو تو استدراج یعنی شعبدہ بازی ہے اور کافر شعبدہ بازی پر ہر وقت قادر ہے، اس لیے کہ ایک فن ہے اور اس کو شیطان کا تعاون حاصل ہے۔ استدراج کا ایک نقصان یہ ہے کہ کافر یا فاسق اس گمان میں ہوتا ہے کہ میں ایک بڑا آدمی ہوں اور اس تکبّر میں رہ کر جہنم میں جا پہنچتا ہے اور توبہ کی توفیق کم ہی نصیب ہوتی ہے۔

حضرت فضیل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: جب تجھ سے کہا جائے کہ کیا تو اللہ سے محبت رکھتا ہے؟ تو خاموش ہو جا، اس لیے کہ اگر تو نے کہہ دیا، نہیں! تو کافر ہو گیا اور کہہ دیا ہاں، تو تیرا وصف محبین کا سا نہیں، اب ناراضگی مول نہ لے۔

حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: جو اس سے محبت رکھتے جو اللہ تعالیٰ سے محبت رکھتا ہے، تو اس نے اللہ تعالیٰ سے محبت کی۔ جو اس کا احترام کرتا ہے جو اللہ کریم کی عزت بجالاتا ہے، تو اس نے اللہ تعالیٰ کا احترام کیا۔

حضرت سہل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ سے محبت کی علامت قرآن حکیم کی محبت ہے اور اللہ تعالیٰ اور قرآن کریم سے محبت کی علامت، حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت ہے اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کی علامت، سنّت سے محبت ہے اور سنّت سے محبت کی علامت، آخرت کی محبت ہے اور آخرت سے محبت کی علامت دُنیا کا بغض و نفرت ہے اور دنیا سے بغض کی علامت یہ ہے کہ دنیا سے صرف اتنا لے جو آخرت کے لیے زادِ راہ بن سکے۔

حضرت ابوالحسن زنجانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اصل عبادت کے تین ارکان ہیں: آنکھ، دل اور زبان۔ آنکھ عبرت کے لیے، دل غور و فکر اور زبان صداقت اور تسبیح و ذکر اللہ کے لیے ہے جیسا کہ فرمانِ الٰہی ہے:

اُذْكُرُوا اللّٰهَ ذِكْرًا كَثِيْرًا وَّسَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا۔ (اللہ کا بہت بہت ذکر کرو اور صبح و شام اُس کی تسبیح بیان کرو)

حکایت

حضرت عبداللہ اور حضرت احمد بن حرب رحمۃ اللہ علیہما دونوں ایک جگہ تشریف لے گئے۔ حضرت احمد بن حرب رحؒ نے زمین کی کچھ گھاس اکھاڑ دی۔ حضرت عبداللہ نے فرمایا تمہیں پانچ ملیں:

۱۔ اپنے مولا کریم کی تسبیح سے ہٹ کر تیرا دل اس گھاس میں مشغول ہوا۔

۲۔ تونے ذکر اللہ کے علاوہ کی اپنے نفس کو عادت ڈالی۔
۳۔ تونے یہ راہ ڈالی جس کی پیروی کی جائے گی۔
۴۔ تونے اس گھاس کو اپنے رب کی تسبیح سے روکا۔
۵۔ اور اپنے آپ پر قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کی حجت قائم کردی (رونق المجالس)

حضرت سَری رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے، فرمایا: میں نے حضرت جرجانی کے کے پاس ستّو دیکھے جس سے وہ بھوک مٹا لیتے۔ میں نے کہا: آپ کھانا اور دوسری اشیائ کیوں نہیں کھاتے؟ فرمایا: میں نے چبانے اور یہ ستّو کھا کر گزارہ کرنے کے درمیان نوّے تسبیحات کا فرق پایا، اس لیے چالیس برس سے میں نے روٹی نہیں چبائی۔

حضرت سہل بن عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ ہر پندرہ روز میں ایک مرتبہ کھانا کھاتے۔ جب رمضان المبارک آتا، تو صرف ایک ایک نوالہ (سحری و افطاری) میں کھاتے۔ بعض اوقات ستّر دن تک کھانا ہی نہ کھاتے، اگر کھانا کھاتے کمزور ہو جاتے اور جب فاقہ کرتے، تو توانا ہو جاتے۔

حضرت ابو حماد الاسود رحمۃ اللہ علیہ نے تیس سال تک مسجد حرام میں وقت گزارا، ان کو کسی نے کھاتے پیتے نہیں دیکھا اور کوئی گھڑی ذکر اللہ سے خالی نہ ہوتی۔

حکایت

عمرو بن عبید رحمۃ اللہ علیہ اپنے گھر سے صرف تین کاموں کے لیے باہر آتے: ۱۔ باجماعت نماز پڑھنے کے لیے۔ ۲۔ کسی مریض کی عیادت کرنے کے لیے۔ ۳۔ جنازہ میں شرکت کرنے کے لیے۔

اور فرماتے کہ میں نے لوگوں کی عمر کا نفیس حصہ چوری کرتے اور اس پر ڈاکہ ڈالتے ہی دیکھا، ان کے نزدیک عمر کی کوئی قیمت نہیں۔ مناسب تو یہ ہے کہ آخرت میں باقی رہنے والا خزانہ اکٹھا کر لیا جائے۔

یہ یاد رہے کہ طالب آخرت پر لازم ہے کہ وہ دنیاوی زندگی سے بے رغبت رہے،

تاکہ اسے ایک ہی فکر ہو اور اس کا ظاہر و باطن قابو میں رکھے بغیر بہتر حال کی حفاظت نہیں ہو سکتی۔

حضرت شبلی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: میں شروع میں نیند کے غلبہ کے وقت نمک کا سرمہ ڈال لیتا، جب معاملہ آگے بڑھا، تو میں نے شب بیداری کا اہتمام کیا، چنانچہ میں نمک آنکھوں میں لگا لیتا۔

حکایت

حضرت ابراہیم بن حاکم سے مروی ہے، فرمایا کہ میرے والد بزرگوار پر جب نیند کا غلبہ ہوتا، تو وہ دریا میں گھس جاتے اور تیرنے لگتے، دریا کی مچھلیاں ان کے گرد جمع ہو کر تسبیح کرتیں۔

حکایت

حضرت وہب بن منبہ رحمۃ اللہ علیہ نے اللہ تعالیٰ سے دُعا کی کہ مجھ سے نیند دُور کر دے، چنانچہ چالیس سال تک انہیں نیند نہیں آئی۔

حضرت حسن حلاج رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے آپ کو ٹخنوں سے لے کر گھٹنوں تک تیرہ بیڑیوں میں جکڑ رکھا تھا، اس کے باوجود دن رات میں ایک ہزار رکعت پڑھتے۔

حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ آغاز سلوک میں آتے اور دوکان کھول کر پردہ لٹکا دیتے اور چار سو نفل پڑھ کر اپنے گھر واپس آجاتے۔

حبش بن داؤد رحمۃ اللہ علیہ نے چالیس برس تک عشاء کے وضو کے ساتھ صبح کی نماز ادا کی، اس لیے ایماندار آدمی کو چاہیئے کہ وہ ہمیشہ باوضو رہے اور جب وضو ٹوٹے، تو فوراً دوبارہ وضو کر کے دو رکعت نماز پڑھے اور کوشش کرے کہ ہمیشہ قبلہ رُخ ہو کر بیٹھے اور اپنے دل میں تصور کرے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم سامنے تشریف فرما ہیں یعنی مراقبہ کرے تاکہ ہر کام میں سکون حاصل ہو جائے، دُکھ برداشت کر سکے، دشمن کا مقابلہ نہ کرے، دکھ دینے والے کے لیے بھی دُعا کرے، اپنے نفس میں عجب نہ پائے۔

اور نہ عمل پر غرور کرے، اس لیے کہ عُجب (تکبّر و غرور) شیطان کا وصف ہے۔ اپنے آپکو حقیر ہی جانے۔ نیک لوگوں کو عزّت و احترام کی نگاہ سے دیکھے، اس لیے کہ جو شخص بھی نیک لوگوں کا احترام نہیں کرتا، اللہ تعالیٰ اسے نیک اور صالح لوگوں کی رفاقت سے محروم کر دیتا ہے اور جو شخص عبادت کی عزّت و حرمت سے آگاہ نہیں، اس کے دل سے حلاوت نکل جاتی ہے۔

حضرت فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ سے دریافت کیا گیا، اے ابو علیٰ! انسان نیک کب ہوتا ہے؟ فرمایا: جب اس کی نیّت میں نصیحت و خیر خواہی ہو، دل میں خوف ہو، زبان میں صداقت ہو، اس کے اعضاء نیک کاموں میں لگے رہیں۔

حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلّم کے معراج کے واقعہ میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "احمد! اگر تم تمام لوگوں سے زیادہ متقی بننا چاہو، تو دنیا سے بے رغبت ہو جاؤ اور آخرت میں رغبت رکھو"، عرض کیا: اے اللہ! میں دنیا سے کیسے بے رغبت رہوں۔ فرمایا: دنیا سے صرف اسی قدر لو جو کھانے اور لباس کے لیے کافی ہو اور کل کے لیے جمع نہ کرو اور میرا ذکر ہمیشہ کرتے رہو۔ عرض کیا: میں دوام ذکر کیسے کروں؟ فرمایا: لوگوں سے خلوت رکھو اور نماز ہی کو نیند رکھو اور فاقہ کو کھانا سمجھو۔

حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشادِ گرامی ہے:

اَلزُّهْدُ فِی الدُّنْيَا يُرِيحُ الْقَلْبَ وَالْبَدَنَ۔ (دنیا سے بے رغبتی، دل اور بدن کو آرام دیتی ہے)

اور دنیا میں رغبت رکھنا، غم و اندوہ بڑھاتا ہے، دنیا کی محبت ہر گناہ کی جڑ ہے اور دنیا سے بے رغبت ہونا ہر نیکی و خیر کی جڑ ہے۔

حکایت ایک نیک آدمی ایک جماعت کے پاس سے گزرا، دیکھا کہ ایک طبیب امراض و علاج بیان کر رہا ہے۔ اس نیک آدمی نے کہا:

اسے بدن کے طبیب! کیا تو دلوں کی بیماری کا بھی علاج کر سکتا ہے۔ طبیب نے کہا: ہاں! بیماری بتایئے۔ انہوں نے کہا: دل پر گناہوں کا اندھیرا چھا گیا ہے، اب دِل سخت ہو چکا ہے، کیا اس کا بھی کوئی علاج ہے؟ طبیب نے کہا: اس کا علاج یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سامنے عاجزی وزاری کرے، یہی طریقہ علام الغیوب کی طرف سے شفایابی اور دل کا علاج ہے۔ نیک آدمی نے چیخ ماری اور روتا ہوا واپس آ گیا اور کہا: تو خوب طبیب ہے، تو نے میرے دل کا علاج ٹھیک بتایا۔ طبیب نے کہا: یہ اس شخص کے دل کا علاج ہے جو توبہ کرے اور قلبی طور پر رب تعالیٰ کی طرف رجوع کرے۔

حکایت

ایک آدمی نے ایک غلام خریدا، غلام نے کہا: اے میرے آقا! میں تین شرطیں لگاتا ہوں:

۱- آپ مجھے فرض نماز سے منع نہیں کریں گے، جب اس کا وقت آ جائے۔

۲- آپ مجھے دن کو جو چاہیں حکم دیں، رات کو حکم نہیں کریں گے۔

۳- اپنے گھر میں میرے لیے ایک کمرہ جدا کر دیں جس میں میرے سوا کوئی دوسرا داخل نہ ہو۔

اس شخص نے کہا: میں نے یہ شرطیں قبول کر لیں۔ پھر اس آدمی نے کہا: کمرے دیکھو، اس نے کمرے دیکھ کر ایک خراب سا ٹوٹا پھوٹا کمرہ پسند کر لیا۔ اس آدمی نے کہا: اے غلام! تو نے ٹوٹا پھوٹا کمرہ کیوں پسند کیا؟ غلام نے کہا: اے میرے آقا! کیا آپ نہیں جانتے کہ ٹوٹا کمرہ اللہ کی یاد کے ساتھ باغ بن جاتا ہے۔ چنانچہ وہ دن کو اپنے آقا کی خدمت کرتا اور رات کو اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا۔ کچھ مدّت کے بعد ایک رات کو آقا گھر میں چلتے چلتے غلام کے کمرے میں پہنچ گیا، تو کمرہ روشن تھا اور غلام سجدہ میں تھا اور اس کے سر پر آسمان وزمین کے درمیان ایک روشن قندیل معلّق تھی۔ غلام اللہ تعالیٰ کی مناجات میں مصروف تھا اور بڑی زاری کے ساتھ دعا کر رہا تھا: اے اللہ! تو نے مجھ پر میرے آقا

کا حق اور دن کو اس کی خدمت لازم کر دی، اگر یہ مصروفیت نہ ہوتی، تو میں دن رات صرف تیری ہی عبادت میں مصروف رہتا، اس لیے اے میرے رب! میرا عذر قبول فرمالے۔ آقا! اسے دیکھ رہا تھا، آخر صبح ہوئی اور قندیل واپس چلی گئی اور مکان کی چھت مل گئی، وہ واپس آگیا۔ اس نے اپنی بیوی کو ساری بات بتائی۔ دوسری رات وہ اپنی بیوی کو لے کر کمرے کے دروازے میں آیا۔ دیکھا تو غلام سجدہ میں پڑا ہے اور قندیل اس کے سر پر ہے، وہ دونوں کھڑے دیکھ رہے تھے اور رو رہے تھے، آخر صبح ہوئی۔ انہوں نے غلام کو بلایا اور کہا: تم اللہ تعالیٰ کی خاطر آزاد ہو، تاکہ تم جو عذر پیش کر رہے تھے۔ اللہ تعالیٰ کی عبادت کے لیے فارغ ہو سکو، غلام نے اپنا سر آسمان کی طرف اٹھایا اور کہا:

یَا صَاحِبَ السِّرِّ اِنَّ السِّرَّ قَدْ ظَهَرَا
وَلَا اُرِیْدُ حَیَاتِیْ بَعْدَ مَا اشْتَهَرَا

(اے صاحب راز، راز تو کھل گیا، اب راز کھلنے کے بعد میں زندگی نہیں چاہتا)

پھر کہا: اے اللہ! میں موت کا سوال کرتا ہوں، اسی وقت غلام گر کر فوت ہو گیا۔

نیک لوگوں، عشاق اور طالبین حق کے یہی احوال ہیں۔

زہر الریاض میں ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ایک دوست تھا جس سے وہ مانوس تھے۔ ایک دن اس نے کہا: اے موسیٰ علیہ السلام! اللہ تعالیٰ سے دُعا کیجیے کہ مجھے اپنی معرفت عطا فرمائے جیسا کہ حق ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دُعا کی اور وہ قبول ہو گئی، ان کا دوست پہاڑوں میں جنگلی حیوانات کے ساتھ چلا گیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اسے گم پایا، تو دُعا کی: اے رب تعالیٰ! میرا بھائی اور میرا انیس گم ہے۔ جواب ملا: اے موسیٰ! جس نے میری معرفت حاصل کی جیسا کہ اس کا حق ہے، تو وہ مخلوق کی مصاحبت کبھی نہیں کر سکتا۔

منقول ہے کہ حضرت یحییٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام بازار میں

جا رہے تھے - ایک عورت ان سے ٹکرا گئی - حضرت یحییٰ علیہ السلام نے فرمایا: واللہ! میں نے اسے محسوس ہی نہیں کیا، بلکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: سبحان اللہ آپ کا جسم میرے ساتھ ہے اور آپ کا دل کہاں ہے؟ انہوں نے فرمایا: اے خالہ کے بیٹے! اگر میرا دل، رب تعالیٰ کے سوا کسی دوسرے کے ساتھ پلک جھپکنے کے برابر بھی مطمئن ہو تو مجھے محسوس ہوتا ہے کہ میں نے اللہ تعالیٰ کو نہیں پہچانا۔

کہتے ہیں: صحیح معرفت یہ ہے کہ دنیا و آخرت دونوں کو چھوڑ دے اور صرف مولا کریم کے لیے علیحدہ ہو جائے۔ شراب محبت سے بیہوش ہو اور رویت باری تعالیٰ (قیامت) تک ہوش میں نہ آئے۔ یہ رب تعالیٰ کی جانب سے نور ہے۔

باب نمبر ۱۷

ابلیس اور اس کی سزا کا بیان

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّ اللّٰهَ لَا یُحِبُّ الْکٰفِرِیْنَ ۔ (پس اگر وہ اعراض کریں، تو اللہ تعالیٰ کافروں کو پسند نہیں کرتا)

یعنی اگر وہ اللہ اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی اطاعت سے اعراض کریں، تو اللہ تعالیٰ کافروں کو نہ معاف فرمائے گا اور نہ ہی ان کی (بعد از وقت) توبہ قبول کرے گا، جیسا کہ ابلیس کی توبہ اس کے کفر و تکبر کی وجہ سے قبول نہ کی، البتہ آدم علیہ السلام کی توبہ قبول کر لی، کیونکہ انہوں نے خطا کا اقرار کر لیا اور شرمندہ ہوئے۔ اپنے آپ کو ملامت کی اگرچہ حقیقت میں حضرت آدم علیہ السلام کا فعل گناہ نہیں تھا، اس لیے کہ انبیاء کرام علیہم السلام گناہوں سے معصوم ہوتے ہیں، ان سے گناہ کبھی بھی سرزد نہیں ہوتا۔ صحیح قول کے

مطابق نہ نبوت سے پہلے نہ بعد میں، البتہ یہ خطا کی ایک صورت ہے، اس لیے حضرت آدم علیہ السّلام اور حضرت حوّا علیہم السّلام نے یہ اقرار کیا:

رَبَّنَا ظَلَمْنَا اَنْفُسَنَا وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ۔ (اے ہمارے رب ہم نے اپنی جانوں پر ظلم کیا اگر تو نے ہمیں معاف نہ کیا اور رحم نہ کیا تو ہم خسارہ پانے والوں سے ہو جائیں گے)

اب انہوں نے ندامت ظاہر کی اور جلد توبہ کر لی اور اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس نہ ہوئے، فرمانِ الٰہی ہے:

لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ۔ (اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہو)

ابلیس نے نہ ہی گناہ کا اقرار کیا، نہ شرمندہ ہوا اور نہ ہی اپنے آپ کو ملامت کی اور اللہ کی رحمت سے مایوس ہو گیا، بلکہ اکڑنے لگا، چنانچہ جس کی حالت ابلیس کی طرح ہو گی، اس کی توبہ قبول نہیں ہو گی اور جس کا حال حضرت آدم علیہ السّلام کی طرح ہو گا، اس کی توبہ قبول ہو گی، اس لیے جس گناہ کی جڑ دراصل شہوت ہے، اس کی بخشش کی امید ہے اور جس گناہ کی جڑ تکبر ہے، اس کی معافی کی امید نہیں۔ حضرت آدم علیہ السّلام کی خطا کی جڑ شہوت (پھل کھانے کی خواہش) تھی اور ابلیس کے گناہ کی جڑ تکبر تھا۔

حکایت

ابلیس ایک بار حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس آیا اور کہنے لگا: تو وہ ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنی رسالت کے لیے منتخب کیا اور تیرے ساتھ کلام کیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السّلام نے فرمایا: ہاں، تو کیا چاہتا ہے اور تو کون ہے؟ ابلیس نے کہا: اے موسیٰ! اپنے رب سے کہو، تیری ایک مخلوق تیرے سامنے توبہ کرنا چاہتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو وحی کی کہ اے موسیٰ! اسے کہہ دو میں نے تیرا سوال مان لیا اور اسے حکم دو کہ وہ آدم علیہ السلام کی قبر کے سامنے سجدہ کر دے۔ اگر اس نے سجدہ کر لیا، تو اس کی توبہ قبول کر لوں گا اور اس کے گناہ معاف

کر دوں گا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اسے یہ بات بتائی، تو وہ غصّہ میں آگیا اور تکبّر کیا، اور کہا: اے موسیٰ! میں نے اُسے جنّت میں سجدہ نہیں کیا، اب اس کی وفات کے بعد اُسے کیسے سجدہ کروں گا۔

منقول ہے کہ جب دوزخ میں ابلیس پر شدید عذاب ہوگا، تو اس سے پوچھا جائیگا: اللہ کا عذاب کیسا ہو رہا ہے؟ وہ کہے گا، شدید ترین ہے، اسے بتایا جائے گا کہ حضرت آدم علیہ السلام تو جنّت میں ہیں، ان کو سجدہ کر کے معافی مانگ لو تاکہ تجھے معافی مل جائے، وہ انکار کر دے گا، اس پر اسے دوسرے جہنمیوں کے مقابلہ میں ستّر ہزار گُنا شدید عذاب ہوگا۔

ایک روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ ابلیس کو ہر لاکھ سال کے بعد دوزخ سے نکالے گا اور آدم علیہ السلام بھی باہر آئیں گے اور اُسے سجدے کا حکم ہوگا، مگر وہ انکار کر دے گا۔ پھر دوبارہ اسے جہنّم میں ڈال دیا جائے گا۔

میرے بھائیو! اگر تم ابلیس سے نجات چاہتے ہو تو مولا کریم کے ساتھ لگ جاؤ اور اُسی کی ہی پناہ مانگو۔

قیامت کے دن آگ کی ایک کرسی بچھائی جائے گی، ابلیس علیہ اللعنۃ کو اس پر بٹھایا جائے گا، شیاطین اور کفّار اس کی ہولناک گدھے کی سی آواز سن کر جمع ہوں گے اور وہ یہ کہہ رہا ہوگا: اے جہنمیو! آج تم نے کیسا پایا؟ جو تمہارے رب نے وعدہ کیا تھا پالیا؟ وہ کہیں گے (رب کا) کہا حق ہے۔ پھر وہ کہے گا: آج میں رحمت سے مایوس ہو گیا۔ پس اللہ تعالیٰ فرشتوں کو حکم دے گا کہ اسے اور اس کے تابعین کو لوہے کے گرزوں سے مارو، چنانچہ چالیس سال تک وہ جہنّم میں گرتا رہے گا ـــــ اور کبھی بھی اس سے باہر نکلنے کا حکم نہیں ملے گا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں جہنّم سے بچائے۔

بتاتے ہیں کہ قیامت کے دن ابلیس کو لایا جائے گا اور اسے آگ کی کرسی پر بیٹھنے کا حکم دیا جائے گا، اس کے گلے میں لعنت کا طوق ہوگا۔ اللہ تعالیٰ زبانیہ

(سزا دینے والے) فرشتوں کو حکم دے گا، اسے گھسیٹ کر کرسی سے اتار دو اور جہنم میں ڈال دو، وہ اس کو پکڑ کر نیچے پھینکنے کی کوشش کریں گے، مگر یہ کر نہیں کر سکیں گے۔ پھر اللہ تعالیٰ حضرت جبرائیل علیہ السلام کو اسی ہزار فرشتوں کے ساتھ مل کر اس کا حکم کریں گے، وہ بھی قادر نہیں ہو سکیں گے۔ پھر حضرت اسرافیل علیہ السلام اس کے بعد حضرت عزرائیل علیہ السلام کو اس کا حکم ہو گا اور ہر ایک کے ساتھ اسی اسی ہزار فرشتے ہوں گے، مگر یہ نہیں کر سکیں گے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ فرمائے گا: میں نے جس قدر فرشتے پیدا کر رکھے ہیں، اس سے دُگنے بھی اس کام پر لگ جائیں، تو بھی اسے یہاں سے ہلا نہیں سکیں گے، جبکہ لعنت کا طوق اس کے گلے میں ہے۔

مروی ہے کہ آسمانِ دنیا میں ابلیس کا پہلا نام عابد تھا اور دوسرے آسمان میں زاہد تھا، تیسرے میں عارف، چوتھے میں ولی، پانچویں میں تقی، چھٹے میں خازن اور ساتویں میں عزازیل تھا، مگر لوحِ محفوظ پر اس کا نام ابلیس تھا۔ یہ اپنے انجام سے غافل و بے خبر تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اسے حکم دیا کہ آدم علیہ السلام کو سجدہ کرو۔ اس نے کہا: کیا تو اسے مجھ پر فضیلت بخشتا ہے۔ میں اس سے بہتر ہوں، تو نے مجھے آگ سے پیدا کیا اور اس کو مٹی سے پیدا کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: میں جو چاہتا ہوں، کرتا ہوں۔ ابلیس نے اپنے آپ کو بڑا اور بزرگ سمجھا اور نفرت و تکبر کے ساتھ آدم علیہ السلام کی جانب پشت کر لی اور سیدھا اکڑ کر کھڑا ہو گیا۔ آخر کار فرشتوں نے ایک مدت تک سجدہ کیے رکھا، جب انہوں نے سر اٹھایا اور دیکھا کہ ابلیس نے سجدہ نہیں کیا اور انہیں سجدہ کی توفیق مل گئی، تو انہوں نے دوبارہ سجدۂ شکر ادا کیا۔ یہ بدبخت اکڑا ان سے منہ پھیرے کھڑا تھا، نہ ہی اطاعت کی طرف دھیان دیا اور نہ ہی نافرمانی پر نادم ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے اسے چوپائے کی شکل میں بدل دیا اور خنزیر کی طرح کر دیا، اس کا سر اونٹ جیسا، سینہ بڑے اونٹ کی طرح، اس کے درمیان اس کا چہرہ بندر کی طرح، اس کی دونوں

آنکھیں لمبوترے چہرے پر پھٹی پھٹی نظر آتی تھیں، اس کے نتھنے کھلے بنا دیے جیسا کہ پچھنے لگانے والے کا لوٹا ہو، اس کے ہونٹ بیل کے ہونٹوں کی طرح، اس کی ڈاڑھی خنزیر کے کے دانتوں کی طرح باہر نکلی ہوئی کردی، اس کی ڈاڑھی میں سات بال رکھ دیے اور اسے جنّت میں سے باہر دھکیل دیا، بلکہ آسمان سے آباد زمین سے دُور کر کے ویرانوں کی طرف بھگا دیا۔ اب آبادیوں میں چھپ چھپ کر آتا ہے، اس پر قیامت تک لعنت کر دی، کیونکہ وہ کافر ہو چکا ہے۔ اب تم دیکھو کہ جو شخص نہایت خوبصورت پروں والا عالم وفاضل، عبادت گزار، فرشتوں کی طرح نیک، ان میں بزرگ ترین بلکہ کرّوبیان کا سردار تھا، مگر تکبّر کے باعث کوئی چیز اس کے کام نہ آئی، اس میں دوسروں کے لیے عبرت ہے (کہ عمل و شکل نہ دیکھیں، صرف اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم پر ہی نظر رکھیں)

روایت ہے جب ابلیس پر بدبختی غالب آگئی، تو حضرت جبرائیل اور حضرت میکائیل علیہم السلام رو پڑے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: کیوں روتے ہو؟ کہنے لگے: ہم تیری طرف سے بدبختی آ جانے پر اپنے تئیں محفوظ محسوس نہیں کرتے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ایسے ہی رہو اور میری طرف سے بے فکری اختیار نہ کرو۔

روایت میں ہے کہ ابلیس نے کہا: اے پروردگار! تو نے آدم کی وجہ سے مجھے جنّت سے نکال دیا۔ میں تیرے مسلّط کیے بغیر اس پر قدرت نہیں رکھتا۔ فرمایا: تو اس پر مسلّط ہے، یعنی اس کی اولاد پر، البتہ انبیاء علیہم السّلام معصوم ہیں (اس لیے ان پر مسلّط نہیں) اس نے کہا: زیادہ تسلّط دیجیے، فرمایا: ان کے ہاں بچہ ہو گا تو تیرے دو بچے ہوں گے، اس نے کہا: اور زیادہ تسلّط دیجیے، فرمایا: ان کے سینے تیرا مسکن ہوں گے، تو خون کی طرح ان میں پھرے گا، کہا: مزید دیجیے۔ فرمایا: ان پر اپنے پیادوں اور سواروں کے ساتھ جمع ہو جا، یعنی اپنے سوار اور پیادہ ساتھیوں کے ساتھ ان کے خلاف مدد حاصل کرو۔ ان کے اموال میں حصّہ دار ہو جا، یعنی انہیں آمادہ کرے

گا کہ وہ حرام کے ذریعے کمائیں اور حرام میں خرچ کریں اور اولاد میں شریک ہوگا، یعنی ذرائع میں گھس پڑنے کی ترغیب دے گا جیسا کہ حیض میں وطی کرنا، یا بچوں کے نام رکھنا وغیرہ میں شریک کرنا مثلاً عبدالعزیٰ نام رکھ لیا وغیرہ۔ باطل ادیان پیش کر کے بُرے کلام اور بُرے افعال سے انہیں گمراہ کر سکتا ہے جیسا کہ جھوٹے وعدے کرے کہ یہ بُت بخشوالیں گے۔ باپ دادا کی کرامتوں پر بھروسہ کرلے۔ طویل امید پر توبہ میں تاخیر کردے۔ یہ بطورِ تہدید ہے، جیسا کہ کہا کرتے ہیں: "جیسے چاہو کرو اور پھر۔۔۔!"

حضرت آدم علیہ السّلام نے عرض کیا: اے پروردگار! تو نے ابلیس کو مجھ (یعنی میری اولاد) پر مسلّط کر دیا۔ اب تیری مدد کے بغیر اس سے کیسے بچا جائے گا۔ فرمایا: تیرے ہاں جو بچہ پیدا ہوگا۔ اس کے ساتھ محافظ فرشتہ بھی رہے گا۔ عرض کیا: مزید عطا کیجیے، فرمایا: جب تک بنی آدم کی ارواح بدن میں ہوں گی، توبہ کا دروازہ ان پر بند نہیں ہوگا۔ عرض کیا: مزید عطا کیجیے۔ فرمایا: میں انہیں معاف کرتا رہوں گا۔ (چاہے جس قدر گناہ ہوں) مجھے پرواہ نہیں۔ حضرت آدم علیہ السّلام نے عرض کیا: اب کافی رہا۔ ابلیس نے کہا: اے اللہ! تو نے بنی آدم میں رسول مبعوث فرمائے، ان پر کتابیں نازل فرمائیں، میرے قاصد کون ہوں گے؟ فرمایا: کاہن (نجومی فال نکالنے والے) کہا: میری کتابیں کیا ہیں؟ فرمایا: گودنے کے نشانات! اس نے کہا: میرا کلام کیا ہوگا؟ فرمایا: جھوٹ! اس نے کہا: میرے پڑھنے کی کتاب کیا ہوگی؟ فرمایا: شعر (یعنی گانے بجانے) اس نے کہا: میرا مؤذن کون ہوگا؟ فرمایا: باجہ! اس نے کہا: میری مسجد کونسی ہوگی؟ فرمایا: بازار! اُس نے کہا: میرا گھر کونسا ہوگا؟ فرمایا حمام! اس نے کہا: میرا کھانا کیا ہوگا؟ فرمایا: جس پر میرا نام نہ لیا جائے۔ اُس نے کہا: میرا پینا کیا ہوگا؟ فرمایا: شراب! اس نے کہا: میرا ذریعۂ شکار کیا ہوگا؟ فرمایا: عورتیں[۱]!

---

[۱] جس کھانے پر اللہ تعالیٰ کا نام نہ لیا جائے، جہاں گانے بجانے ہوں، شراب نوشی ہو، جھوٹ ہو اور بدکار عورتوں کا ہجوم ہو، وہ شیاطین کی ایک چنڈال چوکری اور ملعون لوگوں کی بھیڑ ہے، اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کو اس سے بچائے۔

باب ۱۳

امانت کا بیان

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَۃَ عَلَی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالْجِبَالِ فَاَبَیْنَ اَنْ یَّحْمِلْنَھَا وَاَشْفَقْنَ مِنْھَا۔

(ہم نے آسمانوں اور زمین اور پہاڑوں پر امانت (یعنی خلافت کی امانت) پیش کی۔ انہوں نے اسے اٹھانے سے انکار (عذر) کردیا اور اس سے ڈرے)

یعنی آسمانوں، زمینوں اور پہاڑوں نے بارِ خلافت کو قبول کرنے سے عذر کردیا اور امانت ادا نہ کرسکنے کا خطرہ محسوس کیا کہ کہیں عذاب نہ آن پڑے یا خیانت کا ڈر ہوا۔ اس آیت میں امانت سے مراد عبادت اور فرائض ادا کرنا ہیں کہ جن پر ثواب و عقاب ہوتا ہے۔

امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: صحیح قول کے مطابق امانت تمام اعمالِ دین پر عام ہے۔ جمہور کا قول بھی یہی ہے، البتہ اس کی بعض جزوی تفاصیل میں اختلاف ہے۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا قول یہ ہے: اس سے مراد اموال کی امانت ہے جیسا کہ امانتیں وغیرہ۔ ان سے روایت ہے کہ اس سے مراد تمام فرائض میں اطاعت ہے اور مال کی امانت شدید تر ہے۔ حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ کا قول یہ ہے کہ غسل جنابت بھی امانت ہے، (یعنی ضرور کرنا چاہیے) حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا قول ہے۔ تمام اعضاء آنکھ، کان، زبان، پیٹ اور ہاتھ اور پاؤں سب امانت ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ تم ان کی

حفاظت کرو، میں تمہاری حفاظت کروں گا (یعنی ان کو خلاف شرع استعمال نہ کریں) اور جس میں دیانت داری (یعنی امانت کی حفاظت کرنا) نہ ہو اس کا کچھ ایمان نہیں۔

حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا فرمان ہے: جب آسمانوں، زمینوں اور پہاڑوں پر امانت پیش کی گئی، تو وہ اور ان میں ہر چیز کانپ اٹھی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اگر تو نے اچھا کیا، تو تجھے ثواب دوں گا اور اگر تو نے برا کیا تو سزا دوں گا۔ انہوں نے عرض کیا: ہم میں امانت اٹھانے کی تاب نہیں۔ حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب آدم علیہ السلام کو پیدا کیا گیا اور ان پر امانت پیش کی گئی، تو انہوں نے فرمایا: میں نے یہ اٹھالی۔

یہ بات پوشیدہ نہ رہے کہ آسمانوں، زمینوں اور پہاڑوں پر جو امانت پیش کی گئی، اس میں انہیں رد کرنے کا اختیار دیا گیا، ان پر پابندی نہیں تھی اور اگر ان پر امانت اٹھانے کی پابندی ہوتی، تو وہ اس سے پیچھے نہ ہٹتے۔

حضرت قفال رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس آیت میں امانت پیش کرنا دراصل ایک مثال دینا ہے، یعنی کہ آسمان، زمین، اور پہاڑ اس قدر عظیم اجرام ہونے کے باوجود اگر ان کو شریعت کا مکلف بنایا جاتا جس میں جزا و سزا کا سلسلہ ہے، تو حقیقت یہ ہے کہ آسمان، زمین اور پہاڑ بھی اس سے عاجز آجاتے اور حضرت آدم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے اس کا مکلف پابند بنایا، فرمایا: وَحَمَلَهَا الْاِنْسَانُ (اور انسان نے اس بار کو اٹھالیا)

یعنی جب حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد (عالم ارواح) میں ان کی پشت سے نکال کر سامنے کی اور ان پر وعدہ (میثاق) پیش کیا۔ اس عالم میں حضرت آدم علیہ السلام نے یہ بوجھ قبول کرلیا:

اِنَّهٗ كَانَ ظَلُوْمًا جَهُوْلًا (بے شک وہ ظالم وجاہل تھا)

یعنی یہ بار اٹھاتے وقت وہ اپنے آپ بوجھ رکھ رہا تھا اور اس میں طے شدہ خطرات

یا اپنے رب کے امر سے ناواقف تھا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کے سامنے یہ امانت پیش کی گئی اور فرمایا گیا: جو کچھ اس میں ہے سب کے ساتھ یہ بار اٹھاؤ، اگر تو نے اطاعت کی، تو میں تجھے بخش دوں گا، اور اگر نافرمانی کی، تو سزا دوں گا۔ انہوں نے کہا: جو کچھ انہوں نے (ممنوعہ) درخت کا پھل کھا لیا۔ اگر اللہ تعالیٰ کی رحمت شامل حال ہو کر انہیں نہ ڈھانپ لیتی (تو معاملہ خراب تھا) آخر اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول کر لی اور انہیں راہ دکھائی۔ امانت دراصل ایمان سے مشتق ہے جس نے اللہ تعالیٰ کی امانت کی حفاظت کی۔ اللہ تعالیٰ نے اس کا ایمان محفوظ کر دیا۔ حضور سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

لَا اِیْمَانَ لِمَنْ لَّا اَمَانَۃَ لَہٗ (اس کا ایمان نہیں جس میں امانت داری نہ ہو)

وَلَا دِیْنَ لِمَنْ لَّا عَھْدَ لَہٗ (اور اس کا دین نہیں جو عہد کو پورا کرنے والا نہ ہو)

ایک شاعر کا قول ہے ؎

تَبًّا لِمَنْ رَضِیَ الْخِیَانَۃَ مُھِیْعًا
اَنْ لَا یُرٰی اِلَّا صَرِیْعَ حَوَادِثٍ

(جو شخص طمع میں آکر خیانت پر راضی ہو، وہ چاہتا ہے کہ وہ صرف احمقانہ حوادث ہی دیکھا کرے)

مَا زَالَتِ الْاَرْزَاءُ یَنْزِلُ بُؤْسُھَا
اَبَدًا بِغَادِرِ ذِمَّۃٍ اَوْ نَاکِثٍ

(عیوب کی نحوست مسلسل آتی رہتی ہے، اس پر جو فرض چھوڑے یا وعدہ شکنی کرے)

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

یُطْبَعُ الْمُؤْمِنُ عَلٰی کُلِّ خُلُقٍ (مومن میں ہر عادت ہو سکتی ہے،

لَیْسَ الْخِیَانَۃُ وَالْکِذْبُ سوائے خیانت اور جھوٹ کے)

حضور سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَاتَزَالُ اُمَّتِیْ بِخَیْرٍ مَالَمْ تَرَالْاَمَانَۃَ مَغْنَمًا وَالصَّدَقَۃَ مَغْرَمًا۔ (میری امت تب تک ہمیشہ بھلائی پر رہے گی، جب تک کہ وہ امانت کو غنیمت نہ سمجھے اور صدقہ کو جرمانہ نہ سمجھے)

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اَدِّ الْاَمَانَۃَ اِلٰی مَنِ ائْتَمَنَکَ وَلَا تَخُنْ مَنْ خَانَکَ (جو تمہارے پاس امانت رکھے، اس کو امانت ادا کرو اور جو تم سے خیانت کرے، اس سے خیانت نہ کرو)

صحیحین (بخاری و مسلم) میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اٰیَۃُ الْمُنَافِقِ ثَلَاثٌ اِذَا حَدَّثَ کَذَبَ وَاِذَا وَعَدَ اَخْلَفَ وَاِذَا ائْتُمِنَ خَانَ۔ (منافق کی تین علامتیں ہیں جب بات کرے تو جھوٹ بولے، جب وعدہ کرے تو توڑ دے، جب اس کے پاس امانت رکھی جائے تو خیانت کرے۔

یعنی جب اس کے پاس کوئی بات بطورِ امانت کرے، تو لوگوں میں پھیلا کر خیانت کرے یا مال امانت رکھے، تو ادائیگی سے انکار کر دے اور اس کی حفاظت نہ کرے یا بغیر اجازت استعمال کرے، چنانچہ امانت کی حفاظت کرنا ملائکہ، مقربین انبیاء و مرسلین اور صالحین و متقین کا طریقہ رہا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُکُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰٓی اَھْلِھَا۔ (بے شک اللہ تعالیٰ تمہیں حکم دیتا ہے کہ امانتیں ان کے مالکوں کے حوالے کرو)

مفسرین نے اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے فرمایا:

یہ شریعت کی اصل ہے اور اس کے مخاطب عام مکلف حکام وغیرہ ہیں، پس

حکمرانوں پر لازم ہے کہ وہ مظلوموں کے ساتھ انصاف کریں اور حق کو غالب کریں۔ یہ امانت ہے اور مسلمانوں کے اموال خصوصاً یتیموں کے اموال کی حفاظت کریں۔ علماءِ کرام پر لازم ہے کہ وہ عوام النّاس کو دین کی تعلیم دیں، یہ امانت ہے جس کی حفاظت کے لیے اللہ تعالیٰ نے علماءِ کرام کو منتخب کیا۔ والد پر لازم ہے کہ وہ اپنی اولاد کو اچھی تربیت دے۔ یہ اس کے پاس امانت ہے۔

حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے:

كُلُّكُمْ رَاعٍ وَّ كُلُّكُمْ مَسْئُوْلٌ عَنْ رَعِيَّتِهٖ۔ (تم میں سے ہر ایک سرپرست و ذمہ دار ہے اور تم میں سے ہر ایک سے اپنے ماتحت کے بارے میں پُرسش ہوگی)

زہر الریاض میں ہے کہ قیامت کے دن انسان کو لایا جائے گا اور اسے اللہ تعالیٰ کے سامنے کھڑا کیا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: کیا تو نے فلاں کی امانت ادا کر دی، وہ کہے گا: اے باری تعالیٰ! نہیں!

اللہ تعالیٰ ایک فرشتے کو حکم دے گا، وہ اس کا ہاتھ پکڑ لے گا اور اسے جہنم میں لے جائے گا، اور امانت کو جہنم کے اندر دکھائے گا، پھر وہ اسی کے اندر ستّر سال تک گرتا رہے گا، آخر کار گہرائی میں پہنچ جائے گا۔ پھر امانت لے کر اوپر چڑھے گا۔ جب وہ جہنم کے کنارے پر چڑھے گا، تو اس کا پاؤں پھسل جائے گا۔ پھر دوبارہ اسی میں گر پڑے گا۔ پھر دوبارہ اوپر چڑھے گا اور پھر گر پڑے گا، اسی طرح ہوتا رہے گا۔ آخر کار سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلّم کی شفاعت کے باعث اللہ کریم اس پر کرم فرمائے گا اور امانت والا آدمی اس سے راضی ہو جائے گا۔

حضرت سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ ہم حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے تھے کہ ایک جنازہ آیا تاکہ اس کی نمازِ جنازہ پڑھی جائے، آپ نے پوچھا:

کیا اس پر کچھ قرض ہے؟ انہوں نے بتایا نہیں۔ تب آپ نے نمازِ جنازہ پڑھی۔ پھر ایک اور جنازہ آیا۔ آپ نے دریافت فرمایا: کیا اس پر کچھ قرض ہے؟ لوگوں نے بتایا: ہاں! حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا اس نے وراثت میں سے کچھ چھوڑا ہے؟ لوگوں نے بتایا نہیں۔ فرمایا: اپنے ساتھی کا جنازہ پڑھو۔

حضرت قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک آدمی نے کہا: اے اللہ کے رسول! کیا آپ سمجھتے ہیں اگر میں اللہ تعالیٰ کی راہ میں اس حال میں قتل ہو جاؤں کہ صبر کرتا اور محاسبہ کرتا ہوں، پیٹھ نہ پھیروں، کیا اللہ تعالیٰ میرے گناہ معاف فرما دے گا؟ فرمایا: ہاں! جب آدمی واپس جانے لگا، تو آپ نے آواز دی اور فرمایا: شہید کا ہر گناہ قرض کے علاوہ معاف فرما دے گا۔

باب ۱۴۷

خشوع وخضوع اور تکمیلِ نماز

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِیْنَ هُمْ فِیْ صَلٰوتِهِمْ خٰشِعُوْنَ (وہ ایمان والے کامیاب ہوئے جو اپنی نمازوں میں خشوع کرتے ہیں۔

یاد رہے کہ بعض علماء نے خشوع کو افعالِ قلب سے بتایا ہے جیسا کہ خوف اور ڈر اور بعض نے اسے ظاہری اعضا کے افعال میں بتایا ہے جیسا کہ سکون، التفات و فضولیات کو چھوڑ دینا۔

خشوع کے بارے میں علماء کا اختلاف ہے کہ کیا یہ نماز کے فرائض میں داخل ہے یا فضائل و مستحبات میں ہے جنہوں نے فرائض میں بتایا، انہوں نے اس حدیث پاک کو دلیل

قرار دیا:

لَیْسَ لِلْعَبْدِ مِنْ صَلَاتِہٖ اِلَّا مَا عَقَلَ۔ (بندے کا نماز سے وہی حصّہ ہے جو اس نے سمجھا)

اور فرمانِ الٰہی ہے:

اَقِمِ الصَّلٰوۃَ لِذِکْرِیْ (میری یاد کے لیے نماز قائم کرو)

اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَلَا تَکُنْ مِّنَ الْغٰفِلِیْنَ۔ (اور غافلوں میں مت ہونا)

امام بیہقی نے محمد بن سیرین رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کیا کہ جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز پڑھتے، تو آسمان کی طرف نظر فرماتے، تب یہ آیت نازل ہوئی۔ مسند عبدالرزاق میں یہ اضافہ ہے کہ پھر آپ کو خشوع کا حکم ہوا۔ آپ نے نگاہ سجدہ کی طرف کرلی۔

حاکم و بیہقی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سے نقل کیا کہ جناب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے آسمان کی طرف نظر اٹھائی، تو یہ آیت نازل ہوئی۔ پھر آپ نے سر جھکا لیا۔

حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَثَلُ صَلٰوتِ الْخَمْسِ کَمَثَلِ نَھْرٍ جَارٍ عَلٰی بَابِ اَحَدِکُمْ کَثِیْرًا الْمَاءِ یَغْتَسِلُ فِیْہِ کُلَّ یَوْمٍ خَمْسَ مَرَّاتٍ فَھَلْ یَبْقٰی عَلَیْہِ مِنَ الدَّرَنِ شَیْئٌ؟ (پانچ نمازوں کی مثال ایسے ہے جیسا کہ تم میں سے کسی کے دروازے پر نہر بہتی ہو جس میں وافر پانی ہو، اس میں ہر روز پانچ بار نہائے تو کیا اس کے بدن پر کچھ میل باقی رہ جائے گی)

یعنی نمازیں انسان کو گناہوں سے پاک کردیتی ہیں اور کبائر کے سوا کوئی گناہ باقی نہیں

رہتا۔ یہ مقام تب حاصل ہوتا ہے کہ قلبی خشوع و خضوع کے ساتھ نماز ادا کی جائے، دل حاضر ہو، ورنہ منہ پر مار دی جاتی ہے۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ صَلّٰی رَکْعَتَیْنِ لَمْ یُحَدِّثْ نَفْسَہٗ فِیْھِمَا بِشَیْءٍ مِّنَ الدُّنْیَا غَفَرَ اللّٰہُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِہٖ۔

(جس نے دو رکعت ادا کی کہ ان میں دنیا کی کوئی بات دل میں نہ لایا تو اس کے تمام سابقہ گناہ معاف کر دیے گئے)

حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نماز فرض ہوئی، حج اور طواف کا حکم دیا گیا، مناسکِ حج سکھائے گئے تاکہ اللہ کا ذکر ہو اور اگر تیرے دل میں مذکور (جس کا ذکر کیا جائے، یعنی اللہ تعالیٰ) کی عظمت و ہیبت کا دھیان نہیں جو کہ مقصود و مطلوب ہے، تو ذکر بے قیمت ہے۔

حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا:

مَنْ لَّمْ تَنْھَہٗ صَلَاتُہٗ عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْکَرِ لَمْ یَزْدَدْ مِنَ اللّٰہِ اِلَّا بُعْدًا۔

(جس کی نماز اسے بے حیائی اور بُرائی سے نہ روکے، اسے اللہ تعالیٰ کی دُوری کے سوا کچھ حاصل نہیں)

حضرت ابوبکر بن عبداللہ کا قول ہے: اگر تو چاہے کہ اپنے مولیٰ کریم کے پاس بغیر اذن اور بغیر ترجمان کے جائے تو جا سکتا ہے، پوچھا گیا، وہ کیسے؟ مکمل وضو کرو اور محراب (جائے نماز) میں داخل ہو جاؤ، گویا تو بغیر اذن اپنے مولیٰ کریم کے ہاں چلا گیا، پھر بغیر ترجمان کے باتیں شروع کر دو۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم سے باتیں کرتے اور ہم آپ سے باتیں کرتے اور جب نماز کا وقت

ہوتا، تو آپ ایسے ہو جاتے، گویا وہ ہمیں پہچانتے بھی نہ تھے اور ہم انہیں پہچانتے نہ تھے، اللہ تعالیٰ کی عظمت میں ایسی مشغولیت ہو جاتی۔

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلّم کا فرمان ہے کہ اللہ تعالیٰ اس نماز کی طرف نظر بھی نہیں کرتا جس میں بدن کے ساتھ ساتھ بندے کا دل بھی حاضر نہ ہو۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام جب نماز کے لیے کھڑے ہوتے، تو ان کے دل کی دھڑکن دو میل سے سنائی دیتی۔

حضرت سعید تنوخی رحمۃ اللہ علیہ نماز پڑھتے، تو ان کے آنسو مسلسل رخساروں سے چل چل کر ڈاڑھی پر گرتے۔

ایک شخص کو حضور سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز کی حالت میں ڈاڑھی سے کھیلتے دیکھا، تو فرمایا: اگر اس کے قلب میں خشوع ہوتا، تو اس کے اعضا بھی خشوع پذیر ہوتے۔

منقول ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہ، جب نماز شروع کرتے، تو کانپ جاتے اور ان کا چہرہ زرد پڑ جاتا۔ ان سے عرض کیا گیا: اے امیر المومنین! آپ کو کیا ہو جاتا ہے؟ فرماتے! اب اس امانت کو ادا کرنے کا وقت آ گیا ہے جو آسمانوں، زمین اور پہاڑوں پر پیش کی گئی، تو انہوں نے اٹھانے سے انکار کر دیا اور میں نے اسے اٹھا لیا۔

حضرت علی بن حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے بارے میں مروی ہے کہ جب وہ وضو کرتے، تو ان کا رنگ زرد پڑ جاتا۔ گھر والے اس کی وجہ دریافت کرتے کہ وضو کے وقت آپ کو کیا ہو جاتا ہے؟ فرماتے: کیا تم جانتے ہو کہ اب میں اس کے بعد کس کے سامنے کھڑا ہونے والا ہوں؟

منقول ہے کہ حضرت حاتم اصم رحمۃ اللہ علیہ سے ان کے بارے میں پوچھا گیا، تو فرمایا: جب نماز کا وقت ہوتا ہے، تو میں مکمل وضو کرتا ہوں، جس جگہ نماز پڑھنے کا ارادہ ہوتا ہے، وہاں آتا ہوں، تھوڑی دیر بیٹھ کر اعضا میں سکون حاصل کرتا ہوں، پھر

نماز میں کھڑا ہو جاتا ہوں اور میرا حال یہ ہوتا ہے کہ کعبہ میرے سامنے ہوتا ہے پُل صراط پاؤں کے نیچے، جنّت دائیں طرف، دوزخ بائیں طرف اور موت کا فرشتہ پیچھے کھڑا محسوس کرتا ہوں اور یہ سمجھتا ہوں کہ یہ میری آخری نماز ہے۔ پھر خوف و امید کے درمیان کھڑا ہو جاتا ہوں اور حق کے ساتھ اللہ اکبر کہتا ہوں، ترتیل کے ساتھ قرأت کرتا ہوں، بڑی عاجزی کے ساتھ رکوع کرتا ہوں، خشوع کی حالت میں سجدہ کرتا ہوں، بائیں چوتڑ پر بیٹھتا ہوں، بایاں قدم بچھا لیتا ہوں، دایاں قدم اٹھا کر انگوٹھا قبلہ رُخ کرتا ہوں، پھر اخلاص پیدا کرتا ہوں، پھر بھی میں نہیں جانتا کہ قبول ہوئی یا نہیں؟

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں: غور و فکر کے ساتھ دو رکعت پڑھنا، رات بھر کے قیام سے بہتر ہے کہ جس میں دل غافل رہے۔

جناب حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا: آخری زمانہ میں میری امت کے کچھ لوگ ہوں گے جو مسجدوں میں آئیں گے اور وہاں مجالس منعقد کریں گے۔ ان کا ذکر دُنیا اور دنیاوی محبت ہوگی، ان کے پاس مت بیٹھو، اللہ تعالیٰ کو ان کی کچھ حاجت نہیں (یعنی وہ بے وقعت لوگ ہیں)

حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سے مروی ہے کہ حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں تمہیں بتاؤں کہ سب لوگوں سے بُرا چور کونسا ہے؟ صحابہ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! وہ کون ہے؟ فرمایا: جو نماز کا چور ہو، صحابہ کرام نے عرض کیا: وہ نماز سے کیسے چوری کرے گا؟ فرمایا: وہ رکوع و سجود مکمل نہیں کرتا۔

جناب حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن سب سے پہلے نماز نہ پڑھنے والوں کا محاسبہ ہوگا۔ اگر اسے مکمل کیا ہوگا، اگر اسے مکمل کیا ہوگا تو باقی امور کا حساب آسان ہو جائے گا اور اگر اس میں کمی کی ہوگی، تو اللہ تعالیٰ فرشتوں کو فرمائے گا، دیکھو: میرے بندے کے کچھ نوافل بھی ہیں، ان سے اس کے فرائض پورے کر دو۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے: بندے کو سب سے بہتر یہی نعمت حاصل ہے کہ اسے دو رکعت نماز ادا کرنا نصیب ہو جائے۔

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ، جب نماز کے لیے کھڑے ہوتے، تو اُن کے پہلو کانپ اٹھتے اور دانت بجنے لگتے۔ اس کی وجہ پوچھی تو فرمایا، اب امانت ادا کرنے کا وقت آگیا ہے اور میں نہیں جانتا کہ کس طرح ادا کروں۔

حکایت

خلف بن ایوب رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں منقول ہے کہ وہ نماز میں کھڑے تھے کہ انہیں بھڑ نے کاٹ لیا، خون نکلا، مگر انہیں کچھ پتہ نہ چلا، آخر کار ابن سعید آئے اور انہیں بتایا، تو انہوں نے کپڑا دھویا۔ جب ان سے کہا گیا، کہ آپ کو بھڑ کاٹ رہی تھی اور خون بہہ رہا تھا، مگر آپ کو پتہ نہیں چل رہا تھا یہ کیا قصہ ہے؟ فرمایا: جو شخص ملک جبار کے سامنے کھڑا ہو، اس کے پیچھے موت کا فرشتہ ہو، بائیں طرف جہنم ہو اور پاؤں کے نیچے پُل صراط ہو، وہ کیا ایسی باتیں سمجھ سکتا ہے۔

حضرت بن ذر رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھ میں آکلہ (پھوڑا) ہو گیا، وہ بہت ہی عابد و زاہد تھے۔ طبیبوں نے کہا: آپ کا ہاتھ کاٹنا ضروری ہے۔ فرمایا: کاٹ دو۔ انہوں نے کہا: آپ کو رسیوں کے ساتھ باندھ کر ہی ہاتھ کاٹا جا سکتا ہے۔ فرمایا: نہیں، جب میں نماز شروع کروں گا، تو اسے کاٹ دینا۔ چنانچہ انہوں نے نماز شروع کی، تو ان کا ہاتھ کاٹ دیا گیا اور انہیں پتہ بھی نہ چلا۔

باب ۱۵

اَمر بالمعروف و نہی عن المنکر

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص مجھ پر ایک بار درود شریف پڑھے، اللہ تعالیٰ درود شریف پڑھنے والے کے سانس سے ایک سفید ابر پیدا فرماتا ہے، پھر اسے حکم دیتا ہے کہ اسے برسا دے، جب برساتا ہے، تو زمین پر گرنے والے ہر قطرے سے سونا پیدا فرماتا ہے اور پہاڑوں پر گرنے والے ہر قطرہ سے چاندی پیدا کرتا ہے اور کافر پر گر جانے والے ہر قطرہ کی برکت سے کافر کو ایمان نصیب ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:

كُنتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ۔ (تم بہترین امت ہو جو لوگوں (کی ہدایت) کے لیے پیدا کی گئی ہو)

حضرت کلبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس آیت میں دوسری اُمتوں کے مقابلے میں اس امت کی افضلیت بھی بیان کر دی گئی ہے اور یہ بھی واضح کر دیا گیا یہ امت مطلق طور پر تمام امتوں سے بہتر ہے اور یہ برتری امت کے پہلے حصہ اور آخری حصہ سب کو حاصل ہے، البتہ یہ امت آپس میں ایک دوسرے پر افضلیت رکھتی ہے، جیسا کہ صحابہ کرام علیہم الرضوان بعد والوں سے افضل ہیں اور اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ کا مفہوم یہ ہے کہ تمام لوگوں کے لیے نفع بخش اور کام آنے والی ہے، یہ اس کا امتیاز ہے۔

فرمانِ خداوندی ہے:

تَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ تنھون عن المنکر وتومنون بِاللّٰہِ۔ (تم نیکی کا حکم کرتے ہو اور برائی سے روکتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو)

یہ جملہ مستانفہ ہے جس میں بیان ہوا ہے کہ امت کے بہتر ہونے کا باعث یہ بھی ہے کہ یہ اوصافِ بالا سے متصف ہیں اور اگر انہوں نے "نیکی کا حکم کرنا اور برائی سے منع کرنا" چھوڑ دیا، تو ان کی افضلیت بھی ختم ہو جائے گی۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو صرف اس لیے بہتر بتایا کہ یہ لوگ نیکی کا حکم کرتے، برائی سے روکتے اور کافروں کا مقابلہ کرتے ہیں تاکہ کفار اسلام قبول کریں، چنانچہ اس امت کا نفع بخش ہونا، دوسروں سے زیادہ ہے، جیسا کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

خَیْرُ النَّاسِ مَنْ یَنْفَعُ النَّاسَ وَشَرُّ النَّاسِ مَنْ یَضُرُّ النَّاسَ (لوگوں میں بہترین وہ ہے جو لوگوں کو نفع دے اور بدترین وہ ہے جو لوگوں کو دُکھ دے۔)

اور فرمایا: تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰہِ (یعنی تم اللہ تعالیٰ کی وحدانیت پر ایمان رکھتے ہو اور اس پر ثابت قدم رہتے ہو اور تم اقرار کرتے ہو کہ حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے نبی ہیں، اس لیے کہ جس نے حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا انکار کیا، وہ اللہ تعالیٰ پر ایمان نہیں لایا، کیونکہ ایسا کرتے وقت وہ سمجھتا ہے کہ آپ نے معجزات اپنی طرف سے پیش کیے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:

مَنْ رَأٰی مِنْکُمْ مُنْکَرًا فَلْیُغَیِّرْہُ بِیَدِہٖ فَاِنْ لَّمْ یَسْتَطِعْ فَبِلِسَانِہٖ فَاِنْ لَّمْ یَسْتَطِعْ فَبِقَلْبِہٖ وَذٰلِکَ اَضْعَفُ الْاِیْمَانِ۔ (تم میں سے جو برائی دیکھے، تو وہ ہاتھ (قوت) سے بدل دے، اگر اس کی طاقت نہ ہو تو زبان سے، اگر اس کی بھی طاقت نہ ہو تو دل سے برا سمجھے اور یہ ایمان کا کمزور ترین درجہ ہے)

بعض علماء کا فرمان ہے کہ قوت کے ساتھ بُرائی ختم کرنا حکمرانوں کی ذمہ داری ہے اور زبان سے علماء کی اور دل سے عوام کی۔ اور بعض کا فرمان ہے کہ جو بھی اس پر قادر ہو، تو اس پر لازم ہے کہ اسے بدل دے جیسا کہ ارشادِ خداوندی ہے:

وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى (اور نیکی اور پرہیزگاری میں سب تعاون
وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ کرو اور بُرائی اور ظلم میں تعاون نہ کرو)

کسی کو کسی کام کی ترغیب دینا، بھلائی کی طرف راہ آسان کرنا، ممکن حد تک بُرائی اور ظلم کی راہ بند کرنا، یہ سب باتیں تعاون کی باتیں ہیں۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دوسری حدیث میں فرمایا: جس کسی نے بدعتی کو ڈانٹ پلائی، اللہ تعالیٰ اس کا دل امن اور ایمان سے بھر دے گا اور جس نے کسی بدعتی کی توہین کی، اللہ تعالیٰ اسے بڑی پریشانی (قیامت کی شدید پریشانی) سے محفوظ فرمائے گا اور جس نے نیکی کا حکم دیا اور بُرائی سے روکا اور زمین پر اللہ تعالیٰ کا خلیفہ ہے، اس کی کتاب کا خلیفہ ہے، اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کا خلیفہ ہے۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ لوگوں پر ایسا زمانہ آئے گا کہ ان کے نزدیک کے حکم کرنے والے اور بُرائی سے روکنے والے آدمی سے گدھے کا مردار زیادہ پسند ہو گا۔[1]

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا: اے رب تعالیٰ جو اپنے بھائی کو دعوت دے، اسے نیکی کا حکم کرے اور بُرائی سے روکے، اس کی جزا کیا ہے؟ فرمایا: میں اس کی ہر بات پر ایک سال کی عبادت لکھتا ہوں اور اسے جہنم کی آگ سے سزا دینے میں حیا آتی ہے۔

حدیث قدسی میں ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اے ابن آدم! اس سے نہ ہو جو توبہ

---

[1] یعنی بُرائی کی مذمت ضمناً بھی پسند نہیں کرتے جو از حد شقاوت کی علامت ہے۔

میں تاخیر کرتا ہے، لمبی امید لگاتا ہے اور بغیر عمل کے آخرت کی طرف جاتا ہے، عبادت گزاروں جیسی باتیں کرتا ہے اور منافقین جیسا عمل کرتا ہے، اگر اسے ملے تو قناعت نہیں کرتا، اگر نہ ملے، تو صبر نہیں کرتا، نیک لوگوں کا عاشق بنتا ہے، مگر ان میں سے نہیں اور منافقین سے نفرت کرتا ہے، حالانکہ خود ان میں سے ہے۔ نیکی کا حکم نہیں کرتا، بُرائی سے منع نہیں کرتا اور خود بھی نہیں کرتا، برائی سے منع کرتا ہے اور خود نہیں رُکتا۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، فرماتے ہیں کہ میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا، آخر زمانہ میں کچھ لوگ ہوں گے کم عمر اور کم عقل، باتیں بتائیں گے، سب سے بہترین، مگر خود ان کے حلق سے (نیک) بات نہیں اترے گی، وہ دین سے اس طرح نکل جائیں گے جس طرح تیر شکار سے نکل جاتا ہے۔

حضور سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: شبِ معراج جب مجھے آسمان کی طرف لے جایا گیا، تو میں نے کچھ آدمی دیکھے جن کے ہونٹ آگ قینچیوں سے کاٹے جا رہے تھے۔ میں نے پوچھا: اے جبریل! یہ کون ہیں؟ انہوں نے بتایا: یہ آپ کی امت کے خطیب ہیں جو نیکی کا حکم کرتے اور اپنے آپ کو فراموش کرتے تھے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے بارے میں فرمایا:

اَتَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَ	(کیا تم لوگوں کو نیکی کا حکم کرتے ہو اور اپنے
تَنْسَوْنَ اَنْفُسَكُمْ وَاَنْتُمْ	آپ کو بھلا دیتے ہو اور تم کتاب بھی پڑھتے
تَتْلُوْنَ الْكِتٰبَ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ	ہو، کیا تم عقل نہیں کرتے؟)

یعنی تم کتاب اللہ پڑھنے کے باوجود اس کے احکام پر عمل نہیں کرتے۔ ان کی حالت یہ تھی کہ وہ صدقہ کرنے کا حکم کرتے، مگر خود صدقہ نہیں کرتے تھے۔ ایمانداروں پر لازم ہے کہ نیکی کا حکم دیں، بُرائی سے روکیں، مگر اپنے آپ کو فراموش نہ کریں، یعنی خود بھی عمل کریں، اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَالْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنَاتُ بَعْضُهُمْ (ایماندار مرد اور ایماندار عورتیں ایک دوسرے
اَوْلِيَاءُ بَعْضٍ يَاْمُرُوْنَ کے اولیاء (اقربا) ہیں نیکی کا حکم کرتے اور
بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ۔ برائی سے روکتے ہیں)

اس آیت میں ایمانداروں کی یہ صفت بیان کی گئی کہ وہ نیکی کا حکم دیتے ہیں۔ اب جس نے نیکی کا حکم کرنا چھوڑ دیا، وہ اس آیت میں مذکور ایمانداروں سے خارج ہوگیا، اللہ تعالیٰ نے نیکی کا حکم چھوڑنے کی مذمت کا حکم دیا، فرمایا:

كَانُوْا لَا يَتَنَاهَوْنَ عَنْ (وہ برائی سے نہ روکتے جس کو وہ کرتے
مُنْكَرٍ فَعَلُوْهُ۔ تھے)

یعنی ایک دوسرے کو برائی سے منع نہ کرتے تھے:

لَبِئْسَ مَا كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ (برا ہے وہ جو کرتے ہیں)

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سے مروی ہے کہ تم نیکی کا حکم کرو، ورنہ تم پر کسی ظالم بادشاہ کو مسلّط کر دے گا جو تمہارے چھوٹے پر رحم نہیں کرے گا اور تمہارے نیک لوگ دعا کریں گے، مگر ان کی دعا قبول نہیں ہوگی، وہ مدد مانگیں، مگر ان کی مدد نہیں کی جائے گی، وہ معافی مانگیں گے، مگر ان کو معافی نہیں ملے گی۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے اس بستی پر عذاب بھیجا جس میں اٹھارہ ہزار ایسے نیک آدمی تھے جن کے اعمال انبیاء علیہم السلام کی طرح تھے۔ میں نے پوچھا: اے رسول اللہ! یہ کیوں؟ فرمایا: اس لیے کہ وہ اللہ کی خاطر غصہ نہ کرتے، نیکی کا حکم نہ کرتے اور برائی سے نہ روکتے تھے۔

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ، فرماتے ہیں: کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! (صلی اللہ علیہ وسلم) کیا

مشرکین سے جنگ کے بغیر بھی جہاد ہے؟ فرمایا: ہاں اے ابوبکر! اللہ تعالیٰ کے ایسے مجاہدین بھی زمین پر ہیں جو کہ ان شہدا سے افضل ہیں، جو زندہ ہیں، انہیں روزی ملتی ہے، یہ زمین پر چل رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کے ساتھ آسمان کے فرشتوں کے سامنے فخر فرماتا ہے، ان کے لیے جنت سجائی جاتی ہے، جیسا کہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے زینت کرتی ہیں۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ، نے عرض کیا: "اے اللہ کے رسول! وہ کون ہیں؟ آپ نے فرمایا، نیکی کا حکم کرنے والے، بُرائی سے روکنے والے، اللہ کی خاطر محبت کرنے والے اور اللہ کی خاطر دشمنی رکھنے والے۔ پھر فرمایا: اس ذات کی قسم! جس کے قبضے میں میری جان ہے کہ بندہ بلند ترین مکان میں ہوگا جو شہداء کے مکانات سے بلند ہوگا۔ ہر مکان کے تین سو دروازے ہوں گے، یاقوت اور سبز زمرد کے ہر دروازے پر روشنی ہوگی، ایسا آدمی تین لاکھ حوروں سے نکاح کرے گا جو انتہائی پاکباز اور خوبصورت ہوں گی، جب بھی وہ کسی ایک کی طرف دیکھے گا، تو وہ کہے گی۔ آپ نے فلاں دن اللہ کا ذکر کیا اور آپ نے اس طرح نیکی کا حکم دیا اور برائی سے منع کیا۔ الغرض جب بھی کسی حور کی طرف دیکھے گا، تو وہ نیکی کا حکم کرنے اور بُرائی سے روکنے کی وجہ سے اس ایک مقام اعلیٰ بتائے گی۔

روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے موسیٰ! کیا تو نے میری خاطر کوئی عمل کیا ہے؟ وہ کہیں گے یا اللہ! میں نے تیرے لیے نماز پڑھی، روزہ رکھا، تیری خاطر سجدہ کیا، تیری حمد کی اور تیری کتاب پڑھی اور تیرا ذکر کیا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا۔ اے موسیٰ! نماز تو تیرے لیے دلیل ہے، روزہ تیرے لیے جنت ہے، صدقہ تیرے لیے سایہ ہے، تسبیح تیرے لیے جنت میں درخت ہے، میری کتاب پڑھنا تیرے لیے حور و قصور ہیں، ذکر کرنا تیرے لیے نور ہے، اب میرے لیے کیا عمل کیا۔ حضرت

موسیٰ علیہ السلام عرض کریں گے۔ اے میرے پروردگار! مجھے کوئی عمل بتایئے جو آپ کے لیے کروں۔ فرمایا: اے موسیٰ! کیا تو نے میری خاطر کسی ولی کو دوست رکھا ہے اور کیا تو نے میری خاطر کسی سے دشمنی رکھی؟ اب حضرت موسیٰ علیہ السلام سمجھ گئے کہ اللہ تعالیٰ کی خاطر محبت رکھنا اور اللہ کے دشمنوں سے اس کی خاطر دشمنی رکھنا سب سے افضل عمل ہے۔

حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ تعالیٰ کے نزدیک کونسا شہید افضل ترین ہے؟ فرمایا: وہ آدمی جو کسی ظالم حاکم کے پاس جائے، اسے نیکی کا حکم کرے اور برائی سے روکے، اگرچہ اسے قتل کر دے، اگر قتل نہ بھی کرے، تو اس کے بعد اس پر (نیکی بدی لکھنے) کی نہیں چلے گی اور اگر وہ زندہ رہا، تو وہ (گناہ گار) زندہ نہ رہا۔

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں، کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری امت کا افضل ترین وہ آدمی ہے جو کسی ظالم حاکم کے پاس جائے، اسے نیکی کا حکم کرے اور برائی سے روکے۔ اس پر وہ اسے قتل کر دے، اس شہید کا درجہ جنت میں حضرت حمزہ اور حضرت جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے درمیان ہوگا۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت یوشع بن نون علیہ السلام کو وحی فرمائی: میں تمہاری قوم میں چالیس ہزار نیک اور ساٹھ ہزار برے آدمیوں کو ہلاک کرنے لگا ہوں۔ عرض کیا: اے رب تعالیٰ، یہ برے تو ٹھیک (قابلِ ہلاکت ہیں) مگر نیک لوگوں کو کیوں ہلاک کرتے ہیں؟ فرمایا: وہ میرے نزدیک غضب کی وجہ سے غضب ناک نہیں ہوتے، برے لوگوں کے ساتھ کھانا پینا رکھتے تھے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، فرمایا: کہ میں نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: کیا ہم اس وقت تک نیکی کا حکم نہ دیں، جب تک اس

سب پر خود عمل نہ کریں اور کہا، ہم برائی سے نہ روکیں، جب تک ہم خود سب سے نہ رُک جائیں۔ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، بلکہ نیکی کا حکم کرو، چاہے خود سب پر عمل نہ کرسکو اور بُرائی سے روکو، چاہے سب سے ابھی نہ رُک سکو۔

سلف صالحین میں سے کسی نے اپنے بیٹے کو نصیحت کی اور فرمایا، تم میں جب کوئی شخص نیکی کا کام کرنا چاہے، تو اپنے آپ کو صبر کا عادی بنائے، اللہ تعالیٰ سے صبر کا یقین رکھے" جس نے اللہ تعالیٰ پر ثواب کا یقین رکھا، وہ لوگوں سے دُکھ نہیں پائے گا۔

باب ۱۶

شیطان کی عداوت کا بیان

ایماندار پر لازم ہے کہ وہ علماء اور صلحاء سے محبت رکھے، ان کی مجالس میں بیٹھتا رہے اور ضروری اسلامی معلومات حاصل کرتا رہے، ان کی نصیحت پر عمل پیرا ہو، بُرے اعمال سے دور رہے اور شیطان کو دشمن سمجھے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

اِنَّ الشَّیۡطٰنَ لَکُمۡ عَدُوٌّ فَاتَّخِذُوۡہُ عَدُوًّا۔ (شیطان تمہارا دشمن ہے، اس لیے اسے دشمن قرار دو)

چنانچہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کر کے شیطان سے دشمنی ظاہر کرو اور نافرمانی کر کے شیطان کی اطاعت نہ کرو، ہر حال اور ہر کام اور عقائد میں بھی پختہ قلبی کے ساتھ شیطان سے بچ کر رہو۔ جب تم کوئی کام کرو، تو اس کا خاص دھیان رکھو، اس لیے کہ گاہے وہ ریاکاری کے انداز میں حملہ آور ہوتا ہے۔ بُرائی کو خوبصورت بنا کر پیش کرتا ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ سے مدد مانگو۔

حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ جناب رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک خط کھینچا اور فرمایا: خدا کی راہ ہے، پھر دائیں بائیں کئی خطوط کھینچے، پھر فرمایا: یہ تمام راستے ایسے ہیں کہ ہر ایک پر شیطان بیٹھا دعوت دے رہا ہے۔ پھر یہ آیت تلاوت فرمائی:

وَاَنَّ هٰذَا صِرَاطِیْ مُسْتَقِيْمًا فَاتَّبِعُوْهُ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِيْلِهٖ ۔

(اور یہ کہ میرا سیدھا راستہ یہی ہے تو تم اسی پر چلنا اور راستوں پر نہ چلنا کہ (ان پر چل کر خدا کے راستے سے الگ ہو جاؤ گے)

چنانچہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے شیطان کے کئی راستوں سے متنبہ فرمایا:

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ بنی اسرائیل میں ایک راہب تھا" شیطان نے ایک لڑکی کا گلا دبا دیا اور گھر والوں کے دل میں یہ بات ڈال دی کہ اس کا علاج راہب کے پاس ہے۔ وہ لڑکی کو لے کر اس کے پاس آئے، اس نے لڑکی کو اپنے ہاں رکھنے سے انکار کر دیا۔ ———— گھر والوں نے اصرار کیا، آخر اس نے تسلیم کر لیا۔ اب وہ اس کے پاس تھی اور وہ اس کا علاج کر رہا تھا۔ شیطان اس کے پاس آیا اور اس سے مباشرت کرنے کی بات سُجا کر اس کے سامنے رکھی اور وہ اس بُرے کام میں لگا رہا، آخر راہب نے مباشرت کر دی اور وہ حاملہ ہو گئی۔ پھر اس کے دل میں وسوسہ ڈالا کہ اب تو ذلیل ہو گا۔ اس لڑکی کے گھر والے آئیں گے اس لیے اسے قتل کر دو۔ اگر وہ پوچھیں، تو کہہ دینا کہ وہ خود مر گئی ہے۔ اس نے اسے قتل کر کے دفن کر دیا، ادھر شیطان نے لڑکی کے گھر والوں کے دل میں یہ بات ڈالی کہ راہب نے لڑکی کو حاملہ کیا اور اسے قتل کر کے دفن کر دیا، وہ لوگ آئے اور لڑکی کے بارے میں پوچھا: اس نے کہا: وہ تو مر گئی۔ ان لوگوں نے اسے پکڑ لیا تاکہ اسے قتل کر دیں۔ اس وقت شیطان راہب کے پاس آیا اور کہا: میں نے اس لڑکی کا گلا دبایا تھا اور میں ہی اس کے گھر والوں کے پاس گیا تھا، اب تو میری بات مان لے میں تجھے ان

ان سے چھڑادوں گا۔ اس نے کہا: وہ کیسے؟ شیطان نے کہا: مجھے دوبار سجدہ کر، اس نے یہ بھی کرڈالا۔ اس کے بعد شیطان نے کہا: میں تجھ سے بیزار ہوں۔ اللہ کریم نے قرآن مجید میں فرمایا:

كَمَثَلِ الشَّيْطٰنِ اِذْ قَالَ لِلْاِنْسَانِ اكْفُرْ فَلَمَّا كَفَرَ قَالَ اِنِّىْ بَرِىْٓءٌ مِّنْكَ۔

(منافقوں کی)، مثال شیطان کی سی ہے کہ انسان سے کہتا رہا کہ کافر ہو جا، جب وہ کافر ہو گیا، تو کہنے لگا کہ مجھے تجھ سے کچھ سروکار نہیں۔

منقول ہے کہ ابلیس نے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا: اس کے بارے میں آپ کیا حکم کرتے ہیں کہ جس نے جیسا چاہا، مجھے پیدا کیا اور جس کام میں چاہا لگادیا اور اس کے بعد اگر چاہے تو جنت میں داخل کرے، اور اگر چاہے تو دوزخ میں ڈال دے، کیا اس نے عدل کیا یا ظلم کیا؟ امام صاحب نے اس کی بات پر غور کیا اور فرمایا: اے آدمی! اگر اس نے تجھے اس طرح پیدا کیا جیسا کہ تو چاہتا ہے، تو اس نے ظلم کیا اور اگر اس طرح اس نے تجھے پیدا کیا جیسا وہ چاہتا ہے تو یاد رکھ اس سے پرسش نہیں ہوگی جو وہ کرتا ہے۔ شیطان یہ سن کر پگھلنے لگا، آخر ختم ہو گیا، پھر شیطان نے کہا: اے امام شافعی! میں نے یہ سوال کر کے ستّر ہزار عابدین کا نام دیوانِ عبودیت سے خارج کرادیا۔

یاد رہے کہ قلب ایک قلعہ ہے اور شیطان دشمن ہے، چاہتا ہے کہ قلعہ میں داخل ہو کر اس پر قبضہ کرلے۔ دشمن سے قلعہ کی حفاظت تب ہی ہو سکتی ہے کہ اس کے دروازوں کی حفاظت کی جائے اور تمام گزرگاہوں کو بچایا جائے۔ جو شخص حفاظت کرنا نہ جانتا ہو، وہ حفاظت بھی نہیں کر سکتا۔ چنانچہ وساوسِ شیطانی سے دل کی حفاظت کرنا واجب ہے، بلکہ یہ کام ہر مکلّف پر فرضِ عین ہے اور جس کے بغیر واجب پر عمل نہ ہو سکے، وہ بھی واجب ہوتا ہے، چنانچہ شیطانی گزرگاہوں سے واقف نہ ہو تب تک

شیطان کو دور نہیں کر سکتا، اس لیے ان گزرگاہوں کا علم حاصل کرنا واجب ہے، اور ان دروازوں سے آگاہ ہونا بھی واجب ہے۔ یہی بندے کی صفات ہیں اور یہ کئی ایک ہیں، مثلاً:

۱۔ غضب و شہوت، غضب تو عقل پر جناتی اثر کی طرح ہے۔ جب عقل کمزور ہو تو شیطانی لشکر حملہ آور ہوتا ہے اور جب انسان غصہ کرتا ہے، تو شیطان اس کے ذریعہ سے اپنا کھیل کھیلتا ہے، جیسا کہ بچے گیند سے کھیلتے ہیں۔

منقول ہے کہ اولیاء اللہ میں سے ایک نے ابلیس کو کہا: ذرا مجھے دکھاؤ کہ تم ابن آدم پر کس طرح غالب آتے ہو؟ اس نے کہا: میں اسے غصہ اور شہوت کے وقت پکڑتا ہوں۔

۲۔ حسد و حرص، ان دونوں کی وجہ سے انسان ہر چیز کا حریص بن جاتا ہے۔ یہ چیزیں اسے لالچی اور اندھا بنا دیتی ہیں، اب شیطان کو موقع ملتا ہے۔ حرص کے وقت وہ شہوت تک پہنچ جاتا ہے، چاہے کس قدر برا اور بے حیائی کا کام ہو۔

منقول ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام جب کشتی میں سوار ہوئے اور ہر جاندار کا ایک جوڑا سوار کر لیا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں حکم فرمایا تھا۔ انہوں نے کشتی میں سوار ایک بوڑھے کو بھی دیکھا، مگر اسے پہچان نہ سکے۔ حضرت نوح علیہ السلام نے پوچھا: تجھے کس نے اندر آنے دیا؟ اس نے کہا: میں اس لیے اندر آیا ہوں تاکہ تیرے صحابہ کے دلوں تک رسائی حاصل کروں اور پھر ان کے دل میرے ساتھ اور ان کے جسم آپ کے ساتھ ہوں۔ حضرت نوح علیہ السلام نے فرمایا: نکل یہاں سے اے اللہ کے دشمن تو ملعون ہے۔ ابلیس نے کہا: پانچ باتیں ہیں جن کے ذریعے میں لوگوں کو ہلاک کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام کو وحی فرمائی کہ آپ کو تین کی ضرورت نہیں، اسے چاہیے کہ کہ وہ دو باتیں بتائے۔ حضرت نوح علیہ السلام نے پوچھا کہ وہ دو باتیں کیا ہیں۔؟ شیطان نے کہا کہ وہ دو ایسی ہیں کہ مجھے جھٹلاتے نہیں، ان کے باعث پھر مجھے پیچھے

نہ رکھنا، وہ حرص و حسد ہیں جن سے لوگ تباہ ہوئے۔ حسد کے باعث میں ملعون ہوا اور مردود قرار پا گیا اور حرص نے آدم علیہ السلام کو جنّت میں پھل کھانے پر اکسایا، اب میرا شکار حرص کے ذریعہ ہوتا ہے۔

۳۔ سیر ہو کر کھانا اگرچہ حلال اور پاک ہو، اس لیے کہ سیر ہو کر کھانے سے شہوات کو قوت حاصل ہوتی ہے اور یہ شیطان کے ہتھیار ہیں۔

منقول ہے کہ حضرت یحییٰ علیہ السلام کے سامنے ابلیس ظاہر ہوا۔ انہوں نے دیکھا کہ شیطان کے بدن پر ہر چیز کے بھرے ہوئے چمچے ہیں۔ انہوں نے پوچھا: اے ابلیس! یہ چمچے کیسے ہیں؟ اس نے کہا: یہ شہوات ہیں، جن کے ذریعے میں ابن آدم کو شکار کرتا ہوں۔ فرمایا: کیا میرے لیے بھی اس میں سے کچھ (ذریعۂ شکار) ہے، کہنے لگا: گاہے گاہے آپ سیر ہو کر کھاتے ہیں، تو آپ کو نماز اور ذکر اللہ میں گرانی پیدا ہو جاتی ہے۔ آپ نے پوچھا: کچھ اور بھی ہے۔ شیطان نے کہا: نہیں! فرمایا: مجھ پر اللہ تعالیٰ کی خاطر لازم ہوا کہ پیٹ کبھی نہیں بھروں گا۔ ابلیس نے کہا: مجھ پر بھی اللہ تعالیٰ کی خاطر لازم ہوا کہ میں کسی مسلمان کو نصیحت نہیں کروں گا۔

۴۔ مکان، لباس اور سامانِ خانہ کے ساتھ زینت کرنا، جب انسان کے دل میں اس کا غلبہ دیکھتا ہے، تو اس کو بڑھاتا ہے، وہ ہمیشہ مکان بنانے، اس کی چھتیں، دیواریں سجانے اور عمارات کو وسیع کرنے میں لگائے رکھتا ہے۔ شیطان انسان کو ہر وقت لباس اور جانور اکٹھے کرنے میں لگائے رکھتا ہے، اس کے دل میں یہ بات ڈال دیتا ہے کہ تیری عمر بہت لمبی ہو گی۔ جب وہ ان کاموں میں گھر گیا، تو اب دوبارہ اس کے پاس اُسے آنے کی ضرورت نہیں رہتی۔ اب بعض کی حالت یہ ہوتی ہے کہ وہ اسی حالت میں مر جاتے ہیں کہ وہ شیطان کی راہ پر گامزن ہوتے ہیں، خواہشات کے مطیع ہوتے ہیں، اس سے انجام خراب ہونے کا بھی ڈر ہوتا ہے۔

۵۔ لوگوں میں طمع رکھنا، حضرت صفوان بن سلیم سے مروی ہے کہ حضرت عبداللہ بن حنظلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سامنے ابلیس ظاہر ہوا اور کہنے لگا: اے ابن حنظلہ مجھ سے ایک بات یاد رکھو جو میں تمہیں سکھاتا ہوں۔ انہوں نے فرمایا: مجھے اس کی ضرورت نہیں۔ اس نے کہا: دیکھو تو سہی، اگر اچھا ہوا تو لے لینا اور اگر بُرا ہوگا، تو رد کر دینا۔ اے ابنِ حنظلہ! اللہ تعالیٰ کے بغیر رغبت کے ساتھ کسی سے نہ مانگو، جب تم غضب ناک ہو تو اپنے آپ پر دھیان رکھو، اس لیے کہ جب غضب ناک ہوتے ہو، اس وقت میں تم پر قابو پاتا ہوں۔

۶۔ جلد بازی کرنا اور ثابت قدمی چھوڑ دینا۔ حضور سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جلد بازی شیطان کی جانب سے ہوتی ہے اور (غور و فکر کے لیے مہلت ملنا اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہے۔ جلد بازی میں شیطان بُرائی کو انسان پر اس طرح چلا دیتا ہے کہ وہ سمجھ نہیں پاتا۔

منقول ہے کہ جب عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کی ولادت ہوئی، تو ابلیس کے چیلے شیاطین اس کے پاس گئے اور کہنے لگے "آج بُت گر پڑے ہیں۔ ابلیس کہنے لگا: یہ کوئی بڑا حادثہ ہے، اچھا تم یہیں ٹھہرو اور وہ اڑا، حتیٰ کہ ویران علاقوں تک پھرا، مگر کچھ نہ پایا، پھر اسے معلوم ہوا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے ہیں اور فرشتے چاروں طرف سے گھیرا ڈالے ہوئے ہیں۔ وہ چیلوں کے پاس واپس آگیا اور کہا: آج رات ایک نبی کی ولادت ہوئی ہے۔ جب بھی کوئی عورت بچہ جنتی ہے، میں وہاں موجود ہوتا ہوں، مگر اس موقع پر غیر حاضر ہوں۔ اس رات وہ بُت پرستی سے مایوس ہو گئے۔ اب تم بنی آدم کے پاس جلد بازی اور تساہل کا ہتھیار لے کر جاؤ۔

۷۔ درہم دینار اور تمام اقسام اموال، مثلاً سامان، چوپائے اور زمین، اس لیے کہ جس قدر ضرورت اور خوراک سے بڑھ کر اکٹھا کرے گا، وہ شیطان کی جائے رہائش ہے۔

حضرت ثابت بنانی کا قول ہے کہ جب حضرت محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت ہوئی، تو ابلیس لعین نے اپنے شیاطین چیلوں کو کہا: کوئی اہم واقعہ پیش آگیا ہے، جاؤ دیکھو کیا ہے؛ وہ گئے اور پھر پھرا کر تھک کر واپس آگئے اور کہنے لگے: ہم نہیں سمجھ سکے، ابلیس نے کہا: میں تمہارے پاس خبر لاتا ہوں؛ چنانچہ وہ گیا۔ پھر واپس آیا اور کہا: اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت فرمائی۔ اس کے بعد ابلیس نے اپنے شیطان چیلے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام کی طرف بھیجے، وہ جاتے، مگر نامراد واپس آتے اور کہتے: اس قسم کی قوم کی ہم رفاقت نہیں کر سکتے، پھر نماز میں وساوس ڈالنے کی کوشش کرتے، مگر ناکام رہتے۔ آخر ابلیس نے کہا: تم انتظار کرو، شاید اللہ تعالیٰ ان پر دنیا فراخ کر دے، پھر ہمارا کام بن سکے گا۔

منقول ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ایک پتھر کا تکیہ رکھا، ابلیس وہاں سے گزرا، تو کہنے لگا: اے عیسیٰ! آپ تو دنیا میں راغب ہو گئے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے سر کے نیچے سے پتھر ہٹایا اور ابلیس کی طرف دے مارا اور فرمایا: "لے جاؤ! یہ دنیا بھی تو ہی لے لے۔"

۸۔ بخل اور فقر و احتیاج کا ڈر: یہ دو باتیں ہی انسان کو اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنے اور صدقہ کرنے سے مانع ہوتی ہیں اور انسان کو ذخیرہ اندوزی، خزانے بھرنے اور بالآخر عذاب الیم کی طرف لے جاتی ہیں۔ بخل کی آفت یہ بھی ہوتی ہے کہ انسان ہر وقت بازار کا گشت لگاتا رہتا ہے تاکہ زیادہ مال اکٹھا کر لے، حالانکہ بازار تو شیطان کے گھونسلے ہیں۔

۹۔ تعصب مذہبی، خواہشات، دشمن کے خلاف کینہ رکھنا اور انہیں حقارت کی نظر سے دیکھنا، ان باتوں سے عبادت گزار اور نافرمان سب ہی ہلاک ہوتے ہیں۔

حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول ہے: ہمیں یہ روایت پہنچی کہ ابلیس نے کہا:

میں نے امتِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو گناہوں میں پھنسا دیا، مگر استغفار سے انہوں نے میری کمر توڑ دی۔ پھر میں نے ان کو ایسے گناہوں میں پھنسایا کہ وہ استغفار نہیں کریں گے، یعنی خواہشات میں، اور ملعون شیطان نے سچ کہا، بیچارے بندے تو جانتے نہیں کہ خواہشات واہواء ایسی باتیں ہیں جو بالآخر گناہوں میں دھکیل دیں گی۔

۱۰۔ مسلمانوں کے ساتھ بدظنی، چنانچہ اس سے بچنا بھی ضروری ہے، اسی طرح مخفی امور کے بارے میں تہمت نہیں لگانی چاہیئے، اس لیے کہ جب ایک انسان عیب جوئی کی خاطر لوگوں پر تہمت لگاتا ہے، تو جان لو کہ اندر سے یہ خبیث آدمی ہے اور اس کی خباثت (بصورتِ تہمت) باہر آ رہی ہے، چنانچہ انسان پر لازم ہے کہ دل سے ان باتوں کی جڑ کاٹ دے اور اللہ تعالیٰ کا ذکر کر کے دل کا علاج کرے۔

ابن اسحاق کا قول ہے: جب قریشِ کفار نے دیکھا کہ صحابہ کرام ہجرت کرتے جا رہے ہیں، تو سمجھ گئے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام دوسرے (یعنی مدینہ منورہ) کے ہو چکے ہیں، اس لیے ان کے نکل جانے کا دھیان رکھو اور سمجھ گئے کہ ان سے بصورتِ اجتماع جنگ کا خطرہ ہے۔ اب کفار دارالندوہ میں جمع ہو گئے۔ یہ قصی بن کلاب کا گھر تھا، اس میں بیٹھ کر مشورہ کیا کرتے تھے، اسی لیے اسے دارالندوہ کا نام دے رکھا تھا۔ قریش نے جب بھی کوئی فیصلہ کرنا ہوتا تو وہاں جا کر فیصلہ کرتے اور چالیس برس ہو چکے تھے کہ قریش کے بغیر کسی دوسرے شخص کو اس حلقہ میں نہیں آنے دیا تھا۔ اب انہوں نے ابوجہل کو بھی داخل کر رکھا تھا۔ یہ لوگ ہفتہ کے دن جمع ہوتے۔ اس لیے کہتے ہیں کہ "یہ دن مکر و فریب کا دن ہے"۔ ان کے ساتھ ابلیس بھی داخل ہوا۔ ابلیس نجد کے ایک بوڑھے کی صورت میں تھا۔ دروازے پر آن کھڑا ہوا۔ بڑا پُر ہیبت اور پُر وقار لباس لیے ہوتے تھا۔ موٹا کمبل اور ریشم کی ٹوپی پہنے ہوئے تھا۔ لوگوں نے پوچھا: کون بوڑھا آدمی ہے۔ کہنے لگا: نجد سے ہوں، جو مشورہ

کر رہے ہو، میں نے سنا، تو حاضر ہوا تاکہ سنوں کہ کیا فیصلہ ہوتا ہے، شاید میں تمہیں کوئی بہتر رائے دے سکوں۔ لوگوں نے کہا: اندر آجاؤ۔ وہ اندر چلا گیا۔ اب انہوں نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے معاملے میں مشورہ کرنا شروع کیا۔ وہاں ایک سو آدمی جمع تھا۔ ایک قول کے مطابق پندرہ آدمی تھے۔ ابو البختری جو کہ بدر کے دن قتل ہوا، کہنے لگا: اسے لوہے میں جکڑ لو، دروازے بند کر دو، پھر انتظار کرو کہ اس جیسے شعراء کا جو حشر ہوا، وہ اس کا بھی ہو جاتے۔ بوڑھے نے کہا: یہ کوئی اچھی رائے نہیں۔ واللہ! اگر تم نے اسے لوہے کی زنجیروں میں جکڑ دیا تو جس دروازے کو تم بند کرو گے، یہ کسی دوسرے دروازے سے نکل کر اپنے صحابہ کے پاس پہنچ جائے گا، پھر خطرہ ہے کہ تم پر حملہ کر دے اور تمہاری چیزیں چھین لے، پھر ان کی تعداد اس قدر بڑھ جائے کہ تمہیں شکست دے دے، اس لیے یہ کوئی اچھا مشورہ نہیں، کوئی اور رائے سوچو۔ اسود بن ربیعہ بن عمرو عامری نے کہا: ہم اسے اپنے ہاں سے باہر نکال دیتے ہیں۔ اپنے علاقے سے جلاوطن کر دیتے ہیں۔ اب جہاں چاہے چلا جائے۔ ملعون بوڑھے نے کہا: بخدا یہ رائے بھی اچھی نہیں، تم دیکھتے ہو کہ کس قدر شیریں کلام شیریں زبان ہے، لوگوں کے دل جیت لیتا ہے۔ اگر تم نے یہ کام کیا تو خطرہ ہے کہ کسی عرب قبیلے کو ساتھ ملا کر اور انہیں اپنا تابع فرمان کر کے تمہاری طرف بڑھے اور تمہاری سلطنت چھین لے۔ پھر تمہارے بارے میں جو چاہے گا کرے گا، اس لیے یہ بھی درست نہیں، کوئی اور ترکیب بتاؤ۔ ابو جہل نے کہا: بخدا میں ایک رائے دیتا ہوں، میں نہیں سمجھتا کہ تم وہ کرو گے، میری رائے یہ ہے کہ ہر قبیلے سے ایک مضبوط، صاحب حسب ونسب نوجوان حاصل کرو، ہر جوان کو ایک تیز تلوار دو، اس کے بعد سب ہی ایک ہی وار میں ختم کر دیں اور قتل کر کے اس سے نجات حاصل کر لیں اور اس کا خون بہا تمام قبائل پر تقسیم ہو جائے گا، اور بنو عبد مناف تمام عرب قوم سے جنگ مول نہیں لے سکیں گے، چنانچہ ہم اسے دیت دیں گے بوڑھے (شیطان) نے کہا: میں اس کے سوا کوئی بہتر رائے نہیں پاتا، چنانچہ لوگوں نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو شہید کرنے کا فیصلہ کر لیا اور یہ عہد کر کے اٹھ گئے۔

حضرت جبریل علیہ السلام حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: آج رات آپ اپنے بستر پر نہ رہیئے جس پر آپ آرام فرماتے ہیں۔ اب رات ہوتی تو وہ لوگ آپ کے دروازے کے سامنے جمع ہو کر تاک میں لگ گئے تاکہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سو جائیں اور ان پر حملہ کر دیا جائے۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، کو اپنی جگہ سونے کا حکم دیا۔ آپ بستر پر سو گئے اور آپ کی وہ سبز چادر اوڑھ لی جو آپ جمعہ اور عیدین کے موقع پر استعمال فرماتے تھے۔ چنانچہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، وہ پہلے آدمی ہیں جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی راہ میں اپنی جان کی بازی لگا دی اور حضورِ اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حفاظت میں اپنے آپکو سامنے کر دیا۔ اس کے بارے میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، کے اشعار ہیں ؎

وَقَیْتُ بِنَفْسِیْ خَیْرَ مَنْ وَطِیَٔ الثَّرٰی
وَمَنْ طَافَ بِالْبَیْتِ الْعَتِیْقِ وَبِالْحَجَرِ

(میں نے اپنی جان سے اس کی حفاظت کی جو زمین پر چلنے والوں سے بہتر ہے اور جس نے بیت اللہ کا طواف کیا اور حجرِ اسود کو بوسہ دیا)

رَسُوْلُ اِلٰہٍ خَافَ اَنْ یَّمْکُرُوْا بِہٖ
فَنَجَّاہُ ذُوالطَّوْلُ الْاِلٰہُ مِنَ الْمَکْرِ

(اللہ کا رسول جس کو خطرہ ہو کہ لوگ اس کے خلاف تدبیر کریں گے، اللہ کریم نے اسے مخالفین کی تدبیر سے نجات دی)

وَبَاتَ رَسُوْلُ اللّٰہِ فِی الْغَارِ آمِنًا
مُوَقًّی وَفِیْ حِفْظِ الْاِلٰہِ وَفِیْ سِتْرٖ

(رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے غار میں امن کے ساتھ محفوظ رات گزاری، خدا کی حفاظت اور پردے میں)

وَبِتُّ أُرَاعِيهِمْ وَمَا يَتَّهِمُونَنِي
وَقَدْ وَطَّنْتُ نَفْسِي عَلَى الْقَتْلِ وَالْأَسْرِ

(اور میں نے شب گزاری، ان پر دھیان کیے اور جو میرے لیے وہ کرتے ہیں اور میں نے اپنے آپ کو وہ قتل یا گرفتار ہونے پر تیار کرلیا تھا)

اس کے بعد جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دروازے سے نکلے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی آنکھوں پر پردہ ڈال دیا اور ان میں سے کوئی آپ کو نہ دیکھ سکا۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں مٹی تھی۔ آپ نے یہ مٹی ان کے سروں پر پھینک دی اور آپ یہ آیات پڑھ رہے تھے یٰسٓ سے لے کر فَاَغْشَيْنٰهُمْ فَهُمْ لَا يُبْصِرُوْنَ تک۔ پھر جہاں چاہا تشریف لے گئے۔ بعد میں ایک آنے والا ان کے پاس آیا جو ان کے ساتھ نہ تھا، اس نے کہا: تم یہاں کس کا انتظار کر رہے ہو۔ انہوں نے کہا: محمد! (صلی اللہ علیہ وسلم) کا اس نے کہا: اللہ تعالیٰ نے تمہیں نامراد کر دیا، بخدا وہ نکل گئے اور تم میں سے ہر ایک کے سر پر مٹی ڈال گئے، وہ تو اپنے کام میں چلے گئے، اب تم یہاں کیا کر رہے ہو؟ یہ سُن کر ہر آدمی نے اپنے سر پر ہاتھ مارا تو اس پر مٹی تھی۔ انہوں نے مکان میں جھانک کر دیکھا تو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، بستر پر لیٹے ہوئے تھے اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی چادر مبارک اوڑھ رکھی تھی کہنے لگے: واللہ یہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سو رہے ہیں۔ ان پر ان کی چادر رہے۔ پھر اسی طرح انتظار میں بیٹھ گئے۔ جب صبح ہوئی تو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، بستر سے اُٹھے۔ پھر لوگ کہنے لگے واقعی اس نے ہمیں رات ٹھیک ہی بتایا تھا، اس کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی:

وَاِذْ يَمْكُرُ بِكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِيُثْبِتُوْكَ اَوْ يَقْتُلُوْكَ (الانفال، ۳۰)

(اور جب کافر آپ کے بارے میں تدبیر کر رہے تھے کہ آپ کو قید کریں یا قتل کریں)

۵ لَا تَجْزِعَنَّ فَبَعْدَ الْعُسْرِ تَيْسِيْرٌ
وَكُلُّ شَيْءٍ لَهٗ وَقْتٌ وَتَقْدِيْرٌ

(پریشان ہرگز نہ ہو، تنگی کے بعد فراخی ہے اور ہر چیز کا وقت اور اندازہ مقرر ہے)

وَلِلْمُقَدِّرِ فِيْ اَحْوَالِنَا نَظَرٌ
وَفَوْقَ تَدْبِيْرِنَا لِلّٰهِ تَدْبِيْرٌ

(اور ہمارے احوال میں مقدر کی نگاہ ہے اور ہماری تدبیر سے بالا اللہ کی تدبیر ہے)

اب اللہ تعالیٰ نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہجرت کا حکم دیا :

وَقُلْ رَّبِّ اَدْخِلْنِيْ مُدْخَلَ	(اور کہہ دیں کہ اے پروردگار مجھے (مدینے میں)
صِدْقٍ وَّاَخْرِجْنِيْ مُخْرَجَ	اچھی طرح داخل کر اور نکال (مکے سے) سچا
صِدْقٍ وَّاجْعَلْ لِّيْ مِنْ لَّدُنْكَ	نکالنا اور اپنے ہاں زور و قوت کو میرا
سُلْطَانًا نَّصِيْرًا ۔ (بنی اسرائیل)	مددگار بنا)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما اس فرمانِ الٰہی کے بارے میں فرماتے ہیں : حضرت جبرائیل علیہ السلام کو حکم ہوا کہ وہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دوست بنالیں ۔ حضرت حاکم رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبرائیل علیہ السلام سے پوچھا کہ میرے ساتھ کون ہجرت کرے گا ۔ عرض کیا : حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ۔ چنانچہ حضور سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے نکلنے کی حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اطلاع دی اور حکم دیا کہ تم میرے بعد یہاں رہو اور جن لوگوں کی امانتیں میرے پاس ہیں، ان کو ادا کر کے آؤ ۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں : ہم اس دن حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مکان میں دوپہر کے وقت بیٹھے تھے اور اس دن خوب گرمی تھی ۔

طبرانی میں حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم

صلی اللہ علیہ وسلم مکہ مکرمہ میں ہمارے گھر دن میں دو بار صبح و شام تشریف لاتے۔ جس دن آپ نے ہجرت فرمائی۔ اس دن آپ دوپہر کے وقت تشریف لاتے۔ میں نے کہا: ابا جان! یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سر ڈھکے اس وقت تشریف لا رہے ہیں۔ اس وقت آپ کبھی تشریف نہیں لاتے تھے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: ان پر میرے ماں باپ قربان! واللہ اس وقت آپ کسی خاص بات کی وجہ سے تشریف لائے ہیں۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور اندر آنے کی اجازت لی۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ چارپائی سے فوراً اُٹھ گئے اور سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم اس چارپائی پر بیٹھ گئے اور فرمایا: تمہارے پاس جو ہے، اسے یہاں سے نکال دو۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا: یہ آپ کے اہل یعنی حضرت عائشہ اور اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہما ہیں۔ روایت میں ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا: کوئی دوسرا نہیں دیکھ رہا۔ یہ دونوں میری بیٹیاں ہیں۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے مکہ مکرمہ سے جانے کا حکم ہو گیا ہے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں، یہ میری دو اونٹیاں سواری کے لیے ہیں۔ ان میں سے جو آپ کو پسند ہو، وہ لے لیں۔ حضورِ اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: نہیں، قیمت کے ساتھ لوں گا۔ ایک روایت میں ہے اگر تم چاہو، تو قیمت دے کر لوں گا۔ آپ نے قیمت کے ساتھ اس لیے لی تاکہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اللہ تعالیٰ کی طرف ہجرت جان و مال کے ساتھ ہو جائے اور ہجرت کی مکمل فضیلت حاصل ہو۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ ہم نے تیزی کے ساتھ تیاری کی اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ، کے لیے کھانا تیار کیا، اور ایک چمڑے کے تھیلے میں رکھ دیا۔

واقدی نے یہ اضافہ کیا کہ کھانے میں پکا ہوا بکری کا گوشت تھا۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں : پھر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، غار ثور میں تشریف لے گئے اور وہاں تین رات چھپے رہے۔ یہ مکہ مکرمہ کے قریب ایک پہاڑی کا نام ہے۔ اس پر ثور بن عبد مناف کسی زمانہ میں اترا تھا، اس لیے اس کا نام یہی مشہور ہو گیا۔

منقول ہے کہ حضور سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ گھر کی پشت پر ایک چھوٹے دروازے سے رات کے وقت غار کی جانب نکلے۔ منقول ہے کہ ابوجہل دونوں کے پاس سے گزرا، مگر اللہ تعالیٰ نے اسے اندھا کر دیا اور یہ چلے گئے۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ، کی صاحبزادی حضرت اسماء رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میرے والد محترم پانچ ہزار درہم لے کر نکلے۔ جب قریش انہیں نہ پا سکے، تو مکہ مکرمہ کے اردگرد انہیں تلاش کیا۔ کھوج لگانے والوں کو بھیجا، وہ لوگ چلتے چلتے پہاڑ تک پہنچ گئے، مگر اس کے بعد نشانات معدوم تھے اور حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم غارِ ثور میں تھے۔ قریش کو اس ناکامی نے پریشان کر دیا اور انہوں نے آپ کو تلاش کرنے والے کے لیے ایک سو اونٹ انعام مقرر کر دیا۔

قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ کوہِ شبیر نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو آواز دی کہ مجھ سے اتر جائیں۔ مجھے خطرہ ہے کہ آپ کو میری پشت پر قتل کر دیا تو مجھے عذاب ہو گا۔ غار حرا نے آواز دی، اے اللہ کے رسول! میری طرف تشریف لایئے۔

منقول ہے کہ جب آپ اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ، غار میں داخل ہوتے، تو اللہ تعالیٰ نے غار کے دھانے پر ام غیلان نام کا ایک درخت پیدا فرما دیا جس کی وجہ سے کفار کی نظروں سے غار اوجھل ہو گئی۔ اللہ تعالیٰ نے مکڑی کو حکم دیا اس نے غار کے دھانے پر جالا بن دیا اور دو جنگلی کبوتریاں بھیجیں، ان کبوتریوں نے

دہانے پر گھونسلا بنا دیا۔ مشرکین کو روکنے کا یہی ذریعہ تھا۔ حرم کے کبوتر ان کبوتریوں کی نسل سے ہیں۔ یہ خوب صلہ ہے کہ نسل بھی چلادی اور حرم کی اقامت عطا فرمائی۔ چنانچہ کوئی شخص حرم کے کبوتروں کو نہیں ستاتا۔ پھر قریش کے جوان آئے جن کے پاس ڈنڈے لاٹھیاں اور تلواریں تھیں، انہوں نے غار کے دہانے کو دیکھا کہ غار کے دہانے پر دو جنگلی کبوتریاں ہیں۔ وہ اپنے ساتھیوں کے پاس واپس آئے۔ لوگوں نے پوچھا: کیا دیکھا؟ وہ کہنے لگے ہم نے دہانے پر دو کبوتریاں دیکھیں اور سمجھ گئے کہ اندر کوئی نہیں ہے۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی باتیں سنیں۔ آپ سمجھ گئے کہ اللہ تعالیٰ نے ہی انہیں دور کیا ہے۔ ان میں سے ایک کہنے لگا کہ غار کے اندر جاکر دیکھو۔ امیہ بن خلف نے کہا: غار میں جانے کی کیا ضرورت ہے۔ اس میں تو وہ مکڑی (اور اس کے جالے) ہیں جو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی پیدائش سے بھی پہلے کے ہیں۔ اگر وہ اندر جاتے، تو جالے ٹوٹ جاتے اور انڈے پھوٹ جاتے، لشکروں کے ساتھ دشمن کا مقابلہ کرنے کی نسبت یہ طریقہ سب سے زیادہ معجزہ ہے۔ دیکھیئے، درخت نے کس طرح مطلوب پر سایہ کردیا اور تلاش کرنے والوں کو نامراد کر دیا۔ مکڑی آئی اور راہِ تلاش ہی مسدود کردی۔ ایسا باریک پردہ تن دیا کہ کھوج لگانے والے بھی اندھے ہوگئے۔ اسی وجہ سے اس کو شرف حاصل ہوا، ابن نقیب کا قول ہے ؎

وَدُوْدُ الْقَزِّ اِنْ نَسَجَتْ حَرِيْرًا،
يَجْمُلُ بِسُمِّهٖ فِيْ كُلِّ شَيْئٍ

(ریشم کا کیڑا اگر ریشم بُنتا ہے، جس کے پہننے میں ہر چیز میں حُسن پیدا ہوتا ہے)

فَاِنَّ الْعَنْكَبُوْتَ اَجْمَلُ مِنْهَا
بِمَا نَسَجَتْ عَلٰى رَاْسِ النَّبِيِّ

(مگر مکڑی اس سے خوبصورت تر ہے کہ اس نے حضور نبی اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) کے سر پر تن دیا)

شیخین نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سے روایت کیا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ، نے فرمایا: میں نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا اور ہم غار میں تھے کہ اگر ان میں سے کسی نے اپنے پاؤں کی طرف دیکھا تو ہمیں دیکھ لیں گے۔ جناب سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَا ظَنُّكَ بِاثْنَيْنِ اَللّٰهُ ثَالِثُهُمَا۔ (تیرا ان دو کے بارے میں کیا گمان ہے جن کا تیسرا اللہ ہے)

بعض سیرت نگاروں نے لکھا ہے کہ جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ، نے یہ کہا، تو حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر یہ لوگ ہم تک پہنچے، تو ہم ادھر سے نکل جائیں گے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ، نے غار میں دوسری طرف کھلی راہ دیکھی اور سامنے قریب ہی سمندر تھا اور کنارے پر کشتی تھی۔

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ جس رات حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضور سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ غار میں گئے تھے، وہ کبھی آپ کے پیچھے اور کبھی آگے چلتے۔ آپ نے اس کی وجہ پوچھی؛ تو عرض کیا: جب مجھے خیال ہوتا ہے کہ کوئی تاک میں بیٹھا ہو تو آپ کے سامنے چلتا ہوں۔ آپ نے فرمایا: شاید تم چاہتے ہو کہ اگر کوئی ضرر ہو تو میری بجائے تمہیں ہی ہو۔ عرض کیا: ہاں! اس کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا۔ جب غار کے کنارے پہنچے، تو عرض کیا: اے اللہ کے رسول! آپ یہیں ٹھہریئے، میں پہلے غار کو صاف کرتا ہوں، چنانچہ ہاتھ سے اندر کا حصہ ٹٹولنے لگے جہاں کہیں کوئی سوراخ دیکھا، وہاں اپنے کپڑے پھاڑ کر سوراخ بھر دیا۔ تمام کپڑے پھاڑ کر ختم کر دیے، مگر ایک سوراخ باقی رہا۔ اس پر اپنی ایڑی لگائی تاکہ کوئی موذی چیز نکل کر حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو تکلیف نہ پہنچائے۔ اس کے بعد جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غار کے اندر تشریف لے گئے اور اپنا سر مبارک حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ،

کی گود میں رکھا اور سو گئے۔ بل سے کسی جانور نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایڑی پر کاٹ دیا، مگر انہوں نے حرکت نہیں کی، تاکہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بیدار نہ ہو جائیں، البتہ درد کی شدت سے ان کی آنکھوں سے آنسو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرۂ اقدس پر گرے۔ آپ نے پوچھا: ابوبکر کیا بات ہے؟ عرض کیا میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں، کسی چیز نے مجھے کاٹ لیا ہے۔ حضور نبی کریم نے اپنا لعاب مبارک وہاں لگا دیا اور تکلیف جاتی رہی۔ حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کیا ہی خوب فرمایا ہے ؎

وَثَانِیَ اثْنَیْنِ فِی الْغَارِ الْمُنِیْفِ وَقَدْ
طَافَ الْعَدُوُّ بِهٖ اِذَا صَاعَدَ الْجَبَلَا

(بلند غار میں دو میں دوسرے اور جب وہ پہاڑ پر چڑھے، تو دشمن تلاش میں ہے)

وَکَانَ حُبُّ رَسُوْلِ اللّٰهِ قَدْ عَلِمُوْا
مِنَ الْخَلَائِقِ لَمْ یَعْدِلْ بِهٖ بَدَلَا

(اور رسول اللہ کی محبت، وہ جان چکے تھے کہ ساری مخلوق بھی اس کے برابر نہیں)

مکہ مکرمہ سے حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جمعرات کے روز نکلے اور غار سے پیر کے دن باہر آئے۔ آپ تین رات غار میں رہے۔ یہ ربیع الاول کا آغاز تھا۔ ۱۲ ربیع الاول جمعہ کے دن مدینہ منورہ میں تشریف لائے۔

حکایت

ایک زاہد شخص جس کا نام زکریا تھا شدید بیمار ہو گیا، اس کی موت کا وقت آ گیا۔ اس کا ایک دوست نزع کی حالت میں اس کے پاس آیا اور اس کو لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ پڑھنے کی تلقین کی۔ زاہد نے منہ پھیر لیا اور یہ نہیں کہا۔ اس نے دوبارہ تلقین کی اور اس نے پھر منہ پھیر لیا۔ جب تیسری بار کہا: اس نے جواب دیا نہیں! اس کے دوست کو شدید رنج ہوا۔ تھوڑی

دیر بعد زاہد کو آفاقہ ہوا، تو اس نے آنکھیں کھولیں اور پوچھا: کیا تم نے مجھے کچھ کہا تھا؟ اس نے کہا: ہاں! ہم نے تجھ پر کلمہ تین بار پیش کیا، مگر تو نے دو بار تو منہ پھیر لیا اور تیسری بار کہا، میں نہیں کہوں گا۔ زاہد نے جواب دیا کہ اصل بات یہ ہے کہ میرے پاس ابلیس علیہ اللعنۃ آیا۔ اس کے پاس پانی کا ایک پیالہ تھا، وہ میرے پاس کھڑا ہو کر پیالہ ہلانے لگا اور کہا: پانی چاہیئے؟ میں نے کہا: ہاں! اس نے کہا: پھر کہو کہ حضرت عیسیٰ اللہ تعالیٰ کا بیٹا ہے۔ میں نے منہ پھیر لیا۔ پھر وہ پاؤں کی طرف سے دوبارہ آیا تو میں نے دوبارہ منہ پھیر لیا۔ جب اس نے تیسری بار یہی کہا، تو میں نے کہا: میں بالکل نہیں کہوں گا۔ اس نے پیالہ زمین پہ مارا اور بھاگ گیا۔ میں نے ابلیس کا قول رد کیا تھا، تمہارا قول رد نہیں کیا۔ اب میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے بغیر کوئی معبود نہیں اور یہ گواہی دیتا ہوں کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بندے اور رسول ہیں۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز سے منقول ہے کہ کسی نے اپنے رب سے دعا کی کہ مجھے بنی آدم کے دل میں شیطانی وساوس کا طریق کار دکھا دے۔ اس نے خواب میں دیکھا کہ ایک آدمی ہے جو شیشے کی طرح ہے، اندر باہر سب نظر آتا ہے اور شیطان کو دیکھا کہ وہ مینڈک کی صورت میں اس کے کاندھے اور کان کے درمیان بیٹھا ہے اس نے اپنی طویل باریک سونڈ کو کاندھے سے اس کے دل تک داخل کیا اور وسوسے ڈالنے لگا۔ جب وہ اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتا، تو وہ پیچھے ہٹ جاتا۔

اے اللہ تعالیٰ! ہم پر شیطان مردود کو اور کسی حاسد انسان کو مسلط نہ کرنا اور اپنے نبی کریم خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطہ سے ہم کو اپنے ذکر و شکر کی توفیق عطا فرما!

باب ۱۷

امانت اور توبہ

محمد بن سکندر رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ میں نے اپنے والد کو فرماتے سنا، حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ طواف کر رہے تھے کہ ایک آدمی کو دیکھا وہ جو قدم اٹھاتا یا رکھتا تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف پڑھتا۔ وہ بتاتے ہیں کہ میں نے پوچھا: اے فلاں! تو نے تسبیح و تہلیل چھوڑ دی اور صرف حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف پڑھتے ہو۔ کیا اس سلسلے میں کوئی (خاص) بات ہے؟ اس نے کہا: اللہ تعالیٰ آپ کو سلامت رکھے، آپ کون ہیں؟ میں نے کہا: میں سفیان ثوری ہوں۔ اس نے کہا: اگر آپ اپنے زمانے کے ایک بہت بڑے عبادت گزار نہ ہوتے، تو میں آپ کو اپنے راز سے آگاہ نہ کرتا۔ پھر بتایا کہ ایک بار میں اور میرے والد محترم بیت اللہ شریف کے لیے نکلے۔ ہم راستے میں تھے کہ میرے والد بیمار ہو گئے۔ میں ان کی تیمارداری میں لگ گیا، آخر کار ان کی وفات ہو گئی اور ان کا چہرہ سیاہ پڑ گیا۔ میں نے کہا: اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ اور ان کا چہرہ ڈھانک دیا۔ پھر مجھ پر نیند کا غلبہ ہو گیا اور اسی غم میں سو گیا۔ میں نے خواب میں ایک سب سے زیادہ خوبصورت سب سے زیادہ پاک و صاف لباس والا اور سب سے زیادہ خوشبو کا حامل انسان دیکھا، وہ قدم اٹھائے، میرے والد کے پاس آیا اور ان کا دامن پکڑ لیا اور کہا: اے اللہ کے بندے! آپ کون ہیں؟ جن کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے حالتِ سفر میں میرے والد پر احسان فرمایا، انہوں نے جواب دیا کیا تو نے مجھے نہیں پہچانا، میں محمد بن عبداللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)، صاحب قرآن ہوں۔ تیرا والد اپنی جان پر ظلم کرنے والا تھا، مگر وہ مجھ پر کثرت سے درود شریف

پڑھتا تھا۔ جب اس پر وہ آفت آئی تو اس نے میری مدد چاہی اور جو مجھ پر کثرت سے درود شریف پڑھتا ہے، میں اس کی مدد کرتا ہوں۔ پھر میں بیدار ہو گیا اور دیکھا تو میرے والد کا چہرہ سفید تھا۔

عمرو بن دینار نے ابو جعفر سے انہوں نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا۔ آپ نے فرمایا:

مَنْ نَسِيَ الصَّلٰوةَ عَلَيَّ فَقَدْ أَخْطَأَ طَرِيْقَ الْجَنَّةِ۔ (جس نے مجھ پر درود شریف پڑھنا بھلا دیا، اس نے جنت کی راہ کھو دی)

یاد رکھیئے کہ امانت دراصل امن سے ماخوذ ہے، کیونکہ اس وصف کے ساتھ ہی وہ حق سے دور رہنے سے مامون رہتا ہے اور اس کی ضد خیانت ہے جو خون سے ہے، یعنی نقص جس نے جس چیز میں خیانت کی اس نے اس میں نقص (کمی) پیدا کر دی۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: مکر، دھوکہ اور خیانت دوزخ میں جائیں گے۔ حضور انور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: جو لوگوں سے معاملہ کرے اور ان پر ظلم نہ کرے اور لوگوں سے بات کرے اور جھوٹ نہ بولے، تو وہ ان لوگوں میں سے ہے جو کمال مروّت کے مالک ہیں جن کی عدالت واضح ہے اور جن کی اخوت لازم ہے۔

ایک اعرابی نے ایک قوم کی تعریف کرتے ہوئے کہا: وہ امانت کی حفاظت کے شیدائی ہیں اور کسی عہد سے غداری نہیں کرتے، کسی مسلمان کی بے حرمتی نہیں کرتے اور نہ ہی ان کے ذمے کسی کا حق باقی ہے، بس وہ بہترین قوم ہیں۔

میں کہتا ہوں اعرابی نے جس قوم کی تعریف کی، وہ تو ختم ہو چکی ہے اور اس زمانہ میں ہم انسانی لباس میں بھیڑیئے ہی دیکھ رہے ہیں۔

اشعار ؎

لِمَنْ يَثِقُ الْإِنْسَانُ فِيمَا يَنُوبُهُ
وَمِنْ أَيْنَ لِلْحُرِّ الْكَرِيمِ صِحَابُ

(انسان اپنی آفات میں کس پر بھروسہ کرے؟ اور شریف با اخلاق آدمی کو دوست کہاں سے ملیں)

وَقَدْ صَارَ هٰذَا النَّاسُ إِلَّا أَقَلَّهُمْ
ذِئَابًا عَلٰى أَجْسَادِهِنَّ ثِيَابُ

(تھوڑی تعداد کے سوا سب لوگ بھیڑیئے بن چکے ہیں جن کے اجسام پر انسانی لباس ہے)

ایک اور شاعر کا قول ہے ؎

ذَهَبَ الَّذِينَ يُقَالُ عِنْدَ فِرَاقِهِمْ
لَيْتَ الْبِلَادُ وَمَا بِهَا يَتَصَدَّعُ

(وہ گئے کہ جن کے فراق پر کہا جاتا تھا کہ کاش کہ وطن ہل جائے اور جو ان میں ہے)

حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: امانت جلد ہی اٹھالی جائے گی اور لوگ اس طرح بیعت کر رہے ہوں گے کہ ان میں سے کوئی بھی امانت ادا کرنے والا نہیں ہوگا، بلکہ کہا جائے گا بنی فلاں میں ایک امین ہے۔

یاد رہے کہ آیات و احادیث سے ثابت ہے کہ توبہ کرنا واجب ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

وَتُوبُوا إِلَى اللّٰهِ جَمِيعًا أَيُّهَا الْمُؤْمِنُونَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ (النور ۳۱)

(اور اے ایماندارو، تم سب اللہ تعالیٰ کی طرف توبہ کرو تاکہ تم کامیاب ہو جاؤ)

یہ عام حکم ہے، اور ایک جگہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا تُوبُوا إِلَى اللّٰهِ تَوْبَةً نَّصُوحًا - (التحريم، ۸)

(اے ایمان والو! تم اللہ تعالیٰ کی طرف توبۃ النصوح (خالص توبہ) کرو)

نصوح کا مفہوم یہ ہے کہ خالص اللہ تعالیٰ کے لیے توبہ کرے، ہر شرک اور ریا سے خالی ہو۔ یہ نصح سے ماخوذ ہے اور اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان توبہ کی فضیلت واضح کرتا ہے، فرمایا:

اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ التَّوَّابِيْنَ وَيُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِيْنَ (البقرہ، ۲۲۲) (بیشک اللہ توبہ کرنے والوں سے محبت رکھتا ہے اور خوب پاک ہونے والوں کو دوست رکھتا ہے)

حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے:

اَلتَّائِبُ حَبِيْبُ اللّٰهِ۔ (توبہ کرنے والا اللہ کا دوست ہے)

وَالتَّائِبُ مِنَ الذَّنْبِ كَمَنْ لَّا ذَنْبَ لَهٗ۔ (اور توبہ کرنے والا ایسا ہے جیسا کہ اُس نے گناہ کیا ہی نہیں)

سرکارِ دو عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا:

ایک ایماندار آدمی کی توبہ سے اللہ تعالیٰ کو اس شخص سے بھی زیادہ خوشی ہوتی ہے کہ جو ایک ویران علاقے میں ہو جہاں ہلاکت ہی ہلاکت ہو، اس کے ساتھ اس کی سواری ہو جس پر اس کا کھانا پینا رکھا ہو، وہ پھر سر رکھ کر سو جائے، جب بیدار ہو، تو اس کی سواری کہیں دُور جا چکی ہو، وہ اسے تلاش کرے (مگر نہ ملے) جب گرمی اور دھوپ تیز ہو جائے یا (وہ حالت طاری ہو جائے) جو اللہ تعالیٰ چاہے (یعنی ظاہری اسبابِ زندگی منقطع ہو کر رہ جائیں) تو وہ آدمی کہے اچھا میں جہاں تھا وہیں آتا ہوں اور سو جاتا ہوں تا آنکہ مر جاؤں! پھر وہ اپنے بازو پر سر رکھ کر (موت کی نیت سے) سو جاتا ہے، پھر آنکھ کھولتا ہے، تو اس کی سواری اس کے پاس ہے جس پر اس کا کھانا پینا رکھا ہے جس قدر اس کو (سواری پاکر) خوشی ہوئی ہے۔ اللہ تعالیٰ کو مومن بندے کی توبہ سے اس سے بھی زیادہ خوشی ہوتی ہے۔

حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کی توبہ قبول کی، تو فرشتوں نے انہیں مبارک باد دی۔ حضرت جبرائیل اور

حضرت میکائیل علیہما السلام بھی تشریف لائے۔ انہوں نے کہا: اللہ تعالیٰ نے آپ کی توبہ قبول فرمائی، آپ کی آنکھیں ٹھنڈی ہوئیں۔ حضرت آدم علیہ السلام نے فرمایا: اے جبرائیل! اگر اس توبہ کے بعد سوال پیدا ہو، تو میرا مقام کہاں ہے؟ اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو وحی فرمائی: اے آدم! میں نے تیری اولاد میں مشقت ڈال دی اور انہیں توبہ کا ورثہ عطا فرمایا۔ ان میں سے جو بھی مجھ سے دُعا کرے گا، میں قبول کروں گا جیسا کہ تیری دُعا قبول کی اور جس نے مجھ سے بخشش مانگی، میں اس پر بخل نہیں کروں گا۔ (یعنی بخشش دُوں گا) اس لیے کہ میں قریب، مجیب (قریب ہوں دُعا قبول کرنے والا) ہوں۔ اے آدم! میں توبہ کرنے والوں کو قبروں سے اس طرح (میدان) حشر میں لاؤں گا کہ وہ خوش اور ہنستے ہوئے ہوں گے، ان کی دعا قبول ہوگی۔

حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: رات کے گناہگار کے لیے دن تک اور دن کے گناہگار کے لیے رات تک توبہ کی خاطر ہاتھ پھیلاتا ہے اور یہ سلسلہ مغرب سے طلوعِ آفتاب تک رہتا ہے۔

ہاتھ پھیلانے سے مراد طلب توبہ ہے۔ طالب، تو قبول کر ہی لے گا۔ جب طلب ہوتی ہے، تو توبہ قبول ہو جاتی ہے اور ایسا ہوا کہ طلب ہی نہیں، تو قبولیت کہاں؟

حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے: بعض اوقات انسان ایک گناہ کرتا ہے اور اس کی وجہ سے جنّت میں چلا جاتا ہے۔ آپ سے پوچھا گیا: یارسول اللہ! (صلی اللہ علیہ وسلم) وہ کیسے؟ آپ نے فرمایا: اس کا گناہ ہر وقت اس کی نظروں میں رہتا ہے۔ اس سے دُور بھاگتا ہے اور وہ توبہ میں لگا رہتا ہے، آخر کار جنّت میں داخل ہو جاتا ہے۔

حضورِ انور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

كَفَّارَةُ الذَّنْبِ النَّدَامَةُ۔ (گناہ کا کفارہ ندامت سے ہوتا ہے)

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: گناہ سے توبہ کرنے والا ایسا ہے جیسا کہ اس نے گناہ کیا ہی نہیں۔

منقول ہے کہ ایک حبشی نے عرض کیا: یا رسول اللہ! (صلی اللہ علیہ وسلم) کیا اللہ تعالیٰ مجھے دیکھتا ہے، جب میں عمل کرتا ہوں؟ آپ نے فرمایا: ہاں! حبشی نے ایک چیخ ماری اور اس کے ساتھ ہی اس کی روح پرواز کر گئی۔

روایت ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے ابلیس کو ملعون ٹھہرایا، تو اس نے مہلت مانگی اللہ تعالیٰ نے اسے قیامت تک مہلت دے دی۔ اس نے کہا: تیری عزت کی قسم! جب تک ابنِ آدم میں جان ہے، میں اس کے دل سے (اطاعت) نکال دوں گا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: مجھے میری عزت و جلال کی قسم، جب تک ان میں جان رہے گی، میں ان سے توبہ کا دروازہ بند نہیں کروں گا۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نیکی، برائیوں کو اس طرح مٹا دیتی ہے، جس طرح پانی میل کو صاف کر دیتا ہے۔

حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سے مروی ہے:

اِنَّهٗ كَانَ لِلْاَوَّابِيْنَ غَفُوْرًا۔ (بے شک وہ رجوع کرنے والوں کو بخش دینے والا ہے)

(بنی اسرائیل، ۲۵)

یہ آیت اس آدمی کے بارے میں نازل ہوئی جو گناہ کرتا ہے، پھر توبہ کرتا ہے، پھر گناہ کرتا ہے، پھر توبہ کرتا ہے۔

حضرت فضیل رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: گناہگاروں کو خوشخبری دے دو کہ اگر وہ توبہ کریں گے، تو ان کی توبہ قبول ہو گی اور صدیقین کو تنبیہ کر دو، کہ اگر میں نے ان کے بارے میں عدل کیا، تو انہیں عذاب دوں گا۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا: جس نے گناہ کیا، پھر اسے

یاد کر کے غم اور دکھ محسوس کیا اور اس کا دل ڈر گیا، تو اس کے نامہ اعمال سے اسے مٹا دیا جائے گا۔

کہتے ہیں کہ ایک بزرگ سے خطا ہوئی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اگر تو نے دوبارہ خطا کی، تو تجھے ضرور عذاب دوں گا۔ انہوں نے عرض کیا: اے پروردگار! تو تو ہی ہے اور مَیں مَیں ہی ہوں۔ تیری عزّت کی قسم! اگر تو نے مجھے نہ بچایا، تو دوبارہ کروں گا، اللہ تعالیٰ نے انہیں بچالیا۔

مروی ہے کہ ایک آدمی نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے پوچھا کہ ایک آدمی نے گناہ کیا۔ کیا اس کی توبہ کی کوئی صورت ہے؟ حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے منہ پھیر لیا۔ پھر دوبارہ ادھر توجہ کی، ان کی آنکھیں ڈبڈبا رہی تھیں۔ فرمایا: جنت کے دروازے ہیں، سب کھلتے اور بند ہوتے ہیں، سوائے توبہ کے، اس لیے کہ توبہ کے دروازے پر ایک فرشتہ مقرر ہے جو بند نہیں ہوتا، اس لیے نیک عمل کرو اور مایوس نہ ہو۔

بنی اسرائیل میں ایک جوان تھا جس نے بیس سال تک اللہ تعالیٰ کی عبادت کی، پھر بیس سال تک نافرمانی کی۔ پھر آئینہ دیکھا، تو ڈاڑھی میں سفید بال تھے۔ اُسے یہ بُرا محسوس ہوا۔ کہنے لگا: اے میرے خدا! میں نے بیس سال تک تیری عبادت کی اور بیس سال تک تیری نافرمانی کی۔ اگر میں تیری طرف آؤں، تو کیا میری توبہ قبول ہوگی؟ اس نے کسی کہنے والے کی آواز سنی اور اسے دیکھا نہیں۔ تم نے ہم سے محبت کی ہم نے تم سے محبت کی۔ پھر تو نے ہمیں چھوڑ دیا اور ہم نے بھی تجھے چھوڑ دیا۔ تو نے ہماری نافرمانی کی اور ہم نے تجھے مہلت دی اور اگر تو توبہ کر کے ہماری طرف آئے گا، تو ہم تیری توبہ قبول کریں گے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلّم نے فرمایا: جب بندہ توبہ کرتا ہے، تو اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول کرتا ہے اور محافظ فرشتوں نے جو اس کے بُرے عمل لکھے ہوتے ہیں، وہ انہیں بھلا دیتا ہے۔ اس کے اعضا نے جو گناہ کیے ہوئے ہیں، وہ انہیں بھلا دیتا ہے۔ زمین کے جس مقام پر اور آسمان کے نیچے جس جگہ گناہ کرتا ہے، وہ بھی اسے بھلا دیتا ہے تاکہ وہ قیامت کو اس طرح آئے کہ مخلوق میں سے کوئی اس کے خلاف گواہ نہیں ہوگا۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم سے روایت کرتے ہوئے فرمایا: مخلوق پیدا ہونے سے چار ہزار سال قبل عرش کے گرد لکھا ہوا ہے میں اس کو بخشنے والا ہوں جو توبہ کرے اور ایمان لائے اور نیک عمل کرے اور پھر ہدایت پر چلے۔

یاد رہے کہ ہر چھوٹے اور بڑے گناہ سے توبہ کرنا فرضِ عین ہے، اس لیے کہ چھوٹے گناہ مسلسل کرنے سے انسان بڑے گناہ کا بھی ارتکاب کر ڈالتا ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَالَّذِيْنَ اِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً اَوْ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ (آل عمران ۱۳۵)
(اور وہ لوگ کہ جب کوئی کھلا گناہ یا اپنے حق میں کوئی برائی کر بیٹھتے ہیں)

توبۃ النصوح سے مراد یہ ہے کہ انسان ظاہر و باطن سے توبہ کرے اس کی مثال ایسے ہے جیسا کہ کوڑے کے ڈھیر پر ریشم کا کپڑا ڈال دو۔ لوگ سے اسے دیکھ کر تعجب کریں کہ کس قدر خوب ہے، مگر جب اس پر سے پردہ ہٹایا جائے تو لوگ منہ پھیر لیں۔ اسی طرح مخلوق کی نظر عبادتِ ظاہرہ پر پڑتی ہے اور قیامت کے دن جب لوگوں کا باطن سامنے کر دیا جائے گا، تو فرشتے ان سے منہ پھیر لیں گے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ قیامت کے دن کئی توبہ کرنے والے ایسے ہوں گے جن کو گمان ہو گا کہ وہ توبہ کرنے والے ہیں، حالانکہ

وہ توبہ کرنے والے نہیں ہیں۔ یعنی توبہ کا طریقہ اختیار نہیں کیا، ندامت نہیں ہوئی۔ گناہوں سے رُک جانے کا عزم نہیں کیا، جن پر ظلم کیا ہے ان سے معاف نہیں کرایا اور نہ ان کو حق دیا، بشرطیکہ یہ ممکن تھا؛ البتہ جس نے کوشش کی اور ناکامی کی صورت میں اہلِ حقوق کے لیے استغفار کیا، تو امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اہل حقوق کو راضی کر کے اسے چھڑا لے گا اور یہ بھی یاد رکھیے کہ سب سے بڑی آفت گناہ کر کے (توبہ) بھول جانا ہے۔ عقل مند آدمی کو چاہیئے کہ وہ اپنے آپ کا محاسبہ کرے اور گناہ کو کبھی نہ بھولے، جیسا کہ شاعر نے کہا ہے ؎

یَا اَیُّھَا الْمُذْنِبُ الْمُحْصِیْ جَرَائِمَہٗ
لَا تَنْسَ ذَنْبَکَ وَاذْکُرْ مِنْہُ مَاسَلَفَا

(اے گناہ گار جرائم یاد رکھنے والے گناہ کو نہ بھولنا اور ماضی کو یاد رکھنا)

وَتُبْ اِلَی اللّٰہِ قَبْلَ الْمَوْتِ وَانْزَجِرا
یَاعَاصِیًا وَاعْتَرِفْ اِنْ کُنْتَ مُعْتَرِفًا

(اور اللہ کی طرف موت سے پہلے پہلے توبہ کر اور متنبہ ہو جا، اے خطا کار! اگر اعتراف کرتے ہو تو اعترافِ خطا کرو)

فقیہ ابو اللیث سند کے ساتھ فرماتے ہیں، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک مرتبہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں روتے ہوئے حاضر ہوئے اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے عمر! کیوں روتے ہو؟ عرض کیا: یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) دروازے پر ایک نوجوان ہے، اس نے میرا دل جلا دیا ہے، وہ رو رہا ہے۔ جناب رسول اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے عمر! اس کو اندر آنے دو۔ راوی بتاتے ہیں کہ وہ اندر آیا اور رو رہا تھا۔ حضورِ اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: اے نوجوان کیوں روتے ہو؟ اس نے عرض کیا: یا رسول اللہ!

(صلی اللہ علیہ وسلم) مجھے کثیر گناہوں نے رُلایا ہے اور مجھے جبار تعالیٰ سے ڈر ہے کہ وہ مجھ پر غضب ناک ہے۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تم نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کیا؟ اس نے کہا: نہیں! فرمایا: کسی کو ناحق قتل کر دیا؟ کہا: نہیں! فرمایا: پھر اللہ تعالیٰ تیرا گناہ معاف کر دے گا چاہے ساتوں آسمانوں، زمینوں اور پہاڑوں کے برابر ہوں۔ اس نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) میرا گناہ اس سے بھی بڑھ کر ہے۔ فرمایا: کیا تیرا گناہ کرسی سے بھی بڑا ہے؟ کہا: اے اللہ کے رسول! (صلی اللہ علیہ وسلم) میرا گناہ عظیم ترین ہے۔ فرمایا: کیا تیرا گناہ عرش سے بھی بڑا ہے؟ کہا: میرا گناہ عظیم ترین ہے۔ فرمایا: تیرا گناہ بڑا ہے یا خدا؟ یعنی اللہ کا معاف کرنا، اس نے کہا: بلکہ اللہ تعالیٰ سب سے بڑا اور بزرگ ترین ہے۔ فرمایا: بڑے گناہ کو رب عظیم تعالیٰ معاف کرتا ہے، یعنی جو عظیم ترین درگزر کرنے والا ہے۔

پھر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے اپنا گناہ بتاؤ، اس نے کہا: اے اللہ کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) مجھے آپ سے شرم آتی ہے۔ آپ نے فرمایا: بتاؤ! عرض کیا: میں سات برس سے کفن چوری کرتا رہا ہوں۔ آخرکار انصار میں سے ایک لڑکی وفات پا گئی، میں نے اس کی قبر کو اکھاڑا اور کفن چوری کر لیا۔ ابھی تھوڑی دور گیا، تو شیطان نے میرے دل میں بُرائی ڈالی اور میں واپس آیا اور اس لڑکی سے جماع کر لیا۔ اس کے بعد میں تھوڑی دُور گیا تھا کہ لڑکی کھڑی ہو گئی اور کہنے لگی: اے جوان تیرا ناس ہو، کیا تو دیان (جزا دینے والے) سے نہیں شرماتا کہ جو ظالم سے مظلوم کا بدلہ لے گا۔ تو نے مجھے مُردوں کے لشکر میں ننگا کر دیا اور مجھے اللہ تعالیٰ کے سامنے حالتِ جنابت میں کھڑا کر دیا۔

راوی بتاتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عجلت میں اس کی گدی

پکڑلی اور فرمایا: اے فاسق، تو کس قدر جہنم کا مستحق ہے! یہاں سے نکل جا۔ وہ جوان اللہ تعالیٰ کے سامنے توبہ کرتے ہوئے نکل گیا۔ چالیس راتیں توبہ کرتا رہا۔ چالیس راتوں کے بعد اس نے آسمان کی طرف سر اٹھایا اور کہا: حضرت محمد، آدم اور ابراہیم علیہم السلام کے خدا! اگر تو نے مجھے معاف کر دیا ہے، تو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کو بتا دے، ورنہ مجھ پر آسمان سے آگ برسا اور اس کے ساتھ جلا دے اور آخرت کے عذاب سے بچالے۔

راوی بتاتے ہیں کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام، حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے اور کہا: اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ کا رب آپ کو سلام کرتا ہے اور فرماتا ہے کہ آپ نے مخلوق پیدا کی؟ آپ نے فرمایا: نہیں! بلکہ اس (اللہ تعالیٰ) نے پیدا کیا اور ان کو پیدا کیا اور روزی دی۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے عرض کیا: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: میں نے اس نوجوان کی توبہ قبول کر لی۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس نوجوان کو بلایا اور اسے خوشخبری دی کہ اللہ تعالیٰ نے تیری توبہ قبول کر لی۔

حکایت

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں ایک آدمی توبہ پر پختہ نہیں رہتا تھا۔ جب بھی توبہ کرتا توڑ دیتا۔ بیس سال یہی حالت رہی۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی کی کہ میرے بندے سے کہو، میں اس پر غضب ناک ہوں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس آدمی کو یہ پیغام پہنچا دیا، وہ بڑا غمگین ہوا اور صحرا کی طرف چل پڑا۔ وہ کہہ رہا تھا: اے میرے خدا! کیا تیری رحمت ختم ہو گئی یا تجھے میری نافرمانی نے نقصان دیا، یا تیری معافی کے خزانے ختم ہو گئے یا تو نے بندوں پر بخل کیا؟ کونسا گناہ تیری قدیم صفات عفو و کرم سے بڑا ہے؟ کمینگی تو میری صفات حادثہ میں سے ہے، کیا میری صفت، تیری صفت پر غالب آ گئی؟ جب تو اپنے

بندوں سے رحمت بند کر دے گا، تو وہ کس سے امید رکھیں گے؟ اگر تو نے انہیں رد کر دیا تو وہ کس کے پاس جائیں گے۔ اگر تیری رحمت ختم ہو گئی اور مجھے عذاب دینا لازم ہو گیا تو پھر اپنے تمام بندوں کا عذاب مجھ پر کر دے، میں اپنی جان ان کے بدلے میں پیش کرتا ہوں۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے موسیٰ! اس کی طرف جاؤ اور کہو اگر تیرے گناہ زمین بھر کے برابر ہوں، تب بھی تجھے بخش دوں گا کہ تو نے میرے کمالِ قدرت اور کمال عفو و رحمت کو جان لیا۔

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ کو گناہگار توبہ کرنے والے بندے سے زیادہ محبوب آواز کسی کی نہیں، جو کہہ رہا ہو اے میرے رب۔ تو رب تعالیٰ فرماتا ہے: اے میرے بندے، میں سامنے ہوں، مانگ جو چاہتا ہے، تو وہ میرے ہاں ایسے ہے جیسے میرے بعض فرشتے! میں تیری دائیں طرف، تیری بائیں طرف، تیرے اوپر اور تیرے دل سے بھی قریب ہوں۔ اے میرے فرشتو! تم گواہ رہو، میں نے اس کو بخش دیا۔

حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ کے ایسے بندے بھی ہیں کہ جنہوں نے گناہوں کے درخت لگائے جیسے کہ قلوب کی نگاہ ہو، انہیں توبہ کے پانی سے سیراب کیا۔ پھر وہ شرمندگی اور غم کا پھل لائے، دیوانگی کے بغیر ہی وہ دیوانے ہیں۔ بے عقلی کے بغیر ہی کم عقل نظر آتے ہیں۔ درحقیقت وہ بڑے فصیح و بلیغ ہیں۔ اللہ اور اس کے رسول کی معرفت رکھتے ہیں۔ پھر انہوں نے جام صفا نوش کیا اور طویل ابتلا پر صبر کیا، ان کے دل ملکوت میں لگ کر رہ گئے۔ ان کے افکار حجابات جبروت میں جاری و ساری ہیں، وہ ندامت کے پتوں کے سایہ میں ہیں۔ انہوں نے گناہوں کے اعمال نامے پڑھ لیے اور فریاد میں گر گئے، حتیٰ کہ تقویٰ کے زینہ کے ذریعہ زہد کی بلندی پر چڑھ گئے۔ ترکِ دنیا کی تلخی کو شیریں سمجھنے لگے سخت بستر بھی

ان کے نزدیک نرم ہو گئے، حتیٰ کہ نجات وسلامتی کی رسّی پکڑنے میں کامیاب ہو گئے۔ ان کی ارواح بلندی میں سیر کرنے لگیں اور نعمت کے باغات میں ڈیرے ڈال دیے۔ بحرِ حیات میں غوطہ زن ہوئے۔ انہوں نے جزع فزع کی خندقیں بند کر دیں۔ خواہش کے پل پار کیے۔ آخر کار میدانِ علم میں اتر پڑے اور حکمت کے حوض سے سیراب ہوئے، فطانت کی کشتی پر سوار ہوئے۔ بحرِ سلامت میں ہوائے نجات کے ساتھ لنگر چھوڑ دیے۔ باغاتِ راحت وسکون مقاماتِ عزت وکرامت میں پہنچ گئے۔

باب ۱۸۷

رحم کرنے کی فضیلت

حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا: جنّت میں رحم کرنے والا ہی جائے گا۔ صحابہ کرام نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلّم) ہم سب رحم کرنے والے ہیں۔ آپ نے فرمایا: رحیم وہ نہیں کہ جو صرف اپنے آپ پر رحم کرے بلکہ وہ رحیم ہے جو اپنے آپ پر اور دوسروں پر رحم کرے۔

اپنے آپ پر رحم کرنے کا مطلب یہ ہے کہ گناہ چھوڑ کر توبہ کرے اور عبادات و اخلاص بجالا کر اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچانے کے لیے رحم کرے۔ اور دوسروں پر رحم کرنے کا مفہوم یہ ہے کہ کسی مسلمان کو تکلیف نہ دے۔

جناب حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا:

اَلْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ لِّسَانِہٖ وَیَدِہٖ۔ (مسلمان وہ ہے کہ جس کی زبان اور ہاتھ سے لوگ محفوظ رہیں)

چوپایوں پر بھی رحم کرے کہ ان سے طاقت سے زیادہ کام نہ لے۔ حدیث پاک میں ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک آدمی راستہ میں جا رہا تھا، اسے سخت پیاس محسوس ہوئی۔ اس نے ایک کنواں دیکھا، اس میں اتر کر پانی پیا، پھر پانی اوپر چڑھ آیا۔ دیکھا تو ایک کُتّا پیاس سے پریشان تھا۔ اس آدمی نے کہا: اس کتّے کو بھی اسی طرح پیاس نے پریشان کیا ہے جس طرح مجھے کیا تھا۔ اس نے اپنا جوتا پانی سے بھر لیا اور اسے پکڑ کر اس کے سامنے کر دیا۔ کتّے نے پانی پیا اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس آدمی کو بخش دیا۔ صحابہ کرام نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا چوپایوں پر رحم کرنے میں بھی ہمارے لیے اجر ہے؟ آپ نے فرمایا: ہر تر جگر والی میں اجر ہے (یعنی ہر کھانے والی پر رحم کرنا ایک نیکی ہے)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سے مروی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، ایک رات (لوگوں کا حال معلوم کرنے کے لیے) پھر رہے تھے (مسافروں) کے ایک گروہ کے پاس سے گزرے، انہیں خطرہ ہوا کہ کہیں ان کی کوئی چیز چوری نہ ہو جائے۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سے ان کی ملاقات ہوئی۔ انہوں نے پوچھا: اے امیرالمومنین! اس وقت آپ کیسے یہاں پھر رہے ہیں؟ فرمایا: میں اس قافلے کے پاس سے گزرا۔ مجھے خطرہ ہوا ایسا نہ ہو کہ یہ لوگ رات کو سو جائیں اور کوئی چور آن پڑے، اس لیے آؤ ہم ان کا پہرہ دیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ ہم گئے اور اس قافلے کی حفاظت کے لیے قریب بیٹھ کر پہرہ دینے لگے۔ آخر فجر ہو گئی۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، نے آواز دی: اے قافلے والو! نماز کا وقت ہو گیا ہے اور دیکھا کہ وہ اٹھنے لگے، تو آپ چلے گئے۔

ہم پر لازم ہے کہ ہم صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی اتباع کریں۔ اللہ تعالیٰ نے ان الفاظ کے ساتھ ان کی تعریف فرمائی: رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ (وہ آپس میں رحم دل

اور تم لوگوں کو کھلا کر سیر کراؤ، اسی لیے جناب رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا:

نِيَّةُ الْمُؤْمِنِ خَيْرٌ مِنْ عَمَلِهِ (مومن کی نیت اس کے عمل سے بہتر ہے)

حضرتِ عیسیٰ علیہ السلام ایک دن باہر تشریف لے گئے۔ ابلیس کو دیکھا اس کے ایک ہاتھ میں شہد اور دوسرے میں راکھ تھی۔ فرمایا: اس شہد اور راکھ سے کیا کرتے ہو؟ اس نے کہا: شہد میں ان کو کھلاتا ہوں جو غیبت کرتے ہیں اور راکھ یتیموں کے منہ پر مارتا ہوں۔ آخرِ کار لوگ ان سے نفرت کرنے لگتے ہیں۔

حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب کسی یتیم کو مارا جاتا ہے تو رحمٰن پاک کا عرشِ معلیٰ اس کے رونے کی وجہ سے ہلنے لگتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اے میرے فرشتو! اس بچے کو کس نے رُلایا جس کے دل کو اس کے باپ کی وفات نے غبار آلود کر دیا۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا: جس نے یتیم کے کھانے پینے کا انتظام کر کے اسے پناہ دی، اس کے لیے اللہ تعالیٰ نے جنّت واجب کر دی۔

روضۃ العلماء میں ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السّلام جب کھانا کھاتے میل میل دو دو میل چل کر اسے تلاش کرتے جو ان کے ساتھ مل کر کھائے۔

ایک روز حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، رو پڑے۔ پوچھا گیا: آپ کیوں روتے ہیں؟ فرمایا: سات دن سے میرے ہاں کوئی مہمان نہیں آیا۔ مجھے ڈر ہے کہ کہیں اللہ تعالیٰ نے مجھے ذلیل نہ کر دیا ہو۔

حضور سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا: جو شخص کسی بھوکے کو محض اللہ تعالیٰ کی خاطر کھلائے، اس کے لیے جنّت واجب ہو گئی اور جو شخص کسی بھوکے سے کھانا روک لے، قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس سے اپنا فضل روک لے گا اور اسے آگ کا عذاب دے گا۔

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا:

ہیں) صحابہ کرام تمام مسلمانوں پر اور تمام مخلوق پر رحم دل تھے، بلکہ ذمیوں پر بھی رحم کرتے تھے۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، کے بارے میں مروی ہے کہ انہوں نے ایک ذمی کو دیکھا وہ لوگوں کے دروازوں پر بھیک مانگ رہا تھا، وہ بوڑھا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، نے اس سے فرمایا ہم نے تمہارے ساتھ انصاف نہیں کیا۔ جب تک تم جوان رہے ہم نے تجھ سے جزیہ لیا اور آج تمہیں ضائع کردیا اور اسی وقت حکم دیا کہ اسے مسلمانوں کے بیت المال سے وظیفہ دیا جائے۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سے مروی ہے کہ میں نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کجاوے پر دیکھا، وہ سویرے سویرے الابطح کے علاقہ میں تھے۔ میں نے پوچھا: اے امیر المومنین! آپ کہاں جا رہے ہیں؟ فرمایا: بیت المال کا ایک اونٹ گم ہوگیا ہے، اس کو تلاش کر رہا ہوں۔ میں نے کہا: آپ نے اپنے بعد کے خلفاء پر بھاری ذمہ داری ڈال کر انہیں گرا دیا۔ انہوں نے فرمایا: اے ابوالحسن! مجھے ملامت نہ کرو۔ اس ذات کی قسم جس نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو نبی بنا کر مبعوث فرمایا: اگر ایک بکری کا بچہ بھی دریائے فرات (عراق کا دریا) کے کنارے چلا جائے تو قیامت کے دن عمر پر اس میں بھی مواخذہ ہوگا، اس لیے کہ اس حاکم کی کوئی عزت و حرمت نہیں جو مسلمانوں کو ضائع و برباد کرے اور نہ ہی اس فاسق کی، جو مسلمانوں کو ڈرائے۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ، نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا۔ آپ نے فرمایا: میری امت کے ابدال کثرت نماز اور کثرت روزوں کی وجہ سے جنت میں نہیں جائیں گے، بلکہ وہ اس لیے جنت میں جائیں گے کہ ان کے دل (مسلمانوں کے بغض) سے پاک، ان کے نفوس سخی اور تمام مسلمانوں پر رحمت کرنے والے ہوں گے۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اَلرَّاحِمُوْنَ يَرْحَمُهُمُ الرَّحْمٰنُ اِرْحَمُوْا مَنْ فِي الْاَرْضِ يَرْحَمْكُمْ مَنْ فِي السَّمٰوٰاتِ ۔ (رحم کرنے والوں پر رحمٰن تعالیٰ رحم کرے گا جو زمین میں ہے اس پر رحم کرو، آسمان والا تم پر رحم کرے گا)

حضور سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:

"جو رحم نہیں کرتا، اس پر رحم نہیں کیا جاتا اور جو معاف نہیں کرتا، وہ معاف نہیں کیا جاتا۔"

حضرت مالک بن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہما بتاتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مسلمانوں کے چار حقوق ہیں:

۱۔ تم پر لازم ہے نیکی کرنے والوں کی مدد کرو۔ ۲۔ ان کے خطاکاروں کو معاف کرو۔
۳۔ ان کے بیماروں کی عیادت کرو۔ ۴۔ توبہ کرنے والوں سے محبّت کرو۔

منقول ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السّلام نے کہا: اے میرے رب کس وجہ سے تو نے مجھے صفی بنالیا۔ فرمایا: میری مخلوق پر تیرے رحم کرنے کی وجہ سے۔

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ وہ بچّوں کے پیچھے جاتے اور ان سے چڑیاں خرید کر آزاد کر دیتے اور فرماتے: اے چڑیو! جاؤ اور زندہ رہو۔

سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایماندار آپس میں رحم کرنے، محبّت کرنے اور ربط رکھنے کے سلسلے میں ایک بدن کی طرح ہیں کہ جب اس کے ایک عضو میں تکلیف ہوتی ہے، تو سارا بدن اس کی وجہ سے بخار اور بیداری کے باعث (شریک دکھ) ہو جاتا ہے۔

حکایت

بنی اسرائیل میں سے ایک عابد شخص ریت کے ٹیلے پر سے گزرا۔ بنی اسرائیل کو وہاں شدید فاقہ آیا تھا۔ اس نے تمنّا کی۔ کاش آٹا ہوتا اور بنی اسرائیل سیر ہو کر کھاتے۔ اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کے ایک نبی کی طرف وحی فرمائی کہ فلاں آدمی کو کہہ دیں کہ اللہ تعالیٰ نے تیرے لیے یہ اجر لکھ دیا کہ اس قدر آٹا ہو

اَلسَّخِیُّ قَرِیْبٌ مِنَ اللّٰہِ قَرِیْبٌ مِنَ الْجَنَّۃِ قَرِیْبٌ مِنَ النَّاسِ بَعِیْدٌ مِنَ النَّارِ وَالْبَخِیْلُ بَعِیْدٌ مِنَ اللّٰہِ بَعِیْدٌ مِنَ الْجَنَّۃِ بَعِیْدٌ مِنَ النَّاسِ قَرِیْبٌ مِنَ النَّارِ۔

(سخی آدمی اللہ تعالیٰ سے قریب ہے، جنّت سے قریب ہے، لوگوں سے قریب ہے، دوزخ سے دُور ہے۔ اور بخیل آدمی اللہ تعالیٰ سے دُور ہے، جنت سے دُور ہے، لوگوں سے دُور ہے اور دوزخ کے قریب ہے)

حضور سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ جاہل سخی، عابد بخیل سے اللہ کو زیادہ محبوب[1] ہے۔

جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن چار آدمی بغیر حساب کے جنت میں جائیں گے:

۱۔ وہ عالم جو اپنے علم پر عمل کرے۔ ۲۔ جو حج کرے اور اس میں کوئی بے حیائی اور برائی نہ کرے اور (اسی کی حالت میں) فوت ہو جائے۔

۳۔ وہ شہید جو اسلام کا کلمہ بلند کرتا ہوا میدانِ جنگ میں شہید ہو جاتے۔

۴۔ وہ سخی جو حلال مال کماتے اور ریاکاری کے بغیر اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرے یہ لوگ آپس میں نزاع نہیں کریں گے کہ جنت میں پہلے کون داخل ہو۔

---

[1] اس سے یہ نہ سمجھا جائے کہ جاہل رہو اور کچھ سخاوت کر ڈالو، بلکہ قرآن وحدیث کی ضروری تعلیم اور عقائد و اعمال سے جہالت، بعض اوقات ایمان سے محرومی کا خطرہ بھی ہو سکتی ہے اور اسلام کی ضروری تعلیم سے جہالت ایک الگ جرم ہے، گویا اسلام سے جاہل رہنا دوگنا جرم ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے ایسے بھی بندے ہیں کہ اللہ تعالیٰ انہیں اپنے بندوں کے فائدے کی خاطر انعامات عطا فرماتا ہے۔ جس نے ان فوائد میں بندوں پر بخل سے کام لیا، اللہ تعالیٰ ان انعامات کو بدل کر دوسرے کو عطا فرما دے گا۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سخاوت جنت کے درختوں میں سے ایک درخت ہے جس کی شاخیں زمین تک لٹک رہی ہیں جس نے ان میں سے ایک پکڑ لی، وہ شاخ اسے جنت میں لے جائے گی۔

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ عرض کیا گیا، یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کونسا عمل افضل تر ہے؟ فرمایا: صبر اور سخاوت۔

حضرت مقدام بن شریح اپنے والد سے اور وہ ان کے دادا سے نقل کرتے ہیں کہ میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) مجھے ایسا عمل بتایئے جو مجھے جنت میں داخل کر دے۔ آپ نے فرمایا: جنت واجب کرنے والے امور میں سے کھانا کھلانا، سلام عام کرنا اور حسن کلامی سے کام لینا ہے۔

باب ۱۹

نماز میں خشوع و خضوع

روایت میں ہے کہ ایک روز حضرت جبرائیل علیہ السلام حضور نبی کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس آئے اور کہا اے اللہ کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) میں نے آسمان میں چارپائی پر ایک فرشتہ دیکھا۔ اس کے گرد ستر ہزار فرشتے

قطار باندھے اس کی خدمت میں ہیں اور اس فرشتے کے ہر سانس سے اللہ تعالیٰ ایک فرشتہ پیدا کرتا ہے اور اب میں نے اس فرشتے کو قاف پر دیکھا، اس کے پَر ٹوٹے ہوئے ہیں اور وہ رو رہا ہے۔ جب اس نے مجھے دیکھا، تو کہا: کیا تم میری سفارش کرو گے؟ میں نے پوچھا: تمہارا کیا جرم ہے؟ اس نے کہا، میں معراج کی رات کو چارپائی پر (حسب معمول) تھا۔ حضرت محمد مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) میرے پاس سے گزرے۔ میں ان کی خاطر اٹھا نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے یہ سزا دی اور مجھے یہاں ڈال دیا جہاں دیکھ رہے ہو۔ وہ بتاتے ہیں کہ پھر میں نے اللہ تعالیٰ کے سامنے زاری کی اور اس کی سفارش کی اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے جبرائیل! اس سے کہو کہ یہ تب ہوگا کہ حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پاک پڑھو۔ اس فرشتے نے آپ پر درود پڑھا اللہ تعالیٰ نے اسے معاف کر دیا اور اس کے پَر اگا دیے۔

روایت میں ہے کہ قیامت کے دن بندے کے عمل میں سے سب سے پہلے نماز کو دیکھا جائے گا۔ اگر وہ مکمل ہوئی تو وہ اور اس کا سارا عمل قبول ہو گا اور اگر اس میں کمی ہوئی تو وہ اور اس کا وہ عمل رد کر دیا جائے گا۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: فرض نماز کی مثال ایسے ہے جیسے کہ ترازو ہو جو پورا کرے، اس کو پورا ملے گا۔

حضرت برید رقاشی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز مناسب گویا موزوں ترین تھی۔

حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری امت کے دو آدمی نماز میں کھڑے ہوتے ہیں۔ ان کا رکوع اور سجود ایک ہوتا ہے، مگر ان کی دو نمازوں کے درمیان زمین و آسمان کا فاصلہ ہے۔ اس میں خشوع کی طرف اشارہ ہے۔

حضور سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ایسے

بندے کی طرف نظرِ (رحمت) نہیں کرے گا جو رکوع اور سجدہ میں کمر سیدھی نہیں کرتا۔

حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا، جس نے اپنے وقت میں نماز پڑھی۔ اس کا وضو مکمّل کیا۔ رکوع، سجدہ اور خشوع مکمّل کیا، تو وہ اوپر چڑھتی ہے۔ اس حالت میں سفید روشن ہوتی ہے اور کہہ رہی ہوتی ہے کہ اللہ تیری حفاظت کرے جیسے تو نے میری حفاظت کی اور جو بغیر وقت کے نماز پڑھے، وضو ٹھیک نہ کرے، رکوع وسجود اور خشوع بھی مکمل نہ کرے، تو وہ اس حالت میں اوپر چڑھتی ہے کہ وہ کالی سیاہ ہوتی ہے اور کہہ رہی ہوتی ہے، خدا تجھے برباد کرے جیسے تو نے مجھے خراب کیا۔ آخر جہاں تک اللہ تعالیٰ چاہتا ہے، وہاں جاکر وہ پرانے کپڑے کی طرح لپیٹ دی جاتی ہے۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا، سب لوگوں سے بُرا چور، نماز میں چوری کرنے والا ہے۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ، فرماتے ہیں: نماز ایک ترازو ہے جس نے پورا کیا، اسے پورا ملے گا اور جس نے کم تولا، اسے معلوم ہے کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

وَیْلٌ لِّلْمُطَفِّفِیْنَ (کم تولنے والوں کے لیے خرابی ہے)

ایک عالم فرماتے ہیں: نماز کی مثال تاجر کی طرح ہے کہ اسے نفع تب ہی ملتا ہے کہ راس المال خالص ہو، اسی طرح فرائض ادا کیے بغیر نفل بھی قبول نہیں ہوتے۔

جب نماز کا وقت ہوتا تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، فرماتے "اپنے رب کی آگ کی طرف چلو جسے تم نے دُھکایا ہے، اسے (نماز پڑھ کر) بجھا دو۔

حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلّم کا فرمان ہے: "نماز در اصل مسکنت۔ تواضع ہے۔

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: جس کو نماز بے حیائی اور برائی سے نہ روکے، اسے اللہ تعالیٰ سے دوری کے سوا کچھ حاصل نہیں، یا فرمایا: غافل کی نماز بے حیائی اور برائی سے نہیں روک سکتی۔

حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا: کئی کھڑے ہونے والے (نمازی) ایسے ہیں کہ جن کو قیام کرنے میں تھکاوٹ کے سوا کچھ نہیں ملتا۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلّم) نے اس سے غافل نمازی مراد لیا ہے۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نمازیں سے بندے کو (اسی قدر) اجر ملے گا جس قدر وہ سمجھا (یعنی دھیان رکھ کر نماز پڑھی)

عارفین کا فرمان ہے کہ نماز چار چیزوں کا نام ہے: (۱) علم کے ساتھ ساتھ نماز شروع کرنا۔ (۲) حیاء کے ساتھ قیام کرنا۔ (۳) تعظیم کے ساتھ ساتھ نماز ادا کرنا۔ ۴۔ خوف کے ساتھ ساتھ نماز ختم کرنا۔

ایک بزرگ فرماتے ہیں: جس کا دل حقیقت پر قائم و پختہ نہ ہو، اس کی نماز ٹوٹ گئی۔ (انابت نہ ہو تو نماز نہیں)

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا: جنّت میں ایک نہر ہے جس کو اَفْیَحْ (کشادہ) کہا جاتا ہے، اس میں ایسی حوریں ہیں کہ جن کو اللہ تعالیٰ نے زعفران سے پیدا کیا ہے۔ وہ موتی اور یاقوت سے کھیلتی ہیں اور ستر ہزار زبانوں میں اللہ تعالیٰ کی تسبیح پڑھتی ہیں۔ ان کی آواز حضرت داؤد علیہ السلام کی آواز سے بھی حسین تر ہے اور یہ کہتی ہیں کہ ہم اس کے لیے ہیں جو خشوع و خضوع اور حضور قلبی کے ساتھ نماز ادا کرے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں اسے ضرور اپنی جنّت میں رہائش دوں گا اور ضرور اسے اپنی زیارت کراؤں گا۔

روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السّلام کو وحی فرمائی: اے موسیٰ! جب تو میری یاد کرے، تو اس طرح یاد کر کہ اپنے اعضاء معطل کر دیئے ہوں اور میری یاد کے وقت خشوع کرنے والا اور پُرسکون بن جا اور جب میری یاد کرے، تو تو اپنی زبان کو دل کے پیچھے لے جا اور جب تو میرے سامنے کھڑا ہو تو ایک عاجز بندے

کی طرح کھڑا ہو۔ خوفزدہ دل اور صادق زبان کے ساتھ مناجات کر۔

روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف وحی فرمائی کہ اپنی امت کے نافرمانوں سے کہو کہ وہ میری یاد نہ کریں، اس لیے کہ میں نے اپنے آپ پر قسم کھائی ہے کہ جو مجھے یاد کرے گا، میں بھی اسے یاد کروں گا اور جب نافرمان لوگ (توبہ کیے بغیر) مجھے یاد کریں گے، تو میں ان پر لعنت کے ساتھ انہیں یاد کروں گا۔

یہ بات اس نافرمان کے بارے میں ہے جو ذکر میں غافل نہ ہو اور اگر غفلت اور نافرمانی دونوں کا اجتماع ہو جائے، تو کیا حال ہو گا؟ (اللہ تعالیٰ غفلت اور نافرمانی سے اپنی رحمت ساتھ ہمیں محفوظ رکھے۔

بعض صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا قول ہے: قیامت کے دن لوگ نماز میں سکون و اطمینان کی حالت میں اور دنیا میں نعمت ملنے اور اس سے لذت یاب ہونے کی صورت میں اٹھائیں گے (یعنی جیسا کریں گے، اسی انداز میں اٹھائے جائیں گے)

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ نماز کی حالت میں اپنی ڈاڑھی کے ساتھ کھیل رہا تھا۔ آپ نے فرمایا: اگر اس کا دل خشوع پذیر ہوتا، تو اس کے اعضا بھی خشوع پذیر ہوتے اور فرمایا: "جس کے قلب میں خشوع نہ ہو، اس کی نماز ردکر دی جاتی ہے۔"

یاد رہے، اللہ تعالیٰ نے کئی آیات میں نماز میں خشوع و خضوع کرنے والوں کی تعریف فرمائی ہے، چنانچہ فرمایا:

فِیْ صَلٰوتِهِمْ خٰشِعُوْنَ (اپنی نماز میں خشوع کرنے والے ہیں)

عَلٰی صَلَوَاتِهِمْ یُحَافِظُوْنَ (اپنی نمازوں کی حفاظت کرتے ہیں)

عَلٰی صَلٰوتِهِمْ دَآئِمُوْنَ (اپنی نماز میں دوام کرتے ہیں)

ایک قول ہے نماز پڑھنے والے بہت ہیں، اور نماز میں خشوع کرنے والے کم ہیں۔

حج کرنے والے بہت ہیں، مگر حج مبرور والے کم ہیں، پرندے بہت ہیں مگر عندلیب کم ہیں۔ عالم بہت ہیں، مگر عمل کرنے والے بہت کم ہیں۔

نماز تو خضوع کا محل اور تواضع کا مرکز ہے، یہی اس کے قبول ہونے کی علامت ہے، اس لیے کہ جائز ہونے کی ایک شرط ہے، اسی طرح قبول ہونے کی بھی شرط ہے۔ جائز ہونے کی شرط یہ ہے کہ فرض ادا کرے اور قبول ہونے کی شرط یہ ہے کہ خشوع پایا جائے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ هُمْ فِيْ صَلٰوتِهِمْ خٰشِعُوْنَ (المومنون ۔ ۱۔ ۲)

(وہ ایمان دار آدمی کامیاب ہوئے کہ جو اپنی نماز میں خشوع خضوع کرنے والے ہیں)

اور تقویٰ کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

اِنَّمَا يَتَقَبَّلُ اللّٰهُ مِنَ الْمُتَّقِيْنَ (المائدہ، ۲۷)

(اللہ تعالیٰ تقویٰ اختیار کرنے والوں سے قبول کرتا ہے)

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے دو رکعت نماز پڑھی، ان میں اللہ تعالیٰ کی طرف قلبی طور پر خوب دھیان رکھا، تو وہ گناہوں سے اس طرح نکل گیا جیسا کہ آج ہی اس کی ماں نے اسے جنا ہو۔

یہ یاد رکھیے کہ نماز میں طرح طرح کے فضول خیالات آنے سے غفلت پیدا ہوتی ہے، اس لیے ان خیالات کو دور کرنا ضروری ہے۔ اس کا طریقہ یہ ہے کہ گاہے ذرا اندھیرے میں نماز پڑھے یا آوازا ور منقش چادروں اور خوبصورت لباس سے الگ ہو کر نماز پڑھے، تو کام ٹھیک ہو جاتا ہے، اس لیے کہ مزین لباس کو نماز میں دیکھے گا، تو اس میں کھو جائے گا۔

مروی ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب ابوجہم کی پیش کردہ چادر پہنی، اس پر نشانات تھے۔ اسے پہن کر نماز پڑھی، تو نماز کے بعد اسے اتار دیا اور فرمایا: یہ ابوجہم

کو واپس کردو، اس لیے کہ اس نے شروع ہی میں مجھے غیر متوجہ ہونے کی طرف لانے کی کوشش کی۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بار جوتے کا (پیچھے کی طرف باندھنے والا) تسمہ بدلنے کا حکم دیا، اس لیے کہ وہ نیا تھا اور نماز میں اس کی طرف نظر اٹھ گئی تھی۔ فرمایا: کہ اسے اتار کر پرانا لگا دو۔

ایک بار حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر رونق افروز تھے۔ سونا حرام ہونے سے پہلے آپ کے ہاتھ پر سونے کی انگوٹھی تھی۔ آپ نے اسے اتار کر پھینک دیا اور فرمایا: اس نے مجھے مصروف کیا، کبھی اس پر نظر اور کبھی تم پر نظر۔

منقول ہے کہ حضرت ابوطلحہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے ایک باغ میں نماز پڑھی، اس میں گھنے درخت تھے۔ ایک پرندہ اڑ کر باہر نکلنے کی راہ تلاش کرنے لگا، اُن کی نگاہ بھی کچھ دیر اس پر پڑی اور خیال نہ رہا کہ کتنی رکعت پڑھی ہیں۔ انہوں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اس کا ذکر کیا جو ان پر آزمائش آئی۔ پھر عرض کیا: اے اللہ کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) یہ باغ صدقہ ہے، جہاں آپ پسند فرمائیں خرچ کریں۔

ایک اور شخص کے بارے میں منقول ہے کہ اس کا ایک باغ تھا جس میں خوب پھلدار کھجوریں تھیں، اسے دیکھ کر تعجب ہوا اور یاد نہ رہا کہ کتنی رکعت پڑھی ہیں۔ اس نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے سامنے اس کا ذکر کیا اور کہا: یہ باغ صدقہ ہے۔ اسے اللہ تعالیٰ کی راہ میں مناسب جگہ خرچ کریں۔ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وہ باغ پچاس ہزار میں فروخت کیا۔

بعض سلف کا قول ہے: نماز میں چار باتیں بڑی سنگدلی کی باتیں ہیں: ۱۔ توجہ ہٹانا ۲۔ منہ پر ہاتھ پھیرتے رہنا۔ ۳۔ کنکر ہٹانا۔ ۴۔ ایسی جگہ نماز پڑھنا کہ سامنے لوگوں کے گزرنے کا راستہ ہو۔

حضور انور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: جب تک نمازی توجہ نہ ہٹائے اللہ تعالیٰ اس پر نظر فرمائے ہوتا ہے۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ، نماز کی حالت میں ایک گاڑے ہوئے کیل کی طرح ساکن رہتے۔ بعض صحابہ کرام کا یہ حال تھا کہ رکوع میں اس طرح ساکن ہوتے کہ کہ چڑیاں ان کی پیٹھ پر بیٹھ جاتیں، گویا پتھر ہیں۔ ویسے بھی ایک طبعی تقاضا ہے کہ جب دنیا والوں کے سامنے جاتے ہے تو سکون اختیار کرتا ہے، یہاں بھی تو سکون و عجز ہونا چاہیئے۔

تورات میں ہے کہ اے ابن آدم! میرے ہو سکو تو روتے ہوئے کھڑے ہوا کرو، میں اللہ تعالیٰ ہوں، تمہارے دل سے بھی قریب ہوں۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ، نے منبر پر بیٹھ کر فرمایا: بسا اوقات انسان، اسلام کی حالت میں بوڑھا ہو جاتا ہے، مگر وہ اللہ تعالیٰ کے لیے نماز ٹھیک نہیں کر سکتا پوچھا گیا، وہ کیسے؟ فرمایا: اس کا خشوع و خضوع پورا نہیں کرتا، اللہ تعالیٰ کی طرف انابت نہیں رکھتا۔

حضرت ابوالعالیہ رحمۃ اللہ علیہ سے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کے بارے میں پوچھا گیا:

اَلَّذِیْنَ هُمْ عَنْ صَلٰوتِهِمْ سَاهُوْنَ (جو اپنی نمازوں سے غافل ہیں)

فرمایا: یہ وہ ہے کہ جو نماز میں ایسے غافل رہتا ہے کہ نہیں جانتا کہ دو پڑھیں یا تین؟

حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ، فرماتے ہیں: جو نماز کے وقت سے غافل رہے تا آنکہ وقت ہی چلا جائے، اس آیت میں سَاهُوْنَ سے یہ مراد ہے۔

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے:

لَا یَنْجُوْ مِنِّیْ عَبْدِیْ اِلَّا بِاَدَاءِ مَا افْتَرَضْتُهٗ عَلَیْهِ۔ (مجھ سے میرا بندہ صرف اسی عمل کے ذریعے نجات پاتا ہے جو میں نے اس پر فرض کیا ہے)

باب ۲۰

غیبت اور چغلی

یاد رہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب مقدس میں نص قطعی کے ساتھ غیبت کی مذمت فرمائی اور غیبت کرنے والوں کو مُردہ بھائی کا گوشت کھانے والے کے مشابہ قرار دیا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَلَا یَغْتَبْ بَعْضُکُمْ بَعْضًا اَیُحِبُّ اَحَدُکُمْ اَنْ یَّاْکُلَ لَحْمَ اَخِیْهِ مَیْتًا فَکَرِهْتُمُوْهُ۔ (الحجرات، ۱۲)

(اور ایک دوسرے کی غیبت نہ کرو، کیا تم میں سے کوئی پسند کرتا ہے کہ اپنے مُردہ بھائی کا گوشت کھاتے، تم اسے ناپسند کرو گے)

حضور سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

کُلُّ الْمُسْلِمِ عَلَی الْمُسْلِمِ حَرَامٌ دَمُهٗ وَمَالُهٗ وَعِرْضُهٗ۔

(ایک مسلمان دوسرے مسلمان پر حرام ہے اس کا خون، اس کا مال، اس کی عزت)

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اِیَّاکُمْ وَالْغِیْبَةَ فَاِنَّ الْغِیْبَةَ اَشَدُّ مِنَ الزِّنَا۔

(غیبت سے بچ کر رہو، اس لیے کہ غیبت زنا سے بھی سخت تر جرم ہے)

اس کی وجہ یہ ہے کہ انسان زنا کرتا ہے، پھر توبہ بھی کرلیتا ہے۔ اگر توبہ کرے، تو اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول کرلیتا ہے، مگر غیبت کرنے والا معافی ہی نہیں مانگتا۔ اب اسے معافی کہاں سے ملے گی؟ جو شخص لوگوں کی غیبت کرے، اس مثال ایسے ہے جیسے کسی نے توپ گاڑ دی اور دائیں بائیں گولہ باری شروع کر دی۔ اللہ تعالیٰ غیبت

کرنے والے کو قیامت کے دن جہنّم کے پُل پر کھڑا رکھے گا، یہاں تک کہ سب غیبت نکل جائے۔

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: غیبت یہ ہے کہ تو اپنے بھائی کی اس بات کا ذکر کرے جو اس کو بری لگے۔ چاہے اس کے بدن یا نسب یا قول و فعل یا دین و دنیا حتیّٰ کہ کپڑے، چادر اور سواری کی خرابی بیان کرے۔

متقدّمین میں سے ایک بزرگ کا قول ہے کہ اگر میں یہ کہوں کہ اس کا کپڑا لمبا یا چھوٹا ہے، تو یہ بھی غیبت ہے۔ اب وہ کیسے غیبت نہ ہوگی جو اس کی برائی کا ذکر کرے۔

منقول ہے کہ ایک چھوٹے قد کی عورت حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں کسی ضرورت کے باعث حاضر ہوئی۔ جب وہ باہر گئی، تو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا: کس قدر چھوٹی عورت ہے؟ حضورِ اقدس علیہ الصّلوٰۃ والسّلام نے فرمایا: اے عائشہ، تو نے اس کی غیبت کر دی۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا: غیبت سے بچ کر رہو، اس لیے کہ اس میں تین آفات ہیں: (۱) غیبت کرنے والے کی دُعا قبول نہ ہوگی۔ (۲) اس کی کوئی نیکی قبول نہیں ہوتی۔ (۳) اس پر گناہوں کا ڈھیر لگ جاتا ہے۔

جناب رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا: قیامت کے دن دو رُخا چغل خور، سب لوگوں سے بدتر ہوگا جو اس کے پاس اس چہرے کے ساتھ آئے اور دوسرے کے ساتھ دوسرے چہرے کے ساتھ جائے، دُنیا میں یہ دو رُخا ہے، قیامت کے دن اس کی آگ کی دو زبانیں ہوں گی۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَا یَدْخُلُ الْجَنَّۃَ نَمَّامٌ (چغل خور جنّت میں نہیں جائے گا)

اگر آپ پوچھیں کہ اس بات میں حکمت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر مخلوق زبان والی پیدا فرمائی۔ پھر وہ کلام کرتی ہو یا نہ کرتی ہو، مگر مچھلی کے منہ میں زبان ہی نہیں ہے؟ جواب

ملا: اس کی وجہ یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا اور فرشتوں کو انہیں سجدہ کرنے کا حکم دیا۔ ابلیس علیہ اللعنت کے سوا سب نے سجدہ کیا۔ اس پر اسے جنت سے نکال کر مسخ کر کے زمین پر پھینک دیا گیا۔ وہ سمندر کی طرف گیا سب سے پہلے مچھلی سے ملا اور اس آدم کی پیدائش کی خبر دی اور بتایا کہ آدم سمندر اور خشکی کے جانوروں کا شکار کرے گا۔ مچھلی نے سمندری جانوروں کو یہ بات بتا دی۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی زبان غائب کر دی۔

حکایت

حضرت عمرو بن دینار رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ اہلِ مدینہ میں سے ایک آدمی کی بہن مدینہ منورہ کی دوسری طرف رہائش پذیر تھی، وہ بیمار ہو گئی۔ بھائی روزانہ اس کے پاس جا کر عیادت کرتا۔ آخر کار وہ فوت ہو گئی اور اسے قبر میں دفن کر دیا گیا۔ دفن کرنے کے بعد جب واپس آیا، تو اسے یاد آیا کہ اس کی ایک تھیلی اس کے ساتھ ہی قبر میں گر گئی۔ اس نے اپنے ساتھیوں میں سے ایک شخص کو ساتھ لیا اور دونوں قبر کے پاس آئے، قبر اکھاڑ کر تھیلی لے لی۔ اس۔ آدمی نے کہا ذرا ہٹ جانا، میں دیکھوں کہ وہ کس حال میں ہے۔ اس نے لحد سے رکاوٹ ہٹائی تو دیکھا کہ قبر آگ سے جل رہی ہے۔ وہ واپس اپنی والدہ کے پاس آیا اور پوچھا کہ بتاؤ کہ میری بہن کیا کرتی تھی؟ اس نے بتایا کہ تیری بہن پڑوسیوں کے دروازوں پر جاتی اور کان دھرتی پھر بات سن کر چغلی کرتی۔ اب پتہ چلا ہے کہ اسے عذاب کیوں ہو رہا ہے؟ چنانچہ جو شخص عذاب قبر سے بچنا چاہے، وہ غیبت اور چغلی سے پرہیز کرے۔

حکایت

ابولیث بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں منقول ہے کہ وہ حج کے ارادے سے چلے، ان کی جیب میں دو درہم تھے۔ انہوں نے قسم کھائی کہ اگر میں نے کسی کی آتے یا جاتے وقت غیبت کی تو مجھ پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے لازم ہے کہ انہیں خیرات کر دوں۔ وہ مکہ مکرمہ جا کر گھر واپس آ گئے، مگر وہ درہم ان کی جیب

میں تھے۔ اس کی وجہ پوچھی گئی، تو فرمایا، مجھے ایک بار غیبت کرنے کے مقابلے میں ایک سو بار بدکاری کر لینا زیادہ پسند ہے (یعنی غیبت شدید ترین جرم ہے)

ابو حفص کبیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: مجھے انسان کی غیبت کرنے سے ایک ماہ کے روزے نہ رکھنا زیادہ پسند ہے۔ پھر فرمایا، جو کسی فقیہ (عالم) کی غیبت کرتا ہے، وہ قیامت کے دن اس طرح اٹھے گا کہ اس کے چہرے پر لکھا ہو گا کہ یہ شخص شخص اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس ہے۔"

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس رات مجھے معراج ہو، اُس رات مجھے ایسی اقوام کے قریب سے گزارا گیا جو اپنے چہروں کو ناخنوں سے نوچ رہے تھے اور مردار کھا رہے تھے۔ میں نے پوچھا: اے جبرائیل! یہ کون لوگ ہیں؟ حضرت جبریل علیہ السلام نے کہا: یہ وہ لوگ ہیں جو دُنیا میں لوگوں کا گوشت کھاتے تھے۔

حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کی قسم! مومن بندے کے دین میں غیبت کرنا، بدن کے گوشت خورے سے بھی تیز خرابی ڈالتی ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: تم میں سے ایک آدمی اپنے بھائی کی آنکھ میں تنکا تو دیکھتا ہے، مگر اسے اپنی آنکھ کا شہتیر بھی نظر نہیں آتا۔

مروی ہے کہ حضرت سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کسی سفر میں حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے ہمراہ تھے۔ وہ ان کے لیے کھانا تیار کرتے تھے۔ ایک جگہ اُترے تو وہ ان کے لیے کھانا پکانے کے لیے تیار نہ ہوئے۔ انہوں نے ان کو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھیجا کہ وہاں کچھ کھانا دیکھیں، مگر وہاں نہ ملا، وہ واپس آ گئے اور حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا: اگر یہ اس کنوئیں پر بھی جائیں تو اس کا پانی خشک ہو جائے، اس پر یہ آیت نازل ہوئی:

وَلَا يَغْتَبْ بَعْضُكُمْ بَعْضًا أَيُحِبُّ أَحَدُكُمْ أَنْ يَأْكُلَ لَحْمَ أَخِيهِ مَيْتًا فَكَرِهْتُمُوهُ (الحجرات، ۱۲)

(اور تم میں سے کوئی ایک دوسرے کی غیبت نہ کرے، کیا تم میں سے ایک یہ پسند کرتا ہے کہ اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھائے، تم یہ ناپسند کرو گے)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص دنیا میں اپنے بھائی کا گوشت کھائے گا، قیامت کے دن اس کا گوشت اس کے سامنے پیش کیا جائیگا اور اس سے کہا جائے گا کہ اسے مردہ حالت میں کھاؤ جیسا کہ تو نے دنیا میں اسے زندہ حالت میں کھایا تھا۔ پھر وہ اسے کھائے گا۔ پھر آپ نے یہ آیت پڑھی: أَيُحِبُّ أَحَدُكُمْ أَنْ يَأْكُلَ لَحْمَ أَخِيهِ مَيْتًا۔

حضرت جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں غیبت کی بدبو واضح طور پر معلوم ہو جاتی تھی، اس لیے کہ یہ قلیل ترین تھا، مگر اس زمانے میں غیبت کی کثرت ہو گئی ہے اور ناک اس بدبو سے اَٹ گئے ہیں، اس لیے اب اس کی بدبو محسوس نہیں کی جاتی جیسا کہ ایک آدمی چمڑہ رنگنے والوں کے ہاں جائے، تو وہاں پر بدبو کی شدت کے باعث ٹھہر نہیں ہو سکتا، مگر گھر والے وہیں بیٹھے کھاتے پیتے رہتے ہیں اور انہیں اس شدید بدبو کا احساس نہیں ہوتا، اس لیے کہ ان کے ناک بدبو سے اَٹ گئے ہیں۔ ہمارے دور میں بھی غیبت کا معاملہ ایسا ہی ہو چکا ہے۔

حضرت کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ، فرماتے ہیں کہ میں نے ایک کتاب میں پڑھا کہ جو غیبت سے توبہ کرتے ہوئے مرے، وہ جنت میں جانے والے آخری لوگوں میں سے ہے اور جو غیبت کرتا ہوا مرے، وہ سب سے پہلے جہنم جانے والوں میں سے ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَیْلٌ لِّکُلِّ ھُمَزَۃٍ لُّمَزَۃِۨ۔ (الھمزۃ - ۱) (ہر عیب لگانے والے طعنہ زن کے لیے خرابی ہے)

یعنی اسے شدید سزا ملے۔ ہمزہ سے مراد وہ شخص ہے جو غیر حاضری میں الزامات لگائے اور لمزہ وہ آدمی ہے جو منہ پر الزام لگائے۔

یہ آیت ولید بن مغیرہ کے بارے میں نازل ہوئی۔ وہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں پر اُن کے سامنے جھوٹے الزامات رکھتا تھا۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ سبب نزول خاص ہو اور حکم عام ہو۔

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: غیبت سے بچ کر رہو، اس لیے کہ یہ زنا سے بھی سخت ترین ہے۔ صحابہ کرام نے عرض کیا: غیبت کرنا کیسے زنا سے سخت تر ہے؟ فرمایا: ایک آدمی زنا کرتا ہے، مگر پھر (شرمندہ ہو کر) توبہ کر لیتا ہے اور اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول کر لیتا ہے مگر غیبت کرنے والا نہ معافی مانگتا ہے نہ اسے معافی ملتی ہے، اس لیے غیبت کرنے والے پر لازم ہے کہ وہ شرمندہ ہو کر توبہ کرے تاکہ اس سلسلے میں اللہ تعالیٰ کے حکم کی خلاف ورزی تو ختم ہو جائے۔ پھر جس کی غیبت کی ہے، اس سے معافی مانگے، تاکہ وہاں سے بھی چھٹکارا حاصل ہو، تب جا کر وہ اندھیرے سے باہر آئے گا۔

حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص کسی مسلمان بھائی کی غیبت کرے گا، اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کا چہرہ پیچھے کی طرف پھیر دے گا۔

غیبت کرنے والے کو چاہیے کہ وہ مجلس سے اُٹھنے سے پہلے ہی توبہ واستغفار کرے اس سے پہلے کہ جس کی غیبت کی ہے، اسے خبر ہو جائے، اس لیے کہ اگر غیبت کی خبر ملنے سے پہلے وہ توبہ کر لے، تو توبہ قبول ہو جائے گی اور اگر اسے خبر مل گئی، تو پھر صرف توبہ سے گناہ نہیں دُھلے گا، بلکہ جس کی غیبت کی ہے، اس کے معاف کیے بغیر

معافی نہیں ہو گی۔ ؎

اسی طرح جو شخص کسی ایسی عورت سے زنا کرے جس کا خاوند ہے، تو وہ صرف توبہ سے نہیں دھلتا، جب تک کہ وہ اس کو معاف نہ کرے (اس لیے کہ اس میں حق العبد بھی ضائع ہوا ہے جو صاحبِ حق کے معاف کیے بغیر معاف نہیں ہوتا)

البتہ نماز، زکوٰۃ، روزہ اور حج چھوڑنا صرف توبہ سے معاف نہیں ہوتے، بلکہ ان کی قضاء بھی کرنا ضروری ہے (بشرطیکہ زندگی وفا کرے) واللہ اعلم)

باب ۲۱

زکوٰۃ کا بیان

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَالَّذِيْنَ هُمْ لِلزَّكٰوةِ فَاعِلُوْنَ (اور جو زکوٰۃ ادا کرتے ہیں) (المومنون ۴)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو بھی سونے اور چاندی کا مالک اس میں سے حق (زکوٰۃ) ادا نہ کرے۔ قیامت کے دن اس لیے آگ کے ساتھ پترے بنائے جائیں گے اور انہیں دوزخ کی آگ میں گرم کیا جائے گا، پھر اس کے پہلو اور اس کی پشت کو داغا جائے گا۔ اس کا بدن (اسقدر) وسیع کر دیا جائے گا کہ سارے پتروں کو کافی ہو جائے۔ اگر زیادہ ہو جائے (تو بدن بھی) بڑھا دیا جائے گا۔ جب ٹھنڈے ہوں گے، تو دوبارہ گرم کیا جائے گا اور یہ کام

؎ البتہ غیبت کرنے والا قلبی طور پر شرمندہ ہو اور معافی مانگے اور دوسرا آدمی معاف نہ کرے تو اسے چاہیئے کہ اس کے لیے استغفار کرتا رہے، اللہ تعالیٰ اس کو چھڑالے گا۔ (مترجم)

اس دن بھر ہوگا جو پچاس ہزار سال طویل ہوگا۔ آخر کار بندوں کے درمیان (میزان) سے فیصلہ ہو جائے گا اور وہ اپنی راہ چلے گا، جنت یا دوزخ میں۔ (الحدیث)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَالَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنْفِقُوْنَهَا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ يَوْمَ يُحْمٰى عَلَيْهَا فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ فَتُكْوٰى بِهَا جِبَاهُهُمْ وَجُنُوْبُهُمْ وَظُهُوْرُهُمْ هٰذَا مَا كَنَزْتُمْ لِاَنْفُسِكُمْ فَذُوْقُوْا مَا كُنْتُمْ تَكْنِزُوْنَ۔

(التوبہ - ۳۴ - ۳۵)

(اور جو لوگ سونا اور چاندی جمع کرتے ہیں اور اس کو خدا کے راستے میں خرچ نہیں کرتے تو ان کو اس دن کے دردناک عذاب کی خبر سنا دیں جس دن وہ (مال) دوزخ کی آگ میں خوب گرم کیا جائے گا، پھر اس سے ان (بخیلوں) کی پیشانیاں اور پہلو اور پیٹھیں داغی جائیں گی (اور کہا جائے گا کہ) یہ وہی ہے جو تم نے اپنے لیے جمع کیا تھا سو جو تم جمع کرتے تھے (اب) اس کا مزہ چکھو)

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن فقرا کی طرف سے اغنیاء کو رسوائی ہے، وہ (فقرا) کہیں گے ان لوگوں نے ہمارے حقوق کے سلسلے میں ہم پر ظلم کیا جو ان پر تو نے عائد کیے تھے۔ پھر اللہ تعالیٰ فرمائے گا: مجھے میری عزت و جلال کی قسم، میں تمہیں تمہارے حقوق ضرور دلاؤں گا اور ان (اغنیاء) کو ضرور دُور کروں گا۔ پھر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت پڑھی:

وَالَّذِيْنَ فِيْٓ اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ مَّعْلُوْمٌ لِّلسَّآئِلِ وَالْمَحْرُوْمِ۔

(المعارج - ۲۵)

(اور ان کے مالوں میں سوال کرنے والے اور محروم و مفلس کا مقررہ حق ہے)

روایت ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم معراج کی شب میں ایسے لوگوں کے

قریب سے گزرے کہ جن کے پیچھے اور آگے دھجیاں تھیں، وہ اس طرح چر رہے تھے، جس طرح جانور اور بکریاں ہوں جہنم کی گرم (نباتات) اور کانٹے دار جھاڑی چرتے تھے۔ آپ نے پوچھا: اے جبرائیل، یہ کون لوگ ہیں؟ عرض کیا: یہ وہ لوگ ہیں جو اپنے مالوں کی زکوٰۃ ادا نہیں کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان پر ظلم نہیں کیا اور اللہ تعالیٰ بندوں پر ظلم کرتا بھی نہیں۔

عبرتناک واقعہ

تابعین کی ایک جماعت، حضرت ابو سنان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زیارت کے لیے گئی۔ جب وہ ان کے پاس پہنچے اور کچھ دیر بیٹھے، تو انہوں نے فرمایا: چلو ہمارے پڑوس میں ایک آدمی کا بھائی فوت ہو گیا ہے، اس کی تعزیت کریں۔ محمد بن یوسف فریابی فرماتے ہیں، ہم ان کے ساتھ گئے اور اس آدمی کے ہاں پہنچے، وہ اپنے بھائی پر بہت رو رہا تھا اور شدید واویلا مچا رہا تھا۔ ہم اسے تسلی دیتے رہے، مگر وہ تسلی نہ پاتا۔ ہم نے کہا، کیا تم نہیں جانتے کہ موت تو لازمی طور پر آنی تھی۔ اس نے کہا: ہاں! میں بھائی کی موت پر اس لیے رو رہا ہوں کہ اسے صبح و شام عذاب ہو رہا ہے۔ ہم نے کہا: کیا خدا تعالیٰ نے تجھے غیب کا علم دیا ہے؟ اس نے کہا: نہیں، مگر بات یہ ہے کہ جب میں نے اسے دفن کیا اور اس پر مٹی ڈال دی اور لوگ چلے گئے، میں اس کی قبر کے پاس بیٹھا رہا۔ اچانک قبر سے آواز آئی، وہ کہہ رہا تھا: ہائے، انہوں نے مجھے تنہا چھوڑ دیا، میں سخت عذاب پا رہا ہوں، میں روزے دار تھا، نمازی تھا، اس کے بھائی نے کہا، مجھے اس بات پر رونا آ گیا اور میں مٹی ہٹا کر اس کی حالت دیکھنے لگا، دیکھا، تو قبر میں آگ جل رہی ہے اور اس کی گردن میں آگ کا طوق ہے۔ میں نے بھائی کی محبت کے جوش میں آ کر اس کی گردن سے یہ طوق ہٹانے کے لیے ہاتھ بڑھایا تو میری انگلیاں اور ہاتھ جل گیا۔ پھر اس نے اپنا ہاتھ دکھایا۔ وہ سیاہ جلا ہوا تھا۔ پھر وہ بتانے لگا: میں نے اس پر مٹی ڈال دی اور واپس آ گیا۔

اب میں کیسے نہ روؤں؟ اور کیسے غم نہ کروں؟ ہم نے پھر پوچھا: تیرا بھائی دنیا میں کیا کرتا تھا؟ اس نے کہا: وہ مال کی زکوٰۃ نہیں دیتا تھا۔ راوی بتاتے ہیں کہ یہ تو اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کی تصدیق ہوئی:

وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ بِمَآ اٰتٰهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ هُوَ خَيْرًا لَّهُمْ بَلْ هُوَ شَرٌّ لَّهُمْ سَيُطَوَّقُوْنَ مَا بَخِلُوْا بِهٖ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ۔

(آل عمران - ۱۸۰)

(جو لوگ مال میں سے جو خدا نے اپنے فضل سے ان کو عطا فرمایا ہے، بخل کرتے ہیں، وہ اس بخل کو اپنے حق میں اچھا نہ سمجھیں (وہ اچھا نہیں) بلکہ ان کے لیے بُرا ہے، وہ جس مال میں بخل کرتے ہیں، قیامت کے دن اس کا طوق بنا کر ان کی گردنوں میں ڈالا جائیگا)

اور تیرے بھائی کو قیامت تک عذاب معجّل کر دیا جائے گا۔ راوی بتاتے ہیں کہ پھر ہم وہاں سے نکلے اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک صحابی حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، کے پاس حاضر ہوئے اور اس آدمی کا واقعہ بتایا۔ پھر ہم نے کہا: ایک یہودی اور عیسائی مرتا ہے، مگر ہم ان میں یہ باتیں برملا نہیں دیکھتے۔ انہوں نے فرمایا: ان کے جہنمی ہونے میں کوئی شبہ نہیں اور اہلِ ایمان میں یہ باتیں دکھا کر اللہ تعالیٰ تمہیں عبرت دلاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

فَمَنْ اَبْصَرَ فَلِنَفْسِهٖ وَمَنْ عَمِيَ فَعَلَيْهَا وَمَآ اَنَا عَلَيْكُمْ بِحَفِيْظٍ (الانعام - ۱۰۵)

(پس جس نے دیکھا اس نے اپنا بھلا کیا اور جو اندھا بنا رہا۔ اس نے اپنے حق میں بُرا کیا اور میں تمہارا نگہبان نہیں ہوں)

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے: اللہ تعالیٰ کے نزدیک زکوٰۃ نہ دینے والا یہود و نصاریٰ کی طرح ہے اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک عشر نہ دینے والا مجوسیوں کی

طرح ہے اور جو شخص اپنے مال سے زکوٰۃ اور عشر دونوں ہی نہ دے، تو فرشتوں اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان پر ملعون ہے، اس کی گواہی قبول نہیں ہوگی اور فرمایا: اسے خوشخبری ہو کہ جس نے زکوٰۃ اور عشر ادا کیا اور اس کے لیے خوشخبری ہے کہ جس پر زکوٰۃ کا عذاب نہیں اور نہ ہی قیامت کے دن کا عذاب ہے اور جس نے اپنے مال کی زکوٰۃ ادا کی، اللہ تعالیٰ اس سے عذاب قبر اٹھا لے گا اور اس کا گوشت کے دن آگ پر حرام کر دے گا اور اس کے لیے بغیر حساب کے جنت واجب کر دے گا اور اسے قیامت کے دن کی پیاس نہیں لگے گی۔

باب ۲۲

زنا کا بیان

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَالَّذِیْنَ ھُمْ لِفُرُوْجِھِمْ حٰفِظُوْنَ (اور جو لوگ اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرتے ہیں)
(المومنون - ۵)

یعنی فحش اور ناجائز کاموں سے بچاتے ہیں جیسا کہ دوسری آیۂ کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَلَا تَقْرَبُوا الْفَوَاحِشَ مَا ظَھَرَ مِنْھَا وَمَا بَطَنَ - الانعام) (اور بیحیائی کے کام ظاہر ہوں یا پوشیدہ ان کے پاس نہ پھٹکنا)

یعنی نہ ہی کسی بڑی بے حیائی کا ارتکاب کرو جیسا کہ زنا اور نہ چھوٹی کا جیسا کہ غیر حلال عورت کا بوسہ لینا اسے چھونا یا اس پر نظرِ شہوت کرنا۔

سید البشر ختم الرسل صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے: ہاتھ زنا کرتے ہیں، پاؤں زنا کرتے ہیں اور آنکھیں زنا کرتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ ذٰلِكَ اَزْكٰى لَهُمْ۔ (المومنون، ۳۰)

(ایمانداروں سے کہہ دیں کہ وہ اپنی نگاہیں نیچی رکھا کریں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کیا کریں، یہ ان کے لیے بڑی پاکیزگی کی بات ہے)

اللہ تبارک تعالیٰ نے مردوں اور عورتوں سب کو حکم دیا کہ وہ حرام سے نظریں پھیر لیں، حرام سے شرمگاہ کی حفاظت کریں۔ اللہ تعالیٰ نے کئی آیات میں زنا کو حرام قرار دیا، اور فرمایا:

وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ يَلْقَ اَثَامًا۔ (الفرقان، ۶۸)

(اور جو یہ کام کرے گا، سخت گناہ میں مبتلا ہوگا)

یعنی دوزخ میں سزا پائے گا۔ ایک قول کے مطابق اَثَامًا سے مراد "جہنم کی ایک وادی" ہے۔ ایک قول کے مطابق یہ جہنم کی ایک غار ہے کہ جب اس کا دھانہ کھلتا ہے، تو دوزخی لوگ اس کی بدبو کی شدت کے باعث زور سے چیختے چلاتے ہیں۔

ایک صحابی سے مروی ہے، فرماتے ہیں: زنا سے بچ کر رہو، اس میں چھ آفتیں ہیں، تین دنیا میں اور تین آخرت میں۔ دنیا میں تین یہ ہیں:

۱۔ روزی میں تنگی، ۲۔ عمر میں کمی یا توبہ کا موقع جاتے رہنا۔ ۳۔ اور چہرہ سیاہ پڑ جانا۔

اور آخرت کی تین آفتیں یہ ہیں: ۱۔ اللہ تعالیٰ کا غضب ناک ہونا۔ ۲۔ حساب کی سختی۔ ۳۔ اور جہنم میں جانا۔

منقول ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا: اے میرے رب!

جو زنا کرے، اس کی کیا سزا ہے؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: میں اسے جہنم کی ایک زرہ پہناؤں گا کہ اگر اسے بلند و بالا پہاڑ پر ڈالا جائے تو وہ راکھ بن جائے۔

مروی ہے کہ ابلیس کو بدکار عورت، ہزار بدکار مرد سے زیادہ پسند ہے۔

المصابیح میں ہے کہ جناب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِذَا زَنَى الْعَبْدُ خَرَجَ مِنْهُ الْإِيمَانُ وَكَانَ فَوْقَ رَأْسِهِ كَالظُّلَّةِ فَإِذَا خَرَجَ مِنْ ذٰلِكَ الْعَمَلِ رَجَعَ إِلَيْهِ الْإِيمَانُ۔

(جب کوئی بندہ زنا کرتا ہے تو اس سے ایمان نکل جاتا ہے اور چھاتے کی طرح اس کے سر پر ایمان ہوتا ہے اور جب اس کام سے فارغ ہوتا ہے، تو پھر واپس آجاتا ہے)

الاقناع میں ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس سے بڑا کوئی گناہ نہیں کہ انسان نطفہ ایسے رحم میں رکھے جو اس کے لیے حلال نہیں۔" اور اغلام بازی کرنے والا اس سے بھی بُرا آدمی ہے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا کہ جو اغلام بازی کرے گا، وہ جنت کی بُو بھی نہیں پائے گا، حالانکہ اس کی بُو پانچسو برس کی مسافت سے آتی ہے۔

حکایت

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما اپنے گھر کے دروازے میں بیٹھے تھے کہ ایک خوبصورت لڑکا نظر پڑا۔ حضرت عبداللہ دوڑ کر اندر چلے گئے اور دروازہ بند کر دیا۔ تھوڑی دیر کے بعد پوچھا کہ کیا وہ فتنہ چلا گیا یا نہیں۔ عرض کیا گیا، چلا گیا۔ پھر گھر سے باہر آئے، ان سے پوچھا گیا: اے عبداللہ! آپ نے یہ کیا کیا؟ کیا آپ نے اس سلسلے میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ سنا ہے؟ فرمایا: ان کی طرف نظر کرنا حرام ہے، ان کے ساتھ بات کرنا حرام ہے اور ان کے ساتھ بیٹھنا حرام ہے۔

قاضی امام رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک بزرگ کو فرماتے سنا:
ہر عورت کے ساتھ ایک شیطان ہوتا ہے، مگر ہر لڑکے
کے ساتھ اٹھارہ شیطان ہوتے ہیں۔ مروی ہے کہ جس نے ایک لڑکے کا شہوت کے ساتھ
بوسہ لیا۔ اللہ تعالیٰ اسے پانچ سو برس تک عذاب دے گا اور جس نے کسی عورت کا شہوت
کے ساتھ بوسہ لیا۔ گویا اس نے ستر کنواری عورتوں سے زنا کیا اور جس نے ایک کنواری
عورت سے زنا کیا، گویا اس نے ستر ہزار شادی شدہ عورتوں سے زنا کیا۔

رونق التفاسیر میں امام کلبی رحمۃ اللہ علیہ کا قول مروی ہے: سب سے پہلے قوم
لوط کا کام جس نے کیا، وہ ابلیس تھا۔ اللہ تعالیٰ کی اس پر لعنت ہو۔ وہ ایک خوبصورت
ہیجڑے کی شکل لڑکے کی صورت میں ان کے پاس گیا اور ان کو اپنے ساتھ بدکاری کی ترغیب
دی۔ انہوں نے اس کے ساتھ بدکاری کی۔ اس کے بعد ہر مسافر کے بارے میں ان
کی یہ عادت بن گئی۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت لوط علیہ السلام کو ان کے پاس بھیجا۔ انہوں
نے اس کام سے انہیں روکا۔ اللہ تعالیٰ کی عبادت کی ترغیب دی اور مسلسل نافرمانی
پر اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرایا۔ وہ کہنے لگے: اگر تم سچے ہو تو لاؤ عذاب! حضرت
لوط علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ ان کے مقابلے میں میری مدد فرما، چنانچہ فرمایا:

رَبِّ انْصُرْنِیْ عَلَی الْقَوْمِ الْمُفْسِدِیْنَ۔ (العنکبوت، ۳۰) (اے رب! فسادی قوم کے مقابلے میں میری مدد فرما)

اللہ تعالیٰ نے آسمان کو حکم دیا کہ ان پر پتھر برساؤ، ہر پتھر پر ان کا نام لکھا تھا کہ جس کا
مارنا مقرر تھا۔ مُسَوَّمَةً عِنْدَ رَبِّكَ کا یہی مفہوم ہے کہ یہ پتھر اللہ تعالیٰ کے خزائن
یا علم میں تھے اور ان پر نشان تھے۔

حکایت

قوم لوط کا ایک آدمی تجارت کی غرض سے مکہ مکرمہ آیا ہوا تھا۔
حرم شریف میں ایک پتھر آیا تاکہ اس پر پڑ جائے، مگر فرشتوں نے

کہا: جہاں سے آئے ہو، وہاں چلے جاؤ، اس لیے کہ یہ آدمی اللہ تعالیٰ کے حرم میں ہے، وہ پتھر واپس ہوا اور حرم شریف سے باہر آسمان وزمین کے درمیان چالیس دن تک فضا میں ٹھہرا رہا۔ وہ آدمی تجارت کر کے باہر نکلا، تو حرم سے باہر آتے ہی اس کے سر پر پڑا اور اسے موت کے گھاٹ اتار دیا۔

حضرت لوط علیہ السّلام کے ہمراہ ان کی بیوی بھی باہر آئی تھی۔ ایمانداروں کو حکم ہوا تھا کہ مڑ کر پیچھے نہ دیکھیں۔ اس عورت نے جب اپنی قوم پر عذاب کی آواز سنی، تو پیچھے دیکھا اور منہ سے نکل گیا، ہائے میری قوم، اس کے سر پر ایک پتھر لگا اور وہیں ڈھیر ہو گئی۔

حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب صبح ہوئی، تو حضرت جبرائیل علیہ السلام اس بستی کے پاس آئے اور اسے جڑ سے اکھاڑ کر اپنے پروں کے کناروں پر رکھا اور آسمان کے قریب لے گئے۔ آسمان والوں نے ان کے مرغوں کی آواز اور ان کے کتوں کے بھونکنے کی آواز سنی۔ اس کے بعد اسے پٹخ دیا۔ سب سے پہلے ان کے خیمے گرے، چنانچہ جو عذاب اس قوم پر آیا، وہ کسی دوسری قوم پر نہیں آیا۔ ان بستیوں کو الٹ کر پھینک دیا گیا۔ یہ پانچ شہر تھے۔ سدوم کا شہر بڑا تھا۔ سورۂ براۃ میں ان کا ذکر آتا ہے اور ان میں چالیس لاکھ کی آبادی تھی۔

باب ۲۳

صلہ رحمی اور حقوق والدین

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِیْ تَسَآءَلُوْنَ بِهٖ وَالْاَرْحَامَ۔ (النساء - ۱)

(اور اللہ تعالیٰ سے جس کے نام کو تم اپنی حاجت براری کا ذریعہ بناتے اور (قطع مودّت) ارحام سے بچو۔

یعنی رحمی برادری سے قطع تعلق کرنے سے بچو۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

فَهَلْ عَسَیْتُمْ اِنْ تَوَلَّیْتُمْ اَنْ تُفْسِدُوْا فِی الْاَرْضِ وَتُقَطِّعُوْٓا اَرْحَامَكُمْ ۝ اُولٰٓئِكَ الَّذِیْنَ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فَاَصَمَّهُمْ وَاَعْمٰٓی اَبْصَارَهُمْ۔ (محمّد - ۲۳)

(کیا تم اس بات کے قریب ہو کہ اگر تم حکمران ہو جاؤ، تو زمین میں فساد کرو اور قطع رحمی کرو، یہی وہ لوگ ہیں جن پر اللہ تعالیٰ نے لعنت کی ہے اور ان کے کانوں کو بہرہ اور (ان کی) آنکھوں کو اندھا کر دیا ہے)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

اَلَّذِیْنَ یَنْقُضُوْنَ عَهْدَ اللّٰهِ مِنْ بَعْدِ مِیْثَاقِهٖ وَیَقْطَعُوْنَ مَآ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖٓ اَنْ یُّوْصَلَ وَیُفْسِدُوْنَ فِی اُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ۔ (البقرۃ - ۲۷)

(جو لوگ اللہ کا وعدہ پختہ کرنے کے بعد توڑتے ہیں اور جس کو اللہ تعالیٰ نے جوڑنے کا حکم دیا، اسے کاٹتے ہیں (یعنی قطع رحمی کرتے ہیں) اور زمین فساد کرتے ہیں، وہی لوگ نقصان اٹھانے والے ہیں)

ایک اور جگہ فرمایا:

اَلَّذِیْنَ یَنْقُضُوْنَ عَهْدَ اللّٰهِ مِنْ بَعْدِ مِیْثَاقِهٖ وَیَقْطَعُوْنَ مَا اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖ اَنْ یُّوْصَلَ وَیُفْسِدُوْنَ فِی الْاَرْضِ اُولٰٓئِكَ لَهُمُ اللَّعْنَةُ وَلَهُمْ سُوْٓءُ الدَّارِ (الرعد - ۲۵)

(جو لوگ پختہ کرنے کے بعد اللہ کا وعدہ توڑتے ہیں اور جس کو اللہ نے جوڑنے کا حکم دیا، اسے توڑتے ہیں اور زمین میں فساد کرتے ہیں، ان پر لعنت ہے اور ان کے لیے بُرا ٹھکانا ہے)

شیخین (بخاری و مسلم) کی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے مخلوق پیدا کی۔ جب ان سے فارغ ہوا تو رحم کھڑا ہوا اور عرض کیا: یہ تیری پناہ کا مقام ہے قطع تعلق سے فرمایا: ہاں، کیا تو راضی نہیں ہے؟ کہ جو تجھ سے جوڑے میں اس سے جوڑوں اور جو تجھ سے توڑے، میں اس سے توڑوں۔ اس نے کہا: ہاں (ٹھیک ہے) فرمایا: پھر یہ تیرے لیے ہے۔ پھر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر چاہو تو یہ پڑھو

فَهَلْ عَسَیْتُمْ اِنْ تَوَلَّیْتُمْ اَنْ تُفْسِدُوْا فِی الْاَرْضِ وَتُقَطِّعُوْٓا اَرْحَامَكُمْ ○ اُولٰٓئِكَ الَّذِیْنَ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فَاَصَمَّهُمْ وَاَعْمٰٓی اَبْصَارَهُمْ (محمد - ۲۳)

(کیا تم اس بات کے قریب ہو کہ اگر تم حکمران ہو جاؤ، تو زمین میں فساد کرو اور قطع رحمی کرو، یہی وہ لوگ ہیں جن پر اللہ تعالیٰ نے لعنت کی ہے اور ان کے (کانوں) کو بہرہ اور (ان کی) آنکھوں کو اندھا کر دیا ہے)

ترمذی کا فرمان ہے کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے (ابن ماجہ و حاکم) اور فرمایا صحیح الاسناد ہے۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

نے فرمایا: ظلم اور قطع رحمی سے بڑھ کر کوئی ایسا گناہ نہیں کہ جس کی سزا مجرم کو دنیا اور آخرت میں ملے۔

اور بخاری و مسلم میں ہے کہ قطع رحمی کرنے والا جنت میں نہیں جائے گا۔

حضرت سفیان ثوری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا فرمان ہے کہ اس روایت (میں یہ سزا) قطع رحمی کرنے والے کے لیے ہے۔

ثقہ روایت کے ساتھ مروی ہے کہ بنی آدم کے اعمال ہر جمعرات کے دن جمعہ کی رات کو پیش ہوتے ہیں، چنانچہ قطع رحمی کرنے والے کا عمل قبول نہیں ہوتا۔

بیہقی میں ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے پاس جبرائیل علیہ السلام آئے اور کہا، یہ نصف شعبان کی رات ہے، اس میں اللہ تعالیٰ ابنی کلب کی بکریوں کے بالوں کے برابر لوگوں کو آزاد کرتا ہے، مگر اس رات میں مشرک کی طرف نظر (رحمت) نہیں کرتا، نہ ہی کینہ ور کی طرف، نہ ہی قطع رحمی کرنے والے کی طرف اور نہ ہی تکبر کے باعث کپڑا گھسیٹنے والے کی طرف، نہ ہی والدین کی نافرمانی کرنے والے کی طرف اور نہ ہی عادی شراب نوش کی طرف (الحدیث)

ابن حبان وغیرہ نے روایت کیا کہ تین لوگ جنت میں نہیں جائیں گے:

۱۔ شراب کا عادی - ۲ - قطع رحمی کرنے والا - ۳ - جادو کی تصدیق کرنے والا۔

احمد نے مختصراً اور ابن ابی الدنیا اور بیہقی نے نقل کیا: یہ لوگ رات کو کھانے پینے اور لہو ولعب میں مصروف رہیں گے (یعنی حرام کاموں میں مصروف رہیں گے) اور صبح کو انہیں مسخ کر کے بندر اور خنازیر بنا دیا جائے گا اور زمین میں دھنسا دیے جائیں گے اور پھر اوپر سے پتھر برسیں گے (مگر اکا دکا یعنی اجتماعی عذاب اس قسم کا نہیں ہوگا) صبح ہوگی، تو لوگ کہیں گے کہ رات کو فلاں خاندان دھنس گیا اور رات کو فلاں گھر دھنس گیا۔ اکا دکا پر، اور ان پر اس طرح پتھر برسائے جائیں گے۔ جس طرح قوم لوط

پر برسائے گئے، مگر بعض خاندانوں اور بعض گھروں پر   برباد کرنے والی آندھی چلائی جاتے گی جیسا کہ قوم عاد ہلاک ہوئی، مگر بعض خاندانوں اور بعض گھروں پر۔
یہ وہی لوگ ہوں گے جو شراب پئیں گے، ریشم پہنیں گے، گانے بجانے والی عورتیں رکھیں گے، سود کھائیں گے، قطع رحمی کریں گے اور ایک عادت مزید ہوگی، حضرت جعفر وہ بھول گئے۔

طبرانی اوسط میں حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ہم کچھ صحابہ کرام اکھٹے بیٹھے تھے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لاتے اور فرمایا: اے مسلمانوں کے گروہ! اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور صلہ رحمی کرو، اس لیے کہ صلہ رحمی سے بڑھ کر تیزی سے نتائج حسنہ پیدا کرنے والا) ثواب اور کوئی نہیں اور ظلم و سرکشی سے بچو، اس لیے کہ ظلم و سرکشی سے بڑھ کر تیزی سے (سزا کا باعث بننے والا) عمل اور کوئی نہیں اور والدین کی نافرمانی سے بچو، اس لیے کہ جنت کی خوشبو ایک ہزار سال سے آتی ہے، مگر والدین کی نافرمانی کرنے والا اس کی خوشبو نہیں پائے گا اور قطع رحمی کرنے والا اور نہ ہی بوڑھا زانی اور نہ وہ شخص جو تکبر کے باعث چادر گھسیٹے اور تکبر تو صرف رب العٰلمین ہی کو سزاوار ہے۔

اصبہانی میں ہے کہ ہم جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھے کہ آپ نے فرمایا: آج ہمارے پاس قطع رحمی کرنے والا نہ بیٹھے۔ ایک جوان مجلس سے اٹھا اور اپنی خالہ کے پاس آیا۔ ان دونوں کے درمیان کچھ نزاع تھا۔ جوان نے اس سے معافی مانگی، اس نے معاف کر دیا۔ پھر وہ مجلس میں حاضر ہوا۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس قوم پر اللہ کی رحمت نازل نہیں ہوتی جس میں قطع رحمی کرنے والا موجود ہو، یہ دائمی حکم ہے۔ اس لیے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ ہمارے پاس سے ہر قطع رحمی کرنے والا

نکل جائے، تو ایک نوجوان اٹھ کر اپنی پھوپھی کے پاس گیا، ان کے درمیان کئی سال سے انقطاع تھا، اس سے صلح کی۔ اس نے سبب پوچھا: اس جوان نے سبب بتادیا۔ اس کی پھوپھی نے کہا، ان کے پاس جاؤ اور اس کا سبب معلوم کر کے آؤ۔ اس نے جاکر سبب پوچھا، تو انہوں نے فرمایا: میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا، جس قوم میں قطع رحمی کرنے والا ہو، اس پر اللہ کی رحمت نازل نہیں ہوتی۔

طبرانی میں ہے کہ اس قوم پر (رحمت کے فرشتے) نہیں اترتے جس میں قطع رحمی کرنے والا موجود ہو۔

طبرانی میں صحیح سند کے ساتھ حضرت اعمش رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ صبح کے بعد حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ ایک مجلس میں بیٹھے ہوئے تھے، فرمایا: میں قطع رحمی کرنے والے کو اللہ کی قسم دیتا ہوں کہ وہ ہماری مجلس سے اٹھ جائے' اس لیے کہ ہم اپنے رب تعالیٰ سے دعا کرنا چاہتے ہیں اور قطع رحمی کرنے والے پر آسمان کے دروازے بند ہیں۔

شیخان میں ہے کہ رحم عرش کے ساتھ معلق ہے اور کہہ رہا ہے جو مجھے جوڑے، اللہ اسے جوڑے اور جو مجھے توڑے، اللہ اسے توڑے۔

ابوداؤد اور ترمذی میں ہے: امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے اسے صحیح میں فرمایا کہ اور اس کے صحیح ہونے پر یہ اعتراض کیا کہ یہ منقطع ہے اور روایت میں متصل ہے۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: خطا ہے۔

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سے مروی ہے کہ میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: میں اللہ ہوں، میں رحمٰن ہوں، میں نے رحم پیدا کیا اور اس کے لیے اپنے ناموں سے ایک نام الگ کیا جس نے اسے جوڑا میں نے اسے جوڑا اور جس نے اسے توڑا، میں نے اسے توڑا، یا فرمایا: تبتتہٗ (میں نے اسے کاٹا)

مسند احمد میں صحیح اسناد کے ساتھ ہے: سب سے بڑا سود (ظلم) کسی مسلمان کی ناحق آبروریزی ہے اور یہ رحم تو رحمٰن عزوجل سے پیچیدہ شاخ ہے جس نے اسے توڑا، اللہ تعالیٰ نے اس پر جنت حرام کر دی۔

مسند احمد میں جید قوی اسناد کے ساتھ اور صحیح ابن حبان میں ہے کہ رحم، رحمٰن ایک پیچیدہ شاخ ہے۔ کہتا ہے: اے رب! میں توڑا گیا، اے رب! مجھ سے بدسلوکی ہوئی، اے رب! مجھ پر ظلم ہوا، اے رب! اے رب! پس اللہ تعالیٰ اس کو جواب دیتا ہے: کیا تو راضی نہیں کہ جو تجھ سے جوڑے، میں اس سے جوڑوں اور جو تجھ سے توڑے میں اس سے توڑوں۔

اور شجنۃ کا مفہوم ہے ایک پیچیدہ جال والی جیسے رگیں جال دار ہو جائیں اور رحم دراصل رحمٰن سے مشتق ہے جیسا کہ آگے حدیث آرہی ہے۔ مسند بزار میں اسناد حسن کے ساتھ ہے کہ رحم ایک چیچڑی سی ہے۔ عرش کو پکڑے ہوئے ہے اور تیز زبانی کے ساتھ بات کرتا ہے۔ اے اللہ! جو مجھے جوڑے، تو اُسے جوڑ اور جو مجھے توڑے، تو اسے توڑ۔ پس اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: میں رحمٰن، رحیم ہوں اور میں نے رحم کو اپنے نام سے مشتق کیا۔ جو کوئی اسے جوڑے گا، میں بھی اسے جوڑوں گا اور جو کوئی اسے کاٹے گا، میں بھی اسے کاٹوں گا۔

مسند بزار میں ہے کہ عرش کے ساتھ تین چیزیں معلق ہیں:

۱۔ رحم، وہ کہتا ہے اے اللہ! میں تیرے ساتھ ہوں، پس کاٹا نہ جاؤں۔

۲۔ امانت، کہتی ہے اے اللہ! میں تیرے ساتھ ہوں، پس خیانت نہ کی جاؤں۔

۳۔ نعمت، وہ کہتی ہے اے اللہ! میں تیرے ساتھ ہوں، پس ناشکری نہ کی جاؤں۔

سُنن بیہقی میں ہے کہ (مہر لگانے کا آلہ) عرش کے پائے کے ساتھ معلق ہے۔ جب رحم شکایت کرتا ہے اور نافرمانی کی جاتی ہے اور اللہ تعالیٰ کے احکام کے مقابلے (کھلم کھلا) میں خلاف ورزی کی جاتی ہے تو اللہ تعالیٰ طابع کو بھیجتا ہے، وہ دل پر مہر لگا دیتا ہے، اب اس کے بعد وہ بدعقل

ہو جاتے ہیں۔ ؎

شیخان (بخاری و مسلم) میں ہے: جو شخص اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہے کہ اپنے مہمان کی عزّت کرے اور جو اللہ آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہے، اس کو چاہیے کہ صلہ رحمی کرے اور جو اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہے، اس کو چاہیے کہ وہ کہے، تو اچھی بات کہے یا خاموش رہے۔

بخاری و مسلم میں ہے کہ جو پسند کرے کہ اس کی روزی فراخ ہو، اس کی عمر طویل یا بابرکت ہو تو اسے چاہیے کہ صلہ رحمی کرے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کو فرماتے سنا، جس کو اچھّا لگے کہ اس کی روزی فراخ ہو یا اس کی عمر میں تاخیر (طویل یا بابرکت) ہو تو اسے چاہیئے کہ صلہ رحمی کرے۔

بخاری اور ترمذی کے الفاظ یہ ہیں کہ اپنے انساب سیکھو، جس کے ذریعے تم صلہ رحمی کر سکو، اس لیے صلہ رحمی کرنا خاندان میں محبّت ہے اور مال میں کثرت اور عمر میں زیادتی کا باعث ہے۔

حضرت عبداللہ ابن امام احمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ، نے زوائد المسند میں بزار نے جیّد اسناد کے ساتھ اور حاکم نے روایت کیا کہ جس کو اچھا لگے کہ اس کی عمر بڑھا دی جائے اور اس کی روزی میں فراخی کر دی جائے اور اس سے بُری موت ہٹا دی جائے، تو وہ اللہ تعالیٰ سے ڈرے اور صلہ رحمی کرے۔

؎ جب کسی کے دل پر مہر لگ جاتی ہے، تو وہ قرآن و حدیث کی کوئی دلیل نہیں مانتا، نہ اس پر غور کرتا ہے، بلکہ اس کی حالت ایک شریر بندر اور بدکے ہوئے گدھے کی ہو جاتی ہے۔ اس کی لگام شیطان کے ہاتھ میں ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے میں ہم سب مسلمانوں کو اس حالت سے محفوظ فرمائے۔ (مترجم)

بزار نے سند لاباس بہ کے ساتھ اور حاکم نے روایت کیا اور اسے صحیح بتایا کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تورات میں لکھا ہے کہ جو پسند کرے کہ اس کی عمر اور اس کی روزی میں اضافہ ہو جائے تو وہ صلہ رحمی کرے۔

ابوالعلی موصلی رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کیا کہ صدقہ اور صلہ رحمی دونوں کے باعث اللہ تعالیٰ عمر میں اضافہ کر دیتا ہے اور ان کی وجہ سے بری موت دور کر دیتا ہے اور مصائب و آفات ہٹا دیتا ہے۔

ابو یعلی رحمۃ اللہ علیہ نے اسناد جید کے ساتھ بنی خشعم کے ایک آدمی سے روایت کیا کہ میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوا۔ آپ چند صحابہ کرام کے ہمراہ تشریف فرما تھے۔ میں نے پوچھا: آپ وہ ہیں جو گمان کرتے ہیں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں؟ فرمایا: ہاں! راوی بتاتے ہیں کہ میں نے کہا: اے اللہ کے رسول! اللہ تعالیٰ کو کونسا عمل زیادہ پسند ہے؟ فرمایا: اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھنا۔ میں نے کہا: اے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) پھر کونسا؟ فرمایا: صلہ رحمی۔ میں نے کہا: اے اللہ کے رسول! اللہ تعالیٰ کو کونسا عمل زیادہ ناپسند ہے؟ فرمایا: اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرنا۔ میں نے کہا: اے اللہ کے رسول! پھر کونسا؟ فرمایا: قطع رحمی۔ میں نے کہا: اے اللہ کے رسول! پھر کونسا؟ فرمایا: پھر برائی کا حکم کرنا اور نیکی سے روکنا۔

بخاری و مسلم میں یہ الفاظ ہیں: ایک اعرابی جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے آیا۔ آپ سفر میں تھے۔ اس نے آپ کی اونٹنی کی لگام پکڑ لی۔ پھر کہا اے اللہ کے رسول، یا کہا اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) مجھے وہ عمل بتا دیجئے جو جنت کے قریب کر دے اور دوزخ سے دور کر دے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم رک گئے اور صحابہ کرام کی طرف دیکھا، پھر فرمایا: اس کو توفیق ملی، یا اس کو ہدایت ملی۔ فرمایا: تم نے کیسے کہا؟ اس نے دوبارہ عرض کیا: حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تو اللہ تعالیٰ

کی عبادت کر، اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کر، تو نماز قائم کر اور زکوٰۃ دے اور صلہ رحمی کر، اب اونٹنی کو چھوڑ دو۔

ایک روایت میں ہے: رحم والوں کے ساتھ جوڑے۔ جب وہ واپس ہوا تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اگر یہ اس سے وابستہ رہا جو میں نے اسے حکم دیا ہے تو وہ جنت میں داخل ہو گیا۔

طبرانی میں اسناد حسن کے ساتھ ہے کہ اللہ تعالیٰ ایک قوم کی وجہ سے علاقوں کو آباد کرتا ہے۔ ان کے اموال بڑھاتا ہے اور جب سے انہیں پیدا کیا، ان پر رحمت کی نظر نہیں کی۔ پوچھا گیا، یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) یہ کس طرح؟ فرمایا، ان کی صلہ رحمی کی وجہ سے۔

احمد نے روایت کی، اور سند کے ساتھ بیان کیا، البتہ اس میں انقطاع ہے کہ جس کو نرمی ملی، اسے دنیا و آخرت کی بھلائی سے حصہ ملا اور صلہ رحمی اور پڑوسی کے ساتھ اچھا برتاؤ اور حسن اخلاق سے علاقے آباد ہوتے ہیں اور عمروں میں اضافہ ہوتا ہے۔

ابو الشیخ، ابن حبان اور بیہقی نے روایت کیا، یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) لوگوں میں بہترین کون شخص ہے؟ فرمایا، جو اللہ تعالیٰ سے سب سے زیادہ ڈرتا ہے، سب سے زیادہ صلہ رحمی کرتا ہے، ان کو نیکی کا حکم کرتا اور برائی سے روکتا ہے۔

طبرانی اور صحیح ابن حبان میں ہے، یہ روایت حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے کہ میرے خلیل صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے بہترین خصائل کی وصیت فرمائی کہ:

۱۔ جو مجھ سے اوپر ہو اس کو (حسد کے ساتھ) نہ دیکھوں۔

۲۔ اور جو مجھ سے نیچے ہو، اسے دیکھوں (اور خدا کا شکر ادا کروں)

طبرانی میں قابلِ استدلال سند کے ساتھ نقل کیا: میں تمہیں دنیا وآخرت کا عمدہ ترین اخلاق نہ بتاؤں؟ کہ جو تجھ سے توڑے، تو اس سے جوڑ، اور جو تجھے محروم رکھے، تو اسے دے، اور جو تجھ پر ظلم کرے، تو اسے معاف کر دے۔

طبرانی میں ہے کہ افضل ترین فضیلت یہ ہے کہ جو تجھ سے توڑے، تو اس سے جوڑ، اور جو تجھے محروم رکھے، تو اُسے دے اور جو تجھے گالی دے، تو اس سے درگزر کر۔

مُسند بزاز میں ہے کہ کیا میں تمہیں نہ بتاؤں کہ کس عمل کے ذریعے اللہ تعالیٰ درجے بلند کرتا ہے۔

طبرانی کی ایک روایت ہے: کیا میں تمہیں بتاؤں نہیں کہ اللہ تعالیٰ کس عمل کے ذریعے عمارت کو شرف عطا کرتا ہے اور اس کے ذریعے درجے بلند کرتا ہے؟ صحابہ کرام نے کہا: ہاں! یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) فرمایا: جو تجھ سے جہالت سے پیش آئے، تو اس کے سامنے بردباری دکھا اور جو تجھ پر ظلم کرے، تو اسے معاف کر دے اور جو تجھے محروم کرے، تو اسے عطا کر جو تجھ سے توڑے، تو اس سے جوڑ۔

ابن ماجہ میں ہے کہ سب سے تیزی سے ثواب ملتا ہے احسان کرنے اور صلہ رحمی کرنے سے، اور تیزی سے سزا ملتی ہے ظلم کرنے اور قطع رحمی کرنے کے سبب سے۔

طبرانی میں ہے: قطع رحمی، خیانت اور جھوٹ سے بڑھ کر کوئی گناہ نہیں کہ جس کی سزا، کرنے والے کو دنیا میں تیزی سے ملتی ہو اور آخرت میں جمع رہتی ہو اور صلہ رحمی کی نیکی کا ثواب فوری طور پر ملتا ہے، حتیٰ کہ اگر گھر والے بدمعاش بھی ہوں، تو بھی ان کے مال بڑھتے ہیں اور ان کی تعداد زیادہ ہو جاتی ہے، بشرطیکہ وہ صلہ رحمی کرتے ہوں۔

باب ۲۴

والدین کے ساتھ احسان کرنا

بخاری ومسلم میں ہے حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا: اللہ تعالیٰ کو کونسا عمل محبوب ہے؟ آپ نے فرمایا: بروقت نماز پڑھنا۔ میں نے کہا: پھر کونسا؟ فرمایا: والدین کے ساتھ اچھا سلوک کرنا۔ میں نے کہا: پھر کونسا؟ فرمایا: اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرنا۔

مسلم وغیرہ میں ہے کہ کوئی لڑکا اپنے والدین کا حق تب تک نہیں ادا کر سکتا جب تک یہ صورت نہ ہو کہ وہ اسے غلام پائے، پھر اسے خرید کر آزاد کر دے۔

مسلم میں ہے کہ ایک آدمی جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا: میں ہجرت اور جہاد پر آپ کی بیعت کرتا ہوں اور اللہ تعالیٰ سے اس کا اجر چاہتا ہوں۔ آپ نے فرمایا: تیرے والدین میں سے کوئی ایک زندہ ہے؟ اس نے کہا: بلکہ دونوں ہی زندہ ہیں۔ فرمایا: کیا تم اللہ تعالیٰ سے اجر چاہتے ہو؟ کہا: ہاں! فرمایا: پھر اپنے والدین کے پاس واپس جاؤ اور ان کے ساتھ حسنِ مصاحبت رکھو۔

ابو یعلیٰ اور طبرانی نے سند جید کے ساتھ نقل کیا: ایک آدمی جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوا اور عرض کیا: میں جہاد کرنا چاہتا ہوں، مگر اس پر قادر نہیں۔ آپ نے فرمایا: کیا تمہارے والدین میں سے کوئی ایک زندہ ہے؟ کہا: میری ماں ہے۔ فرمایا: تو اس کے ساتھ نیکی کر کے اللہ تعالیٰ سے (جہاد کا ثواب) مانگ۔ اگر تو یہ کرے تو تو حج کرنے والا، عمرہ کرنے والا اور جہاد کرنے والا ہے۔

طبرانی میں ہے کہ ایک شخص نے کہا: یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) میں اللہ کی راہ

میں جہاد کرنا چاہتا ہوں۔ آپ نے فرمایا: تیری ماں زندہ ہے؟ کہا: ہاں! حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس کے پاؤں پڑے رہو، وہیں جنت ہے۔

ابن ماجہ میں ہے: کسی نے پوچھا: اے اللہ کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم)، والدین کا اپنے لڑکے پر کیا حق ہے؟ آپ نے فرمایا: وہی تیری جنت اور وہی تیرا دوزخ ہیں۔

ابن ماجہ اور نسائی میں ہے اور حاکم میں بھی ہے اور اسے صحیح بتایا: اے اللہ کے رسول! میرا ارادہ ہے کہ میں جہاد کروں۔ اب میں آپ کے پاس مشورہ کرنے کے لیے حاضر ہوا ہوں۔ آپ نے فرمایا: کیا تیری ماں ہے؟ اس نے کہا: ہاں! فرمایا: اس کی خدمت میں لگے رہو، جنت اس کے پاؤں کے پاس ہے۔

ایک صحیح حدیث میں ہے: آپ نے فرمایا: کیا تیرے والدین ہیں؟ کہا: ہاں! فرمایا: دونوں کے ساتھ وابستہ رہو، اس لیے کہ جنت ان کے پاؤں کے نیچے ہے۔

ترمذی میں ہے اور اسے صحیح بتایا کہ حضرت ابو الدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ایک آدمی آیا، اس نے کہا: میری ایک بیوی ہے اور میری ماں، اس کو طلاق دینے کا حکم کرتی ہے۔

انہوں نے کہا کہ میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا: والد، جنت کے درمیان والا دروازہ ہے۔ اگر چاہو، تو اس دروازے کو ضائع کردو اور چاہو، تو اس کی حفاظت کرو۔

صحیح ابن حبان میں ہے کہ ایک آدمی حضرت ابو الدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس آیا اور کہا: میرا والد میرے ساتھ رہ رہا ہے۔ آخر کار اس نے میرا نکاح کیا۔ اب وہ مجھے بیوی کو طلاق دینے کا حکم کرتا ہے۔ انہوں نے فرمایا: میں وہ نہیں کہ تجھے والدین کی نافرمانی کا حکم کروں اور نہ ہی تجھے بیوی کو طلاق دینے کا حکم کرتا ہوں۔ البتہ اگر چاہو تو میں تمہیں بتاتا ہوں جو میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے

سنا ہے: والد جنّت کا درمیانی دروازہ ہے، چاہو، تو اس کی حفاظت کرو یا اسے ضائع کر دو۔ حضرت عطاء کا بیان ہے کہ اس نے بیوی کو طلاق دے دی۔

سُنن اربعہ اور صحیح ابن حبان میں ہے اور ترمذی نے اسے حسن صحیح بتایا کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے، فرمایا: میری زوجیت میں ایک عورت تھی جس سے مجھے بڑی محبت تھی۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس سے نفرت تھی انہوں نے فرمایا: اسے طلاق دے دو، میں نے انکار کر دیا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے اور اس بات کا ذکر کیا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے فرمایا کہ اسے طلاق دے دو۔

مُسند احمد میں صحیح سند کے ساتھ مروی ہے کہ جس کو اچھا لگے کہ اس کی عمر طویل ہو اور اس کی روزی میں فراخی ہو، وہ والدین کے ساتھ اچھا سلوک کرے اور صلہ رحمی کرے۔

مسند ابو یعلیٰ میں ہے اور حاکم نے اسے صحیح بتایا کہ جو اپنے والدین کے ساتھ اچھا سلوک کرے، اس کے لیے خوشخبری ہے، اللہ تعالیٰ اس کی عمر بڑھا دے گا۔

ابن ماجہ اور صحیح ابن حبان میں ہے اور حاکم نے صحیح بتایا کہ انسان کی روزی میں گناہ کی وجہ سے تنگی ہو جاتی ہے اور قضا کو تو صرف دُعا ہی رد کر سکتی ہے اور عمر میں اضافہ صرف نیکی سے ہوتا ہے۔

ترمذی کی روایت ہے اور فرمایا: یہ حسن غریب ہے، قضا کو دُعا کے بغیر کوئی چیز رد نہیں کر سکتی اور عمر میں اضافہ صرف نیکی ہی کرتی ہے۔

مُستدرک حاکم میں ہے اور اسے صحیح بتایا: لوگوں کی عورتوں سے پاک دامن رہو، تمہاری عورتیں پاک دامن رہیں گی۔ اپنے والدین کے ساتھ نیک سلوک کرو، تمہارے بچے تم سے نیک سلوک کریں گے اور جس کے پاس اس کا بھائی تعلق قائم کرنے کو آئے، وہ اسے قبول کر لے چاہے حق پر ہو یا ناحق ہو، اگر یہ نہ کیا تو حوض کوثر پر نہیں آ سکے گا۔

طبرانی میں اسناد حسن کے ساتھ مروی ہے کہ اپنے والدین کے ساتھ نیک سلوک کرو، تمہاری اولاد تم سے نیک سلوک کرے گی، خود پاک دامن رہو، تمہاری عورتیں بھی پاک دامن رہیں گی۔

مُسلم میں ہے کہ اس کی ناک خاک آلود ہو، اس کی ناک خاک آلود ہو، اس کی ناک خاک آلود ہو۔ عرض کیا: کس کی اے اللہ کے رسول؟ (صلی اللہ علیہ وسلم) فرمایا: جو اپنے والدین میں سے ایک یا دونوں کو ہی بڑھاپے کی حالت میں پائے، پھر ان کی خدمت کر کے جنّت میں نہ جائے' یا فرمایا: اور وہ اس کو (حسن سلوک کے باعث) جنّت میں داخل نہ کریں۔

طبرانی میں کئی اسناد سے مروی ہے، ان میں سے ایک حسن ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر بیٹھے اور فرمایا: آمین، آمین، آمین، پھر فرمایا: میرے پاس جبرائیل علیہ السلام آئے اور کہا: اے محمد! (صلی اللہ علیہ وسلم) جو رمضان کا مہینہ پائے اور (روزے رکھے بغیر ہی) مر جائے، پس اس کو معافی نہ ملے اور دوزخ میں چلا جائے تو اللہ تعالیٰ اسے دُور کر دے، کہیئے آمین۔ میں نے کہا آمین!

ابن حبان میں یہ الفاظ ہیں: جو اپنے ماں باپ یا ان میں سے ایک کو پائے، پھر ان کے ساتھ نیک سلوک نہ کرے، مر جائے اور دوزخ میں جائے، تو اللہ تعالیٰ اسے دُور کر دے، میں نے کہا آمین۔

حاکم نے اسے روایت کیا اور آخر میں فرمایا: جب میں تیسرے درجہ پر چڑھا تو اس نے اس کے بعد کہا: جو اپنے والدین یا ان میں سے ایک کو بڑھاپے میں پائے، پھر وہ اسے جنّت میں داخل نہ کریں۔ میں نے کہا آمین۔

طبرانی میں ہے جو اپنے والدین یا ان میں سے ایک کو پائے، پھر ان سے نیک سلوک نہ کرے اور دوزخ میں چلا جائے، تو اللہ تعالیٰ اسے دُور کر دے اور پیس دے۔ میں نے کہا آمین۔

مسند احمد میں کئی طریق سے ہے جن میں ایک حسن ہے کہ جس نے ایک مسلمان کی گردن (غلامی سے) آزاد کرائی تو وہ اس کے لیے (دوزخ سے بچنے کے لیے) فدیہ ہے اور جس نے والدین میں سے ایک کو پایا، پھر اس کی بخشش نہیں ہوئی، تو اللہ تعالیٰ اسے دور کر دے۔ ایک روایت میں یہ اضافہ ہے کہ اسے پیس دے۔

بخاری و مسلم میں ہے: اے اللہ کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) میری حسن رفاقت کا کون زیادہ حقدار ہے؟ فرمایا: تیری ماں! اس نے کہا: پھر کون؟ فرمایا: تیری ماں! کہا: پھر کون؟ فرمایا: تیرا باپ۔

مسلم و بخاری میں حضرت اسماء بنت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ میری والدہ میرے پاس آئی اور وہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں (ابھی) مشرک تھیں۔ میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مسئلہ پوچھا اور عرض کیا: میری والدہ میرے پاس آئی ہے اور وہ اسلام سے بے رغبت ہے۔ اب میرے بارے میں کیا حکم ہے؟ کیا ماں کے ساتھ صلہ رحمی کروں؟ آپ نے فرمایا: ہاں! اپنی ماں کے ساتھ صلہ رحمی کرو۔

صحیح ابن حبان اور حاکم میں ہے اور فرمایا کہ یہ مسلم کی شرط پر صحیح ہے۔ اللہ کی رضامندی باپ کی رضامندی میں ہے یا فرمایا: والدین (کی رضامندی میں ہے) اور اللہ کی ناراضگی، باپ کی ناراضگی میں ہے یا فرمایا: والدین (کی ناراضگی) میں ہے اور اس کی نافرمانی کرنا۔ بزاز کی ایک روایت میں ہے کہ رب تبارک و تعالیٰ کی رضامندی والدین کی رضامندی میں ہے، اور رب تبارک و تعالیٰ کی ناراضگی والدین کی ناراضگی میں ہے۔

ترمذی، صحیح ابن حبان اور حاکم میں ہے اور اسے بخاری و مسلم کی شرط پر صحیح بتایا کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک آدمی آیا اور کہا: میں نے بہت بڑا گناہ کیا

ہے، کیا میرے لیے توبہ ہے؟ آپ نے فرمایا: کیا تیری ماں ہے؟ اس نے کہا: نہیں! آپ نے فرمایا: کیا تیری خالہ ہے؟ اس نے کہا: ہاں! آپ نے فرمایا: پھر اس سے نیک سلوک کرو۔

ابوداؤد اور ابن ماجہ میں ہے کہ اے اللہ کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کیا میرے والدین کے ساتھ کوئی ایسا نیک سلوک ہے جو میں ان کی موت کے بعد کیا کروں؟ آپ نے فرمایا: ہاں! ان کے لیے دُعا کرو، اور ان کے لیے مغفرت مانگو، ان کے بعد ان کی وصیت نافذ کرو، ان کے ساتھ صلہ رحمی کرو جو ان دونوں کی وجہ سے ہوں اور ان کے دوستوں کی عزت کرو۔ صحیح ابن حبان میں یہ اضافہ ہے کہ اے اللہ کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) یہ کس قدر زیادہ اور خوب ہے۔ فرمایا: پھر اس پر عمل کرو۔

مسلم میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مکہ مکرمہ کی راہ میں ایک اعرابی سے ملاقات ہوئی، اس نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو سلام کیا۔ حضرت عبداللہ نے اسے اپنی سواری پر بٹھالیا اور اپنے سر کا عمامہ بھی اسے عطا کیا۔ حضرت ابن دینار رضی اللہ تعالیٰ عنہ، بتاتے ہیں کہ ہم نے عرض کیا: خدا آپ کا بھلا کرے، یہ اعرابی لوگ ہیں، معمولی عطیہ پر بھی خوش ہو جاتے ہیں۔ حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا: کہ اس کا باپ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا دوست تھا اور میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا ہے کہ بچے کی صلہ رحمی کی سب سے بڑی نیکی یہ ہے کہ وہ والد کے دوستوں اور ان کے متعلقین سے بھلائی کرے۔

صحیح ابن حبان میں حضرت ابوبردہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ میں مدینہ منورہ آیا تو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما میرے پاس تشریف لائے اور فرمایا: آپ جانتے ہیں کہ میں کیوں آیا ہوں؟ میں نے کہا: نہیں!

فرمایا: میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا کہ جو یہ پسند کرے کہ وہ اپنے باپ کے ساتھ قبر میں (دفن ہونے کے بعد) صلہ رحمی کرے، تو اسے چاہیئے کہ وہ اپنے والد کے بعد اس کے احباب سے تعلق قائم رکھے اور واقعہ یہ ہے کہ میرے والد حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، اور آپ کے والد کے درمیان دوستی اور اخوت تھی اور میں نے چاہا کہ یہ تعلق قائم رکھوں۔

صحیحین میں اور دوسری کتب حدیث میں بھی متعدد روایات کے ساتھ مشہور حدیث آئی ہے کہ پہلے زمانے میں تین آدمی گھروں سے نکلے، وہ اپنے گھر والوں کے لیے کچھ کما کر لانے کے لیے اکٹھے جا رہے تھے، ان پر شدید بارش آ گئی، آخر کار وہ پہاڑ کی ایک غار میں گھس گئے۔ غار کے دہانے پر ایک پتھر لڑھک کر آ گیا اور اس کا منہ بند ہو گیا۔ انہوں نے باہم مشورہ کیا کہ اس پتھر سے چھٹکارا تب ہی ہو گا کہ اپنے کسی نیک اعمال کے وسیلہ سے دُعا کی جائے۔ ایک روایت میں ہے کہ وہ ایک دوسرے کو کہنے لگے کہ اپنا وہ عمل دیکھو جو تم نے خلوص کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی خاطر کیا تھا۔ اس کے وسیلہ سے دُعا کرو، شاید اللہ تعالیٰ اس مصیبت سے نجات دے۔ ایک اور روایت میں ہے کہ انہوں نے ایک دوسرے کو کہا: نشان مٹ گئے، پتھر آن پڑا اور اللہ تعالیٰ کے بغیر تمہاری اس جگہ کو کوئی نہیں جانتا۔ اب اپنے کسی پختہ اور نیک عمل کے وسیلہ سے دُعا کرو۔

چنانچہ ایک نے دُعا کی: اے اللہ میرے ماں باپ بوڑھے تھے اور میں ان سے پہلے اپنے اہل و عیال کو دودھ نہیں پلاتا تھا۔ ایک روز ایندھن کی تلاش میں مجھے دیر ہو گئی، جب میں ان کے پاس واپس آیا، تو وہ سو چکے تھے، میں نے انہیں دُودھ پلانے کے لئے دُودھ نکالا۔ میں نے انہیں دیکھا کہ وہ سو رہے ہیں، تو میں نے پسند نہ کیا کہ انہیں پلانے سے پہلے میں اپنے اہل و عیال کو دودھ پلاؤں، چنانچہ

میں رات بھر پیالہ ہاتھ میں لیے کھڑا رہا اور ان کے جاگنے کا انتظار کرتا رہا۔ آخر کار صبح ہوئی، وہ جاگے اور انہوں نے اپنے حصے کا دودھ پیا۔ اے اللہ تعالیٰ! اگر میں نے یہ کام تیری رضا اور خوشنودی کی خاطر کیا تھا تو ہم سے یہ پتھر کی مصیبت ہٹا دے جس میں ہم پھنس چکے ہیں؛ چنانچہ پتھر کچھ مقدار میں ہٹ گیا، مگر وہ نکل نہیں سکتے تھے۔

ایک دوسری روایت میں ہے: میرے چھوٹے بچے تھے، میں بکریاں چراتا تھا، جب میں واپس آتا، تو دودھ نکالتا اور اپنے بچوں سے پہلے والدین کو پلاتا۔ ایک دن مجھے ایندھن کی تلاش میں دیر ہوگئی۔ میں شام کو واپس آیا، میں نے دیکھا کہ دونوں سو چکے ہیں۔ میں نے پہلے کی طرح دودھ نکالا اور دویا ہوا دودھ لے کر ان کے پاس آیا، ان کے سروں کے پاس کھڑا ہوگیا۔ میں نے انہیں نیند سے جگانا پسند نہیں کیا اور یہ بھی پسند نہیں کیا کہ ان سے پہلے اپنے بچوں کو دودھ پلاؤں بچوں کا حال یہ تھا کہ وہ میرے پاؤں سے لپٹے جاتے تھے اور چلا رہے تھے۔ میری (کھڑے ہونے کی) حالت اور ان کی (سونے کی) کی حالت ایسے ہی رہی، آخر فجر ہوئی۔ اے اللہ! اگر تیرے علم میں ہے کہ میں نے یہ کام تیری رضا کی خاطر کیا ہے، تو اس مصیبت کو دور کردے کہ ہم آسمان دیکھ سکیں، چنانچہ اس قدر فراخی ہوگئی کہ وہ آسمان دیکھنے لگے۔

اور دوسرے کا ذکر یہ ہے کہ وہ اپنے چچا کی بیٹی سے بدکاری کرنے سے پاک دامن رہا۔

(ایک روایت) میں ہے کہ تیسرا وہ ہے جس کے پاس مال امانت رکھا گیا اور اس نے وہ مال بڑھا کر واپس کیا، آخر کار غار کا مکمل دھانہ کھل گیا اور وہ سب چلتے ہوئے باہر آ گئے۔

باب ۲۵

زکوٰۃ اور بخل کا بیان

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِينَ يَبْخَلُونَ بِمَا آتَاهُمُ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ هُوَ خَيْرًا لَّهُمْ بَلْ هُوَ شَرٌّ لَّهُمْ سَيُطَوَّقُونَ مَا بَخِلُوا بِهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ (آل عمران، ۱۸۰)

(جو لوگ مال میں سے جو خدا نے اپنے فضل سے ان کو عطا فرمایا ہے، بخل کرتے ہیں، وہ اس بخل کو اپنے حق میں اچھا نہ سمجھیں (وہ اچھا نہیں) بلکہ ان کے لیے برا ہے، وہ جس مال میں بخل کرتے ہیں، قیامت کے دن طوق بنا کر ان کی گردنوں میں ڈالا جائے گا)

اور فرمایا:

وَوَيْلٌ لِّلْمُشْرِكِينَ الَّذِينَ لَا يُؤْتُونَ الزَّكَاةَ (حٰمٓ السجدۃ)

(اور مشرکین پر افسوس ہے جو زکوٰۃ ادا نہیں کرتے)

زکوٰۃ ادا نہ کرنے والوں کو مشرکین قرار دیا ہے۔

حضور سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے "جو شخص اپنے مال کی زکوٰۃ ادا نہیں کرتا، قیامت کے دن اسے گنجے سانپ کی طرح بنایا جائے گا، آخر وہ اس کی گردن کا ہار بن جائے گا۔"

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے مہاجرین کے گروہ، پانچ عادات ایسی ہیں، اگر تم ان میں مبتلا ہوئے اور تم پر وہ آن پڑیں۔ میں اللہ کی پناہ مانگتا ہوں کہ وہ تم پر آئیں:

۱۔ جس قوم میں بے حیائی پھیلی، آخر کار وہ برملا بے حیائی کرنے لگے، تو ان میں

وہ امراض ظاہر ہوں گی جو پہلوں میں نہ تھیں۔

۲۔ جس قوم میں ناپ تول میں کمی کا رواج ہو، ان پر قحط اور سخت مشقت اور بادشاہ کا ظلم وستم آئے گا۔

۳۔ جس (قوم) نے اموال کی زکوٰۃ روک دی، ان پر آسمان سے بارش رُک جائے گی اور اگر چوپائے نہ ہوں، تو بالکل بارش نہ ہو۔

۴۔ جس (قوم) نے اللہ تعالیٰ کا عہد اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کا عہد توڑ دیا (یعنی قرآن وحدیث پر ایمان وعمل چھوڑ دیا) ان پر دشمن مسلط کر دیا جائے گا، جو کچھ ان کے قبضے میں ہوگا، وہ ان سے چھین لیا جائے گا۔

۵۔ جس (قوم) کے سردار کتاب کے مطابق حکم نافذ کرنا چھوڑ دیں گے۔ اللہ تعالیٰ ان کو خانہ جنگی میں مبتلا کر دے گا۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ بخیل کے ساتھ اس کی زندگی میں نفرت کرتا ہے اور سخی (غیر مسلم) کے ساتھ اس کی موت کے وقت تک (البتہ مسلم سخی ہر وقت محبوب خدا ہوتا ہے)

حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک ایماندار آدمی میں دو خصلتیں جمع نہیں ہوتیں کہ وہ بخیل اور بداخلاق ہو۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے قسم کھائی کہ کنجوس (زکوٰۃ نہ دینے والا) جنت میں داخل نہیں ہوگا۔

حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بخل سے بچو، اس لیے کہ بخل نے ایک قوم کو آمادہ کیا، چنانچہ انہوں نے زکوٰۃ نہیں دی اور انہیں آمادہ کیا، تو انہوں نے قطع رحمی کی اور انہیں آمادہ کیا، تو انہوں نے خون بہائے۔ (یعنی زکوٰۃ ادا نہ کرنے اور بخل کے نتیجے میں اقوام مندرجہ بالا کام کرتی ہیں)

حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے کمینگی کو پیدا کیا اور اسے بخل اور مال کے ساتھ ڈھک دیا (یعنی بخل کا نتیجہ کمینگی ہے)

حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بخل کے بارے میں پوچھا گیا، تو فرمایا: بخل سے مراد یہ ہے کہ انسان یہ دیکھے کہ جو خرچ کیا، وہ ضائع ہوا اور جو روک لیا، وہ بڑا کام ہوا۔

بخل کی جڑ دراصل مال کی محبت، طویل امید، فقر کا ڈر، اور اولاد کی محبت ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ "اولاد انسان کو بزدل اور بخیل بنا دیتی ہے۔

بعض لوگوں کا حال یہ ہوتا ہے کہ وہ مال کی زکوٰۃ دینا پسند نہیں کرتے، انہیں بس دینار دیکھنے میں ہی لطف و مزہ آتا ہے جو ان کی مٹھی میں ہوں، حالانکہ وہ جانتے ہیں کہ وہ ایک دن ضرور مر جائیں گے۔ ایک شاعر کا قول ہے ؎

أَأُخَيَّ إِنَّ مِنَ الرِّجَالِ بَهِيمَةً
فِي صُورَةِ الرَّجُلِ اللَّبِيبِ الْمُبْصِرِ

(کیا یہ بھائی ہیں، بلکہ بعض آدمی تو جانور ہیں، ظاہر صورت میں تو عقلمند اور بصیرت والے آدمی)

فَطِنٌ بِكُلِّ مُصِيبَةٍ فِي مَالِهِ
فَإِذَا أُصِيبَ بِدِينِهِ لَمْ يَشْعُرِ

(مال میں ہر آفت سے خوب آگاہ ہیں، لیکن دین پر آفت آتے تو انہیں شعور ہی نہیں)

ایک اور شاعر نے کہا ؎

اَلْبُخْلُ دَاءٌ دَوِيٌّ لَا يَلِيقُ بِذِي
مُرُوءَةٍ لَا وَلَا عَقْلٍ وَلَا دِينٍ

(بخل، ایک سرائت کرنے والی بیماری ہے، کسی مروّت والے آدمی کو کسی عقلمند کو اور کسی دیندار کو بخل مناسب نہیں)

مَنْ اٰثَرَ الْبُخْلَ عَنْ وَفْرٍ وَعَنْ جِدَّةٍ
فَقَدْ لَعَمْرِیْ اَضْحٰی وَهُوَ مَغْبُوْنٌ

(جو شخص مال کمانے اور سخاوت کرنے پر بخل کو ترجیح دیتا ہے قسم ہے وہ یقیناً خسارے میں ہوگا۔)

یَا بُؤْسُ مَنْ مَنَعَ الدَّارَیْنِ حَقَّهَا
فَبَاعَ دُنْیَاهُ بَعْدَ الدِّیْنِ بِالدُّوْنِ

(وہ کس قدر تنگی میں ہے جس نے دونوں جہانوں کا حق مارا، چنانچہ دین کے بعد معمولی عوض میں دنیا بھی فروخت کردی) — ایک اور شاعر کہتا ہے ؎

اِذَا الْمَالُ لَمْ یَنْفَعْ صَدِیْقًا وَلَمْ یُصِبْ
قَرِیْبًا وَلَمْ یُجْبَرْ بِهٖ حَالُ مُعْدِمٍ

(جب مال نہ دوست کو نفع نہ دے اور نہ کسی رشتہ دار کو ملے اور نہ فقیر کا حال درست کرے)

فَعُقْبَاهُ اَنْ تَخْتَارَهٗ کَفُّ وَارِثٍ
وَلِلْبَاخِلِ الْمُوْرِثِ عُقْبَی التَّنَدُّمِ

(تو اس کا انجام یہ ہے کہ وارث اس پر قابض ہوجاتا ہے اور وہ بخیل جس کے لوگ وارث ہوتے ہیں، اسے انجام کار ندامت ہی ملتی ہے)

حضرت بشرؒ کا فرمان ہے کہ "بخیل کی ملاقات میں ایک آفت ہے کہ اس کی طرف دیکھنے سے سنگدلی پیدا ہوتی ہے۔" اور عرب بخل اور بزدلی کو عار سمجھتے تھے۔ ایک شاعر کا قول ہے ؎

اَنْفِقْ وَلَا تَخْشَ اِقْلَالًا فَقَدْ قُسِمَتْ
عَلَی الْعِبَادِ مِنَ الرَّحْمٰنِ اَرْزَاقٌ

(خرچ کرو اور فقر سے نہ ڈرو، اس لیے کہ رحمٰن تعالیٰ کی طرف سے بندوں پر روزی تقسیم ہوچکی ہے)

لَا يَنْفَعُ الْبُخْلُ مَعَ دُنْيَا مُوَلِّيَةٍ
وَلَا يَضُرُّ مَعَ الْإِقْبَالِ إِنْفَاقُ

(منہ پھیرنے والی دنیا کے ہوتے ہوئے بخل کچھ نفع بخش نہیں اور آنے والی (روزی) کے باعث خرچ کرنا کچھ مضر نہیں)

ایک اور شاعر کا کلام ہے ؎

أَرَى النَّاسَ خُلَّانَ الْجَوَادِ وَلَا أَرَى
بَخِيلًا لَهُ فِي الْعَالَمِينَ خَلِيلُ

(میں لوگوں کو دیکھتا ہوں کہ سخی کے دوست ہیں، مگر میں یہ نہیں دیکھتا کہ دُنیا و آخرت میں کسی کنجوس کا بھی کوئی دوست ہو)

وَإِنِّي رَأَيْتُ الْبُخْلَ يُزْرِي بِأَهْلِهِ
فَأَكْرَمْتُ نَفْسِي أَنْ يُقَالَ بَخِيلُ

(میں نے دیکھا کہ بخل، بخیل کو عیب لگاتا ہے، اس کے نفس نے یہ اعزاز سمجھ لیا کہ اسے بخیل کہا ہے۔)

بخیل آدمی کے لیے پانچ باتیں کافی ہیں: ۱۔ دوسروں کے لیے جمع کرے۔ ۲۔ اس کے نقصان کی مار خود اُٹھائے، ۳۔ اُس کے لُطف سے محروم رہے۔ ۴۔ اس کی خوشی نہ پائے، ۵۔ اس کی بھلائی سے محروم رہے۔

اس کی مثال میں وکیع کا قول ہے ؎

لَئِيمٌ لَا يَزَالُ وَفْرًا
لِوَارِثِهِ وَيَدْفَعُ عَنْ حِمَاهُ

(وہ کمینہ ہے، جو اپنے وارث کے لیے مال جمع کرتا ہے اور اس کی عزت کا دفاع کرتا رہتا ہے)

كَكَلْبِ الصَّيْدِ يُمْسِكُ وَهُوَ طَاوٍ
فَرِيْسَتَهُ لِيَأْكُلَهَا سِوَاهُ

(جیساکہ شکاری کتا، شکار پکڑتا ہے، اس پر خوب گرفت مضبوط کرتا ہے تاکہ دوسرا اسے کھائے)

الحکم المنشورہ میں ہے: خوشخبری دو کہ بخیل کے مال پر یا آفت آئے گی یا وارثوں کو ملے گا (یعنی خود محروم البتہ چوکیدار رہے گا)

حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان ہے: میں مناسب سمجھتا نہیں کہ بخیل کے ساتھ عدل کیا جائے کیونکہ اس کا بخل اسے انتہائی اقدام پر آمادہ کرتا ہے اور وہ کمی کا ڈر محسوس کرتے ہوئے اپنے حق سے زیادہ لیتا ہے، جو شخص ایسا ہو، وہ امانت دار نہیں ہوتا۔

حضرت یحییٰ علیہ السلام نے ابلیس کو دیکھا، تو فرمایا: اے ابلیس! مجھے بتاؤ کہ تمہیں سب لوگوں میں سے زیادہ محبوب اور سب سے زیادہ مبغوض کون ہے؟ ابلیس نے کہا: مجھے سب سے زیادہ محبوب بخیل مومن ہے اور سب سے زیادہ مبغوض فاسق سخی ہے۔ انہوں نے فرمایا: یہ کیوں؟ اس نے کہا: اس لیے کہ بخیل کا بخل ہی مجھے اس سے بے فکر رہنے میں کافی ہے، مگر فاسق سخی کے بارے میں مجھے ڈر ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کی سخاوت کے باعث اس پر نظرِ رحمت اسے بخش دے گا اور یہ کہہ کر وہ چلا گیا کہ اگر آپ یحییٰ (علیہ السلام) نہ ہوتے، تو میں آپ کو یہ بات نہ بتاتا۔

باب ۲۶

طویل اُمید

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے تم میں سے سب سے زیادہ ڈر دو پر ہے: ۱۔ تم امیدیں لمبی باندھنے لگو، ۲۔ خواہش کی پیروی کرنے لگو۔

طویل امید کے باعث انسان آخرت کو بھلا دیتا ہے اور خواہشِ نفس، انسان کو حق سے روک دیتی ہے۔

حضورِ اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: میں تین کے لیے تین کا یقین دلاتا ہوں۔ جو دنیا پر فریفتہ ہوا اور اس کا حریص ہوا اور اس پر بخل کرنے والا ہو، اس کے بعد غنا نہیں، اس قدر مصروفیت کا کہ اس سے فراغت نہیں اور اس قدر پریشانی کا کہ اس کے ساتھ خوشی نہیں۔

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ، نے حمص کے لوگوں کو دیکھا، تو فرمایا: تم حیا نہیں کرتے؟ تم وہ مکانات بناتے ہو جن میں ہمیشہ نہیں رہو گے، وہ امیدیں لگاتے ہو جو حاصل نہیں کر سکو گے، وہ جمع کرتے ہو جو کھا نہیں سکو گے۔ تم سے پہلے لوگوں نے اس سے زیادہ پختہ تعمیرات کیں، اس سے زیادہ جمع کیا اور طویل امیدیں باندھیں، مگر آج ان کے مکانات قبریں بن چکی ہیں، ان کی امیدیں فریب ثابت ہوئیں اور ان کا جمع کیا ہوا برباد ہے۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، کو فرمایا: اگر آپ اپنے دونوں دوستوں (حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے ملاقات کرنا چاہتے ہیں، تو اپنی قمیض میں پیوند لگائیے، اپنے جوتے مرمت کیجیے

اور اُمید مختصر رکھیے اور سیر ہونے سے کم کھایئے۔

حضرت آدم علیہ السلام نے اپنے بیٹے حضرت شیث علیہ السلام کو پانچ باتوں کی وصیت فرمائی اور حکم دیا کہ اپنے بعد اپنی اولاد کو بھی اس کی وصیت فرمانا۔ فرمایا:

۱۔ اپنی اولاد کو کہہ دینا کہ دُنیا پر مطمئن ہو کر نہ بیٹھ جائے، اس لیے کہ میں جنت' جو باقی رہنے والی چیز ہے، پر مطمئن ہوا، تو اللہ تعالیٰ نے مجھے وہاں سے نکال دیا۔

۲۔ ان سے کہنا: اپنی عورتوں کی خواہشات پر چل کر کام نہ کرنا، اس لیے کہ میں نے اپنی بیوی کی خواہش پر عمل کیا اور درخت کا پھل کھایا، تو مجھے ندامت اٹھانا پڑی۔

۳۔ ان سے کہنا: جو کام کرنا چاہو، اس کے انجام پر نظر کر لینا، اس لیے کہ اگر میں اپنے انجام پر نظر کر لیتا، تو یہ دُکھ نہ پہنچتا۔

۴۔ اگر تمہارے دلوں میں کسی چیز سے کھٹکا ہو تو اس سے بچو، اس لیے کہ جب میں نے پھل کھایا، تو میرے دل میں کھٹکا ہوا، مگر میں نے پرواہ نہ کی، آخر مجھے ندامت اٹھانا پڑی۔

۵ ہر بات میں مشورہ کر لو، اس لیے کہ اگر میں نے فرشتوں سے مشورہ کیا ہوتا' تو یہ آفت مجھ پر نہ آتی۔

حضرت مجاہد فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے مجھے فرمایا: جب صبح کرو، تو دل میں شام ہونے کا خیال نہ رکھو اور جب شام کرو، تو دل میں صبح ہونے کا خیال نہ رکھو، موت سے پہلے پہلے زندگی میں کچھ کر لو، بیماری سے پہلے صحت میں کچھ کر لو، اس لیے کہ تم نہیں جانتے کہ کل تیرا کیا نام ہو گا؟

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کرام کو فرمایا: کیا تم سب چاہتے ہو کہ جنت میں چلے جاؤ۔ عرض کیا: ہاں! اے اللہ کے رسول! فرمایا: پھر امید چھوٹی رکھو، اور اللہ تعالیٰ سے حیا کرو، جیسا کہ حیا کرنے کا حق ہے۔ صحابہ کرام نے عرض کیا:

ہم سب اللہ تعالیٰ سے حیا کرتے ہیں۔ فرمایا: یہ حیا نہیں، بلکہ اللہ تعالیٰ سے حیا کا مفہوم یہ ہے کہ تم قبرستان اور ابتلا کو یاد رکھو، پیٹ اور جس پر یہ حاوی ہے اور سر اور جس پر وہ حاوی ہے، اس کی حفاظت کرو اور جو شخص آخرت کی عزت چاہتا ہے، وہ دنیا کی زینت چھوڑ دیتا ہے۔ یہ ہے بندے کا اللہ تعالیٰ سے حیا کرنا اور اس کی برکت سے انسان کو ولایتِ خداوندی حاصل ہوتی ہے۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس امت کی اصلاح کا آغاز زہد اور اور یقین سے ہے اور اس کی آخری ہلاکت بخل اور طویل امیدی سے۔

حضرت ام منذر رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ ایک بار جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عشاء کے وقت لوگوں کو فرمایا: اے لوگو! تم اللہ تعالیٰ سے حیا نہیں کرتے؟ عرض کیا: اے اللہ کے رسول! (صلی اللہ علیہ وسلم) وہ کیا ہے؟ (یعنی اس کا مفہوم اور آپ کی مراد کیا ہے؟) آپ نے فرمایا: تم اس قدر جمع کرتے ہو جو کھاتے نہیں اور امیدیں وہ باندھتے ہو جو پوری نہیں کر سکتے اور مکانات ایسے بناتے ہو جس میں ہمیشہ نہیں رہ سکتے۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ، نے ایک لونڈی سو دینار پر ایک ماہ کے وعدہ پر خریدی۔ جنابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سنا، تو فرمایا: اسامہ کی کس قدر لمبی امید ہے۔ اس ذات کی قسم جسکے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے۔ میں آنکھیں کھولوں تو مجھے گمان ہوتا ہے کہ پلکیں جھپکنے تک میری رُوح ہی قبض ہو جائے۔ میں آنکھ اٹھاؤں تو گمان ہوتا ہے کہ آنکھیں نیچی کرنے تک موت آجائے۔ ایک لقمہ اٹھاؤں، تو گمان ہوتا ہے کہ چبانے تک موت آجائے۔ پھر فرمایا: اے بنی آدم! اگر تمہیں عقل ہے تو اپنے آپ کو مُردوں میں سمجھو، اس کی قسم! جس کے قبضے میں میری جان ہے،

جس کا تم سے وعدہ ہے، وہ آنے والی ہے اور تم اس کو ٹال نہیں سکتے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پانی ڈالنے کے لیے باہر تشریف لاتے، تو مٹی میں ہاتھ مل لیتے۔ میں کہتا: اے اللہ کے رسول! پانی تو قریب ہے۔ آپ فرماتے: کیا خبر میں وہاں تک نہ پہنچ سکوں!

روایت میں ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تین لکڑیاں اٹھائیں، ایک لکڑی اپنے سامنے گاڑ دی۔ دوسری اپنے پہلو کی طرف گاڑ دی اور تیسری دور کر کے گاڑ دی۔ پھر فرمایا: تم جانتے ہو کہ یہ کیا ہے؟ عرض کیا: اللہ اور اس کا رسول خوب جانتے ہیں۔ فرمایا: یہ انسان ہے اور یہ موت ہے اور وہ امید ہے جو ابنِ آدم لیے پھرتا ہے اور اس کی موت امید کے سامنے حائل ہو کر اسے شرمندہ کرتی ہے۔

منقول ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام تشریف فرما تھے اور ایک بوڑھا آدمی رندے سے زمین ہموار کر رہا تھا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے دعا کی: اللہ اس سے امید دور کر دے، بوڑھے نے رندا رکھ دیا اور لیٹ گیا۔ تھوڑی دیر ایسا ہی رہا۔ حضرت عیسٰے علیہ السلام نے دوبارہ دعا کی:

اے اللہ! اس پر امید دوبارہ لوٹا دے۔ وہ بوڑھا آدمی اٹھ کھڑا ہوا اور پھر کام کرنے لگا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اس سے وجہ پوچھی، تو کہنے لگا: میں کام کر رہا تھا کہ میرے دل میں خیال آیا کہ کب تک کام کرو گے، تم بہت بوڑھے ہو۔ میں نے رندا رکھا اور لیٹ گیا۔ پھر دل میں خیال آیا کہ بخدا، جب تک زندگی ہے تم زندہ رہو گے، پھر میں اٹھا اور رندا پکڑ لیا۔

باب ۲۷

دوامِ عبادت اور ترکِ حرام

عبادت کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فرائض ادا کرے۔ محرمات سے بچے اور اللہ تعالیٰ کے قانون کی اطاعت کرے۔ حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ نے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان:

وَلَا تَنْسَ نَصِیْبَکَ مِنَ الدُّنْیَا (اور دُنیا میں اپنے حصہ کو فراموش نہ کرو)

(القصص۔ ۷۷)

کے بارے میں فرمایا: اس سے مراد یہ ہے کہ بندہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا رہے۔

یاد رہے کہ اصل عبادت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل ہو۔ اللہ تعالیٰ کا خوف ہو، اللہ تعالیٰ سے امید رکھے اور اللہ تعالیٰ کے ڈر سے اپنے آپ کا مراقبہ و محاسبہ کرتا رہے۔ اگر بندہ ان خصائل سے محروم ہو تو اسے حقیقتِ ایمان حاصل نہیں، اس لیے کہ عبادت تب ہی صحیح ہو سکتی ہے کہ انسان کو اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل ہو، اس کے موجود، خالق، عالم اور قادر ہونے پر ایمان ہو اور یہ ایمان ہو کہ اس کے علم کا کوئی احاطہ نہیں کر سکتا، نہ ہی اس کا تصور کر سکتا ہے۔ اس کی مثال کوئی چیز نہیں، وہی سننے اور دیکھنے والا ہے۔

ایک اعرابی نے حضرت محمد بن علی بن حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے پوچھا: کیا آپ نے عبادت کرتے وقت اللہ تعالیٰ کو دیکھا ہے؟ انہوں نے کہا: جس کو میں دیکھوں نہیں، اس کی عبادت نہ کروں! اس نے کہا: آپ نے کیسے دیکھ لیا؟ آپ نے فرمایا: اسے ظاہری دیکھنے والی آنکھیں نہیں دیکھتیں۔ اسے تو حقیقتِ ایمان کے

ساتھ دل ہی دیکھتے ہیں۔ اس کا ادراک حواسِ ظاہری سے نہیں ہوسکتا اور نہ ہی وہ لوگوں سے مشابہ ہے کہ عام صفاتِ انسانی کے ساتھ متصف ہوتا ہو۔ اس قسم کی اللہ تعالیٰ کے بارے میں جائز نہیں ہیں۔ وہ اللہ ہے، اس کے بغیر کوئی خدا نہیں۔ وہی زمین و آسمان کا رب ہے۔ اعرابی کہنے لگا: اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ اپنی رسالت کہاں رکھے۔ (یعنی آپ کا خاندان واقعی رسالت کے اہل تھا، جبھی تو حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے خاندان میں سے مبعوث ہوئے)

ایک عارف سے علمِ باطن کے بارے میں پوچھا گیا، تو فرمایا: اللہ تعالیٰ کے کے اسرار میں سے ایک سر (راز) ہے۔ وہ اپنے محبوبین کے دلوں میں ڈال دیتا ہے۔ اس پر کوئی فرشتہ اور انسان آگاہ نہیں ہوتا۔

منقول ہے کہ حضرت کعب احبار رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: اگر بنی آدم کو اللہ عزّوجل کی عظمت میں ایک رائی کے دانہ کے برابر بھی یقین حاصل ہو جائے تو وہ پانی کے اوپر تیرنے لگیں۔ سبحان اللہ! اللہ تعالیٰ نے ادراکِ معرفت سے عاجز آنے کے اقرار کو بھی ایمان قرار دیا، جیسا کہ ادراکِ شکر سے عاجز آنے کے اقرار کو شکر قرار دیا۔ محمود وراق کا قول ہے ؎

إِذَا كَانَ شُكْرِيْ نِعْمَةَ اللهِ نِعْمَةً
عَلَيَّ لَهُ فِيْ مِثْلِهَا يَجِبُ الشُّكْرُ

(جب اللہ تعالیٰ کی نعمت کا شکر بھی مجھ پر نعمت ہے تو اس میں بھی مجھ پر شکر لازم ہے)

فَكَيْفَ بُلُوْغُ الشُّكْرِ إِلَّا بِفَضْلِهٖ
وَإِنْ طَالَتِ الْأَيَّامُ وَاتَّصَلَ الْعُمُرُ

(پھر اس کے فضل کے بغیر شکر کیسے ہو؟ چاہے زمانہ طویل اور عمر دائمی ہو جائے)

إِذَا مَسَّ بِالسَّرَّاءِ عَمَّ سُرُوْرُهَا
وَإِنْ مَسَّ بِالضَّرِّ أَعْقَبَهَا الْأَجْرُ

(جب مسرت ہو تو اس کی خوشی عام ہو، اور اگر دکھ آئے، تو پیچھے اجر ملے)

وَمَا مِنْهَا اِلَّا لَهُ فِيْهِ نِعْمَةٌ
تَضِيْقُ لَهَا الْاَوْهَامُ وَالْبَرُّ وَالْبَحْرُ

(اور ان دونوں میں بھی خدا کی نعمت ہے کہ وہم و گمان اور بر و بحر میں نہیں آ سکتی)

جب علمِ ربوبیت حاصل ہوا، تو اقرارِ عبودیت بھی حاصل ہوا اور جب دل میں ایمان پختہ ہوا، تو رب تعالیٰ کی عبادت بھی لازم ہوئی اور ایمان کی دو قسمیں ہیں: ۱۔ ظاہری، ۲۔ باطنی۔ ظاہری یہ ہے کہ زبان کے ساتھ اقرار کرے اور باطنی یہ ہے کہ دل سے اعتقاد رکھے اور درجاتِ قرب میں بھی اہلِ ایمان کے مختلف مدارج ہیں۔ اسی طرح درجاتِ عبادت میں ان کے درمیان فرق ہے اور ایمان سب پر جامع نام ہے اور سب کو بقدرِ عطا حاصل ہے اور اللہ کے لیے خلوص، اس پر توکل اور اس کے حکم پر رضامندی کے سلسلہ میں کسی کو کم اور کسی کو زیادہ مرتبہ حاصل ہے۔

اخلاص یہ ہے کہ بندہ اپنے کسی عمل کی جزا اللہ تعالیٰ سے نہ مانگے اور (یاد رکھے) کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں اور تمہارے اعمال کو پیدا فرمایا، اب اگر ثواب کی امید پر اور سزا کے ڈر سے عبادت کی، تو یہ بندہ اخلاصِ کامل نہیں رکھتا، اس لیے کہ اپنی جان کے لیے جدّ و جہد کر رہا ہے۔

مروی ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، تم میں کوئی شخص بُرے کتے کی طرح نہ ہو جائے کہ اگر ڈرے، تو عمل کرے اور نہ ہی بُرے مزدور کی طرح ہو جائے کہ اگر مزدوری نہ ملے، تو کام نہ کرے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّعْبُدُ	(اور لوگوں میں بعض ایسا بھی ہے جو کنارے
اللّٰهَ عَلٰى حَرْفٍ فَاِنْ اَصَابَهٗ	پر (کھڑا ہو کر) خدا کی عبادت کرتا ہے۔ اگر
خَيْرُنِ اطْمَاَنَّ بِهٖ وَاِنْ	اس کو کوئی (دنیاوی) فائدہ پہنچے تو اس کے

أَصَابَتْهُ فِتْنَةٌ نِ انْقَلَبَ عَلٰى وَجْهِهٖ خَسِرَ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةَ۔ (الحج - ۱۱)

سبب مطمئن ہو جائے اور اگر کوئی آفت آ پڑے تو منہ کے بل لوٹ جائے اس نے دُنیا میں بھی نقصان اٹھایا اور آخرت میں بھی)

بلکہ ہم پر اللہ تعالیٰ کی عبادت تو اس طرح لازم ہو چکی کہ ہم پر پہلے سے ہی فضل ہوا، اس کا پہلے ہی احسان موجود ہے۔ پھر اس کے ساتھ ساتھ عبادت کا حکم بھی دیا تاکہ مزید عطا و ثواب دے اور جو شخص گمراہ ہو، اسے عدل کرتے ہوئے سزا دے۔

اور توکّل کا مفہوم یہ ہے کہ ضرورت و مشکل کے وقت اللہ تعالیٰ پر بھروسہ رکھے۔ ہر ضرورت میں اسی پر توکّل رکھے اور ہر آفت میں اسی پر بھروسہ رکھے اور اس کے ساتھ دل میں اطمینان و سکون ہو؛ چنانچہ رب تعالیٰ پر توکل کرنے والے حضرات خوب جانتے ہیں کہ یہ مقدر ہے اور اسباب بھی خالق و مدبّر تعالیٰ کے قبضہ میں ہیں۔ وہ اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر آباؤ اجداد، اولاد، اموال اور کارخانوں کی طرف نہیں جھکتے، بلکہ اپنی تمام حاجات میں اللہ تعالیٰ کی طرف دھیان رکھتے ہیں۔ ہر حال میں اسی پر بھروسہ کرتے ہیں اور جو شخص اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرے، وہ اس کیلئے کافی و مددگار ہے۔

اور رضا کا مفہوم یہ ہے کہ مقدر جیسا بھی ہو، اس پر دل راضی و مطمئن ہو۔ ایک عالم کا فرمان ہے: اللہ تعالیٰ کے زیادہ قریب وہ لوگ ہیں جو اس پر راضی ہوں، جو انہیں ملے۔ ایک حکیم کا کلام ہے: بعض خوشی بیماری ہے اور بعض بیماری شفاء ہے، جیسا کہ شاعر کا قول ہے ؎

كَمْ نِعْمَةٌ مَطْوِيَّةٌ　　لَكَ بَيْنَ اَنْيَابِ النَّوَائِبِ

(کئی نعمتیں آفات کی ڈاڑھوں میں تیرے لیے بند ہیں)

وَمَسَرَّةٌ قَدْ اَقْبَلَتْ　　مِنْ حَيْثُ تَرْتَقِبُ الْمَصَائِبُ

(اور جہاں سے تو مصائب کا انتظار کر رہا تھا، وہاں سے مسرتیں آئیں)

فَاصْبِرْ عَلیٰ حَدَثَانِ دَهْرِكَ　　فَالْاُمُوْرُ لَهَا عَوَاقِبُ

(اس لیے حوادثِ زمانہ پر صبر کر، اس لیے کہ تمام امور کیلئے کچھ انجام نہیں)

وَلِكُلِّ كُرْبَةٍ فُرْجَةٌ　　وَلِكُلِّ خَالِصَةٍ شَوَائِبُ

(اور ہر تنگی کے بعد فراخی ہے اور ہر آسانی میں ابتلا بھی ہے)

اور سچ بات تو یہ ہے کہ اس سلسلے میں اللہ تعالیٰ کا فرمان کافی ہے:

وَعَسىٰ اَنْ تَكْرَهُوْا شَيْئاً　　(اور ہو سکتا ہے کہ تم ایک چیز کو ناپسند کرو،

وَ هُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ۔ (البقرۃ ۲۱۶)　　مگر وہ تمہارے لیے بہتر ہو)

یہ یاد رہے کہ رب تعالیٰ کی عبادت تب ہی مکمل ہوتی ہے کہ دنیا کو مسترد کر دے۔

ایک حکیم کا قول ہے: سب سے بلیغ تر نصیحت یہ ہے کہ دل پر حجاب نہ آئے اور یہ حجابات تو عوارضِ دنیا ہیں اور ان کی دنیاوی باتیں ایک گھڑی بھر کی ہیں، انہیں عبادت میں لگا دو۔ ابو الیدکا قول ہے

اِذَا كُنْتُ اَعْلَمُ عِلْماً يَقِيْناً
بِاَنَّ جَمِيْعَ حَيَاتِيْ كَسَاعَةٍ

(جب میں خوب جانتا ہوں کہ میری ساری زندگی ایک گھڑی بھر کی ہے)

فَلِمَ لَا اَكُوْنَ ضَنِيْناً بِهَا
وَاَجْعَلُهَا فِيْ صَلَاحٍ وَطَاعَةٍ

(تو میں اس پر کیوں کنجوس ہو جاؤں اور اسے صرف نیکی اور عبادت میں لگا دوں)

ایک شخص نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا: میں موت کو ناپسند کرتا ہوں! آپ نے فرمایا: کیا تیرے پاس مال ہے؟ عرض کیا: ہاں! فرمایا: اپنا مال (صدقہ کر کے) آگے بھیج دے، اس لیے کہ انسان اپنے مال کے پاس ہوتا ہے۔

حضرت عیسیٰ سے منقول ہے کہ نیکی تین چیزوں میں ہے: کلام میں، نظر میں اور خاموشی میں! جس کا کلام، ذکر اللہ کے بغیر ہو تو وہ بے ہودہ گوئی ہے، اور جس کی نظر عبرت حاصل نہ کرنے میں ہو، وہ سہو ہے۔ اور جس کی خاموشی، فکرِ آخرت میں نہ ہو تو وہ لہو و لعب ہے۔

ترکِ دنیا کا طریقہ یہ ہے کہ دنیا کے حال میں غور و فکر ختم کر دے اور اس کی لذات کی تمنا ہی چھوڑ دے، اس لیے کہ فکر کے باعث ارادہ پیدا ہوتا ہے، کیونکہ نفس کا فکر کے ساتھ گہرا تعلق ہے۔

اسی طرح ناجائز پر نظر نہ کرے، اس لیے کہ ناجائز پر نظر کرنا ایک تیر ہے جو نشانے پر پڑتا ہے اور ایک دلیل ہے جو غالب آ کر رہتی ہے۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نظر بھی ابلیس کے تیروں میں سے ایک تیر ہے جس نے اسے اللہ تعالیٰ کے ڈر سے چھوڑ دیا، اسے ایمان نصیب ہوگا جس کا مزہ اپنے دل میں پائے گا۔

ایک حکیم کا قول ہے: جو نظر کو آزاد چھوڑ دے، اس کو افسوس زیادہ ہوتا ہے۔ ہر طرف دیکھتے رہنے سے خبر کھل جاتی ہے، آدمی رسوا ہوتا ہے اور دوزخ میں رہائش طویل ہوتی ہے۔ اپنی آنکھوں کی حفاظت کرو، اس لیے کہ اگر تو نے اسے آزاد چھوڑ دیا، تو یہ تجھے کسی آفت میں گرا دیں گی اور اگر تو نے اسے قابو میں رکھا، تو تیرے اعضا قابو میں رہیں گے۔

افلاطون سے پوچھا گیا: دل کے لیے کونسا عضو زیادہ نقصان دہ ہے۔ کان یا آنکھ؟ اس نے کہا: یہ دونوں دل کے لیے ایسے ہیں جیسے کہ پرندے کے دو پَر ہوں، ان کے بغیر وہ رہ نہیں سکتا اور نہ ہی ان کی قوّت کے بغیر اٹھ سکتا ہے اور اگر ایک پَر کٹ جائے، تو دوسرے کی مدد سے اٹھتا ہے، مگر مشقت سے۔

محمد بن ضور کا قول ہے: اللہ تعالیٰ کے سامنے اور عقل والوں کے سامنے بندے کی یہی ذلت اور خرابی کافی ہے کہ وہ جس کا موقع پائے، تو اسے دیکھا کرے۔

ایک زاہد نے ایک آدمی کو ایک لڑکے کے ساتھ ہنستے دیکھا، تو فرمایا: ارے تیری عقل برباد، تیرا دل برباد، تیری نظر برباد، تو نیکی، بدی لکھنے والے فرشتوں سے نہیں ڈرتا، تجھے ملائکہ محافظین کا خوف نہیں جو تیرے اعمال کے نگران ہیں اور تیرے افعال لکھ رہے ہیں، تیری طرف دیکھ رہے ہیں اور تیرے خلاف اس واضح آفت اور اس کھلم کھلا خیانت و نفسانی بدمستی کے گواہ ہیں، تو نے اپنے آپ کو ایسی جگہ کھڑا کر دیا کہ جو ایسا ہو، وہ بے وقعت اور ناقابل التفات ہو جاتا ہے۔ قاضی ارجان کا کلام ہے ؎

تَمَتَّعْتُمَا يَا نَاظِرَيَّ بِنَظْرَةٍ !
فَاَوْرَدْتُمَا قَلْبِيْ اَشَرَّ الْمَوَارِدِ

(ارے مجھے دیکھنے والے، تم نظر کا فائدہ اٹھاؤ، تم نے میرے دل کو بُری جگہ گرا دیا)

اَعْيُنَايَ كُفَّا عَنْ فُؤَادِيْ فَاِنَّهٗ
مِنَ الْبَغْيِ سَعْيُ اثْنَيْنِ فِيْ قَتْلِ وَاحِدٍ

(میری آنکھیں دل پر حجاب ہوتیں، یہ ظلم ہے کہ دونوں، ایک قتل کی کوشش کریں)

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، کا فرمان ہے: آنکھیں شیطان کی شکار ہیں اور آنکھ تمام اعضاء کو رب تعالیٰ کی عبادت میں لگا دیا، اسے مقصود حاصل ہوا اور جس نے اپنے اعضاء کو لذات میں لگا دیا۔ اس کا عمل برباد ہوا اور یہ اشعار پڑھے ؎

اِذَا مَا صَفَتْ نَفْسُ الْمُرِيْدِ لِطَاعَةٍ
وَلَمَّا تَشَبَّهَا لِلْمَعَاصِيْ تَشَوَائِبُ

(اور جب سالک کا عبادت کرنے کو جی چاہے اور جب گناہ کے ساتھ عیوب ہوں)

وَاَتْبَعَتْهُمَا فِعْلُ الْجَوَارِحِ كُلُّهَا
فَتِلْكَ عَلَيْهِ اَنْعُمٌ وَمَرَاصِبُ

(اور تمام اعضاء اس کی پیروی کریں، تو اس پر انعام و اکرام ہو گا)

تَلَقَّتُهُ فِيْ دَارِ الْخُلُوْدِ كَرَامَةٌ
اِذَا جِبُ لِلْعَاصِيْ سَنَامٌ وَغَارِبُ

(اسے جنت میں عزت ملے گی، جبکہ گنہ گار کے لیے نیزیں اور موجیں ہیں)

حضرت عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان ہے: اصل ایمان یہ ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو دین لے کر آئے، اس کی تصدیق کرے جس نے قرآن کی تصدیق کی، وہ اس پر عمل بھی کرے گا اور دوزخ میں دائمی رہنے سے نجات پائے گا اور جس نے حرام سے پرہیز کیا، تو وہ توبہ کرے گا اور جو حلال کی غذا لے گا، وہ پرہیزگاری اختیار کرے گا اور جو فرائض ادا کرے گا، اس کا اسلام صحیح ہوگا اور جس کی زبان سچی ہوگی، وہ اس کی لغزشوں سے بچا رہے گا اور جو لوگوں کے حقوق ادا کرے گا، وہ قصاص سے محفوظ رہے گا اور جو سنن کا پابند ہوگا، اس کے اعمال پاکیزہ ہوں گے اور جو اللہ تعالیٰ کی خاطر خلوص سے کام کرے گا، اس کا عمل مقبول ہوگا۔

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سے مروی ہے کہ انہوں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! مجھے وصیت کیجئے۔ آپ نے فرمایا: "پاک و حلال کماؤ، نیک کام کرو، اللہ تعالیٰ سے ہر دن کو دن ہی کی روزی مانگو اور اپنے آپ کو مُردوں میں سمجھو۔"

انسان پر لازم ہے کہ اپنے عمل پر فخر و عُجب نہ کرے، اس لیے کہ یہ سب سے بڑی آفت ہے اور سب سے زیادہ اعمال کو برباد کرنے والی بات ہے جو شخص اپنے عمل پر فخر و عُجب کرتا ہے، وہ دراصل اپنے رب تعالیٰ پر احسان جتلاتا ہے، حالانکہ اسے یہ معلوم ہی نہیں کہ وہ مقبول ہے یا مردود۔ بعض اوقات گناہ کے نتیجے میں انسان (ٹھوکر کھا کر) عاجزی و انکساری پا لیتا ہے اور یہ اس عبادت سے بہتر ہے کہ جس کے نتیجے میں تکبر و غرور پیدا ہو۔

نیز ریاکاری سے دُور رہو، فرمانِ خداوندی ہے:

وَبَدَا لَهُمْ مِنَ اللّٰهِ مَا لَمْ يَكُونُوا يَحْتَسِبُونَ۔ (الزمر-۴۷)

(اور ظاہر ہو جائے گا، ان کے لیے اللہ کی طرف سے جو کچھ اُن کے گمان میں نہ تھا)

مطلب یہ ہے کہ انہوں نے دنیا میں اعمال کیے اور سمجھا کہ یہ نیکیاں ہیں، مگر قیامت کے دن یہ برائیاں نکلیں۔

بعض اسلاف سے مروی ہے کہ جب یہ آیتِ مذکورہ پڑھی، تو فرمایا: ریاکاروں کے لیے بربادی ہے۔ فرمانِ خداوندی ہے:

وَلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهٖ اَحَدًا۔ (الکھف-۱۱۰)

(اور اپنے پروردگار کی عبادت میں کسی کو شریک نہ بناتے)

یعنی ریاکارانہ طور پر عبادت کا اظہار نہ کرے اور حیا کرتے ہوئے پوشیدہ نہ رکھے۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ قرآن مجید میں آخر نازل ہونے والی آیت یہ ہے:

وَاتَّقُوا يَوْمًا تُرْجَعُونَ فِيهِ اِلَى اللّٰهِ ثُمَّ تُوَفّٰى كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ (البقرۃ-۲۸۱)

(اور اس دن سے ڈرو، جبکہ تم خدا کے حضور میں لوٹ کر جاؤ گے اور ہر شخص اپنے اعمال کا بدلہ پورا پورا پائے گا اور کسی کو کچھ نقصان نہ ہوگا)

محمد بن بشیر کا قول ہے ؎

مَضٰى اَمْسُكَ الْاُوْلٰى شَهِيْدًا مُّعَدِّلًا
وَيَوْمُكَ هٰذَا بِالْفِعَالِ شَهِيْدٌ

(تیرا کل گیا جو شاہد عادل تھا اور آج کا دن اس وقت شاہد ہے)

فَاِنْ تَكُ بِالْاَمْسِ اقْتَرَفْتَ اِسَاءَةً
فَثَنِّ بِاِحْسَانٍ وَاَنْتَ حَمِيْدٌ

(پس اگر تو نے کل برائی کی تھی، تو دوبارہ نیکی کر اور تو محمود ہو گا)

وَلَا تُرْجِ فِعْلَ الْخَيْرِ مِنْكَ إِلَى غَدٍ
لَعَلَّ غَدًا يَأْتِيْ وَأَنْتَ فَقِيْدٌ

(کل آئندہ نیکی کرنے کی امید نہ کر، شاید کل آئے اور تو مر چکا ہو)

ایک اور شاعر کا کلام ہے ؎

تُعَجِّلُ الذَّنْبَ بِمَا تَشْتَهِيْ
وَتُأَمِّلُ التَّوْبَةَ فِيْ قَابِلٍ

(تو گناہ تو ابھی کرنا چاہتا ہے اور توبہ کی آئندہ سال امید رکھتا ہے)

وَالْمَوْتُ يَأْتِيْ بَعْدَ ذَا غَفْلَةٍ
مَا ذَالِكَ فِعْلُ الْحَازِمِ الْعَاقِلِ

(اور موت اس کے بعد غفلت میں آ رہی ہے۔ یہ عقلمند محتاط کا کام نہیں)

حضرت داؤد علیہ السّلام نے حضرت سلیمان علیہ السّلام کو فرمایا، قوتِ ایمانی پر تین دلائل ہو سکتے ہیں:

۱- جو ملے نہیں، اس وقت بھی حُسنِ توکل رکھے۔

۲- جو ملے، اس پر حُسنِ رضا ظاہر کرے۔

۳- جو رہ جائے، اس میں حُسنِ صبر سے کام لے۔

الحکم المنثورہ میں ہے کہ جو ابتلا میں صبر کرے، وہ مطلوب کو پہنچا۔ فرمایا:

عَلَيْكَ بِالصَّبْرِ إِنْ نَابَتْكَ نَائِبَةٌ
مِنَ الزَّمَانِ وَلَا تَرْكَنْ إِلَى الْجَزَعِ

(اگر تجھ پر آفت آئے، تو صبر سے کام لے اور واویلا نہ کر)

وَإِنْ تَعَرَّضَتِ الدُّنْيَا بِزِيْنَتِهَا
فَالصَّبْرُ عَنْهَا دَلِيْلُ الْخَيْرِ وَالْوَدَعِ

(اور اگر تو مزیّن و خوبصورت دُنیا میں انہماک کرتا ہے، تو اس سے صبر کرنا نیکی اور تقویٰ کی دلیل ہے)

فَجَاهِدِ النَّفْسَ قَسْرًا فِيهَا اَبَدًا
تَلْقَ الَّذِي تَرْتَجِيهِ غَيْرَ مُمْتَنِعِ

(تو نفس سے جہاد کر، ان میں ہمیشہ کوشش کر، تو امید حاصل کرے گا، یہ محال نہیں)

ایک اور شاعر کا کلام ہے ؎

اَلصَّبْرُ مِفْتَاحُ مَا يُرْجَى — وَلَمْ يَزَلْ دَائِمًا يُعِينُ

(صبر اس کی کنجی ہے جس کی امید ہو اور ہمیشہ اس میں معاون ہے)

فَالصَّبْرُ وَاِنْ طَالَتِ اللَّيَالِي — فَرُبَمَا سَاعَدَ الْحُزُونُ

(پس صبر اگرچہ کہ راتیں طویل ہو، مگر بسا اوقات وہ غم میں غمخوار ہوتا ہے)

وَرُبَمَا نِيلَ بِاصْطِبَارٍ — مَا قِيلَ هَيْهَاتَ لَا يَكُونُ

(اور بسا اوقات صبر کے ذریعہ ملتا ہے جو کہا جاتا ہے افسوس یہ کام ہوا نہیں)

ایک اور شاعر کا کلام ہے ؎

اَلصَّبْرُ اَوْثَقُ عُرْوَةِ الْاِيمَانِ
وَمَجَنَّةٌ مِنْ نَزْغَةِ الشَّيْطَانِ

(صبر ایمان کا سب سے پختہ کڑا ہے اور شیطانی وساوس سے بچنے کی ڈھال ہے)

اَلصَّبْرُ فِيهِ عَوَاقِبُ مَحْمُودَةٌ
وَالطَّيْشُ فِيهِ عَوَاقِبُ الْخُسْرَانِ

(صبر میں قابلِ تعریف انجام ہے اور غصہ میں خسارہ انگیز انجام ہے)

فَاِذَا لَقِيتَ مِنَ الزَّمَانِ مُلِمَّةً
وَكَذَالِكَ فِينَا عَادَةُ الْاَزْمَانِ

(اگر تو اہلِ زمانہ پر ملامت کرے، تو ہمارے خلاف بھی اہلِ زمانہ کا یہی طریقہ ہوگا)

فَتَدَرَّعِ الصَّبْرَ الْجَمِيلَ تَيَقُّنًا

إِنَّ التَّصَبُّرَ رَائِدُ الرِّضْوَانِ

(پس صبرِ جمیل کا لباس زیب تن کر، یہ یقین کرتے ہوئے کہ صبر کرنا رضا کا پیام ہے)

صبر کی کچھ شاخیں ہیں:

۱۔ فرائض پر صبر کرنا، یعنی بہترین اوقات میں ہمیشہ فرض ادا کرنا ہے۔ ۲۔ نوافل پر صبر کرنا، ۳۔ دوستوں اور پڑوسیوں کی ایذارسانی پر صبر کرنا، ۴۔ امراض میں صبر کرنا۔ ۵۔ فقر وفاقہ میں صبر کرنا۔ ۶۔ گناہوں سے صبر کرنا، یعنی گناہوں، شہوات، شبہات اور اعضاء، بدن وغیرہ کی تمام فضول خرچیوں سے رُک جانا۔

باب ۲۸

موت کا بیان

حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا: "لذتوں کو مٹانے والی چیز کو زیادہ یاد کرو۔" اس کا مفہوم یہ ہے کہ موت کے ذکر سے لذتوں کو ختم کرو، آخر کار ان میں توجہ ہی ختم ہو جائے۔ پس اللہ تعالیٰ طرف توجہ رکھو۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا: اگر حیوانات کو موت کا اس قدر علم ہوتا، جس قدر انسان کو ہے، تو تم کوئی فربہ جانور کھانے کے لیے نہ پاتے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کیا: یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلّم)، کیا شہداء کے ساتھ کوئی اور بھی ہوگا؟ (جو شہداء کے مقام پر ہوگا؟) آپ نے فرمایا:

ہاں! جو شخص دن رات میں بیس مرتبہ موت کو یاد کرے گا۔ اس فضیلت کا سبب یہ ہے کہ موت کے ذکر کے باعث انسان اس دنیائے فریب سے دور اور آخرت کی تیاری میں منہمک رہتا ہے اور موت سے غفلت انسان کو شہواتِ دنیا میں مستغرق رہنے کی دعوت دیتی ہے۔ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

تُحْفَةُ الْمُؤْمِنِ الْمَوْتُ۔ (موت مومن کے لیے تحفہ ہے)

اس کی وجہ یہ ہے کہ دنیا مومن کے لیے قید خانہ ہے، وہ بے چارہ دُنیا میں ہمیشہ مشقت اٹھاتا ہے، نفس کو قابو کرتا ہے، شہوات کو دباتا اور شیطان کا مقابلہ کرتا رہتا ہے اور موت ہی اس کے لیے ان باتوں سے آزادی کا طریقہ ہے، اس کے حق میں اسے تحفہ قرار دیا۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: موت، ہر مسلمان کے لیے کفارہ ہے اور اس سے مراد یہ ہے کہ جو حقیقی مسلمان اور سچا ایماندار ہو جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں۔ اس میں ایک مسلمان کے اخلاقِ حسنہ پائے جاتے ہوں، صغائر کے سوا تمام کبائر گناہوں سے پاک رہتا ہو۔ ایسے شخص کو موت گناہوں سے پاک کردے گی کبائر گناہوں سے پرہیز کرنے اور فرائض ادا کرتے رہنے کی صورت میں موت اس کے لیے کفارہ ثابت ہوگی۔

حضرت عطاء خراسانی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے: جنابِ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک مجلس کے پاس سے گزرے۔ وہ لوگ بلند آواز سے ہنس رہے تھے۔ آپ نے فرمایا: اپنی مجالس کو لذتوں کو بدمزہ کرنے والی چیز کی یاد کے ساتھ آمیز کرلیا کرو۔ پوچھا: لذتوں کو بدمزہ کرنے والی کیا چیز ہے؟ آپ نے فرمایا: موت!

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سے مروی ہے کہ جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: موت کو کثرت سے یاد کیا کرو، اس لیے کہ یہ گناہوں کو مٹاتی اور دنیا سے بے رغبت

کر دیتی ہے۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "موت، جُدائی ڈالنے کے لیے کافی ہے۔"

دوسرے مقام پر فرمایا: "موت، نصیحت کے لیے کافی ہے۔"

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مسجد کی طرف تشریف لے گئے۔ کچھ لوگ بیٹھے باتیں کر رہے تھے اور ہنس رہے تھے۔ آپ نے فرمایا: موت کو یاد کرو، اس کی قسم کی جس کے قبضے میں میری جان ہے۔ اگر تمہیں وہ معلوم ہوتا جو مجھے معلوم ہے تو تم ہنستے کم اور روتے زیادہ۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے ایک آدمی کا ذکر کیا گیا اور اس کی خوب تعریف کی گئی۔ آپ نے فرمایا: موت کے بارے میں تمہارے ساتھی کا کیا معاملہ ہے؟ عرض کیا: ہم نے اسے کبھی موت کو یاد کرتے نہیں سنا۔ آپ نے فرمایا: پھر تمہارا ساتھی اس مقام کا مالک نہیں ہے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ ہم دس آدمی تھے۔ دسواں میں تھا۔ انصار کے ایک آدمی نے پوچھا: اے اللہ کے رسول! (صلی اللہ علیہ وسلم) سب لوگوں سے دانا اور سب سے زیادہ مکرّم کون ہے؟ آپ نے فرمایا: جو موت کو زیادہ یاد کرتا ہے، اس کے لیے زیادہ تیاری کرتا ہے۔ وہی دانا ہیں، یہ لوگ دنیا کا شرف اور آخرت کی بزرگی لے گئے۔

ربیع بن خیثم رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے: "موت سے بہتر غائب چیز نہیں جس کا ایک مومن انتظار کرتا ہے۔" اور فرمایا کرتے: کسی کو میری خبر نہ دیا کرو، بلکہ میرے رب کے پاس میرے لیے دُعا کیا کرو۔

ایک حکیم نے اپنے ایک بھائی کی طرف لکھا: اے بھائی! اس دنیا میں موت سے ڈرو (یعنی اس کی تیاری کرو) قبل اس کے کہ تم اس گھر میں پہنچ جاؤ، جہاں موت کی تمنا کرو، مگر موت نہ آتے۔

حضرت ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے جب موت کا ذکر کیا جاتا، توان کے بدن کا ہر حصہ سُن ہو جاتا۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ ہر شب فقہا کو جمع کرتے، وہ لوگ قیامت اور موت کا ذکر کرتے، تو وہ اسطرح روتے جیسا کہ ان کے سامنے جنازہ رکھا ہو۔

حضرت ابراہیم تمیمی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے: دو چیزوں نے میری لذتِ دُنیا ختم کردی: ۱۔ موت کی یاد نے، ۲۔ اور اللہ عزوجل کے سامنے کھڑے ہونے (کے خوف) نے۔

حضرت کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا فرمان ہے: جس نے موت کو جان لیا، اس پر دین کے مصائب اور غم آسان ہو گئے۔

حضرت مطرف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: میں سو رہا تھا کہ خواب میں دیکھا کہ بصرہ کی مسجد میں کوئی شخص کہہ رہا ہے: موت کی یاد نے اہلِ خوف کے دلوں کو پارہ پارہ کر دیا، بخدا تم انہیں مدہوش دیکھو گے۔

حضرت اشعث رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ہم حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس جاتے، تو وہاں دوزخ، آخرت اور موت کا ذکر ہی ہوتا۔

حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک عورت نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے سامنے اپنی سنگدلی کا ذکر کیا۔ انہوں نے فرمایا: موت کا کثرت سے ذکر کیا کرو، تمہارا دل نرم ہو جائے گا۔ اس نے ایسا ہی کیا، چنانچہ اس کا دل نرم ہو گیا۔ پھر وہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی خدمت میں شکریہ ادا کرنے کے لیے حاضر ہوئی۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے سامنے موت کا ذکر کیا جاتا توان کی جلد سے خون بہنے لگتا۔ حضرت داؤد علیہ السلام کے سامنے موت اور قیامت کا ذکر کیا جاتا، تو وہ اس قدر روتے کہ ان کے جوڑ بھی الگ ہو جاتے اور جب رحمت کا ذکر کیا جاتا، تو دوبارہ ٹھیک ہو جاتے۔

حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: میں نے کوئی عقلمند ایسا نہیں دیکھا کہ اسے موت آئے اور وہ اس سے بھاگے یا غمگین ہو۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے ایک عالم سے پوچھا: مجھے نصیحت کرو! انہوں نے فرمایا: آپ پہلے خلیفہ ہوں گے جو وفات پائیں گے۔ فرمایا: اور نصیحت کرو؟ فرمایا: آپ کے باپ دادا سے لے کر حضرت آدم علیہ السلام تک ہر شخص نے موت کا مزہ چکھا ہے، اب آپ کی باری آچکی ہے۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز اس پر رو پڑے۔

حضرت ربیع بن خثیم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنے گھر میں قبر کھود رکھی تھی۔ دن میں کئی کئی بار اس میں لیٹتے اور موت کا مسلسل ذکر کرتے اور فرماتے: اگر میرے دل سے موت کی یاد ایک گھڑی بھر بھی جدا ہو جائے، تو یہ خراب ہو جائے۔

حضرت مطرف بن عبداللہ بن شخیر فرماتے ہیں: اس موت نے اہلِ نعمت پر ان کی نعمتوں کو بدمزہ کر دیا۔ اب ایسی نعمت مانگو، جس میں موت نہ ہو۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز نے حضرت عنبسہ رحمۃ اللہ علیہ کو فرمایا: موت کا کثرت سے ذکر کرو، اس لیے کہ اگر تمہیں زندگی کی فراوانی حاصل ہے، تو تم پر تنگی ہوگی اور اگر تنگی حاصل ہے، تو وسعت حاصل ہوگی۔

حضرت ابوسلیمان دارانی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ ام ہارون کو پوچھا: کیا تم موت کو پسند کرتی ہو؟ کہنے لگیں: نہیں! میں نے پوچھا: کیوں؟ تو کہنے لگیں: اگر میں کسی انسان کی نافرمانی کروں تو اس کی ملاقات نہیں چاہتی۔ اب میں خدا کی ملاقات کیسے کروں کہ اس کی نافرمانی کر چکی ہوں!

حضرت ابوموسیٰ التیمی رحمۃ اللہ علیہ بتاتے ہیں کہ فرزدق کی بیوی فوت ہو گئی، اس کے جنازہ میں بصرہ کے بڑے بڑے لوگ نکلے، ان میں حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی تھے۔ حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ، نے فرمایا: اے ابوفراس! تم نے اس دن کے لیے کیا کیا ہے۔ اس نے کہا: ساٹھ سال سے لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہُ (یعنی کلمہ طیبہ) کی گواہی! جب اسے

دفن کیا گیا تو فرزدق اس کی قبر پر کھڑا ہو گیا اور کہا ؎

أَخَافُ وَرَاءَ الْقَبْرِ إِنْ لَمْ تُعَافِنِي
أَشَدَّ مِنَ الْقَبْرِ الْتِهَابًا وَأَضْيَقَا

(میں قبر کے بعد سے خائف ہوں، اگر تو نے مجھے معاف نہ کیا قبر سے بھی زیادہ گرم اور تنگ عذاب)

إِذَا جَاءَنِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ قَائِدٌ
عَنِيفٌ وَسَوَّاقٌ يَسُوقُ الْفَرَزْدَقَا

(جب قیامت کے دن میرے پاس آگے پیچھے سے ہنکانے والا آئے گا جو فرزدق کو ہنکاتا ہو گا)

لَقَدْ خَابَ مِنْ أَوْلَادِ آدَمَ مَنْ مَشَى
إِلَى النَّارِ مَغْلُولَ الْقِلَادَةِ أَزْرَقَا

(اولادِ آدم سے وہ نامراد ہوا کہ جو دوزخ کی طرف چلا اس کے گلے میں نیلے طوق ہونگے)

قِفْ بِالْقُبُورِ وَقُلْ عَلَىٰ سَاحَاتِهَا
مَنْ مِنْكُمُ الْمَغْمُورُ فِي ظُلُمَاتِهَا

(قبروں پر ٹھہر کر، ان پر یہ کہو، کہ تم میں سے کون اندھیروں میں غرق ہے)

وَمَنِ الْمُكَرَّمُ مِنْكُمْ فِي قَعْرِهَا
قَدْ ذَاقَ بَرْدَ الْأَمْنِ مِنْ رَوْعَاتِهَا

(اور کوئی قبر کی گہرائی میں باعزت ہے کہ اس نے گھبراہٹ کے بعد امن کی ٹھنڈک پائی)

أَمَّا السُّكُونُ لِذِي الْعُيُونِ فَوَاحِدٌ
لَا يَسْتَبِينُ الْفَضْلُ فِي دَرَجَاتِهَا

(آنکھوں والوں کو سکون ہے، پس اگرچہ ایک وہ ہے کہ ان کے درجات میں اس کا فضل ظاہر نہیں)

لَوْ جَاوَبُوكَ لَأَخْبَرُوكَ بِأَلْسُنٍ
تَصِفُ الْحَقَائِقَ بَعْدُ مِنْ حَالَاتِهَا

(اگر وہ جواب دیں، تو تمہیں زبانوں کے ساتھ بتائیں گے اور یہاں کے حالات اور حقائق بتائیں گے)

أَمَّا الْمُطِيعُ فَنَازِلٌ فِي رَوْضَةٍ
يُفْضِي إِلَى مَاشَاءَ مِنْ دَوْحَاتِهَا

(وہ یہ کہ فرمانبردار تو باغات میں ہے اس کے میدانوں میں جو چاہے کرتا ہے)

وَالْمُجْرِمُ الطَّاغِي بِهَا مُتَقَلِّبٌ!
فِي حُفْرَةٍ يَأْوِي إِلَى حَيَاتِهَا

(اور سرکش و گناہگار گہرے گڑھے میں اُلٹ پلٹ ہو رہا ہے، زندگی کی طرف جدوجہد کرتا ہے)

وَعَقَارِبٌ تَسْعَى إِلَيْهِ فَرُوحُهُ
فِي شِدَّةِ التَّعْذِيبِ مِنْ لَدَغَاتِهَا

(اس پر بچھو چمٹے ہوئے ہیں، چنانچہ اس کی روح ان کے ڈسنے کے باعث شدید ترین عذاب میں ہے)

حضرت مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں قبرستان سے گزرا اور یہ اشعار پڑھنے لگا ؎

أَتَيْتُ الْقُبُورَ فَنَادَيْتُهَا
فَأَيْنَ الْمُعَظَّمُ وَالْمُحْتَقَرُ

(قبروں کے پاس گیا، تو میں نے آواز دی، آج عظمت والے اور حقیر کہاں ہیں؟)

وَأَيْنَ الْمُدِلُّ بِسُلْطَانِهِ!
وَأَيْنَ الْمُزَكِّي إِذَا مَا افْتَخَرَا

(بادشاہی پر فخر کرنے والا کہاں ہے؟ اور فخر و غرور سے پاک صاف بننے والا کہاں ہے؟)

کہتے ہیں کہ مجھے ان میں سے آواز آئی، میں آواز سن رہا تھا، مگر کہنے والا نظر نہیں آیا، وہ کہہ رہا تھا ؎

تَفَانَوْا جَمِيعًا فَمَا مُخْبِرٌ
وَمَاتُوا جَمِيعًا وَمَاتَ الْخَبَرُ

(سب فنا ہو گئے، کوئی خبر دینے والا نہیں، سب مر گئے اور خبر بھی مر گئی)

تَرُوْحُ وَ تَغْدُوْا بَنَاتُ الثَّرٰی

فَتَمْحُوْا مَحَاسِنَ تِلْكَ الصُّوَرْ

(قبروں پر صبح و شام ہوتی ہے، اور یہ خوبصورت صورتیں مٹ رہی ہیں)

فَیَا سَائِلٍ عَنْ اُنَاسٍ مَضَوْا

اَمَا لَكَ فِیْمَا تَرٰی مُعْتَبَرْ

(اے گزر جانے والوں کے بارے میں پوچھنے والے کیا تیرے لیے اس میں عبرت نہیں!)

ایک قبر پر لکھا تھا ؎

تُنَاجِیْكَ اَجْدَاثٌ وَهُنَّ صُمُوْتٌ

وَسُكَّانُهَا تَحْتَ التُّرَابِ خُفُوْتٌ

(تجھے قبریں آوازیں دیتی ہیں، اور وہ خاموش ہیں، ان کے رہنے والے مٹی کے نیچے دبے پڑے ہیں)

اَیَا جَامِعَ الدُّنْیَا لِغَیْرِ بَلَاغَةٍ

لِمَنْ تَجْمَعُ الدُّنْیَا وَاَنْتَ تَمُوْتُ

(اے بیکار دنیا جمع کرنے والے، تو کس لیے دنیا جمع کرتا ہے، تو تو مرنے والا ہے)

ابن سماک رحمۃ اللہ علیہ قبرستان کے پاس سے گزرے، تو ایک قبر پر لکھا تھا ؎

یَمُرُّ اَقَارِبِیْ جَنَبَاتِ قَبْرِیْ

کَاَنَّ اَقَارِبِیْ لَمْ یَعْرِفُوْنِیْ

(میرے رشتہ دار میری قبر کے پاس گزرتے ہیں، گویا وہ میرے رشتہ دار مجھے پہچانتے ہی نہیں)

ذَوُوا الْمِیْرَاثِ یَقْتَسِمُوْنَ مَالِیْ

وَمَا یَأْلُوْنَ اِنْ جَحَدُوْا دُیُوْنِیْ

(وارث میرا مال تقسیم کر رہے ہیں، مگر میرا قرض ادا کرنے کی طرف نہیں جاتے)

قَدْ اَخَذُوْا سِهَامَهُمْ وَعَاشُوْا
فَيَا لِلّٰهِ اَسْرَعَ مَا نَسُوْنِيْ

(انہوں نے اپنا حصہ لے لیا اور عیش میں لگ گئے۔ اے میرے خدا کسقدر جلدی مجھے فراموش کر بیٹھے)۔ ایک قبر پر لکھا تھا ؎

اِنَّ الْحَبِيْبَ مِنَ الْاَحْبَابِ مُخْتَلَسٌ
لَا يَمْنَعُ الْمَوْتَ بَوَّابٌ وَلَا حَرَسٌ

(دوست کو دوستوں سے چھین لیا جاتا ہے، موت کو کوئی دربان اور پہریدار روک نہیں سکتا)

فَكَيْفَ تَفْرَحُ بِالدُّنْيَا وَلَذَّتِهَا
يَا مَنْ يُعَدُّ عَلَيْهِ اللَّفْظُ وَالنَّفَسُ

(پس تو دنیا اور اس کے مزوں پر کیسے خوش ہے، اے جس کا کلام اور سانس سب فنا ہونیوالا ہے)

اَصْبَحْتَ غَافِلًا فِي النَّقْصِ مُنْغَمِسًا
وَاَنْتَ دَهْرَكَ فِي اللَّذَّاتِ مُنْغَمِسٌ

(تو خسارے میں غرق ہو چکا ہے اور ہر وقت لذتوں ڈوب رہا ہے)

لَا يَرْحَمُ الْمَوْتُ ذَا جَهْلٍ لِغُرْبَتِهٖ
وَلَا الَّذِيْ كَانَ مِنْهُ الْعِلْمُ يُقْتَبَسُ

(موت کسی جاہل پر اس کی غربت کے باعث رحم نہیں کرتی اور نہ اس پر، کہ جس سے علم ٹپک رہا ہے)

كَمْ اَخْرَسَ الْمَوْتُ فِيْ قَبْرٍ وَقَفْتَ بِهٖ
عَنِ الْجَوَابِ لِسَانًا مَا بِهٖ خَرَسٌ

(موت نے قبر میں اس زبان کو گونگا کر دیا، جواب دینے سے کہ جس میں گونگا پن نہیں تھا)

قَدْ كَانَ قَصْرُكَ مَعْمُوْرًا لَهٗ شَرَفٌ
فَقَبْرُكَ الْيَوْمَ فِي الْاَجْدَاثِ مُنْدَرِسٌ

(کبھی تیرا محل آباد اور بلند تھا، مگر آج قبروں میں تیری قبر مٹ رہی ہے)

ایک قبر پر یہ لکھا پایا گیا:۔

وَقَفْتُ عَلَى الْاَحِبَّةِ حِيْنَ صُفَّتْ
قُبُوْرُهُمْ كَاَفْرَاسِ الرِّهَانِ

(میں احباب کی قبروں پر کھڑا ہوا جب اُن کی قبریں صاف ہو چکیں جیسے کہ دبلے گھوڑے ہوں)

فَلَئِنْ بَكَيْتُ وَفَاضَ دَمْعِيْ
رَاَتْ عَيْنَايَ بَيْنَهُمْ مَكَانِيْ

(اگر میں روؤں اور میرے آنسو جاری ہو جائیں، تو میری آنکھیں اُن میں جگہ دیکھ لیں)

قَدْ قُلْتُ لَمَّا قَالَ لِيْ قَائِلٌ
قَدْ صَارَ لُقْمَانُ اِلٰى رَمْسِهٖ

(جب ایک کہنے والے نے مجھے کہا کہ لقمان اپنی قبر میں گیا تو میں نے کہا)

فَاَيْنَ مَنْ يُوْصَفُ مِنْ طِبِّهٖ
وَحَذْقِهٖ فِي الْمَاءِ مَعَ جِسْمِهٖ

(پس وہ کہاں ہے کہ جس کی طب اور حذاقت میں توصیف کی جاتی تھی، وہ بدن کے ساتھ پانی میں ہے) (یعنی قبر میں گیا)

هَيْهَاتَ لَا يَدْفَعُ عَنْ غَيْرِهٖ
مَنْ كَانَ لَا يَدْفَعُ عَنْ نَفْسِهٖ

(دفع ہو، اب وہ غیر کا دفاع نہیں کر سکتا جو اپنا دفاع نہ کر سکے)

يَا اَيُّهَا النَّاسُ كَانَ لِيْ اَمَلٌ
قَصَّرَ بِيْ عَنْ بُلُوْغِهِ الْاَجَلُ

(اے لوگو! میری اُمید تھی، مگر میری موت نے مجھے اس حد تک پہنچنے نہیں دیا)

فَلْيَتَّقِ اللّٰهَ رَبَّهٗ رَجُلٌ
اَمْكَنَهٗ فِي حَيَاتِهِ الْعَمَلُ

(انسان کو چاہیئے کہ اپنے اللہ تعالیٰ سے ڈرے، جس نے اسے زندگی میں عمل کا موقع دیا)

مَا اَنَا وَحْدِيْ نُقِلْتُ حَيْثُ تَرٰى
كُلٌّ اِلٰى مِثْلِهٖ سَيَنْتَقِلُ

(میں تنہا ہی ادھر منتقل نہیں ہوا، جہاں تم دیکھتے ہو، بلکہ ادھر تو ہر ایک منتقل ہو گا)

باب ۲۹

آسمانوں اور دوسری اجناس کا بیان

منقول ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے جوہر پیدا کیا اور اس پر نظرِ ہیبت ڈالی، تو وہ پگھل گیا اور رب تعالیٰ کے خوف سے کانپنے لگا، آخر پانی بن گیا۔ پھر اس پر نظرِ رحمت ڈالی، تو اس سے نصف جم گیا۔ اس سے عرش پیدا کیا۔ عرش کانپنے لگا، تو اللہ تعالیٰ نے اس پر لکھا: لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ۔ اس سے عرش ساکن ہو گیا اور پانی کو قیامت تک تڑپتی ہوئی حالت پر چھوڑ دیا۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔

وَكَانَ عَرْشُهٗ عَلَى الْمَآءِ (ھود، ۷) (اور اس کا عرش پانی پر تھا)

پھر پانی میں تلاطم برپا ہوا اور لہریں اٹھیں، اس سے بخارات اٹھے اور ایک دوسرے پر تہ در تہ ہو کر فضا میں چڑھ گئے اور اس پر جھاگ تھا، اس سے اللہ تعالیٰ نے اوپر تلے آسمان اور زمین پیدا کیے۔ یہ دونوں ملے ہوئے تھے۔ پس ان میں ہوا بھر دی اور آسمانوں اور زمین کے

طبقات کو الگ الگ کر دیا، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

ثُمَّ اسْتَوٰىٓ اِلَى السَّمَآءِ (البقرۃ ۲۹) (پھر آسمان کی طرف توجہ فرمائی)

اور وہ دُھواں تھا، حکماء کا قول ہے کہ اللہ تعالیٰ نے دھوئیں سے آسمان پیدا کیا اور اسے بخارات سے پیدا نہیں کیا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ دھوئیں کو اس طرح پیدا فرمایا کہ اس کے اجزاء باہم ایک دوسرے کے تھامے ہوتے ہیں اور آخری حصہ پُرسکون ہے اور بخارات کا حال یہ ہے کہ اُلٹ پلٹ ہو رہے ہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کے کمال علم و حکمت کی بات ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے پانی کی طرف نظرِ رحمت فرمائی اور وہ جم گیا جیسا کہ حدیث میں مذکور ہے۔

ایک لطیف نکتہ

یہ اللہ تعالیٰ کی عجیب و غریب حکمت و صنعت ہے کہ سات آسمانوں کو دھوئیں سے پیدا کیا، حالانکہ کوئی ایک آسمان دوسرے سے مشابہ نہیں ہے اور آسمان سے پانی اتارا۔ اس کے ذریعہ طرح طرح کی نباتات اور مختلف رنگ و ذائقہ کے پھل پیدا کیے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَنُفَضِّلُ بَعْضَهَا عَلٰى بَعْضٍ فِى الْاُكُلِ۔ (الرّعد ۴) (اور کھانے میں بعض کو بعض پر فضیلت دی)

اس طرح اولادِ آدم کو مختلف سفید، سیاہ، نرم، غمگین پیدا کیا۔ ان میں سے بعض مومن، بعض کافر، بعض عالم ہیں اور بعض جاہل، حالانکہ یہ سب حضرت آدم علیہ السلام کی نسل سے ہیں۔ پاک ہے وہ ذات کہ اس نے کس خوبی کے ساتھ ہر مخلوق پیدا فرمائی۔

باب ۳۰

کرسی، عرش اور ملائکہ مقربین روزی اور توکل

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَسِعَ كُرْسِيُّهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ (البقرۃ ۲۵۵) (اس کی کرسی زمین و آسمان سے وسیع ہے)

ایک قول کے مطابق کرسی سے مراد علم ہے۔ ایک قول میں ملک سلطنت مراد ہے۔ ایک قول میں معروف فلک مراد ہے۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ کرسی دراصل ایک موتی ہے۔ اس کی طوالت اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ ساتوں آسمان اور زمین بمعہ کرسی کے ایک ویرانے میں پڑے ایک حلقے کی طرح ہیں۔

ابن ماجہ کی روایت ہے، کرسی کے پیٹ میں آسمان ہیں اور کرسی عرش کے سامنے ہے۔

حضرت عکرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ سورج دراصل کرسی کے نور سے ستر حصّوں میں سے ایک حصّہ ہے اور عرش دراصل ستر ہزار نور کے پردوں یعنی نورانی حجابات میں سے ایک حصّہ ہے۔

منقول ہے کہ حاملینِ عرش اور حاملینِ کرسی کے درمیان ظلمت کے ستر حجاب ہیں اور ستر حجاب نور کے ہیں اور ہر حجاب کے درمیان پانچسو برس کا فاصلہ ہے۔ اگر یہ نہ

ہو تو ان کے نور سے حاملینِ کرسی جل جائیں اور کرسی کے اوپر عرش ایک نورانی جسم ہے، چنانچہ وہ اس کے علاوہ ہے۔

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کا اس میں اختلاف ہے۔ ایک قول کے مطابق یہ سُرخ یاقوت ہے۔ ایک قول کے مطابق سفید موتی کا ہے۔ ایک قول کے مطابق یہ سبز جوہر کا ہے اور ایک قول کے مطابق نور کا ہے، اور بہتر رائے یہ ہے کہ ایک بات قطعی طور پر کہنے سے گریز کیا جائے، (یعنی خاموشی بہتر ہے)

اہلِ فلک اسے فلکِ نہم کا نام دیتے ہیں اور اسے فلکِ اعلیٰ، فلک الافلاک اور فلکِ اطلس کا بھی نام دیتے ہیں۔ یعنی ستاروں سے خالی فلک، اس لیے کہ قدیم اہلِ ہیئت کے مطابق یہ فلکِ ہشتم میں قائم ہے۔ اسے یہ لوگ فلک بروج کا نام دیتے ہیں اور اہلِ شریعت کے نزدیک اس کا نام کرسی ہے اور مخلوقات کی چھت کرسی ہے، چنانچہ اس کے گھیرے سے کوئی چیز خارج نہیں۔ بندوں کے علم کی یہیں تک انتہا ہے۔ اس سے آگے کچھ معلوم کرنا اور اس سے کچھ زائد طلب کرنا ممکن نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُلْ حَسْبِيَ اللّٰهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَهُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ۔ (التوبۃ، ۱۲۹)	(پس اگر وہ منہ پھیر لیں، تو کہیں، مجھے اللہ کافی ہے۔ اس کے سوا کوئی معبود نہیں، میں نے اسی پر بھروسہ کیا اور وہ عرشِ عظیم کا مالک ہے)

عرش کو عظیم اس لیے قرار دیا کہ یہ ساری مخلوق سے عظیم ترین ہے۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے توکل کرنے کا حق ادا کر دیا جیسا کہ حکم تھا، اسی لیے تورات وغیرہ میں آپ کا اسم مبارک متوکل ہے اور کیوں نہ ہوتا، جبکہ توحید و معرفت کی شاخ توکل ہے اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تمام اہلِ توحید کے سردار، تمام عارفین کے آقا ہیں اور یہ یاد رہے کہ توکل کرنا اسباب اختیار کرنے کے منافی نہیں، بلکہ اسباب اختیار کرنے

کا بھی حکم دیا گیا ہے۔

ایک اعرابی نے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلّم سے عرض کیا: کیا میں اونٹنی کو باندھ دوں یا چھوڑ دوں اور توکل کروں؟ آپ نے فرمایا: اسے باندھو اور توکل کرو۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا: اگر تم اللہ پر توکل کرو، جیسے توکل کرنے کا حق ہے، تو تمہیں اسی طرح روزی ملے جس طرح پرندوں کو ملتی ہے کہ صبح کو بھوکے جاتے ہیں اور شام کو سیر ہو کر واپس آتے ہیں۔" صبح کو جاتے ہیں" فرما کر اسباب اختیار کرنے کی طرف اشارہ فرمایا۔

حکایت

مکہ مکرمہ میں حضرت ابراہیم ادھم اور حضرت شفیق بلخی کی ملاقات ہوئی۔ حضرت ابراہیم نے پوچھا: آپ کی اس حالت کا آغاز کیسے ہوا؟ جہاں آپ آج پہنچ چکے۔ فرمایا: میں ایک ویرانے سے گزرا اور وہاں پر ایک پرندے کو دیکھا جس کے دونوں پر ٹوٹے ہوئے تھے۔ میں نے سوچا دیکھوں کہ اسے روزی کہاں سے ملتی ہے؟ میں اس کے برابر ہٹ کر بیٹھ گیا۔ اچانک ایک پرندہ آیا، اس کی چونچ میں ایک مکڑی تھی۔ اس نے ٹوٹے پروں والے پرندے کی چونچ میں رکھ دی۔ میں نے کہا: وہ ذات جو اس پرندے کو اُس پرندے کے ذریعے روزی پہنچا سکتی ہے، وہ مجھے بھی روزی دے گی، جہاں بھی جاؤں۔ میں نے کاروبار چھوڑ دیا اور عبادت میں مصروف ہو گیا۔ حضرت ابراہیم ادھم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: آپ اس سے بہتر ہوتے۔ کیا حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم کا فرمانِ مبارک نہیں سنا؟

اَلْیَدُ الْعُلْیَا خَیْرٌ مِّنَ الْیَدِ السُّفْلٰی۔ (اوپر والا ہاتھ نیچے والے ہاتھ سے بہتر ہے)

مومن کی ایک علامت یہ بھی ہے کہ وہ تمام امور میں اعلیٰ مرتبہ حاصل کرنے کی کوشش کرے تاکہ درجاتِ ابرار حاصل کرے۔ شفیق نے حضرت ابراہیم کا ہاتھ پکڑا

اور اسے بوسہ دیا اور کہا : اے استاد، اے ابو اسحاق، جب انسان اسباب اختیار کرے، تو اسے چاہیئے کہ اسباب پر نظر نہ رکھے اور اسباب پر مطمئن نہ ہو، بلکہ اس کا مطلوب نظر اور مقصودِ اصلی اللہ تعالیٰ ہی ہو جیسا کہ ایک گداگر ہاتھ میں کشکول لیے لوگوں کے پاس جاتا ہے، مگر کشکول پر نظر نہیں کرتا، بلکہ عطا کرنے والے پر نظر رکھتا ہے۔

حدیث شریف میں ہے :

مَنْ سَرَّهٗ اَنْ یَّکُوْنَ اَغْنَی النَّاسِ. فَلْیَکُنْ بِمَا عِنْدَ اللّٰہِ اوثق منه بما فی یدیه۔ (جس کو پسند آئے کہ لوگوں میں سب سے زیادہ مستغنی ہو، تو وہ اللہ تعالیٰ کے پاس والے انعامات پر اپنے پاس موجود سے زیادہ اعتماد رکھے)

مروی ہے کہ حضرت حذیفہ مرعشی جو حضرت ابراہیم بن ادھم کے خادم تھے۔ ان سے پوچھا گیا : آپ نے کیا حیرت انگیز بات دیکھی ہے۔ فرمایا : ہم مکہ مکرمہ جا رہے تھے۔ راستے میں کئی روز تک کھانا نہیں ملا۔ پھر کوفہ گئے اور ایک غیر آباد مسجد میں بیٹھ گئے۔ حضرت ابراہیم ادھم رحمۃ اللہ علیہ نے میری طرف دیکھا اور فرمایا : اے حذیفہ! میں تجھ پر بھوک کے آثار دیکھتا ہوں! میں نے کہا : ایسا ہی ہے جیسے آپ نے دیکھا! فرمایا : دوات، قلم اور کاغذ لے آؤ، میں یہ لے آیا۔ انہوں نے بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ کے بعد لکھا :

اَنْتَ الْمَقْصُوْدُ بِکُلِّ حَالٍ وَالْمُشَارُ اِلَیْهِ بِکُلِّ شَیْءٍ۔ (تو ہی ہر حالت میں مطلوب اور ہر مفہوم میں، تیری ہی جانب اشارہ ہے)

پھر یہ شعر لکھے : ؎

اَنَا حَامِدٌ اَنَا شَاکِرٌ اَنَا ذَاکِرٌ
اَنَا جَائِعٌ اَنَا ضَائِعٌ اَنَا عَارِیْ

(میں حمد کرنے والا ہوں، میں شکر کرنے والا ہوں، میں ذکر کرنے والا ہوں، میں بھوکا ہوں، میں ہلاک ہونے والا ہوں، میں برہنہ ہوں)

هِيَ سِتَّةٌ وَاَنَا الضَّمِيْنُ لِنِصْفِهَا
فَكُنْ اَلضَّمِيْنَ لِنِصْفِهَا يَا بَادِئُ

(یہ چھ ہیں، میں نصف (یعنی تین کا) ضامن ہوں، اب تو اے خالق! نصف (تین) کا ضامن ہو جا)

مَدْحِيْ لِغَيْرِكَ لَهَبُ نَارٍ خُضْتُهَا
فَاَجِرْ عُبَيْدَكَ مِنْ دُخُوْلِ النَّارِ

(میں تیرے سوا کسی کی مدح کروں، تو یہ آگ کا شعلہ ہے جس میں جاؤں، پھر تو تیرے بندے کا انجام دوزخ میں جانا ہوگا)

پھر وہ رقعہ مجھے دیا اور کہا: جاؤ اور اللہ تعالیٰ کے سوا کسی سے قلبی تعلق نہ رکھو اور جو تجھ کو پہلے ملے، اُسے یہ رقعہ دے دو۔ میں باہر نکلا، تو ایک خچر پر سوار آدمی سب سے پہلے ملا۔ میں نے اسے رقعہ دیا، اس نے رقعہ لے لیا۔ جب پڑھنے لگا تو رونے لگ گیا۔ اور کہا: اس رقعہ والے نے کیا کہا؟ میں نے کہا: فلاں مسجد میں ہے۔ اس نے مجھے تھیلی دی جس میں چھ سو دینار تھے۔ میں نے ایک دوسرے سوار کو پوچھا: کہ یہ خچر والا کون ہے؟ اس نے بتایا کہ یہ عیسائی ہے۔ میں حضرت ابراہیم ادھم رحمۃ اللہ علیہ کے پاس آیا اور ان کو سارا واقعہ سنایا، تو فرمایا: اسے نہ چھیڑنا، وہ ایک گھڑی میں آئے گا۔ آخر وہ عیسائی ایک گھڑی کے بعد اندر آیا اور حضرت ابراہیم کے سر پر جھک کر بوسہ دیا اور اسلام قبول کیا۔

فائدہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے حاملین عرش فرشتوں کو پیدا کیا، تو انہیں فرمایا:

میرا عرش اٹھاؤ، مگر وہ عرش اٹھا نہیں سکے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا یہ کہو:
لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰہِ۔ (اللہ تعالیٰ کے بغیر قوت ہے نہ توفیق)
جب یہ کہا تو اٹھا لیا؛ چنانچہ ساتویں زمین میں ہوا کے دوش پر ان کے پاؤں اٹک گئے، پاؤں جمنے کے بعد انہوں نے عرش کو تھام لیا اور اس وقت سے مسلسل لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰہِ پڑھ رہے ہیں، کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ الٹ کر گریں اور پتہ نہ چلے کہ کہاں چلے گئے۔ یہ حاملینِ عرش کا معاملہ ہے اور وہی (اللہ تعالیٰ) انہیں اٹھانے کی توفیق دے رہا ہے اور یہ سب قدرتِ خداوندی کے سبب اٹھایا جا سکا۔

روایت میں ہے کہ جو شخص صبح و شام سات سات بار یہ کہے:

حَسْبِیَ اللّٰہُ لَا اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ عَلَیْہِ تَوَکَّلْتُ وَھُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ۔ (التوبۃ ۱۲۹)
(مجھے اللہ کافی ہے، اس کے بغیر کوئی معبود نہیں۔ میں نے اسی پر بھروسہ کیا اور وہ عرشِ عظیم کا مالک ہے)

تو اللہ تعالیٰ اس کے تمام افکار و ہموم کے لیے کافی مددگار ہے، چاہے وہ ان میں درست ہو یا غلط۔ ایک روایت میں ہے کہ دنیا و آخرت کے ہر فکر کے لیے یہ کافی ہے۔

باب ۳۱

دُنیا کی مذمّت اور ترکِ دنیا

دنیا کی مذمت کے سلسلے میں کثرت سے آیات آتی ہیں اور قرآن مجید کا زیادہ تر حصّہ دُنیا کی مذمت پر مشتمل ہے۔ مخلوق کو دُنیا سے بے رغبت کرنا اور انہیں آخرت کی دعوت دینا ہے، بلکہ تمام انبیاء کرام علیہم السّلام کی بعثت کا مقصد ہی یہ تھا۔ قرآن مجید کے دلائل واضح ہیں، اس لیے ان کا ذکر کرنے کی ضرورت نہیں، البتہ ہم کچھ احادیث اس سلسلے میں نقل کرتے ہیں:

روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کا ایک مُردہ بکری پر گزر ہوا، تو فرمایا: کیا تم سمجھتے ہو کہ یہ بکری گھر والوں کے ہاں بیکار تھی؟ صحابہ کرام نے عرض کیا: اس کے بیکار ہونے کی وجہ سے اسے پھینک دیا۔ آپ نے فرمایا: اس ذات کی قسم! جس کے قبضے میں میری جان ہے۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ساری دنیا اس بکری سے بھی زیادہ بے وقعت ہے، اور اگر تعالیٰ کے نزدیک دُنیا کا درجہ مچھر کے ایک پَر کے برابر بھی ہوتا، تو کافر کو پانی کا ایک گھونٹ بھی نہ ملتا۔

حضورِ اقدس علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کا ارشادِ گرامی ہے: دُنیا مومن کے لیے قیدخانہ اور کافر کے لیے جنّت ہے۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا: دُنیا ملعون ہے اور جو کچھ اس میں ہے سب ملعون ہے، سوائے اس کے جو اللہ کیلئے ہے۔

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا: جو دنیا سے محبّت کرے گا، اس کی آخرت کو نقصان ہوگا اور جو آخرت سے محبّت کرے گا، اس کی دنیا کو نقصان ہوگا۔ اس لیے باقی کو فانی پر ترجیح دو۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا:
حُبُّ الدُّنیا رَأسُ کُلِّ خَطِیئَۃٍ۔ (دنیا کی محبت ہر گناہ کی جڑ ہے)

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ فرماتے ہیں کہ ہم حضرت ابوبکر صدّیق رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کے پاس تھے۔ انہوں نے پینے کی چیز منگائی، تو انہیں پانی اور شہد پیش کیا گیا۔ جب قریب ہوا، تو رو پڑے اور ان کے اصحاب بھی روئے۔ پھر وہ خاموش ہوئے، مگر وہ خاموش نہ ہوتے، دوبارہ رونے لگے۔ لوگوں نے سمجھا کہ ان سے کچھ بات پوچھی نہیں جا سکے گی۔ راوی بتاتے ہیں۔ پھر انہوں نے آنسو صاف کیے۔ لوگوں نے پوچھا: اے اللہ کے رسول کے خلیفہ برحق، آپ کیوں رو دیے؟ فرمایا: میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھا۔ میں نے دیکھا کہ وہ کوئی چیز ہٹا رہے ہیں، حالانکہ میں نے کچھ دیکھا ہی نہیں۔ میں نے پوچھا: اے اللہ کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلّم) آپ اپنے آپ سے کیا چیز ہٹا رہے ہیں؟ یہ دنیا تھی جو میرے سامنے آئی! میں نے کہا: مجھ سے دُور ہو جا۔ پھر واپس آئی اور کہنے لگی: اگرچہ آپ مجھ سے دور رہتے ہیں، مگر آپ کے بعد والے مجھ سے دُور نہیں رہیں گے۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا: دارالخلود (آخرت) کی تصدیق کرنے والے پر بہت ہی تعجب ہے کہ وہ دارالغرور (دُنیا) کے لیے محنت کر رہا ہے۔

مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کوڑے کے ایک ڈھیر پر کھڑے ہوئے اور فرمایا: دنیا کی طرف آؤ اور اس کوڑے میں سے ایک بوسیدہ دھجی اٹھائی اور اس پر بوسیدہ ہڈیاں پڑی تھیں۔ پھر فرمایا: یہ دنیا ہے۔ یہ اس طرف اشارہ ہے کہ دُنیا کی زینت جلد ہی اس دھجی کی طرح بوسیدہ ہونے والی ہے اور یہاں کے بدن عنقریب بوسیدہ ہڈیاں بننے والے ہیں۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم کا فرمان ہے: دُنیا سبز اور شیریں ہے اور اللہ تعالیٰ

تمہیں اس کا وارث بناتا ہے تاکہ دیکھے تم کیسے عمل کرتے ہو۔

جب بنی اسرائیل پر دنیا کی فراخی ہوئی، تو زیورات، عورتوں اور لباس و خوشبو میں مستغرق ہو گئے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: دُنیا کو اپنا رب نہ بناؤ، ورنہ وہ تمہیں غلام بنا لے گی۔ اپنے خزانے اپنے پاس رکھو جو وہ برباد نہیں کرتا۔ اس لیے کہ دنیاوی مال والے پر آفت کا ڈر ہے اور اللہ تعالیٰ کے خزانے والے پر آفت کا ڈر نہیں۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے حواریوں کے گروہ، میں نے تمہاری خاطر دُنیا کو اس کے منہ پر دے مارا ہے۔ اب میرے بعد اس کی زیادہ تعظیم نہ کرنا اس لیے کہ دنیا کی ایک خرابی یہ ہے کہ آخرت چھوڑے بغیر یہ نہیں ملتی، اس لیے دُنیا سے بے رغبت رہ کر گزر جاؤ اور اس کو آباد نہ کرو اور یہ یاد رکھو کہ ہر گناہ کی جڑ دنیا کی محبت ہے اور بسا اوقات ایک گھڑی کی شہوت طویل غم دیتی ہے۔ یہ بھی فرمایا: دنیا تمہارے لیے ہموار کی گئی اور تم اس پر بیٹھ گئے۔ اب اس میں بادشاہ اور عورتیں تم سے جھگڑا نہ کریں تم دنیا کی خاطر ان سے نہ الجھنا، اس لیے کہ اگر تم نے انہیں اور دنیا کو چھوڑ دیا، تو وہ تم سے نہیں الجھیں گے اور عورتوں سے اس طرح بچو کر روزہ رکھو اور نماز پڑھو۔ نیز فرمایا: دُنیا طالب بھی ہے اور مطلوب بھی۔ جو شخص آخرت کا طالب ہو، دُنیا اس کی طالب ہے، یہاں تک کہ یہاں اسے روزی مکمل ملتی ہے اور جو دنیا کا طالب ہے، آخرت اس کی تلاش کرتی ہے۔ آخر کار موت آتی ہے اور اس کی گردن پکڑ لیتی ہے۔

حضرت موسیٰ بن یسار رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے دُنیا سے زیادہ مبغوض چیز کوئی اور پیدا نہیں کی اور جب سے اسے پیدا کیا۔ اس کی طرف نظر نہیں کی۔

منقول ہے کہ حضرت سلیمان بن داؤد علیہما السلام اپنے تخت پر سوار گزرے۔ پرندے اُن پر سایہ کیے ہوئے تھے۔ دائیں بائیں انسان اور جنات تھے۔ وہ بنی اسرائیل

کے ایک عابد کے پاس سے گزرے، تو اس نے کہا: اللہ کی قسم، اے ابن داؤد! اللہ تعالیٰ نے آپ کو عظیم سلطنت عطا فرمائی ہے۔ راوی بتاتے ہیں کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے سنا، تو فرمایا: ایک مومن کے نامۂ اعمال میں ایک تسبیح اس سے بہتر ہے کہ جو (بصورتِ دُنیا) مجھے عطا کی گئی، اس لیے کہ ابنِ داؤد کو جو (دنیا) ملی، وہ ختم ہو جائے گی مگر تسبیح باقی رہے گی۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: قرآن مجید میں ہے: اَلْهٰكُمُ التَّكَاثُرُ (کثرت کی خواہش نے تمہیں غافل کر دیا) ابن آدم کہتا ہے: میرا مال، میرا مال اور تیرا مال تو صرف وہی ہے جو تو نے کھا کر ختم کر دیا یا پہن کر بوسیدہ کر دیا یا صدقہ کر کے اللہ تعالیٰ کے ہاں باقی رکھا۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے:

اَلدُّنْيَا دَارُ مَنْ لَّا دَارَ لَهٗ وَمَالُ مَنْ لَّا مَالَ لَهٗ وَلَهَا يَجْمَعُ مَنْ لَّا عَقْلَ لَهٗ وَعَلَيْهَا يُعَادِيْ مَنْ لَّا عِلْمَ لَهٗ وَعَلَيْهَا يَحْسُدُ مَنْ لَّا فِقْهَ لَهٗ وَلَهَا يَسْعٰى مَنْ لَّا يَقِيْنَ لَهٗ۔

(دُنیا اس کا گھر ہے جس کا کوئی گھر نہیں اور اس کا مال ہے جس کا کوئی مال نہیں اور اس کے لیے وہی جمع کرتا ہے جس میں کوئی عقل نہیں اور اس کی وجہ سے وہ دشمنی کرتا ہے جس کو کچھ علم نہیں اور اس پر وہی حسد کرتا ہے جس کو کچھ سمجھ نہیں اور اس کے لیے وہی محنت کرتا ہے جس کو کچھ یقین نہیں)

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے اس حالت میں صبح کی کہ اس کا سب سے بڑا فکر دنیا ہو تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کے بارے میں کچھ (خیر و برکت کی ذمہ داری) نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے دل پر چار باتیں لازم کر دیں:

۱۔ ایسا غم جو اس سے کبھی جدا نہ ہو، ۲۔ ایسی مصروفیت کہ کبھی فراغت نہ ملے۔

۳۔ ایسا فقر و فاقہ کہ کبھی استغنا نہ ہو۔ ۴۔ ایسی امید ہے کہ کبھی بر نہ آئے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ مجھے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے ابوہریرہ! کیا میں تمہیں دنیا اور جو اس میں ہے سب نہ دکھادوں؟ میں نے عرض کیا: ہاں، یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ نے میرا پکڑ لیا اور مجھے مدینہ منورہ کی ایک وادی میں لائے، وہاں کوڑے کا ایک ڈھیر تھا، جس میں کھوپڑیاں، گندگی اور پرانے چیتھڑے اور ہڈیاں تھیں۔ آپ نے فرمایا: اے ابوہریرہ! یہ کھوپڑیاں بھی تمہاری طرح حرص کرتی تھیں اور تمہاری طرح امیدیں باندھتی تھیں۔ پھر آج یہ ہڈیاں ہیں، ان پر چمڑہ ہے۔ پھر یہ راکھ بن چکی ہیں اور یہ کوڑا، طرح طرح کے کھانے تھے۔ جن کو تم نے کھایا اور جہاں سے کمانا تھا، وہاں سے کمایا۔ پھر تمہارے پیٹوں نے اسے پھینک دیا۔ آج لوگ ان کو دیکھ کر گھن محسوس کرتے ہیں اور یہ بوسیدہ چیتھڑے تمہارا لباس اور پر و بازو تھے۔ آج ہوائیں ان کو اڑا رہی ہیں اور یہ ہڈیاں تھیں جن پر شہر شہر پھرتے تھے۔ اب جو شخص دنیا پر رو سکے، وہ رولے۔ راوی بتاتے ہیں کہ ہم پر شدید گریہ طاری ہوگیا۔

منقول ہے کہ جب اللہ عزّ وجل نے حضرت آدم علیہ السلام کو زمین پر اتارا، تو فرمایا: برباد ہونے کے لیے تعمیر کرو اور مر جانے کے لیے پیدا کرو۔

داؤد بن ہلال رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: صحف ابراہیم علیہ السلام میں لکھا ہوا ہے کہ اے دنیا، تو نیک لوگوں پر کس قدر بے وقعت ہے، جن کے لیے تو نے زیب و زینت کی، مگر میں نے ان کے دلوں میں تیری نفرت ڈال دی اور انہیں تجھ سے دُور کر دیا۔ میں نے ہر فانی اور حقیر چیز میں سب سے زیادہ تجھے بے وقعت پیدا کیا۔ جس دن میں نے تجھے پیدا کیا، میں نے فیصلہ کیا کہ تو کسی کے لیے دائمی نہیں ہوگی اور نہ تیرے لیے کوئی دائمی ہوگا، چاہے دنیادار تیری خاطر کس قدر بخل و کنجوسی کرے۔ صالحین کے لیے خوشخبری،

ہے کہ جن کے دلوں میں رضا ہے۔ ان کے باطن میں صدق و استقامت ہے۔ ان کے لیے میرے پاس یہی جزا ہے کہ جب وہ قبروں سے میری طرف نکلیں گے، تو نور اور روشنی ان کے سامنے ہوگی اور فرشتے ان کو گھیرے ہوں گے، آخر کار انہیں میری رحمت تک پہنچا دیں گے، جس کے وہ امیدوار ہوں گے۔

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب سے اللہ تعالیٰ نے دُنیا کو پیدا کیا ہے۔ وہ زمین اور آسمان کے درمیان معلق ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی طرف نظر نہیں فرمائی۔ قیامت کو وہ کہے گی۔ اے رب تعالیٰ، آج اپنے اولیاء کو مجھ سے حصہ عطا کرنے کی ہمت عطا کر دے۔ وہ فرمائے گا: اے ناچیز، خاموش! میں دنیا میں ان کے لیے تیرے حصہ پر راضی نہیں ہوا۔ ——————— آج ان کے لیے کیسے راضی ہوں گا (کہ دنیا جیسی حقیر چیز انہیں دوں)

منقول ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام نے ممنوعہ درخت کا پھل کھایا، تو ان کے معدہ میں حرکت پیدا ہوئی تاکہ بوجھ باہر نکالے اور جنت کے کھانوں میں اس درخت کے سوا کسی میں یہ بات نہ تھی۔ اسی وجہ سے انہیں منع کیا گیا تھا۔ بتاتے ہیں کہ پھر وہ جنت کے اندر پھرنے لگے۔ اللہ تعالیٰ نے ایک فرشتے کو مخاطب کر کے فرمایا: ان سے پوچھیں کیا چاہتے ہیں؟ حضرت آدم علیہ السلام نے جواب دیا: پیٹ میں جو تکلیف ہے، اسے باہر ڈالنا چاہتا ہوں۔ فرشتے کو فرمایا: ان سے کہو کس جگہ یہ ڈالنا چاہتے ہو؟ فرش پر یا چارپائی پر یا نہروں میں یا درختوں کی چھاؤں میں؟ کیا اس کام کے لیے کوئی جگہ مناسب ہے؟ لہٰذا اس کے لیے انہیں دنیا میں اتارا گیا۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن ایسی اقوام پیش ہوں گی کہ جن کے اعمال کوہِ تہامہ کے برابر ہوں گے، مگر انہیں دوزخ میں جانے کا حکم ہوگا۔ صحابہ کرام نے پوچھا: اے اللہ کے رسول! (صلی اللہ علیہ وسلم) کیا وہ نمازی ہوں گے؟

فرمایا: ہاں! وہ نماز پڑھتے ہوں گے، روزہ رکھتے ہوں گے۔ رات کو برائیاں کریں گے اور جب ان پر کچھ دنیا پیش ہوگی، تو وہ اس پر کود پڑیں گے۔

حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ایک خطبہ میں فرمایا: مومن دو خوف کے درمیان ہوتا ہے۔ اس عمر کا خوف جو گزر چکی، وہ نہیں سمجھتا کہ اللہ تعالیٰ اس کے بارے میں کیا فیصلہ کرنے والا ہے اور باقی ماندہ عمر کا خوف، نہیں جانتا کہ اس میں اللہ تعالیٰ کا کیا فیصلہ ہے، اس لیے بندے کو چاہیئے کہ اپنے لیے زادِ راہ لے، دُنیا میں آخرت کا حصہ لے۔ زندگی میں موت کا سامان کرے، جوانی میں بڑھاپے کا انتظام کرے، کیونکہ دُنیا تمہارے لیے پیدا ہوئی اور تم آخرت کے لیے پیدا ہوئے۔ اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے۔ موت کے بعد کوئی تھکاوٹ کا کام نہیں اور جنت یا دوزخ کے سوا دُنیا کے بعد کوئی گھر نہیں۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرماتے ہیں: ایک مومن کے دل میں دُنیا اور آخرت دونوں کی محبت راسخ نہیں ہوتی جیسا کہ پانی اور آگ ایک برتن میں جمع نہیں ہوتے۔

مروی ہے کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے حضرت نوح علیہ السلام کو کہا: اے تمام انبیاء کرام سے طویل عمر والے! آپ نے دُنیا کو کیسا پایا؟ فرمایا: جیسے ایک مکان ہو، اس کے دو دروازے ہوں، ایک سے اندر گیا اور دوسرے سے نکل گیا۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے کہا گیا: کاش! رہائش کے لیے ایک مکان ہی بنا لیتے؟ فرمایا: جو مجھ سے پہلے مخلوق کے بنے ہوئے ہیں، وہی ہمیں کافی ہیں۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دنیا سے بچ کر رہو، یہ ہاروت و ماروت سے بڑھ کر جادوگر ہے۔

حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سے مروی ہے کہ ایک روز جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام کے پاس تشریف لائے اور فرمایا: کیا تم میں کوئی چاہتا ہے کہ اس کا اندھا پن

جاتا رہے اور وہ بینا ہو جائے؟ یاد رکھو جس نے دُنیا میں رغبت رکھی اور طویل امید باندھی اللہ تعالیٰ اس کے مطابق اس کا دل اندھا کر دے گا اور جو شخص دنیا سے بے رغبت رہا اور امید مختصر رکھی، اللہ تعالیٰ اسے بغیر سیکھے علم عطا کرے گا اور بغیر بتائے سیدھی راہ عطا کرے گا۔ یاد رکھو، تمہارے بعد کچھ لوگ آئیں گے، ان کی سلطنت صرف قتل اور ظلم کے ساتھ ہی رہے گی۔ ان کا غنا صرف فخر و بخل کے ساتھ ہو گا اور ان کی محبت صرف خواہشات کی پیروی ہو گی۔ یاد رکھو، جو شخص یہ زمانہ پائے، وہ فقر پر صبر کرے، چاہے، وہ غنا پر قدرت رکھتے (بُرے لوگوں سے) نفرت پر صبر کرے، چاہے محبت پر قادر ہو، ناتوانی پر صبر کرے، چاہے غلبہ کی قدرت رکھتا ہو اور اس کا مقصود صرف رضائے الٰہی ہو، تو اللہ تعالیٰ اسے پچاس صدیقین کا اجر عطا کرے گا۔

منقول ہے کہ ایک دن تیز بارش، گرج اور کڑک تھی۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے کوئی جائے پناہ تلاش کی۔ دُور سے ایک خیمہ دیکھا، وہاں پہنچے، تو اس میں ایک عورت تھی، چنانچہ وہاں سے ہٹ گئے۔ پھر پہاڑ میں ایک غار دیکھی، وہاں پہنچے، تو اس میں شیر تھا۔ آپ نے اس پر اپنا ہاتھ رکھا اور دُعا کی: اے اللہ! تو نے ہر چیز کے لیے جائے پناہ رکھی، مگر میرے لیے کوئی جائے پناہ نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف وحی فرمائی: تیری جائے پناہ میری رحمت کی جگہ ہے۔ قیامت کے روز میں تمہارا ایک سو حوروں سے نکاح کروں گا، جن کو میں نے اپنے ہاتھ سے پیدا کیا اور میں تیرے ولیمہ میں چار ہزار سال تک کھانا کھلاؤں گا۔ ایک دن، دُنیا کی عمر کے برابر ہو گا اور میں منادی کرنے والے کو حکم دوں گا کہ منادی کرے: دُنیا کے زاہد کہاں ہیں؟ آؤ دُنیا کے زاہدو! عیسیٰ ابن مریم کی شادی میں!

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا فرمان ہے: دنیا دار کے لیے بربادی ہے کس طرح اس پر موت آئے گی؟ اور وہ دنیا، اس کے تمام فریب، زیب و زینت اور مملوکات کو چھوڑ رہا ہو گا۔ فریب کھانے والوں کے لیے بربادی ہے، کس طرح حالت ہو گی کہ جس (عذاب کو)

ناپسند کریں گے، اسے دیکھیں گے، جن (دنیا کو) پسند کریں گے۔ اس سے جُدا ہوتے ہوں گے جس کا وعدہ ہے، وہ آئے گا اور جس کا سارا فکر دنیا ہے اور اس کے اعمال صرف گناہ ہیں، اس کے لیے بربادی ہے، کل کس طرح گناہوں کی پاداش میں ذلیل و رسوا ہوگا؟

منقول ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی فرمائی: اے موسیٰ! تیرا ظالموں کے گھر سے کیا تعلق؟ یہ تیرا گھر نہیں۔ اس کا خیال دل سے نکال دے اور اسے ذہن سے دُور کر دے۔ یہ بُرا گھر ہے۔ ہاں جو شخص اس میں نیک عمل کرے، اس کے لیے اچھا گھر ہے۔ اے موسیٰ! میں ظالموں پر گھات لگائے بیٹھا ہوں، آخر مظلوم کا بدلہ لوں گا۔

منقول ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ تعالیٰ عنہ، کو بحرین بھیجا۔ وہ بحرین سے بہت سا مال لے کر واپس آئے۔ انصار نے سنا، تو وہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ صبح کی نماز میں (روزانہ کی طرح) شریک ہوئے۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھ لی، تو ان کی طرف رُخ کیا اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں دیکھ کر تبسم کیا اور فرمایا: میرا گمان ہے کہ تم نے سنا ہے کہ ابوعبیدہ کچھ لے کر آئے ہیں؟ انہوں نے کہا: ہاں، اے اللہ کے رسول۔ آپ نے فرمایا کہ پھر خوش ہو جاؤ اور جو اللہ نے عطا کیا ہے۔ اس کی امید رکھو، مگر اللہ کی قسم! میں تم پر فقیری سے نہیں ڈرتا، بلکہ مجھے خطرہ ہے کہ تم پر دُنیا فراخ کر دی جائے جیسا کہ تم سے پہلے لوگوں پر فراخ ہوئی، تو تم ایک دوسرے کا دُنیا کے سلسلے میں مقابلہ کرو، جیسا کہ انہوں نے مقابلہ کیا، پھر تمہیں ہلاک کر دے جیسا کہ ان کو ہلاک کیا۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ، کی روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے تم پر زیادہ خطرہ اس بات کا ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہارے لیے زمین کی برکات کھول دے۔ عرض کیا گیا: زمین کی برکات کیا ہیں؟ آپ نے فرمایا: دُنیا

کا مال و متاع -

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "دُنیا کی یاد میں اپنے دلوں کو مشغول نہ رکھو" چنانچہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دُنیا حاصل کرنا، تو الگ رہا، اس کی یاد سے منع فرمایا۔

حضرت عمار بن سعید فرماتے ہیں: حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ایک بستی پر گزر ہوا۔ تمام بستی والے گھروں کے صحنوں اور راستوں میں مرے پڑے تھے۔ آپ نے فرمایا: اے حواریوں کے گروہ! یہ لوگ اللہ تعالیٰ کے غضب میں مرے ہیں۔ اگر اس کے علاوہ کسی اور صورت میں مرتے، تو دفن ہوتے۔ عرض کیا: اے روح اللہ! ہم چاہتے ہیں کہ ان کی خبر معلوم کریں۔ انہوں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی۔ اللہ تعالیٰ نے وحی فرمائی: کہ جب رات آئے تو ان کو آواز دینا، یہ تجھے جواب دیں گے۔ رات کے وقت ان کی طرف دیکھ کر آواز دی: اے بستی والو! جواب ملا: لبیک روح اللہ! فرمایا: تمہارا کیا حال اور کیا قصہ ہے؟ کہا: ہم نے سلامتی کے ساتھ رات گزاری اور صبح کو ذلت میں پڑے۔ پوچھا: وہ کیسے؟ کہا: دُنیا کی محبت اور نافرمانوں کی اطاعت کے باعث! فرمایا: تمہاری دنیا کی محبت کیسی تھی؟ کہا: جیسے بچہ اپنی ماں سے محبت کرتا ہے کہ اگر وہ آئے تو خوش ہوتا ہے۔ اگر وہ جائے تو غمگین ہوتا اور روتا ہے۔ فرمایا: تمہارے ساتھیوں کا کیا حال ہے؟ وہ جواب نہیں دیتے! اس نے کہا: ان کو سخت تند فرشتوں کے ہاتھوں آگ کی لگامیں پڑی ہوئی ہیں۔ پوچھا: پھر تم کیسے ہو کہ تم نے مجھے جواب دیا؟ کہا: اس لیے کہ میں ان میں موجود تھا، مگر میں (عمل کے لحاظ سے) ان میں سے نہیں تھا۔ جب عذاب آیا، تو مجھے بھی پہنچا اور میں جہنم کے کنارے پر معلق ہوں۔ نہیں جانتا کہ اس سے نجات پاؤں گا یا اس میں اوندھا گروں گا۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے حواریوں کو فرمایا:

جو کی روٹی موٹے دَلے ہوئے نمک کے ساتھ کھانا اور کھردرا کپڑا پہننا اور کوڑے کباڑے پر سو جانا اگر اس کے ساتھ دُنیا و آخرت کی عافیت ہو تو یہ بھی بہت ہے۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی عضباء سے کوئی آگے بڑھ نہیں سکتا تھا۔ ایک اعرابی اپنی اونٹنی لے کر آیا، وہ آگے بڑھ گئی۔ صحابہ کرام کو یہ ناگوار ہوا، تو حضورِ اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کا حق ہے کہ دنیا کی جو چیز سر اٹھائے، وہ اسے گرا دے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا فرمان ہے: کون ہے جو دریا کی لہروں پر مکان بنائے، بس دنیا یہی کچھ ہے، اس لیے اسے مستقل مسکن نہ سمجھو۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے عرض کیا گیا۔ ہمیں ایک ایسا علم سکھایئے کہ جس کے باعث اللہ تعالیٰ ہم سے محبّت کرے۔ آپ نے فرمایا: دنیا سے نفرت رکھو، اللہ تعالیٰ تم سے محبّت رکھے گا۔

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو میں جانتا ہوں، اگر تم جانتے ہوتے، تو کم ہنستے اور زیادہ روتے اور دنیا تمہارے سامنے بے وقعت ہوتی اور تم آخرت کو ترجیح دیتے۔ پھر حضرت ابوالدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک بات خود اپنی طرف سے فرمائی۔ جس قدر میں جانتا ہوں، اگر تم وہ جانتے تو تم جنگلات میں نکل کر پناہ تلاش کرتے، اپنی جانوں پر روتے، اپنے اموال کو کسی پہرہ کے بغیر ہی چھوڑ دیتے اور شدید ضرورت کے سوا اس طرف دھیان ہی نہ دیتے، مگر حالت یہ ہے کہ امید نے تمہارے دلوں سے آخرت کی باتیں غائب کر رکھی ہیں۔ اب دنیا تم پر قابو پا چکی ہے اور تم جاہل ہو چکے ہو۔ تمہاری حالت یہ ہے کہ تم میں سے بعض تو حیوانات سے بھی بدتر ہیں جو اپنی خواہش سے الگ نہیں ہوتے اور انجام کا کچھ فکر نہیں۔ تمہیں کیا ہو گیا کہ تم نہ ہی اللہ سے محبت کرتے ہو اور نہ نصیحت کو قبول کرتے ہو اور تم اللہ کے دین میں بھائی بھائی ہونے کے دعویدار ہو۔ تمہارے غلط باطن نے تمہیں طرح طرح کی خواہشات دے رکھی ہیں۔ اگر تم سب مل کر نیک ہو جاؤ، تو تم باہم محبت کرنے لگو۔ تمہیں کیا ہو گیا کہ نہ ہی

دنیا کے معاملے میں نصیحت پکڑتے ہو اور نہ ہی آخرت کے بارے میں نصیحت قبول کرتے ہو؛ نہ ہی تم میں کوئی اپنے دوست کو نصیحت کرتا ہے اور نہ ہی آخرت کے معاملے میں اس کی مدد و رہنمائی کرتا ہے۔ یہ تو اس بات کی نشانی ہے کہ تمہارے دلوں میں ایمان کی کمزوری ہے۔ جس طرح تم دنیا کی نیکی و بدی پر یقین رکھتے ہو اسی طرح تم آخرت کو ترجیح دو، اس لیے کہ تمہارے اعمال پر یہ زیادہ حاوی ہے۔

اور اگر تم یہ جواب دو کہ بھائی دُنیا (موجود) کی محبت غالب ہے کیا کریں؟ تو پھر بات یہ ہے کہ ہم تمہیں ایسی قوم دیکھتے ہیں جو آخرت چھوڑ کر دُنیا حاصل کرتی ہے۔ ایسے معاملے میں اپنی جانوں کو کھپاتی ہے جس کے بارے میں یقین نہیں کہ وہ ضرور مل جائے۔ تم بدترین قوم ہو۔ تمہیں تو وہ ایمان ہی حاصل نہیں جو ایمان مقبول کے نام سے مشہور ہے اور اگر تم اس دین میں شبہ کرتے ہو جو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم لے کر آئے ہیں، تو آؤ ہم تمہارے سامنے اس کی وضاحت پیش کریں اور تمہیں وہ نور دکھائیں جس کو دیکھ کر تمہارے دلوں کو اطمینان حاصل ہو، خدا کی قسم! پیدائشی طور پر تم ناقص العقل نہیں ہو کہ ہم تمہیں معذور سمجھیں، اور دُنیا میں تم ایک صحیح ترین رائے کے مالک ہو۔ اگر تھوڑی سی دنیا کھو جائے، تو غمگین ہوتے ہو، بلکہ تمہاری یہ حالت تمہارے چہروں پر ظاہر ہوتی ہے، تمہاری زبانوں پر کھل کر آتی ہے، تم انہیں مصائب کا نام دیتے ہو اور ماتم کرتے ہو، عام دنیاداروں نے تو زیادہ تر دین چھوڑ ہی دیا ہے اور دین کا نقصان تمہارے چہروں پر نظر نہیں آتا اور نہ ہی اس سے تمہاری حالت غیر ہوتی ہے۔ میں محسوس کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ تم سے بیزار ہو چکا ہے۔ تم ایک دوسرے کو بظاہر خوش خوش ملتے ہو، مگر تم ایک دوسرے کا غلط انداز سے اس لیے استقبال پسند نہیں کرتے کہ دوسرا بھی تمہارے ساتھ ایسا ہی نہ کرے، آخر تم کینہ پرور ہو گئے۔ تم نے لمبی اُمیدیں باندھ لیں۔ موت کو تم نے (ناپسند) قرار دے کر اپنے تئیں رد کر دیا (یعنی مرنے کو دل نہیں چاہتا) میں چاہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ مجھے تم سے بچائے اور ان سے ملائے

جن کو دیکھنا مجھے محبوب ہے جو زندہ ہوتا ہے، وہ تم میں نہیں رہ سکتا۔ اب اگر تم میں بھلائی ہے، تو میں نے تمہیں سنادیا، تم ایسے رہو کہ اللہ تعالیٰ کے پاس جو ہے، اسے چاہو، تو اسے کم سمجھتے ہو، اب میں اپنے اور تمہارے درمیان میں اللہ تعالیٰ سے مدد مانگتا ہوں!

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا فرمان ہے: اے حواریوں کے گروہ! دین کی سلامتی کے ساتھ ساتھ کم تر دنیا پر بھی راضی ہو جاؤ۔ اسی مفہوم میں ایک شاعر کا کلام ہے ؎

أَرَى رِجَالاً بِأَدْنَى الدِّيْنِ قَنِعُوْا
وَمَا أَرَاهُمْ رَضُوْا فِي الْعَيْشِ بِالدُّوْنِ

(میں لوگوں کو دیکھتا ہوں کہ کم تر دین پر راضی ہو گئے، مگر انہیں یہ نہیں دیکھتا کہ وہ کم تر دنیا پر راضی ہوں)

فَاسْتَغْنِ بِالدِّيْنِ عَنْ دُنْيَا الْمُلُوْكِ كَمَا
اسْتَغْنَى الْمُلُوْكُ بِدُنْيَاهُمْ عَنِ الدِّيْنِ

(پس دین لے کر بادشاہوں سے مستغنی ہو جا، جیسا کہ بادشاہ لوگ دنیا لیکر دین سے لاپرواہ ہو گئے)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا فرمان ہے: اے دُنیا کے طالب تو نیک ہو جا۔ دنیا تجھے زیادہ تر نیک چھوڑ دے گی۔ ہمارے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرے بعد تمہارے پاس دُنیا آئے گی جو تمہارا ایمان اس طرح کھائے گی جیسے آگ لکڑیوں کو کھا جاتی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی فرمائی: اے موسیٰ! دُنیا کی محبت کی طرف مائل نہ ہونا، اس لیے کہ یہ اس قدر بڑا گناہ کراتی ہے کہ اس سے بڑھ کر کوئی نہیں ہوتا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام ایک آدمی کے پاس سے گزرے، وہ رو رہا تھا۔ جب واپس آئے تو وہ رو رہا تھا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا: اے میرے رب تعالیٰ، تیرا بندہ تیرے ڈر سے رو رہا ہے۔ فرمایا: اے ابن عمران! اگر اس کی آنکھوں کے آنسوؤں کے ساتھ اس کا دماغ بھی بہہ جاتے، اس کے اُٹھے ہوئے ہاتھ (مفلوج ہو کر) گر جائیں، تو بھی اس کو نہیں بخشوں گا، اس لیے کہ یہ دُنیا سے محبت کرتا ہے۔

دُنیا کی حقیقت

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں : جس میں چھ خصلتیں پائی جائیں، اس کو نہ جنت سے کوئی سروکار ہے اور نہ دوزخ سے فرار کی خواہش ہے :

۱۔ جس نے اللہ تعالیٰ کو پہچان لیا، پھر اس کی عبادت کی۔ ۲۔ جس نے شیطان کو سمجھ لیا اور اس کی نافرمانی کی۔ ۳۔ جس نے حق کو جان لیا اور اس کا اتباع کیا۔ ۴۔ جس نے باطل کو معلوم کر لیا اور اس سے بچا۔ ۵۔ جو دنیا سے آگاہ ہوا اور اسے رد کر دیا۔ ۶۔ جس نے آخرت کو جان لیا اور اس کی طلب کی۔

حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول ہے : ان لوگوں پر اللہ تعالیٰ رحم کرے کہ جن کے پاس دُنیا امانت تھی اور انہوں نے آگے امانت داروں کو دے دی، پھر ہلکے ہو کر چلے گئے۔

نیز فرمایا : اللہ تعالیٰ اس پر رحم کرے جس سے تو نے دین میں (معاملہ) رشک کیا اور اس نے بھی دین میں رشک کیا اور جس سے تو نے دنیا میں مقابلہ کیا، مگر اس نے دنیا کو اس کے سینے پر دے مارا (یعنی جا دُور ہو جا)

حضرت لقمان علیہ السلام نے اپنے بیٹے کو فرمایا : اے بیٹا ! دنیا ایک گہرا سمندر ہے اس میں کئی لوگ ڈوب گئے۔ اس میں تیری کشتی اللہ تعالیٰ سے ڈرنا ہو، اس کے اندر کا حصہ اللہ تعالیٰ پر ایمان ہو اور اس کا لنگر اللہ تعالیٰ پر توکل ہو شاید تو نجات پا جائے، مگر میں تجھے نجات پاتا نہیں دیکھتا !

حضرت فضیل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں ایک طویل مدت تک اس آیت میں غور کرتا رہا :

إِنَّا جَعَلْنَا مَا عَلَى الْأَرْضِ زِينَةً لَّهَا لِنَبْلُوَهُمْ أَيُّهُمْ أَحْسَنُ عَمَلًا ۝ وَإِنَّا لَجَاعِلُونَ مَا عَلَيْهَا صَعِيدًا جُرُزًا ۝ (الکہف۔ ۷-۸)

(جو چیز زمین پر ہے، ہم نے اس کو زمین کے لیے آرائش بنایا ہے تاکہ لوگوں کی آزمائش کریں کہ ان میں کون اچھا عمل کرنے والا ہے اور جو چیز زمین پر ہے، ہم اس کو نابود کر کے بنجر میدان کر دیں گے)

ایک حکیم کا قول ہے: تو دنیا کی جس چیز کا مالک بنتا ہے، یاد رکھ تجھ سے پہلے بھی اس کا کوئی مالک تھا اور تیرے بعد بھی اس کا مالک ہوگا اور تیرے لیے دنیا میں سے صرف صبح یا شام کا کھانا۔ اب ایک لقمے کی خاطر برباد نہ ہونا، دنیا سے روزہ رکھ اور آخرت پر افطار کر۔ دنیا کا اصل زر خواہش ہے اور اس کا نفع آگ ہے۔

ایک راہب سے پوچھا گیا، تم زمانہ کو کیا سمجھتے ہو؟ اس نے کہا: یہ بدنوں کو پرانا کرتا ہے، امیدوں کو نیا کرتا، موت کو قریب کرتا اور مطلوب کو دور کرتا ہے۔ پوچھا گیا: اہلِ زمانہ کا کیا حال ہے؟ کہا: جس نے فتح پائی، وہ تھک گیا اور جس سے رہ گیا، اس نے مشقت اٹھائی۔ اس سلسلے میں ایک شاعر کا کلام ہے ؎

وَمَنْ يَحْمَدُ الدُّنْيَا لِعَيْشٍ سَرَّهُ
فَسَوْفَ لَعَمْرِيْ عَنْ قَلِيْلٍ يَلُوْمُهَا

(اور جو دنیا کی تعریف کرے، اس لیے کہ زندگی پر مسرت ہے، تو قسم ہے جلد ہی وہ اس کی مذمت کریگا)

إِذَا أَدْبَرَتْ كَانَتْ عَلَى الْمَرْءِ حَسْرَةً
وَإِنْ أَقْبَلَتْ كَانَتْ كَثِيْرًا هُمُوْمُهَا

(جب یہ دنیا جائے، تو انسان کو حسرت ہوتی ہے اور یہ آئے، تو اس کے اندیشے بہت ہوتے ہیں)

ایک حکیم کا قول ہے: دنیا تھی اور میں اس میں نہیں تھا اور دنیا چلی جائے گی اور میں نہیں ہوں گا، اس لیے میں اس سے دل نہیں لگاتا، کیونکہ اس کی عیش عارضی ہے اور اس

کی صفائی میں غبار ہے اور اس کے رہنے والے ہر وقت خطرے میں ہیں، یا تو نعمت ہے جو ختم ہو جائے گی، یا آفت ہے آنے والی یا موت ہے ختم کرنے والی۔

حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ہم دیکھتے نہیں ؛ نعمتیں گویا ان پر غضب ہیں، اس لیے کہ وہ نا اہلوں کو ملتی ہیں۔

حضرت ابو سلیمان دارانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں : جس نے محبت کے ساتھ دُنیا طلب کی، اسے کچھ ملا، مگر اس کی چاہت سے زیادہ ہے اور جس نے محبت کے ساتھ آخرت طلب کی، اسے کچھ ملا، مگر اس کی بھی چاہت زیادہ ہے۔ نہ اس کی انتہا ہے اور نہ اس کی انتہا ہے۔

ایک آدمی نے ابو حازم سے کہا : مجھے ایک تکلیف ہے کہ دنیا کی محبت ہے، مگر میرا گھر تنگ نہیں۔ انہوں نے فرمایا : اللہ تعالیٰ نے جو تجھے عطا فرمایا ہے۔ اسے دیکھو، پس صرف حلال ہی حاصل کرو اور اسے ناحق خرچ نہ کرو۔ پھر دنیا تیرے لیے نقصان دہ نہیں اور یہ بات اس لیے فرمائی کہ اگر اس پر بھی ملامت کرتا، تو اسے پریشان کر دیتا۔ آخر کار ترکِ دنیا کر کے دنیا سے ہی نکل جائے۔

حضرت یحییٰ بن معاذ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؛ دُنیا تو شیطان کی دکان ہے، اس کی دکان سے کوئی چیز نہ چراؤ، ورنہ وہ اس کی تلاش میں آئے گا اور تجھے ہی شکار کرلے گا۔

حضرت فضیل رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان ہے ؛ اگر دنیا فانی سونے کی ہوتی اور آخرت باقی مٹی کی ہوتی، تو بھی چاہیئے یہی تھا کہ باقی مٹی کو فانی سونے پر ترجیح دیتے۔ اب کس قدر افسوس کی بات ہے کہ لوگوں نے فانی مٹی کو باقی سونے پر ترجیح دی۔

ابو حازم رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان ہے ؛ دُنیا سے بچ کر رہو۔ مجھے یہ روایت پہنچی ہے کہ اگر بندہ دنیا کی تعظیم کرتا ہوگا، تو اُسے قیامت کے دن کھڑا کیا جائے گا اور کہا جائے گا کہ جسے اللہ تعالیٰ نے حقیر قرار دیا تو نے اس کی تعظیم کی۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا فرمان ہے: لوگوں میں سے ہر ایک آدمی مہمان ہے اور اس کا مال مستعار ہے (چند روزہ ہے) چنانچہ مہمان جانے والا ہے اور مستعار چیز واپس ہونے والی ہے۔ اس سلسلے میں ایک شاعر کا کلام ہے ؎

وَالْمَالُ وَالْاَهْلُوْنَ اِلَّا وَدِيْعَةٌ
وَلَا بُدَّ يَوْمًا اَنْ تُرَدَّ الْوَدَائِعُ

(مال اور مال والے سب امانت ہیں، ایک دن ضرور آئے گا کہ امانتیں واپس ہوں گی)

حضرت رابعہ بصری رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس کچھ لوگ آئے۔ انہوں نے دُنیا کا ذکر کیا اور اس کی مذمت کرنے لگے۔ انہوں نے فرمایا: دُنیا کے ذکر سے خاموش رہو، اگر تمہارے دلوں میں اس کی عزت نہ ہوتی، تو اس کثرت کے ساتھ اس کا ذکر نہ کرتے۔ یاد رکھو جو کسی چیز سے محبت کرتا ہے، وہ اس کو بہت یاد کرتا ہے۔

حضرت ابراہیم بن ادھم رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا گیا: آپ کیسے ہیں؟ فرمایا ؎

نُرَقِّعُ دُنْيَانَا بِتَمْزِيْقِ دِيْنِنَا
فَلَا دِيْنُنَا يَبْقٰى وَلَا مَا نُرَقِّعُ

(ہم دین کو پھاڑ کر دُنیا کی مرمت کرتے ہیں۔ اب نہ دین باقی رہتا ہے نہ جس کی مرمت کرتے ہیں)

فَطُوْبٰى لِعَبْدٍ اٰثَرَ اللّٰهَ رَبَّهٗ
وَجَادَ بِدُنْيَاهُ لِمَا يَتَوَقَّعُ

(پس اس بندے کے لیے خوشخبری ہے جس نے اللہ یعنی اپنے رب کو ترجیح دی اور آنے والے دور کے لیے دنیا کی سخاوت کر ڈالی)

اسی مفہوم میں ایک اور شاعر کا کلام ہے ؎

اَرٰى طَالِبَ الدُّنْيَا وَاِنْ طَالَ عُمْرُهٗ
وَنَالَ مِنَ الدُّنْيَا سُرُوْرًا وَاَنْعُمَا

(میں طالبِ دُنیا کو دیکھتا ہوں، چاہے اس کی عمر طویل ہو اور اس نے دنیا کی مسرتیں اور نعمتیں ہی دیکھی ہوں)

كَبَانٍ بَنیٰ بُنْیَانَهٗ فَأَقَامَهٗ
فَلَمَّا اسْتَوٰی مَا قَدْ بَنَاهُ تَهَدَّمَا

(جیسے تعمیر کرنے والا، اس نے عمارت تعمیر کی اور اسے ٹھیک کیا۔ جب مکمل ہوئی جو اُس نے بنائی تھی، تو گر گئی)

هَبِ الدُّنْیَا تُسَاقُ اِلَیْكَ عَفْوًا
اَلَیْسَ مَصِیْرُ ذَاكَ اِلَی انْتِقَالٖ

(دنیا کو یہ سمجھ کر تیری طرف خود چلی آتی ہے، کیا یہ حرکت انتقال کی طرف اشارہ نہیں ہے)

وَمَا دُنْیَاكَ اِلَّا مِثْلُ فَیْءٍ
اَظَلَّكَ ثُمَّ آذَنَ بِالزَّوَالٖ

(تیری دُنیا تو بس سایہ ہے، جس نے تجھ پر سایہ کیا، پھر چل پڑا)

حضرت لقمان علیہ السلام نے اپنے بیٹے کو کہا: اے بیٹا! آخرت کے بدلے میں اپنی دُنیا فروخت کر دے۔ دونوں کا نفع ہوگا اور آخرت کو دُنیا کے عوض فروخت نہ کرنا، ورنہ دونوں کا خسارہ ہوگا۔

مطرف بن شخیر رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے: بادشاہوں کی زندگی نزاکت اور ان کی دولت کا آرام مت دیکھ، بلکہ یہ دیکھ کہ کتنی جلدی وہ کوچ کر جاتے ہیں اور کتنی جلدی اُن کا بُرا انجام سامنے آتا ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا فرمان ہے: اللہ تعالیٰ نے دُنیا کے تین حصے کیے۔ ایک حصہ مومن کے لیے، ایک حصہ منافق کے لیے، اور ایک حصہ کافر کے لیے۔ اب مومن تو زادِ راہ لیتا ہے۔ منافق زیب و زینت کرتا ہے اور کافر نفع

حاصل کرتا ہے۔ (یعنی صرف دُنیا کے مزے ہی لوٹتا ہے)

ایک بزرگ کا قول ہے: دُنیا مردار ہے جو اس سے کچھ لینا چاہے، اسے چاہیئے کہ کُتّوں کے مقابلہ پر صبر کرے۔

ایک شاعر کا کلام ہے؎

يَا خَاطِبَ الدُّنْيَا اِلٰى نَفْسِهَا
تَنَحَّ عَنْ خِطْبَتِهَا تَسْلَمِ

(اے دُنیا کو اپنی طرف بلانے والے اس کو بلانے سے باز آجا، تو سلامت رہے گا)

اِنَّ الَّتِیْ تُخَاطِبُ غَدَّارَةٌ
قَرِيْبَةُ الْعُرْسِ مِنَ الْمَاتَمِ

(جس کو تو بلاتا ہے، وہ غدّار ہے، اس کی شادی کے بعد ماتم بھی قریب ہے)

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ، نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے نزدیک دُنیا اس قدر بے وقعت ہے کہ دیکھو! دنیا میں ہی نافرمانی ہوتی ہے، اور خدا کے ہاں اسی قدر ملتا ہے، جس قدر دُنیا کو ترک کردے۔ ایک شاعر کا کلام ہے؎

اِذَا امْتَحَنَ الدُّنْيَا لَبِيْبٌ تَكَشَّفَتْ
لَهٗ عَنْ عَدُوٍّ فِیْ ثِيَابِ صَدِيْقٍ

(جب عقلمند آدمی دُنیا کا امتحان لے تو وہ اس کے سامنے دوست کے لباس میں دشمن ثابت ہوتی ہے)

ایک شاعر نے کہا؎

يَا رَاقِدَ اللَّيْلِ مَسْرُوْرًا بِاَوَّلِهٖ
اِنَّ الْحَوَادِثَ قَدْ يَطْرُقْنَ اَسْحَارًا

(اے رات کے ابتدائی حصہ میں خوش خوش سونے والے، آگاہ ہے سحری کے وقت مصائب آن دروازہ کھٹکھٹاتے ہیں)

أَفْنَى الْقُرُونَ الَّتِي كَانَتْ مُنْعَمَةً
كَرُّ الْجَدِيدَيْنِ إِقْبَالًا وَإِدْبَارًا

(نئے نئے آنے جانے والے حوادث نے کئی صدیوں کو برباد کردیا جو کہ پُرنعمت تھیں)

كَمْ قَدْ أَبَادَتْ صُرُوفُ الدَّهْرِ مِنْ مَلِكٍ
قَدْ كَانَ فِي الدَّهْرِ نَفَّاعًا وَضَرَّارًا

(زمانہ کے اُلٹ پھیر نے کئی بادشاہوں کو ہلاک کردیا جو کسی وقت خوب نفع بخش اور ضرر رساں تھے)

(یعنی بڑے بڑے ستم گر یا منصف مزاج تھے)

يَا مَنْ يُعَانِقُ دُنْيَا لَا بَقَاءَ لَهُ
يُمْسِي وَيُصْبِحُ فِي دُنْيَاهُ سَفَّارًا

(اے فانی دنیا سے گلے ملنے والے یہ دنیا تو صبح و شام سفر میں ہے)

هَلَّا تَرَكْتَ مِنَ الدُّنْيَا مُعَانَقَةً
حَتَّى تُعَانِقَ فِي الْفِرْدَوْسِ أَبْكَارًا

(تو دنیا سے گلے ملنا کیوں بند نہیں کرتا، تاکہ فردوس کی حوروں سے معانقہ کرسکے)

إِنْ كُنْتَ تَبْغِي جِنَانَ الْخُلْدِ تَسْكُنُهَا
فَيَنْبَغِي لَكَ أَنْ لَا تَأْمَنَ النَّارَا

(اگر تو ہمیشہ کے لیے جنت میں رہنا چاہتا ہے، تو تجھے جہنم سے بے خوف نہیں رہنا چاہیئے)

حضرت ابوامامہ باہلی رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ سے روایت ہے کہ جب حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت ہوئی، تو ابلیس کے لشکر اس کے پاس آئے اور کہنے لگے: ایک نبی کی بعثت ہوئی ہے اور ایک امت پیدا کی گئی ہے۔ اس نے کہا: کیا وہ دنیا سے محبت رکھتے ہیں؟ انہوں نے کہا: ہاں! کہنے لگا: اگر وہ دُنیا سے محبت رکھتے ہیں، تو چنداں پرواہ نہیں کہ وہ بُت پرستی نہ کریں۔ میں تین باتیں لے کر صبح و شام اُن کے پاس جاؤں گا:

۱۔ وہ غلط طریقے سے مال کھائیں، ۲۔ غلط راستے میں خرچ کریں۔ ۳۔ و اہلِ حقوق پر مال خرچ نہ کریں۔ اور یہیں سے ساری شرارت پیدا ہوتی ہے۔

ایک آدمی نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سے عرض کیا: اے امیرالمومنین! دنیا کی تعریف کیجیے کہ یہ کیا ہے؟ فرمایا، دنیا کی تعریف کیا کروں۔ بس ایک گھر ہے جو اس میں تندرست ہے، وہ بیمار ہوا۔ جو محفوظ ہے، وہ شرمندہ ہوا، جو غریب ہے، وہ غمگین ہوا۔ اور جو غنی ہوا، وہ فتنہ میں پڑا۔ اس کے حلال پر بھی محاسبہ ہے، اس کے حرام پر عذاب ہے۔

ایک بار ان سے پوچھا گیا، تو فرمایا: کیا طویل بات کروں یا مختصر؟ عرض کیا گیا: مختصر فرمایئے۔ فرمایا: اس کے حلال پر محاسبہ ہے اور اس کے حرام پر عذاب ہے۔

حضرت مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے: جادوگرنی سے بچو، اس لیے کہ علماء کے دلوں کو بھی جادو کر دیتی ہے۔ (جادوگرنی سے مراد دُنیا ہے)

حضرت ابوسلیمان دارانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: جب دل میں آخرت ہو تو دنیا اس کا مقابلہ کرتے ہوئے آتی ہے اور دل میں دنیا ہو تو آخرت اس کا مقابلہ نہیں کرتی، اس لیے کہ آخرت ایک مکرم و معزز چیز ہے اور دُنیا کمینی ہے، مگر یہ بڑی سخت بات ہے۔

ہمارا خیال ہے کہ سیار بن حکم نے زیادہ درست بات کی۔ فرمایا: دُنیا و آخرت دونوں ایک دل میں جمع ہو جاتے ہیں جس کا غلبہ ہوگا، دوسرا اس کے ماتحت ہوگا۔

حضرت مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے: جس قدر دُنیا جمع ہوگی، اسی قدر تیرے دل سے آخرت کا فکر نکل جائے گا۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، نے اس کلام کی تائید کی اور فرمایا: دنیا اور آخرت دو سوکنیں ہیں، جس قدر ایک پر خوش ہوں گے، دوسری سے اسی قدر محرومی ہوگی۔

حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ، کا قول ہے: اللہ کی قسم! میں نے ایسے لوگوں (یعنی صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم) کو دیکھا ہے کہ ان کے نزدیک دنیا کی قدر مٹی سے زیادہ

بے وقعت تھی جس پر لوگ چلتے ہیں، انہیں پرواہ نہ تھی کہ دنیا پر طلوع ہوا یا غروب ہوا۔ اُدھر گئی یا اِدھر گئی۔

ایک آدمی نے حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا: اس شخص کے بارے میں آپکا کیا خیال ہے؟ جس کو اللہ تعالیٰ مال عطا کرتا ہے اور وہ صدقہ کرتا ہے اور صلہ رحمی کرتا ہے؟ کیا اس کے لیے بہتر ہے کہ اس میں ذرا عیش کرلے۔ فرمایا: نہیں، اگر وہ ساری دنیا کا مالک بھی ہوجائے، تو بھی اپنی محتاجی کے دن (قیامت) کو آگے بھیجے تاکہ کام آئے۔

حضرت فضیل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اگر ساری دُنیا مکمل زینت کے ساتھ میرے پاس آئے اور آخرت میں اس کا محاسبہ بھی نہ ہو، تو بھی میں اس سے گھن محسوس کروں جس طرح لوگ مردار کے پاس سے گزرتے وقت منہ پر کپڑا رکھ لیتے ہیں اور نفرت محسوس کرتے ہیں۔

مروی ہے کہ جب حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ شام گئے، تو حضرت عبیدہ بن جراح رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کا استقبال کیا۔ یہ اونٹنی پر سوار تھے جس کے ناک میں اس کی سادہ سی نکیل تھی۔ سلام کے بعد باتیں ہوئیں۔ پھر ان کے گھر تشریف لے گئے اور گھر میں صرف ایک تلوار، ایک ڈھال اور کجاوہ دیکھا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: کاش کچھ سامان ہی بنا لیتے۔ انہوں نے کہا: اے امیر المومنین! یہ ہمیں آنے والے وقت تک پہنچا دے گا (یعنی اس سے زائد نہ بنائیں، تو اس سے بھی زندگی گزر جائے گی)

حضرت سفیان کا قول ہے: "بدن کے لیے دنیا سے لے اور دل کے لیے آخرت سے لے۔"

حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا فرمان ہے: اللہ تعالیٰ کی قسم، بنی اسرائیل نے صرف دُنیا سے محبت کرنے کی وجہ سے رحمٰن تعالیٰ کی عبادت کے بعد بتوں کی عبادت کی۔

حضرت وہب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: میں نے بعض کتابوں میں پڑھا ہے کہ دنیا عقلمندوں کی غنیمت اور جاہلوں کی غفلت ہے۔ اس سے نکلے بغیر وہ اسے

جان نہیں سکتے۔ جب نکلیں گے، تو کہیں گے، دوبارہ واپس کر دیں، مگر پھر واپسی نہیں ہو گی

حضرت لقمان علیہ السلام نے اپنے بیٹے سے فرمایا: اے بیٹے! تو جس دن دنیا میں آیا، اسی دن سے یہ پیچھے کی طرف جانے لگی اور تو آخرت کی طرف بڑھ رہا ہے۔ اب تو (آخرت) کے گھر کے قریب ہو رہا ہے اور (دنیا) سے دن بدن دُور ہو رہا ہے (یعنی اس پر دھیان رکھ اور عمل صالح کر)

حضرت سعید بن مسعود رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اگر تو کسی بندے کو دیکھے کہ اس کی دنیا بڑھ رہی ہے اور آخرت گھٹ رہی ہے اور وہ اس حالت پر خوش ہے، تو سمجھ لے کہ یہ فریب ہے جس دن میں وہ گر چکا ہے اور سمجھ نہیں رہا۔

حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے منبر پر فرمایا: اللہ کی قسم! میں نے کوئی قوم ایسی نہیں دیکھی کہ جس سے (یعنی دنیا سے) جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بے رغبت تھے، مگر یہ لوگ اس میں خوب رغبت رکھنے والے ہیں۔ اللہ کی قسم! جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر تین دن کبھی ایسے نہیں گزرے کہ آپ کو آرام کم اور محنت زیادہ کرنا پڑی۔ حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ فرمانِ باری تعالیٰ پڑھا:

فَلَا تَغُرَّنَّكُمُ الْحَيَاةُ الدُّنْيَا۔ (پس تمہیں دنیا کی زندگی دھوکہ میں نہ ڈال دے)

(السجدۃ - ۳۳)

اور فرمایا: جو یہ کہے، اسے یہ کہو، اس دُنیا کو کس نے پیدا کیا؟ اور اس دنیا سے زیادہ آگاہ کون ہے؟ دنیا کی مصروفیت سے بچ کر رہو، اس لیے کہ دنیا تو خوب مصروف کرتی ہے انسان اگر مصروفیت کا ایک دروازہ کھولے، تو یہ دروازہ اس پر مزید دس دروازے کھول دیتا ہے۔ نیز فرمایا: ابن آدم کس قدر مسکین ہے کہ ایسے گھر پر خوش ہو گیا جس کے حلال پر محاسبہ ہے اور جس کے حرام پر عذاب ہے۔ اگر حلال سے کمایا، تو اس پر محاسبہ ہو گا اور اگر حرام سے کمایا، تو اس پر عذاب ہو گا۔ ابن آدم اپنے مال کو مستقل سمجھتا ہے۔

اور مستقل طور پر عمل نہیں کرتا۔ دین میں مصیبت پر خوش ہے اور دنیا کی مصیبت پر واویلا مچاتا ہے۔

حضرت حسن نے حضرت عمر بن عبدالعزیز کی طرف لکھا: "السلام علیکم! اما بعد، گویا تم آخری ہو جس پر موت مقرر ہوئی اور جو مر چکا۔"

حضرت عمر بن عبدالعزیز نے جواب دیا: السلام علیکم! گویا آپ دُنیا میں ہیں ہی نہیں، گویا آخرت میں ہی ہمیشہ رہتے ہیں۔

حضرت فضیل بن عباس رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے: دُنیا میں آنا آسان ہے، مگر اس سے نکلنا دشوار ہے۔

ایک بزرگ کا قول ہے: اس پر تعجب ہے جو جانتا ہے کہ موت برحق ہے، پھر وہ خوش ہوتا ہے۔ تعجب اس پر جو جانتا ہے کہ دوزخ برحق ہے، پھر وہ ہنستا ہے تعجب ہے اس پر جو دُنیا داروں پر دنیا بدلتے دیکھتا ہے، وہ کس طرح اس پر مطمئن ہوتا ہے۔ تعجب ہے اس پر جو جانتا ہے کہ قضا و قدر برحق ہے، پھر وہ کس طرح تھکتا ہے۔

حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس نجران کا ایک آدمی آیا جس کی عمر دوسو برس تھی۔ آپ نے اس سے پوچھا: کہ دُنیا کو کیسے پایا؟ اس نے کہا: بعض سال آفت کے ہیں، اور بعض فراخی کے ہیں۔ ایک دن آسانی اور دوسرا تنگی۔ ایسے ہی ایک رات سکھ کی اور دوسری دکھ کی۔ ایک رات بچہ پیدا ہوا اور ایک رات فوت ہوا۔ اگر پیدائش نہ ہوتی، تو مخلوق ہی ختم ہو جاتے اور اگر موت نہ ہوتی، تو دُنیا رہنے والوں پر تنگ ہو جاتی۔

انہوں نے کہا: مانگو کیا مانگتے ہو؟ اس نے کہا: گزری ہوئی عمر لوٹا دیں یا موت آتے اسے ہٹا دیں۔ فرمایا: میں اس کا اختیار نہیں رکھتا۔ اس نے کہا: پھر مجھے آپ کی طرف حاجت نہیں۔

حضرت داؤد طائی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اے ابنِ آدم! تو اپنی امید رسانی کے

باعثِ خوشی ہے، مگر یاد رکھ، تو اپنی زندگی تمام کر کے اس حد تک پہنچا ہے۔ عمل کو تم ٹالتے رہے، گویا تم سمجھتے تھے کہ اس کا نفع تیرے سوا دوسرے کے لیے ہے۔

حضرت بشر حافی رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان ہے: جس نے اللہ تعالیٰ سے دنیا مانگی، اس نے اللہ تعالیٰ کے سامنے طویل وقت (محاسبہ کے لیے) کھڑا ہونے کا سوال کیا۔

حضرت ابوحازم رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان ہے: دُنیا میں کچھ چیز نہیں جو تیرے لیے باعثِ مسرت ہو، بلکہ ہر چیز کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے دُکھ لگا دیا ہے۔

حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ، کا فرمان ہے: دُنیا سے ابنِ آدم کی جان تین حسرتوں سے نکلتی ہے: ۱- جو جمع کیا وہ سیر ہو کر نہیں کھایا۔ ۲- جو امید رکھی، وہ حاصل نہیں ہوئی۔ ۳- آئندہ کی زندگی کا بہتر زادِ راہ نہیں لیا۔

ایک بزرگ سے پوچھا گیا، کیا آپ کو غنا حاصل ہوا؟ غنا تو اسے حاصل ہوا جو دنیا کی غلامی سے آزاد ہوا۔

حضرت مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان ہے: ہم لوگوں نے دنیا کی محبت پر مصالحت کر لی۔ یہی وجہ ہے کہ ہم ایک دوسرے کو نیکی کا حکم نہیں کرتے اور بُرائی سے روکتے نہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس حال میں نہیں چھوڑے گا۔ خبر نہیں اللہ تعالیٰ کا کونسا عذاب ہم پر آتے گا؟

ابوحازم رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان ہے: تھوڑی دنیا بھی کثیر آخرت سے غافل کر دیتی ہے۔

حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ، کا قول ہے: دنیا کو بے وقعت رکھو، اللہ کی قسم! جو اسے بے حقیقت رکھے، اس سے بڑھ کر یہ کسی کے لیے بے وقعت نہیں فرمایا: جب اللہ تعالیٰ کسی بندے پر بھلائی کرنا چاہتا ہے، تو اسے دنیا میں سے عطا کرتا ہے۔ پھر اسے روک لیتا ہے۔ جب وہ اسے نافذ کرے، تو دوبارہ عطا کرتا ہے اور اگر

بندہ اسے بے وقعت سمجھے، تو دنیا اس پر فراخ ہوجاتی ہے۔

ایک بزرگ دُعا کیا کرتے تھے: اے آسمان کو تھامنے والے کہ زمین پر گرنے نہیں دیتا، اپنے حکم سے مجھے دُنیا سے روک لے۔

محمد بن ممکندر رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان ہے: آپ کا خیال ہے کہ ایک آدمی ہمیشہ روزہ رکھے اور افطار نہ کرے، رات بھر عبادت کرے اور سوئے نہیں، مال صدقہ کرے، اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرے، حرام سے بچے، مگر قیامت کے روز اس حالت میں لایا جائے کہ اسے کہا جائے (اللہ تعالیٰ نے جس (دُنیا) کو حقیر قرار دیا۔ اس شخص نے اسے عظیم قرار دیا، اور جس (آخرت) کو اللہ تعالیٰ نے عظیم قرار دیا، اس شخص نے اسے حقیر سمجھا۔ اب آپ دیکھیے کہ اس کا کیا حال ہوگا؟ اور ہم میں سے کون ہے جس نے دنیا کو عظیم نہیں سمجھا اور اس کے ساتھ ساتھ گناہ الگ لاد رکھے ہیں۔

ابو حازم رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان ہے: دنیا اور آخرت دونوں میں مشقت ہوتی ہے، آخرت کی مشقت پر تجھے مددگار نہیں ملیں گے اور دنیا کی مشقت کا حال ہے کہ جس میں ہاتھ مارے گا، اس میں پہلے کوئی نہ کوئی بدمعاش ضرور کام کر چکا ہوگا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا فرمان ہے: دنیا، آسمان اور زمین کے درمیان معلق ہے جیسے ایک پرانا بوسیدہ مشکیزہ ہو اور جب سے پیدا ہوئی، تب سے فنا ہونے تک اپنے رب تعالیٰ کو آواز دے رہی ہے۔ اے رب! اے رب! تو مجھ سے کیوں متنفر ہے؟ وہ فرماتا ہے خاموش ہو جا اے ناچیز!

حضرت عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان ہے: دنیا کی محبت اور گناہوں نے دل کو متوحش کر رکھا ہے، اب بھلائی کہاں پہنچے؟

حضرت وہب بن منبہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: جس کا دل دنیا کے کچھ حصہ سے بھی خوش ہو، تو وہ حکمت کھو بیٹھا اور جس نے شہوت کو اپنے قدموں تلے

رکھا، تو شیطان اس کے سایہ کا غلام ہوا اور جس کا علم اس کی خواہش پر غالب رہا، وہی غالب شخص ہے۔

حضرت بشر حافی رحمۃ اللہ علیہ سے کہا گیا: فلاں شخص مرگیا ہے! فرمایا دنیا جمع کی اور آخرت میں چلا گیا اور اپنے آپ کو برباد کیا۔ کسی نے کہا: وہ تو ایسے ایسے کام کرتا تھا، یعنی اس کے نیک کاموں کا ذکر کیا۔ فرمایا: یہ نفع نہیں دیں گے جبکہ وہ دنیا جمع کرتا تھا۔

ایک بزرگ کا قول ہے: دنیا ہمیں اپنے آپ سے نفرت دلاتی ہے۔ پھر بھی ہم اس سے محبت کرتے ہیں اور اگر وہ ہمیں اپنے آپ سے محبت دلاتی، تو ہمارا کیا حال ہوتا؛

ایک حکیم سے پوچھا گیا: دُنیا کس کے لیے ہے؛ فرمایا: جو اسے چھوڑ دے۔ کہا گیا: آخرت کس کے لیے ہے؛ فرمایا: جو اسے طلب کرے۔

ایک حکیم کا قول ہے: دنیا ایک ویران گھر ہے اور جو دل اسے آباد کرے، وہ اس سے بھی زیادہ ویران ہے اور جنت آباد گھر ہے اور جو دل اسے طلب کرے، وہ اس سے بھی زیادہ آباد ہے۔

حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ کا فرمان ہے: امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ ایک ایسے بزرگ تھے کہ جن کی زبان پر حق جاری تھا۔ انہوں نے اپنے ایک بھائی کو نصیحت کی جو ان کے اللہ کی خاطر بھائی تھے، انہیں خوفِ خدا کی طرف توجہ دلاتے ہوئے فرمایا: اے بھائی! دنیا ایک پھسلنے کی جگہ ہے اور ذلّت کا مقام ہے۔ یہ برباد ہونے والا ہے۔ اس کے رہنے والے قبروں میں پہنچنے والے ہیں۔ یہاں کے لوگ بکھر جانے والے ہیں۔ اس کی کثرت تنگی کرنا ہے اور اس میں تنگی کرنا دراصل فراخی ہے، اس لیے اللہ تعالیٰ کی طرف پناہ لے۔ اللہ تعالیٰ کی روزی پر راضی ہو جا۔ فانی گھر میں منہمک رہ کر باقی گھر سے غفلت نہ کر، اس لیے کہ زندگی ایک ختم ہونے والا سایہ اور گر جانے والی دیوار ہے۔ خوب عمل کر اور امید مختصر کر دے۔

حضرت ابراہیم بن ادہم رحمۃ اللہ علیہ نے ایک شخص کو فرمایا: خواب میں ایک درہم لینا تیرے نزدیک پسند ہے یا بیداری میں ایک دینا۔ اس نے کہا: بیداری میں ایک دینار لینا زیادہ پسند ہے۔ فرمایا: تم غلط کہتے ہو، اس لیے کہ دنیا میں جو تم پسند کرتے ہو، وہ ایسے ہے کہ جیسے خواب میں لینا پسند کرو اور جس کو تم آخرت میں لینا پسند نہیں کرتے، گویا تم اسے بیداری میں پسند نہیں کرتے۔

حضرت اسمٰعیل بن عیاش رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان ہے: ہمارے رفقاء، دنیا کو خنزیر کا نام دیتے اور کہا کرتے: اے خنزیر! ہم سے دُور ہو جا! اگر وہ اس سے بھی بدتر نام پاتے تو وہی نام رکھتے۔

حضرت کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ، کا فرمان ہے: دنیا تمہیں اس قدر محبوب ہو جائے گی کہ تم اس کی اور اہلِ دنیا کی عبادت کرو گے۔

حضرت یحییٰ بن معاذ رازی رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان ہے: عقلمند تین ہیں:

۱۔ جو دنیا کو اس سے پہلے چھوڑ دے کہ وہ اسے چھوڑ دے۔

۲۔ قبر میں جانے سے پہلے قبر بنا کر رکھے، یعنی اپنے آپ کو مردہ سمجھے، یہ مراد نہیں کہ قبریں تیار کرتا پھرے۔

۳۔ اللہ تعالیٰ سے ملاقات کرنے سے پہلے اُسے راضی کر لے۔

نیز فرمایا: دُنیا تو انتہائی منحوس ہے۔ اس کی ایک نحوست یہ ہے کہ تو جس قدر دنیا کی تمنا کرتا ہے، اسی قدر اللہ تعالیٰ کی عبادت سے غافل ہو جاتا ہے اور اگر دنیا میں گھر جائے، تو خود سمجھو کہ کیا حال ہو؟

حضرت بکر بن عبداللہ رحمۃ اللہ کا فرمان ہے: جو شخص دنیا کے ذریعہ دنیا سے مستغنی ہونا چاہتا ہے، وہ ایسے ہے کہ جیسے تنکوں کے ساتھ آگ بجھائے۔

حضرت بندار رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان ہے: جب تم دنیا داروں کو دیکھو کہ وہ زہد میں

کلام کرتے ہیں، تو جان لے کہ وہ شیطانی مسخرہ پن میں ہیں۔ نیز فرمایا: جو شخص دُنیا کی طرف آئے گا، تو اس کی آگ اسے جلادے گی (یعنی حرص اسے جلادے گی) آخر کار وہ راکھ ہو جائے گا اور جو شخص آخرت کی توجہ رکھے گا، تو آگ (حرص) اسے صاف کر دے گی، آخر کار وہ خالص سونا بن جائے گا جس سے وہ فائدہ اٹھائے گا اور جو شخص اللہ تعالیٰ کی طرف توجہ کرے گا، تو توحید کی آگ اسے جلا کر دُرِ یکتا بنا دے گی۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، نے فرمایا: دُنیا چھ چیزیں ہیں:

۱۔ غذا، ۲۔ پینا، ۳۔ لباس، ۴۔ سواری، ۵۔ نکاح، ۶۔ خوشبویات۔ چنانچہ بہترین غذا شہد ہے اور اس کا حال یہ ہے کہ یہ مکھیوں کی چاٹ ہے۔ بہترین مشروب پانی ہے اور یہ نیک و بد سب کو برابر حاصل ہے۔ بہترین لباس ریشم ہے اور یہ کیڑے کا تھوک ہے اور بہترین سواری گھوڑا ہے، اس پر سوار ہو کر انسان کو قتل کیا جاتا ہے اور بہترین نکاح عورت سے ہے اور یہ خطرہ در خطرہ ہے۔

اور عورت خوب تر زینت کرتی ہے، مگر اس سے بدترین معاملہ ہوتا ہے اور بہترین خوشبو مشک ہے اور وہ خون ہے۔

باب ۳۲

دُنیا کی مذمّت

ایک بزرگ کا فرمان ہے: اطمینان سے عمل کرو، اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو اور امید سے فریب نہ کھاؤ اور تمہاری آزمائش تو امیدوں کے ذریعے ہی ہوتی ہے، وہ اس طرح مزین ہو کر آتی ہیں۔ گویا ایک خوبصورت آنکھ والی دُلہن ہو، لوگ انہیں دیکھتے رہ جائیں۔

دل ان پر مائل ہوں، اور لوگ اُن پر فریفتہ ہوں، کئی عاشق ان کی خاطر قتل ہوئے۔ ان سے تسکین پانے والے کئی ذلیل ہوئے، اس لیے انہیں نظرِ حق سے دیکھو، کیونکہ یہ دُنیا ایسا گھر ہے کہ جس میں آفات زیادہ ہیں، اس کے خالق نے اس کی مذمت کی۔ اس کا نیا بھی پُرانا ہونے والا ہے، اس کی ملکیت بھی ختم ہونے والی ہے۔ یہاں عزت والا بھی ذلیل ہونے والا ہے، یہاں کثیر بھی قلیل ہونے والا ہے، یہاں کی محبت فانی ہے، بھلائی آنی جانی ہے۔

اللہ تعالیٰ تم پر رحمت کرے، غفلت سے بیدار ہو جاؤ، نیند سے اٹھو، اس سے پہلے کہ لوگ کہیں فلاں بیمار ہے یا فلاں بیمار ہے یا فلاں کی زندگی آخری لمحات میں ہے۔ کیا پھر کوئی دوا ملے گی ؟ یا کوئی راہِ نجات حاصل ہو گی ؟ طبیب بھی آئیں گے، مگر شفا نہیں ہو گی۔ پھر کہا جائے گا کہ فلاں نے وصیت کی ؟ مال شمار کیا ! پھر لوگ کہیں گے بھائی ! اب اس کی زبان بیٹھ گئی، وہ بات نہیں کر سکتا۔ پڑوسیوں کی پہچان گئی، اس کی پیشانی پر پسینہ آ رہا ہے، اب کراہنے لگا۔ موت سامنے آئی، نظریں جم گئیں، زبان لڑکھڑا گئی۔ احباب رو دیے، دیکھو ! یہ تیرا بیٹا ہے، وہ تیرا بھائی ہے، مگر زبان بند ہے، بات نہیں کرتی، زبان پر مہر لگ گئی ہے۔ اب کلام نہیں، پھر موت آ گئی، روح بدن سے نکلی اور آسمان پر چڑھ گئی۔ برادری اکٹھی ہوئی، کفن لایا گیا، غسل دیا، کفنایا، اب عیادت کرنے والے ختم ہو گئے، حسد جاتا رہا، اہل و عیال مال اکٹھا کرنے لگے اور تم اپنے اعمال میں پھنس کر رہ گئے۔

ایک بزرگ نے ایک بادشاہ کو فرمایا : جس کے لیے دُنیا کی فراخی ہوئی اور اسے زیادہ مال و جاہ ملا، وہ سب لوگوں سے زیادہ دنیا کی مذمت کرے، اس لیے کہ اسے خطرہ ہے کہ اس کے مال پر آفت آئے، حالانکہ وہ اس کی ضرورت ہے یا دوستوں میں جس چیز (مال) کو تقسیم کرنے میں بخیل تھا۔ اس پر کوئی مصیبت آن پڑے۔ الغرض

دنیا زیادہ قابلِ مذمت ہے۔ جب انعام پر آفت آتی ہے، تو یہی اسے لیتی ہے۔ جب یہ دنیادار کو ہنساتی ہے، تو دوسرا ابھی ہنس رہا ہوتا تھا۔ (یعنی فکر نہ کر اس کے بعد میرے پاس آئے گی) اور جب یہ دنیادار کو رلاتی ہے تو دوسرا ابھی رو رہا ہوتا ہے (یعنی ایک کے بعد دوسرے کو رُلاتی ہے) جب دینے کے لیے ہاتھ کھولتی ہے، تو دوسرے سے لے رہی ہے۔ آج دنیادار کے سر پر تاج ہے، تو کل اسے مٹی میں داب رہے ہیں۔ اس کے نزدیک جو گیا اور جو باقی رہا، سب برابر اور فانی ہے، تو دیکھے گا، باقی بھی کل جا رہا ہے اور ایک کے بعد دوسرا آ رہا ہے۔

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کی طرف لکھا: دنیا چلنے کا مقام ہے، جائے قرار نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو عتاب کے طور پر دنیا میں اتارا تھا۔ اے امیرالمومنین! بچ کر رہیئے، اس کا زادِ راہ! اسے چھوڑ دینا ہے، اس کا غنا، میں اس کا احتیاج ہے۔ ہر لمحہ اس کے لیے قتل ہو رہے ہیں جس نے اس کی تعظیم کی، وہ ذلیل ہوا، جس نے اسے جمع کیا، وہ فقیر ہوا۔ یہ زہر کی طرح ہے جو اسے نہیں جانتا، وہی کھاتا ہے اور اس میں اس کی موت ہے۔ اس میں ایسے رہو، جیسے کوئی زخم کا علاج کرتا ہو کہ زیادہ ہونے کے ڈر سے شروع میں علاج کرے، بیماری بڑھ جانے کے باعث دوا کی تلخی پر صبر کرے، اس لیے اس کے گھر سے بچ کر رہیئے، یہ غدار، خائن اور دھوکہ باز ہے۔ اس نے فریب کی زینت بنا رکھی ہے۔ دھوکے کا فتنہ برپا کر رکھا ہے، امیدیں لے کر آتی ہے اور باتوں میں ٹالتی ہے۔ یہ سنگار کیے ایک دلہن ہے، جس کی نظریں دیکھ رہی ہیں، دل اس پر مائل ہے اور لوگ اس پر عاشق ہو رہے ہیں، اس کا سب سے مختصر نکاح ہے۔ باقی کا گزرے ہوئے مقابلہ میں کچھ اعتبار نہیں اور بعد والا پہلے کے مقابلہ میں قابلِ عبرت نہیں جس کو اللہ کی معرفت حاصل ہے، وہ اسے جمع نہیں کرتا۔ اس کا عاشق لگا ہے تھوڑی سی بات پاتا ہے، تو فریب میں آجاتا ہے، اور سرکش ہو جاتا ہے اور آخرت کو فراموش کر بیٹھتا ہے، چنانچہ اسی میں مغز مارتا رہتا ہے

اور ٹھوکر کھا جاتا ہے۔ پھر اسے سخت ندامت ہوتی ہے اور حسرت ہی حسرت ہوتی ہے، اس پر موت کی بے ہوشیاں آتی ہیں، سخت دکھ پاتا ہے جو کھو دیا، غصہ کے مارے اس پر حسرت کرتا ہے جو ملا نہیں، اس کا خواہشمند ہے۔ اس طرح تھکن کے سوا اسے کچھ نہیں حاصل ہوتا۔ آخر کار زادِ راہ کے بغیر ہی دنیا سے نکل جاتا ہے اور وہاں پہنچ جاتا ہے، جہاں کے لیے کچھ آگے نہیں بھیجا تھا، اس لیے اے امیر المومنین! خاص احتیاط کیجیے، جس قدر ہو سکے، اس کے خطرات سے بچیے اور جس طرح ہو سکے اس کی آفات سے آگاہ رہیے۔ دنیا دار جب کسی مسرت کی وجہ سے اس پر خوش ہوتا ہے، تو ناپسندیدہ انجام پاتا ہے جو دنیا دار کے لیے دکھ اور تباہی کا باعث ہوتا ہے۔ اس کی بظاہر نفع بخش چیز بھی کل کو فریب اور نقصان بن کر سامنے آئے گی۔ اس کی فراوانی کے بعد ابتلاء ہے۔ اس میں ڈوب جانا تباہی ہے۔ اس کی مسرت اور خوشی میں غم کی آمیزش ہے۔ جو گیا وہ واپس نہ آیا اور نہ معلوم کہ اب کیا آئے گا؟ اس کی امیدیں جھوٹ، اس کی تمنائیں باطل، اس کی صفائی میں تکدّر، اس کی عیش بھی پریشانی ہے۔

ابن آدم تو ہر وقت یہاں خطرہ میں ہے۔ اگر سمجھے اور دیکھے تو نعمتیں خطرے میں ہیں اور آفات کا ڈر ہے۔ اگر خالق تعالیٰ بھی اس کی حالت واضح نہ کرتا اور اس کی مثالیں نہ دیتا تو بھی دنیا کی اس (فانی حالت) نے سونے والے کو بیدار کر دیا۔ غافل کو متنبہ کر دیا اور جبکہ اللہ عزّ وجل نے نصیحت کر دی، اب تو زیادہ دھیان دینا چاہیئے۔ اللہ تعالیٰ نے اسے جب سے پیدا کیا اس پر نظرِ رحمت نہیں فرمائی۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں دنیا اور اس کے خزانوں کی کنجیاں پیش کی گئیں، حالانکہ آپ لینے تو بھی خدا کے خزانوں میں مچھر کے پَر کے برابر بھی کمی نہ ہوتی، مگر حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے انکار کر دیا۔

اس کا ذکر کرنا خدا کے احکام کی خلاف ورزی ہے یا جس کو خالق تعالیٰ نے مبغوض بنایا، اس سے محبت کرنا ہے یا جس کو ذلیل کیا، اسے بلند سمجھنا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ صالحین

سے دنیا دور کر دی گئی۔ یہ ان کا امتحان بھی ہے اور دشمنوں پر فراخ کر دی تاکہ وہ فریب کھاتے رہیں، چنانچہ دنیا حاصل کرنے والا فریب میں مبتلا یہ سمجھتا ہے کہ اس کی عزت ہوئی اور وہ زمانہ بھول گیا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر کیسا حال طاری کیا کہ بھوک کی شدت سے آپ نے پیٹ پر پتھر باندھ لیا۔

ایک حدیث قدسی میں ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جب دنیا کو آتے دیکھا تو اللہ تعالیٰ نے انہیں فرمایا: یہ کہو:

ذَنْبٌ عُجِّلَتْ عُقُوْبَتُہٗ (کوئی گناہ ہوا ہے جس کی سزا فوری ملی)

اور جب فقر کو آتے دیکھو، تو کہو۔

مَرْحَبًا بِشِعَارِ الصَّالِحِیْنَ (خوش آمدید، صالحین کی شکل میں ہو)

اگر چاہو تو صاحب الروح لکلمۃ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی اس سلسلے میں پیروی کرو۔ وہ فرمایا کرتے تھے: میرا سالن بھوک ہے، میرا شعار خوفِ خدا ہے، میرا لباس صوف (کھردرا) ہے، میری نماز (زیادہ اجر والی) سردی کے موسم کی ہے۔ میرا چراغ آفتاب و چاند ہے۔ میری سواری دونوں ٹانگیں ہیں۔ میرا کھانا اور پھل جو زمین اگائے، وہ ہے، مکانات ہیں، مگر میرے لیے کچھ نہیں۔ میں صبح کرتا ہوں، مگر میرے پاس کچھ نہیں (اس کے باوجود یاد رکھو کہ روئے زمین پر مجھ سے بڑھ کر دولت مند کوئی نہیں)

حضرت وہب بن منبہ رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان ہے: جب اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہما السلام کو فرعون کی طرف بھیجا، تو فرمایا: تمہیں فرعون کا دنیاوی لباس مرعوب نہ کرے، اس لیے کہ اس کی گدی میرے قبضے میں ہے۔ وہ میرے اذن کے بغیر نہ بات کر سکتا ہے نہ سانس لے سکتا ہے، نہ پلک جھپک سکتا ہے اور جو اس کے پاس مال و جاہ ہے۔ اس پر تعجب نہ کرنا، اس لیے کہ یہ صرف دنیا کی زیبائش اور دنیا پرستوں کی نمائش ہے۔ جب فرعون دیکھے گا کہ جو معجزہ میں نے تمہیں عطا

کیا ہے، وہ اس کے مقابلے میں عاجز ہے، تو وہ بات سمجھ لے گا اور میں تمہیں اس سے بچا کر اسے فرعون کو غرق کیے رکھوں گا اور میں اپنے دوستوں کے ساتھ یہی کرتا ہوں۔ میں ان سے (دنیا کی فانی) نعمتیں اس طرح دور رکھتا ہوں جیسے مہربان چرواہا اپنی بکریوں کو ہلاکت کے مقامات سے دور رکھتا ہے۔ میں انہیں وہاں سے ہٹا کر پناہ گاہ میں لے آتا ہوں، جس طرح ایک شفیق چرواہا اپنے اونٹوں کو خطرناک مقامات سے ہٹا کر محفوظ جگہ لے جاتا ہے اس کی وجہ یہ نہیں کہ وہ میرے نزدیک بے وقعت ہیں، بلکہ میں چاہتا ہوں کہ وہ سلامتی کے اکرام و اعزاز کا حصہ حاصل کرلیں۔

میرے اولیاء کا یہ حال ہے کہ ان پر مسکنت اور خوف و خشوع طاری رہتا ہے۔ ان کے دلوں میں تقویٰ و پرہیزگاری ہے اور ان کی یہ حالت ان کے بدنوں پر نمایاں ہے لباس تقویٰ سے آراستہ ہیں، ظاہر و باطن میں وہ متقی ہیں اور اسی کو ذریعۂ نجات سمجھتے ہیں، خدا سے ہی وہ امیدِ کرم رکھتے ہیں۔ یہی بات ان کے لیے باعثِ شرف ہے اور ان پر تقویٰ و پرہیزگاری کا نشان ہے جس سے وہ صاف پہچانے جاتے ہیں۔ جب ان سے ملو تو ان سے عاجزی سے ملو۔ زبان و قلب میں ان کا احترام رکھو اور یہ خوب یاد رکھو کہ جس نے میرے کسی دوست کو ڈرایا، تو اس نے میرے ساتھ جنگ مچادی اور میں ہی قیامت کے دن (اور کبھی دنیا میں ہی) اس سے بدلہ لوں گا۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک روز خطبہ دیا، تو فرمایا: یاد رکھو، تم مرنے والے ہو، مرنے کے بعد تمہیں زندہ کیا جائے گا اور اپنے اعمال کے مطابق کھڑا کیا جائے گا۔ اور ان کا بدلہ ملے گا، اس لیے تمہیں دُنیا کی زندگی فریب میں مبتلا نہ کردے، اس لیے کہ دُنیا آفت آمیز ہے، موت کا گھر ہے، دھوکہ دینا اسی کا کام ہے۔ دنیا کی ہر چیز فانی ہے۔ دنیاوی نعمتیں آنی جانی ہیں، ایک حال پر نہیں رہتیں، ان کی آفات سے بچنا دشوار ہے لوگوں پر فراخی آتی ہے اور کبھی تنگی۔ الغرض حالات بدلتے رہتے ہیں، کبھی زندگی اجیرن

ہو جاتی ہے اور فراخی کو دوام حاصل نہیں۔ دنیا میں ہر آدمی کا ایک مقصود ہے جس کو حاصل کرنے کی کوشش کرتا اور تیر چلاتا رہتا ہے۔ ہر ایک کے لیے یہاں موت مقرر ہے، اس کا نصیب بھی معین ہے۔ اے اللہ کے بندو! یاد رکھو جس دنیا میں تم آباد ہو، یہاں سے پہلے کے طویل ترین زندگی پانے والے، طاقتور ترین لوگ بھی چل دیے۔ انہوں نے تم سے زیادہ دنیا آباد کی، ان کے آثار زیادہ ہیں، مگر آج ان کی آوازیں ختم ہو گئیں، مدت ہوئی وہ گمنامی میں چلے گئے، ان کے بدن بوسیدہ ہو گئے، ان کے علاقے ویران ہو چکے، اُن کے نشانات مٹ چکے ہیں، ان کے مضبوط محل تباہ ہو گئے، ان کی مسندیں اور مسہریاں پتھر ہوئیں، آج وہ قبروں میں بند ہیں۔ ان کی جگہ دُور نہیں، ان کے رہنے والے آج ویرانوں اور آبادیوں میں اجنبی ہو چکے، محلّہ والے ان سے بے خبر ہیں، انہیں کچھ معلوم نہیں کہ یہاں کوئی آبادی ہے، پڑوسیوں کے ساتھ تعلّق نہیں، برادرانہ تعلّقات ٹوٹ چکے۔ اب ان کا تعلّق کیسے ہو سکتا ہے، جبکہ انہیں مرورِ زمانہ نے پیس کر رکھ دیا، کیڑے کھا گئے۔ زندگی فنا کے گھاٹ اتر گئی، ان کو مسرّت انگیز حیات حاصل تھی، جس میں احباب کو جمع کیا، مگر اب وہ دنیا سے کوچ کر کے مٹّی کے نیچے سو گئے۔ وہ دوبارہ دنیا میں نہیں آسکتے۔ ہائے افسوس! یہ تو وہی بات ہوئی جو کسی نے کہی تھی اور اس کے بعد قیامت تک برزخ کا عالم ہے۔ گویا جس آفت اور تنہائی کی طرف جاتا تھا، چل پڑے، اس گڑھے میں پھنس گئے اور اسی مقام نے تمہیں قابو کر لیا۔ اب جب تم ہولناک عذاب دیکھو گے اور قبروں سے اٹھائے جاؤ گے جو سینوں میں چھپا رکھا ہے، اسے نکالو گے۔ مالک جلّ جلالہٗ کے سامنے کھڑے ہو گے، اس وقت تمہارا کیا حال ہو گا؟ اس وقت تو گزشتہ گناہوں پر ڈر کے مارے ہوش اڑ جائیں گے، پردے ہٹ جائیں گے، تمام عیوب اور راز ظاہر ہوں گے۔ ہر ایک کو اس کے کیے کا اجر ملے گا۔ اللہ تعالیٰ خود ہی وضاحت فرماتا ہے بُرے اعمال کرنے والوں کو ان کی برائیوں پر سزا دے گا اور نیک کام کرنے والوں کو

اچھا اجر دے گا۔

لِيَجْزِيَ الَّذِينَ أَسَاءُوا بِمَا عَمِلُوا وَيَجْزِيَ الَّذِينَ أَحْسَنُوا بِالْحُسْنَى (النجم - ۳۱)

(تاکہ بدلہ دے اُن کو جنہوں نے بُرے اعمال کیے اور جنہوں نے نیکی کی، انہیں اچھا بدلہ دے)

اور فرمایا:

وَوُضِعَ الْكِتَابُ فَتَرَى الْمُجْرِمِينَ مُشْفِقِينَ مِمَّا فِيهِ۔ (الکہف - ۴۹)

(اور (عملوں کی) کتاب (کھول کر) رکھی جائے گی، تو تم گنہ گاروں کو دیکھو گے کہ جو کچھ اس میں (لکھا) ہوگا، اس سے ڈر رہے ہوں گے)

اللہ تعالیٰ ہمیں اور کتاب اللہ کا پابند بنا دے، اپنے اولیاء کے اتباع کی توفیق بخشے اور اپنے فضل وکرم سے ہمیں اور آپ کو آخرت کے مناقب حاصل کرنے کی ہمت دے دی، محمود بزرگ ہے۔

ایک حکیم کا قول ہے: دن تیر ہیں اور لوگ نشانے ہیں اور زمانہ تجھے ہر روز ایک تیر مارتا ہے اور شب وروز کے گزرنے کے ذریعے تجھے بوسیدہ کر کے پھوڑ رہا ہے۔ آخر کار تمام اعضائے بدن ٹوٹ پھوٹ کر رہ گئے۔ دن رات گزرتے رہیں، تو کیسے ہو سکتا ہے کہ تیرا بدن ان کے اثرات سے بچ جائے۔ اگر تجھے اس ٹوٹ پھوٹ کا علم ہو جائے، تو تو ششدر اور پریشان ہو کر رہ جاتے اور ہر گزرتی ہوئی گھڑی تجھ پر شدید بھاری محسوس ہو، لیکن ان سب باتوں کے اوپر اللہ تعالیٰ کی تدبیر کام کر رہی ہے کہ انسان دنیاوی آفات سے سلامت رہ کر مزے لوٹتا رہے۔ یہ حکیم کی کڑوی معجون ہے، یہ تو صرف ظاہر دنیا کی آفات ہیں، اگر سچ مچ سب آفات سامنے آئیں، تو خدا ہی جانے کیا حال ہو۔ اللہ تعالیٰ ہمیں عطا فرمائے۔

ایک حکیم نے دنیا کا وصف بتاتے ہوئے فرمایا: دُنیا کا وقت پلک جھپکنے کے برابر ہے، اس لیے جو وقت گیا، اس کو پکڑا نہیں جا سکتا اور جو وقت ابھی نہیں آیا، اس کا تجھے

علم نہیں کہ کیا ہوگا، زمانہ دراصل آنے والا دن ہے جس کی رات موت کی خبر دیتی ہے اور دن اس کی گھڑیاں لپیٹ کر جا رہا ہے۔ اس کے حوادث انسان پر گزرتے اور اسے ختم کرتے جا رہے ہیں، زمانہ کا کام ہی یہ ہے کہ وہ جماعتوں کو منتشر کرتا اور آبادیوں کو مٹاتا اور سلطنتوں کو بدلتا چلا جا رہا ہے۔ امید لمبی باندھ رکھی ہے، مگر عمر چھوٹی ہے۔ الغرض تمام معاملات اللہ تعالیٰ کے سامنے جانے والے ہیں۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ ایک دن خطبہ دیتے ہوئے فرمایا: اے لوگو! تم ایک بات کے لیے پیدا ہوئے۔ اگر تم تصدیق کرتے ہو تو تم بے وقوف ہو اور اگر تم اس کی تکذیب کرتے ہو تو ہلاک کرنے والے ہو، تم ہمیشہ کے لیے پیدا نہیں ہوئے بلکہ تم ایک مقام سے دوسرے مقام کی طرف جا رہے ہو۔ اللہ کے بندو! تم ایسے گھر میں ہو کہ جہاں تمہارا کھانا غم ہے اور پینا ندامت اور حرارت ہے۔ کوئی نعمت یہاں (تکالیف) سے خالی نہیں کہ تمہیں مسرت ہو، ایک نعمت آتی ہے تو دوسری چھن جاتی ہے، حالانکہ نعمت چھن جانے کو ناپسند کرتے ہو، اس لیے جدھر جانا ہے اور جہاں دائمی زندگی ہے وہاں کے لیے عمل کرو، اس کے بعد رونے لگے اور منبر سے اُتر آئے۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک خطبہ میں فرمایا: میں تمہیں وصیت کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو، دنیا کو چھوڑ دو جو تمہیں چھوڑنے والی ہے، تم اسے چھوڑنا نہیں چاہتے، مگر یاد رکھو کہ یہ تمہارے جسم بوسیدہ کرنے والی ہے اور تم ان کی تجدید کرنا چاہتے ہو، تمہاری مثال ایسی ہے کہ جیسے ایک قوم سفر میں ہو اور وہ راستہ میں جا رہی ہو، وہ اپنے گمان کے مطابق یہ یقین کر لیں کہ ہم نے راستہ طے کر لیا اور منزل پر پہنچ گئے، مگر حالت یہ ہے کہ ان میں سے بعض مطلوب تک پہنچ گئے ہیں، بعض ایسے ہیں جن کا دنیا میں ایک دن باقی ہے اور بعض اس کی طلب میں مصروف ہی دنیا سے رخصت ہوئے۔ اب دُنیا کی آفات و مصائب پر پریشان نہ ہو، کیونکہ یہ

تو ہے ہی فانی اور دنیا کے نفع اور اس کی نعمتوں پر خوش نہ ہو، اس لیے کہ یہ بھی زائل ہونے والی ہیں۔

مجھے طالبِ دنیا پر تعجب ہے کہ موت اس کی تلاش میں ہے اور وہ غافل ہے، مگر موت اس سے غافل نہیں۔

حضرت محمد بن حسین رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان ہے: جب اصحابِ علم و فضل اور اہلِ معرفت وادب کو معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے دنیا کو بے وقعت قرار دیا اور اپنے اولیاء کے لیے دنیا کو پسند نہیں کیا، اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک دنیا تو حقیر چیز ہے۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام نے زہد اختیار کیا۔ اس کے فتنے سے بچتے رہے۔ شدید ضرورت کے تحت کھایا اور کثیر مقدار میں آخرت کے لیے آگے بھیجا۔ بقدرِ کفایت لیا اور فضول کو ہٹا دیا۔ بقدرِ پردہ پوشی پہنا، اسی قدر کھایا کہ بھوک مٹ جائے۔ انہوں نے دنیا کو اس طرح دیکھا کہ یہ فنا ہونے والی ہے اور آخرت پر نظر کی کہ یہ باقی رہنے والی ہے۔ مسافر کی طرح دُنیا سے زادِ راہ لیا۔ ان لوگوں نے دنیا کو برباد کیا، مگر آخرت کو آباد کیا۔ ان کی قلبی نظریں آخرت کی طرف ہیں۔ یہ سمجھ گئے کہ وہ نگاہِ حقیقت کے ساتھ اس پر نظر رکھیں گے چنانچہ آخرت کی طرف ان کی قلبی رحلت ہے۔ کیونکہ وہ جان چکے ہیں کہ وہ اجسام کے ساتھ اس طرف جانے والے ہیں۔ تھوڑی تھکاوٹ ہوئی اور طویل نعمت حاصل کی۔ یہ سب توفیق انہیں اپنے مولا کریم سے حاصل ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جسے پسند کیا، ان کے دل میں اس کی محبت ڈال دی اور اللہ تعالیٰ نے جسے ناپسند کیا، ان کے دل میں اس کی نفرت بھر دی۔

باب ۴۳

قناعت کی فضیلت

آدمی اگر فقیر ہو تو اس پر لازم ہے کہ قناعت کرے، مخلوق سے لالچ نہ رکھے۔ مخلوق کے پاس جو کچھ ہے اس کی طرف توجہ اور رُخ بھی نہ کرے، مال کھانے کی حرص سے دُور رہے، البتہ شدید ضروریات، مثلاً طعام، لباس اور رہائش کے لیے بقدرِ ضرورت حاصل کرے اور کم سے کم مقدار پر بس کرے۔ ایک دن یا زیادہ سے زیادہ ایک ماہ کا اہتمام کرے، مگر ایک ماہ کے بعد کی ضرورت میں دل نہ لگائے۔ اگر اس نے کثرت کی طرف یا طویل امید کی طرف دل لگایا، تو سمجھو کہ قناعت کی نیکی ختم ہو گئی اور حرص و طمع میں ملوث ہو گیا۔ حرص و طمع میں اسے بُرے اخلاق کی طرف اور قناعت نہ رہنے کی طرف لے جائے گا۔

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَوْ کَانَ لِابْنِ اٰدَمَ وَادِیَانِ مِنْ ذَهَبٍ لَا بْتَغٰی لَهُمَا ثَالِثًا وَلَا یَمْلَاُ جَوْفَ ابْنِ اٰدَمَ اِلَّا التُّرَابُ وَیَتُوْبُ اللّٰهُ عَلٰی مَنْ تَابَ۔

(اگر ابن آدم کے پاس سونے کی دو وادیاں ہوں، تو چاہے گا کہ تیسری بھی مل جائے اور ابنِ آدم کا پیٹ مٹی ہی بھر سکتی ہے اور جو توبہ کرے، اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول کرتا ہے)

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ، فرماتے ہیں کہ سورۃ براءۃ کی طرح ایک سورۃ نازل ہوئی، پھر اٹھالی گئی۔ اس سے صرف یہ یاد رہ گیا:

اِنَّ اللّٰهَ یُؤَیِّدُ هٰذَا الدِّیْنَ بِاَقْوَامٍ لَا خَلَاقَ لَهُمْ وَلَوْ اَنَّ لِابْنِ اٰدَمَ

(بے شک اللہ تعالیٰ اس دین کی ایسی اقوام کے ساتھ بھی مدد کرتا ہے جن کا دین میں

وَادِيَيْنِ مِنْ مَالٍ لَتَمَنّٰى وَادِيًا ثَالِثًا وَلَا يَمْلَأُ جَوْفَ ابْنِ آدَمَ اِلَّا التُّرَابُ وَيَتُوْبُ اللّٰهُ عَلٰى مَنْ تَابَ۔

کچھ حصہ نہیں اور اگر ابنِ آدم کے پاس مال کی دو وادیاں ہوں تو تمنا کرتا ہے کہ تیسری وادی بھی ہو اور ابنِ آدم کا پیٹ صرف مٹی ہی بھر سکتی ہے اور جو توبہ کرے اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول کرتا ہے)

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دو حریص آدمی سیر نہیں ہوتے: ۱- علم کا حریص، ۲- مال کا حریص۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: ابن آدم بوڑھا ہوتا ہے، مگر اس کے ساتھ دو چیزیں جوان ہو جاتی ہیں: ۱- امید، ۲- مال کی محبت۔ چونکہ یہ انسانی عادت اور خصلت تباہ کن ہے، اس لیے اللہ تعالیٰ اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قناعت کرنے والے کی تعریف فرمائی۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس کے لیے خوشخبری ہو جس کو اسلام کی طرف ہدایت ملی، اس کی روزی بقدرِ کفایت ہے اور وہ اس پر قناعت کرتا ہے۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کوئی فقیر اور غنی ایسا نہیں ہوگا کہ وہ قیامت کو یہ خواہش نہ کرے کہ کاش دُنیا میں مجھے ہمت و قوت ملتی۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "کثرتِ مال سے غنا نہیں ہوتا، بلکہ دل کا غنی ہونا اصل غنا ہے"، اور آپ نے شدید لالچ اور ہر وقت دنیا طلبی میں لگے رہنے کی ممانعت فرمائی۔ آپ نے فرمایا: اے لوگو! اچھے انداز سے (روزی اور ہر چیز کی) طلب کرو، اس لیے کہ بندے کے لیے وہی کچھ ہے جو اس کے لیے (پہلے سے) لکھ دیا گیا اور دنیا سے کوئی بندہ اس وقت تک نہیں جائے گا، جب تک کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے لیے جو (روزی وغیرہ) لکھ دی ہے، وہ اس تک ناک رگڑتے ہوئے نہ پہنچ جائے۔

منقول ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے رب تعالیٰ سے سوال کیا: تیرا کونسا بندہ

ایسا ہے جو سب سے زیادہ غنی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: (وہ بندہ زیادہ غنی ہے) جو اس پر سب سے زیادہ قناعت کرتا ہے جو میں نے اسے عطا کیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا: تو پھر سب سے زیادہ عدل کرنے والا کون ہے؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: جو اپنی جان کے ساتھ سب سے زیادہ انصاف کرے۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: روح القدس نے میرے دل میں یہ بات ڈالی (یعنی وحی آئی) کہ کوئی جان ہرگز نہیں مرتی، جب تک کہ وہ اپنی روزی مکمل نہ کرلے، اس لیے اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور طلب کا بہتر انداز اختیار کرو۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے فرمایا: اے ابوہریرہ! جب تجھے بھوک کی شدت ہو تو تجھے لازم ہے کہ ایک روٹی اور ایک لوٹا پانی کا لو اور دُنیا پر تف بھیجو۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم پرہیزگار بن جاؤ، مومن ہو جاؤ گے اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لالچ کرنے سے منع فرمایا۔ حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سے روایت ہے کہ ایک اعرابی حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوا اور کہا: اے اللہ کے رسول! (صلی اللہ علیہ وسلم) مجھے نصیحت کیجئے اور اختصار سے کام لیجئے۔ آپ نے فرمایا: جب تو نماز پڑھے، تو الوداعی نماز پڑھ، کسی سے ایسی بات نہ کر کہ کل معذرت کرنی پڑے اور لوگوں کے پاس جو کچھ ہے، اس سے مایوس ہو جا۔

حضرت عوف بن مالک اشجعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، فرماتے ہیں کہ ہم نو یا آٹھ یا سات آدمی جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے تھے۔ آپ نے فرمایا: کیا تم رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی بیعت نہیں کرتے؟ صحابہ کرام بتاتے ہیں کہ ہم نے عرض کیا: اے اللہ

کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کیا ہم آپ کی بیعت نہیں کر چکے؟ پھر آپ نے فرمایا: کیا تم رسول اللہ کی بیعت نہیں کرتے؟ اس پر ہم نے ہاتھ بڑھا دیئے اور آپ کی بیعت کی۔ ایک آدمی نے عرض کیا: ہم نے پہلے بھی بیعت کی تھی۔ اب یہ نئی بیعت کس چیز کی ہے؟ آپ نے فرمایا: اس پر کہ تم اللہ کی عبادت کرو گے، اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہراؤ گے، پانچوں نمازیں پڑھو گے، میرا حکم سنو گے اور اطاعت کرو گے اور ایک بات آہستہ فرمائی: اور تم لوگوں سے کچھ نہیں مانگو گے۔ راوی بتاتے ہیں کہ اس کے بعد صحابہ کا یہ حال تھا کہ کسی کا کوڑا گر جاتا، تو کسی دوسرے سے یہ نہ کہتا کہ یہ مجھے دے دو!

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، کا فرمان ہے: لالچ بھی فقر ہے اور (لوگوں سے) مایوسی غنا ہے اور جو آدمی لوگوں کے پاس کی اشیائسے مایوس ہو، وہ مستغنی ہو جاتا ہے۔

ایک حکیم سے پوچھا گیا: غنا کیا ہے؟ فرمایا: خواہشات کی کمی اور بقدرِ کفایت راضی راضی رہنا ہے۔ اس سلسلے میں ایک شاعر کا کلام ہے ؎

اَلْعَيْشُ سَاعَاتٌ تَمُرّ
وَخُطُوبُ اَيَّامٍ تَكِرّ

(آرام کی گھڑیاں گزر جاتی ہیں، اور دُکھ کے ایام بار بار آتے رہتے ہیں)

اِقْنَعْ بِعَيْشِكَ تَرْضَهُ
وَاتْرُكْ هَوَاكَ تَعِيشُ حُرّ

(اپنی زندگی میں قناعت کر تو خوش ہوگا اور خواہشات کو چھوڑ دے، آزاد جیو گے)

فَلَرُبَّ حَتْفٍ سَاقَهُ
ذَهَبٌ وَيَاقُوتٌ وَدُرّ

(کئی ایسی ہلاکتیں ہیں، جن کو لاتا ہے سونا، یاقوت اور موتی)

حضرت محمد بن واسع رحمۃ اللہ علیہ کی عادت تھی کہ خشک روٹی کو بھگو لیتے اور پانی سے

کھا لیتے اور فرماتے: جو اس مقدار پر قناعت کرے گا، اسے کسی جھگڑے کا سامنا نہیں کرنا پڑیگا۔

حضرت سفیان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں، تمہاری بہترین دنیا وہ ہے کہ جس کی وجہ سے تم پر آفت نہ آئے اور بہترین ابتلا وہ ہے جو تمہارے ہاتھوں سے آئے۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ، فرماتے ہیں کہ ہر روز ایک فرشتہ آواز دیتا ہے: اے ابنِ آدم! تھوڑا اور بقدرِ کفایت، اس زیادہ سے بہتر ہے جو تجھے سرکش کردے۔

ابن سمیط ابن عجلان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اے ابن آدم! تیرا پیٹ بالشت در بالشت ہے۔ اب اس نے تجھے دوزخ میں کیسے ڈال دیا (اس قدر چھوٹے پیٹ نے تجھے حریص بنا کر کیوں تباہ کیا)

ایک حکیم سے پوچھا گیا، تمہارا مال کیا ہے؟ فرمایا: ظاہر میں زینت کرنا، باطن میں اعتدال رکھنا اور لوگوں کے پاس جو ہے، اس سے مایوس ہونا۔

مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو فرمایا: اے آدم! اگر ساری دنیا بھی تیری ملکیت ہو تو بھی تجھے صرف کھانا ہی ملے گا اور کھانا تو میں نے تجھے دے دیا اور اس کا حساب دوسروں پر ڈال دیا، اس لیے میں تیرا محسن ہوں۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ، کا فرمان ہے: جب کوئی کسی ضرورت کا طلب گار ہو تو اسے چاہیے کہ تھوڑی سی طلب کرے اور اس طرح لوگوں سے پیش نہ آئے کہ اب تو، اب تو، حتیٰ کہ اپنی پیٹھ توڑ لے اور یاد رکھے کہ اس کے مقدر کی روزی اسے مل کر رہے گی۔

بنی امیہ میں سے ایک حاکم نے حضرت ابو حازم رحمۃ اللہ علیہ کی طرف اصرار کرتے ہوئے لکھا کہ مجھے اپنی ضروریات لکھیں (میں تعاون کروں گا) انہوں نے جواب دیا کہ میں نے اپنی ضروریات اپنے مولا کریم کے سامنے پیش کر دی ہیں۔ اس کے بعد جو اس نے عطا کیا، وہ میں نے قبول کر لیا اور جو روک دیا، میں نے اس میں قناعت کی۔

ایک حکیم سے پوچھا گیا: عقلمند کے لیے زیادہ مسرت کی چیز کیا ہے؟ اور کونسی چیز غم دُور کرنے کے لیے زیادہ مددگار رہے؟ فرمایا: اس کے لیے زیادہ باعث مسرت وہ نیک اعمال ہیں جو اس نے آگے بھیج رکھے ہیں اور غم کو سب سے زیادہ دُور کرنے والی بات، قضاء و قدر پر راضی رہنا ہے۔

ایک حکیم کا فرمان ہے: میں نے سب سے زیادہ غمگین لوگ حسد کرنے والے دیکھے اور سب سے زیادہ آرام کی زندگی گزارنے والے قناعت کرنے والے دیکھے اور دُکھ پر سب سے زیادہ صبر کرنے والے وہ دیکھے جنہوں نے دُنیا کو ترک کر دیا اور سب سے زیادہ ندامت اٹھانے والے وہ عالم دیکھے جو (اسلامی احکام میں) افراط و تفریط کرتے ہیں۔

ایک شاعر کا قول ہے: ؎

اَرْفَهُ بِبَالٍ فَتًى اَمْسٰى عَلٰى ثِقَةٍ
اِنَّ الَّذِیْ قَسَمَ الْاَرْزَاقَ یَرْزُقُهٗ

(سب سے زیادہ مطمئن وہ جوان ہے جس کو یقین ہوا کہ جس نے روزی تقسیم کی وہ اسے روزی دیگا)

فَالْعِرْضُ مِنْهُ مَصُوْنٌ لَا یُدَنِّسُهٗ
وَالْوَجْهُ مِنْهُ جَدِیْدٌ لَیْسَ یُخْلِقُهٗ

(اس کی وجہ سے اس کی عزت محفوظ ہے، خراب نہیں ہوتی اور اس کی وجہ سے اس کا چہرہ تازہ ہے، ذلیل نہیں ہوتا)

اِنَّ الْقَنَاعَةَ مَنْ یَّحْلُلْ بِسَاحَتِهَا
لَمْ یَلْقَ فِیْ دَهْرِهٖ شَیْئًا یُؤَرِّقُهٗ

(جو بھی قناعت کے میدان میں اترا، اُسے عمر بھر پریشانی نہیں ہوئی)

ایک اور شاعر کا کلام ہے: ؎

حَتّٰی مَتٰی اَنَا فِیْ حِلٍّ وَّتَرْحَالٍ
وَطُوْلِ سَعْیٍ وَّاِدْبَارٍ وَّاِقْبَالٍ

(میں کب تک سفر و حضر میں رہوں گا، طویل محنت اور آنے جانے میں)

وَنَازِحُ الدَّارِ لَا نْفَكَّ مُغْتَرِبًا

عَنِ الْاَحِبَّةِ لَا يَدْرُوْنَ مَا حَالِ

(اور گھر سے دور رہنے والا ہمیشہ مسافر ہوتا ہے، دوستوں سے، وہ نہیں جانتے کہ میرا کیا حال ہے؟)

بِمَشْرِقِ الْاَرْضِ طَوْرًا ثُمَّ مَغْرِبِهَا

لَا يَخْطُرُ الْمَوْتُ مِنْ حِرْصِيْ عَلٰى بَالِ

(کبھی زمین کے مشرق میں، پھر کبھی مغرب میں ہے، حرص کی وجہ سے دل پر موت کا ڈر نہیں ہوتا)

وَلَوْ قَنَعْتُ اَتَانِيْ الرِّزْقُ فِيْ دَعَةٍ

اِنَّ الْقَنُوْعَ الْغِنٰى لَا كَثْرَةُ الْمَالِ

(اگر میں قناعت کرتا، تو روزی میری تلاش میں آتی، قناعت ہی غنا ہے کثرتِ مال غنا نہیں)

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا فرمان ہے: کیا میں تمہیں بتاؤں کہ اللہ تعالیٰ کے مال سے کس قدر حلال ہے؟ (فرمایا) میرے سرما اور گرما کے دو جوڑے اور اس قدر کہ حج اور عمرہ کے لیے میری کمر سیدھی رکھے، اس کے بعد میری خوراک جیسے قریش کے عام آدمی کی ہے میں نہ ان سے بڑا ہوں اور نہ چھوٹا ہوں۔ اللہ کی قسم! میں یہ نہیں سمجھتا کہ یہ (مقدار بھی) حلال ہے یا نہیں؟ گویا انہوں نے اس مقدار میں شبہ کیا کہ کہیں بقدرِ کفایت سے زیادہ نہ ہو، اس پر قناعت کرنا لازم ہے۔

ایک اعرابی نے اپنے بھائی کو حرص پر زجر کی اور کہا: اے میرے بھائی! تو طالب ہے، حالانکہ مطلوب (روزی) تجھے خود تلاش کرتی ہے، وہ تجھ سے رہ نہیں جائے گی۔ تو اسے تلاش کرتا ہے جو تیرے لیے کافی ہو چکی ہے اور جو غائب تھا وہ تیرے سامنے کھل چکا اور جس حال میں تو ہے، وہ تجھ سے جدا ہو رہا ہے۔ اے میرے بھائی! ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تو نے کسی حریص کو محروم نہیں دیکھا اور کسی زاہد کو روزی پاتے نہیں دیکھا۔

ایک شاعر کا قول ہے :۔

أَرَاكَ يَزِيدُكَ الْإِثْرَاءُ حِرْصًا
عَلَى الدُّنْيَا كَأَنَّكَ لَا تَمُوتُ

(میں دیکھتا ہوں کہ تیرا مال دُنیا کے معاملے میں تیری حرص بڑھا رہا ہے، تو گویا کبھی نہیں مریگا)

فَهَلْ لَكَ غَايَةٌ إِنْ صِرْتَ يَوْمًا
إِلَيْهَا قُلْتَ حَسْبِي قَدْ رَضِيتُ

(کیا تیری حرص کی انتہا بھی ہے کہ کسی روز اگر وہاں پہنچے، تو کہے بس کافی ہے، میں راضی ہوں)

حکایت امام شعبی رحمۃ اللہ علیہ ایک حکایت بیان کرتے ہیں کہ ایک آدمی نے ایک چنڈول کا شکار کیا۔ چنڈول نے پوچھا: تم میرے ساتھ کیا سلوک کرو گے۔ اس نے کہا: میں تمہیں ذبح کر کے کھاؤں گا۔ اس نے کہا: اللہ کی قسم! گوشت کافی نہیں، بھوک دُور نہیں ہوگی؛ البتہ میں تمہیں تین باتیں بتاتا ہوں۔ میرے کھانے سے وہ بہتر ہیں۔ ایک میں اس وقت بتاؤں گا، جب میں تیرے ہاتھ میں ہوں گا۔ دوسری بات اس وقت بتاؤں گا کہ میں جب درخت پر ہوں گا، تیسری بات اس وقت بتاؤں گا کہ جب میں پہاڑ پر ہوں گا۔ اس نے کہا: اچھا، پہلی بات بتاؤ، اس نے کہا: جو ہاتھ سے نکل جائے، اس پر افسوس نہ کرو۔ اس نے اس کو چھوڑ دیا۔ جب وہ درخت پر بیٹھا، تو کہا: دوسری بات بتاؤ۔ اس نے کہا: ناممکن کی تصدیق نہ کرو کہ وہ ہو جائے گا۔ پھر وہ اڑ گیا، اور پہاڑ پر جا کر بولا: اے بدنصیب! اگر تو مجھے ذبح کرتا، تو میرے معدہ سے دو موتی نکالتا اور ہر ایک کا وزن بیس مثقال ہوتا۔ بتاتے ہیں کہ شکاری نے افسوس کے مارے اپنے ہونٹوں کو کاٹ لیا اور کہا: تیسری بات بتاؤ! اس نے کہا: تم دو باتیں بھلا چکے، اب تیسری کیا بتاؤں؟ میں نے بتایا نہیں تھا کہ جو ہاتھ سے نکل جائے، اس پر افسوس نہ کرو اور ناممکن کے ہو جانے کا

یقین نہ کرو، میرا گوشت، میرا خون اور پر سب ملا کر بھی بیس مثقال نہیں بنتے۔ اب یہ کیسے ممکن ہے کہ میرے معدہ میں بیس بیس مثقال کے دو موتی ہوں، پھر وہ اڑ گیا۔ لالچی انسان کے لیے یہ مثال کافی ہے۔ لالچی انسان کو لالچ صحیح بات معلوم کرنے سے اندھا کر دیتا ہے، یہاں تک کہ وہ ناممکن کو بھی سمجھتا ہے کہ یہ ہو جائیگا۔

ابن سماک رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ امید، تیرے دل میں ایک رسّی ہے اور تیرے پاؤں میں بیڑی، اس لیے دل سے امید نکال دے تاکہ تیرے پاؤں سے بیڑی اُتر جائے۔

ابو محمد یزیدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: میں ہارون الرشید کے پاس گیا، تو دیکھا کہ وہ ایک کاغذ پر سونے کے لکھے ہوئے حروف پڑھ رہا ہے۔ مجھے دیکھا، تو مسکرا دیے۔ میں نے پوچھا: اے امیر المومنین! اللہ آپ کا بھلا کرے، کوئی مفید چیز ہے؟ اس نے کہا: ہاں! میں نے بنی امیہ کے ایک خزانہ میں یہ دو شعر لکھے دیکھے ہیں اور تیسرے کا میں نے اضافہ کر دیا۔ پھر وہ شعر پڑھے ؎

إِذَا سُدَّ بَابٌ عَنْكَ مِنْ دُوْنِ حَاجَةٍ
فَدَعْهُ لِأُخْرَىٰ يَنْفَتِحْ لَكَ بَابُهَا

(جب تیری ضرورت کا ایک دروازہ بند ہو جائے، تو اسے چھوڑ کر دوسرا دیکھ، وہ دروازہ کھل جائے گا)

فَإِنَّ قِرَابَ الْبَطْنِ يَكْفِيكَ مَلْؤُهُ
وَيَكْفِيكَ سَوْآتِ الْأُمُوْرِ اجْتِنَابُهَا

(اس لیے کہ پیٹ کا مشکیزہ بھر جائے، تو کافی ہے اور دوسرے فضول کاموں سے دور رہنا ہی کافی ہے)

وَلَا تَكُ مِبْذَالًا لِعِرْضِكَ وَاجْتَنِبْ
رُكُوْبَ الْمَعَاصِيْ يَجْتَنِبْكَ عِقَابُهَا

(اور اپنی عزت برباد نہ کر اور گناہوں کے ارتکاب سے بچ جا، اس کی سزا بھی تجھ سے دُور رہے گی۔)

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ، نے حضرت کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سے پوچھا؛ علماء جب علوم یاد کرتے ہیں اور سمجھ لیتے ہیں، تو ان کے دلوں سے علوم کس طرح رخصت ہو جاتے ہیں؟ فرمایا: حرص، شدید طمع اور دنیاوی حاجات کی تلاش میں یہ ہوتا ہے۔

ایک آدمی نے حضرت فضیل رحمۃ اللہ علیہ سے عرض کیا کہ حضرت کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ، کے اس فرمان کی وضاحت کریں۔ آپ نے فرمایا: ایک آدمی کسی حاجت میں اس قدر سعی کرے کہ اپنا دین ہی برباد کر دے اور ——— حرص میں یہی معاملہ میں ہوا کرتا ہے اور اس کا کارنامہ یہ ہے کہ تم چاہتے ہو کہ کچھ چیز بھی ہاتھ سے نہ جائے۔ یہ بھی ضرورت پوری ہو، وہ بھی پوری ہو، جب یہ پوری ہونے لگی، تو پھر تجھے نکیل ڈال کر جہاں چاہے گا، گھماتا پھرے گا۔ بعض حاجات روک کر تجھے اپنے سامنے ذلیل کرے گا۔ اس کے بعد تیری یہ حالت ہو گی کہ جو شخص دُنیا کی خاطر تجھ سے محبت کرے گا، تو اسے سلام کرے گا، جب وہ ملے گا۔ اگر وہ بیمار ہو گا تو تو اس کی عیادت کرے گا، لیکن تو اللہ عزوجل کی خاطر کسی کو سلام نہیں کرے گا اور نہ ہی اللہ تعالیٰ کی خاطر اس کی عیادت کرے گا، اس لیے اگر تجھے اس کی طرف کچھ حاجت نہ ہو تو تیرے لیے بہتر ہے (تاکہ قناعت کی زندگی گزارے)

باب ۷

فقرا کی فضیلت

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس امت میں بہترین لوگ فقرا ہیں اور تیزی کے ساتھ جنت میں جانے والے ضعفاء (کمزور) لوگ ہیں۔ (یعنی دُنیا کے اموال وجاہ نہ رکھنے والے) حضورِ اقدس علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کا فرمان ہے: میرے دو کام ہیں جس نے ان دونوں کو پسند کیا، اس نے مجھے دوست رکھا اور جس نے ان سے نفرت کی، اس نے مجھ سے نفرت رکھی، وہ یہ ہیں: ۱۔ فقر۔ ۲۔ جہاد۔

مروی ہے کہ حضرت جبرائیل علیہ السّلام جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: اے محمد! (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ تعالیٰ آپ کو سلام فرماتا ہے اور فرمایا ہے: کیا آپ پسند کرتے ہیں کہ میں یہ پہاڑ آپ کی خاطر سونا بنا دوں اور جدھر آپ چلیں، آپ کے ساتھ رہیں؟ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تھوڑی دیر تک سر کو جھکا لیا اور پھر فرمایا: اے جبرائیل! دُنیا اس کا گھر ہے جس کا آخرت میں گھر نہیں اور اس کے لیے وہی جمع کرتا ہے جس میں کچھ عقل نہیں۔

حضرت جبرائیل علیہ السّلام نے عرض کیا: اے محمد! (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ تعالیٰ نے آپ کو قولِ ثابت (حق) کے ساتھ ثابت قدم رکھا۔

منقول ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام سیاحت کے دوران ایک آدمی کے پاس سے گزرے، وہ آدمی چادر لپیٹے سو رہا تھا۔ انہوں نے اسے بیدار کیا اور فرمایا: اے سونے والے! اُٹھ اللہ تعالیٰ کو یاد کر۔ اس نے کہا: آپ کیا چاہتے ہیں، میں نے دُنیا کو اہلِ دنیا کے لیے چھوڑ دیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: پھر اے میرے دوست سو جا!

حضرت موسیٰ علیہ السلام مٹی پر سونے والے ایک آدمی کے پاس سے گزرے، اس کے سر کے نیچے کچی اینٹ تھی۔ اس کے چہرے اور ڈاڑھی پر غبار تھا اور تہہ بند باندھے ہوئے تھا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے (اس پر ترس کھاتے ہوئے) دُعا کی: اے رب تعالیٰ! تیرا بندہ اس دُنیا میں ویران ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو وحی فرمائی: اے موسیٰ! کیا تم نہیں جانتے کہ جب میں اپنے بندے کی طرف پوری توجہ فرماتا ہوں، تو اس سے ساری دنیا کو دُور کر دیتا ہوں۔

حضرت ابو رافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس چند مہمان آئے، ان کی اصلاحِ احوال کے لیے آپ کے پاس کچھ نہ تھا۔ آپ نے مجھے خیبر کے ایک یہودی کے پاس بھیجا کہ حضرت محمد مصطفےٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) تجھ سے فرماتے ہیں کہ رجب کے چاند تک مجھے آٹا ادھار دو یا فروخت کر دو۔ راوی فرماتے ہیں کہ میں اس کے پاس گیا۔ اس نے کہا: نہیں، بخدا! کچھ رہن رکھو۔ میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بتایا۔ آپ نے فرمایا: اللہ کی قسم! میں آسمان والوں کے ہاں امین ہوں، زمین والوں کے ہاں امین ہوں۔ اگر میرے ہاتھ فروخت کر دیتا یا ادھار دیتا، تو میں ضرور اسے ادا کر دیتا۔ جاؤ میری یہ زرہ لے جاؤ، چنانچہ زرہ رہن رکھی۔ جب یہ صحابی وہاں سے نکلے، تو یہ آیت نازل ہوئی:

وَلَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ إِلَىٰ مَا مَتَّعْنَا بِهِ أَزْوَاجًا مِّنْهُمْ زَهْرَةَ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا۔ (الانبیاء۔ ۱۳۱)

(اور کئی طرح کے لوگوں کو جو ہم نے دنیا کی (زندگی میں) آرائش کی چیزوں سے بہرہ مند کیا ہے تاکہ ان کی آزمائش کریں اُن پر نگاہ نہ کرنا)

یہ آیت حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ترکِ دُنیا پر تسلّی کے لیے آئی ہے۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے جس نے اس حال میں صبح کی کہ اس کے بدن میں عافیت ہے، راہ پُرامن ہے، اس کے پاس اس دن کی خوراک ہے، تو

تواس کو ساری دنیا دے دی گئی۔

حضرت کعب احبار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا فرمان ہے: اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو فرمایا: جب تم فقر کو آتا دیکھو، تو کہو:

مَرْحَبًا بِشِعَارِ الصَّالِحِيْنَ (خوش آمدید صالحین کے لباس میں ہو)

حضرت عطا خراسانی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے: گزشتہ زمانے کے ایک نبی علیہ السلام ساحل کے قریب سے گزر رہے تھے، دیکھا کہ ایک آدمی مچھلیوں کا شکار کر رہا ہے، اس نے کہا: بِاسْمِ اللّٰهِ (اللہ کے نام سے) اور جال ڈال دیا، مگر کوئی چیز نہ نکلی۔

پھر ایک دوسرے آدمی کے پاس سے گزرے، تو وہ جال ڈالتے وقت کہہ رہا ہے: بِاسْمِ الشَّيْطَانِ (شیطان کے نام سے) اور جال ڈال دیا۔ اس میں اس قدر مچھلیاں آئیں کہ انہیں گھسیٹنے کے لیے جھکنا پڑا۔ نبی علیہ السلام نے دُعا کی: اے رب تعالیٰ! یہ کیا معاملہ ہے اور تو جانتا ہے کہ ہر چیز تیرے قبضے میں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو حکم دیا کہ میرے نبی کو ان دونوں (شکاریوں) کا اُخروی گھر دکھا دو۔ جب (شکار سے محروم) کے لیے عزت و کرامت دیکھی اور دوسرے کے لیے ذلت و رسوائی کا مقام دیکھا تو کہا: اے میرے رب! میں راضی ہوں۔

ہمارے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے جنت میں جھانکا، تو دیکھا کہ اکثر جنتی فقراء ہیں اور میں نے جہنم کو دیکھا، تو میں نے اس میں اکثر لوگ سرمایہ دار اور عورتیں دیکھیں۔ دوسری روایت کے الفاظ یہ ہیں: اغنیا کہاں ہیں؟ جواب ملا: انہیں حساب نے روک رکھا ہے۔

ایک حدیث میں ہے: میں نے اہلِ دوزخ میں زیادہ تر عورتیں دیکھیں۔ میں نے پوچھا: ان کا جرم کیا ہے؟ کہا گیا: ان کو دو سُرخ یعنی سونے اور زعفران نے روک لیا۔

حضور سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مومن کا دنیا میں تحفہ فقر ہے۔

ایک دوسری روایت میں ہے: انبیاء کرام علیہم السلام میں سب سے آخر میں حضرت سلیمان علیہ السلام جنت میں داخل ہونے والے ہیں۔ اس کے لیے ان کی سلطنت ایک زبردست سلطنت تھی اور جنت میں داخل ہونے والے صحابہ کرام میں سے آخری صحابی حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ، ہیں، کیونکہ وہ بہت بڑے مال دار تھے۔ ایک روایت میں ہے کہ میں نے انہیں گھسٹ کر جنت میں داخل ہوتے دیکھا۔

حضرت مسیح علیہ السلام نے فرمایا: مالدار آدمی بڑی مشکل ہی سے جنت میں جاتا ہے۔

ایک روایت میں اہل بیت سے مروی ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب اللہ تعالیٰ کسی بندے کو پسند فرماتا ہے، تو اس کو آزمائش میں ڈال دیتا ہے اور جب زیادہ محبت کرتا ہے، تو اسے مکمل طور پر چن لیتا ہے۔ پوچھا گیا: مکمل طور پر چن لینے کا کیا مطلب ہے؟ فرمایا: اس کا نہ اہل و عیال چھوڑتا ہے اور نہ ہی مال۔

روایت میں ہے: جب تم فقر آتا دیکھو تو یہ کہو:

مَرْحَبًا بِشِعَارِ الصَّالِحِیْنَ (خوش آمدید، صالحین کے لباس میں ہو)

ذَنْبٌ عُجِّلَتْ عُقُوْبَتُہٗ۔ (گناہ ہوا جس کی سزا فوراً ملی)

اور جب مال آتا دیکھو تو یہ کہو:

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پوچھا: اے میرے رب! تجھے اپنی مخلوق میں سب سے زیادہ محبوب کون ہے؟ تاکہ آپ کی خاطر میں بھی اس سے محبت کروں! فرمایا: فقیر، فقیر۔ ممکن ہے دوسرا فقیر تاکید کے لیے ہو اور ممکن ہے کہ اس سے مراد وہ ہو جو سخت پریشان حال اور محتاج ہو۔

حضرت مسیح علیہ السلام نے فرمایا: مجھے مساکین سے محبت اور مالداروں سے نفرت ہے اور ان کے نزدیک محبوب تر یہ تھا کہ انہیں کہا جائے: اے مسکین!

عرب کے مالداروں اور سرداروں نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ کہا:

ایک دن ہماری ملاقات کے لیے مقرر کر دیں اور ایک دن ان کے لیے وہ آئیں، تو ہم نہ آئیں، اور ہم آئیں تو وہ نہ آئیں۔ مراد یہ تھی کہ فقراء صحابہ، مثلاً: حضرت بلال، حضرت سلمان، حضرت صہیب، حضرت ابوذر، حضرت خباب بن ارت، حضرت عمار بن یاسر، حضرت ابوہریرہ اور اصحابِ صفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم فقراء صحابہ۔ (نہ آیا کریں)

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی یہ بات تسلیم کر لی۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ کہتے تھے کہ ہمیں ان کے لباس سے بُو آتی ہے۔ اس وقت شدید گرمی کے باوجود مسلمانوں کا لباس موٹا تھا۔ جب پسینہ آتا، تو اُس کی بُو آتی۔ مالداروں مثلاً اقرع بن حابس تمیمی، عیینہ بن حصن فزاری، عباس بن مرداس سلمی اور ایسے ہی دوسرے اغنیاء پر فقراء کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا شدید قابلِ نفرت تھا۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات تسلیم کر لی کہ وہ اور یہ ایک مجلس میں اکٹھے نہیں ہوں گے۔ اس پر اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان نازل ہوا:

وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ وَلَا تَعْدُ عَيْنٰكَ عَنْهُمْ تُرِيْدُ زِيْنَةَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَلَا تُطِعْ مَنْ اَغْفَلْنَا قَلْبَهٗ عَنْ ذِكْرِنَا وَاتَّبَعَ هَوٰىهُ وَكَانَ اَمْرُهٗ فُرُطًا۔ وَقُلِ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكُمْ فَمَنْ شَآءَ فَلْيُؤْمِنْ وَّمَنْ شَآءَ فَلْيَكْفُرْ۔

(الکھف - ۲۸-۲۹)

(اور جو لوگ صبح و شام اپنے پروردگار کو پکارتے اور اس کی خوشنودی کے طالب ہیں، ان کے ساتھ صبر کرتے رہو اور ان سے نظریں نہ ہٹاؤ کہ تم آرائشِ زندگانیٔ دنیا کے خواستگار ہو جاؤ اور جس شخص کے دل کو ہم نے اپنی یاد سے غافل کر دیا ہے اور وہ اپنی خواہش کی پیروی کرتا ہے اور اس کا کام حد سے بڑھ گیا ہے اس کا کہا نہ ماننا اور یہ کہہ دو کہ (لوگو!) یہ قرآن تمہارے پروردگار کی طرف سے برحق ہے تو جو چاہے ایمان لائے اور جو چاہے کافر رہے)

حضرت ابن مکتوم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم کے پاس حاضر ہونے کی اجازت چاہی۔ اس وقت آپ کے پاس قریش کے چند بڑے لوگ تھے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم کو یہ گراں محسوس ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

عَبَسَ وَتَوَلّٰی اَنْ جَآءَهُ الْاَعْمٰی وَمَا یُدْرِیْكَ لَعَلَّهٗ یَزَّكّٰی اَوْ یَذَّكَّرُ فَتَنْفَعَهُ الذِّكْرٰی اَمَّا مَنِ اسْتَغْنٰی فَاَنْتَ لَهٗ تَصَدّٰی۔

(عبس - ۱ تا ۶)

(تیوری چڑھائی اور منہ پھیرا اس پر کہ اس کے پاس وہ نابینا حاضر ہوا اور تمہیں کیا معلوم شاید وہ ستھرا ہو یا نصیحت لے تو اسے نصیحت فائدہ دے، وہ جو بے پرواہ بنتا ہے تم اس کے تو پیچھے پڑتے ہو)

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم سے مروی ہے کہ قیامت کے دن بندہ پیش ہو گا، تو اللہ تعالیٰ اس کے سامنے معذرت کرے گا (یعنی اس کا دل بہلائے گا) جیسا کہ دنیا میں ایک انسان دوسرے انسان کے سامنے معذرت کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: مجھے میری عزّت و جلال کی قسم! میں نے تیری ذلّت کی وجہ سے تجھ سے دُنیا کو دُور نہیں کیا تھا، بلکہ میں نے تیرے لیے کرامت و شرف تیار کیا ہے۔ اس کی وجہ سے ایسا کیا۔ اے میرے بندے! ان قطاروں میں جاؤ، جس نے تجھے (دُنیا میں) میری رضا کی خاطر تجھے کھلایا یا پلایا تھا، اس کا ہاتھ پکڑ لے۔ وہ تیرا ہے (یعنی تیری سفارش پر جنتی ہے) اور اس دن لوگوں کا یہ حال ہو گا کہ وہ پسینے میں غرق ہوں گے، چنانچہ وہ آدمی قطاروں میں پھرے گا، اور دیکھے گا کہ کس کس نے اس کے ساتھ احسان کیا، اس کا ہاتھ پکڑ کر اسے جنّت میں لے جائے گا۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا: فقراء کے ساتھ خوب جان پہچان رکھو اور ان کے پاس اپنی امانتیں رکھو (یعنی ان کے ساتھ بھلائی کر کے سامانِ آخرت کر لو) اس لیے کہ انہیں شوکت حاصل ہے۔ عرض کیا: اے اللہ کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلّم)

ان کی شوکت کیا ہے؟ فرمایا: قیامت کے دن ان سے کہا جائے گا کہ دیکھو کس نے تمہیں روٹی کا ٹکڑا کھلایا یا پانی کا گھونٹ پلایا یا تمہیں کپڑا پہنایا، اس کا ہاتھ پکڑلو اور جنت میں لے جاؤ۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں جنت میں داخل ہوا تو میں نے اپنے آگے آگے چلنے کی آواز سنی، میں نے دیکھا تو بلال ہیں اور میں نے اس کے اوپر دیکھا تو میری امت کے فقراء اور ان کے بچے ہیں اور میں نے نیچے دیکھا، تو ان میں تھوڑے مالدار لوگ اور عورتیں ہیں۔ میں نے کہا: اے رب تعالیٰ! ان کا کیا معاملہ ہے؟ فرمایا: عورتوں کو تو دو سُرخ یعنی سونے اور ریشم نے نقصان دیا اور مالداروں کو طویل حساب نے مصروف کر دیا۔ میں نے اپنے صحابہ کو تلاش کیا، مگر حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو نہیں دیکھا۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ بھی آگئے اور رو رہے تھے۔ میں نے پوچھا تم کس وجہ سے مجھ سے پیچھے رہ گئے؟ عرض کیا: اے اللہ کے رسول! میں نے آپ تک پہنچنے سے پہلے بڑی تکالیف دیکھیں۔ مجھے گمان نہ تھا کہ میں آپ کی زیارت کروں گا۔ میں نے پوچھا: کیوں؟ عرض کیا: میرے مال کا محاسبہ ہو رہا تھا۔

اب آپ خود ہی غور کریں کہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ، صاحبِ عزّ و شرف صحابی ہیں۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ رہے۔ عشرہ مبشرہ میں سے ہیں، جن کو جنتی ہونے کی خوشخبری دی گئی۔ جنابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے بارے میں بھی مال کی وجہ سے اس قسم کے حالات بیان فرمائے، تو دوسروں کا کیا حال ہوگا؟

حضور سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم ایک فقیر آدمی کے پاس تشریف لائے۔ اس کے پاس کچھ نہیں تھا۔ آپ نے فرمایا: اگر اس کا نور تمام اہلِ زمین پر تقسیم کر دیا جائے، تو سب کو کافی ہو۔ آپ نے فرمایا: کیا میں تمہیں اہلِ جنت کے بادشاہ نہ بتاؤں؟ عرض کیا: ہاں! اے اللہ کے رسول! آپ نے فرمایا: ہر کمزور، ناتواں، غبار آلود، پریشان حال، پُرانے لباس والا جس کی لوگ پرواہ نہیں کرتے۔ اگر وہ اللہ پر قسم کھائے، تو اللہ تعالیٰ اس کی قسم پوری کر دے۔

حضرت عمران حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سے مروی ہے کہ جنابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

کے ہاں میرا ایک مقام تھا۔ آپ نے فرمایا: اے عمران! ہمارے ہاں تیرا ایک مقام و مرتبہ ہے، کیا تم فاطمہ بنتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عیادت کرو گے؟ میں نے کہا: ہاں! اے اللہ کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں، چنانچہ آپ اٹھے اور میں بھی آپ کے ہمراہ اٹھا اور حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے دروازے پر پہنچے اور آپ نے دروازہ کھٹکھٹایا اور فرمایا: اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ أَأَدْخُلُ؟ (تم پر سلامتی ہو کیا میں اندر آجاؤں) حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے جواب دیا: اندر آجایئے اے اللہ کے رسول! آپ نے فرمایا: میرے ساتھ جو ہے وہ بھی؟ انہوں نے پوچھا: اے اللہ کے رسول! آپ کے ساتھ کون ہے؟ آپ نے فرمایا: عمران ہیں۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کیا: اس ذات کی قسم جس نے آپ کو برحق نبی بنا کر بھیجا ہے، میرے پاس صرف ایک چادر ہے۔ آپ نے فرمایا: اس طرح کر لو اور ہاتھ کا اشارہ کیا۔ انہوں نے عرض کیا: میں نے بدن تو ڈھانپ لیا ہے، مگر بال کس طرح ڈھانپ لوں؟ آپ نے ان کی طرف کپڑا پھینکا جو آپ کے پاس تھا اور فرمایا: اس کو سر پر باندھ لو، تو پھر اُنہیں اندر آنے کی اجازت دی، چنانچہ آپ اندر تشریف لے گئے اور فرمایا: السلام علیکم! اے بیٹی! آج کیسی ہو؟ عرض کیا: واللہ آج بہت تکلیف ہے اور سب سے بڑی تکلیف یہ ہے کہ میں ایک آدمی کا کھانا مہیا نہیں کر سکتی، بھوک نے نڈھال کر رکھا ہے۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رو دیے اور فرمایا: اے بیٹی! گھبراؤ نہیں۔ میں نے تین دن سے کھانا نہیں چکھا، حالانکہ میں اللہ کے نزدیک تجھ سے زیادہ مکرم ہوں اور اگر میں اپنے رب سے مانگتا، تو وہ کھلا دیتا، مگر میں نے آخرت کو دُنیا پر ترجیح دی۔ پھر ان کے کاندھے پر ہاتھ رکھا اور فرمایا: خوش ہو جاؤ۔ اللہ کی قسم! تم جنت کی عورتوں کی سردار ہو۔ انہوں نے عرض کیا: تو فرعون کی بیوی حضرت آسیہ اور عمران کی بیٹی حضرت مریم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کہاں ہوں گی؟ آپ نے فرمایا: حضرت آسیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اپنے زمانے

کی عورتوں کی سردار ہوں گی اور حضرت مریم رضی اللہ تعالیٰ عنہا اپنے زمانے کی عورتوں کی سردار ہوں گی اور تم ایسے مکانوں میں ہوں گی کہ جو (خوشبودار) گھاس کے ہوں گے نہ ان میں دکھ ہوگا نہ شور، نہ محنت و مشقت ہوگی۔ پھر فرمایا: اپنے چچا کے بیٹے کے ساتھ قناعت کرو، اللہ کی قسم! میں نے تیرا نکاح دنیا کے سردار اور آخرت کے سردار کے ساتھ کیا ہے۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب لوگ فقراء سے نفرت کریں گے اور دنیاوی آرائش ظاہر کریں گے اور دراہم جمع کرنے میں جان جوکھوں میں ڈالیں گے، تو اللہ تعالیٰ ان پر چار (قسم کا عذاب) ڈال دے گا۔

۱۔ وہ زمانہ قحط کا ہوگا۔ ۲۔ بادشاہ ظلم کرے گا۔ ۳۔ سرکاری ملازمین خیانت کریں گے۔ ۴۔ دشمنوں کو غلبہ اور شوکت حاصل ہوگی۔

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ، نے فرمایا: دو درہموں کے مالک پر ایک درہم والے سے زیادہ سخت حساب ہوگا۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، نے حضرت سعید بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، کے پاس ایک ہزار دینار بھیجے، وہ بہت غمگین ہوئے۔ ان کی بیوی نے پوچھا: کوئی حادثہ ہوا ہے؟ فرمایا: اس سے بھی سخت معاملہ ہے۔ پھر فرمایا: مجھے اپنا پرانا دوپٹہ دو، اسے لے کر پھاڑ دیا اور اس مال کی تھیلیاں بنا کر غرباء میں تقسیم کر دیں۔ پھر اٹھ کر نماز پڑھنے لگے اور صبح تک روتے رہے۔ پھر فرمایا: میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا: میری امت کے فقراء مالداروں سے پانچ سو سال پہلے جنت میں داخل ہوں گے، حتیٰ کہ ایک مالدار آدمی ان کی بھیڑ میں داخل ہوگا، تو اسے ہاتھ سے پکڑ کر ان میں سے باہر نکال دیا جائے گا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، کا فرمان ہے: تین آدمی بغیر حساب کے جنت میں داخل ہوں گے: ۱۔ جو آدمی اپنا کپڑا دھونا چاہے تو اس کے پاس پرانا کپڑا نہ ہو جو پہن سکے

۲- وہ آدمی جس نے کبھی چولہے پر دو ہنڈیاں نہ چڑھائی ہوں۔

۳- جو آدمی پہننے کی چیز مانگے، تو اسے یہ نہ کہا جائے کہ کیا چاہتے ہو (بعض لوگ انہیں دنیاوی طور پر بے وقعت سمجھیں)

منقول ہے کہ ایک فقیر آدمی حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے فرمایا: اگر مالدار ہو تو دور ہو جاؤ، میرے قریب نہ آنا اور ان کے مال دار دوستوں کا طریقہ تھا کہ فقراء ہی معلوم ہوتے تھے اس لیے کہ انہوں نے فقراء کو قریب تر کر دیا اور مال داروں (متکبرین اغنیاء) کو دُور کر دیا تھا۔

مؤمل رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس میں میں نے مالدار سے زیادہ ذلیل آدمی نہیں دیکھا اور ان کی مجلس میں فقیر سے بڑھ کر مکرم نہیں دیکھا

ایک حکیم کا فرمان ہے: کس قدر مسکین ہے ابنِ آدم! اگر دوزخ سے اس قدر ہی ڈر جاتا جس قدر فقر و فاقہ سے ڈرتا ہے، تو دونوں سے نجات پا جاتا اور اگر جنت کی طرف اس قدر ہی رغبت کرتا جس قدر وہ مال کی طرف راغب ہے، تو دونوں میں کامیاب ہو جاتا۔ اگر باطن میں اللہ تعالیٰ سے اس قدر ڈرتا جس قدر وہ ظاہر میں مخلوق سے ڈرتا ہے، تو دونوں جہانوں میں خوش بخت ہو جاتا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا فرمان ہے: جس نے مالدار کی عزت کی اور فقیر کی توہین کی، وہ ملعون ہے۔[1]

حضرت لقمان علیہ السلام نے اپنے بیٹے کو فرمایا: کسی کو اس کے پرانے لباس کی وجہ سے حقیر نہ سمجھو، اس لیے کہ تیرا رب اور اس کا رب ایک ہی ہے۔

---

[1] یہاں مال دار سے مراد، متکبر اور اسلام کا نافرمان مال دار ہے اور فقیر سے مراد وہ فقیر ہے جو اسلام کا پابند، صابر و قانع ہے، مگر آج کل کے پیشہ ور بھکاری اور نشہ کے عادی، بھنگی، چرسی اور شرابی، فقیر اس میں قطعاً داخل نہیں ہیں۔

حضرت یحییٰ بن معاذ رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان ہے : فقراء سے محبت رکھنا پیغمبروں کا طریقہ ہے۔ ان کے ساتھ نشست رکھنا نیک ہونے کی علامت ہے اور ان کی مجلس سے دُور بھاگنا منافق ہونے کی علامت ہے۔

قدیم کتب میں منقول ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے ایک نبی علیہ السلام کی طرف وحی فرمائی : بچ کر رہنا! اگر میں تجھ پر ناراض ہوا تو دنیا کو تیرے اوپر بہا دوں گا، پھر تو میری نظروں سے گر جائے گا۔

حضرت معاویہ اور ابن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہما، حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی خدمت میں مال بھیجتے، تو ان کا یہ حال تھا کہ وہ ایک ایک دن میں ایک لاکھ درہم خیرات کر دیتیں اور اس کے باوجود ان کے دوپٹے میں پیوند لگے ہوتے۔ ان کی لونڈی نے ایک روز کہا : کاش! آپ ایک درہم کا گوشت خرید کر اس سے افطار کر لیتیں اور وہ روزہ سے تھیں، تو حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا : اگر تو یاد کرا دیتی، تو یہ بھی کر لیتی۔

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں وصیت کی اور فرمایا : اگر تم مجھ سے ملنا چاہو، تو فقراء جیسی زندگی اختیار کیے رکھنا اور مالداروں کی مجلس سے دُور رہنا اور دوپٹہ پیوند لگائے بغیر نہ اتارنا۔

ایک آدمی نے حضرت ابراہیم بن ادہم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں دس ہزار درہم پیش کیے، تو انہوں نے قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ اس آدمی نے اصرار کیا تو حضرت ابراہیم نے فرمایا : کیا تم چاہتے ہو کہ میں دس ہزار درہم کی خاطر اپنا نام فقراء کی فہرست سے کٹوا دوں میں یہ کام ہرگز نہیں کروں گا۔ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : اس کے لیے خوشخبری ہے جس کو اسلام کی ہدایت ملی، اس کی گزر بسر بقدرِ کفایت ہے اور وہ قناعت کرنے والا ہے۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : اے فقراء کی جماعت! قلبی طور پر اللہ تعالیٰ

سے راضی ہو، تمہیں فقراء کا ثواب ملے گا، ورنہ (کچھ) نہیں۔ پہلا آدمی قناعت کرنے والا ہے اور دوسرا راضی برضا ہے۔ اس مفہوم میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ اسے فقر پر کچھ ثواب نہیں، البتہ فقر کی فضیلت میں مروی عام روایات یہ بتاتی ہیں کہ اسے ضرور ثواب ملے گا جیسا کہ آئندہ اس پر بحث ہوگی۔

شاید عدم رضا سے مراد یہ ہے کہ اس سے دنیا رک گئی اور اسے وہ ناپسند کرتا ہے۔ یاد رہے کئی ایسے بھی مال طلب کرنے والے ہیں کہ جو اللہ تعالیٰ پر انکار نہیں کرتے ہیں اور جب انکار نہ ہو، تو اس میں کراہت نہیں، البتہ یہ کراہت فقر کا ثواب ختم کر دیتی ہے۔

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا۔ آپ نے فرمایا: ہر چیز کی ایک کنجی ہے اور جنت کی کنجی مساکین اور فقراء سے محبت ہے۔ اس لیے کہ یہ لوگ صابرین ہیں اور قیامت کے روز اللہ تعالیٰ کے دربار میں انہیں مجلس نصیب ہوگی۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ، کی روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کو محبوب تر بندہ وہ ہے جو فقیر ہو، قناعت کرنے والا ہو اور اللہ تعالیٰ جو روزی دے، اس پر خوش ہو۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی: اے اللہ! آلِ محمد کی خوراک بقدرِ کفایت کر فرما اور فرمایا: کوئی مالدار ہو یا فقیر ہو، قیامت کے دن خواہش کرے گا کہ اسے دنیا میں صرف (بقدرِ کفایت) ہی غذا ملتی۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت اسماعیل علیہ السلام کی طرف وحی کی اور فرمایا: "مجھے شکستہ دلوں کے پاس تلاش کرو۔" انہوں نے عرض کیا وہ کون ہیں؟ فرمایا: جو سچے (قانع، صابر، راضی برضائے الٰہی) فقراء ہیں۔

حضور سید الکونین صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: جب فقیر (اللہ پر) خوش ہو تو اس سے افضل کوئی نہیں۔ آپ نے فرمایا: قیامت کے دن اللہ تعالیٰ فرمائے گا: میری مخلوق میں

سے میری عمدہ ترین مخلوق کہاں ہے؟ فرشتے عرض کریں گے۔ اے ہمارے رب! وہ کون ہیں؟ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: فقراء مسلمان جو میری عطا پر قناعت کرنے والے ہیں، میری تقدیر پر راضی ہیں۔ ان کو جنت میں داخل کردو، یہ وہاں کھاتے پیتے ہوں گے اور باقی لوگ حساب میں پڑیں گے۔ یہ تو قناعت کرنے والے اور رضا والے کا مقام ہے، ہم انشاء اللہ مزید فضائل آئندہ بیان کریں گے۔

قناعت و رضا کے سلسلے میں آثار کثیر تعداد میں مروی ہیں اور یہ بھی ایک واضح بات ہے کہ قناعت کی ضد طمع ہے۔

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا فرمان ہے کہ طمع دراصل فقر ہے اور مخلوق سے ناامیدی غنا ہے اور جو شخص اس سے مایوس ہوا جو لوگوں کے قبضے میں ہے اور قناعت کی، ،، ،ن سے مستغنی ہوا۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا فرمان ہے: ہر روز ایک فرشتہ عرش کے نیچے سے آواز دیتا ہے: اے ابنِ آدم! تھوڑا جو کفایت کرے، وہ تیرے لیے بہتر ہے اس سے جو تجھے سرکش بنا دے۔

حضرت ابو الدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا فرمان ہے: ہر آدمی کی عقل میں خرابی ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ جب اس کے پاس دنیا زیادہ آتی ہے، تو وہ خوش و خرم ہوتا ہے حالانکہ رات اور دن اس کی عمر گھٹانے میں لگے ہوئے ہیں اور اسے غم نہیں ہوتا۔ ابن آدم کا ناس ہو، ایسے مال کا کچھ فائدہ نہیں جو زیادہ ہو اور عمر کم ہو رہی ہو۔

ایک حکیم سے پوچھا گیا: غنا کیا ہے؟ فرمایا: تمنا کم کرنا اور جو کفایت کرے، اس پر راضی ہونا۔

مروی ہے کہ حضرت ابراہیم بن ادھم رحمۃ اللہ علیہ خراسان کے بڑے مالدار تھے۔ ایک دن وہ اپنے محل سے باہر جھانک رہے تھے کہ محل کے دالان میں ایک آدمی دیکھا،

اس کے ہاتھ میں روٹی تھی، وہ کھا رہا تھا، کھانے کے بعد وہ سو گیا۔ انہوں نے اپنے ایک غلام سے کہا: جب یہ اُٹھے، تو اسے میرے پاس لاؤ۔ جب وہ بیدار ہوا، تو غلام اسے لے آیا۔ حضرت ابراہیم نے فرمایا: اے آدمی! تم نے روٹی کھائی اور تم بھوکے تھے۔ اس نے کہا: ہاں! فرمایا: پھر تم سیر ہو گئے؟ اس نے کہا: ہاں! فرمایا: پھر تم اطمینان کی نیند سو گئے؟ کہا: ہاں! حضرت ابراہیم نے اپنے دل میں کہا: پھر میں اس قدر دُنیا کو کیا کروں گا، جب انسان اس قلیل مقدار پر بھی قناعت کر سکتا ہے، تو اب مزید دُنیا کو لے کر کیا کروں گا؟

ایک آدمی عامر بن عبدالقیس رحمۃ اللہ علیہ کے پاس سے گزرا۔ وہ نمک اور سبزی کھا رہے تھے۔ اس سے پوچھا: اے اللہ کے بندے! کیا تو اس قدر دنیا پر خوش ہو گیا ہے؟ انہوں نے کہا: کیا میں تمہیں اس سے بدتر نہ بتاؤں؟ کہا: ہاں! فرمایا: جو آخرت کے عوض دنیا پر راضی ہو جائے (وہ اس سے بدتر ہے)

حضرت محمد بن واسع رحمۃ اللہ علیہ خشک روٹی پانی سے بھگو لیتے اور نمک کے ساتھ کھا لیتے اور فرماتے: جو شخص اس قدر دنیا پر راضی ہو گیا، اسے کسی کی محتاجی نہیں۔

حضرت حسن رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ان اقوام پر اللہ کی لعنت ہو، جن کی روزی اللہ تعالیٰ نے تقسیم کی، مگر وہ اس کی تصدیق نہیں کرتے، پھر یہ آیت پڑھی:

وَفِي السَّمَاءِ رِزْقُكُمْ وَمَا تُوعَدُونَ ۝ فَوَرَبِّ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ إِنَّهُ لَحَقٌّ۔ (الذٰریٰت۔ ۲۲-۲۳)

(اور تمہاری روزی آسمان میں ہے اور جو بھی تم سے وعدہ ہوا ہے، آسمان و زمین کے رب کی قسم! یہ حق ہے)

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک دن لوگوں کے پاس بیٹھے تھے کہ ان کی بیوی آئی اور کہا: تم ان لوگوں میں بیٹھے ہو اور خدا کی قسم! گھر میں کھانے پینے کی کوئی

چیز نہیں ہے۔ انہوں نے فرمایا: اے عورت! ہمارے سامنے دشوار گزار گھاٹی ہے۔ اس سے صرف ہلکا پھلکا آدمی ہی نجات پائے گا، وہ خوش خوش واپس چلی گئی۔[1]

حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: سب لوگوں میں سے کفر کے قریب تر وہ ہے جس پر فقر و فاقہ کی حالت ہو اور وہ صبر نہ کرتا ہو۔

ایک حکیم سے پوچھا گیا: آپ کا مال کس قدر ہے؟ فرمایا: ظاہر میں زینت کرنا، باطن میں اعتدال رکھنا اور جو لوگوں کے پاس ہے، اس سے مایوس ہو جانا۔

مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کسی پہلی کتاب میں فرمایا: اے ابنِ آدم! اگر ساری دنیا بھی تیری ملکیت ہو جائے، تو بھی تجھے صرف خوراک ہی ملے گی اور جب ہم نے تجھے خوراک سے زیادہ عطا کر دیا اور اس کا حساب دوسرے پر رکھا، تو یاد رکھ میں تجھ پر احسان کرنے والا ہوں۔ قناعت کے بارے میں ایک شاعر کا کلام ہے ؎

اِضْرَعْ اِلَی اللّٰہِ لَا تَضْرَعْ اِلَی النَّاسِ
وَاقْنَعْ بِیَأْسٍ فَاِنَّ الْعِزَّ فِی الْیَأْسِ

(اللہ تعالیٰ کی طرف زاری کرو، لوگوں کے سامنے زاری نہ کرو اور (لوگوں کے مال سے) مایوسی پر قناعت کرو، اس لیے کہ مایوسی میں ہی عزت ہے)

وَاسْتَغْنِ عَنْ ذِیْ قُرْبٰی وَذِیْ رَحِمٍ
اِنَّ الْغَنِیَّ مَنِ اسْتَغْنٰی عَنِ النَّاسِ

(اقربا اور رشتہ داروں سے مستغنی ہو جاؤ، غنی وہی ہے جو لوگوں سے مستغنی ہو)

---

[1] واضح رہے کہ یہ ان صابر خاندانوں کا حال درج ہے جن کے بیوی بچے سب صابر و شاکر ہوتے ہیں، ورنہ عوام اہلِ اسلام کے لیے حکم ہے کہ اگر نکاح کریں، تو بیوی بچوں کے بنیادی اخراجات مہیا کرنے کیلئے ضروری کوئی کام کریں، البتہ فرض عبادات ضائع نہ کریں یعنی حقوق اللہ کے ساتھ ساتھ حقوق العباد کی ادائیگی کا اہتمام کریں۔

يَا جَامِعاً مَانِعاً وَالدَّهْرُ يَرْمُقُهُ
مُقَدِّراً اَىَّ بَابٍ مِنْهُ يُغْلِقُهُ

(اے دنیا کا مال جمع کرنے سے روکنے والے، وقت تیری تاڑ میں ہے اور دیکھ رہا ہے کہ کس دروازے سے بند کر رہا ہے)

مُفَكِّراً كَيْفَ تَاْتِيهِ مُنْيَتُهُ
اَغَادِياً اَمْ بِهَا يَسْرِى فَتَطْرُقُهُ

(سوچ رہا ہے کہ اسے موت کیسے آئے گی، صبح یا شام دروازہ کھٹکھٹائے گی)

جَمَعْتَ مَالاً فَقُلْ لِى هَلْ جَمَعْتَ لَهُ
يَا جَامِعَ الْمَالِ اَيَّاماً تُفَرِّقُهُ

(تو نے مال جمع کیا، مجھے بتاؤ اے مال جمع کرنے والے کیا تو نے دن شمار کیے جو اسے برباد کر دیں گے)

اَلْمَالُ عِنْدَكَ مَخْزُوْنٌ لِوَارِثِهِ
مَا الْمَالُ مَالُكَ اِلَّا يَوْمَ تُنْفِقُهُ

(مال تیرے پاس وارثوں کیلئے جمع پڑا ہے، تیرا مال صرف وہی ہے جو تو نے (اللہ کی راہ میں) خرچ کیا)

اَرْفِهْ بِبَالِ فَتًى يَغْدُوْ عَلَى ثِقَةٍ
اِنَّ الَّذِى قَسَمَ الْاَرْزَاقَ يَرْزُقُهُ

(سب سے مطمئن قلب، وہ جوان ہے، جو یقین رکھتا ہے کہ جس نے روزی دی، وہ اسے بھی روزی دے گا)

اِنَّ الْقَنَاعَةَ مَنْ يَحْلُلْ بِسَاحَتِهَا
لَمْ يَلْقَ فِى ظِلِّهَا هَمّاً يُؤَرِّقُهُ

(قناعت جس کے صحن میں آئی، اس کے سایہ میں وہ کوئی غم نہیں دیکھے گا جو اسے پریشان کر دے)

اللہ کے سوا کوئی کارساز نہیں

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَلَا تَرْكَنُوْا إِلَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ ۔ (ھود ۔ ۱۱۳) (اور ظالموں کی طرف نہ جھکو، ورنہ تجھے آگ چھوئے گی)

بعض مفسرین کا فرمان ہے کہ اہلِ لغت کا اجماع ہے کہ رکون سے مراد مطلقاً تھوڑا یا زیادہ میلان اور سکون ہے۔ حضرت عبدالرحمٰن بن زید کا فرمان ہے کہ یہاں رکون سے مراد مداہنت کرنا (یعنی حق کو چھپانا) ہے۔ مطلب یہ ہے کہ لوگ بُرائی یا کفر کریں اور یہ ان پر انکار نہ کرے۔

حضرت عکرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا فرمان ہے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ انہیں اپنا نہ بناؤ اور آیت کا ظاہری مفہوم یہ ہے کہ مشرکین کی طرف میلان نہ رکھو، اسی طرح فاسق مسلمانوں کی طرف بھی میلان نہ رکھو۔ اس کی تفسیر میں علامہ نیشاپوری نے فرمایا: اہلِ تحقیق علماء کا فرمان یہ ہے کہ جس میلان کی ممانعت ہے، اس سے مراد یہ ہے کہ ظالموں کے ظلم پر راضی ہو یا مجرمین کے طریقوں کو آراستہ کر کے دکھائیں اور دوسروں کو کہیں کہ یہ بہتر بات ہے۔ اسی طرح ظلم میں ان کے شریک کار ہو جائیں، البتہ کسی ضرر کو دُور کرنے کے لیے اگر مداخلت کریں، تو یہ ایک وقتی فائدہ ہے جو رکون (میلان) ممنوع میں داخل نہیں۔

میں کہتا ہوں کہ دُنیاوی زندگی کے امور میں سے ہے، مگر تقویٰ کا تقاضا یہ ہے کہ ان سب سے بالکل دُور رہے۔ بس اللہ تعالیٰ ہی کافی اور مددگار ہے۔

میں کہتا ہوں انہوں نے ٹھیک کہا: اس لیے اس زمانہ میں کافروں اور فاسقوں کی طرف میلان کی جڑ ہی کاٹ دینی چاہیئے، کیونکہ آج کل میلان اور دوستی رکھتے ہوئے بُرائی

سے روکنا اور نیکی کا حکم کرنا سخت دشوار ہو چکا ہے۔ ان کی طرف میلان (کسی نیت سے ہو) یہ صرف دھوکہ اور فریب ہے۔ اب آپ خود ہی سوچیں کہ جب ایسے لوگوں کی طرف میلان رکھنا دوزخ کی آگ لگنے کے مترادف ہے تو جو شخص شدید ترین ظالم اور بُرا ہے، اس کے ساتھ نہایت دوستی اور بے تکلفی کس قدر ہلاکت کا باعث ہوگی۔ ان سے میل جول کا انجام بُرے انجام کے سوا کچھ نہیں۔

جو شخص ان ظالموں اور فاسقوں کی معاشرت اختیار کرتا ہے، ان کا لباس پسند کرتا ہے، ان سے فانی مال وجاہ پر رشک کرتا ہے۔ وہ خود برباد اور ہر چیز کو برباد کر رہا ہے۔ ان کے دنیاوی مال وجاہ کی حیثیت خدا کے ہاں ایک دانے کے برابر نہیں، مچھر کے ایک پَر کے برابر نہیں، اس لیے ان کی طرف میلانِ قلبی قطعاً نہیں ہونا چاہیئے۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: انسان اپنے دوست کے دین پر ہوتا ہے، اس لیے یہ دیکھ لے کہ کس کو دوست بنا رہا ہے۔

منقول ہے کہ نیک ہمنشین ایسے ہے جیسے مشک والا ہو۔ اگر تیرا تابع فرمان نہ بھی ہو تو بھی اس کی خوشبو ملے گی اور بُرا ہمنشین آگ کی دھونکنی والے کی طرح ہے۔ اگر تجھے نہ جلایا، تو اس کا دھواں تو ضرور ہی پہنچے گا۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

مَثَلُ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَوْلِيَآءَ كَمَثَلِ الْعَنْكَبُوْتِ اِتَّخَذَتْ بَيْتًا۔

(جو اللہ کے سوا دوسروں کو کارساز بناتے ہیں، ان کی مثال مکڑی کی طرح ہے، جو کمزور ترین، گھر بنائے)

(العنکبوت - ۴۱)

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے بھی کسی مال دار کی اس کے مال کی وجہ سے تعظیم کی، اس کا دو تہائی دین جاتا رہا۔ آپ کا ارشادِ گرامی ہے: جب کسی فاسق کی

کی تعریف کی جائے، تو اس کی وجہ سے عرشِ عظیم ہلنے لگتا ہے:

اللہ تعالیٰ کا فرمانِ پاک ہے:

يَوْمَ نَدْعُوا كُلَّ أُنَاسٍ بِإِمَامِهِمْ (جس دن ہم ہر جماعت کو ان کے امام

(بنی اسرائیل - ۷۱) کے ہمراہ بلائیں گے)

یعنی قیامت کے سپاٹ میدان میں۔

امام کی توضیح کے سلسلے میں مفسرین کا اختلاف ہے۔ حضرت ابنِ عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا: اس سے مراد ہر آدمی کا اعمال نامہ ہے، یعنی ہر آدمی کو اس کے اعمال نامے کے ہمراہ بلایا جائے گا اور یہ آیت اس کی تاکید کرتی ہے:

فَأَمَّا مَنْ أُوتِيَ كِتَابَهُ بِيَمِينِهِ۔ (پس جس کو اس کی کتاب (اعمال نامہ)

(الانشقاق - ۷) داہنے ہاتھ میں ملے گا)

حضرت ابن زید رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: امام سے مراد آسمان سے نازل شدہ کتابیں ہیں۔ چنانچہ کہا جائے گا: اے تورات والو! اے انجیل والو!۔ اے قرآن والو۔!

حضرت مجاہد اور حضرت قتادہ رحمۃ اللہ علیہما فرماتے ہیں: امام سے مراد ان کے انبیاء علیہم السلام ہیں، یعنی کہا جائے گا: ابراہیم (علیہ السلام) کے تابعدارو آؤ۔! موسیٰ (علیہ السلام) کے تابعدارو آؤ! عیسیٰ (علیہ السلام) کے تابعدارو آؤ! اور محمد مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے تابعدارو آؤ۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: امام سے مراد ان کے زمانہ کا سردار ہے، چنانچہ ہر زمانے والے اپنے سردار کے ساتھ آئیں گے جس کے حکم پر وہ چلتے تھے، اور جس کے منع کرنے پر وہ باز رہتے تھے۔

صحیح حدیث میں حضرت ابنِ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

نے فرمایا: قیامت کے دن جس وقت اللہ تعالیٰ تمام پہلوں اور پچھلوں کو اکٹھا کرے گا، تو غدر کرنے والے اور وعدہ شکن کے بارے میں ایک جھنڈا بلند کرے گا اور فرمائے گا: یہ فلاں فلاں غدّار کا جھنڈا ہے۔

حضرت امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت نقل کی کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے فرمایا: ان میں سے ایک کو بلایا جائے گا اور اسے دائیں ہاتھ میں کتاب (اعمال نامہ) دیا جائے گا۔ اور اس کا جسم ساٹھ گز کر دیا جائے گا۔ اس کا چہرہ سفید (روشن) ہوگا۔ اس کے سر پر موتی کا تاج ہوگا جو چمک رہا ہوگا۔ وہ اپنے دوستوں کی طرف جائے گا۔ وہ اسے دُور سے دیکھ کر کہیں گے، اے اللہ! ہمارے پاس اسے لائیے اور اس میں ہمارے لیے برکت برکت فرما دیجئے، وہ ان کے پاس آکر کہے گا، خوش ہو جاؤ، تم میں سے ہر آدمی کے لیے اس قدر (انعام واکرام) ہے۔

مگر کافر کا چہرہ سیاہ ہوگا، اس کا جسم بھی ساٹھ گز کا کر دیا جائے گا، اس کی شکل انسان کی ہوگی اور سر پر تاج ہوگا، اس کے ساتھی اسے دیکھ کر کہیں گے۔ ہم اس برائی سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتے ہیں۔ اے اللہ تعالیٰ! ہمارے پاس یہ نہ آئے۔ راوی بتاتے ہیں کہ وہ ان کے پاس آئے گا، وہ کہیں گے: اے اللہ اسے ذلیل کر، تو وہ کہے گا: اللہ نے تمہیں (رحمت سے) دور کر دیا۔ تم میں سے ہر آدمی کے لیے اس مقدار میں (سزا) ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

اِذَا زُلْزِلَتِ الْاَرْضُ زِلْزَالَهَا	(جب زمین میں شدید زلزلہ آئے گا
وَاَخْرَجَتِ الْاَرْضُ اَثْقَالَهَا	زمین اپنے بوجھ باہر نکال دے گی)

(الزلزال - ۱-۲)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے وضاحت کرتے ہوئے فرمایا: یعنی

نیچے سے حرکت کرے گی اور پیٹ میں مدفون تمام مُردے اور دفینے باہر نکال دے گی۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ سے مروی ہے کہ جنابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت پڑھی:

یَوْمَئِذٍ تُحَدِّثُ اَخْبَارَهَا۔ (جس دن یہ اپنی خبریں خود بتائے گی)

تو فرمایا: تم جانتے ہو کہ اس کی خبریں کیا ہیں؟ صحابہ کرام نے عرض کیا: اللہ اور اس کا رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) خوب جانتے ہیں۔ فرمایا: اس کی خبریں یہ ہیں کہ ہر مرد و عورت نے اس کی پشت پر جو عمل کیا ہوگا، یہ اس کے خلاف گواہی دے گی۔

حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا: زمین سے بچ کر رہو، یہ تمہاری ماں ہے اور اس پر جو بھی نیک و بد عمل کرے گا، یہ بتا دے گی (طبرانی)

باب ۳۶

مَیدانِ محشر اور اس کی پریشانیاں

حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیسے عیش کی جائے؟ صور پھونکنے والے نے قرن منہ میں لے رکھا ہے، سر جھکا رکھا ہے، کان لگائے ہوئے ہے۔ انتظار ہے کہ کب حکم ہو اور فوراً بجا دے۔

حضرت مقاتل رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان ہے: صور ہی قرن ہے (قرن سے مراد سنکھ ہے) اس کی وجہ یہ ہے کہ حضرت اسرافیل علیہ السلام نے سنکھ پر منہ لگا رکھا ہے اور یہ سنکھ بگل کی طرح ہے۔ سنکھ کے منہ کا دائرہ آسمانوں اور زمین کے برابر ہے، نگاہیں عرش پر لگی ہوتی ہیں اور انتظار ہے کہ کب حکم ہو اور فوراً صور پھونک دے۔

جب صور پھونکے گا، آسمان اور زمین میں جو بھی ہے، اس پر صعقہ آئے گا، یعنی شدتِ گھبراہٹ سے ہر جاندار مر جائے گا، البتہ جسے اللہ چاہے، وہ صعقہ سے بچے گا۔ مراد یہ ہے کہ حضرت جبرائیل، میکائیل، اسرافیل اور ملک الموت پہلے صعقہ سے محفوظ رہیں گے۔ پھر ملک الموت کو حکم ہوگا کہ وہ حضرت جبرائیل علیہ السلام پھر حضرت میکائیل علیہ السلام اور حضرت اسرافیل علیہ السلام کی رُوح قبض کرے۔ پھر ملک الموت کی روح قبض کی جائیگی پہلے نفخہ کے بعد عالمِ برزخ میں مخلوق چالیس برس تک فوت شدہ حالت میں پڑی رہے گی۔ پھر اللہ تعالیٰ حضرت اسرافیل علیہ السلام کو زندہ کرے گا اور انہیں حکم دے گا کہ دوبارہ پھونک لگا دیں:

ثُمَّ نُفِخَ فِيهِ أُخْرَىٰ فَإِذَا هُمْ قِيَامٌ يَنظُرُونَ (الزمر، ۶۸)

(پھر اس میں دوبارہ پھونکا جائے گا، اچانک وہ کھڑے دیکھتے ہوں گے)

یعنی اپنے پاؤں دوبارہ اٹھنے کی طرف دیکھتے ہوں گے۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب دوبارہ اٹھنا ہوگا، تو صور پھونکنے والا فرشتہ آئے گا۔ اس کو منہ سے لگائے گا، ایک قدم آگے بڑھا دے گا اور دوسرا پیچھے کر دے گا۔ انتظار کرے گا کہ کب پھونکنے کا حکم ہو۔

خبردار! دوبارہ پھونک (اور زندہ ہونے کے لیے آخرت کا فکر کرو اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو)

اب ذرا اس وقت پر غور کریں کہ دوبارہ اٹھتے وقت صعقہ کے خوف سے مخلوقات کیسی پریشان، ذلیل اور بے وقعت و عاجز ہوگی۔ انتظار کرتی ہوگی کہ دیکھو ان کے لیے کیا فیصلہ ہوتا ہے۔ سعادت کا یا بدبختی کا! اے بندۂ خدا تو بھی ان میں ہوگا، عاجز و پریشان! اور اگر تو دنیا میں مالدار اور فضول خرچ ہوگا، تو یاد رکھ اس دن بادشاہ اور حکمران سب لوگوں سے زیادہ ذلیل و رسوا ہوں گے۔ چیونٹیوں کی طرح پاؤں تلے کچلے جا رہے ہوں

گے۔ اس دن جنگلی جانور بھی جنگلات سے نکل کر آبادی میں آجائیں گے۔ پہاڑ گرے ہوں گے، لوگوں میں اختلاط پذیر ہوں گے، اور سخت حیران و پریشان ہوں گے۔ صعقہ کی شدت اور صور کی آواز کے باعث مخلوق سے دُور بھاگنا بھول جائیں گے اور سب اکٹھے ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

وَاِذَا الْوُحُوْشُ حُشِرَتْ (التکویر) (اور جب وحشی جانور جمع کیے جائیں گے)

پھر شیاطین اور بڑے بڑے سرکش پیش ہوں گے۔ ان پر اللہ تعالیٰ کی پیشی کا شدید خوف ہوگا، فرمانِ الٰہی ہے:

فَوَرَبِّكَ لَنَحْشُرَنَّهُمْ وَالشَّيٰطِيْنَ ثُمَّ لَنُحْضِرَنَّهُمْ حَوْلَ جَهَنَّمَ جِثِيًّا (مریم - ۶۸) (پس تیرے رب کی قسم، ہم انہیں اور شیاطین کو اٹھائیں گے، پھر انہیں جہنم کے گرد زانو کے بل حاضر کریں گے)

اب اپنا حال اور اپنے دل کا حال دیکھ رکھو کہ وہاں کیا ہوگا؟ اور اسی بات پر غور کریں کہ لوگ قیامت کو ننگے پاؤں، ننگے بدن اٹھیں گے، بے ختنہ ہوں گے۔ محشر کا میدان سپاٹ اور سفید ہوگا، اس پر کہیں اونچ نیچ اور ٹیلا نہیں ہوگا کہ انسان کسی کے پیچھے چھُپ سکے اور نہ ہی پست زمین ہوگی کہ جس میں اتر کر لوگوں کی نظروں سے چھپ جاتے، بلکہ وہاں کی سرزمین ایک جیسی وسیع اور سپاٹ ہے۔ گروہ در گروہ لوگوں کو اسی طرح ہنکایا جائے گا۔ پاک ہے وہ ذات جس نے مختلف النوع مخلوق کو دُور دُور سے جمع کر دیا کہ پہلے راجفہ (پہلا نفخہ) ہوا اور اس کے بعد رادفہ (دوسرا نفخہ) ہوا۔ اب ظاہر ہے کہ ان کی وجہ سے اس دن دل ڈر جائیں گے اور آنکھیں نیچی رہیں گی۔

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن لوگوں کا حشر ایک سفید اور صاف سرزمین پر ہوگا جیسا کہ صاف ٹکیہ ہوگی جس میں کسی کے لیے سایہ نہ ہوگا اور یہ گمان نہ کریں کہ وہ سرزمین دنیا کی زمین کی طرح ہوگی، ہاں البتہ صرف نام اس کا بھی

زمین ہی ہوگا۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

يَوْمَ تُبَدَّلُ الْأَرْضُ غَيْرَ الْأَرْضِ وَالسَّمٰوٰتُ (ابراھیم ۴۸) (جس دن بدل کر دوسری زمین آئے گی اور آسمان)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا فرمان ہے: اس میں کمی زیادتی ہوگی، اس کے درخت، پہاڑ، ختم ہو جائیں گے۔ اس کی وادیاں اور جو کچھ ان میں ہے (یہ سب ختم ہو جائیں گے) اور عکاظی چمڑے کی طرح بڑھا کر چاندی کی طرح سفید زمین بنادی جائے گی کہ اس پر خون نہ گرا ہو۔ اس پر گناہ نہ ہوا ہو۔ آسمانوں کے سورج، چاند اور ستارے سب ختم ہو جائیں گے۔ اے مسکین! اس دن کے خوف و شدت پر دھیان کرو۔ جب مخلوق اسی زمین پر جمع ہوگی، تو اوپر سے آسمان کے ستارے گریں گے۔ سورج اور چاند بجھ جائیں گے۔ زمین پر اندھیرا چھا جائے گا۔ لوگ اسی حالت میں ہوں گے کہ ان کے سروں پر آسمان پھٹنے لگے گا اور باوجود سختی اور موٹائی کے وہ پانچ سو برس تک پھٹتا رہے گا، کس قدر خوف و ہیبت ہوگی کہ باوجود مضبوطی کے آسمان پھٹے گا اور پگھلی ہوئی چاندی کی طرح بہنا شروع کر دے گا جس میں زردی ہو جیسا کہ سرخ چمڑہ ہو اور آسمان پگھلے ہوئے تانبے کی طرح ہوگا اور پہاڑ روئی کی طرح اُڑنے لگیں گے اور لوگ بکھرے ہوئے پتنگوں کی طرح ننگے پاؤں اور ننگے بدن چل رہے ہوں گے۔

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لوگوں کو ننگے پاؤں اور ننگے بدن بے ختنہ (حالت میں) اٹھایا جائے گا۔ پسینہ میں ڈوبے ہوں گے اور کانوں کی لو تک پسینہ کا پانی ہوگا۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ مطہرہ حضرت سودہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا جو حدیث کی راوی ہیں، فرماتی ہیں کہ میں نے عرض کیا، اے اللہ کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) (سب برہنہ ہوں گے اور ایک دوسرے کو دیکھتے ہوں گے۔ آپ نے فرمایا: سب لوگ

اس سے غافل ہوں گے۔ اس دن ہر آدمی اپنی حالت میں ہی غرق ہوگا۔ وہ بڑا سخت دن ہوگا جس میں ستر ننگے ہوں گے۔ اس دن نظر و توجہ کس طرح ہوگی؟ لوگوں کا تو حال ہوگا کہ وہ پیٹوں اور مونہوں کے بل چلتے ہوں گے۔ دوسری طرف دیکھنے کی انہیں ہمت ہی نہیں ہوگی۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن لوگ تین قسم پر ہوں گے: ۱۔ سوار، ۲۔ پیدل چلنے والے، ۳۔ مونہوں کے بل چلنے والے۔

ایک آدمی نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! (صلی اللہ علیہ وسلم) مونہوں کے بل کس طرح چلیں گے؟ فرمایا: جس نے انہیں قدموں پر چلایا، وہ اس پر قدرت رکھتا ہے کہ انہیں مونہوں کے بل چلادے۔

انسان کی عادت ہے کہ جس سے مانوس نہ ہو، اس کا انکار کرتا ہے۔ اگر انسان نے سانپ کو پیٹ کے بل برق رفتاری سے چلتا نہ دیکھا ہوتا، تو وہ پاؤں کے سوا چلنے کی صورت کا انکار کر دیتا، بلکہ جس نے پاؤں پر چلنے کا نظارہ نہیں کیا، وہ اس کو بھی دُور از عقل سمجھ سکتا ہے، اس لیے دنیا پر قیاس کرتے ہوئے قیامت کے دن کے کسی معاملے کے بارے میں انکار مت کرو، اس لیے کہ اگر دُنیا کے عجائبات تو نے نہ دیکھے ہوتے اور پھر تیرے سامنے پیش کیے جاتے، تو یقیناً تم ان کا شدید انکار کرتے۔ ذرا اپنے دل میں وہ منظر لاؤ: قیامت کا دن ہے اور تم برہنہ، ذلیل حالت میں حیران و پریشان کھڑے ہو۔ انتظار ہے کہ نہ جانے خوشخبری ملتی ہے یا بدبختی ہاتھ آتی ہے۔ یاد رکھو۔ یہ بہت ہی سخت معاملہ ہے۔ پھر یہ سوچو کہ مخلوق جمع ہے، میدانِ محشر میں ساتوں آسمانوں اور ساتوں زمین کے فرشتے، جنات، شیاطین، جنگلی جانور، درندے اور پرندے وغیرہ ہجوم کیے ہوتے ہیں۔ سورج تیزی سے چمک رہا ہے، اس کی گرمی

شدید ہے۔ کسی معاملہ میں نرمی کی بات نہیں۔ پھر سروں کے قریب ہوا۔ اب زمین پر رب العلمین کے عرش کے سوا کوئی سایہ نہیں اور اس کا سایہ صرف مقربین کو ملے گا۔ کچھ لوگ عرش کے سایہ تلے ہوں گے اور کچھ سورج کی تیز گرمی میں ہوں گے۔ شدت حرارت میں غش آتے ہوں گے اور لُو کے باعث شدید تکلیف ہوگی۔ مزید برآں مخلوق اس قدر زیادہ ہوگی کہ ایک دوسرے کو دھکیلتے ہوں گے، پاؤں پر پاؤں پڑیں گے اور اس پر ندامت، رسوائی اور اللہ تعالیٰ کے سامنے پیش ہونے کا خوف الگ ہوگا، چنانچہ سورج کی گرمی، سانس کی گرمی، شرم کی آگ سے دلوں کا جلنا اور خوف سب جمع ہوں گے اور بال بال سے پسینہ نکلے گا جو میدانِ محشر کی زمین پر گرے گا اور (سیلاب کی طرح) چلنا شروع ہوگا جس قدر اللہ کے ہاں بُرائی میں درجہ بلند ہوگا، اسی قدر پسینہ کا سیلاب اس پر آن چڑھے گا۔ کوئی گھٹنوں تک پسینے میں ڈوبا ہوگا۔ کوئی کمر تک اور کوئی کانوں تک غرق ہوگا اور بعض بدبخت پسینے میں ڈوب ہی جائیں گے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن لوگوں کو اس قدر پسینہ آئے گا کہ زمین پر ستر باع[1] (گز)، پسینہ چلا جائے گا اور انہیں لگام دے گا اور ان کے کانوں تک جا پہنچے گا۔ (بخاری و مسلم)

ایک حدیث شریف میں ہے: آنکھیں ٹکٹکی باندھے ہوں گی۔ آسمان کی طرف چالیس برس تک شدتِ تکلیف سے ان کا پسینہ لگام (منہ تک آ جاتے گا)

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن سورج زمین سے قریب تر ہوگا، لوگوں کو پسینہ آئے گا۔ بعض لوگوں کو ایڑیوں تک، بعض گھٹنوں تک، بعض کو رانوں تک، بعض کو کولہوں تک اور بعض کو منہ تک آ پہنچے گا اور ہاتھ سے اشارہ کیا کہ اس کے منہ کو لگام دے دے گا۔

---

[1] باع سے مراد دونوں ہاتھ پھیلانے کی مقدار ہے۔ یہ گز سے زیادہ ہوگا۔ (مترجم)

اور بعض ایسے بھی ہوں گے کہ جن کو پسینہ ڈبو دے گا اور اس طرح سر پر ہاتھ مارا۔

اے مسکین انسان! میدانِ محشر کے پسینے اور دُکھ پر غور کرو۔ بعض لوگ تو یہ کہہ اٹھیں گے کہ اے رب تعالیٰ اس پریشانی اور انتظار سے نجات دے، چاہے دوزخ میں بھیج دے (اَللّٰھُمَّ احْفَظْنَا مِنْہُ) اور یہ وہ دور ہے کہ ابھی حساب نہیں ہوا، اصل سزا شروع نہیں ہوئی۔ تم بھی ان میں سے ایک ہو اور نہیں جانتے کہ پسینہ کہاں تک پہنچے گا۔

یاد رکھو کہ ہر وہ پسینہ جو اللہ کی راہ میں مشقت سے نہ نکلے۔ حج، جہاد، روزے، نماز اور مسلمان کی ضرورت پوری کرنے میں چلنے، نیکی کا حکم کرنے کی اور برائی سے منع کرنے کی مشقت اٹھانے سے نہ نکلے، تو پھر اسے قیامت کی سرزمین کی ندامت و خوف نکالے گا جس میں پریشانی طویل ہوگی۔ اگر انسان فریب اور جہالت سے بچے، تو وہ جان لے گا کہ عبادات میں پسینہ نکالنا، قیامت میں کرب و انتظار کے پسینہ سے آسان اور کم وقت کا ہے، اس لیے کہ قیامت کا دن تو سخت ترین اور طویل ترین دن ہوگا۔

باب ۳۷

مخلوق کا کس طرح فیصلہ ہوگا؟

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بتاتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تم جانتے ہو کہ مفلس کون ہے؟ ہم نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہم میں مفلس وہ ہوتا ہے کہ جس کے پاس نہ درہم نہ دینار ہو اور مال (سامان) زندگی نہ ہو۔ آپ نے فرمایا: میری امت کا مفلس وہ ہے جو قیامت کے دن نماز، روزہ اور زکوٰۃ لے کر آئے گا، مگر اس نے کسی کو گالی دی ہوگی، کسی پر تہمت رکھی ہوگی، کسی کا مال کھایا ہوگا، کسی کا خون

بہایا ہوگا اور کسی کو مارا ہوگا (یعنی لوگوں کے حقوق تلف کیے ہوں گے اور انہیں اذیتیں دی ہوں گی، اس کی وجہ سے) اس کی نیکیاں (کچھ) اس کو دی جائیں گی۔ اس نے لوگوں کے حقوق جس قدر چھینے ہوں گے۔ ان کا (عوض) ادا کرنے سے پہلے اس کی نیکیاں ختم ہو جائیں گی۔ پھر (قرض خواہوں) کی برائیاں لے کر اس پر ڈال دی جائیں گی اور اسے جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔ اس دن اس مصیبت کا اندازہ کرو کہ کیا ریاکاری کی آفت اور شیطانی حیلوں کے باعث اس کی کوئی نیکی باقی نہیں رہے گی۔ اب اگر طویل مدت تک ایک نیکی بچائے رکھو مگر (غیبت وغیرہ کرنے کے باعث) تیرے دشمن نیکی چھین لیں گے۔ اگر تم اپنے آپ کا محاسبہ کرو، تو دیکھو گے کہ مسلسل روزے دار ہونے اور نمازیں پڑھنے کے باوجود تم ہر روز مسلمانوں کی غیبت میں مبتلا ہو جو تمہاری نیکیوں کے برابر نہیں (بلکہ بڑھ کر حرام ہے)

اب باقی برائیوں کا کیا مداوا کرو گے کہ حرام کھاتے ہو، مشتبہ مال ہڑپ کر جاتے ہو اور عبادات میں کمی کرتے ہو، اب جس دن سینگوں والے جانوروں سے بے سینگوں کے جانور کا پورا بدلہ لیا جائے گا۔ اس دن اپنے کیے مظالم سے کس طرح نجات پاؤ گے۔

حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، نے روایت کی کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو بکریوں کو دیکھا، وہ ایک دوسرے کو سینگ مار رہی تھیں؟ آپ نے فرمایا: اے ابوذر! کیا تم جانتے ہو کہ یہ کس وجہ سے ایک دوسرے کو سینگ مار رہی ہیں؟ میں نے عرض کیا، نہیں! فرمایا، بلکہ اللہ ہی جانتا ہے اور قیامت کے دن ان کے درمیان فیصلہ فرمائے گا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، نے اللہ عزوجل کے اس فرمان کے بارے میں بتایا:

وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْأَرْضِ وَلَا طَائِرٍ يَّطِيْرُ بِجَنَاحَيْهِ اِلَّآ اُمَمٌ اَمْثَالُكُمْ (الانعام - ۳۸)

(زمین میں، جو بھی چلنے والا ہے اور جو بھی پرندہ ہے دو بازوؤں سے اُڑتا ہے، یہ سب تمہاری طرح امتیں ہیں)

فرمایا، قیامت کے دن اللہ تعالیٰ تمام مخلوق حیوانات، چلنے والے جانداروں، پرندوں اور ہر چیز کو پیدا کر دے گا۔ پھر اللہ تعالیٰ اپنے عدل سے سینگوں والی سے بے سینگوں کے جانور کا بدلہ لے گا۔ پھر (جن وانس کے علاوہ سب حیوانات سے) کہے گا: مٹی بن جاؤ! یہ وہ وقت ہے کہ کافر کہے گا: کاش! میں مٹی بن جاتا۔ اے مسکین! اس دن تیرا کیا حال ہوگا؟ اگر تیرا نامۂ اعمال نیکیوں سے خالی ہوا تو مصیبت بڑی طویل ہے۔ پھر تو کہے گا: اے میری نیکیو! تم کدھر ہو؟ وہ کہیں گی: ہم تیرے دشمن کے اعمال نامہ میں منتقل ہو چکی ہیں اور تم اپنا نامۂ اعمال گناہوں سے بھرپور دیکھو گے جس میں تمہیں طویل مشقت کا سامنا کرنا ہوگا اور تم کہو گے: اے میرے رب! یہ برائیاں میں نے کبھی نہیں کیں۔ جواب ملے گا: یہ اس قوم کی نیکیاں ہیں جن کی تو نے غیبت کی، اسے گالی دی، اس کو دکھ دیا، ان کے پڑوس میں رہ کر ان سے بیہودہ انداز میں مخاطب ہو کر ان سے جھگڑ کر ان پر ظلم کیا۔ الغرض تمام معاملات میں ظلم کی داستان بیان کر دی جائے گی۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سرزمین عرب میں بت پرستی کے سلسلے میں شیطان مایوس ہو چکا ہے، البتہ وہ تم سے اس بات میں خوش ہے کہ معمولی جرائم کرو اور وہی ہلاک کرنے والے ہیں، اس لیے جس قدر ہو سکے ظلم سے بچو، قیامت کے روز ایک آدمی پہاڑوں کے برابر نیکیاں لے کر حاضر ہوگا اور اس کے دیکھتے دیکھتے ہی وہ اسے چھوڑ دیں گی۔ ایک آدمی آئے گا اور کہے گا: یا رب! فلاں آدمی نے مجھ پر ظلم کیا تھا۔ تو حکم ہوگا کہ اس کی نیکیاں اسی مقدار میں لے لو۔ اس طرح اس کی نیکیاں بالکل ختم ہو جائیں گی۔ اس کی مثال اس طرح ہے کہ کچھ مسافر جنگل میں پڑاؤ کریں۔ ان کے پاس ایندھن نہ ہو، پھر وہ ایندھن اکٹھا کریں اور خوب آگ جلائیں اور سب ایندھن فنا کر دیں، یعنی دوسروں پر ظلم کرنے والا گناہوں کے ذریعے اسی طرح نیکیوں کو فنا کر دیتا ہے۔ جب یہ آیت نازل ہوئی:

اِنَّكَ مَيِّتٌ وَّاِنَّهُمْ مَّيِّتُوْنَ ثُمَّ اِنَّكُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ عِنْدَ رَبِّكُمْ تَخْتَصِمُوْنَ ۔ الزمر ۳۰/۱۳

(بے شک تمہیں انتقال فرمانا ہے اور ان کو بھی مرنا ہے ۔)

حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم)، دنیا میں جو گناہوں کے نتائج ہیں، وہ دوبارہ (آخرت میں) ہوں گے۔ آپ نے فرمایا: ہاں! یہ دوبارہ مقدمات ہوں گے کہ تم ہر حقدار کو اس کا حق ادا کر دو۔ حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا: واللہ، یہ سخت معاملہ ہے، کس قدر سختی ہے کہ اس دن کوئی ایک قدم کا درگزر نہیں کرے گا، ایک تھپڑ بھی معاف نہیں کرے گا، بلکہ ایک بات تک معاف نہیں ہوگی تا آنکہ ظالم سے مظلوم کا بدلہ لے لیا جائے۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ، فرماتے ہیں کہ میں نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا: اللہ تعالیٰ اس روز لوگوں کو بھوکا ننگا اٹھائے گا۔ راوی کہتے ہیں کہ ہم نے پوچھا: ان کے پاس کیا ہوگا؟ فرمایا: ان کے پاس کوئی چیز نہیں ہوگی۔ پھر رب تعالیٰ آواز دے گا جس کو دُور والا بھی اسی طرح سنے گا۔ میں بادشاہ ہوں، میں حساب لینے والا ہوں، کسی جنتی کو اجازت نہیں کہ وہ جنت میں داخل ہو، جب کہ اس پر کسی دوزخی کا حق ہو۔ حتیٰ کہ اس سے قصاص نہ لے لوں۔ چاہے ایک تھپڑ کا حق ہی کیوں نہ ہو۔

ہم نے عرض کیا: ہمارا کیا حال ہوگا؟ ہم اللہ تعالیٰ کے سامنے بھوکے ننگے ہوں گے؟ آپ نے فرمایا:

نیکیوں اور بدیوں کے ساتھ ——— اس لیے اے اللہ کے بندو! لوگوں پر ظلم کرنے سے پرہیز کرو۔ ان کا مال (ناحق) لینے، ان کی عزت برباد کرنے، ان کے دلوں کو ستانے اور ان کے ساتھ معاشرت میں بُرا سلوک کرنے سے بچو، بندے اور اللہ کے درمیان ایک خاص تعلق ہے۔ مغفرت تو بڑی تیزی سے آتی ہے اور جس پر لوگوں کے

حقوق اکٹھے ہو جائیں اور اللہ کے حضور تو توبہ کر چکا ہو، مگر اہلِ حقوق سے حقوق معاف کرانا دشوار ہو تو اسے چاہیے کہ نیکیاں کثرت سے کرے اور اپنے اور اللہ کے درمیان خاموشی کے ساتھ بعض نیکیاں اہلِ حقوق کو بخشتا رہے اور کمال خلوص کے ساتھ یہ کام کرے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی دوسرا اس پر آگاہ نہ ہو۔ شاید ایسا کرنے سے اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل ہو جائے اور اللہ تعالیٰ کا لطف وکرم اسے اہلِ ایمان کو نیکیاں پہنچانے کی وجہ سے اہلِ حقوق سے معافی دلا دے۔ جیسا کہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سے مروی ہے کہ جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما تھے (صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم فرماتے ہیں) کہ ہم نے دیکھا کہ آپ ہنس دیے اور آپ کے دندانِ مبارک نظر آئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ، نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں، آپ کس وجہ سے ہنس دیے۔ آپ نے فرمایا: میری امت کے دو آدمی رب تعالیٰ کے سامنے گھٹنوں کے بل ہوں گے۔ ایک کہے گا: اے رب تعالیٰ! میرے بھائی سے مجھ پر ظلم کا بدلہ لے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: اپنے بھائی کو اس پر ظلم کا بدلہ دو۔ وہ کہے گا: اے رب تعالیٰ! میرے پاس کوئی نیکی باقی نہیں بچی۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: اس کے پاس تو نیکی نہیں رہی۔ اب تو کیا کرے گا؟ وہ کہے گا: اے رب تعالیٰ! وہ میرے گناہ اٹھا لے۔ راوی بتاتے ہیں کہ اسی وقت جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ پھر فرمایا: اللہ تعالیٰ مدعی کو حکم دے گا کہ اپنا سر اوپر کرو اور جنت میں دیکھو۔ وہ سر اٹھائے گا، تو کہے گا: اے رب تعالیٰ! یہ چاندی کے بلند شہر ہیں، سونے کے محلات ہیں، موتیوں سے چمک رہے ہیں۔ یہ کس نبی یا کس شہید یا کس صدیق کے لیے بنائے گئے ہیں؟ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: یہ اس کے لیے ہے جو مجھے اس کی قیمت دے۔ بندہ عرض کرے گا: اے رب تعالیٰ! ان کی قیمت کون دے سکتا ہے؟ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: تم دے سکتے ہو۔ بندہ عرض کرے گا: وہ قیمت کیا ہے؟ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: اپنے بھائی کو معاف

کر دینا۔ وہ عرض کرے گا: اے رب تعالیٰ! میں نے اسے معاف کر دیا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: اپنے بھائی کا ہاتھ پکڑ لے اور جنت میں داخل کر دے۔ پھر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ سے ڈرو اور اپنے تعلقات کی اصلاح کرو، اس لیے کہ اللہ تعالیٰ ایمان والوں کی باہم اصلاح کرتا ہے۔ یہ اس بات پر آگاہ کرنا ہے کہ اللہ کے اخلاق (یعنی عفو و کرم) کو اپنانا ضروری ہے اور یہی باہم تعلقات کی اصلاح کرنا ہے اور تمام اخلاق ایسے ہی اصلاح والے ہونے چاہئیں۔

ذرا اندازہ تو کرو کہ اگر تمہارا نامۂ اعمال گناہوں اور ظلم سے پاک ہو، تجھ پر اس قدر کرم کیا جائے کہ معاف کر دیا جائے اور تمہیں سعادت و کامرانی کا یقین ہو جائے تو کس قدر مسرت حاصل ہوگی کہ عدالت سے کامران واپس آئے اور رضامندی حاصل ہوئی۔ اس سعادت کے بعد بدبختی نہیں، نعمت کو زوال نہیں۔ اس وقت تیرا دل یقین اور فرحت و انبساط سے اڑنے لگے گا۔ تیرہ چہرہ سفید روشن ہوگا جیسے چودھویں رات کا چاند روشن ہوتا ہے۔ اب تو سب کے سامنے ہلکا پھلکا ناز کے ساتھ چلے گا۔ تیرے چہرے پر نعمت اور رضائے خداوندی منور ہوگی اور پہلی اور پچھلی مخلوق تجھے دیکھتی ہوگی اور سب تیرے حسن و جمال پر رشک کرتے ہوں گے۔ فرشتے تیرے آگے پیچھے چلتے ہوں گے اور سب کے سامنے آواز دیں گے۔ یہ فلاں بن فلاں ہے۔ اللہ تعالیٰ اس پر راضی ہوا اور اس کو راضی کیا۔ اس کو ایسی سعادت حاصل ہوئی کہ جس کے بعد کبھی بدبختی نہیں۔

خدا کے بندے تیرے لیے یہ مقام حاصل کرنا اس درجہ سے بہت بلند ہے جو تو دنیاداروں کے دل میں ریاکاری، مداہنت اور ظاہری زیب و زینت کے ذریعے حاصل کرنا چاہتا ہے۔ اگر تجھے یہ علم ہو جائے کہ یہ اس سے بہتر ہے، بلکہ اس کے سامنے یہ ہیچ ہے، تو پھر نہایت خلوص اور صادق نیت کے ساتھ اپنے اللہ کے ساتھ معاملہ درست کر، اس کے بغیر تجھے وہ درجہ حاصل نہیں ہوگا۔

اور اگر خدانخواستہ دوسرا معاملہ ہوگیا کہ تیرے نامۂ اعمال میں ایسے گناہ پائے گئے جن کو تو معمولی سمجھتا رہا ہے، مگر اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہ سخت ہیں تو تجھ پر غضب ناک ہوگا، پھر وہ کہے گا: اے بندے! تجھ پر لعنت، میں تیری عبادت قبول نہیں کرتا، یہ آواز سنتے ہی تیرا چہرہ سیاہ پڑ جائے گا۔ اللہ کے غضب کی وجہ سے فرشتے بھی غضب ناک ہوجائیں گے اور کہیں گے: تجھ پر ہماری لعنت، ساری مخلوقات کی لعنت، اسی وقت عذاب کے فرشتے آگے بڑھیں گے اور وہ بھی اللہ تعالیٰ کے غضب ناک ہونے کی وجہ سے غصہ میں ہوں گے۔ پھر وہ تیرے ساتھ شدید سختی اور درشتی کا مظاہرہ کریں گے" ان کی شکل خوفناک ہوگی۔ وہ تجھے پیشانی سے پکڑ کر سب کے سامنے چہرے کے بل گھسیٹتے لے جائیں گے، لوگ تیرے سیاہ چہرے اور تیری ذلت و رسوائی کو دیکھ رہے ہوں گے اور تم واویلا اور "ہائے ہلاک ہوا" کا شور مچا رہے ہوگے' اور فرشتے کہیں گے آج ایک ہلاکت کی دعا نہ کرو، بہت سی ہلاکتوں کی دُعا کرو۔ فرشتے کہیں گے: یہ فلاں بن فلاں ہے، اللہ تعالیٰ نے اس کی ذلت و رسوائی برسرِ عام کھول دی۔ اس کی برائیوں کی وجہ سے اس پر لعنت کی۔ اب وہ ایسا بدبخت ہے کہ کبھی سعادت نہ ملے۔

بسا اوقات انسان پوشیدہ طور پر گناہ کرتا ہے تاکہ لوگوں سے بچے یا اس لیے کہ لوگ اسے پھر بھی بزرگ ہی سمجھیں یا مخلوق میں رسوائی کے ڈر سے پوشیدہ طور پر گناہ کرتا ہے۔ ایسا آدمی کس قدر جاہل ہے کہ دنیا کی مخلوق میں تھوڑی سی ختم ہونے والی ذلت و رسوائی سے ڈرتا ہے، مگر آخرت کی عظیم اور نہ ختم ہونے والی رسوائی سے نہیں ڈرتا جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا غضب اور شدید عذاب بھی ہے اور عذاب کے فرشتے اسے ہنکا کر جہنم میں لے جائیں گے۔

اے انسان: تیرا یہ حال ہے، مگر تو خطرہ محسوس نہیں کرتا!!

باب ۳۸

مال کی مذمّت

اللہ تعالیٰ کا فرمان پاک ہے:

يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُلْهِكُمْ اَمْوَالُكُمْ وَلَا اَوْلَادُكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ (المنافقون ۹)

(اے ایمان والو! تمہارا مال اور تمہاری اولاد تمہیں اللہ کی یاد سے غافل نہ کردے اور جنہوں نے کیا، تو وہی ہیں خسارہ پانے والے)

دوسرے مقام پر فرمایا:

اِنَّمَآ اَمْوَالُكُمْ وَاَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ وَاللّٰهُ عِنْدَهٗٓ اَجْرٌ عَظِيْمٌ۔ (التغابن - ۱۵)

(بے شک تمہارے مال اور تمہاری اولاد تمہارے لیے آزمائش ہے اور اللہ تعالیٰ کے پاس بڑا اجر ہے)

اب جس نے اللہ تعالیٰ کی رضا اور جنت کے مقابلہ میں مال اور اولاد کو پسند کرلیا، وہ شدید خسارے میں رہا۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَزِيْنَتَهَا (ھود - ۱۵)

(جو دُنیا کی زندگی اور (دنیا کی) زینت چاہتا ہے)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

اَلْهٰكُمُ التَّكَاثُرُ

(کثرت کی خواہش نے تمہیں غافل کردیا

ل یعنی جو دنیا چاہے، اسے مقدر کے مطابق مل جاتی ہے اور اگر آخرت نہ چاہتا ہو تو پھر آخرت کی زندگی برباد ہے۔ اللھم احفظنا من ھذہ الحالۃ (مترجم)

حضور سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: مال اور جاہ کی محبت، دل میں نفاق اگاتی ہے جس طرح پانی سبزی کو اُگاتا ہے۔

حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا، بکریوں کے گلہ میں دو خونخوار بھیڑیے اس قدر فساد نہیں کرتے جس قدر مسلم آدمی کے دین میں مال اور جاہ کی محبت نقصان کرتی ہے۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کثرتِ (مال کے) خواہشمند ہلاک ہوئے سوائے اس کے کہ اللہ کے بندوں میں اس طرح کہا اور وہ بہت تھوڑے ہیں۔ عرض کیا گیا: اے اللہ کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ کی اُمت میں خرابی کی کیا چیز ہے؟ فرمایا: مالدار لوگ۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہارے بعد ایسی اقوام ہوں گی جو دُنیا کی عمدہ تر اور رنگا رنگ نعمتیں کھائیں گی، خوبصورت ترین اور رنگا رنگ عورتوں سے نکاح کریں گی اور عمدہ ترین اور طرح طرح کے بہترین لباس پہنیں گی، ان کے پیٹ تھوڑے سے نہیں بھریں گے۔ ان کے دل کثرت پر بھی قناعت نہیں کرتے۔ دنیا پر پل پڑے ہیں۔ دن رات دنیا پر فریفتہ ہیں۔ ان لوگوں نے اللہ تعالیٰ کے بجائے دنیا کو خدا بنا رکھا ہے اور رب تعالیٰ کے بجائے دُنیا کو رب بنا رکھا ہے۔ ان کی ساری تگ و دُنیا تک محدود رہتی ہے۔ خواہشات کی پیروی کرتے ہیں۔

چنانچہ محمد بن عبداللہ کی طرف سے یہ شدید حکم ہے کہ جو شخص اس زمانہ کو پائے اور ان لوگوں کو دیکھے، تو انہیں سلام نہ کرے۔ ان کے بیماروں کی تیمارداری نہ کرے، ان کے جنازہ میں شریک نہ ہو اور ان کے بڑوں کی تعظیم نہ کرے۔ اگر کسی نے ایسا کیا (یعنی سلام کیا یا جنازہ پڑھا) تو اس نے اسلام کو گرا دیا۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: دُنیا کو دنیا داروں کے لیے چھوڑ

دو، جس نے دنیا میں بقدرِ کفایت سے زیادہ لیا، اس نے اپنی موت لی اور وہ سمجھتا نہیں۔
حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے: ابن آدم کہتا ہے میرا مال، میرا مال، اور تیرا مال تو صرف وہی ہے جو تو نے کھا کر ختم کر دیا یا پہن کر بوسیدہ کر دیا یا صدقہ کر کے آگے بھیجا۔
ایک شخص نے عرض کیا: یارسول اللہ! (صلی اللہ علیہ وسلم) میں موت کو پسند نہیں کرتا۔ آپ نے فرمایا: کیا تیرے پاس کچھ مال ہے؟ اس نے کہا: ہاں! اے اللہ کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) فرمایا: اپنا مال آگے بھیجو (یعنی صدقہ کر کے) اس لیے کہ مومن کا دل اس کے مال کے ساتھ ہے۔ اگر آگے بھیجا تو چاہے گا کہ اس سے جا ملے اور اگر یہ پیچھے چھوڑا تو اس کے ساتھ پیچھے ہی رہنا چاہے گا۔
حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ابن آدم کے تین دوست ہیں:
۱۔ ایک تو روح قبض ہونے تک اس کے ساتھ جاتا ہے، ۲۔ دوسرا قبر تک۔
۳۔ تیسرا میدانِ محشر تک۔ اس کی رُوح قبض ہونے تک اس کا مال ہے اور قبر تک جانے والی اس کا اہل وعیال ہے اور محشر تک ساتھ جانے والا اس کا عمل ہے۔
حواریوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا: آپ کس طرح پانی پر تیر لیتے ہیں۔ ہم اس پر قادر نہیں؟ فرمایا: تمہارے نزدیک درہم و دینار کا درجہ کیا ہے؟ انہوں نے کہا: اچھا ہے! فرمایا: مگر میرے نزدیک یہ دونوں اور ڈھیلے سب برابر ہیں۔
حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت ابوالدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف لکھا: اے میرے بھائی! اس قدر دُنیا جمع کرنے سے بچو جس کا شکر ادا نہ کر سکو، اس لیے کہ میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا: دنیا والے (مالدار) کو لایا جائے گا جس نے اس میں اللہ تعالیٰ کی اطاعت ہو گی اور اس کا مال اس کے سامنے ہو گا۔ جب وہ پلصراط پر چلے گا۔ وہ کہے گا: جاؤ! تم نے میرے اندر اللہ کا حق ادا کر دیا۔

پھر دوسرے دنیادار (مالدار) کو لایا جائے گا جس نے اس میں اللہ تعالیٰ کی اطاعت نہیں کی، اس کا مال اس کے کاندھوں کے درمیان ہوگا۔ جب بھی وہ پُل صراط پر چلے گا، تو اس کا مال کہے گا: تیری بربادی ہو تو نے میرے اندر اللہ تعالیٰ کا حق ادا نہیں کیا۔ وہ اس طرح کہتا رہے گا اور بربادی و ہلاکت کی بددعا کرتا رہے گا۔

حضور سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: جب بندہ مرتا ہے، تو فرشتے کہتے ہیں: "آگے کیا بھیجا ہے؟" اور لوگ کہتے ہیں: "پیچھے کیا چھوڑا ہے؟" حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جاگیریں نہ بناؤ، ورنہ تم دنیا سے محبت کرنے لگو گے۔

منقول ہے کہ ایک آدمی نے حضرت ابوالدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ بدسلوکی کی۔ انہوں نے دُعا کی: اے اللہ! جس نے میرے ساتھ بدسلوکی کی، اس کا بدن تندرست رکھ، اس کی عمر لمبی کر اور اس کو مال زیادہ دے۔" اب اس پر غور کیجیے کہ کثرتِ مال کو صحت بدنی اور طویل عمری کے ساتھ شدید ترین آفت قرار دیا، اس لیے کہ وہ لازماً سرکشی کرے گا۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے درہم ہاتھ پر رکھا اور فرمایا: اگر تو مجھ سے نہ نکلا، نفع نہیں دے گا۔ (یعنی نیک کام پر خرچ ہوگا، تو ہی فائدہ مند ہوگا)

منقول ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ام المومنین حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی خدمت میں کچھ ہدیہ بھیجا۔ انہوں نے پوچھا: یہ کیا ہے؟ انہیں بتایا گیا کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ کی خدمت میں (مال) بھیجا ہے۔ حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا: اللہ تعالیٰ اسے معاف کرے۔ پھر اپنا دوپٹہ پھاڑ کر اس کی تھیلیاں بنائیں اور اہل بیت، رشتہ داروں اور یتیموں میں تقسیم کر دیا اور پھر ہاتھ اٹھا کر دعا کی: اس سال کے بعد عمر کا ہدیہ مجھے نہ ملے۔ چنانچہ حضور سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم کی اس بیوی کا اسی سال وصال ہو گیا (رضی اللہ تعالیٰ عنہا)

حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: واللہ جس نے درہم کی تعظیم کی، اللہ نے اسے ذلیل وخوار کردیا۔ ایک قول یہ ہے کہ ابتدا میں جب درہم و دینار بنائے گئے تو ابلیس نے انہیں اٹھایا اور انہیں پیشانی پر رکھا، پھر انہیں بوسہ دیا اور کہا: جو تم سے محبت کرے گا، وہ میرا صحیح غلام ہوگا۔

حضرت سمیط بن عجلان رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان ہے: درہم و دینار تو کافروں کی لگامیں ہیں، ان کے ذریعے انہیں آگ کی طرف ہنکایا جائے گا۔

حضرت یحییٰ بن معاذ رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان ہے: درہم بچھو ہے، اگر تمہیں اس اس کا صحیح منتر یاد نہیں، تو اسے مت لو۔ اگر اس نے تمہیں ڈس دیا تو یہی اس کا زہر ہے۔ عرض کیا گیا: اس کا منتر کیا ہے؟ فرمایا: حلال ذریعے سے لینا اور حق بات پر خرچ کرنا۔

حضرت علاء بن زیاد رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان ہے: میرے سامنے دنیا متشکل ہوئی، اس پر ہر طرح کی زیبائش تھی۔ میں نے کہا: "میں تیرے شر سے اللہ کی پناہ مانگتا ہوں۔ اگر تم یہ پسند کرتے ہو کہ اللہ تعالیٰ تجھے مجھ سے پناہ میں رکھے، تو درہم و دینار سے نفرت رکھو۔" اس کی وجہ یہ ہے کہ درہم و دینار ہی ساری دنیا ہے، کیونکہ ان کے ساتھ ہی انواعِ دنیا حاصل ہوتی ہیں جس نے ان سے صبر کیا، اس نے دُنیا سے صبر کیا۔

ایک شاعر کا قول ہے: ؎

لَا یَغُرَّنَّکَ مِنَ الْمَرْءِ قَمِیْصٌ رَقَعَہٗ
اَوْ اِزَارٌ فَوْقَ عَظْمِ السَّاقِ مِنْہُ رَفَعَہٗ

(تجھے ایک آدمی دھوکہ نہ دے کہ قمیص میں پیوند رکھے ہوں یا پنڈلی کی ہڈی سے اوپر تہہ بند اٹھا رکھا ہے)

اَوْ جَبِیْنٌ لَاحَ فِیْہِ اَثَرٌ قَدْ خَلَعَہٗ
اَرِہِ الدِّرْھَمَ تَعْرِفُ حُبَّہٗ اَوْ وَرَعَہٗ

(یا سجدہ کے نشانات پیشانی میں واضح ہیں، اسے درہم دکھاؤ، پھر اس کی محبتِ دنیا یا تقویٰ سب معلوم ہو جائے گا)

ایک اور شاعر کا کلام ہے :۔

اِنِّیْ وَجَدْتُ فَلَا تَظُنُّوْا غَیْرَہٗ
اِنَّ التَّوَرُّعَ عِنْدَ ھٰذَا الدِّرْھَمِ

(میں نے بات پالی، اس کے بغیر کچھ خیال نہ کرنا، ہر پرہیزگاری دراصل اس درہم کے وقت ہے)

فَاِذَا قَدَرْتَ عَلَیْہِ ثُمَّ تَرَکْتَہٗ
فَاعْلَمْ بِاَنَّ تُقَاکَ تَقْوَی الْمُسْلِمِ

(جب تم اس درہم پر قادر ہو جاؤ، پھر اسے چھوڑ دو (خیرات کر دو) کہ تمہاری پرہیزگاری ایک مسلمان کی پرہیزگاری ہے)

حضرت مسلمہ بن عبدالملک کے بارے میں منقول ہے کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کے پاس ان کی وفات کے قریب آئے اور کہا: اے امیرالمومنین! آپ نے ایسا کام کیا کہ پہلے کسی نے نہیں کیا۔ اپنی اولاد کو اس حال میں چھوڑا کہ نہ ان کے پاس درہم ہے نہ دینار۔ واضح رہے کہ ان کے تیرہ بچے تھے۔ حضرت عمر رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: مجھے بٹھا دو، لوگوں نے بٹھا دیا۔ فرمایا: تیرا یہ کہنا کہ میں نے ان کے لیے نہ درہم چھوڑا ہے نہ دینار، تو یاد رکھ میں نے ان کا حق نہیں مارا اور دوسروں کا حق انہیں نہیں دیا میری اولاد دو میں سے ایک ہوگی۔ یا تو اللہ تعالیٰ کی تابعدار ہوگی۔ پھر اللہ تعالیٰ ہی انہیں کافی ہے اور اللہ تعالیٰ نیک لوگوں کا کارساز ہے یا اللہ تعالیٰ کی نافرمان ہوگی اور اللہ تعالیٰ کا نافرمان ایسا ہے کہ مجھے پرواہ نہیں کہ اس کا کیا ہوا؟

مروی ہے کہ حضرت محمد بن کعب قرظی رحمۃ اللہ علیہ کو کثیر مال ملا، کسی نے کہا: اپنے بچے کے لیے ہی جمع کر رکھو۔ فرمایا: نہیں! میں اسے اپنے رب کے پاس جمع کرتا ہوں

اور اپنے بچے کے لیے اپنے رب کو رکھتا ہوں۔

مروی ہے کہ ایک آدمی نے ابو عبداللہ سے کہا: اے بھائی! یہ نہ کرنا کہ تم بُرائی لے کر جاؤ اور اولاد کو بھلائی کے ساتھ چھوڑ دو (یعنی اولاد کے لیے مال جمع کرنا اور خود نیک عمل سے محروم رہنا، ایسا کام نہ کرنا) چنانچہ ابو عبداللہ نے فوراً ہی اپنے مال میں سے ایک لاکھ درہم خیرات کر دیے۔

حضرت یحییٰ بن معاذ رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان ہے: دو مصیبتیں ایسی ہیں کہ ان جیسی نہ پہلوں نے سُنی نہ پچھلوں نے، جو موت کے وقت انسان پر اپنے مال کے سلسلے میں آتی ہیں۔ پوچھا گیا: وہ دونوں کیا ہیں؟ فرمایا: سب مال لے لیا جاتا ہے اور سارے مال کا محاسبہ ہوتا ہے۔

باب ۳۹

اعمال و میزان اور عذابِ دوزخ

برادرم! قیامت کے دن میزان کے معاملے اور دائیں بائیں ہاتھ میں اعمال نامہ ملنے کو فراموش نہ کرو، اس لیے کہ سوال و جواب کے بعد لوگوں کی تین اقسام ہوں گی:

۱- ایک گروہ وہ ہوگا کہ جس کی کوئی نیکی نہیں ہوگی۔ چنانچہ جہنم سے ایک سیاہ گردن نکلے گی اور جس طرح پرندے دانے چگتے ہیں، اسی طرح انہیں چُن لے گی اور انہیں لپیٹ کر اٹھائے گی اور انہیں جہنم میں پھینک دے گی اور آگ انہیں ہڑپ کر جائے گی اور ان کے بارے میں ندا آئے گی یہ ازلی بدبخت ہیں، اب اس کے بعد کبھی سعادت نصیب نہ ہوگی۔

۲- دوسری قسم کے وہ لوگ ہوں گے کہ ان کی کچھ برائی نہیں ہوگی۔ ان میں ایک

منادی والا آواز دے گا کہ ہر حالت میں اللہ تعالیٰ کی حمد کرنے والے اٹھیں گے اور جنت کی طرف (باعث) چلے جائیں گے۔ پھر اسی قسم کی آواز قیام اللیل (تہجد پڑھنے والوں) کے بارے میں آئے گی۔ پھر وہ جن کو تجارت و کاروبار نے ذکر اللہ سے غافل نہیں کیا۔ وہ بھی جنت میں چلے جائیں گے اور ان کے بارے میں آواز آئے گی: یہ خوش بخت ہیں، ان پر کبھی بدبختی نہیں آئے گی۔

۳۔ پھر تیسرا گروہ باقی رہے گا اور وہ کثیر تعداد میں ہوگا جنہوں نے نیک و بد عمل کیے اور لوگوں پر بعض پوشیدہ بھی رہے، مگر اللہ تعالیٰ پر کچھ مخفی نہیں۔ ان کی نیکیاں زیادہ ہوں گی یا برائیاں! البتہ اللہ تعالیٰ تول کر یہ واضح کر دے گا تاکہ معافی ہو تو فضل سامنے آجائے اور سزا ہو تو عدل سامنے آجائے۔ چنانچہ صحیفے اور اعمال نامے اڑیں گے ان میں نیکیاں اور برائیاں تحریر ہوں گی۔ میزان لگا دیا جائے گا۔ اعمال ناموں کی طرف نگاہیں جم جائیں گی کہ دیکھو دائیں ہاتھ میں آتے ہیں یا بائیں ہاتھ۔ پھر میزان کے کانٹے پر نظریں جم جائیں گی کہ دیکھیں برائیوں کی طرف پلڑا بھاری ہوتا ہے یا نیکیوں کی طرف۔ یہ شدید خوفناک حالت ہوگی۔ مخلوق کے ہوش اڑ جائیں گے۔

حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے روایت کیا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سر مبارک حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی گود میں تھا۔ انہیں آخرت یاد آئی تو رو پڑیں اور ان کے آنسو نکل کر جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے رخسارِ مبارک پر گر پڑے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بیدار ہوئے اور پوچھا: اے عائشہ! کیوں روتی ہو؟ عرض کیا: مجھے آخرت یاد آئی۔ کیا قیامت کے دن آپ اپنے اہل و عیال کو یاد کریں گے؟ آپ نے فرمایا: اس ذات پاک کی قسم! جس کے قبضے میں میری جان ہے، تین مقامات میں کوئی بھی اپنی جان کے سوا کسی کو یاد نہیں کرے گا:

۱۔ جب میزان لگے گا اور اعمال تولے جائیں گے تا آنکہ انسان دیکھ نہ لے کہ وزن کم ہوا یا بھاری تھا۔

اسی قدر ہو، جس قدر کہ اونٹ کے پہلو میں تل ہو یا چوپائے کے بازو میں ایک داغ ہو۔

اے غافل انسان! جو فریبِ نفس میں مبتلا ہے، دنیاوی مشاغل میں غرق ہے، موت کے کنارے کھڑا ہے جس چیز کو تو چھوڑ رہا ہے، اس کے بارے میں غور و فکر ختم کر دے اور جہاں جا رہا ہے، اس کا فکر کر، اس لیے کہ تجھے یہ اطلاع مل چکی ہے کہ دوزخ سب لوگوں کا جائے ورود ہے، جبکہ فرمایا:

وَاِنْ مِّنْكُمْ اِلَّا وَارِدُهَا كَانَ عَلٰى رَبِّكَ حَتْمًا مَّقْضِيًّا ۚ ثُمَّ نُنَجِّي الَّذِيْنَ اتَّقَوْا وَّنَذَرُ الظّٰلِمِيْنَ فِيْهَا جِثِيًّا۔

(مریم، ۷۱-۷۲)

(اور تم میں سے کوئی شخص نہیں، مگر اسے اس پر گزرنا ہوگا۔ یہ تمہارے پروردگار پر لازم اور مقرر ہے۔ پھر ہم پرہیزگاروں کو نجات دیں گے اور ظالموں کو اس میں گھٹنوں کے بل پڑا ہوا چھوڑ دیں گے)

اب تمہارا اس میں جانا یقینی ہے، مگر اس سے نجات مشکوک اس لیے اس جانے کا خوف محسوس کرو، شاید نجات کے لیے فکرمند ہو سکو۔ مخلوق کے حال پر غور کرو جو قیامت کے مصائب برداشت کر رہے ہوں گے اور اسی پریشانی و غم میں کھڑے ہوں گے، کسی خبر یا کسی سفارش کا انتظار ہوگا کہ مجرموں کو گھیر لیا جائے گا۔ تہ در تہ اندھیرے چھا جائیں گے آگ کے شعلے ان پر سایہ کر لیں گے۔ اس کا شور اور بھڑک سنیں گے۔ شدتِ غیظ و غضب سے پھٹتی ہوگی۔ اس وقت مجرموں کو ہلاکت کا یقین ہو جائے گا اور گناہگاروں کے گروہ گھٹنوں کے بل گر پڑیں گے، حتیٰ کہ نیک بھی بُرے انجام سے ڈرتا ہوگا۔ عذاب کا ایک فرشتہ آواز دے گا: فلاں بن فلاں دنیا میں طویل امید پر جما رہا اور عمر برباد کرتا رہا، وہ جلدی سے اس کی طرف لوہے کے ہنٹر لے کر بڑھیں گے اور سخت عذاب ان کا استقبال کرے گا اور اسے گھسیٹتے ہوئے شدید عذاب میں لے جائیں گے اور جہنم کی گہرائی میں پھینک دیں گے اور کہیں گے:

۲- اعمال نامہ ملتے وقت تا آنکہ یہ دیکھ نہ لے کہ دائیں ہاتھ میں ملتا ہے یا بائیں میں۔
۳- پُلصراط کے پاس۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سے مروی ہے کہ قیامت کے دن اولادِ آدم کو لا کر میزان کے دونوں پلڑوں کے سامنے کھڑا کر دیا جائے گا اور اس پر ایک فرشتہ مقرر ہوگا۔ اگر اس کا (نیکیوں کا) پلڑا بھاری رہا تو فرشتہ آواز دے گا جس کو ساری مخلوق سنے گی کہ فلاں آدمی خوش بخت ہوا۔ اب اس کے بعد اس پر کبھی بدبختی نہیں آئے گی اور اگر اس کی نیکیوں کا پلڑا ہلکا رہا تو فرشتہ آواز دے گا کہ فلاں آدمی بدبخت ہوا، اس کے بعد وہ کبھی خوش بخت نہیں ہوگا۔ نیکیوں کا پلڑا ہلکا ہونے پر عذاب کے فرشتے اس کا سامنا کریں گے، جن کے ہاتھوں میں لوہے کے ہنٹر ہوں گے اور آگ کا لباس ہوگا، چنانچہ وہ آگ در آگ کا عذاب پائیں گے۔

حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن جس میں حضرت آدم علیہ السلام بھی ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ آواز دے گا: اے آدم! اٹھو، جہنم کا گروہ بھیجو، حضرت آدم علیہ السلام عرض کریں گے: جہنم کا گروہ کس قدر ہے؟ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: ہر ہزار میں سے ۹۹۹۔ جب صحابہ کرام نے سنا، تو انہیں شدید غم ہوا اور ہنسی بھی ختم ہو گئی۔ حضورِ اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام نے صحابہ کرام کا شدید غم دیکھا تو فرمایا: عمل کرو اور خوش ہو جاؤ۔ اس ذاتِ اقدس کی قسم! جس کے قبضے میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جان ہے، تمہارے ساتھ دو اور مخلوق ہیں، جو کسی دوسرے کے ساتھ نہ تھیں، ہم اسے زیادہ کر دیں گے۔ ان کے ساتھ جو اولادِ آدم اور اولادِ ابلیس کے ساتھ میں سے ہلاک ہوئیں۔ صحابہ نے عرض کیا: وہ دو کون ہیں؟ اے اللہ کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) فرمایا: یاجوج اور ماجوج۔ راوی بتاتے ہیں: پھر صحابہ کا غم و فکر دُور ہوا۔ آپ نے فرمایا: عمل کرو اور خوش ہو جاؤ! اس ذات کی قسم، جس کے قبضے میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی ذات ہے۔ قیامت کے دن تم لوگوں میں

ذُقْ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْكَرِيْمُ ○ (چکھ، تو بڑا معزز و مکرم ہے)

(الدخان - ۴۹).

وہ انہیں تنگ اطراف کے مکان میں جہاں ہلاکتیں ہوں گی، اس میں ہمیشہ کے لیے قید کر دیں گے، جہنم بھڑکایا جائے گا، گرم پانی پینے کے لیے ہوگا۔ ان کا ٹھکانا جحیم (دوزخ کا نام) ہوگا۔ عذاب کے فرشتے انہیں کوڑے لگاتے ہوں گے اور ہاویہ انہیں اکٹھا کرے گا۔ وہ مر جانے کی تمنا کریں گے، مگر چھٹکارا نہیں ملے گا۔ ان کے پاؤں، پیشانیوں کے ساتھ باندھ دیے جائیں گے۔ گناہوں کی ظلمت سے ان کے چہرے سیاہ ہوں گے۔ ہر طرف سے آوازیں آئیں گی۔ ہر طرف شور و ہنگامہ برپا ہوگا کہ اے مالک! ہم پر سزا ثابت ہو چکی۔ اے مالک! لوہے سخت وزنی ہیں۔ اے مالک! ہمارے چمڑے پک گئے ہیں۔ اے مالک! ہمیں یہاں سے نکال دے۔ ہم کبھی برائی نہیں کریں گے۔ عذاب کے فرشتے کہیں گے: نہیں نہیں، کوئی امان نہیں، ذلت کے گھر سے نکلنے کی راہ نہیں۔ اس میں رسوا رہو اور بات نہ کرو اور تمہیں اگر نکالا جائے، تو تم وہی کرو گے جس کی ممانعت کی گئی۔ اس وقت، وہ مایوس ہو جائیں گے اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی پر شدید افسوس کریں گے، مگر اب ندامت نجات نہیں دے گی اور افسوس کام نہیں آئے گا، بلکہ وہ منہ کے بل جکڑے ہوئے ڈال دیے جائیں گے اوپر آگ ہوگی، نیچے آگ ہوگی، دائیں آگ ہوگی، بائیں آگ ہوگی اور وہ آگ میں ڈوبے ہوئے ہوں گے۔ ان کا کھانا پینا آگ ہوگا، ان کا لباس آگ ہوگا، ان کا بچھونا آگ ہوگا۔ الغرض! وہ آگ کے بڑے بڑے شعلوں میں ہوں گے، ان کا لباس گندھک کا ہوگا، ہنٹروں کی مار پڑے گی، زنجیروں کا بوجھ ہوگا، وہ دوزخ کی گہرائیوں میں پریشان ہوں گے، اس کی وادیوں میں پس رہے ہوں گے، اندھیروں میں بھٹک رہے ہوں گے۔ آگ کی گرمی سے ہنڈیا کی طرح ابل رہے ہوں گے۔ ہائے برباد

کہتے ہوں گے۔ جس قدر وہ ہائے کریں گے، اسی قدر اُن کے سروں پر گرم پانی پڑے گا، جس سے ان کے پیٹ اور چمڑے پھٹ جائیں گے اور لوہے کے کوڑے ہوں گے، اُن کی پیشانیاں زخمی ہوں گی، اُن کے مونہوں سے پیپ بہتا ہوگا۔ پیاس کی شدت سے ان کا جگر پھٹتا ہوگا، رُخساروں پر اُن کی آنکھیں بہتی ہوں گی، رخساروں کا گوشت گر جائے گا، ان کے چمڑے اور بال تک گر جائیں گے۔ جب ان کے چمڑے جل جائیں گے، تو نئے چمڑے اُگا دیے جائیں گے، ان کی ہڈیاں بھی گوشت سے خالی ہوں گی، ان کی جانیں رگوں اور پٹھوں کے ساتھ چپکی ہوں گی اور وہ آگ کے شعلوں میں سسک رہے ہوں گے۔ اسی حالت میں وہ موت کی تمنا کریں گے، مگر مریں گے نہیں۔ اس وقت تمہارا کیا حال ہوگا۔ جب تم انہیں دیکھو گے کہ ان کے چہرے چنگاری سے زیادہ سیاہ ہوں گے، ان کی بینائی جاتی رہی، اُن کی زبانیں گنگ ہوگئیں، ان کی پشتیں ٹوٹ گئیں، ان کی ہڈیاں سُرمہ ہوگئیں، ان کے کان کٹ گئے، ان کے چمڑے مسل دیے گئے، ان کے ہاتھ گردنوں کے ساتھ باندھ دیے گئے، ان کی پیشانیاں اور قدم ملا کر جکڑ دیا گیا اور وہ چہروں کے بل آگ پر چل رہے ہیں۔ لوہے کی سلاخیں ان کی آنکھوں میں پھر رہی ہیں، اندرونی اعضاء میں آگ کے شعلے پھر رہے ہیں اور ظاہری اعضاء پر جہنم کے سانپ بچھو ڈس رہے ہیں۔

یہ تو مختصر حال ہے (ورنہ اصل حقیقت سے تو اللہ تعالیٰ ہی آگاہ ہے) اب ان حالات اور جہنم کی تفصیلات پر خود ہی غور کرلو (اللّٰھم احفظنا وجمیع المسلمین منھا)

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دوزخ میں ستر ہزار وادیاں ہیں اور ہر وادی میں ستر ہزار شاخیں ہیں۔ ہر شاخ میں ستر ہزار اژدھا اور ستر ہزار بچھو ہیں کفار اور منافقین یہاں پہنچتے ہی اس میں گر پڑیں گے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے روایت ہے کہ جناب رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

نے فرمایا: جبّ الحزن (غم کے گڑھے) یا فرمایا وادی الحزن (غم کی وادی) سے اللہ کی پناہ مانگو۔ صحابہ کرام نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) وادی الحزن (غم کی وادی) یا فرمایا، جب الحزن (غم کے گڑھے) سے کیا مراد ہے؟ فرمایا: یہ جہنم میں ایک وادی ہے، جس سے جہنم (بھی) ستر ہزار بار پناہ مانگتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ ریاکار لوگوں کے لیے تیار کی ہے۔
یہ تو دوزخ کی وسعت اور اس کی وادیوں کی شاخیں ہیں۔ یہ دنیا کی وادیوں اور دنیا کی شہوات کے مطابق ہیں اور اس کے دروازے سات اعضاء کی تعداد پر ہیں جن کے ساتھ انسان نافرمانی کرتا ہے۔ بعض نیچے ہیں۔ جہنم، پھر سقر، پھر لظیٰ، پھر حطمہ، پھر سعیر پھر جحیم، پھر ہاویہ۔

اس سے ہاویہ کی گہرائی کا خود ہی اندازہ کرلو۔ اس کی گہرائی کی کوئی حد نہیں، اس لیے جہنم کا ہاویہ (ذلت) اس سے بھی زیادہ گہرے ہاویہ کی طرف جا رہا ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے روایت کیا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ہم موجود تھے کہ اچانک دھماکہ سنا۔ جناب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تم جانتے ہو کہ یہ کیا ہے؟ ہم نے عرض کیا: اللہ اور اس کا رسول خوب جانتے ہیں۔ فرمایا: یہ ایک پتھر ہے جسے ستر سال پہلے جہنم میں پھینکا گیا، اب وہ اس کی گہرائی تک پہنچا۔

اب خود ہی اندازہ کرو کہ دوزخ کی وادیوں کا باہم کس قدر فرق ہے۔ آخرت کے درجات بڑے اور عظیم تر ہیں۔ جس طرح لوگ دنیا میں جس انداز پر منہمک ہیں، بعض لوگوں کا انہماک زیادہ ہے، گویا وہ دُنیا میں ڈوب چکے ہیں۔ بعض لوگ ایک مقررہ حد تک اس میں غوطہ زن ہیں۔ اسی طرح ان کے لیے دوزخ کے درجات ہیں، اور اللہ تعالیٰ ذرہ برابر بھی ظلم نہیں کرتا۔ یہی وجہ ہے کہ دوزخیوں پر ایک جیسا عذاب نہیں ہوگا اور یہ ہو بھی کیسے سکتا ہے؟ بلکہ ہر ایک کو اس کی نافرمانی اور گناہ کے مطابق سزا ملے گی، البتہ یہ بھی یاد رہے کہ عذاب کی شدت کا یہ حال ہوگا کہ قلیل تر عذاب پانے والا

اگر ساری دنیا اور اس کی تمام آسائشوں کے برابر بھی دے کر چھوٹ سکے تو دے دے۔

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن کم ترین عذاب پانے والا وہ دوزخی ہو گا جس کو آگ کے دو جوتے پہنائے جائیں گے۔ جوتوں کی شدید گرمی کے باعث اس کا دماغ کھولتا ہو گا۔ اب جس پر کم ترین عذاب ہے، اسے ہی دیکھ لو کہ کس قدر شدید محسوس ہو رہا ہے اور اس سے عبرت حاصل کرو۔

اگر اب بھی دوزخ کے عذاب کی شدت میں کچھ شبہ ہو تو اپنی انگلی آگ کے قریب کرو اور سمجھ لو، مگر یہ بھی یاد رکھو کہ تمہارا (آگ کے اندر انگلی کر کے) اندازہ لگانا بھی غلط ہو گا' اس لیے کہ دنیا کی آگ کا دوزخ کی آگ سے کوئی مقابلہ نہیں اور اگر دنیا کی آگ شدید ترین سزا ہے، تو دوزخ کے عذاب کا کیا ٹھکانہ ہو گا، بلکہ اگر دوزخیوں کو دنیا جیسی آگ نظر آئے تو وہ دوزخ کی آگ سے بھاگ کر اس میں چھلانگ لگا دیں۔ اس لیے بعض روایات میں بطورِ نصیحت آتا ہے کہ دنیا کی آگ کو رحمت کے ستر پانیوں سے دھویا گیا، تب جا کر اہلِ دنیا کو اس کی برداشت ہوئی (کہ آگ سے ذرا ہٹ کر بیٹھ ہی سکیں) دوزخ کی آگ کے بارے میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صراحت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ ایک ہزار سال آگ بھڑکائی گئی۔ آخر وہ سرخ ہو گئی۔ پھر ایک ہزار سال تک مزید بھڑکائی آخر کار وہ سفید ہو گئی، پھر ایک ہزار سال تک بھڑکائی، آخر کار وہ سیاہ ہو گئی۔ اب یہ سیاہ اندھیر ہے۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جہنم کی آگ نے اپنے رب کے پاس فریاد کی: اے رب تعالیٰ! میرے بعض حصہ نے بعض کو کھا لیا (یعنی شدید حرارت ہے۔) اللہ تعالیٰ نے اسے اجازت دی کہ دو سانس لے لے۔ ایک سردی میں، ایک گرمی میں۔ چنانچہ گرما میں جو تم شدید حرارت محسوس کرتے ہو، وہ اسی سے ہے اور سرما میں جو شدید سردی محسوس کرتے ہو تو وہ اس کے زمہریر (شدید سردی) سے ہے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: دنیا کا وہ کافر لایا جائے گا، جس پر سب سے زیادہ انعامات ہوئے۔ حکم ہوگا، اسے آگ میں ایک ڈبکی دو، پھر پوچھا جائے گا: کیا تم نے کبھی آسائش دیکھی؟ وہ کہے گا نہیں! اور ایک (مسلمان) دنیا میں سب سے زیادہ تکالیف اٹھانے والا لایا جائے گا۔ حکم ہوگا، اسے جنت میں ایک غوطہ لگواؤ، پھر اسے پوچھا جائے گا: کیا تم نے کبھی کوئی دُکھ دیکھا؟ وہ کہے گا: نہیں!

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا فرمان ہے: اگر مسجد میں ایک لاکھ یا اس سے زیادہ آدمی بھی ہوں، پھر ایک دوزخی آدمی سانس لے، تو سب مر جائیں۔

ایک بزرگ نے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان تَلْفَحُ وُجُوْهَهُمُ النَّارُ (آگ اُن کے چہروں کو جُھلستی ہوگی) کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا: ان کو ایک بار آگ جُھلسے گی، تو ان کی ہڈیوں کا سارا گوشت ایڑیوں پر گر جائے گا۔ پھر اس کے بعد اس بدبودار پیپ پر غور کرو، جو اُن کے جسم سے نکلے گی جس میں وہ ڈوب ڈوب جائیں گے اس کو غساق کہا جاتا ہے۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ، فرماتے ہیں کہ جناب رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا: اگر دوزخ کی بدبودار پیپ کا ایک ڈول دنیا پر ڈال دیا جائے تو ساری زمین بدبودار ہو جائے۔ یہ تو پینے کی چیز کا حال ہے۔ جب پیاس کی شکایت کریں گے، تو انہیں گرم پیپ دیا جائے گا جسے گھونٹ گھونٹ پئیں گے اور (آسانی سے) نگل نہیں سکیں گے۔ ہر طرف سے موت آتی ہوگی، مگر مریں گے نہیں۔

وَإِنْ يَّسْتَغِيْثُوْا يُغَاثُوْا بِمَاءٍ كَالْمُهْلِ يَشْوِي الْوُجُوْهَ ۚ بِئْسَ الشَّرَابُ ۚ وَسَاءَتْ مُرْتَفَقًا ۝

(اور اگر وہ فریاد کریں، تو انہیں فریاد پہنچے گی، تانبے کی طرح پگھلے ہوئے گرم پانی کے ساتھ جو مونہوں کو جھلس دے، بُرا ہے پینا اور وہ بُری ہے آگ فائدہ اٹھانے میں)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا قول ہے : اگر زقوم (دوزخ کے تھوہر) کا ایک قطرہ دنیا کے سمندروں میں ڈال دیا جائے، تو دنیا والوں کی زندگی برباد ہو جائے۔ اب کھانا کس قدر مصیبت ہوگی؟

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے تمہیں جس چیز کی ترغیب دی، اس میں رغبت رکھو اور جس عذاب، سزا اور جہنم سے ڈرایا، اس سے ڈرو، اس لیے کہ اگر جنت کا ایک قطرہ تمہاری اس دنیا میں آجائے جس میں تم ہو تو یہ معطر اور خوشبودار ہو جائے اور اگر دوزخ کا ایک قطرہ تمہاری اس دنیا میں گر جائے جس میں تم ہو تو یہ تمہارے اوپر زندگی خراب کر دے۔

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دوزخیوں پر اس قدر بھوک طاری کی جائے گی کہ وہ بھی عذاب کی طرح ہوگی، وہ کھانا مانگیں گے، تو انہیں گلے میں پھنس جانے والا کھانا دیا جائے گا۔ پھر وہ پانی مانگیں گے، تو ان کو گرم پانی لوہے کی سلاخوں پر دیا جائے گا۔ جب ان کا منہ قریب ہوگا، تو ان کے منہ جھلس جائیں گے۔ جب یہ گرم پانی ان کے پیٹ میں پہنچے گا، تو ان کے پیٹ کٹ جائیں گے، تو دوزخی کہیں گے: جہنم کے داروغہ کو بلاؤ، پھر وہ داروغہ جہنم کو کہیں گے: تم اپنے رب سے (ہماری طرف سے) درخواست کرو کہ کسی روز ہم سے عذاب کم کر دے۔ فرشتے جواب دیں گے: کیا تمہارے پاس رسول مقبول (صلی اللہ علیہ وسلم) معجزات لے کر نہیں آئے؟ وہ کہیں گے: ہاں! فرشتے کہیں گے: پھر پکارو، کافروں کی پکار بے کار جائے گی۔ راوی بتاتے ہیں کہ پھر وہ کہیں گے: چلو مالک دوزخ کو بلاؤ۔ وہ پکاریں گے اور کہیں گے: اے مالک! (ہماری درخواست ہے کہ) تیرا رب ہماری زندگی ختم کر دے۔ راوی بتاتے ہیں کہ جواب ملے گا کہ تم باقی رہو گے۔ حضرت اعمش فرماتے ہیں کہ ان کی پکار اور مالک کے جواب میں ایک ہزار سال کا فاصلہ ہوگا۔

کھانے کا اندازہ لگائیے۔ یہ تھوہر ہوگا، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

ثُمَّ اِنَّكُمْ اَيُّهَا الضَّآلُّوْنَ الْمُكَذِّبُوْنَ لَاٰكِلُوْنَ مِنْ شَجَرٍ مِّنْ زَقُّوْمٍ فَمَالِئُوْنَ مِنْهَا الْبُطُوْنَ ۝ فَشٰرِبُوْنَ عَلَيْهِ مِنَ الْحَمِيْمِ ۝ فَشٰرِبُوْنَ شُرْبَ الْهِيْمِ ۝

(پھر بیشک اے گمراہو، جھٹلانے والو، البتہ تم تھوہر کے درخت سے کھانے والے ہو، پھر اس سے پیٹ بھرنے والے ہو، پھر اس کے اوپر گرم پانی پینے والے ہو، پھر پیاسے اونٹوں کے پینے کی طرح پینے والے ہو)

ایک اور جگہ فرمایا:

اِنَّهَا شَجَرَةٌ تَخْرُجُ فِيْٓ اَصْلِ الْجَحِيْمِ طَلْعُهَا كَاَنَّهٗ رُءُوْسُ الشَّيٰطِيْنِ ۝ فَاِنَّهُمْ لَاٰكِلُوْنَ مِنْهَا الْبُطُوْنَ ۝ ثُمَّ اِنَّ لَهُمْ عَلَيْهَا لَشَوْبًا مِّنْ حَمِيْمٍ ۝ ثُمَّ اِنَّ مَرْجِعَهُمْ لَاِلَى الْجَحِيْمِ ۝

(بے شک وہ ایک درخت ہے، جو دوزخ کی جڑ میں سے نکلے گا، اس کا سر گویا سانپوں کے سر ہیں، پس بیشک وہ اس میں سے کھانے والے ہیں، پھر اس سے وہ پیٹوں کو بھرنے والے ہیں، پھر ان کو (پیپ ملا کر) کھولتا ہوا پانی دیا جائے گا، پھر بیشک انہیں دوزخ کی طرف لوٹنا ہے)

اور فرمایا:

تَصْلٰى نَارًا حَامِيَةً تُسْقٰى مِنْ عَيْنٍ اٰنِيَةٍ ۔

(داخل ہوں گے جلتی آگ میں، کھولتے ہوئے چشمے سے پلائے جائیں گے)

نیز فرمایا:

اِنَّ لَدَيْنَآ اَنْكَالًا وَّجَحِيْمًا ۝ وَّطَعَامًا ذَا غُصَّةٍ وَّعَذَابًا اَلِيْمًا ۝

(بیشک ہمارے پاس بیڑیاں اور آگ ہے اور گلے میں اٹکنے والا کھانا اور دردناک عذاب)

راوی بتاتے ہیں کہ وہ (مشورہ کرکے) کہیں گے: اے ہمارے رب! ہماری بدبختی ہم پر غالب آگئی اور ہم واقعی گمراہ قوم تھے۔ ہمیں اس سے نکال دے۔ اگر ہم دوبارہ (کفر) کریں، تو ہم ظالم ہیں۔ جواب ملے گا: اس میں ہمیشہ ذلیل رہو اور بات نہ کرو۔ اس وقت دوزخی لوگ ہر بھلائی سے ناامید ہو جائیں گے۔ اب وہ افسوس کرنے والے، واویلا مچانے اور چیخنے چلانے میں مصروف ہو جائیں گے۔

حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت کے بارے میں فرمایا:

وَيُسْقٰى مِنْ مَّآءٍ صَدِيْدٍ ۝ يَّتَجَرَّعُهٗ وَلَا يَكَادُ يُسِيْغُهٗ۔ (اور پلایا جائے گا پانی کہ وہ پیپ ہے، ایک گھونٹ پیئے گا اور گلے سے اتار نہیں سکے گا)

راوی کہتے ہیں کہ یہ (پیپ) اُن کے قریب کیا جائے گا، تو وہ اسے ناپسند کریں گے اور جب ان کے بالکل قریب کیا جائے گا، تو اُن کے سر کی کھال گر پڑے گی۔ جب ناچار پیئیں گے، تو اُن کی انتڑیاں کٹ جائیں گی اور وہ پیچھے سے نکل جائے گا۔

فرمانِ الٰہی ہے:

وَسُقُوْا مَآءً حَمِيْمًا فَقَطَّعَ اَمْعَآءَهُمْ۔ (اور اگر پانی پلائے جائیں گے، پس ان کی انتڑیوں کو کاٹ ڈالے گا)

اب دیکھئے کہ بھوک پیاس میں یہ ان کا کھانا پینا ہوگا۔ دوزخ کے سانپ، بچھو اُن کے زہر، اُن کی شدت وعظمت اور ان کی دہشت کا یہ حال ہوگا کہ جس پر مسلط ہوں گے۔ ایک لمحہ بھی ڈسنے اور کاٹنے سے نہیں رکیں گے۔

حضور سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دوزخ میں بختی لمبی گردن والے اونٹوں کی طرح سانپ ہوں گے جو ڈس لیں، تو چالیس سال تک ان کی جلن محسوس ہوتی رہے گی، اور اس میں خچر کے برابر بچھو ہوں گے۔ یہ ان پر مسلط ہوں گے کہ جن میں

دُنیا کے اندر بخل، بداخلاقی اور لوگوں کو ایذا رسانی کی عادت تھی اور جوان بُدعادات سے بچا، وہ ان سانپوں سے بھی محفوظ رہا۔

اس کے بعد دوزخیوں کے عظیم اجسام پر غور کرو، اللہ تعالیٰ طول و عرض میں ان کے اجسام بڑھا دے گا تاکہ اس کی وجہ سے عذاب زیادہ ہو، چنانچہ وہ ایک دم بدن کے ہر حصے پر آگ کے جھلسانے، سانپ، بچھو کے کاٹنے کی سزا پائیں گے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، نے روایت کیا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دوزخ میں کافر کی ڈاڑھ (اُحد پہاڑ) کے برابر ہوگی۔ اس کے چمڑے کی موٹائی تین دن کا سفر ہوگی۔ آپ نے فرمایا: اس کا نچلا ہونٹ سینے پر لٹک رہا ہوگا اور اوپر کا ہونٹ اوپر کی طرف سکڑ کر چہرے کو چھپاتا ہوگا۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن سجین میں کافر کی زبان گھسٹتی ہوگی اور لوگ اسے روندتے ہوں گے۔ اجسام بڑے ہونے کے ساتھ ساتھ آگ انہیں بار بار جلائے گی، اُن کے چمڑے اور گوشت نئے اگا دیے جائیں گے۔

حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ، نے اس آیت کے بارے میں فرمایا:

كُلَّمَا نَضِجَتْ جُلُودُهُمْ بَدَّلْنَاهُمْ جُلُودًا غَيْرَهَا۔ (جب کبھی ان کے چمڑے جل جائیں گے، تو بدل کر نئے چمڑے پیدا کر دیے جائینگے)

فرمایا: ہر روز آگ اُن کے چمڑے کو ستر ہزار بار جلائے گی۔ جب بھی جلیں گے، تو بدل کر نئے پیدا کر دیے جائیں گے، چنانچہ پہلے کی طرح پھر سزا شروع ہو جائے گی۔

دوزخیوں کی آہ و بکا اور چیخ و پکار کا یہ حال ہوگا کہ دوزخ میں شروع دن میں ان پر آہ و بکا طاری ہوگی۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس دن دوزخ لایا جائے گا، اس کی ستر ہزار لگامیں ہوں گی، ہر لگام کے ساتھ ستر ہزار فرشتے ہوں گے۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سے روایت کیا گیا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دوزخیوں پر گریہ طاری کر دیا جائے گا۔ آخر کار ان کی انتڑیاں کٹ جائیں گی، پھر وہ خون کے آنسو روئیں گے، یہاں تک کہ ان کے رخساروں میں خندقیں نکل آئیں گی۔ اگر ان میں کشتیاں چلائی جائیں، تو چل سکیں اور جب تک آہ و بکا اور چیخ و پکار کی اجازت ہوگی، تب تک انہیں کچھ نہ کچھ آرام ملے گا، مگر آخر میں اس کی بھی ممانعت ہو جائے گی۔

محمد بن کعب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: دوزخی پانچ بار دُعا کریں گے۔ اللہ تعالیٰ چار بار جواب دے گا۔ پانچویں بار دُعا ہوگی، تو اس کے بعد کبھی بھی بات نہیں کر سکیں گے۔

وہ کہیں گے:

قَالُوْا رَبَّنَآ اَمَتَّنَا اثْنَتَيْنِ وَاَحْيَيْتَنَا اثْنَتَيْنِ فَاعْتَرَفْنَا بِذُنُوْبِنَا فَهَلْ اِلٰى خُرُوْجٍ مِّنْ سَبِيْلٍ ○

(المؤمن - ۱۱)

(وہ کہیں گے اے ہمارے رب! تو نے ہمیں دو بار مارا اور دو بار زندہ کیا، پس ہم نے اپنے گناہوں کا اقرار کیا، پس کیا نکلنے کی کوئی راہ ہے؟)

تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا:

ذٰلِكُمْ بِاَنَّهٗٓ اِذَا دُعِيَ اللّٰهُ وَحْدَهٗ كَفَرْتُمْ وَاِنْ يُّشْرَكْ بِهٖ تُؤْمِنُوْا فَالْحُكْمُ لِلّٰهِ الْعَلِيِّ الْكَبِيْرِ ○

(المؤمن - ۱۲)

(یہ اس لیے ہے کہ جب تنہا اللہ تعالیٰ کو پکارا جاتا تھا، تم کفر کرتے تھے اور اگر اس کے ساتھ شریک لایا جاتا تو اقرار کرتے تھے پس حکم اللہ بزرگ بڑے کے لیے ہے)

پھر دوزخی کہیں گے:

رَبَّنَآ اَبْصَرْنَا وَسَمِعْنَا فَارْجِعْنَا نَعْمَلْ صَالِحًا (السجدہ - ۱۲)

(اے ہمارے رب! ہم نے دیکھا اور سُنا، پھر ہمیں لوٹا کہ ہم اچھے عمل کریں)

اللہ تعالیٰ جواب دے گا:

اَوَلَمْ تَکُوْنُوْٓا اَقْسَمْتُمْ مِّنْ قَبْلُ مَا لَکُمْ مِّنْ زَوَالٍ ۝ (ابراھیم ۴۴)

(کیا تم اس سے پہلے قسم نہیں کھاتے تھے کہ تمہارے لیے کچھ زوال نہیں)

پھر دُعا کریں گے:

رَبَّنَآ اَخْرِجْنَا نَعْمَلْ صَالِحًا غَیْرَ الَّذِیْ کُنَّا نَعْمَلُ ط

(اے ہمارے رب! ہمیں نکال، ہم اچھے عمل کریں، ان کے علاوہ جو ہم عمل کرتے تھے)

اللہ تعالیٰ جواب دے گا:

اَوَلَمْ نُعَمِّرْکُمْ مَّا یَتَذَکَّرُ فِیْہِ مَنْ تَذَکَّرَ وَجَآءَکُمُ النَّذِیْرُ ط فَذُوْقُوْا فَمَا لِلظّٰلِمِیْنَ مِنْ نَّصِیْرٍ ۝

(فاطر-۲۷)

(کیا ہم نے تمہیں اس قدر عمر نہیں دی تھی کہ اس میں نصیحت پکڑے جو نصیحت پکڑتا ہے اور تمہارے پاس ڈرانے والا آیا تھا پس چکھو، پس ظالموں کے لیے کوئی مددگار نہیں ہے)

پھر وہ کہیں گے:

رَبَّنَا غَلَبَتْ عَلَیْنَا شِقْوَتُنَا وَکُنَّا قَوْمًا ضَآلِّیْنَ ۝

(اے ہمارے رب! ہم پر بدبختی غالب آئی اور ہم گمراہ قوم تھے)

رَبَّنَآ اَخْرِجْنَا مِنْھَا فَاِنْ عُدْنَا فَاِنَّا ظٰلِمُوْنَ ۝ (المؤمنون ۱۰۶-۱)

(اے ہمارے رب! ہمیں اس سے نکال دے، پھر اگر ہم دوبارہ کریں، تو ہم ظالم ہیں)

اللہ تعالیٰ جواب دے گا:

قَالَ اخْسَئُوْا فِیْھَا وَلَا تُکَلِّمُوْنِ ۝

(المؤمنون ۱۰۸)

(کہے گا، دُور ہو جاؤ اس میں اور مجھ سے کلام نہ کرو)

اس کے بعد وہ کبھی کلام نہیں کر سکیں گے اور انہیں شدید تر عذاب ہوگا۔

حضرت مالک بن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا فرمان ہے کہ اس فرمانِ الٰہی کے بارے

ہیں زید بن اسلم نے فرمایا:

سَوَآءٌ عَلَيْنَآ اَجَزِعْنَآ اَمْ صَبَرْنَا (ہم پر برابر ہے کہ ہم واویلا کریں یا صبر کریں
مَالَنَا مِنْ مَّحِيْصٍ ۝ (ابراہیم۔ ۲۱) ہمارے لیے جائے فرار نہیں)

تو فرمایا: وہ ایک سو برس تک صبر کریں گے، پھر ایک سو برس چیخ و پکار کریں گے، پھر ایک سو برس تک صبر کریں گے، پھر کہیں گے:

سَوَآءٌ عَلَيْنَآ اَجَزِعْنَآ اَمْ صَبَرْنَا (ہم پر برابر ہے کہ ہم واویلا کریں یا صبر کریں
مَالَنَا مِنْ مَّحِيْصٍ ۝ (ابراہیم۔ ۲۱) ہمارے لیے جائے فرار نہیں)

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن موت کو حاضر کیا جائے گا گویا وہ سیاہ و سفید مینڈھا ہو، پھر جنت اور دوزخ کے درمیان اسے ذبح کر دیا جائے گا اور کہا جائے گا: اے جنتیو! ہمیشہ رہو گے، موت نہیں ہو گی! اور اے دوزخیو ہمیشہ رہو گے اور موت نہیں ہو گی۔

حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: دوزخ سے ایک آدمی ہزار سال کے بعد نکلے گا۔ فرمایا: کاش! میں ہی وہ آدمی ہوتا۔ (یعنی خوفِ خدا کا یہ حال ہے)

حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک کونے میں بیٹھے رو رہے ہیں۔ پوچھا گیا: آپ کیوں روتے ہیں؟ فرمایا: میں ڈرتا ہوں کہ کہیں دوزخ میں ڈال دیا جاؤں اور پھر میری پرواہ نہ ہو۔ (اللّٰھم احفظنا من النار)

یہ مختصر طور پر عذاب دوزخ کے اوصاف ذکر ہوئے، ورنہ اس کی تفصیلات اور عذاب و محن کا کچھ اندازہ نہیں۔ عذاب دوزخ کی شدت کے ساتھ ساتھ ایک مزید سزا یہ ہو گی کہ انہیں جنت چھن جانے، اللہ تعالیٰ کی زیارت نصیب نہ ہونے اور اس کی رضا نہ ملنے کا افسوس ہو گا۔ ان بدنصیبوں نے چند کھوٹے سکوں کے عوض یہ نعمتیں بیچ دیں، یعنی چند گنتی کے دنوں میں دنیا کی حقیر شہوات کے بدلہ میں سب کچھ لٹا دیا، حالانکہ دنیا ہی

انعامات پر سکون بھی نہ تھے۔ عام طور پر غصہ و غم کی آمیزش ہوتی۔ اس لیے یہ لوگ قیامت کو کہیں گے: ہائے افسوس! ہم نے اپنے رب کی نافرمانی کر کے اپنے آپ کو برباد کیا۔ ہم نے چند دن تک صبر نہ کیا؛ اگر ہم صبر کرتے، تو بھی ہمارے دن کٹ جاتے اور ہم اپنے رب تعالیٰ کے پاس نعمتوں اور رضا میں رہتے۔

افسوس! ان لوگوں پر کہ جو رہ گیا، وہ رہ گیا، ابتلا کی آفت آئی۔ اب ان کے پاس دنیاوی لذات و انعامات میں سے کچھ باقی نہیں اور اگر یہ لوگ جنت کے انعامات نہ دیکھتے تو بھی ان کا افسوس اس شدت کا نہ ہوتا، مگر وہ تو انہیں دکھائے جاتے ہیں۔

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن کچھ لوگ دوزخ سے نکال کر جنت کی طرف لائے جائیں گے۔ جب وہ اس کے قریب ہوں گے، اس کی خوشبو سونگھیں گے اور اس کے تمام محلات اور تمام انعامات پر نظر پڑے گی جو اللہ تعالیٰ نے جنتیوں کے لیے تیار کیے ہیں، تو آواز آئے گی، ادھر سے ہٹ جاؤ، تمہارا اس میں کوئی حصہ نہیں۔ اب وہ اس قدر افسوس کرتے ہوئے واپس آئیں گے کہ پہلوں اور پچھلوں نے اس قدر افسوس نہ کیا ہوگا اور کہیں گے: اے ہمارے رب! اپنے اولیاء کے لیے یہ ثواب اور انعامات جو تو نے تیار کیے ہیں، اگر تو ہمیں یہ دکھائے بغیر دوزخ میں بھیج دیتا، تو ہم پر اس سے زیادہ آسان ہوتا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: یہ میں نے اس لیے چاہا کہ جب تم تنہا ہوتے تھے، تو بڑے بڑے گناہ کر کے میرا مقابلہ کرتے۔ جب لوگوں سے ملتے تو انکساری لیے ہوتے۔ تم دلوں سے جو کچھ میرے سامنے پیش کرتے، وہ اور ہوتا اور لوگوں کے سامنے (پرہیزگاری) کا دکھاوا کرتے۔ تم لوگوں سے ڈرے، مگر مجھ سے نہ ڈرے۔ تم نے لوگوں کی تعظیم کی، مگر میری تعظیم نہ کی۔ تم نے لوگوں کی خاطر (برائی) کو چھوڑا، مگر میری خاطر نہیں چھوڑا۔ آج میں تمہیں دائمی ثواب سے محروم کرنے کے علاوہ دردناک عذاب دوں گا۔

احمد بن حرب رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان ہے: ہم میں سے ہر آدمی دھوپ پر سائے کو

ترجیح دیتا ہے، مگر افسوس، وہ جنت کو دوزخ پر ترجیح نہیں دیتا۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا فرمان ہے: کتنے ہی تندرست اجسام خوبصورت چہرے اور شیریں کلام زبانیں دوزخ میں جا کر چیخ رہی ہیں۔

حضرت داؤد علیہ السلام نے دُعا کی: اے اللہ! مجھے تیرے سورج کی گرمی پر صبر نہیں، تو تیرے دوزخ کی گرمی پر صبر کیسے ہو سکتا ہے؟ مجھے تیری رحمت کی آواز پر صبر نہیں لہ تیرے دوزخ کے عذاب پر کس طرح صبر کر سکتا ہوں۔

اے انسان! یہ حالات ہیں، اب تو دیکھ لے۔ اللہ تعالیٰ نے آگ مخصوص صفات (گرمی، جلانا) کے ساتھ پیدا کی اور آگ میں جانے والے پیدا کیے نہ کم ہوں گے نہ زیادہ۔ یہ ایک ایسا امر ہے جو ہو چکا اور اس سے فارغ بھی ہو گیا۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَاَنْذِرْھُمْ یَوْمَ الْحَسْرَةِ اِذْ قُضِیَ الْاَمْرُ وَھُمْ فِیْ غَفْلَةٍ وَّھُمْ لَا یُؤْمِنُوْنَ۔ (مریم - ۳۹)	(اور ان کو حسرت کے دن سے ڈراؤ، جس وقت کام مقرر کیا جائے گا (فیصلہ ہوگا) اور وہ غفلت میں ہیں اور ایمان لانے والے نہیں)

اس میں قیامت کے دن بلکہ ازل الازل کی جانب اشارہ ہے، مگر سابقہ قضاؤ قدر کو قیامت کے دن ظاہر کیا۔

اے انسان! تعجب ہے، تو ہنس رہا ہے کھیل رہا ہے، دنیا کے حقیر کاموں میں مشغول ہے، مگر نہیں جانتا کہ تیرے حق کیا فیصلہ ہو چکا۔ اگر تم یہ کہو کہ کاش میں جان لیتا

لہ دنیا میں نیک بندوں پر امراض، قید و بند اور دوسری تکالیف آتی ہیں، وہ صبر کرتے ہیں۔ اور ان کے درجات بڑھ جاتے ہیں۔ مراد یہ ہے کہ ایسے امراض و آفات اور مصائب و آلام پر صبر مشکل ہے، تو دوزخ پر صبر کیسے ہو سکتا ہے۔ (مترجم)

کہ میں کہاں جاؤں گا؟ میرا انجام کیا ہے؟ میرے حق میں کیا فیصلہ ہوا ہے؟ تو اس کا طریقہ جس سے تو کچھ امید رکھے اور انس حاصل کرے۔ یہ ہے کہ تو اپنے احوال و اعمال کو دیکھ لے، اس لیے کہ ہر آدمی کو وہی آسان ہے جس کے لیے وہ پیدا ہوا۔ اگر تیرے لیے بھلائی کی راہ آسان ہے، تو خوش ہو جا کہ تو دوزخ سے دُور ہے اور اگر تو بھلائی کی طرف نہیں جاتا سوائے اس کے کہ تجھے جکڑ لے جائیں اور تو نیکی کو دُور دُور ہٹاتا ہے اور برائی کی جانب ہی دوڑتا ہے اور بُرائی کے اسباب تیرے لیے آسان ہو رہے ہیں، تو جان لے کہ تیرے خلاف فیصلہ ہو چکا۔ اس لیے کہ یہ حالت خطرناک انجام کی نشان دہی کرتی ہے جیسا کہ بارش نباتات کی اور دھواں آگ کی نشان دہی کرتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

اِنَّ الْاَبْرَارَ لَفِیْ نَعِیْمٍ وَ اِنَّ الْفُجَّارَ لَفِیْ جَحِیْمٍ ۝ (الانفطار۔ ۱۳-۱۴)	(بے شک نیک کام کرنے والے نعمتوں میں ہیں اور بے شک بدکار دوزخ میں ہیں)

ان دو مندرجہ بالا آیات پر اپنا آپ پیش کرو، تم دارین (جنت و دوزخ) میں اپنا ٹھکانا معلوم کر لو گے۔ (واللہ اعلم)

باب ۴۰

عبادت کی فضیلت

یاد رہے کہ ساری بھلائی کا مرکز اللہ تعالیٰ کی عبادت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے متعدد آیاتِ کتاب اللہ میں عبادت کی ترغیب دی۔ تمام رسول اسی کام کے لیے بھیجے گئے، تاکہ لوگوں کو نفسانی ظلمتوں سے نکال کر معرفتِ الٰہی کے انوار کی طرف لے جائیں اور مقامِ نعمت (جنت) سے فائدہ اٹھائیں جو ہر پرہیزگار کے لیے تیار ہوا (وہ انعامات) کہ جو نہ کسی آنکھ نے دیکھے اور نہ کسی کان نے سنے اور نہ کسی انسان کے دل پر آئے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ انسان کو بیکار پیدا نہیں کیا گیا، بلکہ اس لیے پیدا کیا تاکہ بدعملی پر سزا دے اور نیک کام کرنے والے کو ثواب دے۔ اور واقعہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ لوگوں کی عبادت سے بے نیاز ہے، لوگوں کی نافرمانی اس کے لیے نقصان دہ نہیں اور نہ ہی اس کے کمالات میں (کسی کی نافرمانی سے) کمی ہو سکتی ہے۔ اگر (جن و انس) اکڑ جائیں، تو اللہ تعالیٰ کے پاس (بے شمار ملائکہ وغیرہ) ہیں جو دن رات اس کی تسبیح کرتے ہیں اور وہ اکتاتے نہیں۔ جس نے نیک کام کیا، اس نے اپنے لیے کیا اور جس نے برائی کی، وہ اس پر پڑے گی۔ اللہ تعالیٰ بے نیاز ہے اور تم اس کے محتاج ہو۔

حیرت کی بات یہ ہے کہ ہم میں سے ہر آدمی جب غلام خریدتا ہے تو چاہتا ہے کہ وہ ہر وقت اس کی خدمت کرتا رہے، ٹھیک ٹھاک ہو، تابعداری کرے۔ اگر ایسا نہ ہو تو فانی اور کم مال بھی خرچ نہیں کرتے۔ معمولی لغزش پر غضب ناک ہو جاتے ہیں اور بسا اوقات اسے مارتے پیٹتے یا فروخت ہی کر ڈالتے ہیں۔ اب ہمیں کیا ہے؟ کہ ہم اپنے مولائے کریم کی اطاعت نہیں کرتے جس نے ہمیں پیدا کیا اور ہمیں (خوبصورت شکل میں) ہموار کیا ہم

بارش کی طرح بے اندازہ گناہوں میں مبتلا ہیں، اس کے باوجود وہ مولائے کریم اپنی نعمتیں اور تعاون بند نہیں کرتا۔ اگر اس کے انعامات نہ ہوں تو ختم ہو جائیں، حالانکہ وہ ہماری ایک لغزش پر بھی ہمیں پکڑ سکتا ہے۔ مگر مہلت دیتا ہے، شاید ہم توبہ کرلیں، وہ توبہ قبول کرلیتا ہے، گناہ بخشتا اور پردہ پوشی کرتا ہے، اس کو دیکھ کر ہر عقلمند خوب سمجھتا ہے کہ اطاعت کا سب سے زیادہ مستحق کون ہے؟ انسان کو چاہیئے کہ اس کی طرف آئے اور اس کی جانب دھیان رکھے۔ اگر غلطی ہو جائے تو توبہ کرے۔ اپنے خالق کی طرف توجہ کرے، اس کی رحمت سے ناامید نہ ہو، اس کی نعمتوں کا شکر ادا کرکے اس کی محبت پیدا کرے اور ہمیشہ اطاعت پر عمل پیرا رہے۔ شاید وقت آئے کہ اللہ تعالیٰ اسے محبین میں لکھ لے۔ پھر اس پر موت آئے گی اور وہ اپنے مولا کریم کا مشتاق ہوگا اور مولا کریم اس سے زیادہ مشتاق ملاقات ہوگا۔

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ، نے حضرت کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سے کہا: مجھے تورات کی خاص آیت بتائیے۔ انہوں نے بتایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: نیک لوگوں کا میری ملاقات کے لیے شوق طویل ہوا اور میں ان کی ملاقات کے لیے زیادہ مشتاق ہوں۔ انہوں نے بتایا کہ اس کی ایک جانب لکھا ہے: جس نے مجھے تلاش کیا، اس نے پالیا اور جب اس نے میرے سوا طلب کیا، اس نے مجھے نہیں پایا۔

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ، نے فرمایا: میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اسی طرح فرماتے سنا:

حضرت داؤد علیہ السلام کے واقعات میں سے ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے داؤد! میرے اہلِ زمین کو بتادو کہ جو مجھ سے محبت کرے، میں اس کا حبیب ہوں اور جو میری ہم نشینی کرے، میں اس کا ہم نشین ہوں جو میرے ذکر میں مانوس ہو، میں اس کا انیس ہوں جو میری مصاحبت کرے، میں اس کے ساتھ ہوں۔ جو مجھے چن لے میں اسے چُننے

والا ہوں، جو میری اطاعت کرے، میں اس کی دُعا قبول کرنے والا ہوں جو بندہ بھی قلبی یقین رکھتے ہوئے مجھ سے محبت کرے، میں اسے اپنے لیے قبول کر لیتا ہوں (اپنا بنا لیتا ہوں)

میری مخلوق میں کوئی اس سے آگے نہیں بڑھتا جس نے مجھے حق کے ساتھ تلاش کیا، اس نے مجھے پا لیا اور جس نے میرے سوا کسی کو طلب کیا، اس نے مجھے نہ پایا، اس لیے اے اہلِ زمین سارا فریب ختم کر دو اور میرے کرم، مصاحبت اور مجلس کی طرف آؤ۔ میرے ساتھ مانوس رہو۔ میں تمہارا انیس ہوں گا اور تیزی سے محبت کروں گا، اس لیے کہ میں نے اپنے محبوبین کی مٹی اپنے خلیل ابراہیم علیہ السلام، مناجات کرنے والے موسیٰ علیہ السلام، اپنے منتخب حبیب حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی مٹی سے پیدا کی اور اپنے عشاق کے دل اپنے نور سے پیدا کیے اور ان کی نعمت میری عظمت کے ساتھ ہے۔

بعض سلف سے مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ایک صدیق کی طرف الہام کیا کہ میرے بعض بندے ایسے ہیں جو مجھ سے محبت کرتے ہیں اور میں ان سے محبت کرتا ہوں، وہ میرے مشتاق ہیں اور میں ان کا مشتاق ہوں، وہ میری یاد کرتے ہیں، میں ان کو یاد کرتا ہوں، وہ میری طرف دیکھتے ہیں، میں ان پر نظر فرماتا ہوں۔ اگر تو ان کی راہ پر چلا تو تجھ سے محبت کروں گا اور اگر ان سے اعراض کیا، تو تجھ پر ناراض ہو جاؤں گا۔ عرض کیا: اے رب تعالیٰ! ان کی کیا علامت ہے؟ فرمایا: وہ دن کو سایہ کا اس طرح دھیان رکھتے ہیں جیسا کہ ایک مہربان چرواہا اپنی بکریوں کا دھیان رکھتا ہے اور غروب آفتاب کی طرف اس طرح مائل ہیں جیسا کہ غروب کے وقت پرندہ اپنے گھونسلے کی طرف لپکتا ہے۔ جب رات آتی ہے، اندھیرا چھا جاتا ہے، چارپائیاں بچھا دی جاتی ہیں، بستر لگ جاتے ہیں اور دوست دوست کے ساتھ خلوت پذیر ہوتے ہیں، تو میری خاطر قدم گاڑ لیتے ہیں (یعنی نماز میں کھڑے ہو جاتے ہیں) اپنے چہرے میرے سامنے بچھا دیتے ہیں اور میرے ساتھ مناجات

کرتے ہیں اور میرے انعام کے لیے میرے سامنے گڑگڑاتے ہیں، کچھ چیخنے والے اور رونے والے ہیں، کچھ آہیں بھرنے والے اور فریاد کرنے والے ہیں، کچھ کھڑے اور بیٹھے ہیں۔ کچھ رکوع و سجود میں ہیں میری محبت کی وجہ سے جو فریاد کرتے ہیں، میں سنتا ہوں۔ سب سے پہلے میں ان کو تین چیزیں عطا کرتا ہوں:

۱۔ ان کے دلوں میں اپنا نور ڈال دیتا ہوں، وہ مجھ سے (علوم و فنون) بتاتے ہیں جو میں ان کے بارے میں بتاتا ہوں۔ ۲۔ اگر ان کے میزان میں آسمان و زمین اور ان کی ہر چیز ہو تو بھی میں ان کی خاطر کم سمجھتا ہوں (یعنی زیادہ عطا کرنا چاہتا ہوں)۔ ۳۔ میں ان کی طرف اپنا رُخ کرتا ہوں اور تم یہ سمجھتے ہو کہ جس کی طرف میں نے رُخ فرمایا؛ وہ ان باتوں کو جانتا ہے جو میں (دوسروں سے) چھپانا چاہتا ہوں۔

حضرت داؤد علیہ السلام کے واقعات میں آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف وحی فرمائی: اے داؤد! کب تک تم جنت مانگتے رہو گے اور میرا عشق نہیں مانگو گے؟ عرض کیا: اے رب تعالیٰ! تیرے عاشق کون ہیں؟ فرمایا: میرے عاشق وہ ہیں کہ جن کو میں نے ہر مشقت سے پاک کر دیا، انہیں انتباہ کے ساتھ آگاہ کر دیا۔ ان کے دلوں کو ہر طرف سے ہٹا کر اپنی طرف لگا دیا، وہ مجھے دیکھتے ہیں، میں ان کے دلوں کو اپنے ہاتھ میں اٹھاتے ہوتے ہوں۔ انہیں اپنے آسمان پر رکھتا ہوں (یعنی ان کا دھیان ہر وقت آسمان کی طرف یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف رہتا ہے) پھر میں اپنے منتخب فرشتوں کو بلاتا ہوں، جب وہ جمع ہو جاتے ہیں اور مجھے سجدہ کرتے ہیں، تو میں انہیں کہتا ہوں کہ میں نے تمہیں سجدے کے لیے نہیں بلایا، بلکہ اس لیے بلایا ہے کہ تمہارے سامنے اپنے عشاق کا دل پیش کر کے تم پر ان کے باعث فخر کروں کہ یہ میرے عشاق ہیں۔ ان کے دل میرے آسمان میں فرشتوں کے سامنے اس طرح روشن ہوں گے جس طرح اہلِ زمین کے لیے سورج روشن ہے۔

اے داؤد! میں نے اپنے عشاق کے دل اپنی رضا سے پیدا کیے، ان کی نعمت میرے رُخ

کے نور سے ہے۔ میں نے انہیں اپنے لیے باتیں کرنے کے لیے چن لیا۔ ان کے اجسام کو زمین نے اپنے مقامِ نگاہ پر کر دیا، ان کے لیے ایسی راہ مقرر کر دی کہ وہ اس کے ذریعے میری طرف نظر کناں ہیں۔ ہر روز ان کا شوق بڑھ رہا ہے۔ حضرت داؤد علیہ السلام نے عرض کیا: اے رب تعالیٰ! مجھے اہلِ محبت دکھایئے۔ فرمایا: اے داؤد! لبنان کے فلاں پہاڑ پر جاؤ اس میں چودہ آدمی ایسے ہیں جن میں جوان بوڑھے اور ادھیڑ عمر والے ہیں، جب تم ان کے پاس جاؤ تو میری طرف سے ان کو سلام کہو اور انہیں کہو کہ تمہارا رب تمہیں سلام فرماتا ہے اور تمہیں فرماتا ہے کہ تم کسی حاجت کا سوال کیوں نہیں کرتے، اس لیے کہ تم میرے محبوب ہو، میرے خاص ہو، میرے ولی ہو، میں تمہاری خوشی پر خوش ہوتا ہوں، تمہاری محبت تیزی سے کرتا ہوں۔ حضرت داؤد علیہ السلام ان کی طرف آئے، انہیں ایک چشمے کے پاس پایا۔ وہ اللہ تعالیٰ کی عظمت میں غور و فکر کر رہے تھے۔ جب انہوں نے حضرت داؤد علیہ السلام کو دیکھا تو اٹھے تاکہ اِدھر اُدھر چلے جائیں۔ حضرت داؤد علیہ السلام نے فرمایا: میں تمہاری طرف اللہ کا رسول ہوں، اپنے رب کا پیغام تمہیں پہنچانے کے لیے آیا ہوں۔ وہ آپ کے پاس حاضر ہوئے اور انہوں نے کان لگا لیے اور زمین پر نظریں جما دیں[1]۔

حضرت داؤد علیہ السلام نے فرمایا: میں اللہ کا رسول ہوں، تمہاری طرف آیا ہوں۔ تمہارا رب تم کو سلام فرماتا ہے اور یہ فرمایا ہے کہ تم مجھ سے کوئی حاجت کیوں نہیں مانگتے؟ تم مجھے (کسی ضرورت کے لیے) کیوں نہیں پکارتے؟ میں تمہاری آواز اور تمہارا کلام سنتا ہوں (یعنی قبول کروں گا)، تم میرے محبوب، میرے خاص بندے اور میرے اولیاء ہو، میں تمہاری

---

[1] ان کے دل میں ڈر پیدا ہوا کہ دیکھئے کیا حکم ہوتا ہے اور ادب کے ساتھ کھڑے ہو گئے۔ یہ ہے خوف و امید۔ کاش! موجودہ دور کے مسلمان بھی اسی طرح اعمالِ صالحہ پر عمل پیرا ہوتے ہوئے اپنے اندر کیفیت پیدا کریں، کیونکہ آجکل کے کئی نام نہاد مسلمان عبادت کرتے نہیں، فسق و فجور اور حرام خوری میں مبتلا رہتے ہیں اور بری سوسائٹی اپناتے ہیں اور امیدیں اس طرح باندھتے ہیں کہ جیسے جنت کا ٹھیکہ انہوں نے لے رکھا ہے (مترجم)

خوشی سے خوش ہوتا ہوں، تمہاری محبت میں تیزی دکھاتا ہوں، تمہاری طرف ہر گھڑی میں اس طرح نظر (رحمت) کرتا ہوں جیسے شفیق و نرم دل ماں اپنے بچے کو، دیکھتی ہے۔
بتاتے ہیں کہ ان کے رخساروں پر آنسو بہہ پڑے۔ ان میں سے ایک بوڑھے نے کہا: تو پاک ہے تو پاک ہے۔ ہم تیرے بندے ہیں، ہم تیرے بندے ہیں۔ ہمیں وہ (اوقاتِ نافرمانی) معاف کر دے جن میں ہم نے سابقہ زندگی میں تیرا ذکر نہیں کیا۔ دوسرے نے کہا: تو پاک پاک ہے، ہم تیرے بندے ہیں، ہم تیرے بندے ہیں، ہم پر ہمارے اور اپنے درمیان نظرِ کرم فرما دے۔ ایک اور نے کہا: تو پاک ہے تو پاک ہے، ہم تیرے بندے ہیں، ہم تیرے بندے ہیں۔ کیا ہم مانگنے کی جرأت کر سکتے ہیں، جبکہ تو جانتا ہے کہ ہمیں اپنے معاملات میں کوئی حاجت نہیں۔ ہمیں ہمیشہ اپنی طرف جانے والی راہ پر چلائے رکھ اور ہم پر (وصل الی اللہ) کا کامل احسان فرما۔ ایک اور نے کہا: ہم تیری رضا مانگنے میں بھی ناقص رہے ہیں، اپنے کرم سے ہماری مدد فرما۔ ایک اور نے کہا: نطفہ سے تو نے ہمیں پیدا کیا، اپنی عظمت میں غور کرنے کا احسان فرما۔ اب جو تیری عظمت میں مشغول ہو، تیرے جلال میں ہی غور کر رہا ہو، وہ دُعا کرنے کی جرأت کیسے کر سکتا ہے۔ ہمارا مطلوب تیرے نور کا قرب حاصل کرنا ہے۔ ایک اور نے کہا: تیری عظمت، تیری شان، تیرے اولیاء سے قرب اور اہلِ محبت پر تیرے کثیر احسان کے باعث ہماری زبانیں گنگ ہو چکی ہیں۔ ایک اور نے کہا: تو نے ہی ہمارے دلوں کو اپنی طرف رہنمائی بخشی۔ تو نے ہمیں اپنی یاد میں مصروفیت کے لیے فارغ کر دیا۔ تیرے شکر میں جو قصور ہوا، اسے معاف فرما دے۔ ایک نے کہا: تو ہماری حاجت سے خوب آگاہ ہے، صرف تیری طرف ایک نظر، غلام اپنے آقا کے سامنے کیسے جرأت کر سکتا ہے؟ جب تو نے اپنے کرم سے دُعا کا حکم دیا، تو ہمیں وہ نور عطا فرما کہ تہ در تہ ہم آسمانوں میں اندھیروں کے اندر راہ حاصل کر سکیں۔ ایک نے کہا: میں دُعا کرتا ہوں کہ تو ہم پر (نظرِ رحمت) فرما اور دائمی مصاحبت عطا فرما۔

ایک نے کہا: تو نے ہمیں جو عطا فرمایا ہے اور جو ہمیں فضیلت عطا کی ہے، ہم تجھ سے کامل نعمت کے طلب گار ہیں۔ ایک اور نے کہا: ہمیں تیری مخلوق کی حاجت نہیں، ہمیں اپنا دیدارِ جمال عطا فرما۔ ایک اور نے کہا: مجھے دنیا اور دنیا داروں کی طرف دیکھنے سے اندھا کر دے اور میرے دل کو آخرت میں ہی مصروف کر دے۔ ایک نے کہا: اے اللہ تبارک و تعالیٰ تو خوب آگاہ ہے کہ تو اپنے اولیاء سے محبت فرماتا ہے۔ ہم پر احسان فرما کہ ہمارا دل تیرے سوا ہر چیز سے بالکل ہٹ جائے۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام کی طرف وحی فرمائی کہ انہیں کہہ دو، میں نے تمہارا کلام سنا، جو تم پسند کرتے ہو، میں نے اسے قبول کیا، اس لیے تم میں سے ہر ایک، ایک دوسرے سے جُدا ہو جائے۔ ہر ایک اپنے لیے خلوت خانہ مقرر کر لے۔ میں اس کے اور اپنے درمیان سے حجاب کھولنے والا ہوں حتیٰ کہ تم میرے نور اور میرے جلال کی طرف دیکھو۔

حضرت داؤد علیہ السلام نے عرض کیا: اے رب تعالیٰ! یہ درجہ تجھ سے انہیں کیسے ملا؟ فرمایا: میرے ساتھ حسنِ ظن رکھنے، دُنیا اور اہلِ دُنیا سے علیحدگی اختیار کرنے، میرے ساتھ خلوت اختیار کرنے اور میرے سامنے مناجات کرنے سے انہیں یہ درجہ ملا۔ یہ درجہ اسے ہی مل سکتا ہے کہ جو دُنیا اور اہلِ دنیا کو مسترد کر دے اور دُنیا کے کسی معاملے میں مصروف نہ ہو۔ میرے لیے اپنا دل فارغ کر دے۔ ساری مخلوق کے مقابلے میں مجھے ہی (اپنا کارساز) چن لے۔

اب میں اس پر نوازشات کرتا ہوں، اس کا نفس (علائقِ دُنیا) سے فارغ کر دیتا ہوں۔ اپنے اور اس کے درمیان حجاب اٹھا دیتا ہوں۔ پھر وہ میری طرف اس طرح دیکھتے ہیں جیسے کوئی دیکھنے والا واقعی کسی چیز کو دیکھتا ہے۔ میں ہر گھڑی اسے عزت دیتا ہوں، اپنے نور کا قرب بخشتا ہوں۔ اگر وہ بیمار ہو جاتے تو مجھے اس کا خیال ہوتا ہے، جیسے مہربان ماں کو اپنے بچّے کا خیال ہوتا ہے۔ اگر وہ پیاسے ہوں، تو انہیں سیراب

کرتا ہوں اور اپنی یاد کی خوراک کھلاتا ہوں۔

اے داؤد! جب وہ یہ کرلیں، تو اُن کے دل، دُنیا اور دنیاداروں سے دور ہوجاتے ہیں، وہ انہیں بالکل نہیں چاہتے۔ میرے ذکر میں وہ ذرّہ بھر غفلت نہیں کرتے۔ وہ جلد میری طرف آنا چاہتے ہیں، مگر میں انہیں موت دینا پسند نہیں کرتا، اس لیے کہ وہ میری مخلوق میں میری نظروں میں ہیں۔ وہ میرے سوا کسی کو نہیں دیکھتے اور نہ ہی میں اُن کے سوا کسی پر نظر کرتا ہوں۔

اے داؤد! اگر تم دیکھو کہ اس کی جان پگھل گئی، اس کا بدن گھُل رہا ہے، اس کے اعضاء ٹوٹ رہے ہیں، اس کا دل اکھڑ رہا ہے۔ جب وہ میرا ذکر سنے، میں اس کی وجہ سے فرشتوں اور آسمان والوں پر فخر کرتا ہوں۔ اس میں میرا خوف اور میری عبادت بڑھتی جاتی ہے۔ اے داؤد! مجھے میری عزت اور جلال کی قسم! میں اسے ضرور ہی فردوس میں داخل کردوں گا اور اپنی طرف دیکھنے کا شرف عطا فرما کر اس کا دل ٹھنڈا کروں گا، حتیٰ کہ وہ خوش ہوجائے گا اور رضا سے بالاتر درجہ عطا کروں گا۔

حضرت داؤد علیہ السّلام کے واقعات میں سے مروی ہے: میری محبت کی طرف توجہ رکھنے والوں سے کہہ دو کہ جب میں اپنی مخلوق سے حجاب کروں اور میرے تیرے درمیان سے حجاب اٹھ جائے تو تمہیں کچھ نقصان نہ ہوگا، جبکہ تم اپنے دل کی نظروں سے مجھے دیکھو گے اور تمہیں تب بھی ضرر نہ ہوگا کہ جب میں تم سے دُنیا کو دُور کردوں گا، البتہ تمہارے لیے دین کو فراخ کردوں گا، جب تم میری رضا چاہو گے اور دنیا کو ناراض کرو گے، تب بھی تمہیں کچھ نقصان نہ ہوگا۔

حضرت داؤد علیہ السلام کے واقعات میں مذکور ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف وحی فرمائی کہ تم گمان رکھتے ہو کہ تم مجھ سے محبت رکھتے ہو، پس اپنے دل سے دنیا کی محبت باہر نکال دو، اس لیے کہ میری محبت اور دنیا کی محبت ایک دل میں کبھی جمع نہیں ہوتیں۔

اے داؤد! میرے حبیب کے ساتھ خلوص اختیار کر، اہلِ دنیا کے ساتھ محض اختلاط رکھ۔ دین صرف مجھ سے لے اور لوگوں سے اپنا دین نہ لے جو میری محبت کے مطابق تیرے سامنے آئے، اس سے وابستہ رہو اور جو مشتبہ ہو تو مجھ سے ہدایت لے۔ مجھ پر حق ہے کہ تیزی کے ساتھ تیری رہنمائی کروں اور تجھے دوست رکھوں اور تیرا قائد ہوں، تیرا رہنما ہوں، میں تجھے مانگے بغیر دوں گا اور مصائب میں تیری مدد کروں گا۔ میں نے قسم کھائی ہے کہ میں اسی بندے کو ثواب دوں گا جس میں طلب اور ارادۂ ملاقات دیکھ لوں گا، وہ خود میرے سامنے ہے۔ میرے بغیر اس کا کوئی چارہ کار نہیں۔ جب تم اس طرح ہو گے، تو تجھ سے وحشت اور رسوائی ختم کر دوں گا اور تیرے دل میں غنا ڈال دوں گا، اس لیے کہ میں نے قسم کھائی ہے کہ میرا بندہ اپنے نفس پر مطمئن نہیں ہو گا، بلکہ وہ کرنے والے کو دیکھ لے گا، اور میں اسے سپرد کر دوں گا۔ اشیاء کی نسبت میری طرف ہو گی اور یہ تیرے عمل کے الٹ نہیں ہوں گی کہ تو مشقت اٹھاتا رہے اور تیرا ساتھی مستفید نہ ہو۔ نیز میری معرفت کی حد اور انتہا نہیں ہے، جب بھی تو مجھ سے مانگے گا میں زیادہ دوں گا اور زیادہ کی بھی حد نہیں۔ پھر بنی اسرائیل کو بتا دو کہ میرے اور ان کے درمیان کوئی نسب کا تعلق نہیں، اس لیے انہیں چاہیئے کہ وہ خوب راغب ہوں۔ ان کے مطلوب میرے پاس ہیں، میں انہیں وہ دوں گا جو نہ کسی آنکھ نے دیکھا، نہ کان نے سنا اور نہ کسی انسان کے دل پر گزرا۔ مجھے نظروں کے سامنے رکھو، دل کی آنکھوں سے مجھے دیکھو، سر کی آنکھوں سے ان لوگوں کی طرف مت دیکھو کہ جن کی عقلوں پر پردہ ڈال دیا گیا۔ میں نے ان کی فضا کو اجر نہ دے کر خراب کر دیا۔ میں نے اپنی عزت وجلال کی قسم کھائی ہے کہ جو تجربہ کرنے کے لیے میری اطاعت کرے گا، میں اس بندے کے لیے ثواب کا دروازہ نہیں کھولوں گا۔

جس کو تو سکھائے اس کو اختیار دینا، تواضع ہے سالکین پر زیادتی مت کرو۔ اگر

اگر اہلِ محبت کو پتہ لگ جاتا کہ سالکین کا درجہ میرے ہاں کیا ہے، تو وہ ان کے لیے زمین بن جاتے جس پر وہ چلتے۔ اے داؤد! اگر تو کسی مرید (سالک) کو اس کی بے ہوشی سے نکالے، تو میں اسے مجاہد لکھ دیتا ہوں اور جس کو میں نے مجاہد لکھا اُس پر وحشت نہیں ہوگی اور نہ مخلوق کی طرف میلان رہے گا۔

اے داؤد! میری بات پر جم جا اور اپنے آپ سے اپنے لیے کچھ لے لے یہ نہ ہو کہ میں اپنی محبت تجھ سے حجاب میں کر ڈالوں۔ میرے بندے کو میری رحمت سے مایوس نہ کرنا، میری خاطر اپنی خواہش ختم کر دے، اس لیے کہ میں نے اپنی کمزور مخلوق کے لیے خواہشات مباح کر رکھی ہیں۔ اقویاء کا یہ کام نہیں کہ وہ خواہشات کے پیچھے پڑیں، اس لیے کہ خواہشات تو میرے ساتھ مناجات کی حلاوت کم کر دیتی ہیں۔ اقویاء کا ادنیٰ عتاب یہ ہے کہ ان کی عقلوں پر حجاب ڈال دوں، اس لیے کہ میں اپنے حبیب کے لیے دنیا کو پسند نہیں کرتا، بلکہ اس سے یہ واپس لے لیتا ہوں۔

اے داؤد! اپنے اور میرے درمیان ایسا آدمی نہ رکھو جو میری محبت کو ناپسند کر کے حجاب ڈال دے۔ یہ لوگ میرے مریدین (سالکین) بندوں کے خلاف ڈاکوؤں کا درجہ رکھتے ہیں۔ شہوات چھوڑنے کے لیے دائمی روزے کے ذریعے قوت حاصل کرو اور افطار میں نہ لگ جانا، اس لیے کہ روزے سے میری محبت دائمی روزہ رکھنے کی صورت میں ہے[1]۔

---

[1] یاد رہے کہ حضرت داؤد علیہ السّلام ایک دن روزہ رکھتے اور ایک دن افطار کرتے، اسے صوم داؤد علیہ السلام کہا جاتا ہے اور ہمیشہ روزہ رکھنے کی یہ شکل زیادہ پسندیدہ ہے۔ (مترجم)

باب ۴۱

شکر کا بیان

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ذکر کے ساتھ ساتھ شکر کو بیان فرمایا، البتہ یہ فرمایا:

وَلَذِكْرُ اللهِ اَكْبَرُ (العنکبوت ۴۵) (اور البتہ اللہ کا ذکر سب سے بڑا ہے)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

فَاذْكُرُوْنِىْ اَذْكُرْكُمْ وَاشْكُرُوْا لِىْ وَلَا تَكْفُرُوْنِ (البقرۃ-۱۵۲) (تم مجھے یاد کرو، میں تمہیں یاد رکھوں گا اور میرا شکر کرو، کفر (ناشکری) نہ کرو)

ایک اور جگہ فرمایا:

مَا يَفْعَلُ اللهُ بِعَذَابِكُمْ اِنْ شَكَرْتُمْ وَاٰمَنْتُمْ (النساء-۱۴۷) (اگر تم شکر کرو اور ایمان لاؤ، تو اللہ تعالیٰ تمہیں عذاب دے کر کیا کرے گا)

نیز فرمایا:

وَسَنَجْزِى الشّٰكِرِيْنَ (آل عمران ۱۴۵) (اور ہم جلد ہی شکر کرنے والوں کو اجر دیں گے)

اللہ تعالیٰ نے ابلیس ملعون کے حالات بیان کرتے ہوئے فرمایا:

لَاَقْعُدَنَّ لَهُمْ صِرَاطَكَ الْمُسْتَقِيْمَ۔ (الاعراف - ۱۶) (میں ضرور ان کے لیے تیری سیدھی راہ پر بیٹھوں گا۔

مخلوق کے بارے میں ملعون ابلیس نے طعنہ دیا اور کہا:

وَلَا تَجِدُ اَكْثَرَهُمْ شٰكِرِيْنَ ۔ (الاعراف ۱۷) (اور تو اکثر کو شکر گزار نہیں پائے گا)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَقَلِيْلٌ مِّنْ عِبَادِيَ الشَّكُوْرُ (اور میرے شکر گزار بندے کم ہی ہیں)

(السبا - ۱۳)

شکر کرنے پر اللہ تعالیٰ نے مزید عطا کرنے کا وعدہ فرمایا اور بغیر استثنا کے یہ وعدہ فرمایا، چنانچہ ارشاد فرمایا:

لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَأَزِيْدَنَّكُمْ۔ (اگر تم شکر کروگے، تو مزید ضرور دوں گا)

(ابراھیم - ۷)

البتہ پانچ باتوں میں استثناء موجود ہے۔ مالدار کرنے میں، قبول کرنے میں، روزی میں، مغفرت میں اور توبہ میں۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

فَسَوْفَ يُغْنِيْكُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ اِنْ شَاءَ (التوبۃ - ۲۸) (پس جلد ہی تمہیں غنی کردے گا، اپنے فضل سے، اگر اس نے چاہا)

اور فرمایا:

فَيَكْشِفُ مَا تَدْعُوْنَ اِلَيْهِ اِنْ شَاءَ (الانعام - ۴۱) (پس جس کی طرف تم بلاتے ہو، وہ کھول دے گا، اگر اس نے چاہا)

اور فرمایا:

وَيَرْزُقُ مَنْ يَّشَاءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ۔ (اور جسے چاہتا ہے بغیر حساب کے روزی دیتا ہے)

اور فرمایا:

وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَاءُ (النساء - ۱۱۶) (اور جس کو چاہتا ہے، اس کے سوا بخشتا ہے)

اور فرمایا:

وَيَتُوْبُ اللّٰهُ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ (اور اللہ توبہ قبول کرتا ہے جس کی چاہتا ہے)

اور یہ اخلاقِ ربانی میں ایک خلق ہے۔ فرمایا:

وَاللّٰهُ شَكُوْرٌ حَلِيْمٌ۔ (اور اللہ قدر دان تحمّل والا ہے)

اللہ تعالیٰ نے شکر ہی کو اہلِ جنت کا پہلا کلام کہا، چنانچہ فرمایا:

وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِىْ صَدَقَنَا وَعْدَهٗ (الزمر - ۷۴) (اور کہیں گے، سب حمد اللہ کے لیے ہے جس نے ہم سے اپنا وعدہ سچا کیا)

اور فرمایا:

وَاٰخِرُ دَعْوٰهُمْ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ۔ (یونس - ۱۰) (اور ان کا آخری پکارنا یہ ہے کہ سب تعریف اللہ کیلئے ہے جو تمام جہانوں کا رب ہے)

شکر احادیث کی نظر میں

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا: کھانے والا شکر گزار، اس روزے دار کی طرح ہے (جو) صبر کرنے والا ہے۔

حضرت عطاء رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ وہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کی کوئی عجیب ترین (قابلِ رشک) بات بتائیے۔ وہ رو پڑیں اور فرمایا: ان کا کونسا حال عجیب ترین اور قابلِ رشک نہ تھا۔ ایک شب وہ میرے پاس تشریف لائے اور میرے بستر میں داخل ہوئے، یا فرمایا میرے لحاف میں، حتیٰ کہ ان کا بدن مبارک میرے بدن سے مس ہوا۔ پھر آپ نے فرمایا: اے ابوبکر کی بیٹی! مجھے جانے دو تاکہ میں اپنے رب کی عبادت کروں! حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کیا: اگرچہ میں آپ کا قرب چاہتی ہوں، مگر

آپ کی خواہش کو ترجیح دوں گی۔ میں نے آپ کو جانے دیا۔ آپ پانی کے مشکیزے کے قریب گئے، وضو کیا اور زیادہ پانی نہیں بہایا۔ پھر اٹھے اور نماز شروع کی اور اس قدر روئے کہ آپ کے سینۂ مبارک پر آنسو گرے، پھر رکوع کیا اور روئے، پھر سر اٹھایا اور روئے، اسی طرح رات بھر روتے رہے۔ آخر کار (صبح) حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ حاضر ہوئے اور نماز (فجر) کی اطلاع دی۔ میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ کیوں روتے ہیں؟ اللہ تعالیٰ نے آپ کے گزشتہ اور آئندہ سب گناہ معاف فرما دیے (یعنی آپ کا کوئی گناہ ہی نہیں)، فرمایا: کیا میں اپنے اللہ تعالیٰ کا شکر گزار بندہ نہ بنوں؟ میں یہ کیوں نہ کروں؟ جبکہ اللہ تعالیٰ نے مجھ پر یہ آیات نازل فرمائیں:

اِنَّ فِی خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (آخر تک) (البقرۃ - ۱۶۴) (آسمان اور زمین کی پیدائش میں نشانات ہیں)

یہ آیت بتلاتی ہے کہ رونا ختم نہیں ہونا چاہیے۔ اس راز کی طرف یہ روایت اشارہ کرتی ہے کہ ایک دن نبی علیہ السلام ایک چھوٹے سے پتھر کے پاس سے گزرے جس سے بہت سا پانی نکل رہا تھا۔ انہیں بہت حیرت ہوئی۔ اللہ تعالیٰ نے پتھر کو بولنے کی توفیق دی۔ اس نے کہا: میں نے جب سے اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان سنا:

وَقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ (البقرہ ۲۴) (اس کا ایندھن لوگ اور پتھر ہیں)

میں تب ہی سے ڈر کے مارے رو رہا ہوں۔ ان نبی پاک علیہ السلام نے دُعا کی کہ اسے آگ سے پناہ دی جائے۔ اللہ تعالیٰ نے پناہ دے دی۔ ایک مدت کے بعد دوبارہ ادھر سے گزرے، تو وہ پتھر اب بھی رو رہا تھا۔ پوچھا: اب کیوں رو رہے ہو؟ عرض کیا: وہ خوف کا رونا تھا، اب شکر و مسرت کا رونا ہے۔ بندے کا دل بھی اس طرح پتھر یا شدید تر ہے، اس کی سختی خوف اور شکر ہر حالت میں رونے سے دور ہوتی ہے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن آواز دی جائے گی: حمد

کرنے والے اُٹھیں۔ تو ایک گروہ اٹھے گا، ان کے لیے جھنڈا گاڑ دیا جائے گا اور وہ جنت میں داخل ہو جائیں گے۔ عرض کیا گیا: حمد کرنے والے کون ہیں؟ آپ نے جو ہر حالت میں اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہیں۔ دوسری روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ جو دُکھ سکھ (ہر حال) میں اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہیں۔

حضورِ اقدس علیہ الصّلوٰۃ والسّلام نے فرمایا: حمد، رحمٰن کی چادر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت ایوب علیہ السّلام کو فرمایا: میں اپنے اولیاء کے بدلے میں شکر پر راضی ہوں، یہ طویل روایت ہے۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت ایوب علیہ السّلام کو صابرین کا حال بتاتے ہوئے وحی فرمائی: ان کا گھر سلامتی کا گھر ہے۔ جب اس میں داخل ہوتے ہیں، تو میں انہیں شکر کرنے کا الہام کرتا ہوں اور یہ بہترین کلام ہے۔ شکر کے وقت میں ان سے مزید شکر، کا مطالبہ کرتا ہوں اور میری طرف نظر رکھنے پر انہیں مزید عطا کرتا ہوں۔

جب فتوحات، کے مواقع پر خزانے آتے، تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، نے عرض کیا: ہم کون سا مال لیں؟ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے ہر ایک کو ذکر کرنے والی زبان، اور شکر بجالانے والا دل لینا چاہیئے۔ چنانچہ آپ نے مال کی بجائے شکر گزار دل حاصل کرنے کا حکم دیا۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا فرمان ہے: شکر کرنا نصف ایمان ہے۔

یہ بھی یاد رہے کہ شکر کا تعلق دل، زبان اور اعضاء کے ساتھ ہوتا ہے۔ دل کا شکر یہ ہے کہ نیکی کا ارادہ کرے اور ساری مخلوق کے لیے نیکی کی بات سوچ رکھے۔ زبان کا شکر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرے اور سبحان اللہ اور الحمد للہ وغیرہ کے کلمات کے شکر ادا کرے۔ اعضاء کا شکر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو اس کی عبادت واطاعت میں استعمال کرے اور نافرمانی کرنے پر انہیں استعمال کرنے سے دور رہے،

حتیٰ کہ آنکھوں کا شکر یہ ہے کہ مسلمان کا عیب دیکھے، تو پردہ رکھے۔ کانوں کا شکر یہ ہے کہ جو عیب کی بات سنے، اسے راز میں رکھے۔ یہ سب باتیں اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کے شکر میں داخل ہیں۔ زبان کا شکر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ پر راضی ہونا ظاہر کرے اور وہ اس کا پابند بھی رہے۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص سے پوچھا: کیسے صبح ہوئی؟ اُس نے کہا: ٹھیک ہے۔ آپ نے دوبارہ پوچھا: آخر کار دوسری بار بھی کہا: ٹھیک ہے۔ آپ نے پھر پوچھا: تیسری بار اس نے کہا: ٹھیک ہے اور اللہ تعالیٰ کا حمد و شکر ہے آپ نے فرمایا: میں تم سے یہی کچھ چاہتا تھا۔

سلف صالحین کا طریقہ تھا کہ اس قسم کے سوال کرتے تاکہ دوسرا بھائی شکر کا حکم ادا کرے اور شاکرین میں داخل ہو جائے، بلوانے والا بھی عابد شمار ہو گا اور ان کا مقصود اظہارِ شوق کے ساتھ ریا کانہ تھا اور ویسے بھی یہ ایک بات واضح ہے کہ انسان کی حالت یہی ہے۔ اگر حال پوچھا جائے، تو یا شکر کرے، یا شکوہ کرے یا خاموش رہے۔

شکر، کرنا عبادت ہے۔ شکوہ، کرنا اہلِ دین کے ہاں سخت گناہ ہے اور ملک الموت کے سامنے شکوہ کرنا تو شدید تر گناہ ہے، اس لیے کہ بندے کی ہر بات اللہ تعالیٰ کے قبضے میں ہے۔ بندہ خود کسی چیز پر قادر نہیں، اس لیے بندے کے لیے یہی مناسب ہے اگر مصیبت اور قضائے الٰہی پر صبر نہ کر سکے اور ناتوانی کے باعث وہ شکوہ و فریاد کرنے پر مجبور ہو تو اس کی فریاد صرف اللہ تعالیٰ کے سامنے ہو، کیونکہ وہ ہی مبتلا کرنے والا ہے اور اس آفت کو بھی وہی دُور کرنے والا ہے۔ اپنے آقا کے سامنے ذلت ہی عزت ہے اور دوسرے کے سامنے کرنا ذلت ہے اور اپنے جیسے ناتواں بندے کے سامنے اپنی ذلت کا اظہار کرنا شدید ذلت ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

اِنَّ الَّذِيْنَ تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَا يَمْلِكُوْنَ لَكُمْ رِزْقًا فَابْتَغُوْا عِنْدَ اللّٰهِ الرِّزْقَ وَاعْبُدُوْهُ وَاشْكُرُوْا لَهٗ (العنکبوت - ۱۷)

(بیشک اللہ تعالیٰ کے سوا جن کی عبادت کرتے ہو، وہ تمہاری روزی کے مالک نہیں ہیں، اس لیے اللہ تعالیٰ کے ہاں سے ہی رزق مانگو اور اس کی عبادت کرو اور اس کا شکر کرو)

اور فرمایا:

اِنَّ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ عِبَادٌ اَمْثَالُكُمْ (الاعراف ۱۹۴)

(بیشک جن کو تم اللہ کے سوا پکارتے ہو، وہ تمہاری طرح بندے ہیں)

منقول ہے کہ ایک وفد حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کے پاس حاضر ہوا۔ وفد میں سے ایک جوان کھڑا ہوا تاکہ بات کرے۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز نے فرمایا: بڑا آدمی اٹھے۔ اس نے کہا: اے امیر المومنین! اگر عمر پر ہی انحصار ہوتا تو مسلمانوں میں ایسے بھی ہیں جو آپ سے زیادہ عمر والے ہیں۔ آپ نے فرمایا: اچھا بات کرو۔ اس نے کہا: ہم نہ ہی رغبت (مانگنے) والوں کا وفد ہیں اور نہ ہی رہبت (پریشان یا خوفناک خبر سنانے) والوں کا وفد ہیں۔ مرغوب (مال وغیرہ) آپ کے احسان کے باعث ہمیں مل گیا اور رہبت (پریشانی وخطرہ) تو آپ کے عدل نے ہمیں اس سے محفوظ کر دیا، البتہ ہم شکریہ ادا کرنے والوں کا وفد ہیں۔ ہم آپ کے پاس آئے ہیں تاکہ زبان سے بھی شکریہ ادا کریں اور چلے جائیں۔

باب ۴۲

تکبّر کی مذمّت

اللہ تعالیٰ نے متعدد مقامات پر قرآن مجید میں تکبّر کی مذمّت کی اور اور متکبّر و ظالم کی مذمّت کی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

سَأَصْرِفُ عَنْ اٰیَاتِیَ الَّذِیْنَ یَتَکَبَّرُوْنَ فِی الْاَرْضِ بِغَیْرِ الْحَقِّ (الاعراف - ۱۴۰)

(میں ان لوگوں کو اپنی نشانیوں سے پھیر دوں گا جو زمین میں ناحق تکبّر کرتے ہیں)

اور فرمایا:

کَذٰلِکَ یَطْبَعُ اللّٰہُ عَلٰی کُلِّ قَلْبِ مُتَکَبِّرٍ جَبَّارٍ ۝ (المؤمن ۳۵)

(اسی طرح اللہ تعالیٰ مہر لگاتا ہے ہر تکبّر کرنے والے کے سرکش کے دل پر)

ایک جگہ فرمایا:

وَاسْتَفْتَحُوْا وَخَابَ کُلُّ جَبَّارٍ عَنِیْدٍ (ابراھیم - ۱۵)

(اور نامراد ہوا ہر ایک سرکش عناد کرنے والا)

ایک اور جگہ فرمایا:

اِنَّہٗ لَا یُحِبُّ الْمُسْتَکْبِرِیْنَ (النحل ۲۳)

(بے شک وہ متکبّرین کو پسند نہیں کرتا)

نیز فرمایا:

لَقَدِ اسْتَکْبَرُوْا فِیْ اَنْفُسِھِمْ وَعَتَوْا عُتُوًّا کَبِیْرًا ۝ الفرقان - ۲۱)

(البتہ انہوں نے اپنے جی میں تکبّر کیا اور بڑی سرکشی کی)

اور فرمایا:

اِنَّ الَّذِیْنَ یَسْتَکْبِرُوْنَ عَنْ

(وہ لوگ جو میری عبادت سے تکبّر کرتے

عِبَادَتِی سَیَدْخُلُوْنَ جَھَنَّمَ دَاخِرِیْنَ (المؤمن - ٦٠) | ہیں، وہ ذلیل ہوکر دوزخ میں داخل ہوں گے)

اسی طرح کئی جگہ قرآن مجید نے تکبّر کی مذمّت کی۔

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس کے دل میں رائی کے دانے کے برابر بھی تکبّر ہوگا، وہ جنّت میں داخل نہیں ہوگا اور جس کے دل میں رائی کے برابر بھی ایمان ہوگا، وہ دوزخ میں داخل نہیں ہوگا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: تکبّر میری چادر ہے اور عظمت میرا ازار (چادر) ہے جس نے ان دونوں میں سے کسی کے معاملے میں مجھ سے نزاع کیا، میں اسے جہنّم میں ڈال دوں گا اور مجھے پرواہ نہیں۔

حضرت ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ صفا پر حضرت عبداللہ بن عمرو اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی ملاقات ہوئی، دونوں میں موافقت ہوئی۔ پھر حضرت ابن عمرو چلے گئے اور حضرت ابن عمر وہیں کھڑے رونے لگے۔ لوگوں نے پوچھا: ابوعبدالرحمٰن آپ کیوں روتے ہیں؟ فرمایا: ان یعنی عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ، کا گمان ہے کہ انہوں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا: جس دل میں رائی کے دانہ کے برابر بھی تکبّر ہوگا، اللہ تعالیٰ اسے منہ کے بل دوزخ میں پھینک دے گا۔

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: انسان (زندگی گزارتا) چلا جاتا ہے، یہاں تک کہ اسے جبّارین (ظالم ومتکبّرین) میں لکھ دیا جاتا ہے، پھر اسے وہی عذاب پہنچتا ہے، جو (متکبّرین وجبّارین) کو پہنچتا ہے۔

حضرت سلیمان بن داؤد علیہما السّلام نے ایک بار پرندوں، انسانوں، جنّوں اور جانوروں کو حکم دیا کہ باہر آؤ، چنانچہ دو لاکھ انسان، دو لاکھ جن باہر آئے۔ یہ تخت پر بیٹھے بلندی پر گئے۔

آخر کار آسمان سے فرشتوں کی تسبیح کی آواز سنی۔ پھر نیچے تشریف لائے۔ آخر کار سمندر کو پاؤں لگے، تو یہ آواز سنی کہ اگر تمہارے اس ساتھی (یعنی حضرت سلیمان علیہ السلام) کے دل میں ذرہ بھر بھی تکبر ہوتا، تو جس قدر بلندی پر پہنچایا ہے اس سے زیادہ نیچے دھنسا دیتا۔

حضور سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (قیامت کے دن) دوزخ سے ایک گردن نکلے گی جس کے دو سنتے کان ہوں گے، دو دیکھتی آنکھیں ہوں گی، ایک بولتی زبان ہوگی، وہ کہہ رہی ہوگی کہ اللہ نے مجھے تین پر مسلط کیا ہے:

۱۔ ہر سرکش غنڈے پر۔ ۲۔ ہر اس پر جو اللہ تعالیٰ کے سوا دوسرے کو خدا بنا کر پکارے۔ ۳۔ تصویریں بنانے والے پر۔

حضور سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جنت میں نہ بخیل داخل ہوگا (زکوٰۃ نہ دینے والا) نہ سرکش اور نہ بد اخلاق۔

حضورِ اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: جنت اور دوزخ کا مباحثہ ہوا۔ دوزخ نے کہا: مجھے متکبرین اور سرکش دے کر ترجیح دی گئی۔ جنت نے کہا: میرے اندر تو صرف کمزور لوگ، گرے پڑے اور مساکین ہی داخل ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے جنت کو فرمایا: تو میری رحمت ہے، میں جس کو چاہتا ہوں تیرے ذریعے رحمت کرتا ہوں اور دوزخ کو فرمایا: تو میرا عذاب ہے، میں جس کو چاہتا ہوں، تیرے ذریعے سزا دیتا ہوں اور تم دونوں میں سے ہر ایک کے لیے بھرنے کے لیے (ایک جماعت) ہے۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سب سے برا آدمی وہ ہے جو سرکشی اور ظلم کرے اور سب سے بڑے جبار (اللہ تعالیٰ) کو بھول جائے۔ بدترین آدمی وہ ہے جو سرکشی کرے اور تکبر کرے اور کبیر تعالیٰ کو بھول جائے اور بدترین آدمی وہ ہے جو غافل ہو اور توجہ نہ کرے، قبروں اور بوسیدگی کو بھول جائے اور بدترین آدمی وہ ہے جو سرکشی اور بغاوت کرے اور آغاز و انجام کو بھول جائے۔

حضرت ثابت سے مروی ہے کہ ہمیں یہ روایت پہنچی کہ عرض کیا گیا: اے اللہ کے رسول! (صلی اللہ علیہ وسلم) فلاں کی بڑائی کس قدر ہے؟ آپ نے فرمایا: کیا اس کے بعد موت نہیں؟ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب حضرت نوح علیہ السلام کی وفات قریب ہوئی تو اپنے دو بیٹوں کو بلایا اور فرمایا: میں تم دونوں کو دو باتوں کی نصیحت کرتا ہوں اور دو باتوں سے منع کرتا ہوں اور تمہیں لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ (کثرت سے پڑھنے) کی نصیحت کرتا ہوں، اس لیے کہ اگر آسمانوں اور زمینوں اور جو ان کے اندر ہے، اسے ترازو کے ایک پلڑے میں رکھ دیا جائے اور دوسرے پلڑے میں لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ رکھا جائے تو لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ والا پلڑا بھاری ہوگا اور اگر آسمانوں اور زمینوں اور جو ان میں ہے ان کا ایک حلقہ ہو اور لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کو اس پر رکھ دیا جائے، تو اسے توڑ دے اور میں تمہیں سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ پڑھنے کا حکم دیتا ہوں، اس لیے کہ ہر چیز کی عبادت ہے اور اسی سے ہر چیز کو روزی ملتی ہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: اس کے لیے خوشخبری ہے جس کو اللہ تعالیٰ اپنی کتاب سکھائے، پھر وہ سرکش ہو کر نہ مرے۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: دوزخی سب کے سب، بدخلق، اکھڑ (مال یا گناہ) جمع کرنے والے (صدقات) روکنے والے ہوں گے اور جنتی کمزور اور کم (مال) رکھنے والے ہوں گے۔ (یعنی کمزور اور غریب لوگ)

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: تم میں سے آخرت میں ہمیں زیادہ محبوب اور زیادہ قریب وہ ہوگا جس کے اخلاق زیادہ اچھے ہوں گے اور تم میں سے ہمیں زیادہ قابلِ نفرت اور ہم سے زیادہ دور، بک بک کرنے والے (فصاحت جتانے کو) باچھیں چلانے والے منہ پھیلا کر بات کرنے والے ہوں گے

صحابہ کرام نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! (صلی اللہ علیہ وسلم) ہم نے بک بک کرنے والے اور باچھیں چلانے والے سمجھ لیے، مگر یہ پھیلا کر بات کرنے والے کون ہیں؟ آپ نے فرمایا: متکبّرین (اور طویل کلامی زیادہ تر متکبرین کا ہی شیوہ ہے)

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا: قیامت کے دن متکبّرین کو چیونٹی کی شکل پر لایا جائے گا۔ لوگ ان انسانی صورت کی چیونٹیوں کو (پاؤں تلے) مسلتے ہوں گے۔ ہر چھوٹی چیز ان پر بلند ہو گی۔ پھر انہیں دوزخ کے قید خانے میں لایا جائے گا جس کو بولس کہا جاتا ہے۔ ان پر آگوں کی آگ (شدید ترین آگ) حاوی ہو جائے گی اور انہیں طین الخبال (یعنی دوزخیوں کے زخموں) کا نچوڑ پلایا جائے گا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، بتاتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا: قیامت کے دن سرکشوں اور متکبّرین کو چیونٹی کی شکل پر لایا جائے گا، لوگ انہیں (پاؤں تلے) مسلتے ہوں گے، اس لیے کہ یہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ذلیل ترین ہیں۔

حضرت محمد واسع رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ میں حضرت بلال بن ابی بردہ رضی اللہ عنہ، کے پاس گیا، میں نے عرض کیا: اے بلال! آپ کے والد نے اپنے والد سے انہوں نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہوئے مجھے بتایا کہ آپ نے فرمایا: دوزخ میں ایک وادی ہے جس کو ہبہب کہا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ پر حق ہے کہ اس میں ہر سرکش کو ٹھہرائے، اس لیے اے بلال! تم ان میں سے نہ ہونا، جن کو وہ اس میں ٹھہرائے گا۔

حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا دوزخ میں ایک محل ہے جس میں متکبرین کو ڈال کر ان میں بند کر دیا جائے گا۔

حضور سیّدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اَللّٰھُمَّ اِنِّی اَعُوْذُبِکَ مِنْ نَفْخَۃِ (اے اللہ! میں متکبرین کی پھونک (اکڑ)

اَلْکِبْرِیَاءِ۔ سے تیری پناہ مانگتا ہوں)

اور فرمایا: جس کی روح اس کے بدن سے جدا ہوا، وہ تین باتوں سے بچا ہوا ہو تو وہ جنت میں داخل ہو گا: تکبر، قرض اور خیانت۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ، فرماتے ہیں: کوئی شخص کسی مسلمان کو حقیر نہ جانے، اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک چھوٹا مسلمان بھی بڑا ہوتا ہے۔

حضرت وہب رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان ہے: جب اللہ تعالیٰ نے جنتِ عدن پیدا کی، تو اس کی طرف دیکھا اور فرمایا: تو ہر متکبر شخص پر حرام ہے۔

حضرت احنف بن قیس، حضرت مصعب بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے ساتھ ان کی چارپائی پر بیٹھ جاتے تھے۔ ایک دن وہ تشریف لائے، تو حضرت مصعب ٹانگیں پھیلائے ہوئے تھے اور اکٹھی نہیں کیں۔ حضرت احنف بیٹھ گئے۔ وہ کچھ مزاحم ہوئے، یعنی ان کے چہرے پر اس کا اثر ہوا۔ فرمایا: تعجب ہے کہ ابن آدم تکبر کرتا ہے، حالانکہ وہ دو بار پیشاب گاہ سے نکلا ہے۔

حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ، نے فرمایا: تعجب ہے کہ ابن آدم روزانہ ایک، یا دو بار اپنے ہاتھ (اپنے پیشاب) سے صاف کرتا ہے، پھر جبار تعالیٰ کا مقابلہ کرتا ہے۔

وَفِیْ اَنْفُسِکُمْ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ۔ (اور تمہارے اندر، نشانات ہیں، کیا تم نہیں سمجھتے)

(الذریات - ۲۱)

اس آیت میں بتایا کہ (مراد یہ بھی ہے) تم سے پیشاب یا پاخانہ وغیرہ نکلتا رہتا ہے۔ (ذرا غور تو کرو، تم ہو کیا اور یہ اکڑن کیسی؟

محمد بن حسین بن علی کا فرمان ہے: جس انسان کے دل میں ذرہ بھر بھی تکبر آیا اسی قدر اس کی عقل کم ہو گئی، جس قدر یہ (تکبر) آیا کم ہو یا زیادہ۔

حضرت سلیمان علیہ السلام سے پوچھا گیا: وہ کونسی برائی ہے کہ جس کے ساتھ نیکی کام

نہیں آتی۔ فرمایا: تکبر۔

حضرت نعمان بن بشیر نے منبر پر یہ فرمایا: شیطان کی شکارگاہیں اور جال ہیں اور شیطان کی شکارگاہیں اور جال۔ اللہ تعالیٰ کے انعامات پر ناشکری کرنا، اللہ تعالیٰ کے عطایا پر فخر جتلانا، اللہ تعالیٰ کے بندوں کے مقابلے میں تکبر کرنا، اللہ تعالیٰ کی ذات کے سوا (ناحق) خواہش کی پیروی کرنا ہیں۔

ہم دنیا و آخرت میں اللہ تعالیٰ سے اس کے فضل و احسان کے صدقے معافی و عافیت مانگتے ہیں۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ اس پر نظر (رحمت) نہیں فرماتا جو تکبر کے باعث اپنا تہہ بند گھسیٹتا ہو۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک آدمی اپنی چادر میں اکڑ رہا تھا اور اپنے نفس پر تعجب کر رہا تھا (اکڑ رہا تھا) اللہ تعالیٰ نے اسے زمین میں دھنسا دیا، وہ قیامت تک دھنستا ہی چلا جائے گا۔

حضرت زید بن اسلم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے پاس گیا، وہاں عبداللہ بن واقد کا گزر ہوا، وہ نیا لباس پہنے تھے۔ میں نے انہیں فرماتے سنا: اے بیٹا! اپنا تہہ بند اوپر اٹھاؤ، اس لیے کہ میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کی طرف نظر (رحمت) نہیں کرے گا جو تکبر کے باعث تہہ بند گھسیٹے۔

مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک روز اپنی ہتھیلی پر تھوکا اور اس پر انگلی رکھ کر فرمایا، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اے ابن آدم کیا تو مجھے مغلوب کر سکتا ہے؟ جبکہ میں نے تجھے اس جیسی چیز سے پیدا فرمایا، جب میں نے تجھے برابر اور ہموار کیا، تو تُو دو چادروں میں چلا اور زمین میں تجھے گاڑا جائے گا، تو نے (دُنیا) جمع کی اور اسے (خیرات کرنے سے) روکا، حتیٰ کہ جب جاں بلب ہوا، تو کہا: میں اب صدقہ کرتا ہوں، مگر اب صدقہ کا وقت کہاں؟

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: جب میری امت اکڑ کر چلے گی اور فارس ان کے خدمت گار ہوں گے، تو میں بعض کو بعض پر مسلط کر دوں گا (یعنی باہم ایک دوسرے کو کھٹکیں گے)

. ماتحت اور شدید تسلط میں ہوں گے جس کا نتیجہ باہم فساد ہے)

ابن اعرابی فرماتے ہیں: دو چادروں میں اکڑ کر چلنا، ایسی چال ہے کہ جس میں تکبر ہے۔

حضورِ اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشادِ گرامی ہے: جو اپنے تئیں بڑا بنتا ہو اور چال میں اکڑنے والا ہو۔ اللہ تعالیٰ سے اس حال میں ملے گا کہ وہ اس پر غضب ناک ہو گا۔

حضرت ابوبکر ہذلی رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے، فرمایا: ہم حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کے پاس تھے کہ ابن اہتم ہمارے پاس سے گزرا، وہ گھر جا رہا تھا اور اس پر ریشمی جبے تھے۔ ایک دوسرے پر ڈھیر لگا رکھے تھے اور پنڈلیوں تک جا رہے تھے، اس کا اپنا قبا کھُلا تھا۔ حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ نے اس پر ایک نگاہ ڈالی اور فرمایا: ناک سے کس قدر اونچا تکبر سے دوہرا، اکڑ سے رخسار ٹیڑھا، اطراف بدن پر نظر کناں اکڑتا ہوا چلا جا رہا ہے۔ ان نعمتوں میں سے ہے کہ جن کا شکر ادا نہیں کیا۔ اللہ تعالیٰ کے احکام کا پابند نہیں نعمتوں کا حق ادا نہیں کیا، (حالانکہ) اس کے ہر عضو میں اللہ تعالیٰ کی نعمت موجود ہے اور شیطان کی اسی پر نظریں ہیں۔ اللہ کی قسم! اگر یہ فطری عادت کے مطابق چلتا یا کسی دیوانے کی طرح گرتا پڑتا چلتا تو بہتر تھا۔ وہ واپس آ کر معذرت چاہنے لگا۔ فرمایا: میرے سامنے معذرت نہ کر، بلکہ اپنے رب کے سامنے معذرت کر، تم نے سنا نہیں؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَلَا تَمْشِ فِی الْاَرْضِ مَرَحًا اِنَّكَ	(اور زمین میں اکڑ کر نہ چل، بے شک تو زمین
لَنْ تَخْرِقَ الْاَرْضَ وَلَنْ تَبْلُغَ الْجِبَالَ	کو ہرگز نہیں پھاڑ سکے گا اور نہ ہی پہاڑوں کے
طُوْلًا۔ (بنی اسرائیل ۳۷)	برابر طوالت میں پہنچے گا)

حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کے پاس سے ایک جوان گزرا جس پر خوبصورت ریشم کا لباس تھا، انہوں نے اس کو بلا کر فرمایا: اے ابن آدم! تیرے شباب پر تعجب ہے، تیری عادات ناپسندیدہ ہیں، گویا قبر نے تیرے بدن کو چھپا لیا اور گویا تو نے اپنے عمل سے ملاقات کی، تیرے دل کی بیماری نے تیرا ناس کر دیا اور اللہ تعالیٰ تو چاہتا ہے کہ بندوں کے دل اصلاح پذیر ہوں۔

منقول ہے کہ حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے خلیفہ بننے سے پہلے حج کیا۔ حضرت طاؤس رحمۃ اللہ نے انہیں دیکھا، وہ چال میں پھولے جا رہے تھے۔ انہوں نے انگلی سے ان کی طرف اشارہ کیا اور فرمایا: اس کی چال نہیں جس کے پیٹ میں پاخانہ ہو۔ حضرت عمر بن عبد العزیز نے معذرت چاہتے ہوتے کہا: مجھے (اس کلمہ سے) اس چال کے باعث ہر عضو میں اس قدر مار پڑی کہ میں سمجھ گیا۔

حضرت محمد بن واسع رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے بیٹے کو دیکھا کہ وہ اکڑتا ہوا جا رہا تھا۔ آپ نے اسے بلایا اور فرمایا: تو جانتا ہے کہ تیری ماں کون ہے؟ میں نے اسے ایک سو درہم (مہر) میں خریدا اور تیرا باپ (خود) اللہ تعالیٰ مسلمانوں میں ایسوں کی کثرت نہ کرے (یہ انکساری کے طور پر فرمایا)

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے ایک آدمی کو دھوتی گھسیٹتے ہوئے چلتے دیکھا تو فرمایا: شیطان کے کئی بھائی ہیں۔ یہ جملہ دو یا تین بار دُہرایا۔

منقول ہے کہ مطرف بن عبد اللہ بن شخیر نے مہلب کو دیکھا وہ ایک ریشمی جبہ پہن کر اکڑتا ہوا جا رہا تھا۔ آپ نے فرمایا: اے اللہ کے بندے! یہ وہ چال ہے جس سے اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول نفرت کرتا ہے۔ مہلب نے کہا: کیا تم مجھے نہیں جانتے؟ فرمایا: ہاں! میں تجھے پہچانتا ہوں۔ تیرا آغاز ایک گندا قطرہ اور تیرا انجام بدبودار مردار ہے اور اس درمیانی عرصہ میں تو گندگی اٹھائے پھرتا ہے، یہ سن کر اس نے یہ چال چھوڑ دی۔ ایک شاعر نے خوب کہا ہے ؎

عَجِبْتُ مِنْ مُعْجِبٍ بِصُوْرَتِهٖ
وَكَانَ بِالْاَمْسِ نُطْفَةً مَذِرَةً

(مجھے اپنی صورت پر تعجب و تکبر کرنے پر حیرت ہے کہ کل وہ ایک گندہ قطرہ تھا)

وَفِيْ غَدٍ بَعْدَ حُسْنِ هَيْئَتِهٖ
يُصِيْرُ فِي الْقَبْرِ جِيْفَةً قَذِرَةً

(اور اس خوبصورتی کے بعد کل آئندہ وہ قبر میں قابلِ نفرت مردار ہو جائے گا)

احمر کے پیچھے ایک نے پڑھا ؎

لَنَا صَاحِبٌ مُولَعٌ بِالْخِلَافِ … کَثِیْرُ الْخَطَاءِ قَلِیْلُ الصَّوَابِ

(ہمارا ساتھی وعدہ شکنی کا عاشق ہے، کم درست اور زیادہ خراب)

اَشَدُّ لِجَاجًا مِنَ الْخُنْفُسَاءِ … وَاَزْهٰی اِذَا مَا مَشٰی مِنْ غُرَابٍ

(خنفساء (ایک جھگڑالو عورت) سے زیادہ جھگڑالو عورت، جب چلے تو کوے سے زیادہ (تکبر) کا رنگ پکڑے) ایک اور شاعر کا کلام ہے ؎

قُلْتُ لِلْمُعْجِبِ لَمَّا … قَالَ مِثْلِی لَا یُرَاجَعُ

(میں نے تکبر کرنے والے سے کہا، جب اس نے کہا میرے جیسوں سے پرسش نہیں ہوتی)

یَا قَرِیْبَ الْعَهْدِ بِالْمَخْرَجِ … لِمَ لَا تَتَوَاضَعُ

(اے تو قریب عہد میں ہی باہر آیا تھا، تو تواضع کیوں نہیں کرتا) حضرت ذوالنون نے فرمایا:

؎ اَیُّهَا الشَّامِخُ الَّذِیْ لَا یُرَامُ … نَحْنُ مِنْ طِیْنَةٍ عَلَیْكَ السَّلَامُ

(اے تکبر سے اونچے جس کو کوئی نہ پوچھے، ہم مٹی سے پیدا ہوئے، تجھ پر سلامتی ہو)

اِنَّمَا هٰذِهِ الْحَیَاةُ مَتَاعٌ … وَمَعَ الْمَوْتِ تَسْتَوِی الْاَقْدَامُ

(یہ زندگی ایک وقتی فائدہ ہے، اور موت کے بعد سب برابر ہوئے)

اللہ تعالیٰ کا فرمانِ پاک ہے:

ثُمَّ ذَهَبَ اِلٰی اَهْلِهٖ یَتَمَطّٰی۔ (القیامۃ - ۳۳) (پھر وہ اپنے گھر والوں کی طرف لمبا ہوتا گیا)

اس میں حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا، مراد یہ ہے کہ اکڑتا ہوا گیا۔

(وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ)

باب ۴۳

نشاناتِ الٰہی پر غور و فکر

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں بے شمار مقامات پر نشاناتِ الٰہی پر غور و فکر کا حکم دیا ہے اور فرمایا:

اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّیْلِ وَالنَّھَارِ۔ (یعنی آسمانوں اور زمینوں کی پیدائش اور دن رات کے بدلنے میں نشانات ہیں)

(آل عمران - ۱۹۰)

مراد یہ ہے کہ دن رات کے باری باری آنے جانے میں نشانات ہیں۔ ایک جاتا ہے، تو دوسرا آتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَھُوَ الَّذِیْ جَعَلَ الَّیْلَ وَالنَّھَارَ خِلْفَۃً (الفرقان - ۶۲) (اور وہی ہے جس نے رات بنائی اور پیچھے پیچھے دن)

حضرت عطاء رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ دن رات کے اختلاف سے روشنی اور اندھیرا اور کمی اور زیادتی مراد ہے۔ کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے ؎

یَا رَاقِدَ الَّیْلِ مَسْرُوْرًا بِاَوَّلِہٖ
اِنَّ الْحَوَادِثَ قَدْ تَطْرُقْنَ اَسْحَارًا

(اے رات کے آغاز میں خوش خوش سونے والے، گاہے حوادث سحری کو دروازہ کھٹکھٹاتے ہیں)

لَا تَفْرَحَنَّ بِلَیْلٍ طَابَ اَوَّلُہٗ
فَرُبَّ آخِرِ لَیْلٍ اَجَّجَ النَّارَا

(اس رات پر خوش نہ ہو جو آغاز میں اچھی ہے، بسا اوقات رات کے آخری حصے میں آگ بھڑکتی ہے)

شاعر کا کلام ہے ؎

اِنَّ للّیَالِیْ لِلْاَنَامِ مَنَاھِلُ
تُطْوٰی وَتُنْشَرُ دُوْنَھَا الْاَعْمَارُ

(لوگوں کے لیے یہ راتیں گھاٹ ہیں، عمریں ان پر لپیٹی اور پھیلائی جا رہی ہیں)

فَقِصَارُھُنَّ مَعَ الْھُمُوْمِ طَوِیْلَۃٌ
وَطِوَالُھُنَّ مَعَ السُّرُوْرِ قِصَارُ

(غم ہوں، تو یہ چھوٹی بھی طویل ہے، خوشی ہو تو یہ طویل بھی چھوٹی ہے۔)

جو لوگ غور و فکر کرتے ہیں، ان کی تعریف کی اور فرمایا:

اَلَّذِیْنَ یَذْکُرُوْنَ اللّٰہَ قِیَامًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰی جُنُوْبِھِمْ وَیَتَفَکَّرُوْنَ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ج رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ ھٰذَا بَاطِلًا ج (آل عمران۔ ۱۹۱)

(جو لوگ اللہ کو یاد کرتے ہیں کھڑے اور بیٹھے اور کروٹوں کے بل اور آسمانوں اور زمین کی پیدائش پر غور کرتے ہیں۔ اے ہمارے رب! تو نے یہ بے فائدہ پیدا نہیں کیا)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں: یہ قوم اللہ عزّ وجل میں غور کرتی ہے (یعنی اللہ تعالیٰ قادرِ مطلق، کس قدر محسن اور وہی معبود ہے)

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں غور کرو اور اللہ تعالیٰ کی (ذات)، میں غور نہ کرو، اس لیے کہ تم اس کی حقیقت کو نہیں سمجھ سکتے۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم سے مروی ہے: آپ ایک مسلمانوں کی جماعت کے پاس تشریف لائے، وہ غور کر رہے تھے۔ آپ نے پوچھا: کیا بات ہے تم کلام نہیں کرتے؟ انہوں نے کہا: ہم اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں غور کر رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا: اسی طرح کیا کرو، اس کی مخلوق میں غور کرو اور خود اس میں غور نہ کرو، اس لیے کہ مغرب میں سفید زمین ہے۔ اس کا

نور اس کی سفیدی ہے اور اس کی سفیدی اس کا نور ہے (وہ مغرب کی زمین اس قدر دُور ہے) کہ چالیس دن تک سورج چلتا رہے، تب جا کر پہنچے۔ اس میں اللہ کی مخلوق پیدا ہوئی جس نے پلک جھپکنے کے برابر بھی اللہ کی نافرمانی نہیں کی۔ عرض کیا: اے اللہ کے رسول! (صلی اللہ علیہ وسلم) تو شیطان کہاں رہا؟ (یعنی شیطان انہیں گمراہ نہیں کرتا؟) فرمایا: وہ نہیں جانتے کہ شیطان پیدا ہوا ہے یا نہیں۔ عرض کیا: کیا آدم کی اولاد (جو پیدا ہوئی ہے؟) فرمایا: وہ نہیں جانتے کہ آدم پیدا ہوا ہے یا نہیں!

حضرت عطاء رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ ایک دن میں اور عبید بن عمیر دونوں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس گئے۔ ہم نے ان سے بات کی۔ ان کے اور ہمارے درمیان پردہ تھا۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا: اے عبید! ہماری ملاقات سے تمہیں کیا رکاوٹ ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان: "گاہے گاہے ملا کرو تاکہ محبت بڑھے"۔

ابن عمیر کہتے ہیں کہ آپ ہمیں یہ بتائیے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کیا تعجب خیز بات دیکھی؟ راوی بتاتے ہیں کہ آپ رو پڑیں اور فرمایا: ان کی ہر چیز عجیب (اور قابل رشک) تھی۔ حدیث بیان کرتے ہوئے انہوں نے فرمایا کہ ایک شب آپ نے فرمایا: مجھے جانے دو تاکہ میں اپنے رب عز وجل کی عبادت کروں۔ آپ اٹھ کر ایک مشکیزے کے پاس گئے اور وضو کیا، پھر کھڑے ہو کر نماز پڑھنے لگے اور رونے لگے، حتیٰ کہ آپ کی ڈاڑھی (مبارک) تر ہو گئی۔ پھر سجدہ کیا، یہاں تک کہ زمین تر ہو گئی۔ پھر پہلو کے بل لیٹ گئے، یہاں تک کہ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ صبح کی نماز کی اطلاع دینے کے آئے۔ آپ نے فرمایا: اے اللہ کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم)، آپ کیوں روتے ہیں، جبکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے پہلے اور پچھلے سب کے سب گناہ معاف کر دیے۔ آپ نے فرمایا: اے بلال مجھے رونے سے کونسی چیز مانع ہے؟ جبکہ اللہ تعالیٰ نے اس رات کو یہ آیت نازل فرمائی:

اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّیْلِ وَالنَّهَارِ لَاٰیٰتٍ لِّاُولِی الْاَلْبَابِ (اٰل عمران)

(بے شک آسمانوں اور زمین کی پیدائش میں اور دن رات کے اختلاف میں، البتہ عقلمندوں کے لیے نشانیاں ہیں)

پھر آپ نے فرمایا: اس کے لیے بربادی ہے جو یہ پڑھے، مگر اس میں غور نہ کرے۔

امام اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا گیا کہ ان میں غور کی انتہا کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: انہیں پڑھے اور سمجھے۔

محمد بن واسع رحمۃ اللہ علیہ مروی ہے کہ بصرہ کا ایک آدمی حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات کے بعد حضرت امّ ذر رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس گیا۔ ان سے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کی عبادت کے بارے میں پوچھا؟ انہوں نے فرمایا: ان کا سارا دن گھر کے ایک کونے میں غور وفکر میں گزرتا۔

امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرمایا: ایک گھڑی کا غور وفکر رات بھر کے قیام سے بہتر ہے۔

حضرت فضیل رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان ہے: فکر آئینہ ہے جو تجھے تیری نیکیاں اور برائیاں دکھاتا ہے۔

حضرت ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا گیا، آپ دیر تک غور وفکر کرتے ہیں اس کی وجہ کیا ہے؟ انہوں نے فرمایا: غور وفکر کرنا عقل کا مغز ہے۔ حضرت سفینہ بن عینیہ رحمۃ اللہ علیہ عموماً اس شعر کی مثال نظر آئے۔

اِذَا الْمَرْءُ کَانَتْ لَهٗ فِکْرَةٌ
فَفِیْ کُلِّ شَیْءٍ لَهٗ عِبْرَةٌ

(جب آدمی کو ایک فکر لگ جائے، تو اس کے لیے ہر چیز میں عبرت ہے)

حضرت طاؤس رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حواریوں نے حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام سے عرض کیا: اے روح اللہ! کیا آپ کی طرح زمین پر کوئی ہے؟ فرمایا: ہاں! جس کا کلام ذکر

اللہ ہو، اس کی خاموشی فکر ہو اور اس کی نظر عبرت ہو تو وہ میری طرح ہے۔

حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا، جس کا کلام حکمت کا نہ ہو تو وہ لغو کلام ہے، اور جس کا سکوت تفکر نہ ہو، وہ غفلت ہے اور جس کی نظر عبرت نہ ہو، تو وہ تماشہ ہے۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

سَأَصْرِفُ عَنْ اٰيٰتِيَ الَّذِيْنَ يَتَكَبَّرُوْنَ فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ۔ (میں اپنی آیات سے انہیں پھیر دوں گا جو زمین میں ناحق تکبر کرتے ہیں)

(الاعراف - ۱۴۶)

اس کے بارے میں فرمایا، میں ان کے دلوں کو اپنے حکم میں غور کرنے سے روک دوں گا۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آنکھوں کو عبادت سے ان کا حق دو۔ عرض کیا: اے اللہ کے رسول! (صلی اللہ علیہ وسلم) ان کا عبادت سے کیا حصہ ہے؟ قرآن مجید دیکھنا اور اس میں غور و فکر کرنا اور اس کے عجائبات سے نصیحت حاصل کرنا۔

ایک عورت مکہ مکرمہ کے قریب جنگل میں رہتی تھی۔ اس نے کہا: اگر تم متقی لوگوں کے دلوں کے غور و فکر کے باعث اس کو دیکھ پائیں کہ ان کے لیے پردہ ہائے غیب میں آخرت کی کیا کیا بھلائی محفوظ کر رکھی ہے، تو اس کے لیے دنیا میں زندگی مکدر رہے گی اور دُنیا میں اس کی آنکھیں ٹھنڈی نہیں ہوں گی (یعنی دنیا اور اس کی چیزوں سے متنفر ہو گا)

حضرت لقمان علیہ السلام دیر تک تنہا بیٹھے غور کرتے، ان کے پاس سے ان کے آقا گزر جاتے، تو کہتے: اے لقمان! تم ہمیشہ تنہا بیٹھے رہتے ہو۔ اگر آپ لوگوں کے پاس بیٹھا کریں، تو زیادہ انس حاصل ہو۔ حضرت لقمان فرماتے: طویل تنہائی، غور و فکر کے لیے زیادہ دوام بخش ہے اور طویل فکر ہی جنت کی راہ دکھانے والی ہے۔

حضرت وہب بن منبہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: جس انسان کا فکر طویل ہوا، اسے

علم حاصل ہوا اور جس کو علم حاصل ہوا، اس نے عمل کیا۔

حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے ایک دن حضرت سہل بن علی کو دیکھا، ساکن اور غور و فکر کر رہے تھے، تو فرمایا: کہاں تک پہنچے ہو؟ کہا: پلصراط تک۔

حضرت بشر حافی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اگر لوگ اللہ تعالیٰ کی عظمت پر غور و فکر کریں، تو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہ کریں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ غور و فکر میں دو درمیانی رکعتیں، رات بھر بغیر دل کے قیام کرنے سے بہتر ہیں۔

حضرت ابو شریح رحمۃ اللہ علیہ جا رہے تھے کہ اچانک بیٹھ کر کمبل اوڑھا اور رونے لگے۔ پوچھا گیا: آپ کیوں روتے ہیں؟ فرمایا: میں نے عمر گزر جانے، کم عمل کرنے اور موت کے قریب ہونے پر غور کیا۔

حضرت ابو سلمان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اپنی آنکھوں کو رونے کا اور اپنے دلوں کو غور و فکر کا عادی بناؤ۔ آپ نے یہ بھی فرمایا: دنیا میں غور و فکر کرنا، آخرت سے حجاب ہے اور اہلِ ولایت کے لیے عذاب ہے اور آخرت میں غور کرنے سے حکمت ملتی ہے اور دل زندہ ہوتے ہیں۔

حضرت حاتم رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے: عبرت سے علم بڑھتا ہے، ذکر سے محبت بڑھتی ہے اور غور و فکر سے خوف بڑھتا ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا فرمان ہے: بھلائی میں غور کرنا، اس پر عمل کرنے کی دعوت دیتا ہے اور برائی پر نادم ہونا، اسے چھوڑنے کی دعوت دیتا ہے۔

منقول ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی ایک کتاب میں فرمایا: میں ہر حکیم کا کلام قبول نہیں کرتا بلکہ میں اس کے فکر و خواہش کو دیکھتا ہوں۔ اگر اس کا فکر اور خواہش میرے لیے ہو تو اس کی خاموشی کو فکر بنا دیتا ہوں، اس کی بات کو حمد بنا دیتا ہوں، چاہے وہ کلام نہ کرے

حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا فرمان ہے: اہل عقل ہمیشہ ذکر کے ساتھ فکر کرتے رہتے ہیں اور فکر کے ساتھ ذکر کرتے رہتے ہیں، بالآخر ان کے دل بولنے لگتے ہیں، تو کلام حکمت کرتے ہیں۔

حضرت اسحاق بن خلف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضرت داؤد طائی رحمۃ اللہ علیہ ایک چاندنی رات کو مکان کی چھت پر بیٹھے تھے۔ انہوں نے آسمان و زمین پر غور کرنا شروع کیا۔ آسمان کو دیکھ رہے تھے اور رو رہے تھے، روتے روتے پڑوسی کے گھر میں گر پڑے۔ پڑوسی — جلدی سے بستر سے برہنہ اٹھا اس کے ہاتھ میں تلوار تھی۔ وہ سمجھا کہ کوئی چور آیا ہے جب اس نے حضرت داؤد کو دیکھا تو واپس چلا گیا اور تلوار رکھ دی اور پوچھا: آپ کو چھت سے کس نے گرا دیا؟ فرمایا: مجھے اس کا پتہ نہیں چلا۔

حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان ہے: سب سے عمدہ اور بلند پایہ مجلس وہ ہے جو میدانِ توحید میں فکر کے ساتھ ہو۔ نسیم معرفت کے ساتھ مستفید ہو۔ بحرِ محبت سے جامِ محبت پیے، اور اللہ عزوجل پر حسنِ ظن رکھتا ہو۔ پھر فرمایا: افسوس! ایسی ان کی موت ہی کیا ہے؟ ان کا مشروب کس قدر لذیذ ہے، خوشخبری ہے اس کے لیے جسے یہ نصیب ہوں۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: خاموشی کے ذریعے کلام کرنے پر اور فکر کے ذریعہ استنباط کرنے پر مدد حاصل کرو۔ نیز فرمایا: تمام امور میں صائب نظری فریب سے نجات کا ذریعہ ہے، اور رائے میں پختہ عزم ہی افراط و تفریط اور ندامت سے سلامتی کا باعث ہے۔ دیکھنے اور سوچنے سے دل و دماغ کھلتا ہے حکماء سے مشورہ کرنا نفس میں ثابت قدمی اور عقل و بصیرت میں توانائی پیدا کرتا ہے، اس لیے عزم کرنے سے پہلے سوچو، حملہ کرنے سے پہلے سوچو، حملہ کرنے سے پہلے غور کرو اور آگے بڑھنے سے پہلے مشورہ کرو۔ نیز فرمایا: فضائل چار ہیں۔ ایک حکمت ہے اور اس کی درستگی فکر سے ہے۔ دوسری عفت ہے اور اس کی درستگی شہوت (کو قابو کرنے) میں ہے اور تیسری قوت ہے اور اس کی درستگی غصہ (کو قابو کرنے) میں ہے۔ چوتھی عدل ہے اور اس کی درستگی قوائے نفس کے اعتدال میں ہے۔

باب ۴۴

موت کی سختی کا بیان

حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے موت اور اس کی تلخی کا ذکر کیا۔ فرمایا: یہ اس قدر ہے کہ تلوار کے ساتھ تین سو ضربیں لگائی جائیں۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے موت اور اس کی سختی کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا: آسان ترین موت یہ ہے کہ رُوئی میں ایک کانٹے دار جھاڑی ہو تو جب اس کانٹے دار جھاڑی کو روئی سے نکالا جائے، تو کچھ رُوئی ساتھ رہ جاتی ہے۔ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ایک مریض کے پاس تشریف لے گئے اور فرمایا: میں جانتا ہوں کہ اسے کیا تکلیف ہو رہی ہے، اس کی ہر رگ علیحدہ علیحدہ موت کے درد میں مبتلا ہے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم جہاد کی ترغیب دیتے تھے اور فرماتے تھے: اگر تم شہید نہ ہوئے تو مر جاؤ گے۔ اس ذات کی قسم! جس کے قبضے میں میری جان ہے۔ میرے نزدیک بستر پر مرنے سے زیادہ آسان یہ ہے کہ تلوار کی ہزار چوٹ لگے۔

امام اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ہمیں یہ پہنچا ہے کہ ایک مردے کو دوبارہ اٹھنے تک موت کی تکلیف محسوس ہوتی رہتی ہے (یعنی یاد رہتی ہے)

حضرت شداد بن اوس رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان ہے: مومن پر دنیا و آخرت میں موت سب سے زیادہ خوفناک ہے۔ یہ اس سے بھی زیادہ شدید ہے کہ جو آروں سے چیرا جائے، قینچیوں سے کاٹا جائے اور دیگوں میں اُبالا جائے۔ اگر مردے کو زندہ کر کے دوبارہ دُنیا میں بھیجا جائے اور وہ دنیا والوں کو موت کی تکلیف کا حال بتائے، تو وہ زندگی سے فائدہ نہ اٹھائیں اور نہ نیند سے لذت یاب ہوں۔

حضرت زید بن اسلم اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ جب مومن پر ایسا درجہ باقی رہ جائے کہ عمل کے ذریعے اس تک نہ پہنچے، تو اس پر موت سخت کر دی جاتی ہے تاکہ سکراتِ موت اور تکلیف کے باعث وہ جنت کے مقررہ درجہ تک پہنچ جائے۔ اگر کافر کی کوئی ایسی نیکی ہو جس کا صلہ اسے دنیا میں نہ ملا ہو تو اس کی موت آسان کر دی جاتی ہے تاکہ اس کی نیکی کا اجر مکمل ہو جائے، پھر وہ جہنم میں جائے۔

بعض سلف سے منقول ہے کہ وہ عموماً بیماروں سے پوچھتے کہ تم نے موت کو کیسے پایا؟ جب وہ خود بیمار ہوئے، تو اُن سے پوچھا گیا کہ آپ موت کو کیسا پاتے ہیں؟ فرمایا: گویا آسمان زمین پر بند ہیں۔ گویا کہ میری جان سوئی کے ناکے سے نکل رہی ہے۔

حضور نبی کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا: اچانک موت مومن کے لیے راحت اور کافر کے لیے افسوس ہے۔

حضرت مکحول رحمۃ اللہ علیہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں: آپ نے فرمایا: اگر مردے کا ایک بال آسمان اور زمین والوں پر رکھ دیا جائے تو وہ اللہ کے حکم سے مر جائیں، اس لیے کہ ہر بال میں موت ہے اور موت جس چیز پر آئے وہ مر جاتی ہے۔ منقول ہے کہ اگر موت کے درد کا ایک قطرہ دُنیا کے تمام پہاڑوں پر رکھ جائے، تو پگھل جائیں۔

منقول ہے کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کا انتقال ہوا، تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے میرے خلیل! آپ نے موت کو کیسے پایا؟ انھوں نے کہا: گویا تر رُوئی میں گرم سلائی ڈال کر کھینچ لی جائے۔ فرمایا: یہ میں نے تجھ پر آسان کر دی تھی۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام سے مروی ہے کہ جب ان کی روح نے اللہ تعالیٰ کی طرف پرواز کی، تو رب تعالیٰ نے پوچھا: اے موسیٰ! موت کو کیسا پایا؟ عرض کیا: میں نے اپنے آپ کو اس چڑیا کی طرح پایا جو کڑاہی میں بھونتے وقت ہو، نہ مرے کہ آرام پائے نہ نجات پائے کہ اُڑ جائے

ان سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا: میں نے اپنے آپ کو زندہ بکری کی طرح پایا قصاب کے ہاتھ میں، جس کی کھال اتاری جارہی ہو۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ آپ کے پاس وفات کے وقت پانی کا ایک پیالہ تھا۔ آپ اس میں ہاتھ ڈبوتے اور چہرے پر پھیر لیتے اور فرماتے:

اَللّٰھُمَّ ھَوِّنْ عَلَیَّ سَکَرَاتِ الْمَوْتِ (اے اللہ مجھ پر موت کی بیہوشیاں آسان فرمادے)

حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کہتی ہیں: اے ابا جان! کس قدر تکلیف ہے افسوس! آپ فرماتے: تیرے باپ پر آج کے بعد کوئی تکلیف نہیں۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، نے حضرت کعب احبار رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سے کہا: اے کعب! ہمیں موت کے بارے میں بتایئے؟ آپ نے فرمایا: اچھا، اے امیرالمومنین! موت اس شاخ کی طرح ہے جس میں بہت سے کانٹے ہوں، کسی آدمی کے پیٹ میں داخل ہوجائے اور ہر کانٹا ایک ایک رگ سے اٹک جائے۔ پھر اسے ایک آدمی سختی کے ساتھ کھینچ لے۔ اب جو گھسٹ جائے، وہ گھسٹ جائے اور جو رہ جائے وہ رہ جائے۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: انسان پر موت کی بے ہوشیاں اور تکالیف آتی ہیں اور اس کے جوڑ ایک دوسرے پر سلام کرتے اور کہتے ہیں علیک السلام تو مجھے چھوڑ رہا ہے اور میں تجھے چھوڑ رہا ہوں قیامت تک۔

یہ تو اللہ تعالیٰ کے اولیاء اور اس کے محبوبین کی موت کا حال ہے اور ہم لوگ جو ہر وقت گناہوں میں غرق رہتے ہیں، ہمارا کیا حال ہوگا۔ ہم پر موت کی بے ہوشیاں آخر حوادث تک مسلسل رہیں گی، اس لیے کہ موت کے حوادث تین ہیں جن میں سے دو یہ ہیں:

۱۔ نزع کے وقت کی تکلیف، جیسا کہ ہم پہلے بتا چکے ہیں۔

۲۔ ملک الموت کی شکل دیکھنا، دل پر اس کی طرف سے خوف و دہشت طاری ہونا۔ اگر بڑے سے بڑا طاقتور آدمی بھی گناہگار انسان کی رُوح قبض کرنے والے فرشتے کو دیکھے تو برداشت نہیں کر سکتا

مروی ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ملک الموت سے فرمایا: کیا تم مجھے اپنی وہ صورت دکھا سکتے ہو جو بُرے آدمی کی رُوح نکالتے وقت رکھتے ہو؟ اس نے کہا: آپ کو اس کی برداشت نہیں۔ آپ نے فرمایا: ہے! اس نے کہا، اچھا، رُخ دوسری طرف کرلیں۔ انہوں نے ادھر سے منہ موڑلیا (اور دوسری طرف رُخ کرلیا) پھر دیکھا، تو سیاہ آدمی تھا، بال تنے ہوتے، بدبو، سیاہ لباس، منہ اور نتھنوں سے آگ کے شعلے اور دھواں نکل رہا ہے۔ اسے دیکھ کر حضرت ابراہیم علیہ السلام بے ہوش ہو گئے۔ پھر افاقہ ہوا تو ملک الموت اپنی پہلی صورت پر آچکے تھے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا: اے ملک الموت اگر بدکار آدمی کو موت کے وقت صرف تیری صورت ہی دکھا دی جائے تو یہ بھی کافی سزا ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت داؤد علیہ السلام ایک غیور آدمی تھے۔ جب وہ باہر تشریف لاتے تو دروازوں کو بند کر دیتے۔ ایک دن دروازے بند کیے اور باہر آتے۔ ان کی بیوی نے گھر میں ایک آدمی دیکھا تو کہنے لگیں، اس آدمی کو گھر میں کس نے داخل کیا ہے؟ حضرت داؤد علیہ السلام تشریف لائے اور اُسے دیکھا تو پوچھا، تم کون ہو؟ اس نے کہا: میں وہ ہوں کہ جو بادشاہوں سے نہیں ڈرتا اور کوئی پردہ میرے لیے رکاوٹ نہیں۔ فرمایا: اللہ کی قسم! پھر تم ملک الموت ہو۔ حضرت داؤد علیہ السلام نے وہیں چادر لے لی۔

مروی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ایک دگری پڑی، کھوپڑی کے پاس سے گزر ہوا۔ آپ نے پاؤں سے اسے مارا اور فرمایا: اللہ کے حکم سے بات کرو۔ اس نے کہا: اے روح اللہ! میں فلاں فلاں زمانے کا بادشاہ ہوں، میں اپنی سلطنت میں بیٹھا تھا، میرے سر پر تاج تھا، میرے ارد گرد لشکر تھے اور جاہ وجلال تھا اور تخت پر حکمران بن کر بیٹھا تھا کہ میرے سامنے ملک الموت آئے۔ میرا ہر عضو علیحدہ علیحدہ ہو گیا، پھر جان نکل

گئی۔ افسوس، مانوس انسان پر وحشت چھا گئی۔ یہ ایک خطرناک حادثہ ہے جو نافرمانوں کو درپیش ہوگا اور عبادت گزاروں کے لیے (بھلائی کے سلسلے میں) کافی ہے اور گھبراہٹ کے بغیر مطلق سکرات موت کا ذکر موجود ہے جو ملک الموت کو دیکھنے والا محسوس کرتا ہے۔ کوئی آدمی اگر خواب میں بھی ملک الموت کو دیکھ لے، تو کیا حال ہوگا۔

نیک آدمی ملک الموت کو انتہائی حسین و جمیل صورت میں دیکھتا ہے۔ حضرت عکرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سے نقل کیا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام ایک غیور انسان تھے۔ ان کا ایک علیحدہ کمرہ تھا جس میں وہ عبادت کرتے تھے۔ جب باہر آتے، تو بند کر دیتے۔ ایک دن واپس آئے تو مکان میں ایک آدمی تھا۔ پوچھا: تمہیں کس میرے گھر میں داخل کر دیا؟ اس نے کہا: مجھے اس کے مالک نے داخل کیا ہے۔ فرمایا: میں اس کا مالک ہوں۔ اس نے کہا: مجھے اس نے داخل کیا ہے جو اس کا مجھ اور تجھ سے زیادہ مالک ہے۔ فرمایا: تم کون سے فرشتے ہو؟ اس نے کہا: میں ملک الموت ہوں۔ آپ نے فرمایا: کیا تم وہ صورت بن سکتے ہو کہ جو بن کر کسی مومن کی روح قبض کرتے ہو؟ اس نے کہا: ہاں، آپ دوسری طرف نگاہ کیجئے۔ انہوں نے دوسری طرف نگاہ کی۔ پھر مڑ کر دیکھا کہ وہ (ملک الموت) ایک نوجوان ہے، اس کا چہرہ حسین ہے، اس کا لباس خوبصورت ہے اور خوشبو سے مہکا ہوا ہے۔ فرمایا: اے ملک الموت! اگر مومن کو موت کے وقت صرف تیری صورت ہی دکھا دی جائے تو بھی کافی انعام ہے۔

نیز دو محافظ فرشتوں کا مشاہدہ ہوگا۔

حضرت وہب فرماتے ہیں: ہمیں یہ روایت پہنچی کہ جو مرنے والا ہوتا ہے، اسے دو (نیکی بدی) لکھنے والے فرشتے اسے اس کے اعمال دکھاتے ہیں۔ اگر وہ عبادت گزار ہوتا ہے تو کہتے ہیں: اللہ تعالیٰ تجھے جزائے خیر دے، تو نے ہمیں کئی اچھی مجالس میں بٹھایا اور

کئی نیک اعمال ہمارے سامنے کیے اور اگر بُرا آدمی ہو تو کہتے ہیں۔ تجھے اللہ تعالیٰ اچھی جزا نہ دے (یعنی سزا دے) تو نے ہمیں کئی بُری مجالس میں بٹھایا اور بُرے کام ہمارے سامنے کیے اور بُری باتیں ہمیں سنائیں، تجھے ہم سے اچھی جزا نہ دے۔ مردہ ان کی طرف نظریں جمائے ہوتا ہے اور دنیا کی طرف کبھی واپس نہیں آتے گا۔

تیسرا حادثہ نافرمانوں کا دوزخ میں اپنی جگہ دیکھنا اور مشاہدہ سے پہلے خوف وخطرہ ہے، جبکہ وہ سکراتِ موت میں مبتلا ہوتے ہیں، ان کی قوتیں تباہ ہو چکی ہوتی ہیں اور ان کی روحیں باہر نکلنے کے لیے تیار ہوتی ہیں اور جب تک فرشتہ سے دو میں سے ایک کی بشارت نہیں سنتے، ان کی روح ہرگز باہر نہیں نکلتی۔ ایک یہ کہ اے اللہ کے دشمن دوزخ کی خوشخبری لو، یا اے اللہ کے دوست جنّت کی خوشخبری لو، اہلِ خرد اس سے ہراساں و ترساں رہتے ہیں۔

حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلّم کا ارشادِ گرامی ہے: تم میں سے کوئی ایک تب تک دُنیا سے باہر نہیں نکلے گا، جب تک یہ نہ جان لے کہ اس کو کہاں جانا ہے، جب تک کہ وہ جنت یا دوزخ میں اپنی جگہ نہ دیکھ لے۔

باب ۴۵

قبر اور اس کا سوال و جواب

جنابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کا فرمان ہے: جب مردہ قبر میں رکھا جاتا ہے تو قبر مردے سے یہ کہتی ہے: اے ابنِ آدم! تیرا ناس ہو، تو میرے بارے میں کیوں فریب میں مبتلا رہا۔ کیا تو نہیں جانتا کہ میں آزمائش کا گھر ہوں، اندھیرے کا گھر ہوں، تنہائی کا گھر ہوں اور کیڑوں کا گھر ہوں۔ میرے بارے میں تو کیوں فریب زدہ رہا، جبکہ تو میرے پاس سے

لاپرواہ ہو کر گزرتا تھا۔ اگر وہ نیک آدمی ہو تو اس آدمی کی طرف سے قبر کو ایک جواب دیتا ہے: اگر وہ نیک کام کرتا تھا اور برائی سے روکتا تھا، تب تیرا کیا خیال ہے؟" تو قبر کہتی ہے کہ پھر میں اس پر سبزہ ڈال دوں گی۔ اس کا بدن روشن ہو جائے گا اور اس کی رُوح اللہ تعالیٰ کی طرف بلند ہو گی۔ فذا ذا کا معنی ہے: جو ایک قدم آگے بڑھائے اور دوسرا قدم پیچھے لے جائے۔ یعنی کچھ فیصلہ نہ کر پائے۔

حضرت عبید بن عمیر لیثی رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان ہے: جب مرنے والا مرتا ہے، اس کا گڑھا جس میں اسے دفن کیا جاتا ہے اسے پکارتا ہے: میں اندھیرے، تنہائی اور تفرد کا گھر ہوں۔ اگر تو اپنی زندگی میں عبادت گزار ہو گا، تو میں آج تم پر رحمت کرنے والا ہوں گا اور اگر تو نافرمان ہو گا، تو میں آج تجھ سے انتقام لوں گا۔ میں وہ ہوں کہ جو میرے اندر عبادت کرتے ہوئے داخل ہوا، وہ مسرور نکلا اور جو میرے اندر نافرمانی کرتے ہوئے داخل ہوا وہ برباد ہوا۔

محمد بن صبیح رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان ہے: ہمیں یہ بات پہنچی کہ ایک آدمی کو قبر میں رکھا گیا، تو اسے عذاب ہوا، یا فرمایا: کچھ ناپسندیدہ حالت اسے پہنچی، تو اسے مُردوں میں سے کسی ایک مردے نے آواز دی: اے بھائیوں اور پڑوسیوں کے مرنے کے بعد دنیا میں ہم سے پیچھے رہنے والے، کیا ہمارے اندر تیرے لیے عبرت نہ تھی، کیا ہمارے آگے بڑھ آنے میں تیرے لیے قابلِ غور کوئی بات نہ تھی۔ کیا تو نے ہمارے اعمال منقطع ہوتے نہ دیکھے اور تجھے مہلت تھی، پھر تو نے کیوں نہ مداوا کر لیا جو تیرے بھائیوں سے رہ گیا۔ زمین کا ٹکڑا بھی اسے آواز دیتا ہے: اے ظاہری دُنیا پر فریب کھانے والے! تو نے اپنے ان گھر والوں سے عبرت کیوں حاصل نہ کی جو فریب دُنیا میں مبتلا ہوئے اور وہ زمین کے پیٹ میں غائب ہو گئے۔ پھر اجل آئی اور وہ قبروں میں چلے گئے اور تو ان کا جنازہ اٹھتا دیکھتا رہا۔ اس کے احباب نے اس کا جنازہ اٹھا کر اس منزل تک پہنچا دیا جو ایک لازمی منزل تھی۔

حضرت یزید رقاشی رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان ہے: ہمیں یہ روایت پہنچی ہے کہ جب

مردے کو قبر میں رکھا جاتا ہے، اس کے اعمال اسے متوحش کرتے ہیں پھر اللہ تعالیٰ انہیں بولنے کی توفیق دیتا ہے۔ اے گڑھے میں تنہا رہ جانے والے بندے! تیرے دوست اور گھر والے تجھ سے دُور چلے گئے، آج ہمارے ہاں تیرا کوئی انیس نہیں۔

حضرت کعب رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان ہے: جب نیک بندے کو قبر میں رکھا جاتا ہے تو اس کے نیک اعمال بھی اُسے متوحش پاتے ہیں۔ نماز، روزہ، حج، جہاد اور صدقہ۔ راوی بتاتے ہیں: پھر عذاب کے فرشتے پاؤں کی طرف سے آتے ہیں، تو نماز کہتی ہے: اس سے دور ہو جاؤ، تمہیں اس کی طرف راہ حاصل نہیں، یہ ان ٹانگوں پر خوب نمازیں پڑھتا تھا۔ پھر وہ سر کی طرف سے آتے ہیں، تو روزہ کہتا ہے: تمہیں اس کی طرف راہ حاصل نہیں، اس نے دنیا کی زندگی میں اللہ تعالیٰ کی خاطر خوب پیاس سہی ہے، اس لیے اس کی طرف تمہیں راہ حاصل نہیں۔ پھر وہ بدن کی طرف سے آتے ہیں، تو حج اور جہاد کہتا ہے: اس سے دور ہو جاؤ، اس نے اللہ تعالیٰ کی خاطر اپنی جان کو قائم کیا اور بدن کو تھکایا، حج کیا اور جہاد کیا، اس لیے اس کی طرف تمہیں راہ حاصل نہیں۔ پھر وہ سامنے سے آتے ہیں اور صدقہ کہتا ہے: میرے ساتھی سے رُک جاؤ، اس نے کئی صدقات کیے جو اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر اس کے ہاتھوں سے نکلے اور اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں پڑے، اس لیے اس کی طرف تمہیں راہ حاصل نہیں۔

راوی بتاتے ہیں کہ پھر اسے کہا جاتا ہے: مبارک ہو، تو زندگی میں اچھا رہا اور موت میں اچھا رہا۔ راوی بتاتے ہیں کہ رحمت کے فرشتے اس کے پاس آتے ہیں اور جنت میں اس کے لیے بچھونا بچھا دیا جاتا ہے اور جنت کی چادریں اوڑھنے کے لیے دی جاتی ہیں اور اس کی قبر اس کی نگاہوں تک وسیع ہو جاتی ہے۔ جنت کی قندیل لائی جاتی ہے جس دن اللہ تعالیٰ اسے اٹھائے گا، اس دن تک اس کی قبر اس سے روشن رہے گی۔

حضرت عبید اللہ بن عبید بن عمیر نے ایک جنازہ میں فرمایا: مجھے یہ روایت پہنچی ہے

کہ جنابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مردے کو (دفن کے بعد) بٹھایا جاتا ہے، وہ جنازہ پڑھنے والوں کی قدموں کی آواز سنتا ہے، مگر قبر کے سوا کوئی اس سے بات نہیں کرتا۔ (قبر) کہتی ہے: اے ابنِ آدم! تیرا ناس ہو، کیا تجھے مجھ سے ڈرایا نہیں گیا؟ کیا تجھے میری تنگی، بدبو، خوف اور کیڑوں سے نہیں ڈرایا گیا؟ پھر تو نے کیا تیاری کی؟

حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: جنابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انصار کے ایک آدمی کے جنازہ میں باہر تشریف لائے۔ جنابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کی قبر پر سر جھکائے بیٹھے تھے۔ پھر دُعا کی:

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ۔ (اے اللہ! میں عذابِ قبر سے تیری پناہ مانگتا ہوں)

یہ دُعا تین بار کی، پھر فرمایا: جب ایک ایماندار آخرت کے پہلے مرحلہ پر ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ ایسے فرشتے بھیجتا ہے کہ ان کے چہرے سورج کی طرح چمکتے ہوتے ہیں۔ ان کے پاس کفن اور خوشبو ہوتی ہے، وہ اس کی حدِ نظر تک بیٹھ جاتے ہیں۔ جب اس کی رُوح نکلتی ہے کہ آسمان و زمین کے درمیان ہر فرشتہ اور آسمان کا ہر فرشتہ اس کی رُوح پر رحمت کرتے ہیں۔ آسمان کے دروازے کھُل جاتے ہیں اور ہر دروازہ چاہتا ہے کہ اس کی رُوح اس دروازے سے داخل ہو۔ جب اس کی رُوح اوپر چڑھتی ہے، عرض کیا جاتا ہے اے رب! تیرا فلاں بندہ حاضر ہے۔ وہ فرماتا ہے: اسے لے جاؤ اور وہ مقامِ کرامت دکھاؤ جو میں نے اس کے لیے تیار کر رکھا ہے، میں نے اس سے وعدہ کر رکھا ہے:

مِنْهَا خَلَقْنٰكُمْ وَفِيْهَا نُعِيْدُكُمْ وَمِنْهَا نُخْرِجُكُمْ تَارَةً اُخْرٰى (طٰہٰ - ۵۵)

(اس سے ہم نے تجھے پیدا کیا اور اس میں دوبارہ لوٹائیں گے اور اس سے ہم تمہیں دوبارہ نکالیں گے)

اور جب جنازہ پڑھنے والے واپس جاتے ہیں، تو مردہ ان کے جوتوں کا کھٹکا سنتا ہے۔ آخر کار کہا جاتا ہے: اے فلاں! تیرا رب کون ہے؟ تیرا دین کیا ہے؟ تیرا نبی کون ہے؟ وہ جواب دیتا ہے: میرا رب، اللہ ہے، میرا دین اسلام ہے، میرا نبی حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

اس میں شدید انتباہ ہے اور یہ آخری آزمائش ہے جو مردے پر آتی ہے۔ اس کے بعد ایک آواز دینے والا آواز دیتا ہے: تو نے سچ کہا، اس مفہوم میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

يُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ۔ (ابراهيم - ۲۷) (اللہ تعالیٰ ان کو ثابت قدم رکھتا ہے، جو ایمان لائے، پختہ قول کے ساتھ)

پھر ایک خوبصورت چہرے والا، عمدہ خوشبو والا، اچھے لباس والا آتا ہے، وہ کہتا ہے: اپنے رب کی رحمت کی خوشخبری لے اور باغات کی، جن میں ہمیشہ رہنے والی نعمتیں ہیں۔ وہ کہتا ہے کہ تجھے بھی اللہ تعالیٰ بھلائی کی خوشخبری دے، تو کون ہے؟ وہ کہتا ہے کہ میں تیرا نیک عمل ہوں۔ اللہ کی قسم! میں جانتا ہوں کہ تم اللہ تعالیٰ کی عبادت کی طرف تیز رو تھے اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں سست (یعنی بچنے والے) تھے، اللہ تعالیٰ تجھے جزائے خیر دے۔ بتایا کہ پھر ایک آواز دینے والا آواز دیتا ہے کہ اس کے لیے جنت کا ایک بچھونا بچھا دو اور اس کے لیے جنت کی طرف ایک دروازہ کھول دو، چنانچہ اس کے لیے جنت کا بچھونا بچھا دیا جاتا ہے اور جنت کا دروازہ کھول دیا جاتا ہے اور وہ کہتا ہے: اے اللہ تعالیٰ! قیامت جلدی لا تاکہ میں اپنے اہل و عیال کی طرف جاؤں۔

بتایا کہ کافر کا یہ حال ہوتا ہے کہ جب وہ آخرت کی طرف جا رہا ہوتا ہے اور دنیا سے منقطع ہو رہا ہوتا ہے تو اس کی طرف سخت تند فرشتے اترتے ہیں، ان کے پاس آگ کے کپڑے ہوتے ہیں اور گندھک کی شلوار ہوتی ہے۔ وہ اسے ڈراتے ہیں جب اس کی جان

نکلتی ہے تو زمین و آسمان کے درمیان کا اور آسمان والا ہر فرشتہ اس پر لعنت کرتا ہے۔ آسمان کے دروازے اس کے لیے بند کر دیے جاتے ہیں۔ وہاں کوئی دروازہ پسند نہیں کرتا کہ اس کی رُوح ادھر سے گزرے۔ جب اس کی رُوح اوپر چڑھتی ہے تو اسے پرے پھینک دیا جاتا ہے اور کہا جاتا ہے کہ اے رب! تیرا فلاں بندہ ہے، اسے آسمان اور زمین نے قبول نہیں کیا۔ اللہ عزّ وجل فرماتا ہے: اسے لے جاؤ اور میں نے اس کے لیے جو عذاب تیار کر رکھا ہے، وہ اسے دکھاؤ اور میں نے اس سے وعدہ کیا تھا:

مِنْهَا خَلَقْنٰكُمْ وَفِيْهَا نُعِيْدُكُمْ وَمِنْهَا نُخْرِجُكُمْ تَارَةً اُخْرٰى۔ (طٰہٰ - ۵۵)

(اس سے ہم نے تمہیں پیدا کیا اور اسی میں ہم تمہیں لوٹائیں گے، اس کے بعد اسی سے دوبارہ نکالیں گے)

اور لوگوں کے جوتوں کی آواز سنتا ہے۔ جب وہ جاتے ہیں۔ آخر کار اسے کہا جاتا ہے کہ تیرا رب کون ہے؟ تیرا دین کیا ہے؟ تیرا نبی کون ہے؟ وہ کہتا ہے کہ مجھے کچھ معلوم نہیں۔ اسے کہا جاتا ہے کہ تو نے سمجھا ہی نہیں۔ پھر اس کے پاس ایک بدشکل، بدبودار، بُرے لباس والا آتا ہے، وہ کہتا ہے: اللہ تعالیٰ کی ناراضی اور اس کی کے دائمی عذاب کی خوشخبری لو، وہ کہتا ہے: خدا تجھے دُکھ کی خوشخبری دے، تو کون ہے۔ وہ کہتا ہے کہ میں تیرا بُرا عمل ہوں۔ اللہ کی قسم، تو اللہ کی نافرمانی میں تیز اور اس کی عبادت میں بڑا سُست تھا۔ اللہ تجھے بُرا بدلہ دے۔

پھر اس پر بہرے، اندھے اور گونگے فرشتے مسلّط کر دیے جاتے ہیں۔ جن کے پاس لوہے کا گرز ہو گا۔ اگر جنّ و انس مل کر اسے اٹھانا چاہیں تو نہ اٹھا سکیں۔ اگر انہیں پہاڑ پر مارا جائے، تو وہ مٹی بن جائے، چنانچہ اس کے ساتھ اسے مارا جاتا ہے، وہ مٹی بن جاتا ہے۔ پھر اس میں روح ڈال دی جاتی ہے۔ پھر اس کی آنکھوں کے سامنے ایسی مار دی جاتی ہے کہ جس کو ثقلین (جنّ و انس) کے سوا سب سنتے ہیں۔ بتایا کہ پھر

ایک آواز دینے والا آواز دیتا ہے کہ اس کے لیے آگ کی دو تختیاں بچھا دو اور دوزخ کی طرف اس کے لیے دروازہ کھول دیا جاتا ہے۔

حضرت محمد بن علی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے : جو مرنے والا مرتا ہے۔ موت کے وقت اچھے اور بُرے اعمال اس کے سامنے آجاتے ہیں، وہ نیکیوں پر نظریں جماتا اور برائیوں سے اپنا سر نیچے کر لیتا ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے روایت کیا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب ایماندار کی وفات قریب ہوتی ہے، تو فرشتے ریشم کا ایک کپڑا لے کر آتے ہیں۔ اس میں مشک و ریحان کے بنڈل ہوتے ہیں اور اس کی رُوح اس میں کھسک کر نکل جاتی ہے، جیسے گوندھے ہوئے آٹے سے بال نکل جاتا ہے اور کہا جاتا ہے: اے مطمئن جان! اللہ کے رحم و کرم کی طرف نکل خوش خوش اور وہ تم پر خوش ہے۔ جب وہ رُوح نکلتی ہے، تو اسے اس مشک و ریحان پر رکھتے ہیں اور ریشم کے کپڑے میں لپیٹ میں لیتے ہیں اور اسے علیّین کی طرف بھیج دیتے ہیں۔

اور جب کافر کی وفات قریب ہوتی ہے، تو اس کے پاس آتے ہیں تو اس کی روح کو سختی کے ساتھ نکالتے ہیں اور کہا جاتا ہے : اے بُری جان! اللہ کے عذاب اور ذلت کی طرف نکل، تو ناخوش اور اللہ تعالیٰ تجھ پر ناراض ہے۔ جب اس کی رُوح نکلتی ہے، تو انگارے پر رکھی جاتی ہے۔ انگارے میں شدتِ حرارت سے آواز آرہی ہوتی ہے اور کھردرے حبن دار کپڑے میں لپیٹ کر اسے سجّین (برزخ کا مقامِ سزا) میں لے جایا جاتا ہے۔

حضرت بن کعب قرظی رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان پڑھتے:

حَتّٰۤى اِذَا جَآءَ اَحَدَهُمُ الْمَوْتُ (حتیٰ کہ ان میں سے جب کسی کو موت آئے تو کہتا

قَالَ رَبِّ ارْجِعُوْنِ لَعَلِّیْۤ اَعْمَلُ ہے کہ اے رب! مجھے واپس کر دے تاکہ میں

صَالِحًا فِيمَا تَرَكْتُ (المومنون ۹۹-۱۰۰) (نیک کام کروں جو میں نے چھوڑا)

فرمایا: اسے کہا جاتا ہے کہ کس چیز کا ارادہ ہے؟ کس چیز کو چاہتے ہو؟ کیا تم چاہتے ہو کہ تم مال جمع کرنے، کھیتی باڑی کرنے، عمارات بنانے اور نہریں کھودنے کے لیے واپس جاؤ۔ آدمی کہے گا: نہیں، تاکہ میں نیک کام کروں، جو چھوڑ رکھے ہیں۔ بتایا: پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

كَلَّا ط إِنَّهَا كَلِمَةٌ هُوَ قَائِلُهَا ط (ہرگز نہیں، یہ ایک بات ہے، وہ اس کا کہنے والا ہے) (المومنون - ۱۰۰)

یعنی وہ موت کے وقت یہ کلام کرے گا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، بتاتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایماندار اپنی قبر میں سبز باغ میں ہوتا ہے۔ اس کی قبر ستر گز فراخ کر دی جاتی ہے اور چودھویں رات کے چاند کی طرح چمکتی ہے، کیا تم جانتے ہو:

فَإِنَّ لَهُ مَعِيشَةً ضَنكًا (اس کی زندگی تنگ ہو گی)

یہ آیت کس کے بارے میں نازل ہوئی؟ صحابہ کرام نے عرض کیا: اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول خوب جانتے ہیں۔ یہ کافر کے عذاب کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ اس کی قبر میں کافر پر تنین (اژدھا) مسلط کر دیے جاتے ہیں۔ کیا تم جانتے ہو تنین کیا ہے؟ تنین دراصل ۹۹ سانپ ہیں۔ ہر سانپ کے سات سر ہوتے ہیں جو قیامت کے دن تک اس کے جسم کو نوچتے ہیں، ڈنک لگاتے ہیں اور (زہریلی) پھونک لگاتے ہیں۔

خاص اس عدد پر حیرت نہیں ہونی چاہیے، اس لیے کہ ان سانپوں اور بچھوؤں کی تعداد اس کے مذموم اخلاق، تکبر، ریا، حسد، خیانت، کینہ اور تمام اخلاق کے مطابق ہے۔ ان تمام صفات کے اصول معین ہیں، پھر اس کی مقررہ شاخیں پھوٹتی ہیں۔ پھر اس کی شاخیں کئی اقسام میں منقسم ہوتی ہیں اور خود یہی صفات اس کو ہلاک کرنے والی ہیں

اور یہ خود ہی سانپوں اور بچھوؤں میں بدل جائیں گے۔ زیادہ سخت (بر صفت) تنین کی طرح ڈسے گی اور ان کے درمیان والی سانپ کی طرح ڈسیں گی۔ اہلِ دل اور اہلِ بصیرت حضرات نورِ بصیرت کے ساتھ ان مہلکات اور ان کی شاخوں کا مشاہدہ کرتے ہیں، البتہ ان کی تعداد پر صرف نورِ نبوت سے ہی آگاہی ہوتی ہے۔

ان روایات کے صحیح ظواہر (متن) ہیں اور مخفی اسرار ہیں، مگر اہلِ بصیرت کے نزدیک یہ (روایات) واضح ہیں جس کے سامنے ان کی حقیقت نہ کھلے، اسے ظواہر کا انکار نہیں کرنا کرنا چاہیئے۔ بلکہ ایمان کا کمتر درجہ یہ ہے کہ تصدیق و اقرار کرے۔

باب ۴۶

علم الیقین عین الیقین اور قیامت کی پیشی

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

كَلَّا لَوْ تَعْلَمُونَ عِلْمَ الْيَقِينِ (ہرگز نہیں، اگر تم جانتے یقین کا جاننا)

یعنی اگر تم قیامت کو یقینی جانتے تو تمہیں اس کثرتِ مال کی خواہش اور فخر و غرور جتانے سے غافل کر دیتی (یعنی روک دیتی) اور تم یقیناً نیکی کے کام کرتے اور بُرے کام چھوڑ دیتے۔ ایک قول یہ ہے: اگر تمہیں وہ علم الیقین ہوتا جو رسل علیہم السلام نے سکھایا ہے کہ حسب و نسب اور مال میں فخر نہیں اور یہ چیزیں تمہیں قیامت کے دن کچھ نفع نہیں دیں گی۔ تم اگر مال اور کثرتِ افراد پر فخر کرو گے تو تم جہنم دیکھو گے۔ اللہ تعالیٰ نے قسم کھائی کہ تم قیامت کے دن کھلم کھلا ضرور جہنم اور اس کی شدت کو دیکھو گے۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

لَتَرَوُنَّ الْجَحِيمَ ثُمَّ لَتَرَوُنَّهَا عَيْنَ الْيَقِينِ (التکاثر - ۶-۷)

(تم ضرور جہنم دیکھو گے، پھر البتہ تم ضرور یقین کی آنکھ سے اسے دیکھو گے)

یعنی دوزخ تمہیں اس طرح صاف نظر آئے گی کہ تمہیں نفس یقین حاصل ہوگا اور یہ مشاہدہ و معائنہ ہے جس میں کوئی شبہ نہیں۔

اگر یہ کہا جائے کہ علم الیقین اور عین الیقین میں کیا فرق ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہوگا کہ انبیاء کرام علیہم السلام کو نبوت کے باعث علم الیقین حاصل ہے، اس لیے کہ فرشتے آنکھوں کے ساتھ جنت، دوزخ، لوح محفوظ، قلم، عرش اور کرسی کو دیکھ رہے ہیں، اس لیے انہیں عین الیقین حاصل ہے۔ یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ زندوں کے لیے موت اور قبریں علم الیقین ہیں، اس لیے کہ وہ سمجھتے ہیں کہ مردے قبروں میں ہیں، مگر یہ نہیں سمجھتے کہ ان میں ان کی حالت کیا ہے؟ اور مُردوں کے لیے یہ عین الیقین ہے، اس لیے کہ انہوں نے قبروں کو اندرونی حالات کے ساتھ دیکھ لیا کہ یا وہ جنت کے باغات میں سے ایک باغ ہے یا دوزخ کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا ہے۔

چاہو تو یہ جواب دو کہ علم الیقین سے مراد قیامت کا علم ہے اور عین الیقین سے مراد قیامت اور اس کے اہوال و خطرات کو دیکھنا ہے۔ ایک جواب یہ ہے کہ علم الیقین سے مراد جنت و دوزخ کا علم ہے اور عین الیقین سے مراد دیکھنا ہے۔

ثُمَّ لَتُسْأَلُنَّ يَوْمَئِذٍ عَنِ النَّعِيمِ (التکاثر - ۸)

(پھر تمہیں ضرور پوچھا جائے گا، نعمتوں کے بارے میں)

یعنی قیامت کے دن دنیاوی انعامات مثلاً صحت، سننے، دیکھنے، کاروبار اور خورد و نوش کی خاطر مدارات وغیرہ کے بارے میں پوچھا جائے گا کہ کیا ان کے عطا کرنے والے کا شکر ادا کیا، اس کو پہچانا اور مانا یا اس کا انکار کیا۔

ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ نے حضرت زید بن اسلم سے انہوں نے اپنے والد ماجد

سے روایت کیا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت پڑھی :

أَلْهَاكُمُ التَّكَاثُرُ حَتَّىٰ زُرْتُمُ الْمَقَابِرَ كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُونَ ثُمَّ كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُونَ كَلَّا لَوْ تَعْلَمُونَ عِلْمَ الْيَقِينِ لَتَرَوُنَّ الْجَحِيمَ ۔

(التکاثر ۱ ۔ تا ۶)

تمہیں کثرت کی خواہش (عبادت سے) غافل کر دیا، حتیٰ کہ تم نے قبریں جا دیکھیں (یعنی تمہیں موت آگئی)، ہرگز نہیں، تم جلد جان جاؤ گے (یعنی جب قبروں میں جاؤ گے) پھر ہرگز نہیں تم جلد جاؤ گے (قبروں سے نکل میدان محشر میں اکٹھے ہو گے) ہرگز نہیں، کاش تم یقین کا علم جانتے (یعنی کاش تم اپنے رب کے سامنے پیش ہونے والے اعمال سے آگاہ ہوتے) البتہ تم ضرور دوزخ کو دیکھتے)

اس کی وجہ یہ ہے کہ پل صراط کو دوزخ کے درمیان رکھ دیا جائے گا، پھر کچھ مسلمان نجات پا جائیں گے، کچھ مسلمان زخمی ہوں گے، کچھ دوزخ کی آگ سے جھلسے اور زخمی ہوں گے۔

ثُمَّ لَتُسْأَلُنَّ يَوْمَئِذٍ عَنِ النَّعِيمِ

(التکاثر ۔ ۸)

(پھر تمہیں ضرور پوچھا جائے گا نعمتوں کے بارے میں)

یعنی کس قدر پیٹ بھرے، ٹھنڈا پانی پیا، مکانات کے سائے حاصل کیے، مخلوق میں بہتر حال میں رہے، نیند کے مزے اڑائے۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا فرمان ہے : عافیت ہی نعمت ہے۔ ان کا یہ بھی فرمان ہے : جس نے گندم کی روٹی کھائی اور فرات کا ٹھنڈا پانی پیا، اس کا رہنے کے لیے ایک مکان ہے، تو یہ نعمتیں ہیں، جن کی پرسش ہوگی۔

حضرت ابوقلابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس آیت کے بارے میں روایت کیا، آپ نے فرمایا: میری امت میں سے کچھ لوگ صاف گھی اور

شہد ملا کر گاڑھا کر کے کھائیں گے۔

حضرت عکرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: جب یہ آیت نازل ہوئی تو صحابہ کرام نے عرض کیا، اے اللہ کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) ہم کس نعمت میں ہیں؟ ہم تو نصف پیٹ تک جو کی روٹی کھاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف وحی فرمائی کہ انہیں بتا دیں: کیا تم جوتے نہیں پہنتے، ٹھنڈا پانی نہیں پیتے؟ یہ بھی نعمتیں ہیں۔

ترمذی وغیرہ میں ہے کہ جب اَلْهٰكُمُ التَّكَاثُرُ نازل ہوئی، تو آپ نے یہ آیت پڑھی اور اَلنَّعِیْمِ تک پہنچے، تو صحابہ کرام نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم)، کس کس نعمت کا ہم سے سوال ہوگا۔ یہ دو چیزیں ہیں پانی اور کھجور اور ہماری تلواریں ہماری گردنوں پر ہیں اور دشمن ہمارے سامنے ہے۔ اب کس نعمت کی پرسش ہوگی؟ آپ نے فرمایا: یہ نعمتیں آرہی ہیں۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن سب سے پہلے بندے سے نعمت کی پرسش ہوگی۔ اسے کہا جائے گا: کیا ہم نے تیرا بدن صحت مند نہیں بنایا تھا؟ اور کیا ہم نے تجھے ٹھنڈے پانی سے سیراب نہیں کیا تھا؟

مسلم وغیرہ میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے: حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لائے، تو حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ملاقات ہوئی۔ آپ نے فرمایا: اس وقت کس چیز نے تمہیں گھر سے نکالا ہے؟ عرض کیا، اے اللہ کے رسول! (صلی اللہ علیہ وسلم) بھوک نے۔ آپ نے فرمایا: اس ذات کی قسم، جس کے قبضے میں میری جان ہے، جس چیز نے تمہیں گھر سے نکالا ہے، اسی نے مجھے نکالا ہے۔ اس لیے اٹھو (اور آؤ) وہ دونوں آپ کے ہمراہ اٹھے اور انصار میں سے ایک

صحابی کے گھر پہنچے، وہ گھر پر نہیں تھے۔ ان کی بیوی نے دیکھا تو کہا: خوش آمدید۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: فلاں کہاں ہے؟ عرض کیا: وہ ہمارے لیے ٹھنڈا اور میٹھا پانی لینے گئے ہیں۔ اچانک انصاری صحابی بھی آگئے۔ انہوں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور دونوں صحابہ کو دیکھا تو کہا:

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ مَا اَحَدٌ اَلْیَوْمَ اَکْرَمُ اَضْیَافًا مِنِّیْ۔ (اللہ تعالیٰ کی حمد ہے، آج سب سے زیادہ مکرم مہمان میرے نصیب میں ہوئے)

وہ گئے اور کھجور کا ایک خوشہ لے آئے جس میں خشک اور تر کھجوریں تھیں اور عرض کیا: فی الحال اسے تناول فرمایئے اور پھر ایک بکری پکڑی۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دودھ دینے والی بکری ذبح نہ کرنا۔ چنانچہ (دوسری) ذبح کی۔ انہوں نے بکری کا گوشت کھایا اور اس کا دودھ پیا۔ جب سیر ہو کر کھا پی لیا، تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو فرمایا: اس ذاتِ پاک کی قسم! جس کے قبضے میں میری جان ہے، ہمیں قیامت کے دن اس نعمت کی پرسش ہوگی۔ [۱]

---

[۱] مراد یہ ہے کہ دنیا کی ہر نعمت کی پرسش ہوگی۔ اس لیے ضروری ہے کہ ہر چھوٹی بڑی نعمت کے ملنے اور استعمال کرنے پر منعمِ حقیقی کا شکر ادا کیا جائے اور شکرانے کی مقررہ دعائیں پڑھی جائیں۔ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو جائز اور صحیح استعمال کیا جائے اور اس کی حمد و ثنا بیان کی جائے اس کے بعد اللہ کریم اور حلیم ہے۔ (مترجم)

باب ۴۷

ذکر اللہ کی فضیلت

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

فَاذْكُرُونِي أَذْكُرْكُمْ (البقرۃ ۱۵۲) (تم مجھے یاد کرو، میں تمہیں یاد رکھوں گا)

حضرت ثابت بنانی رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان ہے: جانتا ہوں میں کہ میرا رب مجھے کب یاد کرتا ہے، لوگ پریشان ہو گئے اور پوچھا: آپ کس طرح یہ جان لیتے ہیں، فرمایا: جب میں اس کو یاد کرتا ہوں، وہ مجھے یاد فرماتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

اُذْكُرُوا اللّٰهَ ذِكْرًا كَثِيرًا (الاحزاب ۴۱) (اللہ تعالیٰ کو بہت بہت یاد کرو)

نیز فرمایا:

فَإِذَا أَفَضْتُم مِّنْ عَرَفَاتٍ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ عِندَ الْمَشْعَرِ الْحَرَامِ فَاذْكُرُوهُ كَمَا هَدَاكُمْ (البقرۃ - ۱۹۸) (پس جب تم عرفات سے پھرو، پس اللہ کو یاد کرو، مشعر حرام کے نزدیک، اور اس کو یاد کرو جیسے اس نے تمہیں ہدایت دی ہے)

اور فرمایا:

فَإِذَا قَضَيْتُم مَّنَاسِكَكُمْ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَذِكْرِكُمْ آبَاءَكُمْ أَوْ أَشَدَّ ذِكْرًا ط (البقرۃ - ۲۰۰) (پس جب تم اپنے مناسک ادا کر لو، تو اللہ کو یاد کرو، جیسے تم اپنے بڑوں کو یاد کرتے تھے، یا زیادہ تر ذکر)

اللہ تعالیٰ نے یہ بھی فرمایا:

اَلَّذِیْنَ یَذْکُرُوْنَ اللّٰہَ قِیَامًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰی جُنُوْبِہِمْ۔ (وہ لوگ جو اللہ کو یاد کرتے ہیں، کھڑے اور بیٹھے اور اپنی کروٹوں کے بل)

(اٰل عمران ۱۹۱)

نیز فرمایا:

فَاِذَا قَضَیْتُمُ الصَّلٰوۃَ فَاذْکُرُوا اللّٰہَ قِیَامًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰی جُنُوْبِکُمْ۔ (پس جب تم نماز پڑھ لو تو اللہ کو یاد کرو، کھڑے اور بیٹھے اور اپنی کروٹوں کے بل)

(النساء - ۱۰۳)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا فرمان ہے: اس سے مراد یہ ہے کہ دن، رات، خشکی، تری، سفر و حضر، فقر و غنا، صحت و مرض اور ظاہر و باطن ہر حال میں ذکر اللہ کرتا رہے۔

اللہ تعالیٰ نے منافقین کی مذمت کرتے ہوئے فرمایا:

وَلَا یَذْکُرُوْنَ اللّٰہَ اِلَّا قَلِیْلًا (اور اللہ کو یاد نہیں کرتے، مگر تھوڑا)

(النساء - ۱۴۲)

نیز فرمایا:

وَاذْکُرْ رَّبَّکَ فِیْ نَفْسِکَ تَضَرُّعًا وَّخِیْفَۃً وَّدُوْنَ الْجَھْرِ مِنَ الْقَوْلِ بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ وَلَا تَکُنْ مِّنَ الْغٰفِلِیْنَ ۝ (الاعراف ۲۰۵) (اور اپنے رب کو اپنے دل میں یاد کر، عاجزی سے اور ڈر سے اور کم آواز سے بات میں، اور صبح کو اور شام کو، اور مت ہو غافلوں میں سے)

نیز فرمایا:

وَلَذِکْرُ اللّٰہِ اَکْبَرُ (العنکبوت - ۴۵) (اور اللہ کا ذکر سب سے بڑا ہے)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا فرمان ہے کہ اس کی دو توجیہہ ہیں:

۱۔ اللہ تعالیٰ کا تمہیں یاد رکھنا، تمہارے ذکر اللہ سے بڑھ کر ہے۔

۲۔ اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنا، اس کے علاوہ سب سے افضل ہے۔

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: غافلوں کے اندر اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے والا ایسا ہے جیسا کہ خشک علاقے میں سبز درخت ہو۔ نیز آپ نے فرمایا: غافلوں کے اندر اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے والا ایسا ہے جیسا کہ بھاگنے والوں میں جہاد کرنے والا ہو۔

حضورِ اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ اللہ عزوجل فرماتا ہے: میں اپنے بندے کے ساتھ ہوں، جب وہ میرا ذکر کرتا ہے اور اس کے ہونٹ میرے لیے حرکت کرتے ہیں۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ابن آدم نے ذکر اللہ سے بڑھ کر کوئی عمل اللہ کے عذاب سے نجات دینے والا نہیں کیا۔ صحابۂ کرام نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم)، اور نہ ہی اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد؟ آپ نے فرمایا: اور نہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد، سوائے اس کے کہ تو اپنی تلوار سے مارے، حتیٰ کہ ٹوٹ جائے پھر اس کے ساتھ مارے حتیٰ کہ ٹوٹ جائے۔

جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا: کونسا عمل زیادہ افضل ہے؟ آپ نے فرمایا: یہ کہ تیری موت آئے اور تیری زبان اللہ تعالیٰ کے ذکر سے تر ہو۔

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: صبح اور شام ایسے کرو کہ تمہاری زبان اللہ تعالیٰ کے ذکر سے تر ہو، پھر تم ایسی صبح و شام کرو گے کہ تم پر کوئی گناہ نہیں ہوگا۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: صبح و شام اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنا، اللہ تعالیٰ کی راہ میں تلواریں توڑنے اور سخاوت کرتے ہوئے مال دینے سے افضل ہے۔

حضورِ اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: جب میرا بندہ مجھے اپنے دل میں یاد کرتا ہے، تو میں اسے اپنے دل میں یاد کرتا ہوں اور جب وہ مجھے کسی جماعت میں یاد کرتا ہے، تو میں اسے اس کی جماعت سے بہتر جماعت میں یاد

کرتا ہوں، جب وہ ایک بالشت میرے قریب ہوتا ہے، تو میں ایک باع[1] (تقریباً ایک گز سے فاصلہ) اس کے قریب ہوتا ہوں، جب وہ چل کر میری طرف آتا ہے، تو میں دوڑ کر اس کی طرف جاتا ہوں (یعنی تیزی سے اس کی دعا و ذکر قبول کرتا ہوں)

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سات آدمی ایسے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ اپنے سایہ میں جگہ دے گا جس دن اس کے سایہ کے سوا کوئی سایہ نہیں ہوگا۔ ان میں سے ایک وہ آدمی ہے جو کہ تنہا ہو کر اللہ تعالیٰ کا ذکر کرے، پھر اللہ تعالیٰ کے ڈر سے اس کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو جائیں۔

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا میں تمہیں تمہارے وہ اعمال نہ بتاؤں جو تمہارے مالک اللہ تعالیٰ کے ہاں بہترین اور پاکیزہ ترین ہوں۔ تمہارے درجات سب سے زیادہ بلند کرنے والے ہوں اور تمہارے لیے سونا چاندی خیرات کرنے سے افضل ہوں اور اس سے بھی بہتر ہوں کہ تم دشمن کو ملو، وہ تمہاری گردنیں مارے۔ صحابہ کرام نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) وہ کیا ہیں؟ آپ نے فرمایا: ہمیشہ اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے رہنا۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ عزوجل نے فرمایا: جس کو میرا ذکر مجھ سے مانگنے سے روک دے (یعنی مانگنے کا موقع ہی نہ آئے) تو میں اسے مانگنے والوں سے بہتر دوں گا۔

حضرت فضیل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں، ہمیں یہ روایت پہنچی کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے میرے بندے! صبح کے بعد ایک گھڑی اور عصر کے بعد ایک گھڑی

---

[1] باع سے مراد دونوں بازوؤں کو پھیلانے میں درمیان کا فاصلہ ہے جو عموماً ایک گز سے زیادہ شمار کیا جاتا ہے۔

مجھے یاد کر، میں اس کے درمیان تیری (ضروریات کا) کفیل ہوں۔

بعض علماء کرام فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: جس بندے پر میں نے نظر کی اور اس کے دل میں غالب حصہ کی میں نے اپنے ذکر سے وابستگی دیکھی، تو میں نے اس کے انتظامات (امور) کا کارساز ہوں۔ اس کا ہم نشین ہوں، اس کے ساتھ باتیں کرنے والا اور اس کا انیس وغم خوار ہوں۔

حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا فرمان ہے: ذکر کی دو قسمیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنا۔ اپنے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان، یہ کیا ہی خوب ہے اور کیا ہی اس کا ثواب ہے، مگر اس سے افضل یہ ہے کہ جن کو اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دیا۔ اس کام کے وقت اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنا (یعنی اسے یاد رکھنا اور حرام کام نہ کرنا)

روایت میں ہے کہ ہر جان دُنیا سے نکلتے وقت پیاسی ہوتی ہے، سوائے اللہ تعالیٰ کے ذکر کرنے والے کے۔

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ، نے فرمایا: جنتی لوگ کسی بات پر حسرت نہیں کریں گے، سوائے اس گھڑی کے کہ جو گزر گئی، مگر اس میں اللہ سبحانہ، کو یاد نہیں کیا۔

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا: جب بھی کوئی قوم کسی جگہ بیٹھے اور اللہ عزوجل کو یاد کرتی ہو، تو فرشتے انہیں گھیر لیتے ہیں۔ رحمت انہیں ڈھانپ لیتی ہے اور اللہ تعالیٰ انہیں اِن کے پاس یاد کرتا ہے جو اس کے پاس ہیں (یعنی فرشتوں کے سامنے یاد کرتا ہے)

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا: جو قوم بھی جمع ہو کر اللہ تعالیٰ کو یاد کرتی ہو، اور وہ صرف اللہ تعالیٰ کی رضا چاہتی ہو۔ آسمان سے ایک آواز دینے والا آواز دیتا ہے اٹھو، تم بخشے ہوئے ہو، میں نے تمہاری برائیوں کو نیکیوں میں بدل دیا۔

حضور سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا: جو قوم کسی جگہ بیٹھے اور اللہ تعالیٰ کا ذکر نہ کرے اور نہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم پر درود شریف پڑھے، تو قیامت کے دن ان پر (وہ مجلس)

افسوس کی ہوگی۔

حضرت داؤد علیہ السلام نے فرمایا: اے میرے خدا! جب بھی تو مجھے دیکھے کہ میں ذکر اللہ کرنے والوں کی مجلس سے آگے بڑھ کر غافلین کی مجلس میں جا رہا ہوں (یا چھوڑ کر آگے جاتا ہوں) تو میری ٹانگ توڑ دے (تا کہ غافلین تک نہ پہنچوں) اس لیے کہ یہ ٹانگ تیری نعمت ہے، اس کے ذریعے (نیک مجلس تک لے جا کر) تو مجھ پر انعام فرماتا ہے۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نیک مجلس، دو کروڑ بری مجالس کا کفارہ بنتی ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: آسمان والے، اہل زمین کے ان گھروں کو جن میں اللہ تعالیٰ کے نام کا ذکر ہوتا ہے، ستاروں کی طرح (چمکدار) دیکھتے ہیں۔

حضرت سفیان بن عیینہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: جب ایک قوم جمع ہو کر اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتی ہے، تو شیطان اور دنیا اس سے ہٹ جاتے ہیں۔ شیطان دنیا کو کہتا ہے کہ کیا تو دیکھتی نہیں کہ یہ کیا کر رہے ہیں؟ دنیا کہتی ہے: انہیں چھوڑ دے، اس لیے کہ جب یہ متفرق ہوں گے، تو میں ان کی گردنیں پکڑ کر تیرے پاس لاؤں گی۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں مروی ہے کہ وہ بازار میں داخل ہوئے اور فرمایا: میں تمہیں یہاں دیکھ رہا ہوں اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی میراث مسجد میں تقسیم ہو رہی ہے۔ لوگ مسجد میں گئے اور بازار کو چھوڑ دیا، مگر کوئی میراث نہ دیکھی۔ انہوں نے حضرت ابوہریرہ سے دریافت کیا۔ ہم نے مسجد میں کوئی میراث تقسیم ہوتے نہیں دیکھی۔ انہوں نے فرمایا: پھر تم نے کیا دیکھا ہے؟ انہوں نے کہا کہ ہم نے ایک قوم کو دیکھا جو اللہ تعالیٰ کا ذکر کر رہی ہے اور قرآن مجید پڑھ رہی ہے۔ انہوں نے فرمایا: یہی تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی میراث ہے۔

حضرت اعمش نے حضرت ابوصالح سے انہوں نے حضرت ابوہریرہ اور حضرت

ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے انہوں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا کہ آپ نے فرمایا: اللہ عزّوجل کے بعض فرشتے زمین میں سیر کرنے والے ہیں۔ جو لوگوں کے اعمال لکھنے والوں کے علاوہ ہیں۔ جب وہ کسی قوم کو دیکھتے ہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کو یاد کر رہی ہے، تو ایک دوسرے کو آواز دیتے ہیں: آؤ، اپنے مطلوب کی طرف وہ آتے ہیں اور انہیں آسمان تک گھیر لیتے ہیں۔ پھر اللہ تبارک و تعالیٰ فرماتا ہے: تم نے میرے بندوں کو کیا چیز کرتے چھوڑا، وہ کہتے ہیں کہ ہم نے انہیں اس حال میں چھوڑا کہ وہ تیری حمد و ثناء بیان کر رہے تھے اور تیری تسبیح پڑھ رہے تھے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ فرماتا ہے: کیا انہوں نے مجھے دیکھا ہے؟ وہ کہتے ہیں: نہیں! اللہ جل جلالہٗ فرماتا ہے: اگر وہ مجھے دیکھ لیتے، پھر کیسے ہوتے؟ فرشتے کہتے ہیں: اگر آپ کو دیکھ لیتے، تو بہت ہی زیادہ تسبیح اور حمد و ثناء کرتے! پھر وہ انہیں فرماتا ہے: وہ کس چیز سے پناہ مانگتے ہیں؟ وہ کہتے ہیں: دوزخ سے پناہ مانگتے ہیں! اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: کیا انہوں نے اسے دیکھا ہے؟ وہ کہتے ہیں: نہیں! اللہ عزّوجل فرماتا ہے: اگر وہ اسے دیکھ لیتے، تو کیسے ہوتے؟ وہ کہتے ہیں: اگر وہ اسے دیکھ لیتے، تو اس سے دُور بھاگتے اور (سخت لرزتے) دُور رہتے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وہ کیا چیز مانگتے ہیں؟ وہ کہتے ہیں: وہ جنت (مانگتے ہیں)، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: کیا انہوں نے اسے دیکھا ہے؟ وہ کہتے ہیں: نہیں! اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اگر انہوں نے اسے دیکھا ہوتا، تو پھر کیسے ہوتے؟ وہ کہتے ہیں: اگر اسے دیکھا ہوتا، تو اس کے لیے بہت حرص (خواہش) کرتے اللہ جل جلالہٗ فرماتا ہے: میں تمہیں گواہ بناتا ہوں کہ میں نے انہیں بخش دیا: فرشتے کہتے ہیں: ان میں فلاں آدمی تھا کہ اس کا ارادہ (ذکر اللہ تعالیٰ کے لیے) ان کی طرف آنے کا نہیں تھا، بلکہ ایک ضرورت سے آیا تھا۔ اللہ عزّوجل فرماتا ہے: یہ وہ قوم ہے کہ ان کے پاس بیٹھنے والا بھی نامراد نہیں رہتا۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: افضل ترین کلام وہ ہے جو میں نے اور مجھ سے پہلے تمام انبیاء کرام علیہم السلام نے کہا: وہ ہے۔

لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ۔ (اللہ کے بغیر کوئی معبود نہیں، وہ تنہا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں)

حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص یہ پڑھے:

لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ۔ (اللہ کے بغیر کوئی معبود نہیں، وہ تنہا ہے اس کا کوئی شریک نہیں، اس کی سلطنت ہے، اور اس کی حمد ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے)

مندرجہ بالا دعا ہر روز ایک سو بار پڑھے، تو اس کے لیے دس غلام آزاد کرنے کا ثواب ہوگا اس کی ایک سو نیکی لکھی جاتی ہے اور اس کا سو گناہ معاف کر دیا جاتا ہے اور اس دن اسے شیطان سے حفاظت رہتی ہے، یہاں تک شام ہو جائے اور اس سے افضل کوئی عمل نہیں ہوتا، سوائے اس کے کہ جو بھی اس سے زیادہ کرے۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جو بندہ وضو کرے اور خوب اچھا وضو کرے پھر آسمان کی طرف سر اٹھا کر یہ کہے:

اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ۔ (میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے بغیر کوئی معبود نہیں، وہ تنہا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بندے اور رسول ہیں)

تو اس کے لیے جنت کے دروازے کھل جاتے ہیں جس سے چاہے اندر داخل ہو جائے۔

باب ۴۸

نماز کے فضائل

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے :

اِنَّ الصَّلٰوۃَ کَانَتْ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ کِتَابًا مَّوْقُوْتًا ۔ (النساء ، ۱۰۳) (بیشک نماز کا مومنوں پر اوقاتِ (مقررہ) میں ادا کرنا فرض ہے)

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : پانچ نمازیں ہیں ، اللہ تعالیٰ نے بندوں پر انہیں فرض قرار دیا جو ان کو ادا کر کے آئے گا ـــــ اور ان کے حق کو ہلکا سمجھتے ہوئے ان میں سے کچھ ضائع نہیں کرے گا ، اس کے لیے اللہ تعالیٰ کے پاس وعدہ ہے کہ اسے جنت میں داخل کرے گا اور جو انہیں لے کر نہیں آئے گا ، تو اللہ تعالیٰ کے پاس اس کے لیے کوئی وعدہ نہیں ۔ اگر چاہے ، تو عذاب دے اور چاہے تو جنت میں داخل کرے ۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : پانچ نمازوں کی مثال ایسی ہے جیسے کثیر شیریں پانی کی نہر تم میں سے ہر ایک کے دروازے پر ہو جس میں وہ ہر روز پانچ بار نہائے پھر کیا تم سمجھتے ہو کہ اس کے بدن پر میل باقی رہے گا ؟ انہوں نے کہا : کچھ نہیں ۔ آپ نے فرمایا : یہ پانچ نمازوں کی مثال ہے کہ گناہ اس طرح دُھل جاتے ہیں جیسے پانی میل کو صاف کر دیتا ہے ۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : نمازیں (ایک سے دوسری نماز) تک کے درمیان کے لیے کفّارہ ہے ، بشرطیکہ بڑے گناہوں سے بچا جائے ، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا :

اِنَّ الْحَسَنَاتِ یُذْهِبْنَ السَّیِّاٰتِ (بیشک نیکیاں بُرائیاں کو مٹا دیتی ہیں)

(ھود ، ۱۱۴)

اور یذھبن کا مفہوم یہ ہے کہ برائیوں کو اس طرح دُور کر دیتی ہیں، گویا وہ تھیں ہی نہیں۔ بخاری، مسلم اور دوسرے محدثین نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا کہ ایک آدمی نے ایک عورت کا بوسہ لے لیا۔ وہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوا، اور اس کا ذکر کیا، گویا وہ اس کے کفارے کا طریقہ معلوم کر رہا تھا، اس پر یہ آیت نازل ہوئی:

وَاَقِمِ الصَّلٰوۃَ طَرَفَیِ النَّہَارِ (اور نماز قائم کرو، دونوں طرف دن کی)

آخر تک (ھود ۱۱۴) (آخر تک)

اس آدمی نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کیا یہ میرے ہی لیے ہے؟ آپ نے فرمایا: یہ میری امت کے ہر اس شخص کے لیے ہے جو اس پر عمل کرے۔

احمد اور مسلم وغیرہ نے حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا کہ ایک آدمی حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور عرض کیا: اے اللہ کے رسول! (صلی اللہ علیہ وسلم) مجھ پر اللہ تعالیٰ کی حد جاری کر دیں۔ ایک بار کہا یا دو بار کہا۔ آپ نے اس سے منہ پھیر لیا۔ پھر نماز کھڑی ہوئی۔ جب نماز سے فارغ ہو گئے تو آپ نے فرمایا: وہ آدمی کہاں ہے؟ اس نے عرض کیا: میں حاضر ہوں۔ فرمایا: کیا تم نے وضو مکمل کیا اور ہمارے ساتھ شروع سے نماز پڑھی؟ اس نے کہا: ہاں! آپ نے فرمایا: اب تمہارے گناہ اس طرح دُھل چکے ہیں جس طرح اس دن کہ تیری ماں نے تجھے جنا تھا، اب نہ کرنا۔ اللہ تعالیٰ نے اسی وقت یہ آیت نازل ہوئی:

وَاَقِمِ الصَّلٰوۃَ طَرَفَیِ النَّہَارِ (اور نماز قائم کرو، دونوں طرف دن کی)

حضورِ انور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: ہمارے اور منافقین کے درمیان عشاء اور صبح کی نماز میں حاضری کا فرق ہے۔ وہ (منافقین) ان دونوں کی سکت نہیں رکھتے۔ آپ نے فرمایا: نماز دین کا ستون ہے، جس نے اسے چھوڑ دیا، اس نے دین کو گرا دیا۔

جنابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا: کونسا عمل افضل ہے؟ آپ

نے فرمایا: نماز اپنے اوقات میں۔

حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے مکمل طہارت اور اوقات کا خیال رکھا، پانچوں نمازوں کی پابندی کی، قیامت کے دن اس کے لیے یہ نور اور دلیل ہوگی، اور جس نے اسے ضائع کر دیا، اس کا حشر فرعون اور ہامان کے ساتھ ہوگا۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نماز جنت کی کنجی ہے اور فرمایا: توحید کے بعد مخلوق پر سب سے زیادہ محبوب فرض نماز ہی ہے اور اگر کچھ اور چیز زیادہ محبوب ہوتی تو فرشتے اس کے ساتھ عبادت کرتے۔ ان میں سے بعض رکوع کی حالت میں ہیں اور بعض سجدہ میں، بعض کھڑے ہیں اور بعض بیٹھے ہیں۔

حضورِ اقدس علیہ الصّلوٰۃ والسّلام نے فرمایا: جو قصداً نماز چھوڑ دے، تو اس نے کفر کیا۔ یعنی اس کی گرہ کھلنے اور ستون گرنے سے ایمان سے الگ ہونے کے قریب ہو گیا جیسا کہ کہا کرتے ہیں، فلاں شہر کے قریب پہنچ گیا، یعنی داخل ہو گیا اور فرمایا: جو قصداً نماز چھوڑ دے تو وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ذمہ (عہد) سے نکل گیا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: جو وضو کرے اور خوب اچھا وضو کرے پھر نماز کے ارادے سے نکلے، تو نماز کے اندر ہے، جب تک کہ نماز کا ارادہ لیے ہوئے ہے، اور اس کے لیے ہر قدم پر ایک نیکی لکھی جاتی ہے اور دوسرے قدم پر ایک برائی مٹا دی جاتی ہے۔ تم میں سے کوئی جب اقامت سنے، تو اس کے لیے مناسب نہیں کہ پیچھے ہٹے، اس لیے کہ تم میں اس کو زیادہ اجر ملے گا جس کا گھر زیادہ دُور ہوگا۔ عرض کیا: اے ابوہریرہ، یہ کیوں؟ فرمایا: کثرت سے قدم اٹھانے کے باعث۔

جنابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پوشیدہ سجدہ کے سوا کوئی چیز ایسی افضل ترین نہیں کہ جو بندے کو اللہ تعالیٰ کا قرب عطا کرے۔

حضور انور علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کا ارشاد گرامی ہے کہ جو مسلمان بھی اللہ کو سجدہ کرتا ہے

اللہ تعالیٰ اس کی وجہ سے اس کا ایک درجہ بلند کرتا ہے اور ایک گناہ معاف کرتا ہے۔

منقول ہے کہ ایک آدمی نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی: اللہ تعالیٰ سے دُعا کیجیے کہ وہ مجھے ان میں سے کر دے جو آپ کی شفاعت پائیں گے اور جنت میں مجھے آپ کی مصاحبت نصیب کر دے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کثرتِ سجود کے ساتھ میری مدد کرو۔

ایک قول یہ ہے کہ بندہ، اللہ تعالیٰ کے قریب ترین تب ہوتا ہے کہ وہ سجدہ میں ہو، اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کا یہی مفہوم ہے:

وَاسْجُدْ وَاقْتَرِبْ (علق، ۱۹) (اور سجدہ کرو اور قرب حاصل کرو)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

سِيمَاهُمْ فِي وُجُوهِهِمْ مِنْ أَثَرِ السُّجُودِ۔ (الفتح - ۲۹) (سجدوں کی وجہ سے ان کے چہروں پر نشانات ہیں)

ایک قول کے مطابق مراد یہ ہے کہ سجدہ کے وقت زمین سے جا ملتا ہے۔ ایک قول میں اس سے خشوع وخضوع کا نور ہے، اس لیے کہ یہ باطن سے ظاہر روشن ہے۔ اور یہ صحیح تر ہے۔

ایک قول کے مطابق اس سے مراد وہ سفیدی اور چمک ہے، کہ جو وضو کی وجہ سے قیامت کے دن ان کے چہروں پر ہوگی۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب ابن آدم سجدہ کی آیت پڑھ کر سجدہ کرتا ہے، تو شیطان الگ ہو کر روتا ہے اور کہتا ہے: ہائے افسوس، اس کو سجدہ کا حکم ہوا اس نے سجدہ کر دیا، اب اس کے لیے جنت ہے اور مجھے سجدہ کا حکم ہوا، میں نے انکار کر دیا، اب میرے لیے دوزخ ہے۔

حضرت علی بن عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے مروی ہے کہ وہ ہر روز

ایک ہزار سجدہ کرتے تھے۔ لوگ انہیں سجاد (بہت سجدہ کرنے والے) کا نام دیتے۔

منقول ہے، حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ صرف مٹی ہی پر سجدہ کرتے تھے۔

یوسف بن اسباط کا قول ہے: اے نوجوانوں کے گروہ! مرض سے پہلے ہی صحت میں تیزی سے کچھ کرلو، اب ایک ہی آدمی رہ گیا ہے کہ جس پر میں رشک کرتا ہوں، وہ مکمل رکوع و سجود کرتا ہے، مگر اب میرے اور اس کے درمیان روک ہوگئی ہے (یعنی دوری کی وجہ سے ملاقات نہیں ہوسکتی)

حضرت سعید بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان ہے: مجھے دنیا کی کسی چیز پر سجدہ کے سوا افسوس نہیں ہوتا (یعنی سجدہ رہ جائے، تو افسوس ہوتا ہے، باقی کسی چیز پر افسوس نہیں ہوتا)

حضرت عقبہ بن مسلم کا فرمان ہے: اللہ تعالیٰ کو بندے کی صرف یہی ایک خصلت محبوب ہے کہ وہ آدمی اللہ تعالیٰ کی ملاقات پسند کرے اور بندے کی صرف وہی گھڑی اللہ تعالیٰ کے قریب ترین ہے جس میں وہ سجدہ میں پڑا ہوتا ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا فرمان ہے: بندہ، اللہ تعالیٰ کے قریب ترین اس وقت ہوتا ہے کہ جب وہ سجدہ کرے، اس لیے اس وقت خوب دُعا کیا کرو۔

باب ۴۹

تارکِ نماز کی سزا

اللہ تعالیٰ نے دوزخیوں کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

مَا سَلَكَكُمْ فِي سَقَرَ ۝ قَالُوا لَمْ نَكُ مِنَ الْمُصَلِّينَ وَلَمْ نَكُ نُطْعِمُ الْمِسْكِينَ وَكُنَّا نَخُوضُ مَعَ الْخَائِضِينَ ۔ (المدثر ۴۲ تا ۴۵)

(تمہیں دوزخ میں کس نے ڈالا؟ وہ کہیں گے کہ ہم نمازی نہیں تھے اور ہم مسکین کو کھانا نہیں کھلاتے تھے اور ہم بحث کرنے والوں کے ساتھ بحث کرتے تھے)

مسند احمد میں ہے کہ انسان (مسلمان) اور کافر کے درمیان نماز چھوڑنے کا فرق ہے۔

صحیح مسلم میں ہے کہ آدمی اور شرک کے درمیان یا فرمایا: کفر کے درمیان نماز چھوڑنے کا فرق ہے۔ ابوداؤد اور نسائی میں ہے کہ بندے اور کفر کے درمیان صرف نماز چھوڑنے کا فرق ہے۔ ترمذی میں ہے: کفر اور ایمان کے درمیان نماز چھوڑنے کا فرق ہے۔

ابن ماجہ میں ہے: بندے اور کفر کے درمیان نماز چھوڑنے کا فرق ہے اور یہ صحیح ہے جیسا کہ ترمذی وغیرہ نے روایت کیا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہمارے اور ان (کفار) کے درمیان نماز عہد ہے جس نے اسے چھوڑ دیا، اس نے کفر کیا۔

طبرانی سے لا باس بہ (ایسی سند جس پر اعتبار کرنے میں کوئی خرابی نہیں) کی سند کے ساتھ روایت کیا: جو قصداً نماز چھوڑ دے، اس نے کھلم کھلا کفر کیا۔

ایک روایت میں ہے: بندے اور کفر کے درمیان یا فرمایا شرک کے درمیان نماز چھوڑنے کا فرق ہے، جب اس نے نماز چھوڑ دی تو اس نے یقیناً کفر کیا۔

ایک دوسری روایت میں ہے کہ بندے اور شرک کے درمیان صرف نماز چھوڑنے کا فرق ہے۔ جب اس نے اسے چھوڑ دیا، تو اس نے شرک کیا۔

ایک اور روایت میں حسن سند کے ساتھ مروی ہے کہ اسلام کی شوکت اور دین کے ستون تین ہیں، ان پر اسلام کی بنیاد ہے:

۱۔ گواہی دینا کہ لا الہ الا اللہ (اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں) ۲۔ فرض نماز۔

۳۔ رمضان المبارک کے روزے رکھنا۔

ایک دوسری روایت میں حسن سند کے ساتھ مروی ہے کہ جس نے ان میں سے ایک کو چھوڑ دیا، وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کفر کرنے والا ہے، اس کا کوئی حیلہ اور فدیہ قبول نہیں ہوگا اور اس کا خون اور مال حلال ہے (یعنی مال لوٹ کر بیت المال میں ڈال دیں) طبرانی وغیرہ میں لا بأس بہ کی سند کے ساتھ حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ مجھے میرے خلیل صلی اللہ علیہ وسلم نے سات باتوں کی وصیت فرمائی:

۱۔ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کچھ شرک نہ کرنا چاہے، تجھے ٹکڑے ٹکڑے کر دیا جائے، یا جلا دیا جائے یا سولی پر چڑھا دیا جائے۔

۲۔ اور نماز قصداً نہ چھوڑنا، جس نے اسے قصداً چھوڑ دیا، وہ ملتِ اسلامیہ سے نکل گیا۔

۳۔ گناہ نہ کرنا، اس لیے کہ اس میں اللہ تعالیٰ کی ناراضی ہے۔

۴۔ شراب نہ پینا، اس لیے کہ یہ تمام برائیوں کی جڑ ہے۔ (الحدیث)

ترمذی شریف میں ہے کہ حضرت سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اعمال میں سے نماز کے علاوہ کسی چیز کے چھوڑنے کو کفر نہ سمجھتے تھے (یعنی جو نماز نہ پڑھے، اسے سب سمجھتے تھے کہ یہ کیسے مسلمان ہو سکتا ہے؟)

صحیح روایت میں ہے کہ کفر و ایمان کے درمیان نماز ہی کا فرق ہے جس نے اسے

چھوڑ دیا، اس نے شرک کیا۔

بزاز میں ہے کہ اس کا اسلام میں کوئی حصہ نہیں، جو نماز نہ پڑھے اور جس کا وضو نہ ہو، اس کی نماز نہیں۔

طبرانی میں ہے کہ جس میں امانت نہ ہو، اس کا ایمان (کامل) نہیں، اور جس کی طہارت (وضو وغیرہ) نہ ہو، اس کی نماز نہیں اور جس کی نماز نہیں، اس کا کوئی دین نہیں، دین میں نماز کا مقام ایسے ہے، جیسے بدن میں سر کا مقام ہے۔

ابن ماجہ اور بیہقی میں حضرت ابوالدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سے مروی ہے کہ مجھے میرے خلیل علیہ الصلوۃ والسلام نے وصیت کی کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کچھ بھی شرک نہ کرنا، چاہے تیرے ٹکڑے ٹکڑے کر دیے جائیں، چاہے تجھے جلا دیا جائے یا سولی پر لٹکا دیا جائے اور فرض نماز نہ چھوڑنا جس نے اسے قصداً چھوڑا، تو اس سے میری ذمہ داری ختم ہو گئی اور شراب نہ پینا، اس لیے کہ یہ ہر برائی کی جڑ ہے۔

بزاز وغیرہ میں حسن سند کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ جب میری بینائی جاتی رہی، البتہ ان کی آنکھ کا ڈھیلہ ٹھیک تھا، تو ان سے عرض کیا گیا (چند روز کے لیے نماز چھوڑ دیں، ہم آپ کا علاج کر دیتے ہیں۔ میں نے کہا: نہیں۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: جس نے نماز چھوڑ دی، وہ اللہ تعالیٰ کو اس حال میں ملے گا کہ وہ اس پر غضب ناک ہو گا۔

طبرانی میں لا باس بہ کی سند کے ساتھ متابعات میں روایت ہے کہ ایک آدمی جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوا اور عرض کیا: اے اللہ کے رسول! (صلی اللہ علیہ وسلم)، مجھے ایسا عمل بتا دیجیے کہ جب میں وہ عمل کروں، تو جنت داخل ہو جاؤں۔ آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے ساتھ کچھ شرک نہ کرو، چاہے تمہیں سزا دی جائے اور جلا دیا جائے اور اپنے والدین کی اطاعت کرو، چاہے تجھے تیرے مال اور تیری ہر چیز

سے الگ کردیں اور قصداً نماز نہ چھوڑو، اس لیے کہ جس نے قصداً نماز چھوڑ دی، تو وہ اللہ تعالیٰ کے ذمّہ سے نکل گیا (الحدیث)

ایک صحیح سند کی روایت میں ہے، البتہ اس میں انقطاع ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کچھ شرک نہ کرو، چاہے تجھے قتل کردیا اور جلادیا جائے، اور والدین کی نافرمانی نہ کرنا چاہے وہ تجھے حکم دیں کہ اپنے مال اور اہل (بیوی) کو چھوڑ دو، قصداً نماز فرض نہ چھوڑنا اس لیے کہ جس نے قصداً نماز چھوڑ دی، تو وہ اللہ تعالیٰ کے ذمّہ سے نکل گیا اور شراب نہ پینا اس لیے کہ یہ تمام بُرائیوں کی جڑ ہے اور نافرمانی سے بچ کر رہنا، اس لیے کہ نافرمانی کی وجہ سے اللہ کا غضب آتا ہے اور میدانِ کارزار سے فرار نہ ہونا چاہیئے، چاہے لوگ ہلاک ہوجائیں اور اگر لوگوں پر موت (وبا) آن پڑے، تو ثابت قدم رہنا (یعنی وبا کے علاقہ سے باہر نہ آنا وبا سے ڈر کر) اور اپنی وسعت کے مطابق اپنے گھر والوں پر خرچ کرنا اور ان سے ادب کے لیے ڈنڈا دُور نہ کرنا، انہیں اللہ تعالیٰ کے بارے میں ڈرانا کہ نیک رہیں)

صحیح ابن حبان میں ہے کہ اَبر کے دن نماز جلدی پڑھو، اس لیے کہ جس نے نماز چھوڑ دی، اس نے کفر کیا۔

حضرت ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں کہ جس نے قصداً نماز چھوڑ دی، اللہ تعالیٰ اُس کا نام دوزخ کے اس دروازے پر لکھ دے گا جس میں سے وہ داخل ہوگا۔

طبرانی اور بیہقی میں ہے: جس نے نماز چھوڑ دی گویا، اس کا اہل و مال تباہ کردیا گیا۔

حضرت حاکم رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سے روایت کیا کہ حضور سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا: اے قریش کی جماعت! خدا کی قسم، تمہیں ضرور نماز پڑھنا ہوگی، زکوٰۃ ادا کرنا ہوگی، ورنہ تم پر ایسا آدمی مسلّط کردیا جائے گا جو دین پر تمہاری گردن مارے گا (الحدیث) یعنی یا دین پر چلانے کے لیے یا باوجود دیندار ہونے کے ایسا کرے گا، واللہ اعلم)

مسند بزار میں ہے کہ جس کی نماز نہیں، اس کا اسلام میں کوئی حصّہ نہیں اور جس کا وضو نہیں، اس کی نماز نہیں۔

مسند احمد میں مرسل روایت ہے: چار ایسی چیزیں ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اسلام میں انہیں فرض قرار دیا ہے جس نے تین کرلیں، تو بھی کچھ کام نہیں آئیں گی، جب تک کہ سب کی سب نماز، زکوٰۃ، رمضان شریف کے روزے اور بیت اللہ شریف کا حج۔

اصبہانی روایت کرتے ہیں: جس نے قصداً نماز چھوڑ دی، اللہ تعالیٰ اس کا ہر عمل نیست کردے اور اللہ تعالیٰ اس سے بری الذمہ ہوگا، حتیٰ کہ وہ اللہ عزوجل کے سامنے توبہ کرے۔

ابن ابی شیبہ نے روایت کیا کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے نماز چھوڑ دی، اس نے کفر کیا۔

حضرت محمد بن نصر کا فرمان ہے کہ میں نے حضرت اسحاق کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے صحیح روایت ہے: "نماز کا تارک کافر ہے"۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ سے لے کر اہلِ علم کی رائے یہ ہے کہ وقت چلا جائے اور بغیر عذر کے نماز ترک کردے، ایسا شخص کافر ہے۔

حضرت ایوب رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان ہے کہ ترکِ نماز کفر ہے اور اس میں کسی کا اختلاف نہیں، اللہ تعالیٰ کا فرمانِ مبارک ہے:

فَخَلَفَ مِنۢ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ اَضَاعُوا الصَّلٰوةَ وَاتَّبَعُوا الشَّهَوٰتِ فَسَوْفَ يَلْقَوْنَ غَيًّا ۙ اِلَّا مَنْ تَابَ ۔ (مریم ۔ ۵۹)

(پس ان کے بعد جانشین ہوئے بُرے لوگ، انہوں نے نماز کو ضائع کیا اور خواہشات کی پیروی کی، وہ جلد ہی غیّ (شدید عذاب) سے ملیں گے، مگر وہ جنہوں نے توبہ کی)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ، فرماتے ہیں کہ اَضَاعُوْ کا معنیٰ یہ نہیں کہ نماز بالکل چھوڑ دی، بلکہ معنیٰ یہ ہے کہ وقتِ مقررہ سے دیر کر دی۔

حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا فرمان ہے: (یہ بلند پایہ تابعین میں سے ہیں) اس سے مراد یہ ہے کہ ظہر تب پڑھے کہ عصر کا وقت قریب آجائے اور عصر تب پڑھے کہ مغرب کا وقت آن پڑے، مغرب تب پڑھے جب عشاء ہونے لگے اور عشاء تب پڑھے کہ فجر ہونے لگے اور فجر تب پڑھے کہ سورج نکلنے لگے جو اس حالت پر اصرار کرتا ہوا مر گیا اور توبہ نہ کی تو اللہ تعالیٰ کا اس کے بارے میں غیّ کا وعدہ ہے اور غیّ دراصل دوزخ میں ایک وادی ہے، جو انتہائی گہری ہے جس میں شدید عذاب ہوگا۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُلْهِكُمْ اَمْوَالُكُمْ وَلَآ اَوْلَادُكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَمَنْ یَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ۔	(اے ایمان والو! تمہیں تمہارے مال اور اولاد اللہ کی یاد سے غافل نہ کردیں اور جو ایسا کرے گا، وہ ہی ہے خسارہ پانے والے)

(المنافقون، ۹)

مفسرین کرام کی ایک جماعت کا فرمان ہے، اس آیت میں ذکر اللہ (اللہ کی یاد) سے مراد پانچ نمازیں ہیں جو شخص نماز کے وقت میں اپنے مال یعنی کاروبار، دستکاری یا اولاد میں مشغول رہا ہے، وہ خسارہ پانے والا ہے، اسی لیے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سب سے پہلے بندے کا قیامت کے دن جس عمل کا محاسبہ ہوگا، وہ نماز ہے۔ اگر وہ ٹھیک ہوئی تو وہ نجات پا گیا اور کامران رہا اور اگر اس میں کمی کی، تو نامراد رہا اور خسارہ میں گھرا۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

فَوَیْلٌ لِّلْمُصَلِّیْنَ الَّذِیْنَ هُمْ عَنْ صَلٰوتِهِمْ سَاهُوْنَ (الماعون، ۴-۵)	(پس خرابی ہے، ان نمازیوں کے لیے جو اپنی نمازوں سے غافل ہیں)

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ وہ ہیں جو نمازوں میں ان کے (مقررہ) اوقات سے دیر کرتے ہیں۔

مسند احمد میں جید سند کے ساتھ اور طبرانی صحیح ابن حبان میں روایت ہے کہ جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک روز نماز کا ذکر کیا اور فرمایا، جس نے اس کی حفاظت کی (یعنی ہمیشہ با جماعت وقت پر رضائے الٰہی کی خاطر سنت کے مطابق پڑھی) تو یہ اس کے لیے قیامت کے دن نور ہوگی، بُرہان ہوگی اور نجات ہوگی اور جس نے اس کی حفاظت نہ کی، نہ اس کے لیے نور ہے، نہ بُرہان ہے اور نہ نجات، اور قیامت کے دن اس کا حشر قارون، فرعون، ہامان اور ابی بن خلف کے ساتھ ہوگا۔ بعض علماء فرماتے ہیں کہ ان کے ہمراہ اس لیے حشر ہوگا کہ مال میں مشغول رہ کر نماز سے غافل ہوا، وہ اب قارون کے مشابہ ہوگیا، اس لیے اس کے ساتھ حشر ہوگا۔ یا حکومت میں مشغول رہا، تو فرعون کے ساتھ مشابہ ہوگیا، اب اس کے ساتھ اس کا حشر ہوگا یا اس کی وزارت میں مشغول ہوا تو ہامان سے مشابہ ہوا، اس کے ساتھ اس کا حشر ہوگا یا تجارت میں مشغول رہا، پھر ابی بن خلف کے ساتھ مشابہ ہوا جو مکہ مکرمہ کا ایک کافر تاجر تھا، اس لیے اب اس کے ساتھ اس کا حشر ہوگا۔

بزار میں حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سے مروی ہے کہ میں نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کا مطلب پوچھا:

اَلَّذِیْنَ هُمْ عَنْ صَلٰوتِهِمْ سَاهُوْنَ (الماعون، ۵) (جو اپنی نمازوں سے غافل ہیں)

آپ نے فرمایا: یہ وہ ہیں جو وقت سے دیر کر کے نمازیں پڑھتے ہیں۔

مسند ابو یعلیٰ میں حسن سند کے ساتھ حضرت مصعب بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سے مروی ہے کہ میں نے اپنے والد محترم سے عرض کیا کہ آپ نے اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان پڑھا ہے:

اَلَّذِیْنَ هُمْ عَنْ صَلٰوتِهِمْ سَاهُوْنَ (جو اپنی نمازوں سے بھولے جاتے ہیں)

اب ہم میں سے کون نہیں بھولتا، کون اپنے آپ سے باتیں نہیں کرتا وسوسہ نہیں آتا، فرمایا: یہ مراد نہیں، اس سے مراد یہ ہے کہ وقت برباد کرے (یعنی نمازوں میں تاخیر کرے) اور "وَیل" کا معنی ہے سخت عذاب، ایک قول کے مطابق وَیل دوزخ کی ایک وادی کا نام ہے۔ اگر اس میں دُنیا کے پہاڑ رکھے جائیں تو اسی وقت شدید گرمی کے باعث پگھل جائیں۔ یہ اس کا ٹھکانہ ہوگا کہ جو نماز میں غفلت برتتا اور مقررہ وقت سے دیر کر کے پڑھتا ہے، ہاں البتہ توبہ کرلے اور پہلے گناہ پر نادم ہو تو اللہ تعالیٰ معاف کرنے والا ہے۔

صحیح ابن حبان میں ہے: جس کی ایک نماز جاتی رہی، گویا اس کے اہل و مال کو برباد کر دیا گیا۔

حاکم کی روایت ہے جس کی توثیق میں اختلاف ہے، البتہ اکثر کا اختلاف نہیں، جس نے بغیر عذر کے دو نمازوں کو جمع کر دیا (یعنی ایک اس قدر دیر سے پڑھی کہ دوسری کا وقت آگیا) اس نے کبیرہ گناہ کا ارتکاب کیا۔

شیخین (بخاری و مسلم) اور اربعہ (بخاری، مسلم، موطا اور ترمذی) میں ہے: جس کی نماز عصر فوت ہوگئی، گویا اس کا اہل و عیال اور مال تلف ہو گیا۔

صحیح ابن خزیمہ میں یہ اضافہ ہے: مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس کی وضاحت یہ ہے کہ وقت چلا جائے۔

نسائی میں ہے، نمازوں میں سے ایک نماز ہے جس کی وہ نماز رہ گئی، گویا اس کے اہل و عیال اور مال تلف ہو گئے، یعنی عصر کی نماز۔ مسلم اور نسائی میں ہے: اس نماز سے عصر کی نماز مراد ہے۔ تم سے پہلے والوں پر پیش کی گئی، انہوں نے اسے ضائع کر دیا (یعنی ادا نہیں کی یا وقت پر ادا نہیں کی) اب تم میں سے جو بھی اس کی حفاظت کرے گا، اس کے لیے دو اجر ہیں اور اس کے بعد شاہد یعنی ستارے

طلوع ہونے تک دوسری نماز نہیں (یعنی اس کے بعد صرف مغرب کی نماز ہے)

احمد، بخاری اور نسائی میں ہے: جس نے نماز عصر چھوڑ دی، اس کا عمل برباد ہوا اور احمد میں صحیح سند کے ساتھ اور ابن ابی شیبہ میں ہے: جس نے قصداً نماز عصر چھوڑ دی حتیٰ کہ وہ جاتی رہی، اس کا عمل برباد ہوا۔

عبدالرزاق میں مرسل روایت ہے: جس نے قصداً نماز عصر چھوڑ دی، حتیٰ کہ سورج ڈوب گیا، گویا اس کے اہل و مال تلف ہو گئے۔ شافعی اور بیہقی نے روایت کیا: جس کی نماز جاتی رہی، گویا اس کے اہل و مال تلف ہو گئے۔

بخاری نے حضرت سمرۃ بن جندب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اکثر اپنے صحابہ کو فرماتے: کیا تم میں سے کسی نے خواب دیکھا ہے؟ پھر وہ بیان کرتا جو اللہ چاہتا اور آپ تعبیر فرماتے۔ ایک دن صبح کے وقت آپ نے فرمایا: میرے پاس رات کو دو آنے والے آئے اور انہوں نے میرے ساتھ جلدی مچائی اور کہا کہ چلو! میں ان کے ساتھ چل پڑا۔ ہم ایک لیٹے ہوئے آدمی کے پاس آئے، دوسرا آدمی اس پر ایک پتھر لے کر کھڑا ہوا تھا۔ وہ پتھر لے کر اس کے سر پر دے مارتا، اور اس کا سر کچلا جاتا، پتھر لڑھک جاتا، پھر وہ اسے پکڑ لیتا، اس کے واپس آنے تک اس کا سر ٹھیک ہو جاتا، جیسا کہ پہلے تھا، پھر وہ ایسا ہی کرتا جیسا کہ اس نے پہلی بار کیا تھا۔ میں نے دونوں سے کہا: سبحان اللہ! یہ کیا ہے؟ انہوں نے مجھے کہا: چلو چلو، پھر ہم ایسے آدمی کے پاس آئے کہ جو گدی کے بل لیٹا ہوا تھا۔ ایک دوسرا آدمی لوہے کی مڑے ہوئے منہ والی سلاخ لے کر کھڑا تھا۔ وہ اس کے چہرے کے ایک طرف آتا اور اس کا جبڑا گدی تک اور اس کا نتھنا گدی تک اور اس کی آنکھیں گدی تک چیر دیتا۔ راوی بتاتے ہیں: بسا اوقات ابو رجاء فرماتے "بس چیر دیتا" بتایا کہ پھر دوسری جانب جاتا اور اس طرف بھی ایسا ہی کرتا جیسا کہ پہلی طرف کیا تھا۔ بتایا کہ

اس جانب سے فارغ ہوتا تو پہلی جانب ٹھیک ہو جاتی جیسا کہ پہلے تھی۔ پھر اس کے بعد وُہی کچھ کرتا جو پہلی بار کیا تھا۔ بتایا کہ میں نے کہا: سبحان اللہ! (تعجب کے لیے) یہ کیا ہے؟ ان دونوں نے کہا: چلیے چلیے، ہم آگے چلے، تو ہم ایک تنور کی طرح (کی چیز پر) آئے۔ بتایا کہ میرا گمان ہے کہ آپ فرما رہے تھے کہ اس میں شور تھا اور آوازیں آ رہی تھیں ہم نے اس میں جھانکا، تو اس میں ننگے مرد اور عورتیں تھیں، ان پر نیچے سے شعلہ آتا تھا۔ جب یہ شعلہ آتا تو شور کرتے، بتایا کہ میں نے کہا: یہ کون ہیں؟ انہوں نے کہا: چلیے چلیے" بتایا کہ ہم چل پڑے۔ پھر ہم ایک نہر پر آئے۔ میرا گمان ہے کہ آپ فرما رہے تھے: (وہ نہر)، خون کی طرح سرخ تھی۔ نہر میں ایک آدمی تیر رہا تھا۔ نہر کے کنارے پر ایک ایک آدمی تھا جس نے اپنے پاس کثیر پتھر جمع کر رکھے تھے (وہ قریب آتا) تو اس کو پتھر کھلاتا، تو وہ دور چلا جاتا۔ پھر تیرتا واپس آتا، جب اس کی طرف آتا، تو وہ ایک اور پتھر کھلاتا، میں نے کہا: یہ کیا ہے؟ وہ کہنے لگے، چلیے چلیے، ہم چلے ہم ایک خوفناک شکل والے آدمی کے پاس آئے۔ جس قدر بھی خوفناک شکل تم دیکھو اس. کے پاس آگ ہے جس کو وہ بھڑکا رہا ہے اور اس کے گرد دوڑتا ہے۔ میں نے پوچھا: یہ کیا ہے؟ انہوں نے کہا: چلیے چلیے، ہم چلے تو ہم ایک خوفناک شکل والی عورت کے پاس آئے جس قدر خوفناک شکل تم نے دیکھی ہو۔ اس کے پاس آگ ہے اور وہ اسے بھڑکا رہی ہے اور اس کے گرد دوڑتی ہے۔ بتایا کہ میں نے کہا: یہ کیا ہے؟ وہ کہنے لگے: چلیے چلیے۔ ہم چلے تو ہم ایک گھنے باغ میں آئے۔ باغ کے درمیان ایک طویل آدمی ہے۔ ایسا لگتا ہے کہ اس کا سر آسمان میں ہے، اس آدمی کے ارد گرد وہ بچے بھی ہیں جن کو میں نے دیکھا ہے۔ بتایا کہ میں نے کہا: یہ کون ہیں؟ انہوں نے چلیے چلیے، ہم چل پڑے، تو ہم ایک بڑے مکان کے قریب پہنچے، اس قدر بڑا اور اس سے بڑھ کر خوبصورت مکان نہیں دیکھا۔ وہ کہنے لگے: اس پر چڑھ جائیں۔ ہم اس میں گئے۔ یہ ایک شہر ہے جو

سونے اور چاندی کی طرح اینٹوں کا بنا ہوا ہے۔ ہم شہر کے دروازے پر آئے۔ ہم نے دروازہ کھلوایا، تو دروازہ کھول دیا گیا۔ ہم اندر داخل ہوئے، ہمیں ایسے آدمی ملے کہ جن کی ایک طرف اس قدر خوبصورت تھی کہ شاید ہی دیکھی ہو اور دوسری طرف اس قدر بدصورت تھی کہ شاید ہی دیکھی ہو۔ ان دونوں نے اُن کو کہا: جاؤ، اور اس نہر میں کود جاؤ۔ بتایا کہ وہ نہر فراخ تھی، اس میں صاف سفید پانی بہ رہا تھا، وہ گئے اور اس میں کود گئے۔ پھر ہماری طرف آئے تو ان کی بدصورتی ختم ہو چکی تھی، اب وہ انتہائی خوبصورت بن چکے تھے۔

ان دونوں نے کہا: یہ جنت عدن ہے اور آپ کا مقام ہے۔ میری نگاہ اوپر اٹھی تو سفید بادل کی طرح ایک محل تھا۔ انہوں نے مجھے کہا: یہ آپ کا مکان ہے۔ میں نے ان کو کہا: اللہ تعالیٰ تمہیں برکت عطا فرمائے، مجھے چھوڑو، میں اس میں جاؤں۔ وہ کہنے لگے: اب نہیں، البتہ آپ جائیں گے۔ میں نے ان دونوں کو کہا: آج رات میں نے عجیب عجیب باتیں دیکھی ہیں، میں نے جو کچھ دیکھا ہے وہ کیا ہے؟ وہ کہتے ہیں، ہم آپ کو ابھی بتاتے ہیں: پہلا آدمی جس پر آپ تشریف لائے، اس کا سر پتھر سے کچلا جا رہا تھا۔ یہ وہ آدمی ہے کہ جس نے قرآن سیکھا، پھر چھوڑ دیا (یعنی بھلا دیا یا عمل نہیں کیا) اور فرض نماز چھوڑ کر سو جاتا تھا۔ وہ آدمی جس پر آپ تشریف لائے اور اس کے جبڑے گدی تک، اس کے نتھنے گدی تک اور اس کی آنکھیں گدی تک چیری جا رہی تھیں۔ یہ آدمی صبح گھر سے نکلتا اور ایسا جھوٹ بولتا جو آفاق تک پہنچ جاتا تھا۔ برہنہ مرد اور عورتیں جو تنور جیسی جگہ میں تھیں، وہ زانی مرد اور زانی عورتیں ہیں اور وہ آدمی جس کو آپ نے نہر میں تیرتے دیکھا اور پتھر کھاتا، وہ سود خور ہے، وہ خوفناک شکل کا آدمی جو آگ بھڑکا رہا تھا اور اس کے گرد دوڑ رہا تھا، وہ دوزخ کا داروغہ فرشتہ ہے اور باغ میں وہ طویل آدمی حضرت ابراہیم علیہ السلام ہیں، ان

کے گرد جو بچے ہیں، وہ فطرتِ اسلام پر فوت ہوئے۔ بعض مسلمانوں نے کہا: اے اللہ کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) اور مشرکوں کی اولاد بھی؟ جنابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اور مشرکوں کی اولاد بھی۔ (اس لیے کہ انہوں نے کفر نہیں کیا اور نہ ہی وہ بالغ اور مکلف ہوتے) اور قوم کہ جن کی ایک طرف خوبصورت تھی اور دوسری طرف بدصورت، وہ لوگ ہیں کہ جنہوں نے نیک اعمال کیے اور بُرے اعمال بھی کیے۔ آخر کار اللہ تعالیٰ نے ان سے درگزر فرمایا۔

بزار کی حدیث میں ہے: فرمایا! پھر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک ایسی قوم کے پاس سے گزرے کہ جن کے سر پتھر مار کر توڑے جا رہے ہیں، جب ٹوٹ پھوٹ جاتے تو پھر پہلے کی طرح ہو جاتے (یہ عمل مسلسل جاری رہتا) اس میں کمی نہ ہوتی۔ پوچھا: اے جبریل! یہ کون ہیں؟ جواب ملا: یہ وہ لوگ ہیں کہ جن کے سر نماز سے بھاری ہوئے، (یعنی نمازوں میں تساہل کیا) ابن خطیب اور ابن نجار نے روایت کیا: اسلام کا پرچم نماز ہے جس نے اس کے لیے اپنا دل فارغ کر دیا۔ اس کی حدود، اوقات اور سنن کی حفاظت کی، تو ایمان دار ہے۔

ابن ماجہ میں ہے: اللہ تعالیٰ نے فرمایا: میں نے تمہاری امت پر پانچ نمازیں فرض کیں اور اپنے ہاں ایک عہد لیا کہ جو ان کی اوقات کا خیال رکھتے ہوئے حفاظت کرے گا، اسے جنت میں داخل کروں گا اور جس نے حفاظت نہ کی، اس کے لیے میرے پاس کچھ عہد نہیں۔

احمد اور حاکم میں ہے: جس کو علم الیقین ہوا کہ اس پر نماز ایک لازم حق ہے اور اسے ادا کیا، تو جنت میں داخل ہوگا۔ ترمذی نے حسن غریب روایت میں اور نسائی اور ابن ماجہ میں ہے: قیامت کے دن بندے کے جس عمل کا سب سے پہلے حساب ہوگا، وہ نماز ہے۔ اگر یہ ٹھیک رہی تو کامران رہا اور نجات پا گیا اور اگر یہاں (معاملہ) خراب

رہا، تو وہ نامراد اور خسارے میں رہا اور اگر اس کے فرائض میں کچھ کمی ہوئی، تو رب تعالیٰ فرمائے گا: دیکھو، میرے بندے کے پاس کچھ نوافل بھی ہیں۔ ان سے فرائض کی کمی کو پورا کرلو۔ پھر باقی تمام کی اسی طرح (پڑتال) کریں گے۔

نسائی میں ہے: قیامت کے دن بندے کا سب سے پہلے نماز کا حساب ہوگا، اگر اسے مکمل کیا، تو اسے مکمل لکھا جائے گا اور اگر اسے مکمل نہ کیا ہوگا تو اللہ تعالیٰ فرشتوں کو فرمائے گا: دیکھو، کیا تم میرے بندے کے نوافل بھی پاتے ہو؟ پھر ان کے ساتھ ان کے نوافل کو فرائض میں مکمل کردو، پھر زکوٰۃ کا اسی طرح محاسبہ ہوگا۔ پھر دوسرے اعمال کا بھی اسی طرح حساب ہوگا۔

طبرانی میں ہے: قیامت کے دن بندے کو پوچھا جائے گا۔ تو سب سے پہلے نماز دیکھی جائے گی، اگر ٹھیک ہوئی، تو وہ کامیاب رہا اور اگر خراب ہوئی تو نامراد اور خسارے میں رہا۔

طیالسی، طبرانی نے المختارہ میں ضیاء سے روایت کیا: میرے پاس اللہ تبارک وتعالیٰ کے ہاں سے حضرت جبرائیل علیہ السلام آئے، پس کہا: اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ عزوجل فرماتا ہے: میں نے آپ کی امت پر پانچ نمازیں فرض کی ہیں جس نے انہیں وضو (مکمل کرکے)، ان کے اوقات میں رکوع وسجود (درست کرکے) مکمل کیا۔ ان کی وجہ سے اس کے لیے (میرے پاس) وعدہ ہے کہ میں اسے جنت میں داخل کروں گا، اور جس نے اس حال میں میری ملاقات کی کہ ان میں سے کچھ کم ہوا، تو اس کے لیے میرے پاس کوئی وعدہ نہیں، اگر چاہوں تو عذاب دوں اور اگر چاہوں تو رحم کروں۔

بیہقی نے روایت کیا: نماز کے لیے ایک میزان ہے جس نے اسے پورا کیا (مکمل نماز پڑھی) اسے پورا اجر ملے گا۔

دیلمی نے روایت کیا: نماز شیطان کے چہرے کو سیاہ کردیتی ہے اور صدقہ اس

کی پیٹھ توڑ دیتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کی خاطر ایک دوسرے سے محبت کرنا اور علم کے سلسلے میں دوستی رکھنا، (اسلامی اخوت اور علمائ کا احترام)، (شیطان) کی جڑ کاٹ دیتا ہے۔ جب تم یہ کرلو گے، تو وہ تم سے اس قدر دُور ہوجائے گا جس قدر سورج کی جائے طلوع (مشرق)، مغرب سے دُور ہے۔

ترمذی، ابن حبان اور حاکم کی روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ سے ڈرو، پانچ نمازیں پڑھو، ماہِ رمضان کے روزے رکھو، اپنے اموال کی زکوٰۃ ادا کرو اور اپنے (مسلمان کتاب وسنت کے پابند) حاکم کی اطاعت کرو اور اپنے رب کی جنت میں داخل ہو جاؤ۔

احمد، شیخین (بخاری ومسلم)، ابوداؤد اور نسائی نے روایت کیا: اللہ تعالیٰ کو محبوب ترین عمل وقت پہ نماز پڑھنا ہے، پھر والدین کے ساتھ نیکی کرنا، پھر اللہ کی راہ میں جہاد کرنا ہے۔

بیہقی نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سے نقل کیا کہ ایک آدمی حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا: اے اللہ کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) اسلام میں اللہ تعالیٰ کو کون سا عمل سب سے محبوب ہے؟ آپ نے فرمایا: نماز اپنے وقت پر پڑھنا اور جس نے نماز چھوڑ دی، اس کا کچھ دین نہیں اور نماز دین کا ستون ہے۔

یہی وجہ ہے کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ، (مرض وفات) میں زخمی ہوئے تو ان سے عرض کیا: اے امیرالمومنین! نماز کا وقت ہوگیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ہاں، ٹھیک ہے جو نماز کو ضائع کردے، اس کا اسلام میں کچھ حصہ نہیں، چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، نے اس حال میں نماز پڑھی کہ خون بہہ رہا تھا۔

ذہبی نے روایت کیا کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب بندہ اول وقت میں نماز پڑھتا ہے تو وہ آسمان پر اس حال میں جاتی ہے کہ اس کا نور عرش تک جا رہا ہوتا ہے، اس کے پڑھنے والے کے لیے قیامت تک بخشش کی دعا کی جاتی ہے اور اسے کہتی ہے:

"خدا تیری حفاظت کرے جیسا کہ تو نے میری حفاظت کی"

جب آدمی بے وقت (انتہائی تاخیر کے ساتھ) نماز پڑھتا ہے، تو وہ آسمان پر اس حالت میں جاتی ہے کہ اس پر اندھیرا چھایا ہوتا ہے، آسمان پر پہنچتی ہے تو پرانے کپڑے میں لپیٹ کر اس کے منہ پر ماردی جاتی ہے۔

حضرت ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کیا کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تین آدمیوں کی اللہ تعالیٰ نماز قبول نہیں کرتا، ان میں سے ایک وہ بتایا کہ جو نماز، وقت جانے کے بعد پڑھے۔

حدیث شریف میں ہے: جس نے نماز کی حفاظت کی، اللہ تعالیٰ اسے پانچ انعام عطا فرماتے گا:

۱۔ اس سے زندگی کی تنگی دُور کردے گا، ۲۔ عذابِ قبر دُور کردے گا۔ ۳۔ اسے دائیں ہاتھ میں اعمال نامہ عطا فرمائے گا، ۴۔ وہ پُلصراط سے بجلی کی طرح تیزی سے گزر جائے گا۔ ۵۔ اور بغیر حساب کے جنّت میں جائے گا۔

اور جس نے نماز میں تساہل و غفلت برتی، اسے اللہ تعالیٰ پندرہ سزائیں دے گا۔ پانچ دنیا میں، تین موت کے وقت، تین قبر میں اور تین قبر سے نکلتے وقت اور جو سزائیں دُنیا میں دے گا، وہ یہ ہیں:

۱۔ اس کی عمر سے برکت ختم کردی جائے گی، ۲۔ اس کے چہرے سے صالحین کی نشانی ختم کردی جائے گی۔ ۳۔ جو عمل کرے گا، اللہ تعالیٰ اسے کچھ ثواب نہیں دے گا۔ ۴۔ اس کی دُعا آسمان تک اٹھنے نہیں دی جائے گی۔ ۵۔ نیک بندوں کی دعاؤں میں اس کا کچھ حصّہ نہیں۔

اور موت کے وقت یہ سزائیں دی جائیں گی:

۱۔ ذلیل ہوکر مرے گا، ۲۔ بھوکا مرے گا۔ ۳۔ پیاسا مرے گا، اگر دُنیا کے

سمندر بھی پی جائے تو بھی پیاس نہ بجھے گی۔

اور قبر میں یہ سزائیں ملیں گی:

۱۔ اس پر قبر تنگ کر دی جائے گی، حتّٰی کہ اس کی پسلیاں ٹوٹ ٹوٹ کر ایک دوسری میں پیوست ہوں گی۔ ۲۔ اس کی قبر میں آگ جلائی جائیگی اور وہ دن رات انگاروں پر لوٹے گا۔ ۳۔ اس کی قبر میں اس پر اژدھا مسلط کر دیا جائے گا جس کا نام شجاع الاقرع (گنجا سانپ جو شدید زہریلا ہوتا ہے) ہوگا، اس کی آنکھیں آگ کی ہوں گی، اس کے ناخن لوہے کے ہوں گے، ہر ناخن کی لمبائی ایک دن کا سفر ہوگی۔ وہ مردے سے کلام کرے گا اور کہے گا میں گنجا سانپ ہوں، اس کی آواز بجلی کی گرج کی طرح ہوگی اور وہ کہے گا: مجھے میرے رب نے حکم دیا ہے کہ تجھے نماز ضائع کرنے کے جرم میں صبح سے لے کر طلوعِ آفتاب تک ماروں اور تجھے نماز ضائع کرنے پر ظہر سے لے کر عصر تک ماروں اور تجھے نماز ضائع کرنے پر عصر سے لے کر مغرب تک ماروں اور تجھے نماز ضائع کرنے پر مغرب سے عشاء تک ماروں اور تجھے نماز ضائع کرنے پر عشاء سے فجر تک ماروں۔ اور جب وہ اسے مارے گا تو زمین کے اندر ستر گز تک دھنس جائے گا، چنانچہ وہ قبر میں قیامت تک ہمیشہ عذاب پاتا رہے گا، اور قبر سے نکلتے وقت قیامت کے میدان میں جو اُسے سزا ملے گی، وہ یہ ہے:

۱۔ اس پر حساب میں سختی ہوگی، ۲۔ رب تعالیٰ غضب ناک ہوگا۔ ۳۔ دوزخ میں جائے گا۔

ایک روایت میں ہے کہ وہ قیامت کے دن اس حال میں آئے گا کہ اس کے چہرے پر تین سطریں لکھی ہوں گی۔

پہلی سطر: اے اللہ کے حق کو برباد کرنے والے۔

دوسری سطر: اے اللہ کے غضب کے ساتھ مخصوص۔

تیسری سطر: جس طرح تو نے دنیا میں اللہ تعالیٰ کا حق برباد کیا۔ آج تو اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس ہے۔

اس روایت میں پندرہ باتیں بتائی گئی ہیں، مگر جن کا ذکر ہوا ہے، وہ چودہ ہیں، اس لیے تعداد میں موافقت نہیں، ہوسکتا ہے کہ راوی پندرھویں بھول گئے ہیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ جب قیامت کا دن ہوگا، تو ایک آدمی لایا جائے گا، اسے اللہ تعالیٰ کے سامنے کھڑا کر دیا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ اسے دوزخ میں ڈالنے کا حکم دے گا۔ وہ کہے گا: اے رب تعالیٰ یہ کیوں؟ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: تیرے نماز میں اس کے وقت میں دیر کرنے کی وجہ سے۔

بعض علماء کا یہ فرمان بھی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک روز صحابہ کرام کو فرمایا: یہ دُعا کیا کرو:

اَللّٰھُمَّ لَا تَدَعْ فِیْنَا شَقِیًّا وَّ لَا مَحْرُوْمًا۔ (اے اللہ تعالیٰ ہمارے اندر کسی کو بدبخت اور محروم نہ کر دے)

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جانتے ہو بدبخت اور محروم کون ہے؟ صحابہ کرام نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) وہ کون ہے؟ آپ نے فرمایا: نماز چھوڑنے والا۔

روایت میں ہے کہ قیامت کے دن سب سے پہلے تارکِ نماز کا چہرہ سیاہ ہوگا، اور دوزخ میں ایک وادی ہے جس کو لملم کہا جاتا ہے۔ اس میں سانپ ہیں، ہر سانپ اونٹ کی گردن کے برابر موٹا ہے اور ایک ماہ کی مسافت کے برابر لمبا ہے، وہ تارکِ نماز کو ڈسے گا۔ پھر اس کا زہر اس کے بدن میں ستر برس تک جوش مارتا رہے گا۔ پھر اس کا گوشت (زہر کی شدت سے) زرد پڑ جائے گا۔

ایک روایت میں ہے: بنی اسرائیل کی ایک عورت حضرت سیدنا موسیٰ علیہ السلام

کے پاس آئی اور اس نے عرض کیا: اے اللہ کے نبی! میں نے بڑا سخت گناہ کیا ہے اور میں نے اللہ تعالیٰ کے سامنے توبہ بھی کی ہے۔ آپ اللہ تعالیٰ سے دُعا کریں کہ میرا گناہ معاف کر دے اور میری توبہ قبول کرے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پوچھا: تیرا گناہ کیا ہے؟ اس نے کہا: میں نے زنا کیا اور بچہ جنا، پھر اسے قتل کر دیا۔ حضرت سیّدنا موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: نکل جا اے بدکار! کہیں آسمان سے آگ نہ برس پڑے اور تیری بدبختی کی وجہ سے ہمیں بھی نہ جلا دے، وہ شکستہ دل وہاں سے نکلی۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام نازل ہوئے اور فرمایا: اے موسیٰ! رب تعالیٰ فرماتا ہے: تو نے توبہ کرنے والی کو کیوں رد کر دیا؟ اے موسیٰ! کیا میں تمہیں اس سے بھی بُرا نہ بتاؤں! حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پوچھا: اے جبرائیل! اس سے بُرا کون ہے؟ فرمایا: جو نماز چھوڑ دے، قصداً جان بوجھ کر۔

بعض سلف سے منقول ہے: ان کی ایک بہن فوت ہو گئی، جب اسے دفن کیا تو ایک مال والی تھیلی اس کی قبر میں گر گئی اور اس کا خیال نہ رہا۔ آخر کار دفن کر کے قبر سے چلے آئے۔ پھر بعد میں یاد آئی تو وہ دوبارہ قبر کی طرف گئے اور لوگوں کے جانے کے بعد قبر کھودی، تو قبر میں آگ کے شعلے بھڑک رہے تھے۔ انہوں نے مٹی ڈال دی اور روتے ہوئے غمگین حال میں ماں کے پاس آئے اور کہا: اے ماں! مجھے اپنی بہن کے بارے میں بتاؤ کہ وہ کیا کرتی تھی؟ اس نے کہا: یہ کیوں پوچھتے ہو؟ انہوں نے کہا: اے ماں! میں نے قبر کو دیکھا کہ اس میں سے آگ کے شعلے بھڑک رہے ہیں۔ ماں رو پڑی اور کہا: اے بیٹا! تیری بہن نماز میں سستی کرتی تھی اور وقت سے دیر کر کے نماز پڑھتی تھی۔

چنانچہ جو شخص نماز میں دیر کرے، اس کا حال یہ ہے اور جو سرے سے نماز ہی نہیں پڑھتا اس کا کیا حال ہوگا؟ ہم اللہ تعالیٰ سے دُعا کرتے ہیں کہ ہمیں نماز کی حفاظت اور اس کے کمال اور اوقات کا دھیان رکھنے کی توفیق عطا فرمائے، بیشک وہ سخی کریم مہربان رحم کرنے والا ہے۔

باب ۵۰

دوزخ اور اس کے عذاب کا بیان

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

لَهَا سَبْعَةُ أَبْوَابٍ لِكُلِّ بَابٍ مِنْهُمْ جُزْءٌ مَقْسُومٌ۔ (الحجر - ۴۴)

(اس کے سات دروازے ہیں، ہر دروازے کے لیے ان میں سے ایک حصہ ہے الگ الگ کیا ہوا)

یہاں جزو (حصہ) سے مراد گروہ اور جماعت ہے۔ ایک قول کے مطابق، الواب سے مراد طبقات یعنی اوپر نیچے طبقات۔

ابن جریج کا قول ہے کہ دوزخ کے سات درکات (نیچے جانے والے درجات) ہیں اور وہ یہ ہیں: جہنم، پھر لظیٰ، پھر حطمہ، پھر سعیر، پھر سقر، پھر جحیم، پھر ہاویہ۔ سب سے اوپر والا موحدین گناہ گاروں کے لیے، دوسرا یہودیوں کے لیے، تیسرا عیسائیوں کے لیے، چوتھا صابئین کے لیے، پانچواں مجوسیوں کے لیے، چھٹا مشرکین کے لیے اور ساتواں منافقین کے لیے ہے۔ جہنم سب سے اوپر والا درجہ ہے اور پھر اس کے بعد والے اس کے نیچے ہیں۔ مفہوم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ابلیس کی سات تابعدار جماعتوں کو سزا دے گا، چنانچہ وہ حصہ (یا گروہ) کو دوزخ کی ایک گھاٹی میں ڈال دیا جائے گا۔

اسی کا سبب ہے کہ کفر و نافرمانی کے مختلف درجات ہیں، اسی طرح دوزخ میں ان کے درجات بھی مختلف ہوں گے۔ ایک قول کے مطابق سات اعضا کے مطابق رکھا گیا، یعنی آنکھ کان، زبان، پیٹ، شرمگاہ، ہاتھ اور پاؤں۔ انہی کے ذریعے اور انہی پر برائیاں کی جاتی ہیں اس لیے ان کے جائے دخول بھی سات دروازے ہوئے۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا فرمان ہے: دوزخ کے سات طبقات ہیں جو اوپر تلے ہیں۔ پہلا بھر جائے گا، پھر دوسرا بھرے گا پھر تیسرا، پھر سب بھر جائیں گے۔

تاریخ بخاری اور سنن ترمذی میں حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دوزخ کے سات دروازے ہیں، ان میں سے ایک دروازہ اس کے لیے ہے جس نے میرے امتی پر تلوار اٹھائی۔

طبرانی اوسط میں ہے کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایسے وقت حاضر ہوئے کہ اس وقت وہ نہیں آتے تھے۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (جلدی سے) ان کی طرف اُٹھے اور فرمایا، اے جبرائیل! کیا بات ہے کہ میں آپ کے رنگ کو بدلا ہوا دیکھ رہا ہوں۔ انہوں نے کہا: میں تب آپ کے پاس آیا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے دوزخ کی دھونکیوں کو (آگ بھڑکانے) کا حکم دیا۔ حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: مجھے دوزخ کی صفت اور تعریف بتاؤ، حضرت جبرائیل علیہ السلام نے کہا:۔ اللہ تعالیٰ نے دوزخ کو حکم دیا، چنانچہ اس پر ایک ہزار برس آگ جلائی اور وہ سفید ہوگئی پھر ایک ہزار سال تک آگ جلانے کا حکم دیا تو وہ سرخ ہوگئی۔ پھر ایک ہزار سال تک آگ جلانے کا حکم دیا تو وہ سیاہ پڑ گئی۔ نہ ان کے شرارے ختم ہوں اور نہ ان کے شعلے بجھیں۔ اس ذات کی قسم جس نے آپ کو نبی برحق بنا کر بھیجا ہے۔ اگر دوزخ سے ایک سُوئی کے سوراخ کے برابر کھل جائے، تو تمام اہلِ زمین مر جائیں۔ اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا اگر دوزخ کے داروغوں میں سے ایک داروغہ دنیا والوں کے سامنے ظاہر ہو جائے، تو سارے اہلِ زمین اس کے چہرے کی خوفناکی اور اس کی بدبو کے باعث مر جائیں، اور اس ذاتِ اقدس کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا، دوزخ کی زنجیروں میں سے ایک زنجیر جس کا ذکر اپنی کتاب میں فرمایا اگر اسے دُنیا کے پہاڑوں پر رکھ دیا جائے تو (پگھل کر) بہ جائیں اور آخری حصہ زمین پر جا رکیں۔

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے جبرائیل! بس کافی! ایسا ہے جیسا کہ میرا دل پھٹ جائے گا اور جیسے میں مر جاؤں گا۔ جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کی طرف دیکھا، تو وہ رو رہے تھے۔ آپ نے پوچھا: اے جبرائیل تم کیوں روتے ہو؟ تم تو اللہ تعالیٰ کے ہاں ایک خاص مقام رکھتے ہو۔ عرض کیا: میں کیوں نہ روؤں۔ میں رونے کا زیادہ مستحق ہوں۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ میں اللہ تعالیٰ کے علم میں اپنے موجودہ حال کی بجائے کسی دوسرے حال پر ہوں تو پھر؟ میں نہیں جانتا کہ جس طرح ابلیس پر آفت آئی، کہیں مجھ پر نہ آجائے۔ وہ بھی فرشتوں میں تھا اور میں نہیں جانتا کہ جس طرح ہاروت ماروت پر آفت آئی، کہیں مجھ پر نہ آجائے۔

راوی بتاتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی رونے لگے اور حضرت جبرائیل علیہ السلام بھی روئے، دونوں ہی روتے رہے۔ آخر کار آواز آئی: اے جبرائیل! اور اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ تعالیٰ نے آپ دونوں کو نافرمانی سے محفوظ و معصوم کر دیا۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام اوپر چلے گئے اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لائے۔ بعض انصار صحابہ کے پاس سے گزرے جو کھیل رہے تھے اور ہنس رہے تھے۔ آپ نے فرمایا: تم ہنس رہے ہو اور تمہارے اوپر دوزخ ہے۔ اگر تم وہ باتیں جانتے جو میں جانتا ہوں، تو تم تھوڑا ہنستے اور زیادہ روتے اور تمہیں کھانا پینا اچھا نہ لگتا اور تم ویران علاقوں میں اللہ تعالیٰ کی پناہ کی تلاش میں نکل کھڑے ہوتے۔ آواز آئی: اے محمد! (صلی اللہ علیہ وسلم) میرے بندوں کو مایوس نہ کرو، میں نے آپ کو خوشخبری دینے والا بنا کر بھیجا ہے اور تنگی کرنے والا بنا کر نہیں بھیجا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: درست ہو جاؤ اور قریب ہو جاؤ۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کی روایت ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کو فرمایا: کیا وجہ ہے کہ حضرت میکائیل علیہ السلام کو کبھی ہنستے نہیں دیکھا؟

انہوں نے کہا: جب سے دوزخ بنی ہے، تب سے حضرت میکائیل علیہ السلام کبھی نہیں ہنسے۔

مسلم میں روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن دوزخ کو لایا جائے گا، اس کی ستر ہزار لگامیں ہوں گی اور ہر لگام کے ساتھ ستر ہزار فرشتے گھسیٹتے ہوتے لا رہے ہوں گے۔

باب نمبر ۵۱

عذاب کی اقسام

ابوداؤد، نسائی اور ترمذی میں ہے اور امام ترمذی نے صحیح بتایا۔ الفاظ یہ ہیں: جب اللہ تعالیٰ نے جنت اور دوزخ کو پیدا کیا، تو حضرت جبرائیل علیہ السلام کو جنت کی طرف بھیجا اور فرمایا: اس کی طرف دیکھو اور اس کی طرف جو میں نے جنتیوں کے لیے اس میں پیدا فرمایا" وہ آئے اور اس میں جو اللہ تعالیٰ نے جنتیوں کے لیے تیار کیا تھا، اسے دیکھا، وہ واپس آئے اور کہا: تیری عزت کی قسم جو بھی اسے سُنے گا، اس میں داخل ہو گا۔ پھر حکم دیا اور اسے ناپسندیدہ سے ڈھانپ دیا گیا (یعنی جنت کے لیے مشقتیں، ریاضتیں کرنا اور تکالیف برداشت کرنا پڑیں گی) فرمایا: اب دوبارہ جاؤ اور دیکھو میں نے جنتیوں کے لیے کیا تیار کر رکھا ہے؛ وہ دوبارہ گئے تو دیکھا کہ جنت ناپسندیدہ سے ڈھکی پڑی ہے، وہ واپس آکر کہنے لگے: تیری عزت کی قسم! مجھے ڈر ہے کہ اس میں کوئی بھی داخل نہیں ہو گا۔

پھر فرمایا: جاؤ دوزخ کی طرف اور جو میں نے دوزخیوں کے لیے (عذاب) تیار کیا ہے، اسے دیکھو، وہ ادھر گئے، تو دیکھا کہ (عذاب کی تہیں) ایک دوسرے پر چڑھی جا رہی ہیں۔

واپس آکر عرض کیا: تیری عزت کی قسم! جو اسے سنے گا، اس میں داخل نہیں ہوگا۔ پھر اس پر شہوات کا پردہ ڈال دیا (یعنی نفسانی خواہشات) پھر فرمایا: دوبارہ جاؤ، جب دوبارہ جاکر دیکھا، تو کہا: تیری عزت کی قسم! مجھے خطرہ ہے کہ اس میں ہر ایک داخل ہو جائے گا۔

بیہقی نے سند لا بأس بہ کے ساتھ حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کے بارے میں روایت کیا:

اِنَّهَا تَرْمِيْ بِشَرَرٍ كَالْقَصْرِ ٥ (بیشک وہ چنگاریاں پھینکتی ہے جیسے کہ محل ہوں)

فرمایا: میں یہ نہیں کہتا کہ یہ شرارے درختوں کی طرح ہوں گے، بلکہ قلعوں اور شہروں کے برابر شرارے ہوں گے۔

احمد، ابن ماجہ اور ابن حبان نے صحیح میں اور حاکم نے روایت کیا اور اسے صحیح بتایا کہ دوزخ میں ایک وادی ویل ہے جس میں ایک کافر نیچے پہنچنے تک ستر سال گرتا چلا جائے گا۔

ترمذی میں ہے کہ ویل دراصل دو پہاڑوں کے درمیان ایک وادی ہے جس میں ایک کافر نیچے پہنچنے تک ستر سال تک گرتا چلا جائے گا۔ ابنِ ماجہ کے الفاظ یہ ہیں:

ترمذی میں ہے، تم جب الحزن (غم کے گڑھے) سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگو، صحابہ نے کہا: اے اللہ کے رسول! (صلی اللہ علیہ وسلم) غم کا گڑھا کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: دوزخ کی ایک وادی ہے جس سے دوزخ بھی روزانہ چار سو بار پناہ مانگتا ہے۔

عرض کیا گیا: اے اللہ کے رسول! (صلی اللہ علیہ وسلم) اس میں کون داخل ہوں گے؟ فرمایا: یہ ریاکار قاریوں کے لیے ان کے (برے) اعمال کی وجہ سے تیار کی گئی ہے — اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ قابلِ نفرت قاری وہ ہیں جو ظالم حکمرانوں کی زیارت (ملاقات) کرتے رہتے ہیں۔

طبرانی میں ہے: دوزخ میں ایک وادی ہے جس سے دوزخ بھی روزانہ چار سو بار

پناہ مانگتا ہے، وہ امتِ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ریاکاروں کے لیے تیار کی گئی ہے۔

ابن ابی الدنیا میں ہے کہ دوزخ میں ستر ہزار وادیاں ہیں۔ ہر وادی میں ستر ہزار شعبے ہیں۔ ہر شعبے میں ستر ہزار کمرے ہیں اور کمرے میں ایک سانپ ہے جو دوزخیوں کے مونہوں کو کھا رہا ہے۔

تاریخ بخاری میں منکر سند کے ساتھ مروی ہے کہ دوزخ میں ستر ہزار وادیاں ہیں۔ ہر وادی میں ستر ہزار شعبے ہیں، ہر شعبے میں ستر ہزار گھر ہیں، ہر گھر میں ستر ہزار کمرے ہیں ہر کمرے میں ستر ہزار کنوئیں ہیں اور ہر کنوئیں میں ستر ہزار اژدھا ہیں اور ہر اژدھا کے جبڑے میں ستر ہزار بچھو ہیں۔ جب بھی کوئی یا منافق وہاں پہنچتا ہے۔ تو یہ سب اس پر پل پڑتے ہیں۔

ترمذی میں منقطع سند کے ساتھ روایت ہے کہ ایک بڑا پتھر دوزخ کے کنارے سے پھینکا جاتے گا، تو وہ ستر سال تک گرتا چلا جائے گا اور آخر تک نہیں پہنچے گا۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، فرمایا کرتے تھے: دوزخ کو زیادہ یاد رکھا کرو، اس لیے کہ اس کی گرمی سخت ہے اور اس کی گہرائی بہت دور تک ہے اور اس کے کوڑے لوہے کے ہیں۔

بزار، ابو یعلیٰ نے اور ابن حبان نے صحیح میں اور بیہقی نے روایت کیا: اگر دوزخ میں ایک پتھر پھینکا جائے، تو وہ نیچے تک پہنچنے سے پہلے ستر سال تک گرتا رہے گا۔

مسلم میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، سے روایت ہے کہ ہم حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے تھے کہ ہم نے گرنے کی آواز سنی۔ آپ نے فرمایا: کیا تم جانتے ہو یہ کیا ہے؟ ہم نے عرض کیا، اللہ اور اس کا رسول خوب جانتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: یہ ایک پتھر ہے جسے اللہ تعالیٰ نے دوزخ میں ستر سال پہلے پھینکا تھا، اب وہ پیندے تک پہنچا ہے۔

طبرانی میں حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ہولناک آواز سنی۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام حاضر ہوئے

تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: اے جبرائیل! یہ کیا آواز ہے؟ انہوں نے بتایا: یہ ایک پتھر ہے جو ستر سال پہلے دوزخ کے کنارے سے پھینکا گیا تھا۔ اب یہ نیچے تک پہنچا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے چاہا کہ آپ کو اس کی آواز سنا دے۔ چنانچہ اس کے بعد وفات تک حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو منہ بھر کر ہنستے کبھی نہیں دیکھا گیا۔

احمد اور ترمذی نے روایت کیا اور اسے حسن بتایا کہ اگر اس قسم کا پتھر اور ایک کھوپڑی کی طرف اشارہ کیا۔ آسمان سے زمین کی طرف پھینکا جاتے اور یہ پانچ سو برس کا فاصلہ ہے تورات ہونے سے پہلے زمین پر پہنچ جائے اور اگر اسے راس السلسلہ سے پھینکا جائے، تو جڑ تک پہنچنے میں چالیس سال لگ جائیں، جبکہ دن رات چلتا رہے۔

احمد، ابو یعلیٰ اور حاکم نے روایت کیا اور اسے صحیح بتایا: اگر دوزخ کے لوہے کا ہنٹر (یا ہتھوڑا) زمین پر رکھ دیا جائے اور جن وانس اسے مل کر اٹھانا چاہیں، تو زمین سے ہلا نہیں سکتے۔ حاکم کی صحیح روایت ہے کہ اگر دوزخ کے ہتھوڑے سے مارا جائے تو پھٹ کر راکھ بن جاتے۔

ابن ابی الدنیا کی روایت ہے کہ اگر دوزخ کا ایک پتھر دُنیا کے پہاڑوں پر رکھ دیا جائے تو یہ پگھل جائیں اور حال یہ ہے کہ ہر انسان کے ساتھ ایک پتھر اور ایک شیطان ہے۔

حاکم کی صحیح روایت ہے کہ زمینیں سات ہیں اور جو اس زمین سے قریب تر ہے وہ پانچ سو برس کی مسافت پر ہے۔

سب سے اُوپر والی ایک مچھلی کی پُشت پر ہے اور اس کے دونوں بازو آسمان سے ملے ہیں اور مچھلی ایک پتھر پر ہے اور وہ پتھر ایک فرشتے کے ہاتھ میں، اور دوسری زمین آندھی کا قید خانہ ہے۔ جب اللہ تعالیٰ نے قوم عاد کو ہلاک کرنے کا ارادہ کیا تو آندھی کے داروغے کو حکم دیا کہ ان پر آندھی اور تیز ہلاکت خیز ہوائیں چلا دے۔ اس نے کہا: اے رب تعالیٰ! میں ان

پر ایک بیل کے نتھنے کے برابر آندھی بھیجتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: پھر زمین اور اہلِ زمین سب کو ہلاک کرنے، کے لیے کافی ہے، بلکہ ان پر انگوٹھی کے برابر (قلیل ترین) آندھی چلاؤ۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں فرمایا:

مَا تَذَرُ مِنْ شَيْءٍ اَتَتْ عَلَيْهِ (نہیں چھوڑتی تھی، کچھ چیز کہ اس پر آئی،
اِلَّا جَعَلَتْهُ كَالرَّمِيْمِ ۝ مگر گلی ہوئی ہڈی کی طرح کر دیتی)

تیسری زمین میں دوزخ کا پتھر ہے اور چوتھی میں دوزخ کا گندھک ہے۔ صحابہ کرام نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! (صلی اللہ علیہ وسلم) کیا آگ کا بھی گندھک ہوتا ہے؟ آپ نے فرمایا: ہاں! اس ذات کی قسم! جس کے قبضے میں میری جان ہے۔ اس میں گندھک کی وادیاں ہیں، اگر ان میں مضبوط پہاڑ رکھ دیے جائیں، تو بھی پگھل کر بہ جائیں۔

پانچویں زمین میں دوزخ کے سانپ ہیں، ان کے منہ وادیوں کی طرح (چوڑے) ہیں۔ جب وہ کسی کافر کو ڈسے گا، تو تخنے پر کچھ گوشت باقی نہ رہے گا۔

چھٹی زمین میں دوزخ کے بچھو ہیں، ان میں سب سے چھوٹا بچھو بھی موٹے خچر کی طرح ہوگا۔ اس کے ڈنک کی شدت سے وہ دوزخ کی آگ کو بھول جائے گا۔

ساتویں زمین میں ابلیس لوہے کی زنجیروں میں جکڑا ہوا ہے، اس کا ایک ہاتھ سامنے اور ایک پیچھے ہے۔ جب اللہ تعالیٰ کسی بندے پر (بطورِ امتحان) اسے چھوڑنا چاہتا ہے، تو اسے آزاد کر دیتا ہے۔

احمد، طبرانی نے اور ابن حبان نے صحیح میں اور حاکم نے روایت کیا اور حاکم نے اسے صحیح بتایا کہ دوزخ میں بختی اونٹوں کی گردنوں کی طرح (موٹے لمبے) سانپ ہیں۔ اگر کسی کو وہ ڈس لے، تو ستر سال تک اس کی (زہریلی) گرمی محسوس ہو اور دوزخ میں ایسے بچھو ہیں، جیسے موٹے خچر ہوں۔ اگر کسی کو ڈس لے، تو چالیس سال تک اس کی گرمی محسوس ہو۔

ترمذی، ابن حبان اور حاکم نے روایت کیا اور صحیح بتایا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

نے اس فرمانِ الٰہی کے بارے میں کَالْمُهْلِ (پگھلا ہوا تانبہ) فرمایا: یہ ایسے ہوگا جیسے تیل اُبلتا ہوا ہو، جب یہ اس کے چہرے کے قریب کرے گا، تو اس کے چہرے کی کھال گر جائے گی۔

ترمذی میں حسن غریب صحیح روایت ہے کہ گرم پانی کو ان کے سروں پر بہایا جائے گا تو وہ گرم پانی ان کے سروں کے اندر دھنس کر ان کے پیٹ تک پہنچ جائے گا اور پیٹ کی ہر چیز کو باہر نکال دے گا، یہاں تک کہ پاؤں تک کی ہر چیز جلا دے گا اور حمیم گرم جلا دینے والا پانی ہے۔

حضرت ضحاک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ گرم پانی آسمان وزمین کی پیدائش کے دن سے جوش کھا رہا ہے اور دوزخیوں کو پلانے تک جوش کھاتا رہے گا۔

ایک قول اس کے علاوہ بھی ہے جو اللہ تعالیٰ کے اس فرمان میں مذکور ہے:

وَسُقُوْا مَآءً حَمِيْمًا فَقَطَّعَ اَمْعَآءَهُمْ (محمد۔) (اور انہیں گرم پانی پلایا جائے گا جو اُن کی انتڑیاں کاٹ دے گا)

احمد اور ترمذی نے روایت کیا اور فرمایا کہ یہ غریب ہے اور حاکم نے روایت کیا، اور فرمایا: مسلم کی شرط پر صحیح ہے۔ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان میں:

وَيُسْقٰى مِنْ مَّآءٍ صَدِيْدٍ يَّتَجَرَّعُهٗ وَلَا يَكَادُ يُسِيْغُهٗ۔ (ابراهیم) (اور پلائے جائیں گے پانی جو پیپ ہے، وہ ایک ایک گھونٹ پیئے گا اور نگل نہیں سکے گا)

فرمایا: جب اسے منہ کے قریب کریں گے تو ناپسند کریں گے۔ جب مزید قریب کریں گے، تو منہ جھلس جائیں گے اور ان کے سر کی کھال گر جائے گی، جب پئیں گے تو ان کی انتڑیاں کٹ جائیں گی۔ آخر کار ان کی دُبُر سے نکل پڑیں گی۔

اللہ تبارک وتعالیٰ وعزوجل کا فرمان ہے:

يَشْوِى الْوُجُوْهَ بِئْسَ الشَّرَابُ (جھلس دے مونہوں کو اور برا ہے مشروب)

احمد اور حاکم کی روایت ہے اور اسے صحیح بتایا کہ غساق (دوزخ کی بدبودار پیپ) کا ایک ڈول اگر دنیا میں بہا دیا جائے، تو ساری دنیا بدبودار ہو جائے، اور غساق سے مراد وہی ہے کہ:

فَلْيَذُوقُوهُ حَمِيمٌ وَغَسَّاقٌ (پس چکھو، اس کو گرم پانی اور پیپ)

اور فرمایا: اِلَّا حَمِيمًا وَغَسَّاقًا (مگر گرم پانی اور پیپ)

اس میں اختلاف ہے: حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے نزدیک ان غساق سے مراد وہ بدبودار پانی ہے جو کافر وغیرہ کی جلد سے نکلے گا اور دوسروں کے نزدیک ان کا پیپ ہے۔

حضرت کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا فرمان ہے: یہ دوزخ کا ایک چشمہ ہے۔ اس کی طرف ایک چھوٹا چشمہ بہتا ہو گا اور ہر چشمہ سانپ یا بچھو وغیرہ کا ہو گا، پس وہ جمع ہو گا، پھر اس میں انہیں ایک ڈبکی دی جائے گی۔ جب باہر نکالا جائے گا، تو اس کی ہڈیوں سے اس کی جلد اور اس کا گوشت گر چکا ہو گا۔ اس کی جلد اور اس کی ایڑیوں اور ٹخنوں پر پڑیں گے۔ پھر وہ اپنے گوشت کو اس طرح کھینچے گا جس طرح انسان اپنا کپڑا کھینچتا ہے۔

ترمذی نے حسن صحیح روایت میں بتایا کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت پڑھی:

اِتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقٰتِهٖ وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ۔ (اللہ سے ڈرو، جیسے اس سے ڈرنے کا حق ہے اور ہرگز نہ مرو، مگر مسلمانی کی حالت میں)

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر زقوم (دوزخ کا کانٹوں دار کھانا جیسے تھوہر) کا ایک قطرہ دنیا کے مقام پر ڈال دیا جائے گا، تو سب دنیا والوں کی زندگی تنگ ہو جائے۔ اب جو کھائے گا، اس کا کیا حال ہو گا؟ ایک روایت میں ہے: اس کا کیا حال ہو گا کہ جس کا کھانا صرف یہی ہو گا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے اس فرمانِ الٰہی کے بارے میں روایت ہے:

وَطَعَامًا ذَا غُصَّةٍ (اور کھانا ہے گلے میں اٹکنے والا) یعنی کانٹا حلق میں پھنس جائے گا جو نہ نکلے اور نہ اُگل سکے گا۔

شیخین (بخاری و مسلم) کی روایت ہے کہ کافر کے دونوں کندھوں کے درمیان تیز رفتار سوار کا تین دن کے سفر کا فاصلہ ہوگا۔

احمد کی روایت ہے کہ کافر کی ڈاڑھ احد پہاڑ کی طرح ہوگی، اس کی ران کوہِ بیضا کی طرح ہوگی اور دوزخ میں اس کی نشست قدید اور مکہ مکرمہ کے درمیان کے برابر ہوگی جس کا فاصلہ تین دن کا سفر ہے۔ اس کے چمڑے کی موٹائی بیالیس گز ہوگی۔ یہ گز شاہین کا طویل گز ہے۔ یہی ابن حبان وغیرہ کا قول ہے۔

مسلم کی روایت ہے کہ کافر کی ڈاڑھ یا فرمایا اس کی کچلی احد پہاڑ کے برابر ہوگی، اس کی موٹائی تین دن کا سفر ہے۔

ترمذی کے الفاظ یہ ہیں، جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، دوزخ میں اس کی نشست ربذہ سے تین دن کا سفر ہے، یعنی جس قدر کہ ربذہ اور مدینہ منورہ کے درمیان کا فاصلہ ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ دوزخ میں اس کی نشست تین دن کا سفر ہے جیسے ربذہ تک کا۔

احمد اور طبرانی میں ہے اور اس کی سند حسن کے قریب ہے جیسا کہ حافظ منذری کا فرمان ہے۔ نیز ترمذی نے حضرت فضیل بن یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا: کافر کی زبان (آٹھ کیلو میٹر کے قریب) ایک فرسخ یا دو فرسخ تک گھسٹتی ہوگی اور لوگ اسے روندتے ہوں گے۔ حضرت فضیل بن یزید نے حضرت ابو العجلان سے نقل کیا: قیامت کے دن کافر اپنی زبان دو فرسخ تک گھسیٹتا ہوگا اور لوگ اسے روندتے ہوں گے۔ اسے بیہقی وغیرہ نے نقل کیا اور یہ بھی درست ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دوزخ کے اندر دوزخیوں کا بدن اس قدر بڑا کر دیا جائے گا کہ کان کی لو سے لے کر اس کے کندھے

تک سات سو برس کا فاصلہ ہوگا اور اس کی جلد کی موٹائی ستر گز ہوگی اور اس کی ڈاڑھ اُحد پہاڑ کے برابر ہوگی۔

احمد نے صحیح سند کے ساتھ اور حاکم نے روایت کیا اور اسے صحیح بتایا کہ حضرت مجاہد سے روایت ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا: کیا تم جانتے ہو کہ دوزخ کی قدر وسعت ہے؟ میں نے کہا: نہیں۔ فرمایا: ہاں خدا کی قسم! تم کیا جانو، ان کے کان کی لَو اور ان کے کندھے کے درمیان ستر سال کی مسافت کا فاصلہ ہوگا جس میں پیپ اور خون کی وادیاں ہوں گی۔ میں نے کہا: نہریں؟ فرمایا: بلکہ وادیاں!!

باب ۵۲

گناہ کے خوف کی فضیلت

یاد رہے کہ گناہوں سے سب سے زیادہ ڈرانے والی چیز اللہ تعالیٰ کا خوف، اس کی سزا کا ڈر اور اس کے بعد غضب و گرفت کا خطرہ ہے، اس لیے جو لوگ اللہ تعالیٰ کے احکام کی خلاف ورزی کرتے ہیں، انہیں چاہیئے کہ وہ ڈریں کہ کہیں کوئی آفت نہ آن پڑے یا شدید عذاب نہ آجائے۔

روایت میں ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک نوجوان کے پاس تشریف لے گئے جس کی وفات قریب تھی۔ آپ نے فرمایا: تم اپنے آپ کو کیسا پاتے ہو؟ اس نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) مجھے امید بھی ہے اور گناہوں کی وجہ سے ڈرتا بھی ہوں۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس مقام میں جب بھی یہ دو باتیں جمع ہوتی ہیں، تو اللہ تعالیٰ اسے عطا کرتا ہے جو وہ امید رکھتا ہے اور جس سے وہ ڈرتا

ہے، اس سے محفوظ رکھتا ہے۔

حضرت وہب ورد کا فرمان ہے: حضرت عیسیٰ علیہ السّلام فرمایا کرتے تھے۔ فردوس کی محبت اور دوزخ کا ڈر، یہ دونوں باتیں انسان کو مصیبت پر صبر کرنے، دنیاوی لذات و شہوات اور نافرمانی سے دُور رہنے کی عادت ڈال دیتی ہیں۔

حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کا فرمان ہے: بخدا ایسی اقوام تم سے پہلے گزر چکی ہیں (یعنی صحابہ کرام) اگر وہ کنکروں کے برابر کثیر سونے خیرات کرتے تو بھی گناہ کی شدتِ خوف کے باعث ڈرتے کہ کہیں نجات نہ ملے (خوف کا اس قدر غلبہ تھا کہ کثیر نیکی کرتے، مگر پھر بھی ڈرتے)

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تم وہ سنتے ہو، جو میں سنتا ہوں، آسمان کڑکڑ کر رہا ہے اور یہ حق ہے کہ وہ کڑکڑائے۔ اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے (آسمان) میں چار انگلی کے برابر کوئی جگہ ایسی نہیں کہ جہاں ایک فرشتہ اللہ تعالیٰ کے سامنے سجدہ یا قیام یا رکوع کی حالت میں نہ ہو اور اگر تم وہ جانتے ہو جو میں جانتا ہوں تو کم ہی ہنستے اور زیادہ روتے اور تم پہاڑوں کی طرف نکل جاتے تاکہ اللہ تعالیٰ کے شدید انتقام اور سطوتِ عظیم سے پناہ مانگتے۔

ایک روایت میں ہے، تم نہیں جانتے کہ نجات پاؤ گے یا نجات نہیں پاؤ گے؟ حدیث میں ہے کہ اگر ایماندار آدمی اللہ تعالیٰ کے پاس موجود ہر عذاب کو جانتا تو آگ سے بے خوف نہ رہتا۔ صحیحین (بخاری و مسلم) میں ہے کہ جب حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ آیت نازل ہوئی:

وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ (اور اپنے قریبی رشتے داروں کو ڈراؤ)

تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے قریش کے گروہ! اپنی جانوں کو اللہ تعالیٰ سے خرید لو۔ میں اللہ تعالیٰ سے تمہارے کچھ کام نہیں آسکتا۔ اے بنی عبد مناف! میں اللہ تعالیٰ کے (عذاب سے بچانے کے لیے) تمہارے کچھ کام نہیں آسکتا۔ اے عباس! (جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا) میں اللہ تعالیٰ سے تمہارے لیے کچھ نہیں کر سکتا۔ اے صفیہ

(جنابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی) میں اللہ تعالیٰ سے تمہارے کچھ کام نہیں آسکتا۔
اے فاطمہ! (بنتِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم) میرے مال میں سے جس طرح چاہو، مانگو ، مگر میں اللہ تعالیٰ سے تمہارے کچھ کام نہیں آسکتا۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کیا، اے اللہ کے رسول! (صلی اللہ علیہ وسلم) یہ جو ہے :

وَالَّذِيْنَ يُؤْتُوْنَ مَآ اٰتَوْا وَّقُلُوْبُهُمْ وَجِلَةٌ اَنَّهُمْ اِلٰى رَبِّهِمْ رٰجِعُوْنَ۔	(اور وہ لوگ جو دیتے ہیں جو کچھ انہیں دیا گیا اور ان کے دل ڈرتے ہیں کہ وہ اپنے رب کی طرف جانے والے ہیں)

اے اللہ کے رسول! (صلی اللہ علیہ وسلم) یہ وہ ہے جو زنا کرتا ہے، چوری کرتا اور شراب پیتا ہے اور ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے۔ آپ نے فرمایا : نہیں ! اے ابوبکر کی بیٹی ! اے صدیق کی بیٹی ! بلکہ یہ وہ ہے جو نماز پڑھتا، روزہ رکھتا اور صدقہ کرتا ہے اور ساتھ ساتھ ڈرتا بھی ہے کہ شاید قبول نہ ہو۔

احمد نے روایت کیا کہ حضرتِ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے کہا گیا : اے ابوسعید! ہم ایسی قوم کی ہم نشینی میں ہم کیا کریں کہ جو ہمیں اس قدر امید دلاتے ہیں کہ ہمارے دل خوشی سے اڑنے لگتے ہیں ؟ انہوں نے فرمایا : اللہ کی قسم ! اگر تم ایسی قوم سے ملاقات رکھو جو تمہیں ڈرائیں، حتیٰ کہ تم امن حاصل کرو، یہ اس سے بہتر ہے کہ تم ایسے لوگوں سے ملو کہ وہ تمہیں امان دکھلاتے رہیں، مگر تم خطرات میں جا گرو۔

حضرت زین العابدین بن علی بن حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہم جب وضو کرتے اور وضو سے فارغ ہوتے، تو کانپنے لگتے۔ ان سے اس کا سبب پوچھا گیا، تو فرمایا : تمہارا ناس ہو، تم بھی جانتے ہو کہ میں کس کے سامنے کھڑا ہو رہا ہوں اور کس کے ساتھ مناجات کرنے لگا ہوں ؟

احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان ہے: خوفِ خدا مجھے کھانے پینے سے روک رہا ہے اور مجھے بھوک ہی نہیں لگتی۔

صحیحین میں ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سات کا ذکر کیا جن کو اللہ تعالیٰ اپنے عرش کے سائے میں جگہ دے گا جس دن کہ اس کے سایے کے سوا کوئی سایہ نہیں ہو گا. ان میں سے ایک وہ ہے جو تنہائی میں اللہ کو یاد کرے، یعنی اس کے وعدہ وعقاب یاد کرے، نافرمانی اور گناہ کے باعث ڈرتے ہوئے اس کے رخساروں پر آنسو بہنے لگیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی حدیث میں ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس آنکھ کو آگ نہیں چھوئے گی جو رات کے حصہ میں اللہ تعالیٰ کے ڈر سے روئی اور نہ اس آنکھ کو (آگ چھوئے گی) جس نے اللہ تعالیٰ کی راہ میں پہرہ دیا ہو۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ آدمی دوزخ میں داخل نہیں ہو گا جو اللہ تعالیٰ کے ڈر سے رویا ہو، یہاں تک کہ دودھ تھنوں میں واپس چلا جائے۔ اللہ تعالیٰ کی راہ کا غبار اور دوزخ کا دھواں اکٹھے نہیں ہوں گے۔

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا فرمان ہے: اللہ تعالیٰ کے ڈر سے ایک آنسو بہانا مجھے ایک ہزار دینار خیرات کرنے سے زیادہ پسند ہے۔

حضرت عون بن عبداللہ فرماتے ہیں: مجھے یہ روایت پہنچی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ڈر سے بہنے والے آنسو انسان کے بدن کے جس حصے پر لگتے ہیں، وہ جگہ دوزخ پر حرام ہو جاتی ہے۔

حضور سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم کا سینہ مبارک رونے کی وجہ سے اس طرح آواز دیتا جیسے ہنڈیا کے ابلنے کی آواز ہوتی ہے یعنی ہنڈیا کے جوش مارنے کی طرح آواز آتی۔

حضرت کندی رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان ہے: اللہ تعالیٰ کے خوف سے رونے کے باعث نکلنے والا آنسو سمندروں کے برابر آگ کو بجھا دیتا ہے۔

حضرت ابن سماک رحمۃ اللہ علیہ اپنے آپ کو عتاب فرماتے اور کہتے: تم باتیں کرتے ہو، زاہدین کی اور کام کرتے ہو منافقین کے۔ اور اس کے ساتھ ساتھ چاہتے ہو کہ جنت میں چلے جاؤ، نہیں نہیں، جنت کے لیے، دوسرے ہی لوگ ہیں اور ان کے وہ اعمال ہیں کہ جو ہم نہیں کرتے۔

حضرت سُفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان ہے: میں حضرت امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ کے پاس گیا اور عرض کیا: اے آلِ رسول! مجھے وصیت فرمایئے۔ انہوں نے فرمایا: اے سفیان! جھوٹے کو مروت حاصل نہیں، حاسد کے لیے چین نہیں، ہر وقت غمگین رہنے والے کے لیے بھلائی نہیں اور بداخلاق کے لیے سرداری نہیں۔ میں نے عرض کیا: اے اولادِ رسول اللہ! مزید فرمایئے؛ فرمایا: اے سفیان! اللہ تعالیٰ کے محارم سے بچیے، تم عبادت گزار ہو گے۔ اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے جو قسمت میں کر دیا، اس پر راضی رہو، تم مسلمان ہو گے اور لوگوں سے اس طرح رفاقت کرو، جیسی تم چاہتے ہو کہ وہ تم سے رفاقت کریں، تم ایماندار ہو گے۔ بدمعاش کی مصاحبت نہ کرنا، ورنہ تمہیں بدمعاشی ہی سکھائے گا۔ اس لیے کہ حدیث شریف میں ہے: انسان اپنے دوست کے دین پر ہوتا ہے، اس لیے دیکھو کہ تم کس کو دوست بنا رہے ہو اور اپنے امور میں ان سے مشورہ کرو جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہیں۔ میں نے عرض کیا: اے اولادِ رسول اللہ! مزید وصیت فرمایئے۔ فرمایا: اے سفیان! جو شخص یہ چاہے کہ قبیلے کے بغیر ہی عزت و غلبہ حاصل ہو اور سلطنت کے بغیر ہی وقار و رعب حاصل ہو، اسے چاہیئے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی ذلت سے نکل کر اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی طرف آجائے۔ میں نے کہا: اے اولادِ رسول اللہ! مزید وصیت کیجیے: فرمایا: میرے والد نے مجھے تین ادب سکھائے، فرمایا: ۱۔ اے بیٹا! جو بُرے کو دوست بنائے وہ بچ نہیں سکتا۔ ۲۔ جو بُری جگہ جائے، اس پر تہمت لگے گی۔ ۳۔ اور جو اپنی زبان کو قابو میں نہ رکھے، وہ شرمندہ ہو گا۔

حضرت ابن مبارک رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان ہے: میں نے حضرت وہیب بن ورد سے پوچھا: کیا وہ شخص عبادت کا مزہ پاتا ہے جو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرے۔ فرمایا: نہیں، اور نہ وہ جو کہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کا کام کرتا ہے۔ (وہ بھی عبادت کا مزہ نہیں پاتا)

امام ابوالفرج بن جوزی رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان ہے: خوفِ الٰہی ہی ایسی آگ ہے جو شہوات کو جلا دیتی ہے۔ اس کی فضیلت اسی قدر ہے جس قدر وہ شہوات کو جلا دے اور جس قدر وہ نافرمانی سے روکے اور اطاعت کی ترغیب دے اور اس صورت میں خوف کی فضیلت کیسے نہ ہو؟ جبکہ اس کے ذریعہ عفت، ورع، تقویٰ، مجاہدہ اور اللہ تعالیٰ کا قرب عطا کرنے والے اعمال حاصل ہوتے ہیں، جیسا کہ آیات اور احادیث سے معلوم ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

هُدًى وَّرَحْمَةٌ لِّلَّذِيْنَ هُمْ لِرَبِّهِمْ يَرْهَبُوْنَ

(ہدایت اور رحمت ہے، ان کے لیے جو اپنے رب سے ڈرتے ہیں)

نیز فرمایا:

رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ ذٰلِكَ لِمَنْ خَشِيَ رَبَّهٗ

(اللہ ان سے راضی ہوا اور وہ اس سے راضی ہوئے، یہ اس کیلئے ہے جو اپنے رب سے ڈرا)

اور فرمایا:

وَخَافُوْنِ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۝

(اور اگر تم ایماندار ہو تو مجھ سے ڈرو)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ جَنَّتٰنِ ۝ (الرحمٰن)

(اور جو اپنے رب کے سامنے کھڑا ہونے سے ڈرتا ہے، اس کے لیے دو جنتیں ہیں)

اور فرمایا:

سَيَذَّكَّرُ مَنْ يَّخْشٰى

(وہ نصیحت پکڑے گا جو ڈرتا ہے)

اور فرمایا:

اِنَّمَا یَخْشَی اللّٰہَ مِنْ عِبَادِہِ الْعُلَمَآءُ۔ (اللہ سے اس کے بندوں میں سے علماء ہی ڈرتے ہیں)

اس طرح بے شمار آیات اس مفہوم کی گواہ ہیں۔ فضیلتِ علم کی احادیث فضیلتِ خوف پر دلالت کرتی ہیں، اس لیے کہ علم کا نتیجہ خوف ہی ہے۔

ابن ابی الدنیا کی روایت ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب بندے کا دل اللہ عزوجل کے ڈر سے کانپ اُٹھے، تو اس کے گناہ اس طرح جھڑتے ہیں، جیسے خشک درختوں کے پتے جھڑتے ہیں۔

حضور سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ نے فرمایا: مجھے میری عزت کی قسم! میں اپنے بندے پر دو خوف جمع نہیں کروں گا اور نہ ہی دو امن جمع کروں گا۔ اگر وہ دنیا میں مجھ سے بے خوف رہا، تو قیامت کے دن اسے ڈراؤں گا اور اگر وہ دنیا میں مجھ سے ڈرتا رہا تو قیامت کے دن اسے بے خوف کر دوں گا۔

حضرت ابوسلیمان دارانی رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان ہے: جس دل میں اللہ تعالیٰ کا خوف نہ ہو، وہ دل ویران ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

اِنَّہٗ لَا یَاْمَنُ مَکْرَ اللّٰہِ اِلَّا الْقَوْمُ الْخٰسِرُوْنَ۔ (اللہ کی تدبیر سے صرف خسارہ پانے والی قوم ہی بے خوف ہوتی ہے)

باب ۵۳

توبہ کی فضیلت

توبہ کی فضیلت میں کثرت سے آیات مروی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَتُوبُوٓا إِلَى اللّٰهِ جَمِيعًا أَيُّهَا الْمُؤْمِنُونَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ

(اے ایماندارو! تم سب اللہ کی طرف توبہ کرو تاکہ تم کامیاب ہو جاؤ۔)

اور فرمایا:

وَالَّذِينَ لَا يَدْعُونَ مَعَ اللّٰهِ إِلٰهًا آخَرَ وَلَا يَقْتُلُونَ النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ اللّٰهُ إِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا يَزْنُونَ ۚ وَمَنْ يَفْعَلْ ذٰلِكَ يَلْقَ أَثَامًا ۝ يُضٰعَفْ لَهُ الْعَذَابُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَيَخْلُدْ فِيهِ مُهَانًا ۝ إِلَّا مَنْ تَابَ وَآمَنَ وَعَمِلَ عَمَلًا صٰلِحًا فَأُولٰٓئِكَ يُبَدِّلُ اللّٰهُ سَيِّاٰتِهِمْ حَسَنٰتٍ ۗ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُورًا رَّحِيمًا ۝ وَمَنْ تَابَ وَعَمِلَ صٰلِحًا فَإِنَّهُ يَتُوبُ إِلَى اللّٰهِ مَتَابًا۔

(اور جو اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو معبود نہیں پکارتے اور اس جان کو قتل نہیں کرتے جس کو اللہ تعالیٰ نے حرام کیا، مگر حق کے ساتھ اور زنا نہیں کرتے اور جو کوئی یہ کام کرے گا، وہ بڑے وبال سے ملے گا، قیامت کے دن اس کے لیے عذاب دوگنا کر دیا جائے گا اور اس میں ذلیل ہو کر پڑا رہے گا، مگر جس نے توبہ کی ایمان لایا اور نیک عمل کیا، تو وہ لوگ ایسے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کی برائیوں کو نیکیوں میں بدل دے گا اور اللہ تعالیٰ بخشنے والا رحم کرنے والا ہے اور جو کوئی توبہ کرے اور نیک عمل کرے، پس تحقیق وہ رجوع کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنا)

اس موضوع پر کثرت سے احادیث آتی ہیں :

مسلم میں ہے کہ اللہ تعالیٰ رات کو اپنا ہاتھ پھیلاتا ہے (یعنی اپنی رحمت فرماتا ہے جیسے اس کی شان کے مطابق ہے) تاکہ دن کو گناہ کرنے والوں کی توبہ قبول کرلے اور دن کو پھیلاتا ہے تاکہ رات کو گناہ کرنے والوں کی توبہ قبول کرلے تاآنکہ سورج مغرب سے طلوع کرے۔

ترمذی شریف کی صحیح روایت، میں ہے کہ مغرب کی طرف ایک، دروازہ ہے جس کا عرض چالیس سال یا ستر سال کی مسافت کے برابر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جس دن آسمان و زمین پیدا کیے، اسی دن توبہ کرنے والوں کے لیے کھول دیا۔ مغرب سے طلوع آفتاب تک اسے بند نہیں کریگا۔

ایک صحیح روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مغرب میں توبہ کرنے والوں کے لیے ایک دروازہ بنایا جس کا عرض ستر سال کی مسافت ہے۔ اس طرف سے طلوعِ آفتاب تک اُسے بند نہیں کرے گا، چنانچہ اس طرف اللہ تعالیٰ کے اس فرمان (میں اشارہ) ہے۔

يَوْمَ يَأْتِي بَعْضُ اٰيٰتِ رَبِّكَ (جس دن آئیں گی تیرے رب کی بعض نشانیاں

لَا يَنْفَعُ نَفْسًا اِيْمَانُهَا تو کسی جان کو اس کا ایمان لانا نفع نہیں دیگا)

ایک قول کے مطابق یہ روایت میں نہیں ہے اور نہ پہلے کی مرفوع صراحت سے ہے جیساکہ بیہقی نے صراحت کی۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اس قسم کی رائے سے اقوال موضوع کے حکم میں ہیں۔ طبرانی میں جید سند کے ساتھ ہے :

جنت کے آٹھ دروازے ہیں۔ سات بند ہیں اور ایک توبہ کا دروازہ کھلا ہے یہاں تک کہ مغرب سے طلوع آفتاب ہوجاتے۔

ابن ماجہ نے جید سند کے ساتھ نقل کیا اگر تم گناہ کرو اور تمہارے گناہ آسمان کے کناروں پر جا پہنچیں، پھر تم (سچے دل سے) توبہ کرو، تو اللہ تعالیٰ توبہ قبول کرلے گا۔

حاکم کی روایت ہے جسے صحیح بتایا کہ انسان کی سعادت یہ ہے کہ اس کی عمر طویل ہو اور اللہ تعالیٰ اسے انابت (اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع اور توفیق عبادت) عطا کرے۔

ترمذی، ابن ماجہ، اور حاکم کی روایت ہے اور حاکم نے اسے صحیح بتایا، تمام ابنائے آدم گناہ گار ہیں اور بہترین گنہ گار توبہ کرنے والے ہیں۔

شیخین کی روایت ہے کہ ایک بندے نے گناہ کیا، پھر کہا: اے رب تعالیٰ! میں نے گناہ کیا ہے، مجھے معاف فرمادے۔ تو رب تعالیٰ نے فرمایا: میرے بندے کو معلوم ہے کہ اس کا ایک رب ہے جو گناہ معاف کرتا ہے اور اس پر مواخذہ کرتا ہے، چنانچہ اسے بخش دیا۔ پھر جب تک اللہ تعالیٰ نے چاہا وہ گناہ سے رُکا۔ پھر دوبارہ گناہ کر بیٹھا، یا فرمایا: ایک اور گناہ کرلیا۔ اب پھر کہنے لگا: اے میرے رب تعالیٰ! میں نے دوبارہ گناہ کرلیا، مجھے معاف فرمادے۔ تو رب تعالیٰ نے فرمایا: میرے بندے کو معلوم ہے کہ اس کا ایک رب ہے جو گناہ معاف کرتا ہے اور اس پر مواخذہ کرتا ہے، پھر معاف کردیا۔ پھر جب تک اللہ تعالیٰ نے چاہا وہ رُکا رہا۔ پھر ایک اور گناہ کر بیٹھا یا فرمایا: ایک اور گناہ کرلیا۔ پھر کہا: اے میرے رب تعالیٰ! میں نے ایک اور گناہ کرلیا، مجھے معاف فرمادے، تو رب تعالیٰ نے فرمایا: میرے بندے کو معلوم ہے کہ اس کا ایک رب ہے جو گناہ معاف کرتا ہے اور اس پر مواخذہ کرتا ہے۔ پھر رب تعالیٰ نے فرمایا: "میں نے اپنے بندے کو معاف کردیا، اب جو چاہے کرے۔

امام منذری کا فرمان ہے: "جو چاہے کرے" کا مطلب یہ ہے کہ جب تک وہ گناہ کر بیٹھنے پر استغفار کرتا رہے اور توبہ کرتا رہے، گناہ سے رُکنے کا عزم رکھے، اس لیے فرمایا تھا: "پھر اور گناہ کر بیٹھے"!! اس لیے کہ جب بھی گناہ کرے گا، تو بعد کی توبہ واستغفار اس کا کفارہ بن جائے گی اور اس کا مطلب یہ نہیں کہ گناہ کرے اور صرف زبان سے استغفار و توبہ کرے، مگر دل میں گناہ سے رُکنے کا عہد نہ کرے۔ ایسی توبہ کذاب لوگوں کی توبہ ہے (جو بے نتیجہ اور غیر مقبول ہے)

علماء سے روایت ہے اور اسے صحیح بتایا کہ جب ایک مومن گناہ کرتا ہے، تو اس کے دل پر ایک سیاہ نقطہ آجاتا ہے۔ اگر وہ توبہ کرلے اور گناہ سے ہٹ جائے اور معافی مانگ لے تو

وہ صاف ہو جاتا ہے اور اگر (گناہوں میں) بڑھتا رہے، تو سیاہی بھی بڑھتی جاتی ہے، آخر کار اس کے دل پر تالا پڑ جاتا ہے۔ اسی کو ران (زنگ باندھنا) کہا جاتا ہے جس کا ذکر قرآن مجید میں ہوا :

كَلَّا بَلْ رَانَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ مَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ۔ (ہرگز نہیں یوں، بلکہ ان کے دلوں پر اس چیز نے زنگ باندھا ہے جو وہ کماتے تھے)

ترمذی میں حسن روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ تب تک بندے کی توبہ قبول کرتا ہے جب تک اس کی جان نکلنے کے قریب نہ آجائے۔ طبرانی میں حسن کے ساتھ مروی ہے، البتہ اس میں انقطاع ہے اور بیہقی میں مروی ہے اور اس کی سند میں ایک راوی مجہول ہے حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرا ہاتھ پکڑ کر ایک میل چلے، پھر فرمایا : اے معاذ! میں تمہیں اللہ سے ڈرنے، سچ بولنے، وعدہ پورا کرنے، امانت ادا کرنے، خیانت چھوڑ دینے، یتیم پر رحم کرنے، پڑوسی کی حفاظت کرنے (یعنی اچھا برتاؤ کرنے) غصہ پی جانے، نرم کلام کرنے، سلام عام کرنے، امام (خلیفہ) کے ساتھ وابستہ رہنے، قرآن مجید سمجھنے، آخرت سے محبت کرنے، حساب سے خوف کرنے، امید کم رکھنے اور عمل کرنے کی وصیت کرتا ہوں اور تجھے اس بات سے منع کرتا ہوں کہ کسی مسلمان کو گالی دے یا جھوٹے کی تصدیق کرے یا سچے کی تکذیب کرے یا عادل حاکم کی نافرمانی کرے اور زمین میں فساد کرے۔

اے معاذ! ہر درخت و پتھر کے پاس اللہ کو یاد کرو اور ہر گناہ کے ساتھ توبہ کرو۔ مخفی گناہ پر مخفی توبہ، اور علانیہ گناہ پر توبہ کرو۔

اصفہانی کی روایت ہے کہ شرمندہ ہونے والا اللہ تعالیٰ کی رحمت کا امیدوار ہے اور اکڑنے والا اس کے غضب کی امید رکھا کرے۔ اے اللہ کے بندو! یاد رکھو، ہر آدمی کو اپنے عمل کا سامنا کرنا ہوگا اور دنیا سے تب تک نہیں جائے گا جب تک کہ وہ اپنے اچھے یا برے عمل کو یا اس کا کچھ نہ کچھ نتیجہ) نہ دیکھ لے اور اعمال کا انجام کے لحاظ سے اعتبار ہوگا۔ دن

رات لپیٹے جارہے ہیں، اس لیے آخرت کی طرف بہتر عمل لے کر چلو اور ٹال مٹول کرنے سے دور رہو، اس لیے کہ موت اچانک آنے والی ہے اور کوئی آدمی اللہ تعالیٰ کے حلم پر مغرور نہ ہو، اس لیے کہ آگ تمہیں جوتے کے تسمے سے بھی زیادہ قریب ہے۔ پھر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت پڑھی:

فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ وَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ۔ (پس جو رائی کے ذرہ بھر نیکی کرے گا، وہ اسے دیکھے گا اور جو رائی کے ذرہ بھر برائی کرے گا وہ اسے دیکھے گا)

طبرانی میں صحیح سند کے ساتھ مروی ہے، البتہ اس میں انقطاع ہے:

اَلتَّائِبُ مِنَ الذَّنْبِ كَمَا لَا ذَنْبَ لَهٗ۔ (گناہ سے توبہ کرنے والا ایسا ہے جیسے اس کا گناہ ہی نہیں)

بیہقی نے دوسری سند کے ساتھ روایت کیا، البتہ اس میں یہ اضافہ ہے جو گناہ کی معافی مانگتا ہو، مگر ساتھ ساتھ گناہ بھی جاری رکھے، وہ رب تعالیٰ کے ساتھ ٹھٹھا کرنے والا ہے۔

صحیح ابن حبان اور حاکم نے صحیح روایت نقل کی۔ ندامت بھی توبہ ہے، یعنی ندامت توبہ کا بڑا رکن ہے جیسے حج کا عرفات ہے (یعنی وقوف عرفات حج کا بڑا رکن ہے) اور ندامت کا معنی یہ ہے کہ نافرمانی کی برائی اور اس پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے سزا کا ڈر اور شرمندگی ہو یہ نہ ہو کہ صرف دنیا میں بے عزتی یا مال برباد ہونے کا اندیشہ ہو اور اس پر شرمندہ ہوتا ہے۔

حاکم نے صحیح روایت نقل کی۔ البتہ سند میں سقوط ہے کہ جب بھی اللہ تعالیٰ نے کسی بندے کی گناہ کے باعث ندامت پائی، تو معافی مانگنے سے پہلے ہی اسے معاف کر دیا۔

مسلم وغیرہ میں ہے۔ اس ذات کی قسم! جس کے قبضے میں میری جان ہے، اگر تم گناہ نہیں کرو گے اور پھر معافی نہیں مانگو گے، تو اللہ تعالیٰ تمہیں چھوڑ کر دوسری قوم لائے گا جو گناہ کرے گی، پھر معافی مانگے گی اور اللہ تعالیٰ انہیں معاف کرے گا

اللہ تعالیٰ سے زیادہ کسی کو مدح پسند نہیں، اس لیے اس نے اپنی مدح پسند فرمائی، اور اللہ تعالیٰ سے زیادہ غیرت مند کوئی نہیں، اس لیے اس نے بے حیائی کے کاموں کو حرام فرمایا اور اللہ تعالیٰ سے زیادہ عذر قبول کرنا کسی کو پسند نہیں، اس لیے اس نے کتاب نازل فرمائی اور رسول بھیجے (تاکہ لوگوں کے سامنے ایک حجت قائم ہو جائے)

مسلم میں ہے کہ قبیلہ جُہینہ کی ایک عورت جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی، اسے زنا سے حمل تھا۔ اس نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) میں حد کے قابل ہوئی، مجھ پر حد جاری کیجیے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے سرپرست کو بُلایا اور فرمایا: اس کو اچھی طرح رکھو، جب بچہ پیدا ہو جائے، تو اسے میرے پاس لاؤ، اس نے ایسا ہی کیا۔ پھر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ اس کے کپڑے کس کر باندھ دیے جائیں اور حد لگانے کا حکم دیا، چنانچہ اسے سنگسار کر دیا گیا۔ پھر اس کا جنازہ پڑھا۔ حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ اس کا جنازہ پڑھتے ہیں، حالانکہ اس نے زنا کیا تھا۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس نے ایسی توبہ کی ہے کہ اگر ستر شہروں میں رہنے والوں کے درمیان تقسیم کر دی جائے تو انہیں (بخشش کے لیے) کافی ہو اور کیا تم نے کوئی ایسا پایا ہے کہ جس نے اللہ عزوجل کے لیے اپنی جان کی سخاوت کر دی ہو؟

ترمذی کی روایت ہے اور اسے حسن بتایا اور صحیح ابن حبان میں نیز حاکم نے روایت کیا اور صحیح بتایا کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: کہ میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حدیث بیان کرتے ہوئے سنا، ایک بار نہیں، دو بار نہیں اور بتاتے ہوئے فرمایا: سات بار نہیں بلکہ اس سے زیادہ بار جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ بنی اسرائیل کا ایک (مالدار) آدمی بُرے کام سے پرہیز نہیں کرتا تھا۔ اس کے پاس ایک عورت آئی۔ اس نے اسے ساٹھ دینار دیے کہ وہ اس سے بدکاری کرائے۔ جب

وہ اس حال میں بیٹھا جیسا کہ ایک مرد عورت کے ساتھ (جماع کرنے کے لیے) بیٹھتا ہے تو وہ عورت تھر تھر کانپنے لگی اور رو پڑی۔ اُس نے پوچھا: کیوں روتی ہو، کیا میں ناپسند ہوں؟ عورت نے کہا، نہیں، بلکہ یہ بات ہے کہ میں نے یہ بُرا کام کبھی نہیں کیا اور میں صرف ایک شدید ضرورت (یعنی بھوک) کی وجہ سے یہ کام کرنے لگی ہوں۔ اس نے کہا: تم یہ کام کرتی ہو؟ حالانکہ اس سے پہلے تم نے یہ کام کبھی نہیں کیا! جاؤ، یہ (دینار) تمہارے ہی ہیں اور ساتھ ہی کہا: اللہ تعالیٰ کی قسم! میں آئندہ کبھی گناہ نہیں کروں گا۔ اسی رات کو اس کا انتقال ہو گیا۔ جب صبح ہوئی تو اس کے دروازے پر لکھا تھا: اللہ تعالیٰ نے اس آدمی کو معاف کر دیا۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سے صحیح روایت ہے کہ دو بستیاں تھیں۔ ایک نیک لوگوں کی اور ایک بُرے لوگوں کی۔ ایک آدمی بُرے لوگوں کی بستی سے نکلا تاکہ نیک لوگوں کی بستی میں جائے (نیک زندگی گزارے) مگر درمیان میں مشیتِ الٰہی سے وہ فوت ہو گیا۔ اب فرشتہ اور شیطان باہم جھگڑنے لگے۔ شیطان نے کہا: اللہ تعالیٰ کی قسم اس نے کبھی بھی میری نافرمانی نہیں کی۔ فرشتہ نے کہا: یہ توبہ کرتے ہوئے وہاں سے نکلا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے دونوں کے درمیان فیصلہ فرمایا کہ یہ دیکھو کہ دونوں (بستیوں) میں سے کس کے زیادہ قریب ہے؟ جب ناپا تو وہ نیکوں کی بستی کے قریب تھا۔

شیخین کی روایت ہے کہ تم سے پہلے لوگوں میں ایک آدمی تھا جس نے ننانوے قتل کیے۔ پھر کسی عالم سے پوچھا: (کہ کیا کرے؟) اس نے ایک راہب کا پتہ بتایا، وہ اس کے پاس آیا اور اسے بتایا کہ میں نے ننانوے قتل کیے ہیں تو کیا توبہ کی کوئی صورت ہے؟ اس نے کہا: نہیں! اس نے اسے بھی قتل کر دیا اور سو پورے کر دیے۔ پھر کسی عالم سے پوچھا: اس نے کسی دوسرے عالم مرد کی اطلاع دی۔ اس نے وہاں جا کر بتایا کہ میں نے ایک سو قتل کیے ہیں، کیا میری توبہ کی کوئی صورت ہے؟ اس نے کہا: ہاں تیرے اور توبہ کے درمیان کون حائل ہو سکتا ہے؟ جاؤ فلاں علاقے میں چلے جاؤ، وہاں کچھ لوگ اللہ تعالیٰ کی عبادت کر رہے ہیں، ان کے ساتھ

مل کر عبادت کرو اور اپنے علاقے کی طرف مت آنا، یہ بُرا علاقہ ہے۔ وہ چلا ابھی نصف راستہ طے کیا تھا کہ ملک الموت آگیا۔ اب رحمت کے فرشتوں اور عذاب کے فرشتوں کے درمیان جھگڑا ہو گیا۔ رحمت کے فرشتوں نے کہا: یہ شخص توبہ کرتے ہوئے اور اللہ تعالیٰ کی طرف توجہ کرتے ہوئے آیا ہے۔ عذاب کے فرشتوں نے کہا اس شخص نے کبھی نیکی کا کام نہیں کیا۔ ایک فرشتہ انسانی صورت میں آیا۔ انہوں نے اسے فیصل بنالیا۔ اس نے کہا: دونوں زمینوں کے فاصلے کو ناپ لو۔ جس طرف زیادہ قریب ہو، ادھر والے فرشتے لے جائیں۔ جب انہوں نے اسے ناپا تو اس زمین کی طرف قریب تر پایا کہ جدھر جانے کا وہ ارادہ کیے ہوئے تھا، چنانچہ رحمت کے فرشتوں نے اس کی جان قبض کی۔ ایک روایت میں ہے کہ وہ نیک لوگوں سے ایک بالشت قریب تر تھا، اس لیے اُسے انہی میں سے کر دیا۔ ایک روایت میں ہے کہ ادھر کی زمین کو حکم دیا کہ قریب ہو جا اور فرمایا، دونوں فاصلوں کو ناپ لو، جب ناپا گیا، تو اسے (صالحین) کے قریب تر پایا اور اسے معاف کر دیا۔

حضرت قتادہ کی ایک روایت میں ہے کہ حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ، نے ہمیں بتایا کہ جب ملک الموت اس کے پاس آیا، تو وہ سینہ کے بل نصرہ (نیک بستی) کی طرف چلا۔

طبرانی میں جید سند کے ساتھ روایت ہے کہ ایک آدمی نے اپنے آپ پر ظلم کیا (گناہ کیا) وہ ایک آدمی کو ملا اسے پوچھا، ایک آدمی نے ننانوے قتل کیے ہیں اور سب ظلماً قتل کیے، تو کیا اس کے لیے توبہ کی کوئی صورت ہے؟ اس نے کہا: نہیں! اس نے اسے بھی قتل کر دیا۔ پھر ایک دوسرے کے پاس آیا اور اس سے پوچھا کہ میں نے ایک سو آدمی قتل کیے ہیں اور سب ہی ظلماً قتل کیے ہیں، کیا میرے لیے توبہ کی کوئی صورت ہے؟ اس نے کہا: اگر میں تجھے بتاؤں کہ اللہ تعالیٰ تیری توبہ قبول نہیں کرے گا، تو یہ جھوٹ ہو گا۔ وہاں ایک قوم اللہ تعالیٰ کی عبادت کر رہی ہے، ان کے پاس جا کر تم بھی اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو، وہ ان کی طرف گیا، مگر راستہ میں مر گیا۔ اب رحمت کے فرشتوں اور عذاب کے فرشتوں کے درمیان جھگڑا ہوا۔ اللہ تعالیٰ

نے ایک فرشتہ بھیجا، اس نے کہا تم دونوں زمینوں کو ناپ لو، جدھر زیادہ قریب ہو، وہ انہی میں سے ہوگا۔ انہوں نے ناپا، تو وہ توبہ کرنے والے کے مکان کے چند انگلیاں قریب تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اُسے معاف کر دیا۔ لہ

لہ اس سے کوئی یہ نہ سمجھے کہ گناہوں میں لگے رہو، جب خوب فساد اور گناہ کر لو تو چپکے سے توبہ کر لینا۔ اللہ تعالیٰ دلوں کی اس سازش سے خوب آگاہ ہے۔ کیا خبر وہ توبہ کی توفیق نہ دے اور کیا خبر کہ توبہ کی مہلت ہی نہ ملے۔! دراصل ایسے واقعات ان گناہ گاروں کو امید دلانے کے لیے ہے کہ ناامید نہ ہو جائیں آج بھی اگر تم نے سچے دل سے توبہ کر لی اور دل میں کوئی سازش چھپا نہ رکھی، تو اللہ تعالیٰ معاف کرنے والا ہے اور یہ یاد رکھیں کہ اللہ تعالیٰ معاف کرنے کا پابند نہیں۔ وہ ہر چیز کا خالق و مالک اور مختار ہے۔ (مترجم)

باب ۵۲

ظلم کی ممانعت کا بیان

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَسَيَعْلَمُ الَّذِينَ ظَلَمُوا أَيَّ مُنقَلَبٍ يَنقَلِبُونَ ۝ (الشعراء، ۲۲۷)

(اور جلد جان جائیں گے جنہوں نے ظلم کیا کہ کون سی جگہ پھرنے کی، پھر جائیں گے)

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، ظلم، دراصل قیامت کے اندھیروں میں سے ہے۔ آپ کا ارشاد مبارک ہے جس نے زمین کی ایک بالشت بھر ظلم کیا (یعنی دوسرے کی زمین پر ناحق قبضہ کرلیا) اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ساتوں زمینیں اس کے گلے میں ڈال دے گا۔ (کہ اب اٹھاؤ یہ ظلم اور اس کی سزا)

تین ایسی باتیں ہیں کہ جس میں ہوں گی، اللہ تعالیٰ اس کا حساب آسان کر دے گا۔ یا اسے جنت میں اپنی رحمت سے داخل کر دے گا۔ صحابہ کرام نے پوچھا: اے اللہ کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) وہ کیا ہیں؟ فرمایا: جو تجھے محروم رکھے، تو اسے دے، جو تجھ سے توڑے، تو اس سے جوڑ، جو تجھ پر ظلم کرے، تو اسے معاف کر دے۔ جب تو نے یہ کام کیے، تو تجھے جنت میں داخل کر دے گا۔

مسند احمد میں دو اسناد کے ساتھ مروی ہے کہ ان میں سے ایک روایت ثقہ ہے کہ حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، نے بتایا کہ میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی اور آپ کا ہاتھ مبارک پکڑا اور عرض کیا: اے اللہ کے رسول! مجھے عمدہ ترین اعمال بتائیے؟ آپ نے فرمایا: اے عقبہ! جو تجھ سے توڑے، تو اس سے جوڑ، جو تجھے محروم رکھے، تو اس کو دے اور جو تجھ پر ظلم کرے، تو اسے معاف کر دے۔" حاکم نے یہ اضافہ کیا، خبردار! جو چاہے کہ اس کی عمر میں اضافہ ہو، اور اس کا رزق فراخ ہو، تو وہ صلہ رحمی کرے۔

بعض کتب میں ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: میرا غضب اس پر شدید ہے جو ایسے پر ظلم کرے جس کا میرے سوا کوئی مددگار نہیں۔ ایک شاعر نے کیا خوب کہا ہے ؎

لَا تَظْلِمَنَّ إِذَا مَا كُنْتَ مُقْتَدِرًا
فَالظُّلْمُ يَرْجِعُ عُقْبَاهُ إِلَى النَّدَمِ

(جب تم برسرِ اقتدار ہو، تو ظلم ہرگز نہ کرنا۔ اس لیے کہ ظلم کا انجام یقیناً ندامت ہوتا ہے)

تَنَامُ عَيْنَاكَ وَالْمَظْلُومُ مُنْتَبِهٌ
يَدْعُو عَلَيْكَ وَعَيْنُ اللهِ لَمْ تَنَمِ

(تیری آنکھیں سو رہی ہیں اور مظلوم جاگ رہا ہے اور تیرے خلاف بددعا کر رہا ہے اور اللہ تعالیٰ کی آنکھیں نہیں سوتیں)

ایک اور شاعر کا کلام ہے ؎

إِذَا مَا الظَّلُومُ اسْتَوْطَأَ الْأَرْضَ مَرْكَبًا
وَلَجَّ غُلُوًّا فِي قَبِيحِ اكْتِسَابِهِ

(جب ظالم آدمی زمین پر ظلم کرنے لگے، اور برے کاموں میں سرکشی کرتے ہوئے ڈوب جائے)

فَكِلْهُ إِلَى صَرْفِ الزَّمَانِ فَإِنَّهُ
سَيُبْدِي لَهُ مَا لَمْ يَكُنْ فِي حِسَابِهِ

(تو اسے حوادثِ زمانہ کے سپرد کر دے، اس لیے کہ وہ ظاہر ہو گا جو اس کے حساب میں نہ تھا)

بعض سلف کا فرمان ہے: کمزوروں پر ظلم نہ کرو، ورنہ تم بدترین طاقتوروں میں سے ہو گے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: سرخاب بھی (دگا ہے) ظالم کے ظلم کے خوف سے گھونسلے میں مر جاتی ہے۔ (کہ کہیں اس پر عذاب آئے، تو سب ہی نہ گھر جائیں)

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا فرمان ہے: جب حبشہ جانے والے مہاجرین جنابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس واپس آئے تو آپ نے فرمایا: کیا تم مجھے وہاں کی

کوئی عجیب بات نہیں بتاؤ گے جو تم نے سرزمین حبشہ میں دیکھی ہو؟ حضرت قتیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی ان میں سے تھے۔ بتایا: اے اللہ کے رسول! (صلی اللہ علیہ وسلم) ہم ایک روز وہاں بیٹھے تھے کہ وہاں کی ایک بوڑھی عورت گزری جس نے اپنے سر پر پانی کا گھڑا اٹھا رکھا تھا۔ ایک نوجوان گزرا اس نے عورت کے دونوں کندھوں کے درمیان ہاتھ مارا اور اسے دھکا دے دیا۔ عورت بیچاری گھٹنوں کے بل گر پڑی اور اس کا گھڑا ٹوٹ گیا۔ جب اٹھی، تو اس کی طرف دیکھ کر کہنے لگی: کس قدر مغرور ہو، تم جلد دیکھو گے۔ جب اللہ تعالیٰ کرسی بچھائے گا، تو تم کل (قیامت) کے دن اپنے اور میرے درمیان معاملے (کا فیصلہ) دیکھ لو گے۔ راوی کہتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ اس قوم کو کیسے پاک کرے گا کہ جس کے توانا سے کمزور کے حق میں بدلہ نہیں لیا جاتا۔

حضور سید عالم نور مجسم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پانچ لوگوں پر اللہ تعالیٰ غضب ناک ہے۔ اگر چاہے تو دنیا میں ہی ان پر غضب جاری کر دے، ورنہ آخرت میں انہیں اس کی وجہ سے آگ میں ڈال دے۔

۱۔ قوم کا وہ حاکم جو رعایا سے اپنا حق لے اور ان کے ساتھ انصاف نہ کرے اور نہ ان سے ظلم دُور کرے۔

۲۔ قوم کا وہ لیڈر کہ لوگ اس کی اطاعت کریں اور وہ طاقتور اور کمزور کے درمیان مساوات نہ رکھے اور خواہشاتِ نفس کی بات کرے۔

۳۔ وہ آدمی جو اپنی بیوی بچوں کو اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے کا حکم نہ دے اور امورِ دینی انہیں نہ سکھائے۔

۴۔ وہ آدمی جو کسی مزدور سے پورا کام لے، مگر اس کی مزدوری پوری ادا نہ کرے۔

۵۔ وہ آدمی جو اپنی بیوی پر مہر کے سلسلے میں ظلم کرے۔

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو

پیدا کیا اور وہ اپنے پاؤں پر کھڑی ہوگئی اور مخلوق نے سروں کو اٹھا کر اللہ تعالیٰ کی طرف رخ کیا اور کہا: اے رب تعالیٰ! تو کس کے ساتھ ہے؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: میں مظلوم کے ساتھ ہوں تا آنکہ اس کا حق ادا کر دیا جائے۔ حضرت وہب بن منبہ سے مروی ہے کہ ایک جابر آدمی نے ایک محل بنوایا اور خوب پختہ کیا۔ ایک غریب بڑھیا آئی، اس نے اس کے ایک طرف کٹیا سی بنالی جس میں رہا کرے۔ ایک دن وہ ظالم آدمی سوار ہو کر محل کے گرد گھوم رہا تھا، اس نے یہ کٹیا دیکھی تو پوچھا یہ کس کی ہے؟ بتایا گیا ایک غریب عورت کی ہے۔ اس نے اسے گرانے کا حکم دیا چنانچہ وہ گرادی گئی جب بڑھیا آئی تو پوچھا اسے کس نے گرادیا؟ بتایا گیا کہ اس ظالم بادشاہ نے دیکھا، تو گرادیا۔ بڑھیا نے آسمان کی طرف سر اٹھایا اور کہا: اے رب تعالیٰ! میں یہاں نہیں تھی، مگر تو کہاں تھا؟ اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کو حکم دیا کہ اس کا محل اس کے اوپر الٹ دے، چنانچہ اس ظالم پر اس کا محل الٹ دیا۔

منقول ہے کہ ایک برمکی وزیر اپنے بیٹے کے ہمراہ گرفتار ہو کر قید خانہ میں گیا۔ بیٹے نے کہا اے اباجان! عزت کے بعد ہم قید و ذلت میں چلے گئے۔ اس نے کہا: اے بیٹا! کسی مظلوم کی بددعا رات کو سرک کر ہم تک پہنچ گئی اور ہم اس سے غافل رہے، مگر اللہ عزّوجل بے خبر نہیں ہوتا۔

حضرت یزید بن حکیم کا فرمان ہے: مجھے سب سے زیادہ اس آدمی سے ڈر لگتا ہے کہ جس پر میں ظلم کروں اور اس کا اللہ کے سوا کوئی مددگار نہ ہو، وہ مجھے کہہ رہا ہو، اللہ ہی میرا کافی مددگار ہے میرے اور تیرے درمیان اللہ ہی ہے۔

حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کا فرمان ہے: قیامت کے روز ظالم آئے گا، جب وہ دوزخ کے پل پر پہنچے گا تو مظلوم اسے ملے گا اور اسے اپنے ظلم کا جرم معلوم ہو جائے گا۔ مظلومین ظالموں کے ساتھ مباحثہ جاری رکھیں گے، آخرکار ان کے پاس موجود تمام نیکیاں لے لیں گے۔ اگر نیکیاں نہیں ہوں گی، تو اسی قدر ان کی برائیاں اٹھائیں گے جس قدر ان پر ظلم کیا ہوگا، حتیٰ کہ دوزخ کے آخری حصہ میں جاگریں گے۔

حضرت عبداللہ بن انیس رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ سے مروی ہے کہ میں نے جناب رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا: قیامت کے دن لوگوں کو ننگے پاؤں، ننگے بدن اور بے ختنہ اٹھایا جائے گا۔ پھر ایک آواز دینے والا آواز دے گا جس کو دور والے بھی اسی طرح سنیں گے جس طرح قریب والے سنیں گے۔ میں بادشاہ بدلہ لینے والا ہوں، کسی جنتی کو جنت میں نہیں جانا چاہیئے کہ ایک دوزخی بھی کسی ظلم کا بدلہ مانگ رہا ہو، حتیٰ کہ تھپڑ یا اس سے زیادہ (مطالبہ) ہو اور کسی دوزخی کو تب تک دوزخ میں نہیں جانا چاہیئے کہ اس کے پاس (کسی پر) ظلم ہو، حتیٰ کہ تھپڑ یا اس سے زیادہ ہو، اور تیرا رب کسی پر ظلم نہیں کرتا ہم نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم)، یہ کیسا حال ہو گا؟ اور ہم ننگے پاؤں، ننگے بدن اور ان کے ساتھ بے ختنہ ہوں گے۔ فرمایا: نیکیوں اور برائیوں کا پورا پورا بدلہ ملے گا اور تمہارا رب کسی پر ظلم نہیں کرے گا۔

انہی کی ایک روایت میں ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا: جس نے ظلم کے ساتھ ایک کوڑا مارا قیامت کے دن اس سے قصاص لیا جائے گا۔

ایک عجیب واقعہ

منقول ہے کہ کسریٰ نے اپنے بچے کو ادب سکھانے کے لیے ایک استاد رکھا جب بچہ خوب علم و ادب والا ہو گیا تو ایک روز استاد نے بچے کو بلایا اور اسے بغیر جرم اور بغیر کسی سبب کے خوب مارا۔ بچے نے استاد کے خلاف دل میں غصہ چھپا رکھا۔ جب اس کا باپ فوت ہوا اور اس کے بعد وہ بادشاہ بنا تو اس نے استاد کو بلایا اور پوچھا: تم نے مجھے فلاں دن اس طرح بغیر کسی جرم و سبب کے اس قدر سخت کیوں مارا؟ استاد نے کہا: اے بادشاہ! تو بہت ہی کمال فضیلت والا بن چکا تھا اور میں نے سمجھ لیا کہ تو اپنے باپ کے بعد بادشاہ ہو گا، اس لیے میرا ارادہ ہوا کہ تمہیں مارنے کا مزہ اور ظلم کا دکھ چکھاؤں تاکہ تو اس کے بعد کسی پر ظلم نہ کرے۔ اس نے کہا: اللہ تعالیٰ! تجھے جزائے خیر دے۔ پھر اسے انعام دے کر رخصت کیا۔

باب ۵۵

یتیم پر ظلم کرنے کی ممانعت

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

إِنَّ الَّذِينَ يَأْكُلُونَ أَمْوَالَ الْيَتٰمٰى ظُلْمًا إِنَّمَا يَأْكُلُونَ فِي بُطُونِهِمْ نَارًا وَسَيَصْلَوْنَ سَعِيرًا (النساء، ۱۰)

(بیشک جو لوگ ظلم کرتے ہوئے یتیموں کا مال کھاتے ہیں، وہ پیٹوں میں آگ کھا رہے ہیں اور جلد ہی دوزخ میں پہنچیں گے)

حضرت قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا فرمان ہے: یہ آیت ابن غطفان کے ایک آدمی کے بارے میں نازل ہوئی جو اپنے بھائی کے بیٹے کے مال کا سرپرست ہوا، بیٹا چھوٹا اور یتیم تھا، اس نے اس کا مال کھایا۔

اور ظلماً کا معنی ہے، ظلم کی وجہ سے یا یہ معنی ہے کہ ظالم ہونے کی حالت میں، البتہ اس سے وہ مستثنیٰ ہے کہ جو حق کے ساتھ کھائے، جیسا کہ سرپرست کتب فقہ میں مقررہ شرائط کے مطابق کھائے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

وَمَنْ كَانَ غَنِيًّا فَلْيَسْتَعْفِفْ وَمَنْ كَانَ فَقِيرًا فَلْيَأْكُلْ بِالْمَعْرُوفِ۔ (النساء - ۶)

(اور جو کوئی بے احتیاج ہو تو اسے چاہیئے کہ بچے اور جو کوئی فقیر ہو تو اسے چاہیئے کہ انصاف کے ساتھ کھائے)

یعنی بقدرِ ضرورت اگر استعمال کرے، تو ٹھیک ہے یا قرض لے یا بقدرِ اُجرت لے یا اگر مجبور ہو جائے، تو عاریۃً لے اور جب بھی فراخی ہو تو ادا کر دے۔ اگر فراخی نہ ہو تو حلال ہے۔ اللہ تعالیٰ نے یتیموں کے حق کے بارے میں سخت تاکید کی اور اس آیت سے پہلے متنبہ کیا اور فرمایا:

وَلْيَخْشَ الَّذِيْنَ لَوْتَرَكُوْامِنْ خَلْفِهِمْ ذُرِّيَّةً ضِعَافًا خَافُوْا عَلَيْهِمْ فَلْيَتَّقُوااللّٰهَ وَلْيَقُوْلُوْا قَوْلًا سَدِيْدًا (النساء - ۹)

(اور چاہیئے کہ وہ لوگ ڈریں، اس سے کہ اگر وہ اپنے پیچھے ناتواں اولاد چھوڑ جائیں، توان پر خوف کریں (کہ کیا ہوگا؟) پس چاہیئے کہ وہ اللہ سے ڈریں اور چاہیئے کہ وہ محکم بات کریں)

سیاقِ کلام سے یہی پتہ چلتا ہے بخلاف اس کے کہ جس نے اسے وصیت پر محمول کیا کہ ثلث سے زیادہ وصیت کرے ۔جس کے پاس یتیم بچہ ہو، اسے چاہیئے کہ وہ اس کے ساتھ نیکی کرے۔ حتیٰ کہ بُلانے میں بھی اچھا انداز اختیار کرے ۔ مثلاً یہ کہے: اے بیٹا! جیسے اپنی اولاد کو بُلاتا ہے اور اس کے ساتھ اور اس کے مال میں ویسی نیکی، احسان اور بھلائی کا معاملہ کرے جیسے اپنے مال اور اپنی اولاد میں پسند کرتا ہے۔ قیامت کے مالک سے جیسا عمل کریگا ویسی ہی جزا ملے گی، جیسا کہ معلوم ہے کہ جیسا کروگے، ویسا بھروگے۔

ایک آدمی مطمئن ہوکر دوسروں کے اموال اور اولاد میں ایک کام کر رہا ہے، مگر جب موت آئے گی، تو اللہ تعالیٰ اس کے اموال و اولاد میں اور متعلقات میں ویسا ہی اجر دے گا جیسا کہ اس نے دوسروں کے ساتھ معاملہ کیا تھا۔ اگر اچھا کیا تو اچھا پھل دے گا اور اگر بُرا کیا تو سزا دے گا۔

اس لیے عقلمند آدمی کو چاہیئے کہ وہ اپنے اموال و اولاد کے بارے میں ڈرے۔ اگر دین کا خطرہ نہ بھی ہو تو بھی (امورِ دنیا) میں ہی ڈرے اور زیرِ پرورش یتیموں کے ساتھ ویسا سلوک کرے، جیسا کہ وہ اپنی اولاد کے ساتھ حالتِ یتیمی میں ان کے ساتھ اور ان کے اموال کے ساتھ ہونا پسند کرتا ہے۔

منقول ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت داوٗد علیٰ نبیّنا وعلیہ الصّلوٰۃ والسلام کی طرف وحی فرمائی: اے داوٗد! یتیم کے لیے ایک مہربان باپ بن جاؤ اور بیوہ عورت کے لیے ایک مہربان خاوند ہو جاؤ اور یاد رکھو کہ جیسا بوؤ گے، ویسا پاؤ گے، یعنی جیسا تم سلوک کروگے،

تم سے ویسا ہی سلوک ہوگا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ موت کا آنا ضروری امر ہے اور تیرا بچہ بھی یتیم رہ جائے گا اور تیری بیوی بھی بیوہ ہو جائے گی۔

یتیموں کے اموال اور ان کے ساتھ بہتر برتاؤ کرنے اور ظلم سے بچنے کے بارے میں بکثرت احادیث مروی ہیں، جن کا مفہوم اس آیت کے مطابق ہے جن میں لوگوں کو سخت تنبیہ کی گئی ہے اور یتیموں پر ظلم کرنے کے مہلک، خطرناک اور سخت برے نتیجے سے ڈرایا گیا ہے۔

مسلم وغیرہ میں ہے کہ اے ابوذر! میں تجھے کمزور دیکھتا ہوں اور میں تیرے لیے وہی پسند کرتا ہوں جو اپنے لیے پسند کرتا ہوں۔ دو آدمیوں پر (بھی) حاکم نہ بننا اور یتیم کے مال کا سرپرست نہ بننا۔

شیخین وغیرہ میں ہے کہ سات مہلکات سے بچو۔ صحابہ کرام نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! (صلی اللہ علیہ وسلم) وہ کیا ہیں؟ آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرنا، جادو کرنا، جس کو اللہ تعالیٰ نے حرام کیا، اس جان کو ناحق قتل کرنا، سود کھانا، یتیم کا مال کھانا۔

بزار کی روایت ہے: بڑے گناہ سات ہیں: اللہ کے ساتھ شرک کرنا، کسی کو ناحق قتل کرنا، سود کھانا، یتیم کا مال کھانا۔

حاکم کی روایت ہے اور اسے صحیح بتایا: اللہ تعالیٰ کو چار آدمیوں کے بارے میں حق ہے کہ انہیں جنت میں داخل نہ کرے گا اور انہیں (اخروی) نعمت نہ چکھائے گا:
۱۔ شراب کا عادی، ۲۔ سود خور، ۳۔ ناحق یتیم کا مال کھانے، ۴۔ والدین کا نافرمان۔

صحیح ابن حبان میں ہے: جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل یمن کی طرف جو مکتوب مبارک حضرت عمرو بن حزم کے ہاتھ بھیجا۔ اس میں یہ بھی ہے کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے بڑا گناہ، اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرنا ہے اور کسی ایماندار

کی جان کو ناحق قتل کرنا، اور شدید جنگ کے موقع پر اللہ تعالیٰ کی راہ سے فرار ہونا۔ والدین کی نافرمانی کرنا، پاک دامن عورت پر تہمت (زنا) لگانا، جادو سیکھنا، سود کھانا، اور یتیم کا مال کھانا۔

ترمذی میں ہے اور اسے حسن بتایا کہ بے رائے نہ ہو جاؤ کہ اگر لوگ احسان کریں گے تو ہم بھی احسان کریں گے۔ اگر وہ ظلم کریں گے، تو ہم بھی ظلم کریں گے، بلکہ اس کے پابند ہو جاؤ کہ اگر لوگ احسان کریں، تو تم بھی احسان کرو اور اگر لوگ برائی کریں، تو تم ظلم نہ کرو۔

ابو یعلیٰ کی روایت ہے کہ قیامت کے دن ایک ایسی قوم کو قبروں سے نکالا جاتے گا، جن کے مونہوں پر آگ بھڑک رہی ہوگی۔ پوچھا گیا: اے اللہ کے رسول! (صلی اللہ علیہ وسلم) وہ کون ہیں؟ آپ نے فرمایا: تم دیکھتے نہیں کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

اِنَّ الَّذِیۡنَ یَاۡکُلُوۡنَ اَمۡوَالَ الۡیَتٰمٰی ظُلۡمًا اِنَّمَا یَاۡکُلُوۡنَ فِیۡ بُطُوۡنِہِمۡ نَارًا۔	(بیشک جو لوگ یتیموں کا مال ظلم کے ساتھ کھاتے ہیں، وہ اپنے پیٹوں میں آگ ڈال رہے ہیں)

(النساء۔ ۱۰)

حدیث معراج میں مسلم کی روایت ہے: اچانک میں نے ایسے لوگ دیکھے کہ ان پر کچھ آدمی مسلط تھے جو اُن کے جبڑے کھولتے اور دوسرے لوگ آگ کے پتھر لاتے اور ان کے مونہوں میں ڈال دیتے، وہ اُن کی دُبر سے نکل جاتے۔ میں نے پوچھا: اے جبرائیل کون ہیں؟ انہوں نے کہا: جو لوگ یتیموں کا مال ظلم کے ساتھ کھاتے ہیں، وہ پیٹ میں آگ ڈال رہے ہیں۔

تفسیر قرطبی میں حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس رات مجھے (بیت المقدس اور آسمانوں کی) سیر کرائی گئی، تو میں نے ایک ایسی قوم دیکھی کہ ان کے ہونٹ اونٹ کے ہونٹوں کی طرح تھے اور ان پر وہ (فرشتے) مسلط تھے کہ جو ان کے پکڑتے، پھر ان کے مونہوں میں آگ کے پتھر ڈالتے اور وہ ان کے پیچھے سے نکل جاتے۔ میں نے پوچھا: اے جبرائیل یہ کون لوگ ہیں؟ بتایا: یہ وہ لوگ ہیں جو یتیموں کا مال ظلم کے ساتھ کھاتے تھے۔

باب ۵۶

تکبّر کی مذمّت

ہم تکبّر کی مذمت میں مزید کچھ کلام کرنا چاہتے ہیں، اس لیے کہ یہ بہت ہی منحوس کام ہے اور اس کا انجام بہت بُرا ہے۔ یہ پہلا گناہ ہے جو ابلیس سے سرزد ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے اس پر لعنت کی اور اسے جنت سے دور کر دیا جس کی فراخی زمین و آسمان کے برابر ہے اور اسے دوزخ میں ڈال دیا۔

حدیث قدسی ہے "کبریائی میری چادر ہے اور عظمت میرا لباس ہے، جس نے مجھ سے کسی ایک میں جھگڑا کیا، میں اس کے ٹکڑے ٹکڑے کر دوں گا اور مجھے پرواہ نہیں۔"

منقول ہے کہ متکبرین کو انسانی صورت میں چیونٹیوں کے برابر بنا کر لایا جائے گا۔ ہر طرف سے ان پر ذلت ہوگی اور انہیں طینۃ الخبال (ہلاکت کے گارے) سے پلا جائے گا۔ اس سے مراد دوزخیوں کے زخموں کا نچوڑ (یعنی پیپ اور بدبودار گندا لہو وغیرہ) ہے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن اللہ تعالیٰ تین آدمیوں سے کلام نہیں کرے گا اور نہ ان کی طرف نظر (رحمت) فرمائے گا اور ان کے لیے دردناک عذاب تیار ہے:

۱۔ بوڑھا زانی ۔ ۲۔ ظالم بادشاہ ۔ ۳۔ متکبّر غریب۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سے مروی ہے کہ انہوں نے یہ آیت پڑھی:

وَاِذَا قِيْلَ لَهُ اتَّقِ اللّٰهَ اَخَذَتْهُ الْعِزَّةُ بِالْاِثْمِ (البقرۃ - ۲۰۶)

(اور جب اسے کہا جاتا ہے کہ اللہ سے ڈر تو اس کو پکڑتی ہے، عزت گناہ کے ساتھ[1])

تو فرمایا: اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ ایک آدمی اٹھا تاکہ نیکی کا حکم کرے، تو اسے قتل کر دیا گیا۔ پھر دوسرا اٹھا اور کہا: تم نیکی کا حکم کرنے والوں کو قتل کرتے ہو؟ تو متکبر نے اسے بھی قتل کر دیا اور یہ سب کام تکبّر کی وجہ سے کیا۔

---

[1] یعنی جھوٹی آن اور اکڑن میں ایک غنڈے کی طرح بدمست رہتا ہے ایسے شخص کا انجام ظاہر ہے۔ (مترجم)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا فرمان ہے: انسان کا یہ گناہ کافی ہے کہ اسے کہا جائے، اللہ سے ڈرو اور یہ کہے: جا، اپنا کام کر۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو فرمایا: دائیں ہاتھ سے کھاؤ۔ اس نے کہا: مجھ سے یہ نہیں ہوتا۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تجھ سے یہ نہ ہو۔ اس نے دائیں ہاتھ سے محض تکبر کی وجہ سے کھانے سے انکار کر دیا تھا۔ راوی بتاتے ہیں کہ اس کے بعد اس کا (دایاں) ہاتھ کبھی نہیں اٹھا، یعنی مفلوج ہو گیا۔

مروی ہے کہ حضرت ثابت بن قیس بن شماس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم)، میں ایسا آدمی ہوں کہ مجھے جمال پسند ہے۔ آپ کی کیا رائے ہے کہ یہ تکبر ہے؟ آپ نے فرمایا: نہیں، تکبر یہ ہے کہ حق کو ناپسند کرے اور لوگوں کو حقیر جانے، یعنی لوگوں پر عیب لگائے اور انہیں حقیر سمجھے، حالانکہ وہ بھی اللہ کے اسی طرح بندے ہیں یا اس سے بھی بہتر ہیں۔

حضرت وہب بن منبہ رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان ہے: حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جب فرعون سے کہا، تم ایمان لے آؤ اور حکومت تیری ہی رہے گی، تو اس نے کہا: میں ہامان سے مشورہ کر لوں۔ اس نے ہامان سے مشورہ کیا، تو ہامان کہنے لگا: ایک تو تم رب بنے بیٹھے تھے، لوگ تیری عبادت کرتے تھے اور اب بندہ بنے گا کہ تو عبادت کرے، چنانچہ اسے اللہ تعالیٰ کی عبادت سے نفرت ہوئی اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے تابعدار (مسلمانوں) سے نفرت ہوئی۔ اللہ تعالیٰ نے اسے غرق کر دیا۔

لَوْلَا نُزِّلَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ عَلٰى رَجُلٍ مِّنَ الْقَرْيَتَيْنِ عَظِيْمٍ (الزخرف۔ ۳۱)

(کیوں نہ اتارا گیا، قرآن ایک بڑے مرد پر ان بستیوں میں سے۔ (یعنی مکہ و طائف)

حضرت قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا فرمان ہے: دو بستیوں میں سے بڑے آدمیوں سے ان کی مراد ولید بن مغیرہ اور ابو مسعود ثقفی تھے۔ انہوں نے ان کا مطالبہ کیا کہ ان کی اس وقت

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے (بظاہر) بڑی سطوت تھی، اس لیے کہ لوگ کہتے تھے یہ یتیم بچہ ہے، اس کو اللہ تعالیٰ نے کیسے ہماری طرف بھیج دیا؟ اللہ تعالیٰ نے جواب دیا:

أَهُمْ يَقْسِمُونَ رَحْمَةَ رَبِّكَ (الزخرف - ۳۲) (کیا وہ تقسیم کرتے ہیں، تیرے رب کی رحمت کو؟)

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے ان کی مزید حیرت بتائی کہ جب وہ دوزخ میں جائیں گے اور وہاں اہلِ صفہ کی طرح کے ان لوگوں کو نہیں دیکھیں گے جن کو وہ کم درجہ سمجھتے تھے اور کہیں گے:

مَا لَنَا لَا نَرَىٰ رِجَالًا كُنَّا نَعُدُّهُم مِّنَ الْأَشْرَارِ (ص - ۶۲) (اور ہمیں کیا ہے کہ ان مردوں کو نہیں دیکھتے جن کو ہم شریروں میں سے سمجھتے تھے)

ایک قول کے مطابق اس سے ان کی مراد، حضرت عمار، حضرت بلال، حضرت صہیب اور حضرت مقداد رضی اللہ تعالیٰ عنہم ہیں۔

حضرت وہب کا فرمان ہے: علم دراصل ایک بادل کی طرح ہے جو آسمان سے برستا ہے، شیریں اور صاف ہوتا ہے، درخت اسے خوب رگیں بھر کر پیتے ہیں۔ اس کے بعد اپنے ذائقے کے مطابق اسے بدل لیتے ہیں۔ کڑوا درخت ہو تو اس کی کڑواہٹ میں اضافہ ہوتا ہے اور شیریں ہو تو اس کی شیرینی بڑھتی ہے۔ اسی طرح علم کا معاملہ ہے۔ اپنی ہمت وخواہش کے مطابق اسے یاد رکھتے ہیں۔ متکبر علم سیکھ کر بڑا متکبر بن جاتا ہے اور عاجزی کرنے والا علم سیکھ کر بڑا متواضع بن جاتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جس کا مقصود ہی تکبر ہو اور وہ ہو جاہل، پھر جب علم حاصل کرے گا، تو ایسی چیز مل جائے گی جس پر تکبر کرے۔ اَب خوب تکبر کرے گا۔

اور اللہ تعالیٰ کا ڈر رکھنے والا اگرچہ جاہل ہو، جب سے علم حاصل کرے گا، تو سمجھے گا کہ مجھ پر خدا کی حجت قائم ہوگئی، اب پہلے سے زیادہ ڈرے گا اور زیادہ تواضع اختیار کرے گا۔

حضورِ اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بروایت حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ، فرمایا:
ایک ایسی قوم آئے گی جو قرآن پڑھے گی، مگر ان کے گلے کے نیچے (قرآن) نہیں اترے گا۔ وہ کہیں گے: ہم نے قرآن پڑھ لیا، اب ہم سے زیادہ کون بڑا قاری ہے اور ہم سے کون بڑا عالم ہے؟ پھر اپنے رفقاء کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: اے امت (مسلم) وہ تم میں سے ہوں گے یہی لوگ دوزخ کا ایندھن ہوں گے۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا فرمان ہے: جابر (ظالم و متکبر) عالم نہ بنو، ورنہ تمہارا علم، تمہاری جہالت کے ساتھ کچھ (فائدہ مند) نہ ہوگا۔

منقول ہے کہ بنی اسرائیل میں سے ایک آدمی کو خلیع بنی اسرائیل (بنی اسرائیل کا اوباش آدمی)، کہا جاتا تھا، اس لیے کہ وہ بہت فسادی آدمی تھا۔ ایک روز ایک دوسرے آدمی کے پاس سے گزرا جس کو بنی اسرائیل کا عابد کہا جاتا تھا۔ عابد کے سر پر بادل سایہ کیے رہتا تھا۔ جب یہ اوباش وہاں سے گزرا تو خلیع (اوباش) نے اپنے دل میں کہا: بنی اسرائیل میں سے ایک اوباش آدمی ہوں اور یہ آدمی عبادت گزار ہے۔ اگر میں اس کے پاس بیٹھ جاؤں، تو شاید اللہ تعالیٰ مجھ پر رحم کرے۔ وہ اس کے پاس بیٹھ گیا۔ عابد نے کہا: میں بنی اسرائیل میں سے عابد آدمی ہوں اور یہ بنی اسرائیل کا اوباش آدمی ہے۔ یہ میرے پاس کیسے بیٹھتا ہے؟ اس نے اس سے نفرت کی اور کہا: مجھ سے دُور ہو جاؤ۔ اللہ تعالیٰ نے اس زمانہ کے نبی کی طرف وحی فرمائی۔ ان دونوں سے کہو کہ دوبارہ آغازِ عمل کرو، میں نے اس اوباش کو معاف کر دیا اور عابد کا سارا عمل باطل کر دیا۔

ایک دوسری روایت میں ہے کہ وہ بادل سر پر آ گیا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ لوگوں کے دلوں کی انابت چاہتا ہے۔ (محض ریاکاری نہ ہو)

مروی ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ایک آدمی کا ذکر کیا گیا۔ ایک دن وہ آدمی آگیا تو صحابہ کرام نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! (صلی اللہ علیہ وسلم) یہ ہے وہ آدمی

جس کاہم نے آپ کی خدمت میں واقعہ بیان کیا تھا۔ آپ نے فرمایا: میں نے اس کے چہرے پر شیطان کا اثر دیکھا ہے۔ اس نے سلام کیا اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کھڑا ہوا۔ آپ نے اسے فرمایا: میں تجھ سے اللہ تعالیٰ کی خاطر پوچھتا ہوں کہ تیرے دل میں یہ بات آئی تھی کہ اس قوم میں مجھ سے بہتر کوئی نہیں؟ اس نے کہا: ہاں!

دیکھیے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نورِ نبوت کے ساتھ اس کے دل کی چھپی ہوئی کیفیت کو اس کے چہرے پر نشان کی صورت میں دیکھ لیا۔

حرث بن جزء زبیدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی فرماتے ہیں: مجھے ہنستے ہوئے سلام کرنے والے پر تعجب ہے، جبکہ اگر تو اسے مسکراتے چہرے سے ملے، مگر وہ تیوری چڑھا کر ملتا ہے، تیرے اوپر اپنے علم کا احسان جتلاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں میں ان کی کثرت نہ کرے۔

منقول ہے کہ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ، نے فرمایا: میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ایک آدمی سے تلخ کلامی کی۔ میں نے اسے کہا: اے کالی کے بیٹے! حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے ابوذر! بہت ہوگیا، بہت ہوگیا۔ کسی سفید کے بیٹے کو کالی کے بیٹے پر فضیلت حاصل نہیں۔ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں لیٹ گیا اور اس آدمی سے کہا: اُٹھو، اور میرے رخسار پر پاؤں رکھو۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ، کا فرمان ہے: صحابہ کرام کے نزدیک جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ کوئی شخص محبوب ترین نہ تھا، مگر اس کے باوجود آپ کو دیکھ کر صحابہ کرام اٹھتے نہیں تھے، کیونکہ وہ جانتے تھے کہ آپ اس کو ناپسند کرتے ہیں۔ بعض اوقات جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے بعض صحابہ کے ساتھ چلتے تو انہیں حکم دیتے کہ آگے آگے چلیں اور خود ان کے پیچھے چلتے۔ یا تو اچھی چال کی تعلیم دینے کی خاطر یا اپنے نفس کو وساوس سے بچانے کے لیے، جیسا کہ آپ نے نماز کی حالت میں نیا کپڑا اتار کر پرانا کپڑا

پہن لیا کرتے، اس میں بھی یہی مفہوم تھا۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، فرماتے ہیں: جو شخص کسی دوزخی کو دیکھنا چاہے، وہ اس آدمی کو دیکھے کہ جو خود تو بیٹھا ہو اور لوگ اس کے سامنے کھڑے ہوں (جیسا کہ متکبر حکمرانوں کا طریقہ ہے۔)

باب ۵۷

تواضع اور قناعت کا بیان

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بندہ معافی مانگے، تو اللہ تعالیٰ اس کی عزت ہی بڑھاتا ہے جس نے اللہ پاک کی خاطر تواضع کی، اللہ تعالیٰ اسے اسی قدر بلندی عطا فرمائے گا۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر آدمی کے ساتھ دو دو فرشتے ہیں، ان کے پاس حکمت ہوتی ہے۔ اگر اس نے تکبر کیا ہوتا ہے، تو اسے اٹھا لیتے ہیں، پھر کہتے ہیں: اے اللہ اسے ذلیل کر، اگر وہ تواضع کرے، تو کہتے ہیں: اے اللہ اسے بلند فرما۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: اس کے لیے خوشخبری ہے جو بغیر بیچارگی کے تواضع کرے، جمع شدہ مال کو گناہ میں (خرچ نہ کرے) بلکہ (جائز) میں خرچ کرے۔ مساکین اور ضعفاء پر رحم کرے اور فقہاء و حکماء (علوم اسلامیہ کے جاننے والوں) کے ساتھ اختلاط رکھے۔

مروی ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ کرام کے ساتھ اپنے گھر میں کھانا کھا رہے تھے، تو دروازے پر ایک مانگنے والا آیا، وہ لُنجا تھا (اس کے بعد اعضا مفلوج تھے) آپ نے اسے اندر آنے کی اجازت دی۔ جب اندر آیا، تو جناب رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلمؐ نے اسے اپنی ران پر بٹھایا۔ پھر فرمایا: کھاؤ، قریش میں سے ایک آدمی نے کراہت ونفرت محسوس کی۔ چنانچہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے رب تعالیٰ نے دو میں سے ایک کا اختیار دیا: ۱۔ اس کا بندہ اور رسول ہو جاؤں یا ۲۔ بادشاہ اور نبی ہو جاؤں! مجھے سمجھ میں نہ آئی کہ کیا اختیار کروں؟ فرشتوں میں سے میرے خالص دوست حضرت جبرائیل علیہ السلام ہیں، میں نے اُن کی طرف سر اُٹھایا، انہوں نے کہا: اپنے رب کے سامنے تواضع اختیار کریں۔ پس میں نے عرض کیا: میں بندہ اور رسول (ہونا چاہتا ہوں)

اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی فرمائی: میں اس کی نماز قبول کرتا ہوں جو میری عظمت کے سامنے تواضع اختیار کرے اور میری مخلوق کے مقابلہ میں بڑا نہ بنے اور اپنے دل میں میرا خوف لازم رکھے۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمانِ مبارک ہے: کرم تقویٰ ہے، شرف تواضع ہے، اور یقین غنا ہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا فرمان ہے: دُنیا میں تواضع اختیار کرنے والوں کے لیے خوشخبری ہے کہ وہ قیامت کے دن ممبروں والے ہوں گے۔ دنیا میں لوگوں کے درمیان اصلاح کرنے والوں کے لیے خوشخبری ہے کہ وہ قیامت کے دن فردوس کے وارث ہوں گے۔

بعض علماء کا فرمان ہے کہ ہمیں یہ روایت پہنچی کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: جب اللہ تعالیٰ کسی بندے کو اسلام کی توفیق بخشے، اسلام ہی اسے محبوب بنا دے اور اس کام میں لگا دے جس میں کوئی بُرائی نہ ہو، اسے روزی ملے اور اس کے ساتھ ساتھ اسے تواضع نصیب ہو تو یہ اللہ تعالیٰ کا منتخب کردہ بندہ ہے۔

حضور سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: چار چیزیں اللہ تعالیٰ صرف اس کو دیتا ہے جسے وہ پسند کرتا ہے: ۱۔ خاموشی، یہ عبادت کی ابتدا ہے۔ ۲۔ اللہ تعالیٰ

پر توکل کرنا۔ ۳۔ تواضع اختیار کرنا۔ ۴۔ دُنیا سے بے رغبت (اور زاہد) ہونا۔

منقول ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھانا کھا رہے تھے، ایک کالا آدمی آیا، جس کو چیچک تھی اس کی جلد کا رنگ خراب تھا، وہ جس کے پاس بیٹھتا لوگ اس سے اُٹھ جاتے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے اپنے پاس بٹھالیا۔

حضورِ اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے، مجھے تعجب ہے کہ آدمی اپنے ہاتھ میں کچھ اٹھائے ہو، وہ اس کے گھر والوں کے لیے اس کا کاروبار ہو اور اپنے آپ سے تکبر دور کرے (یعنی جو آدمی دستکاری یا تجارت کرے، محنت کرے تاکہ گھر والوں کا خرچ پورا کرے اور ساتھ ساتھ تکبر سے بچے، یہ خوب آدمی ہے)

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک روز صحابہ کرام کو فرمایا: کیا بات ہے کہ میں تم میں عبادت کی حلاوت نہیں دیکھتا۔ صحابہ کرام نے عرض کیا: حلاوتِ عبادت کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: تواضع!

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میری امت میں سے تواضع کرنے والوں کو دیکھو، تو ان کے سامنے تواضع اختیار کرو اور جب تم متکبرین کو دیکھو گے تو ان کے مقابلہ میں (ظاہری) تکبر کرو، (یعنی انہیں تکبر کی سزا دو) اس میں ان کی ذلت ہے۔ ایک شاعر نے کیا خوب کہا ہے ؎

تَوَاضَعْ تَكُنْ كَالنَّجْمِ لَاحَ لِنَاظِرٍ

عَلٰى صَفَحَاتِ الْمَاءِ وَهُوَ رَفِيْعٌ

(تواضع کرو تم ستارے کی طرح ہو جاؤ گے جو دیکھنے والے کے سامنے آتا ہے، پانی کی سطحوں پر حالانکہ وہ بلند ہے)

وَلَا تَكُ كَالدُّخَانِ يَعْلُوْ بِنَفْسِهٖ

عَلٰى طَبَقَاتِ الْجَوِّ وَهُوَ وَضِيْعٌ

(اور دھوئیں کی طرح نہ بن جو خود بلند ہوتا ہے، فضا کے طبقات پر، حالانکہ وہ ذلیل ہے)

گزشتہ صفحات کے علاوہ قناعت کی فضیلت میں مروی ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مومن کی عزت اس بات میں ہے کہ وہ لوگوں سے مستغنی رہے۔ چنانچہ قناعت میں آزادی اور عزت ہے۔ یہی وجہ ہے کہ کہا کرتے ہیں، جس سے چاہے مستغنی ہو جا تو اس کی نظیر بن جائے گا اور جس پر چاہے احسان کر، تو اس کا امیر (حاکم) بن جائے گا۔ تھوڑا بقدرِ کفایت تیرے لیے بہتر ہے، اس زیادہ سے جو سرکشی پیدا کرے۔

بعض علماء کا فرمان ہے، ہم نے غنا کو قناعت سے افضل نہیں دیکھا اور نہ ہی فقر کو لالچ سے زیادہ سخت دیکھا۔ اس کے بعد یہ اشعار پڑھے ؎

اَفَادَتْنِیْ الْقَنَاعَۃُ ثَوْبَ عِزٍّ
وَاَیُّ غِنًی اَعَزُّ مِنَ الْقَنَاعَۃِ

(قناعت نے مجھے عزت کا لباس دیا، اور قناعت سے بڑھ کر کوئی غنا ہے؟)

فَصَبْرُھَا لِنَفْسِكَ رَاْسُ مَالٍ
وَصَیِّرْ بَعْدَھَا التَّقْوٰی بِضَاعَۃ

(تیرے نفس کا اصل زر صبر ہے، اور اس کے بعد تقویٰ ہی اس کا سرمایہ ہے)

تَجِدْ بِحِیْنٍ تُغْنِیْ عَنْ خَلِیْلٍ
وَتَنْعَمُ فِی الْجِنَانِ بِصَبْرِ سَاعَۃ

(ایک ساعت صبر کر، تو دوست کا محتاج نہ رہے گا اور ایک گھڑی صبر کرے گا، تو جنت کی نعمتیں پائے گا) ایک دوسرے شاعر کا کلام ہے ؎

قَنِّعِ النَّفْسَ بِالْکَفَافِ وَاِلَّا
طَلَبَتْ مِنْكَ فَوْقَ مَا یَکْفِیْھَا

(دل کو بقدرِ کفایت پر قناعت دے، ورنہ وہ تجھ سے بقدرِ کفایت سے بھی زیادہ طلب کرے گا)

إِنَّمَا أَنْتَ طُولَ عُمْرِكَ مَا عَمَرْتَ
فِي السَّاعَةِ الَّتِي أَنْتَ فِيهَا

(تو نے طویل عمر گزاری، مگر تو نے اس گھڑی کے بارے میں کچھ نہ کیا جس میں تو ہے)

ایک شاعر کا کلام ہے ؎

وَلَا تُتْعِبِ النَّفْسَ فِي تَحْصِيلِهِ
إِنْ كَانَ ثَمَّ نَصِيبٌ وَصَلَ

(اور اس کے حصول میں جان نہ کھپا، اگر نصیب ہے، تو ملے گا)

ایک شاعر کا کلام ہے ؎

إِذَا أَعْطَشَتْكَ أَكُفُّ اللِّئَامِ!
كَفَتْكَ الْقَنَاعَةُ شِبَعًا وَرِيًّا

(جب تجھے کمینوں کا روک دینا پیاسا کر دے، تو قناعت تجھے سیراب کرے گی)

فَكُنْ رَجُلًا رِجْلُهُ فِي الثَّرَىٰ
وَهَامَةُ هِمَّتِهِ فِي الثُّرَيَّا

(پس ایسا آدمی بن کہ اس کا پاؤں زمین تلے ہو اور اس کے عزائم ثریا پر بلند ہوں)

ایک اور شاعر کا کلام ہے ؎

يَا طَالِبَ الرِّزْقِ الْهَنِيِّ بِقُوَّةٍ
هَيْهَاتَ أَنْتَ بِبَاطِلٍ مَشْغُوفٌ

(اے روزی کے طالب تو قوت کا غلام ہوا، افسوس! کہ تو باطل پر فریفتہ ہے)

رَعَتِ الْأُسُودُ بِقُوَّةٍ جِيَفَ الْفَلَا
وَرَعَى الذُّبَابُ الشَّهْدَ وَهُوَ ضَعِيفٌ

(قوت کے ساتھ جنگل کے شیروں نے مردار پر حکمرانی کی اور مکھیاں کمزور ہیں، مگر شہد (یا موم) پر حکمران ہیں۔)

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب کوئی تکلیف آتی، تو اپنے گھر والوں کو فرماتے:
اٹھو، نماز پڑھو اور فرماتے: مجھے اس کا حکم دیا گیا ہے اور یہ آیت پڑھتے:

وَأْمُرْ اَهْلَكَ بِالصَّلٰوةِ وَاصْطَبِرْ عَلَيْهَا ۔ (طٰهٰ - ۱۳۲)

(اور اپنے گھر والوں کو نماز کا حکم دے، اور اس پر صبر رکھ)

شاعر کا کلام ہے ؎

دَعِ التَّهَافُتَ فِي الدُّنْيَا وَزِيْنَتِهَا
وَلَا يَغُرَّنَّكَ الْاِكْثَارُ وَالْجَشَعُ

(دنیا اور اس کی زینت میں ڈوب ڈوب جانے سے بچو، تم کثرت اور طمع کے فریب میں مت پڑو)

وَاقْنَعْ بِمَا قَسَمَ الرَّحْمٰنُ وَارْضَ بِهِ
اِنَّ الْقَنَاعَةَ مَالٌ لَيْسَ يَنْقَطِعُ

(رحمٰن تعالیٰ نے جو تیرے لیے تقسیم کر دیا، اس پر راضی ہو جا، قناعت ایسا مال ہے، جو ختم نہیں ہوتا)

وَخَلِّ وَيْكَ فُضُوْلَ الْعَيْشِ اَجْمَعَهَا
فَلَيْسَ فِيْهَا اِذَا حَقَّقْتَ مُنْتَفَعُ

(چھوڑ، تیرا سارا سامانِ عیش فضول ہے، جب یہ آخرت میں، سامنے آئیگا تو اس میں کچھ نفع نہیں ہوگا)

ایک اور شاعر کا کلام ہے ؎

اِقْنَعْ بِمَا تَلْقَاهُ مِنْ بُلْغَةِ
فَلَيْسَ يَنْسٰى رَبُّنَا النَّمْلَةَ

(جو کچھ ملے، اس پر قناعت کر، اس لیے کہ ہمارا رب چیونٹیوں کو بھی نہیں بھولتا)

اِنْ اَقْبَلَ الدَّهْرُ فَقُمْ قَائِمًا
وَاِنْ تَوَلّٰى مُدْبِرًا نَمْ لَهُ

(اگر سارا زمانہ (بے شمار مال) آئے تو کھڑا ہو جا (یعنی لے لے) اور اگر منہ پھیر لے تو سو جا۔
(پرواہ نہ کر)

ایک حکیم کا قول ہے کہ خوبصورت لباس میں عزت نہیں، اس لیے کہ لباس پہننے کی نعمت حاصل کرنے اور خوبصورت لباس کے ساتھ زیبائش کرنے سے انسان غافل ہو کر رہ جاتا ہے اور دنیا کی طرف میلان کے باعث اسے دین کی کچھ پرواہ نہیں رہتی اور ایسا آدمی عجب[1] سے کم ہی محفوظ رہتا ہے۔

ایک شاعر نے کہا ہے ؎

رَضِیْتُ مِنَ الدُّنْیَا بِلُقْمَۃِ بَائِسٍ

وَلُبْسِ عِبَآءٍ لَا اُرِیْدُ سِوَاھُمَا

(میں دُنیا پر ایک تنگ حال کے لقمہ پر راضی ہوا اور ایک چغے پر، ان دونوں کے سوا میں کچھ نہیں چاہتا)

لِاَنِّیْ رَاَیْتُ الدَّھْرَ لَیْسَ بِقَآئِمٍ

فَدَھْرِیْ وَعُمْرِیْ فَانِیَانِ کِلَاھُمَا

(اس لیے کہ میں نے زمانہ کو دیکھا، وہ باقی نہیں، پس زمانہ اور میری عمر دونوں ہی فانی ہیں)

---

[1] اپنے آپ کو بڑا سمجھنا کہ میں بڑی عجیب شے ہوں، یہ تکبر کی ایک قسم ہے۔ (مترجم)

باب ۵۸

فریبِ دُنیا کا بیان

دُنیا کے تمام احوال دو ہی ہیں، یا مسرت ہو گی یا تکلیف! اس لیے یہ تمام لوگوں کے حق میں نہیں ہوتی، اس کا رنگ بدلتا رہتا ہے، جیسا کہ حکیم مطلق تعالیٰ چاہتا ہے، ویسا ہی تغیر آتا رہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَلَا یَزَالُوْنَ مُخْتَلِفِیْنَ اِلَّا مَنْ رَّحِمَ رَبُّکَ (ھود - ۱۱۸)

(اور ہمیشہ رہیں گے اختلاف کرتے، مگر جن پر تیرے رب نے رحم کیا)

بعض مفسرین نے فرمایا: روزی میں مختلف رہتے ہیں کہ کبھی غنا، کبھی فقر، اس لیے یہ ضروری ہے کہ اگر دنیا ساتھ دے، تو اپنے مولائے کریم کی عبادت و شکر ادا کرے اور نیکیاں کر کے اس کی طرف توجہ رکھے، اس لیے کہ وہی سب دکھیاروں کا ملجا و ماویٰ ہے اور دنیا کے فریب میں نہ آئے۔ اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان کافی ہے:

فَلَا تَغُرَّنَّکُمُ الْحَیٰوۃُ الدُّنْیَا وَلَا یَغُرَّنَّکُمْ بِاللّٰہِ الْغَرُوْرُ (لقمٰن - ۳۳)

(پس تمہیں دنیا کی زندگی فریب میں نہ ڈالے اور تم اللہ تعالیٰ پر مغرور نہ ہو جاؤ)

ایک اور جگہ فرمایا:

وَلٰکِنَّکُمْ فَتَنْتُمْ اَنْفُسَکُمْ وَتَرَبَّصْتُمْ وَارْتَبْتُمْ وَغَرَّتْکُمُ الْاَمَانِیُّ (الحدید - ۱۴)

(اور لیکن تم نے اپنی جانوں کو فتنہ میں ڈالا اور تم منتظر تھے اور تم نے شک کیا اور تمہیں تمہاری آرزوؤں نے فریب دیا)

یعنی اس کے فریب میں آنے سے نفرت دلائی۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: عقلمندوں کی نیند اور افطار کیا خوب ہے!
وہ بیوقوفوں کی بیداری اور ان کی مشقت پر کیسے رشک کر سکتے ہیں؛ متقی انسان کا ذرّہ بھر
تقویٰ اور یقین تو ساری زمین کے فریب زدوں سے بہتر ہے۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عقلمند وہ آدمی ہے کہ جو اپنے نفس کو قابو میں رکھے
اور موت کے بعد کے لیے کام کرے اور احمق وہ ہے کہ جس کا نفس اپنی خواہشات کا تابع ہو اور اللہ
پر خوب امیدیں لگاتا پھرے۔

ایک شاعر کا قول ہے ؎

وَمَنْ یَحْمِدِ الدُّنْیَا لِشَیْئٍ سَرَّہٗ
تَسُوْفَ لَعَمْرِیْ عَنْ قَلِیْلٍ یَلُوْمُھَا

(اور جو دنیا کی تعریف کرے، تھوڑی سی مسرت پر تو وہ جلد ہی اس پر قلت کے باعث ملامت کریگا)

اِذَا اَدْبَرَتْ کَانَتْ عَلَی الْمَرْءِ حَسْرَۃٌ
وَاِنْ اَقْبَلَتْ کَانَتْ کَثِیْرًا ھُمُوْمُھَا

(جب واپس جائے تو انسان پر حسرت طاری ہو جائے اور جب آئے تو اس کی پریشانیاں بہت ہیں)

ایک اور شاعر نے کہا ہے ؎

تَاللّٰہِ لَوْ کَانَتِ الدُّنْیَا بِاَجْمَعِھَا
تَبْقٰی عَلَیْنَا وَیَاْتِیْ رِزْقُھَا رَغَدًا

(اللہ کی قسم! اگر ساری دنیا بھی ہم پر باقی رہے اور اس کی روزی خوب با فراغت ملا کرے)

مَا کَانَ فِیْ حَقِّ حُرٍّ اَنْ یَذِلَّ لَھَا
فَکَیْفَ وَھِیَ مَتَاعٌ یَضْمَحِلُّ غَدًا

(تو بھی شریف کے لیے مناسب نہیں کہ اس کی خاطر ذلیل ہو اور جب سامان دنیا ہی کل ختم
ہو رہا ہے، تو پھر کیوں ذلیل ہو۔)

ابن بسام کا قول ہے ؎

أُفٍّ لِدُنْيَا وَلِأَيَّامِهَا
فَإِنَّهَا لِلْحُزْنِ مَخْلُوقَةٌ

(دنیا اور اس کے ایام پر تف ہے، یہ تو صرف غم کیلئے پیدا ہوئی ہے)

غُمُومُهَا لَا تَنْقَضِي سَاعَةً
عَنْ مَلِكٍ فِيهَا سُوقَةٌ

(اس کے غم ایک گھڑی بھی ختم نہیں ہوتے، نہ بادشاہ سے نہ عام آدمی سے)

يَا عَجَبًا مِنْهَا وَمِنْ شَأْنِهَا
عَدُوَّةٌ لِلنَّاسِ مَعْشُوقَةٌ

(دنیا اور اس کے حال پر حیرت ہے، یہ لوگوں کی دشمن ہے اور لوگ اس کے عاشق ہیں)

ایک اور شاعر نے کہا ؎

وَقَائِلَةٌ أَرَى الْأَيَّامَ تُعْطِي
لِئَامَ النَّاسِ مِنْ رِزْقٍ حَثِيثٍ

(اور کہتی ہے کہ میں دیکھتی ہوں کہ دن، کمینے لوگوں کو کس تیزی سے روزی دیتے ہیں)

وَتَمْنَعُ مَنْ لَهُ شَرَفٌ وَفَضْلٌ
فَقُلْتُ لَهَا خُذِي أَصْلَ الْحَدِيثِ

(اور جس میں شرف و فضیلت ہو، اسے روک دیتے، میں نے اسے کہا اصل بات لو (اصلیت بتاؤ)

رَأَتْ جُلَّ الْمَكَاسِبِ مِنْ حَرَامٍ
فَجَادَتْ بِالْخَبِيثِ عَلَى الْخَبِيثِ

(اصل بات بتاتے ہوتے اس نے کہا) رات یہ ہے کہ اس کی سب کمائی حرام کی ہے۔ اب اس نے پلید کی، پلید پر سخاوت کی۔ (یعنی گندا مال، خبیث آدمی کو دیا اور گندگی بڑھادی)

ایک شاعر کا کلام ہے ؎

سَلِ الْاَیَّامَ مَا فَعَلَتْ بِکِسْرٰی
وَقَیْصَرَ وَالْقُصُوْرَ وَسَاکِنِیْھَا

(دونوں سے پوچھو کہ انہوں نے کیا سلوک کیا، کسریٰ کے ساتھ، قید کے ساتھ اور محلات اور انکے مکینوں کے ساتھ)

اَمَا اسْتَدْعَتْھُمْ لِلْبَیْنِ طُرًّا
فَلَمْ تَدَعِ الْحَلِیْمَ وَلَا السَّفِیْھَا

(کیا انہوں نے سب کو جدا جدا نہیں کر دیا؟ پس نہ بردبار کو چھوڑا نہ بیوقوف کو)

حکایت

حکایت ہے کہ ایک اعرابی ایک قوم کے پاس اترا، انہوں نے اسے کھانا پیش کیا۔ اس نے کھایا، پھر ان کے خیمے کے سایہ میں سو گیا۔ ان لوگوں نے خیمے اکھاڑے، اعرابی کو دھوپ کی تیزی محسوس ہوئی تو بیدار ہوا اور چلا گیا اور کہہ رہا تھا ؎

اَلَا اِنَّمَا الدُّنْیَا کَظِلِّ بُنَیَّتِہٖ
وَلَا بُدَّ یَوْمًا اَنَّ ظِلَّکَ زَائِلٗ

(خبردار! دنیا ایک عمارت کے سائے کی طرح ہے، ایک دن اس کا سایہ ضرور ختم ہونے والا ہے)

ایک شعر یہ بھی کہا ؎

اَلَا اِنَّمَا الدُّنْیَا مَقِیْلٌ لِرَاکِبٍ
قَضٰی وَطَرًا مِنْ مَنْزِلٍ ثُمَّ ھَجَرَا

(خبردار! دنیا ایک سوار (مسافر) کی آرام گاہ ہے جس نے اس میں ذرا آرام کیا اور چلا گیا)

ایک حکیم نے اپنی ساتھی کو کہا: داعی نے تجھے سنا دیا، طالب نے تجھے عذر پیش کر دیا اور سب سے بڑا وہ مجرم ہے جس نے یقین و ایمان کو برباد کیا اور نیکی نہ کی۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا فرمان ہے: اللہ کے ڈر کے لیے علم کافی ہے اور اللہ پر مغرور ہونے کے لیے جہالت کافی ہے۔

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے دنیا سے محبت کی اور اس پر خوش ہوا، اس کے دل سے آخرت کا خوف جاتا رہا۔

ایک بزرگ کا فرمان ہے: بندے پر دنیا کے رہ جانے پر غم کرنے کے مطابق محاسبہ ہوگا اور دنیا پر جس قدر مسرور ہونے کا موقع ملا، اس پر محاسبہ ہوا۔

آجکل تم حرام کے بارے میں بھی یہ کہہ دیتے ہو کہ اس میں کوئی حرج نہیں، مگر سلف صالحین حلال میں بھی زیادہ زاہد تھے اور حرام تو ان کے ہاں تباہ کن اشیاء میں سے سمجھا جاتا تھا۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ عام طور پر مسعر بن کرام کے حسب ذیل اشعار کا نمونہ تھے ؎

نَهَارُكَ يَا مَغْرُورُ نَوْمٌ وَغَفْلَةٌ
وَلَيْلُكَ نَوْمٌ وَالرَّدٰى لَكَ لَازِمٌ

(اے نیند و غفلت کے فریب زدہ، تیرا دن بھی نیند ہو جائے اور موت تجھ پر آنی ہی ہے)

يَغُرُّكَ مَا يُغْنِيْ وَتَفْرَحُ بِالْمُنٰى
كَمَا غُرَّ بِاللَّذَّاتِ فِي النَّوْمِ حَالِمٌ

(ختم ہونے والی چیزیں تجھے فریب میں ڈالے ہوئے ہیں اور تو موت پر خوش ہو جیسا کہ خواب دیکھنے والا نیند میں لذتوں پر فریب کھاتے ہے)

وَشُغْلُكَ فِيْهَا سَوْفَ تَكْرَهُ غِبَّهٗ
كَذٰلِكَ فِي الدُّنْيَا تَعِيْشُ الْبَهَائِمُ

(اس میں تیرا انہماک ایسا ہے کہ جلد ہی اس کی جدائی ناپسند کرے گا۔ اس طرح دنیا میں چوپائے زندگی گزارتے ہیں)

باب نمبر ۵۹

دُنیا کی مذمّت اور اس سے پرہیز

حضرت ابوامامہ باہلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سے مروی ہے کہ حضرت ثعلبہ بن حاطب نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ تعالیٰ سے دُعا کیجیے کہ وہ مجھے مال عطا کرے۔ آپ نے فرمایا: اے ثعلبہ! کیا میرے اندر تیرے لیے طریقۂ (حسنہ) نہیں ہے؟ یا تو اس پر راضی نہیں ہوتا کہ اللہ تعالیٰ کے نبی کی طرح ہو (ان کی اتباع کرے) اس ذات کی قسم! جس کے قبضے میں میری جان ہے، اگر میں چاہوں کہ میرے ساتھ ساتھ سونے، چاندی کے پہاڑ چلیں، تو وہ چلیں گے۔ اس نے کہا: اس ذات کی قسم! جس نے آپ کو حق کے ساتھ نبی بنا کر بھیجا۔ اگر آپ اللہ تعالیٰ سے دعا کریں کہ وہ مجھے مال عطا کرے، تو میں ہر حقدار کو اس کا حق دوں گا اور ضرور ایسے ایسے نیک کام کروں گا۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی: اے اللہ! ثعلبہ کو مال عطا کر، چنانچہ اس نے بکریاں لیں، وہ کیڑوں کی طرح بڑھنے لگیں اور مدینہ منورہ کے ساتھ ایک وادی میں رہنے لگا اور ظہر و عصر کی نماز باجماعت اور باقی کی جماعت چھوڑ دی۔ پھر ان میں اضافہ ہوا، یہاں تک کہ وہ اور دور چلا گیا۔ اب جمعہ کے سوا تمام نماز دل کی (جماعت) چھوڑ دی۔ بکریوں کا حال یہ تھا کہ وہ کیڑوں کی طرح بڑھ رہی تھیں۔ آخر کار جمعہ بھی چھوڑ دیا اور جمعہ کے دن جمعہ پڑھ کر آنے والے سواروں سے ہی مل لیا کرتا اور ان سے مدینہ منورہ کے حالات معلوم کر لیتا۔ جنابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے بارے میں دریافت کیا کہ ثعلبہ بن حاطب کا کیا ہوا؟ عرض کیا گیا: اے اللہ کے رسول! (صلی اللہ علیہ وسلم) اس نے بکریاں پال لیں۔ اب مدینہ منورہ کی زمین اس پر تنگ ہو گئی اور سارے حالات بتائے۔ آپ نے فرمایا، ثعلبہ کی بربادی ہے، ثعلبہ کی بربادی ہے۔ راوی بتاتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے زکوۃ کا حکم نازل کیا۔

خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيْهِمْ بِهَا وَصَلِّ عَلَيْهِمْ اِنَّ صَلٰوتَكَ سَكَنٌ لَّهُمْ (التوبة - ۱۰۳)

(ان کے مالوں کا صدقہ (زکوٰۃ) لو وہ انہیں پاک کرے گی، ان کا تزکیہ کریگی اور ان کے لیے دعا کیجئے (رحمت) اس لیے کہ آپ کی دعا ان کے لیے تسکین کا سامان ہے)

یعنی اللہ تعالیٰ نے زکوٰۃ کا حکم دیا، چنانچہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جہینہ کا ایک آدمی اور بنی سلیم زکوٰۃ جمع کرنے کے لیے اور دونوں کو مکتوب لکھ دیا کہ وہ زکوٰۃ وصول کریں اور حکم دیا کہ دونوں جاؤ اور مسلمانوں سے زکوٰۃ جمع کرو اور فرمایا: دونوں ثعلبہ بن حاطب اور بنی سلیم کے فلاں آدمی کے پاس جاؤ اور دونوں سے زکوٰۃ لو۔ جب وہ نکل کر ثعلبہ کے پاس آئے اور اسے زکوٰۃ ادا کرنے کے لیئے کہا اور اسے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مکتوب پڑھایا تو اس نے کہا: یہ تو جزیہ ہے، یہ تو جزیہ کی بہن ہے۔ جاؤ، پہلے فارغ ہو کر واپس میرے پاس آؤ۔ وہ دونوں سلیمی کے پاس گئے، وہ ان کی بات سن کر اٹھا اور بہترین اونٹ دیکھ کر زکوٰۃ کے لیے الگ کیے اور لے کر حاضر ہوا۔ جب انہوں نے دیکھا تو کہا: یہ تم پر لازم نہیں ہیں اور ہم نہیں چاہتے کہ عمدہ ہی اونٹ لیں۔ اس نے کہا: ٹھیک ہے میرا دل ان کو دینے پر خوش ہے اور یہی تم لو گے۔ جب وہ اس کی زکوٰۃ لے کر فارغ ہوتے اور وہاں سے واپس آئے، تو ثعلبہ کے پاس سے گزرے اور اس سے زکوٰۃ طلب کی۔ اس نے کہا: مجھے مکتوب دکھاؤ۔ اس نے اسے دیکھا اور کہا: یہ جزیہ کی بہن ہے، جاؤ، میں اپنی رائے دیکھتا ہوں۔ وہ دونوں واپس حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے۔ ان کے بات کرنے سے پہلے آپ نے انہیں دیکھ کر فرمایا: ثعلبہ کے لیے بربادی ہے اور سلیمی کے لیے دُعا کی۔ پھر دونوں نے ثعلبی کی بات بتائی اور جو سلیمی نے نیک عمل کیا، وہ بتایا۔ اللہ تعالیٰ نے ثعلبہ کے بارے میں یہ آیت نازل فرمائی:

وَمِنْهُمْ مَّنْ عَاهَدَ اللّٰهَ

(اور ان میں سے بعض نے اللہ تعالیٰ سے

لَئِنْ اٰتٰنَا مِنْ فَضْلِهٖ لَنَصَّدَّقَنَّ وَلَنَكُوْنَنَّ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ فَلَمَّآ اٰتٰهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ بَخِلُوْا بِهٖ وَتَوَلَّوْا وَّهُمْ مُّعْرِضُوْنَ فَاَعْقَبَهُمْ نِفَاقًا فِيْ قُلُوْبِهِمْ اِلٰى يَوْمِ يَلْقَوْنَهٗ بِمَآ اَخْلَفُوا اللّٰهَ مَا وَعَدُوْهُ وَبِمَا كَانُوْا يَكْذِبُوْنَ ۝
(التوبة - ۷۵ - ۷۷)

وعدہ کیا، اگر اس نے ہمیں اپنا فضل (مال) دیا تو ہم ضرور صدقہ کریں گے اور ہم ضرور نیکوں میں سے ہوں گے۔ پس جب ان کے پاس فضل آیا تو انہوں نے اس پر بخل کیا اور اعراض کیا اور وہ ہیں ہی اعراض کرنے والے، پس اس کے بعد نفاق آیا، اس دن تک کہ وہ اسے ملیں گے اس وجہ سے کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ سے جو وعدہ کیا تھا، اس کے خلاف کیا اور اس وجہ سے کہ وہ جھوٹ بولتے تھے)

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ثعلبہ کے رشتہ داروں میں سے ایک آدمی تھا اس نے اس کے بارے میں جو نازل ہوا، وہ جان کر نکلا اور کہا: ثعلبہ تیری ماں نہ ہوتی، اللہ تعالیٰ نے تیرے بارے میں یہ آیات نازل فرمائی ہیں۔ اب ثعلبہ مال لے کر نکلا اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوا اور درخواست کی کہ اسے قبول کرلیں۔ آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے مجھے تیری زکوٰۃ لینے سے منع فرمادیا ہے۔ یہ سن کر وہ اپنے سر پر مٹی ڈالنے لگا۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ تیرا اپنا کرتوت ہے۔ میں نے تجھے حکم دیا تو نے میری اطاعت نہیں کی۔ جب آپ نے اس کی زکوٰۃ لینے سے قطعاً انکار کردیا تو وہ اپنے گھر چلا گیا۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد دوبارہ زکوٰۃ لے کر حضرت ابوبکر صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، کے پاس آیا، تو انہوں نے بھی زکوٰۃ قبول کرنے سے انکار کردیا۔ ان کی وفات کے بعد حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ کے پاس زکوٰۃ لے کر آیا، تو انہوں نے بھی قبول کرنے سے انکار کردیا اور حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ، کی خلافت کے بعد مرا۔

امام جریر حضرت لیث سے نقل کرتے ہیں کہ ایک آدمی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ہمراہ ہوگیا اور عرض کیا: میں آپ کے ساتھ آپ کا ساتھی رہوں گا۔ وہ دونوں چلے اور دریا کے کنارے پر پہنچے اور بیٹھ کر صبح کا کھانا کھانے لگے۔ ان کے پاس تین روٹیاں تھیں۔ دو روٹیاں کھالیں اور تیسری روٹی باقی رہ گئی۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اٹھ کر دریا سے جو پانی پیا، پھر واپس آئے، تو روٹی نہیں تھی۔ انہوں نے اس آدمی سے پوچھا کہ روٹی کس نے لی؟ اس نے کہا: مجھے خبر نہیں۔ پھر وہ چل پڑے اور ان کا ساتھی بھی ہمراہ تھا۔ انہوں نے ایک ہرنی دیکھی اور اس کے ساتھ اس کے بچے تھے۔ انہوں نے ایک کو بلایا، وہ آگیا۔ اسے ذبح کیا اور بھون کر اُن میں سے انہوں نے اور ان کے ساتھی نے کھایا۔ پھر ہرنی کے بچے کو فرمایا: اٹھو، اللہ کے حکم سے، وہ اُٹھا، اور چلا گیا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اس آدمی کو کہا: میں اس ذات کی قسم دے کر تجھے پوچھتا ہوں کہ جس کے نام سے میں نے تجھے یہ معجزہ دکھایا، کس نے روٹی لی؟ اس نے کہا: مجھے خبر نہیں۔ پھر دونوں پانی کی ایک وادی کی طرف چلے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اس آدمی کا ہاتھ پکڑ لیا اور پانی پر چل پڑے۔ جب گزر گئے، پھر پوچھا: میں تجھے اس ذات کی قسم دیتا ہوں کہ جس کے حکم سے تجھے یہ معجزہ دکھایا۔ بتاؤ، روٹی کس نے لی؟ اس نے کہا: مجھے خبر نہیں۔ پھر وہ چل کر ایک جنگل میں پہنچے اور بیٹھ گئے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے کچھ مٹی جمع کی اور اس کو فرمایا: اللہ کے حکم سے سونا بن جاؤ! وہ سونا بن گئی۔ آپ نے اسے تین حصوں میں تقسیم کر دیا اور فرمایا: تہائی میرا ہے، تہائی تیرا ہے اور تہائی اس کا ہے جس نے روٹی لی۔ اس نے کہا: میں نے روٹی لی تھی۔ آپ نے فرمایا: یہ سب تیرا ہے۔ پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس سے الگ ہو گئے۔ اس آدمی کے پاس جنگل میں دو آدمی پہنچ گئے اور دیکھا کہ اس کے پاس مال ہے۔ انہوں نے سوچا کہ اسے قتل کر کے اس سے چھین لیا جائے، وہ کہنے لگا: یہ ہم تینوں میں برابر تقسیم ہے۔ ایک آدمی کو بستی میں بھیجو کہ کھانا خرید لائے اور ہم کھائیں۔ چنانچہ انہوں نے ایک کو کھانا لینے کے لیے بھیجا۔ کھانا لانے والا کہنے لگا: میں اس مال کو کیوں تقسیم کروں، میں

تو کھانے میں زہر ڈالتا ہوں اور دونوں کو مار کر خود سونا لے لوں گا، اس نے ایسا ہی کیا اور وہ دو آدمی جو جنگل میں رہ گئے تھے، انہوں نے کہا، ہم اس کو تہائی مال کیوں دیں؛ بلکہ جب وہ آئے تو اسے قتل کر دیں اور مال آپس میں تقسیم کر لیں۔ راوی بتاتے ہیں کہ جب وہ ان کے پاس آیا، تو انہوں نے اسے قتل کر دیا اور کھانا کھا لیا اور خود بھی مر گئے، چنانچہ جنگل میں خالی سونا رہ گیا اور یہ تینوں اس کے پاس مرے پڑے تھے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ان کے پاس سے گزرے، تو اپنے صحابہ کو بتایا کہ یہ دنیا ہے، اس سے بچو۔

حکایت

ذوالقرنین ایک قوم کے پاس سے گزرے تو ان کے پاس کچھ بھی نہ تھا جس سے انسان دنیا میں فائدہ حاصل کرتا ہو۔ ان لوگوں نے قبریں کھود رکھی تھیں۔ صبح ہوتی تو قبروں پر جاتے ان کی دیکھ بھال کرتے اور صفائی کرتے اور ان کے قریب نماز پڑھتے اور گھاس اور سبزہ کھا لیتے، جیسا کہ چوپائے گھاس وغیرہ کھا لیتے ہیں، ان کی ساری گزران زمین کے سبزہ میں ہی تھی ذوالقرنین نے ان کے حکمران کے پاس پیغام بھیجا اور کہا: ذوالقرنین تمہیں بلا رہا ہے۔ اس نے کہا: مجھے اس کی ضرورت نہیں۔ اگر اسے کچھ ضرورت ہو تو آجائے۔ ذوالقرنین نے کہا، ٹھیک کہتا ہے۔ اس کے بعد ذوالقرنین خود اس کے پاس آئے۔ انہوں نے پوچھا: میں نے آپ کو پیغام بھیجا تھا۔ آپ نے آنے سے انکار کر دیا۔ اس لیے میں خود حاضر ہوا ہوں۔ اس نے جواب دیا: اگر مجھے کچھ ضرورت ہوتی تو آتا۔ حضرت ذوالقرنین نے پوچھا: کیا بات ہے کہ میں آپ لوگوں کو دوسری اقوام کی طرح نہیں دیکھتا؟ اس نے کہا: کیا مراد ہے؟ فرمایا: مطلب یہ ہے کہ نہ تمہاری دنیا ہے اور نہ ہی تم نے کچھ سونا چاندی جمع کر رکھا ہے کہ اس سے فائدہ اٹھاؤ۔ وہ کہنے لگے: ہمیں اس لیے اس سے نفرت ہے کہ جس کو یہ ملے، اس کا نفس اس پر فریفتہ ہوتا ہے اور اس سے افضل تر کو چھوڑ دیتا ہے۔ ذوالقرنین نے پوچھا: یہ کیا بات

ہے کہ تم نے قبریں کھود رکھی ہیں، جب صبح ہوتی ہے تو ان قبروں کا خیال رکھتے اور انہیں صاف رکھتے ہو۔ وہ کہنے لگے: اس سے ہماری مراد یہ ہے کہ جب ہم قبروں کو اور اپنی امیدوں کو دیکھیں، تو قبریں ہمیں امیدوں سے باز رکھیں۔ فرمایا: کیا بات ہے کہ تمہارے پاس سبزہ کے سوا کچھ کھانا بھی نظر نہیں آتا۔ کیا تم چوپائے نہیں پال رکھے، تم ان کا دودھ نکالتے اور ان پر سواری کرتے اور اس طرح فائدہ اٹھاتے۔ وہ کہنے لگے: ہم نے پسند نہیں کیا کہ اپنے پیٹوں کو جانوروں کی قبر بنائیں اور ہم نے یہ دیکھ لیا کہ زمین کی نباتات سے ہی سیر ہو جاتے ہیں۔ ابن آدم کے لیے معمولی کھانا بھی کافی ہے اور جب کھانا گلے سے اتر جائے گا تو کسی قسم کا بھی کھانا ہو، اس کا مزہ باقی نہیں رہتا۔ اس کے بعد اس سرزمین کے حکمران نے ذوالقرنین کی پشت کی طرف ہاتھ بڑھایا، اور ایک کھوپڑی اٹھا کر پوچھا: اے ذوالقرنین! کیا آپ جانتے ہیں کہ یہ کون ہے؟ انہوں نے کہا: نہیں، کون ہے یہ؟ کہا: یہ زمین کا ایک بادشاہ تھا، اللہ تعالیٰ نے اسے زمین پر تسلط عطا کیا۔ اس نے خیانت کی، ظلم کیا، سرکشی دکھائی۔ جب اللہ تعالیٰ نے اس کی یہ حالت دیکھی، تو اسے موت کے گھاٹ اتار دیا۔ اب یہ پھینکا ہوا پتھر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے عمل گن رکھے ہیں تاکہ آخرت میں اسے سزا دے۔ پھر ایک دوسری بوسیدہ کھوپڑی اٹھائی اور کہا: اے ذوالقرنین! کیا تم جانتے ہو کہ یہ کون ہے؟ فرمایا: نہیں جانتا، یہ کون ہے؟ اس نے کہا: یہ ایک بادشاہ تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو ظالم بادشاہ کے بعد حکومت عطا کی۔ یہ پہلے بادشاہ کے ظلم و عدوان سے دور رہا اور اللہ تعالیٰ کے سامنے خشوع و خضوع کیا۔ اس نے سلطنت میں عدل و انصاف کا حکم دیا۔ اب یہ اس حال کو پہنچا کہ جو تم دیکھ رہے ہو۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے عمل گن رکھے ہیں تاکہ اسے آخرت میں ثواب دے۔ پھر ذوالقرنین کی کھوپڑی کی طرف رُخ کر کے کہا: اور یہ کھوپڑی ان دو طرح کی ہے۔ اے ذوالقرنین! دیکھو تم کیا کر رہے ہو؟ ذوالقرنین نے کہا: کیا آپ میری مصاحبت کریں گے۔ میں آپ کو وزیر بناتا ہوں اور اللہ تعالیٰ نے مجھے جو کچھ عطا فرمایا ہے، اس میں شریک بنا لیتا ہوں۔ اس نے کہا:

میرا اور آپ کا ایک جگہ ہونا ٹھیک نہیں بیٹھتا اور نہ ہم ایک ساتھ رہ سکتے ہیں۔ ذوالقرنین نے پوچھا: یہ کیوں؟ اس لیے کہ سب لوگ آپ کے دشمن ہیں اور میرے دوست ہیں۔ پوچھا: وہ کیوں؟ کہا: آپ کی سلطنت و مال کے باعث سب لوگ آپ کے دشمن ہیں۔ میں نے ان سب کو مسترد کر دیا، اس لیے میرا کوئی دشمن نہیں۔

ذوالقرنین کو یہ سُن کر بڑا تعجب ہوا اور واپس چلے گئے، ان کے دل میں ان کا احترام تھا۔

ایک شاعر نے خوب کہا ہے ؎

يَا مَنْ تَمَتَّعُ بِالدُّنْيَا وَزِيْنَتِهَا
وَلَا تَنَامُ عَنِ اللَّذَّاتِ عَيْنَاهُ

(اے وہ جو دنیا اور اس کی زینتوں سے فائدہ اٹھا رہا ہے، لذتوں سے تیری آنکھیں نہیں سوتیں)

شَغَلْتَ نَفْسَكَ فِيْمَا لَيْسَ تُدْرِكُهُ
تَقُوْلُ لِلّٰهِ مَاذَا؟ حِيْنَ تَلْقَاهُ

(تیرا نفس ان باتوں میں مصروف ہوا جن کو وہ پاتا نہیں، جب تو اللہ سے ملے گا، تو کیا جواب دے گا؟)

ایک اور شاعر کا قول ہے ؎

عَتَبْتُ عَلَى الدُّنْيَا لِرِفْعَةِ جَاهِلٍ
وَتَأْخِيْرِ ذِيْ فَضْلٍ فَقَالَتْ خُذِ الْعُذْرَا

(میں نے دنیا کو سخت سُست کہا کہ تو جاہل کو بلند کرتی ہے اور افضل کو گراتی ہے۔ کہنے لگی: (یہ عذر پیش خدمت ہے کہ)

بَنُو الْجَهْلِ اَبْنَائِيْ لِهٰذَا اَرْفَعُهُمْ
وَاَهْلُ التُّقٰى اَبْنَاءُ ضَرَّتِيَ الْاُخْرٰى

(جاہل لوگ میری اولاد ہیں، اس لیے انہیں بلند کرتی ہوں اور پرہیز گار میری دوسری سوکن (آخرت) کی اولاد ہے)

محمود باہلی کا قول ہے ؎

اَلَا اِنَّمَا الدُّنْیَا عَلَی الْمَرْءِ فِتْنَۃٌ
عَلٰی کُلِّ حَالٍ اَقْبَلَتْ اَوْ تَوَلَّتْ

(خبردار! انسان کے لیے دنیا ایک ابتلاء ہے، ہر حال میں آئے یا جائے)

فَاِنْ اَقْبَلَتْ فَاسْتَقْبِلِ الشُّکْرَ دَائِمًا
وَمَھْمَا تَوَلَّتْ فَاصْطَبِرْ وَتَثَبَّتْ

(اگر آئے تو ہمیشہ شکر ادا کرتے رہو اور جب جائے، تو صبر کرو اور ثابت قدم رہو)

باب ۶۰:

صدقہ کی فضیلت کا بیان

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے ایک کھجور کے برابر بھی حلال کمائی سے صدقہ کیا اور (یہ بھی یاد رہے کہ) اللہ تعالیٰ صرف حلال ہی قبول کرتا ہے، تو اللہ تعالیٰ اسے دائیں ہاتھ میں لیتا ہے، یعنی اس میں برکت عطا فرماتا ہے۔ پھر اسے صدقہ کرنے والے کے لیے پالتا ہے جیسا کہ تم میں سے ایک آدمی پہلے بچے کو پالتا ہے حتیٰ کہ وہ پہاڑ کے برابر ہو جاتا ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ جیسا کہ تم میں سے ایک اپنے بچے کو پالتا ہے حتیٰ کہ ایک نوالہ بھی احد (پہاڑ) کے برابر ہو جاتا ہے اور کتاب اللہ میں اس کی تصدیق موجود ہے۔

اَلَمْ یَعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰہَ ھُوَ یَقْبَلُ التَّوْبَۃَ عَنْ عِبَادِہٖ وَیَاْخُذُ الصَّدَقٰتِ۔ (کیا وہ نہیں جانتے کہ اللہ ہی اپنے بندوں کی توبہ قبول کرتا ہے اور صدقات لیتا،

(التّوبة - ۱۰۴) (قبول کرتا ہے)

یَمۡحَقُ اللّٰهُ الرِّبٰوا وَيُرۡبِي الصَّدَقٰتِ (اللہ تعالیٰ سود کو مٹاتا ہے اور صدقات کو

(اَلبقرة - ۲۷۶) بڑھاتا ہے)

صدقہ کرنے سے مال کم نہیں ہوتا اور معاف کرنے سے اللہ تعالیٰ بندے کی عزت میں اضافہ کرتا ہے، جو اللہ تعالیٰ کی خاطر عاجزی اختیار کرے، وہ اسے بلندی عطا فرماتا ہے۔

طبرانی کی روایت میں ہے: "صدقہ سے مال کم نہیں ہوتا اور بندہ جب صدقہ کرنے کے لیے ہاتھ آگے بڑھاتا ہے، تو وہ (صدقہ) اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں پڑتا ہے۔" یعنی اللہ تعالیٰ اسے قبول فرماتا ہے اور سائل کے ہاتھ میں جانے سے پہلے ہی اس پر راضی ہو جاتا ہے اور بندے کو جس سے استغناء حاصل ہو (یعنی شدید ضروری نہ ہو) اگر وہ اس کا دروازہ کھولتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے فقر کا ایک دروازہ کھول دیتا ہے۔ بندہ کہتا ہے: میرا مال، میرا مال، حالانکہ اس کا مال تین قسم کا ہے جو کھائے اور ختم کر دے، یا پہنے تو پرانا کر دے یا (اللہ کی راہ) میں دے اور بے پرواہ ہو جائے۔ اس کے سوا (دوسرے مال کا یہ حال یہ ہے) کہ وہ جانے والا ہے اور لوگوں کے لیے چھوڑنے والا ہے۔

روایت میں ہے کہ تم میں سے ہر ایک کے ساتھ اللہ تعالیٰ کلام فرمائے گا اور ان کے درمیان کوئی ترجمان نہیں ہوگا۔ وہ دائیں طرف دیکھے گا، تو صرف وہی دیکھے گا جو آگے بھیجا۔ بائیں طرف دیکھے گا، تو صرف وہی دیکھے گا جو آگے بڑھایا۔ سامنے دیکھے گا تو سامنے صرف آگ نظر آئے گی، اس لیے آگ سے بچو، چاہے کھجور کا ایک چھلکا خیرات کر کے بچ سکو۔

روایت میں یہ بھی ہے کہ تم میں سے ہر ایک اپنا چہرہ آگ سے بچاتے، چاہے کھجور کے ایک چھلکے کے ذریعے ہو۔

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: صدقہ کرنا، گناہ کو اس طرح مٹا دیتا ہے، جس طرح پانی آگ کو بجھا دیتا ہے۔

اے کعب بن عجرۃ! جنت میں وہ گوشت اور خون داخل نہیں ہو گا جو حرام سے پیدا ہوا، اس کی آگ زیادہ مستحق ہے۔

اے کعب بن عجرۃ! لوگ چلے جا رہے ہیں، کوئی تو اپنے نفس کو چھڑاتا جا رہا ہے، وہ اسے آزاد کرا رہا ہے (دوزخ سے) اور کوئی ہلاک کرتا جا رہا ہے۔

اے کعب بن عجرۃ! نماز نیکیاں ہیں (جو باعثِ قربِ الٰہی ہیں)، روزہ ڈھال ہے۔ صدقہ گناہوں کو اسی طرح دُور کر دیتا ہے، جیسے طاقتور آدمی جھگڑوں کو دور کر دے۔ ایک روایت کے الفاظ یہ ہیں: جیسے پانی آگ کو بجھا دیتا ہے۔

صدقہ رب تعالیٰ کے غضب کو بجھاتا ہے اور بُری موت کو ہٹاتا ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ صدقہ کی وجہ سے بُری موت کے ستر دروازے بند کر دیتا ہے۔

حدیث شریف میں ہے: ہر آدمی (قیامت کے دن) اپنے صدقہ کے سایہ میں ہو گا، حتیٰ کہ لوگوں کے درمیان فیصلہ کر دیا جائے گا۔

ایک دوسری روایت میں ہے: انسان کبھی کچھ صدقہ کرتا ہے، تو اس کی وجہ سے شیطان کے ستر جال ٹوٹ جاتے ہیں۔

ایک بار جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا گیا: اے اللہ کے رسول! (صلی اللہ علیہ وسلم) کونسا صدقہ افضل ہے؟ فرمایا: تنگدست کی محنت (تنگدستی کے باوجود صدقہ کرے) اور جس کے (اخراجات) تیرے ذمے ہیں، ان سے (خرچ کرنا) شروع کرو۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک درہم (کا اجر) سو درہم سے بڑھ گیا۔ ایک شخص نے عرض کیا: یہ کیسے؟ اے اللہ کے رسول! (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ نے فرمایا: ایک آدمی کے پاس کثیر مال ہے، وہ اس کی ایک جانب سے سو درہم لے کر صدقہ کر دیتا ہے اور دوسرے آدمی کے پاس دو درہم ہیں، وہ ان میں سے ایک کا صدقہ کرتا ہے۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سوال کرنے والے کو (محروم) واپس نہ کرو چاہے ایک (بکری) کا کھر دینا پڑے۔

سات آدمی ایسے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ (عرش کا) سایہ عطا فرمائے گا جس دن اس کے سایہ کے سوا کوئی سایہ نہ ہوگا۔ ان میں سے ایک وہ ہے کہ جو صدقہ کرے اور اس قدر پوشیدہ رکھے کہ بائیں ہاتھ کو معلوم نہ ہو کہ دائیں ہاتھ نے کیا خیرات کیا ہے؟

بھلائی کے کام بُرے مقامات سے بچاتے ہیں اور پوشیدہ صدقہ رب تعالیٰ کا غصہ بجھاتا ہے اور صلہ رحمی عمر میں اضافہ کرتی ہے۔

طبرانی کی ایک روایت میں ہے کہ بھلائی کے کام بُرے مقامات سے بچاتے ہیں اور مخفی صدقہ رب تعالیٰ کے غصہ کو بجھاتا ہے اور صلہ رحمی عمر میں اضافہ کرتی ہے اور دنیا میں بھلائی کرنے والے ہی آخرت میں بھلائی والے ہیں اور دنیا میں بُرائی کرنے والے ہی آخرت میں بُرے لوگ ہیں اور جنت میں سب سے پہلے بھلائی کرنے والے داخل ہوں گے اور دوسری روایت میں، نیز احمد میں روایت ہے کہ اے اللہ کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) صدقہ کیا ہے؟ فرمایا: کئی کئی گنا، اور اللہ تعالیٰ کے پاس مزید ہے۔ پھر آپ نے یہ آیت پڑھی:

مَنْ ذَا الَّذِیْ یُقْرِضُ اللّٰہَ قَرْضًا	(کون ہے جو اللہ تعالیٰ کو اچھا قرض ادا
حَسَنًا فَیُضٰعِفَہٗ لَہٗ اَضْعَافًا کَثِیْرَۃً	کرے، پھر اسے دُگنا کرتا ہے کئی گنا)

(البقرۃ - ۲۴۵)

عرض کیا گیا: اے اللہ کے رسول! (صلی اللہ علیہ وسلم) کونسا صدقہ افضل ہے؟ آپ نے فرمایا: جو پوشیدہ طور پر فقیر کو دیا جائے اور تنگدستی میں مشقت اٹھا کر دیا جائے۔ پھر آپ نے یہ آیت پڑھی:

اِنْ تُبْدُوا الصَّدَقٰتِ فَنِعِمَّا ھِیَ	(اگر تم صدقات کو ظاہر کرو تو یہ بھی بہت بہتر

وَاِنْ تُخْفُوْهَا وَتُؤْتُوْهَا الْفُقَرَآءَ فَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ (البقرۃ - ۲۷۱)
ہے اور اگر انہیں چھپاؤ اور (چھپا کر) فقراء کو دو تو یہ تمہارے لیے (زیادہ) بہتر ہے۔)

• جو مسلمان کسی مسلمان کو برہنگی میں کپڑے پہنا دے، اللہ تعالیٰ اسے جنت کا سبز لباس پہنائے گا اور جو کسی مسلمان کو بھوک کی حالت میں کھانا کھلائے، اللہ تعالیٰ اسے جنت کے پھلوں سے کھلائے گا اور جو مسلمان کسی مسلمان کو پیاس کی حالت میں پلائے، تو اللہ تعالیٰ اسے مہر لگا ہوا خوشبودار مشروب پلائے گا۔

• مسکین پر صدقہ ایک صدقہ ہے اور رشتہ دار پر دو صدقہ اور صلہ رحمی ہے۔

• کونسا صدقہ افضل ہے؟ فرمایا: اس رشتہ دار پر جو تیری دشمنی چھپائے ہو۔

• جو ایک دودھ دینے والی (اونٹنی گائے وغیرہ) صدقہ کرے تاکہ وہ اس کا دودھ پیے، پھر واپس کر دے (یعنی دودھ پینے کے لیے دے) یا چاندی صدقہ کرے (یعنی درہم وغیرہ) یا اپنے رفیق سفر کو ہدیہ پیش کرے، ویسا ہے جیسے اس نے غلام آزاد کیا۔

• "ہر قرض صدقہ ہے۔" ایک روایت میں ہے کہ آپ نے ایک جماعت کے پاس فرمایا: میں نے معراج کی رات کو جنت کے دروازے پر لکھا ہوا دیکھا کہ صدقہ کا اجر دس گنا ہے اور قرض کا اجر اٹھارہ گنا ہے۔

• جو تنگدست پر آسانی کرے گا، اللہ تعالیٰ دنیا و آخرت میں اس پر آسانی (فراخی) فرمائیگا۔

• کونسا اسلام بہتر ہے؟ فرمایا: کھانا کھلاؤ، جس کو جانتے ہو یا نہیں جانتے، اسے سلام کرو۔

• مجھے ہر چیز کی خبر دیجئے، فرمایا: ہر چیز پانی سے پیدا ہوئی ہے۔ میں نے کہا: مجھے ایسی چیز بتائیے کہ اس پر عمل کروں، تو جنت میں داخل ہو جاؤں۔ فرمایا: کھانا کھلاؤ، سلام عام کرو، صلہ رحمی کرو، جب لوگ سو رہے ہوں، تو رات کو نماز (تہجد) پڑھو، تم سلامتی کے ساتھ جنت میں داخل ہو جاؤ گے۔

● رحمٰن کی عبادت کرو اور کھانا کھلاؤ اور سلام عام کرو، تم جنت میں سلامتی کے ساتھ داخل ہو جاؤ گے۔

● رحمت کے اسباب میں سے مسکین مسلمان کو کھانا کھلانا ہے۔

● جس نے اپنے بھائی کو کھلایا، حتیٰ کہ وہ سیر ہو گیا اور پانی پلایا حتیٰ کہ وہ سیراب ہو گیا، تو اللہ تعالیٰ اسے آگ سے سات خندق دور کر دے گا اور ہر دو خندقوں کے درمیان پانچ سو برس کی مسافت کا فاصلہ ہے۔

اللہ تعالیٰ قیامت کے دن فرماتے گا: اے ابن آدم! میں بیمار تھا۔ تو نے میری عیادت نہیں کی۔ بندہ عرض کرے گا۔ میں آپ کی عیادت کر سکتا تھا۔ آپ تو تمام جہانوں کے رب ہیں! اللہ تعالیٰ فرماتے گا: کیا تجھے معلوم نہیں تھا کہ میرا فلاں بندہ بیمار رہے، تو نے اس کی عیادت نہیں کی۔ کیا تجھے خبر نہیں، اگر تو اس کی عیادت کرتا، تو مجھے اس کے پاس پاتا۔ اے ابن آدم! میں نے تجھ سے کھانا مانگا، تو نے مجھے کھانا نہیں دیا۔ وہ عرض کرے گا: اے رب تعالیٰ! میں آپ کو کیسے کھلا سکتا تھا؟ آپ تو رب العلمین ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے گا، کیا تجھے معلوم نہیں کہ میرے بندے نے تجھ سے کھانا مانگا، مگر تو نے اسے نہیں کھلایا۔ کیا تجھے خبر نہیں کہ اگر تو اسے کھلاتا، تو اُسے میرے پاس پاتا۔ اے ابن آدم! میں نے تجھ سے پانی مانگا، مگر تو نے مجھے نہیں پلایا۔ وہ عرض کرے گا: اے رب تعالیٰ! میں آپ کو کیسے پلاتا، آپ تو رب العالمین ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے گا: میرے فلاں بندے نے تجھ سے پانی مانگا تھا تو نے اسے نہیں پلایا، کیا تجھے خبر نہیں اگر اسے پلاتا، تو اسے میرے پاس پاتا۔

باب ۶۱

مُسلمان بھائی کی حاجات میں کام آنا

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَتَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى (نیکی اور پرہیزگاری پر ایک دوسرے سے تعاون کرو) (المائدہ - ۲)

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص اپنے (مسلمان) بھائی کی مدد اور فائدہ میں چلا، تو اس کے لیے اللہ تعالیٰ کی راہ میں مجاہدین کا ثواب ہے۔ جناب رسول اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کی ایسی مخلوق ہے جن کو اس نے لوگوں کی ضروریات پوری کرنے کے لیے پیدا فرمایا ہے۔ اس نے اپنی قسم کھائی کہ انہیں آگ کا عذاب نہیں دے گا۔ جب قیامت برپا ہوگی، تو ان کے لیے نور کے منبر لگا دیئے جائیں گے، وہ اللہ تعالیٰ سے ہمکلام ہوں گے اور لوگوں کا حساب ہو رہا ہوگا۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو اپنے بھائی کی حاجت پوری کرنے کی کوشش کرے، چاہے وہ کام پورا ہو یا نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ اس کے سابقہ اور بعد والے گناہ معاف کر دے گا اور اس کے لیے دو برائتیں لکھ دے گا: ۱۔ آگ سے بری۔ ۲۔ نفاق سے بری۔

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص مسلمان بھائی کی حاجت پوری کرے تو میں اس کے میزان کے پاس کھڑا ہوں گا۔ اگر بھاری رہا تو ٹھیک، ورنہ میں اس کی سفارش کروں گا۔ اسے ابو نعیم نے الحلیۃ میں روایت کیا ہے۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو اپنے مسلمان بھائی کی حاجت میں چلا۔ اللہ تعالیٰ اس کے ہر قدم پر ستر نیکیاں لکھ

دے گا اور اس کی ستر برائیاں مٹا دے گا۔ اب اگر اس کی حاجت اس کے ذریعے پوری ہو گئی، تو وہ اس طرح گناہوں سے نکل گیا۔ جس طرح اس روز کہ اس کی ماں نے جنا۔ اگر اس دوران فوت ہو گیا، تو وہ بغیر حساب کے جنت میں داخل ہو گا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو آدمی اپنے مسلمان بھائی کے ساتھ اس کی ضرورت میں چلا اور اس میں اس کو نصیحت کی (درست مشورہ دیا) اللہ تعالیٰ اس کے اور دوزخ کے درمیان سات خندقیں حائل کر دے گا اور ایک خندق سے دوسری خندق تک اسقدر فاصلہ ہو گا جس قدر زمین و آسمان کے درمیان فاصلہ ہے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بعض اقوام کے پاس اللہ تعالیٰ کی نعمتیں ہیں، جب تک وہ لوگوں کی حاجات پوری کرنے میں لگے رہیں اور تنگ دل نہ ہوں، تب تک وہ نعمتیں ان کے پاس رہنے دیتا ہے اور جب وہ تنگ دل ہو جائیں، تو دوسروں کو دے دیتا ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تم جانتے ہو کہ شیر اپنی دھاڑ میں کیا کہتا ہے؟ صحابہ نے عرض کیا: اللہ اور اس کا رسول خوب جانتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: وہ کہتا ہے: اے اللہ! مجھے کسی بھلائی والے پر مسلط نہ کرنا۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک مرفوع روایت ہے: جب تم میں سے کسی کو کوئی ضرورت ہو تو وہ جمعرات کے دن سویرے سویرے ادھر جائے اور گھر سے نکلے تو یہ پڑھے: سورۂ آل عمران کی آخری آیات۔ آیۃ الکرسی، سورۂ القدر اور سورۂ الفاتحہ۔ اس لیے کہ ان سے دنیا و آخرت کی تمام حاجات پوری ہو جاتی ہیں۔

حضرت عبداللہ بن حسن بن حسین رضی اللہ عنہ، سے مروی ہے کہ میں حضرت عمر بن عبدالعزیز کے دروازے پر ایک ضرورت کی وجہ سے آیا، تو انہوں نے فرمایا: جب بھی آپ کو کچھ ضرورت ہو تو میری طرف آدمی بھیج دیں یا لکھ کر ارسال کر دیں (میں فوراً تعمیل ارشاد کروں گا)، میں اللہ سے حیا محسوس

کرتا ہوں کہ وہ آپ کو میرے دروازے پر دیکھے۔

ابن حبان اور حاکم نے روایت کیا کہ ایک آدمی حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور کہا: میں نے بڑا گناہ کیا ہے، کیا میرے لیے توبہ ہے؟ فرمایا: کیا تیری ماں ہے؟ کہا: نہیں! فرمایا: کیا تیری خالہ ہے؟ کہا: ہاں! فرمایا: پھر اس کے ساتھ بھلائی کرو۔

بخاری وغیرہ میں ہے کہ صلہ رحمی کرنے والا وہ نہیں، جو بدلہ میں (بھلائی) کرے، بلکہ صلہ رحمی کرنے والا وہ ہے کہ جب رحمی رشتہ دار اس سے قطع تعلق کریں، تو وہ صلہ رحمی کرے۔

مسلم میں ہے کہ یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) میرے قرابت میں صحیح رشتے دار ہیں اور وہ قطع تعلق کرتے ہیں اور میں ان پر احسان کرتا ہوں، وہ میرے ساتھ بدسلوکی کرتے ہیں اور میں تحمل کرتا ہوں اور وہ مجھ پر جہالت اختیار کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: اگر تم ایسے ہو جیسے تم نے کہا تو تم ان پر گرم راکھ ڈال رہے ہو اور تیرے ساتھ ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک مددگار (فرشتہ) رہے گا، جب تک تو اس حالت میں رہے گا۔

طبرانی اور صحیح ابن خزیمہ اور حاکم میں ہے اور اسے مسلم کی شرط پر صحیح بتایا کہ افضل ترین صدقہ وہ ہے جو بغض چھپانے والے رشتہ دار پر صدقہ کیا جائے۔

اس مفہوم میں حضور سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: "جو تجھ سے توڑے، تو اس سے جوڑ" بزاز، طبرانی اور حاکم نے روایت کیا اور اسے صحیح بتایا، البتہ یہ اعتراض ہے کہ اس میں کچھ ضعف ہے۔

حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرمایا: اس ذات کی قسم! جو تمام آوازوں کو سنتا ہے جس نے بھی کسی کے دل پر مسرت کا سامان کیا تو اللہ تعالیٰ اس مسرت سے لطف (مہربانی) پیدا کرے گا۔ اگر اس پر کوئی آفت آئی تو وہ لطف تیزی سے اس کی جانب دوڑے گا، آخرکار اسے اس طرح دور کر دے گا جس طرح ایک اجنبی اونٹ کو گلے سے دور کر دیا جاتا ہے۔ نیز فرمایا: ایک حاجت کا نااہل کے پاس تلاش کرنا، اس سے بہتر ہے کہ وہ حاجت تبی

ختم کر دی جائے۔ یہ بھی فرمایا کہ اپنے بھائی کے پاس بار بار حاجات کے لیے نہ جاؤ، اس لیے کہ بچھڑا ماں کے تھنوں کا حد سے زیادہ دودھ پیتا ہے، تو وہ اسے سینگ مارتی ہے۔

ایک شاعر نے خوب کہا ہے ؎

لَا تَقْطَعَنَّ عَادَةَ الْاِحْسَانِ عَنْ اَحَدٍ
مَا دُمْتَ تَقْدِرُ وَالْاَیَّامُ تَارَاتٌ

(کسی پر احسان کر، نیکی کی عادت ختم نہ کرو، جب تک اس کی ہمت ہو اور انعامات جوش میں ہیں)

وَاذْكُرْ فَضِيْلَةَ صُنْعِ اللهِ اِذْ جُعِلَتْ
اِلَيْكَ لَا لَكَ عِنْدَ النَّاسِ حَاجَاتٌ

(اور اللہ تعالیٰ کا فضل و احسان دیکھو کہ اس نے تجھ پر فضل کیا، لوگوں کے پاس تیری کچھ حاجت نہیں)

ایک اور شاعر کا کلام ہے ؎:

اِقْضِ الْحَوَائِجَ مَا اسْتَطَعْتَ ‏ وَكُنْ لِهَمِّ اَخِيْكَ فَارِجْ

(جس قدر ہمت ہو، حاجات پوری کرو، اور اپنے بھائی کا غمگسار بن جاؤ)

فَلَخَيْرُ اَيَّامِ الْفَتٰى ‏ يَوْمٌ قُضِيَ فِيْهِ الْحَوَائِجْ

(اس لیے کہ جوان کے بہترین ایام وہ ہیں، جن میں لوگوں کی ضروریات میں کام آتے)

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس کے لیے خوشخبری ہے جس کے ہاتھوں پر بھلائی جاری کر دی گئی، اور بربادی ہے اس کے لیے جس کے ہاتھوں پر برائی جاری ہو۔

باب ۔ ۶۳

وضو کی فضیلت

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے وضو کیا اور خوب وضو کیا اور دو رکعت اس طرح پڑھیں کہ ان میں دنیا کی کسی چیز کا خیال نہیں آیا، وہ گناہوں سے اس طرح نکل گیا جس طرح اس دن تھا کہ جب اس کی ماں نے اسے جنا۔

دوسری روایت میں ہے: اور ان میں بھولا نہیں، تو اس کے سابقہ گناہ معاف کر دیئے گئے۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا میں تمہیں وہ نہ بتاؤں کہ جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ تمہارے گناہوں کو معاف کر دے۔ تمہارے درجات بلند کرے (وہ یہ ہیں) مشکلات میں بھی وضو مکمل کرنا، مساجد کی طرف (کثرت سے) قدم اٹھانا، نماز کے بعد دوسری نماز کا انتظار کرنا۔ یہی ہے رباط (سرحد اسلامی پر پہرہ دینا) تین بار یہ فرمایا۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بار (اعضاء دھوکر) وضو کیا اور فرمایا: یہ وضو وہ ہے جس کے بغیر اللہ تعالیٰ نماز قبول نہیں کرتا اور (پھر) دو دو بار وضو کیا اور فرمایا: جو دو دو بار وضو کرے۔ اللہ تعالیٰ اسے دوہرا اجر عطا فرمائے گا۔ (پھر) آپ نے تین تین بار وضو کیا اور فرمایا: میرا وضو ہے اور مجھ سے انبیاء علیہم السلام کا وضو ہے اور حضرت ابراہیم علیہم السلام کا وضو ہے۔

حضور سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے وضو کرتے وقت اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا۔ اللہ تعالیٰ اس کا سارا بدن گناہوں سے پاک کر دے گا جس نے اللہ تعالیٰ کا ذکر نہ کیا، اس کو پاک نہیں کرے گا، سوائے ان مقامات کے جہاں پانی لگا۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے وضو پر دوبارہ وضو کیا تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے دس نیکیاں لکھ دے گا۔ آپ نے فرمایا: وضو پر وضو کرنا نورٌ علیٰ نور ہے۔ یہ سب فرامین تجدیدِ وضو کے لیے ترغیب کے طور پر ہیں۔

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب مسلمان بندہ وضو کرتا ہے اور کلی کرتا ہے تو اس کے منہ سے تمام گناہ نکل جاتے ہیں، جب ناک میں پانی ڈالتا ہے، تو ناک سے اس کے تمام گناہ نکل جاتے ہیں۔ جب وہ دونوں بازو دھوتا ہے، تو اس کے تمام ہاتھوں (اور بازوؤں) کے گناہ ناخنوں کے نیچے تک سے نکل جاتے ہیں، جب وہ سر کا مسح کرتا ہے تو اس کے سر سے حتیٰ کہ اس کے کانوں کے نیچے سے بھی گناہ نکل جاتے ہیں اور جب وہ پاؤں دھوتا ہے، تو اس کے پاؤں سے حتیٰ کہ ان کے ناخنوں سے بھی گناہ نکل جاتے ہیں۔ پھر اس کا مسجد کی طرف جانا اور اس کا نماز پڑھنا سب نفل (زائد اجر) بن جاتا ہے۔

مروی ہے کہ باوضو، روزے دار کی طرح ہے۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے وضو کیا اور خوب وضو کیا اور آسمان کی طرف نگاہ اٹھائی اور یہ کہا:

اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ۔

(میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ تنہا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اس کے بندے اور رسول ہیں)

تو اس کے لیے جنت کے آٹھوں دروازے کھول دیے جاتے ہیں، جس سے چاہے اندر داخل ہو۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا فرمان ہے: اچھا وضو، اس سے شیطان کو دور کرتا ہے۔ حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: جو شخص یہ کر سکے کہ باوضو ذکر اللہ کرے اور

استغفار کرے، رات گزارے، تو وہ ضرور کرے، اس لیے کہ ارواح کو جس حالت میں قبض کیا جاتے گا، اسی حالت میں اٹھایا جائے گا۔ (یعنی باوضو ذکر کرتے کرتے سو جائے)

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں سے ایک صحابی کو مصر کی طرف خانہ کعبہ کا غلاف لینے کے لیے بھیجا۔ وہ صحابی شام کے ایک علاقے میں ایک درویش کے مکان کے قریب اترے اور درویش بڑا عالم تھا حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قاصد نے چاہا کہ اس درویش سے مل کر کچھ معلوم کرے۔ دروازہ کھلوایا، مگر انہوں نے دروازہ کھولنے میں دیر کر دی۔ آخر کار وہ درویش کے پاس اندر گئے اور اس کا علم سنا اور خوب محسوس کیا۔ پھر دروازے پر دیر تک کھڑا رکھنے کی وجہ پوچھی، تو درویش نے کہا: جب ہم نے دیکھا کہ آپ ہماری طرف سلطانی رعب کے ساتھ تشریف لا رہے ہیں، تو ہم آپ سے ڈر گئے اور دروازے پر آپ کو روک دیا، اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السّلام کو فرمایا: اے موسیٰ! جب تم کسی سلطان سے ڈرو تو وضو کیا کرو اور گھر والوں کو بھی وضو کرنے کا حکم دو، اس لیے کہ جو شخص وضو کر لیتا ہے، وہ خطرے سے میری امان میں ہوتا ہے۔ یہ سبب تھا کہ ہم نے دروازہ بند کر دیا اور میں نے وضو کیا اور تمام اہلِ خانہ نے وضو کیا اور ہم نے نماز پڑھی۔ اب ہم امن میں آ گئے، پھر آپ کے لیے دروازہ کھولا۔

باب ۶۳

نمازوں کے فضائل

چونکہ سب سے افضل ترین عبادت نماز ہے، اس لیے ہم نے قرآن مجید کی اتباع کرتے ہوئے دوبارہ اس کے فضائل پر کلام کیا ہے اور گزشتہ کے علاوہ مزید مفید معلومات پیش کی جاتی ہیں۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: بندے پر سب سے بڑا احسان یہ ہے کہ اسے دو رکعت نماز ادا کرنے کی توفیق دی گئی۔

حضرت محمد بن سیرین رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان ہے: اگر مجھے جنت اور دو رکعت کے درمیان ایک کا اختیار ملے، تو میں دو رکعت اختیار کر لوں گا، اس لیے کہ دو رکعتوں میں اللہ تعالیٰ کی رضا ہے اور جنت میں میری رضا ہے۔

منقول ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے سات آسمان پیدا فرمائے، تو انہیں فرشتوں سے بھر دیا، وہ نماز پڑھ کر عبادت کرتے ہیں اور ایک گھڑی بھی تساہل نہیں کرتے — اللہ تعالیٰ نے ہر آسمان والوں کے لیے ایک خاص قسم مقرر فرما دی۔ چنانچہ بعض آسمان والوں پر یہ عبادت مقرر ہوئی کہ وہ صور پھونکنے تک پاؤں پر کھڑے رہیں۔ ایک آسمان والے سجدہ میں پڑے ہیں۔ ایک آسمان والوں کے پَر اللہ تعالیٰ کے جلال کے سامنے گرے ہوتے ہیں۔ علیین والے عرش والے کھڑے عرشِ معلّیٰ کے گرد طواف کر رہے ہیں، اور اللہ تعالیٰ کی حمد و تسبیح کہہ رہے ہیں اور زمین والوں کے لیے دعائے بخشش مانگ رہے ہیں۔ مسلمانوں کی فضیلت کی خاطر ان سب کو ایک نماز میں جمع کر دیا تاکہ انہیں ہر آسمان والوں کی عبادت میں سے حصہ مل جائے اور قرآن مجید کی تلاوت کی مزید توفیق عطا فرمائی اور

ان سے مطالبہ کیا کہ شکر کریں۔ اس کا شکر یہ ہے کہ قرآن مجید کو اس کی شرائط و حدود کے مطابق نافذ کریں، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

اَلَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِالْغَیْبِ وَیُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوۃَ وَمِمَّا رَزَقْنٰھُمْ یُنْفِقُوْنَ (البقرہ۔۳) (جو لوگ غیب پر ایمان رکھتے ہیں اور نماز قائم کرتے ہیں اور ہم نے جو انہیں روزی دی، اس سے خرچ کرتے ہیں)

اور فرمایا:

وَاَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ (البقرۃ۔۴۳) (اور نماز قائم کرو)

ایک جگہ فرمایا:

وَاَقِمِ الصَّلٰوۃَ (طٰہٰ۔۱۴) (اور نماز قائم کر)

ایک جگہ فرمایا:

وَالْمُقِیْمِیْنَ الصَّلٰوۃَ (النساء۔۱۶۲) (اور وہ نماز قائم کرنے والے ہیں)

قرآن مجید میں نماز کا جہاں بھی ذکر ہوتا ہے، یہی آتا ہے کہ "نماز قائم کرو"۔ اور جب منافقین کے حالات بیان کیے تو فرمایا:

فَوَیْلٌ لِّلْمُصَلِّیْنَ الَّذِیْنَ ھُمْ عَنْ صَلٰوتِھِمْ سَاھُوْنَ۔ (الماعون) (پس خرابی ہے ان نمازیوں کے لیے جو اپنی نمازوں سے غافل ہیں)

چنانچہ ان کو نمازی کا نام دیا، مگر اہلِ ایمان کو نماز قائم کرنے والے کہا گیا: اس کی وجہ یہ ہے کہ نمازی بہت ہیں، مگر نماز قائم کرنے والے بہت تھوڑے ہیں۔ غافلین رواج کے طور پر اعمال کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے سامنے پیشی کو یاد نہیں رکھتے کہ قبول ہو گی یا کہ رد ہو جائے گی۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے، آپ نے فرمایا: تم میں سے بعض ایسے بھی ہیں کہ وہ نماز پڑھتے ہیں، مگر ان کی نماز کا تہائی یا چوتھائی یا پانچواں یا چھٹا حصہ حتیٰ کہ

دسواں حصہ تک کا نام لیا کہ لکھا جاتا ہے یعنی نماز اسی قدر لکھی جاتی ہے جو سمجھ کر اور انابت کے ساتھ (مع شرائط) کے ادا کی۔

ایک روایت میں ہے، حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے اللہ تعالیٰ کی طرف قلبی توجہ رکھتے ہوئے دو رکعت پڑھیں۔ وہ گناہوں سے اس طرح نکل گیا جیسے کہ اس کی ماں نے اسے آج پیدا کیا۔ بندے کی نماز کی عظمتِ شان تب ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف توجہ رکھے اور اگر نماز کی طرف توجہ نہ ہو اور نفسانی وساوس میں مبتلا ہو تو وہ اس کی طرح ہے کہ جو بادشاہ کے دروازے پر پہنچے اور اپنی خطاؤں کی معافی مانگ رہا ہو جب ٹھیک دروازے پر پہنچے، تو اس کے سامنے کھڑا ہو جاتے اور بادشاہ کی توجہ اس کی طرف ہو جائے تو یہ آدمی دائیں بائیں دھیان دے رہا ہو تو ظاہر ہے کہ بادشاہ اس کی ضرورت پوری نہیں کرے گا، بلکہ جس قدر اس کا بادشاہ کی طرف دھیان ہوگا، اسی قدر اس کی بات مانے گا۔ اسی طرح نماز کا معاملہ ہے۔ جب بندہ نماز سے غفلت کی حالت میں نماز پڑھ رہا ہو تو قبول نہیں ہوگی۔ یاد رہے کہ نماز ایک ولیمہ کی طرح ہے جو بادشاہ دے رہا ہو اس میں طرح طرح کے کھانا، پینے کا سامان ہو، ہر قسم اور ہر رنگ کے مزیدار کھانے ہوں، پھر وہ لوگوں کو ولیمہ کی دعوت دے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے نماز کی طرف لوگوں کو بلایا، اس میں طرح طرح کے افعال اور مختلف اذکار ہیں، چنانچہ نماز کے ساتھ عبادت کرنا، دراصل ہر قسم کی عبادت سے لذت یاب ہونا ہے۔ افعال کھانوں کی طرح ہیں اور اذکار مشروبات کی طرح۔

منقول ہے کہ نماز میں بارہ ہزار خصائل ہیں، پھر ان بارہ ہزار خصائل کو بارہ ہزار خصائل میں جمع کر دیا۔ اب جو نماز پڑھنا چاہے، وہ ان بارہ خصائل کا عہد کرے تاکہ اس کی نماز مکمل ہو۔ چھ تو نماز میں داخل ہونے سے پہلے ہیں اور چھ اس کے اندر ہیں۔

۱۔ علم، اس کے لیے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: علم کی حالت میں تھوڑا عمل بھی جہالت کی حالت میں زیادہ عمل سے بہتر ہے۔

۲۔ وضو، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ طہارت کے بغیر نماز قبول نہیں۔

۳۔ لباس، اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

خُذُوا زِيْنَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ (ہر نماز کے وقت اپنی زینت لو)

(الاعراف - ۳۱) یعنی ہر نماز کے وقت لباس پہنو (یا بہتر لباس پہنو۔

۴۔ محافظتِ وقت، اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

اِنَّ الصَّلٰوةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ كِتٰبًا مَّوْقُوْتًا (النساء - ۱۰۳) (بیشک مسلمانوں پر نماز لکھی ہوئی (فرض کی گئی) ہے، وقتِ مقررہ ہیں)

یعنی مقررہ وقت میں فرض ہے۔

۵۔ قبلہ رُخ ہونا، اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَحَيْثُ مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ شَطْرَهٗ - (البقرۃ - ۱۴۴) (پس اپنا چہرہ مسجد حرام کی طرف پھیر لو اور جہاں بھی تم ہو، اپنے چہرے اس طرف کرو)

۶۔ نیت، اس لیے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمام اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے اور ہر آدمی کے لیے وہی ہے جو اس کی نیت ہے۔

۷۔ تکبیر، اس لیے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ نماز کی تحریم تکبیر ہے (یعنی اللہ اکبر کہا تو نماز شروع ہو گی اور خلافِ نماز ہر کام حرام ہوا) اور نماز سے حلال ہونا (باہر آنا) سلام کے ذریعہ ہو گا۔

۸۔ قیام کرنا، اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

وَقُوْمُوْا لِلّٰهِ قٰنِتِيْنَ (البقرۃ ۲۳۸) (اور کھڑے ہو اللہ کیلیے چپکے (یعنی ادب کے ساتھ نماز کھڑے ہو کر پڑھو۔

۹۔ فاتحہ، اس لیے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کا فرمان ہے:

فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْاٰنِ۔ (پس پڑھو قرآن جس قدر آسان ہو)

(المزمل۔ ۲۰)

۱۰۔ رکوع کرنا، اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

وَارْكَعُوْا (البقرۃ۔ ۴۳) (اور رکوع کرو)

۱۱۔ سجدہ کرنا، اس لیے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ کا فرمان ہے:

وَاسْجُدُوْا (الحج۔ ۷۷) (اور سجدہ کرو)

۱۲۔ قعود، اس لیے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: جب آدمی آخری سجدہ سے سر اٹھائے، تو بقدرِ تشہد بیٹھے، تو اس کی نماز مکمل ہو گئی۔

جب یہ بارہ خصائل جمع ہو جائیں، تو اب ضرورت ہے کہ مہر لگائی جائے اور مہر اخلاص ہے تاکہ یہ چیزیں مکمل ہو جائیں اور اللہ تعالیٰ نے خالص اپنی ہی عبادت کرنے کا حکم دیا۔

اور علم حاصل کرنے کی تین وجوہ ہیں: ایک یہ کہ فرض، سنت کا علم ہو۔ دوسرا یہ کہ وضو کے فرائض اور سنن کا علم حاصل کرے، اس سے ہی نماز کی تکمیل ہو گی۔ تیسرا یہ کہ شیطان کے فریب کو سمجھے اور پوری ہمت کے ساتھ اس کا مقابلہ کرے۔

اور وضو کی تکمیل تین چیزوں سے ہوتی ہے۔ ایک یہ کہ کینے، حسد اور دھوکہ سے دل کو پاک کرے اور دوسرا یہ کہ بدن کو گناہوں سے پاک کرے۔ تیسرا یہ کہ پانی میں اسراف کیے بغیر اعضائے بدن کو دھوئے۔

لباس کی طہارت تین چیزوں سے ہوتی ہے: ۱۔ لباس حلال مال سے بنائے۔ ۲۔ ظاہری گندگی سے پاک ہو۔ ۳۔ سنت کے مطابق ہو، فخر اور دکھاوے کے لیے نہ ہو۔

محافظت وقت میں تین باتیں ہیں: ۱۔ تیری نگاہ سورج چاند ستاروں پر رہے کہ کب نماز کا وقت آئے اور پڑھے۔ ۲۔ تیرا کان اذان کی طرف لگا رہے۔ ۳۔ تیرا دل ہمیشہ وقت کا پابند اور دھیان دینے والا ہو۔

قبلہ رُخ ہونے میں تین باتیں ہیں: ۱۔ تمہارا چہرہ قبلہ کی طرف رہے۔ ۲۔ دل کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی طرف توجہ رکھے، ۳۔ اللہ تعالیٰ کے سامنے خشوع و خضوع اختیار کرے۔

نیت کی تکمیل میں تین چیزیں ہیں: ۱۔ تم جانتے ہو کہ کونسی نماز پڑھ رہے ہو۔ ۲۔ تم جانتے ہو کہ اللہ تعالیٰ کے سامنے کھڑے ہو اور وہ تمہیں دیکھ رہا ہے، چنانچہ خوف کی حالت میں قیام ہو۔ ۳۔ تم جانتے ہو کہ تمہارے دل میں کیا ہے؟ تاکہ دل کو دنیادی تفکرات سے خالی کردو۔

تکبیر کی تکمیل تین چیزوں سے ہوگی: ۱۔ صحیح اور پختہ تکبیر کہو، ۲۔ کانوں کے برابر اپنے دونوں ہاتھ اٹھاؤ۔ ۳۔ تمہارا دل حاضر ہو، چنانچہ اللہ تعالیٰ کی عظمت کا خیال کرکے تکبیر کہو۔

تکمیلِ قیام کے لیے تین چیزیں ضروری ہیں: ۱۔ تیری نظریں سجدہ کی جگہ پر ہوں۔ ۲۔ تیرا دل اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ رہے۔ ۳۔ تو دائیں بائیں التفات نہ کرے۔

قرأت کی تکمیل کے لیے تین باتیں ضروری ہیں: ۱۔ ترتیل کے ساتھ بہتر انداز میں صحیح قرأت کے ساتھ سورۂ فاتحہ پڑھے۔ ۲۔ غور و فکر کے ساتھ پڑھے اور اس کے معانی پر دھیان دے، ۳۔ جو پڑھے اس پر عمل کرے۔

رکوع کی تکمیل میں تین باتیں ضروری ہیں: ۱۔ تیری پشت سیدھی رہے نہ اونچی ہو نہ نیچی۔ ۲۔ تیرے دونوں ہاتھ گھٹنوں پر رہیں اور اپنی انگلیوں کے درمیان فراخی رکھو۔ ۳۔ اطمینان کے ساتھ رکوع کرے اور تسبیحات پڑھے جس میں خدا کی عظمت کا خیال رکھے۔

سجدہ کی تکمیل تین باتوں سے ہوتی ہے: ۱۔ اپنے دونوں ہاتھ کانوں کے برابر رکھے، ۲۔ اپنے بازو زیادہ نہ پھیلائے۔ ۳۔ پُرسکون رہے اور تسبیح کہے۔

قعدہ کی تکمیل میں تین باتیں ضروری ہیں: ۱۔ بائیں پاؤں پر بیٹھے اور دایاں پاؤں کھڑا رکھے۔ ۲۔ تشہد کی دُعا پڑھے اور تشہد میں عظمتِ خداوندی کا خیال رکھے، اپنے لیے اور تمام اہل ایمان کے لیے دعا کرے۔ ۳۔ مکمل کرکے سلام پھیرے۔

سلام کی تکمیل اس طرح ہوتی ہے کہ قلبی طور پر نیت صادق ہو۔ دائیں جانب کے محافظ فرشتوں اور مردوں اور عورتوں پر سلام کرے۔ اسی طرح بائیں طرف معاملہ کرے اور کندھوں سے آگے نظریں نہ بڑھائے۔

اخلاص کی تکمیل کے لیے تین باتیں ضروری ہیں: ۱۔ تو اپنی نماز کے لیے اللہ تعالیٰ کی رضا چاہے اور لوگوں کی رضا نہ چاہے۔ ۲۔ یہ یقین رکھے کہ سب توفیق اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوئی۔ ۳۔ اس کی حفاظت کرے تاآنکہ قیامت تک ٹھیک رہے، اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ (جو نیکی لائے) اور یہ نہیں کہا:

مَنْ عَمِلَ بِالْحَسَنَةِ (جو نیکی پر عمل کرے)

(یعنی یہ ضروری ہے کہ ایسی نیکی ہو کہ وہ محفوظ رہے)

باب ۶۴

قیامت کے ہولناک مناظر

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں: میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا، کیا قیامت کے دن ایک دوست اپنے دوست کو یاد کرے گا؟ آپ نے فرمایا، تین مقامات پر کوئی (یاد) نہیں کرے گا! میزان کے وقت حتیٰ کہ معلوم کرے کہ ترازو ہلکا ہوا یا بھاری ہوا، اور اعمال نامے کے ملنے کے وقت کہ (یہ) جازم نہ ہو جائے کہ اعمال نامہ دائیں ہاتھ ملا یا بائیں ہاتھ۔ اور جس وقت دوزخ سے ایک گردن نکلے گی وہ ان پر لپٹ کر کہے گی: مجھے اللہ تعالیٰ نے تین پر مسلط کیا۔ اس پر جو ساتھ بنائے جو اللہ تعالیٰ

کے ساتھ کسی دوسرے کو پکارے (حاجات میں خدا بنا کر، یا عبادت کرے) اور ہر سرکش ظالم پر اور ہر اس آدمی پر جو قیامت کے دن پر ایمان نہ رکھتا ہو، وہ ان پر لپٹ کر انہیں دوزخ کے سخت عذاب میں ڈال دے گی اور دوزخ پر بال سے باریک پُل ہے اور تلوار سے تیز ہے، اس پر کانٹے اور کانٹے دار پودے ہوں گے۔ بعض لوگ اس پر سے بجلی کی سی تیزی کے ساتھ گزر جائیں گے اور بعض تیز آندھی کی طرح۔ الحدیث۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کو پیدا فرمایا تو صور کو پیدا فرمایا اور حضرت اسرافیل علیہ السلام کو دیا، وہ اسے منہ میں لیے عرش کی طرف نظر لگائے، اس انتظار میں ہیں کہ کب حکم ہو؟ (تو فوراً پھونک دوں) راوی فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! (صلی اللہ علیہ وسلم) صور کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: نور کا ایک سینگ ہے جس کی وسعت آسمانوں اور زمین کے برابر ہے، اس میں تین بار پھونک لگائی جائے گی۔ ایک بار نفخۃ الفزع (گھبراہٹ کی پھونک)، ایک نفخۃ الصعقۃ (بے ہوشی کی پھونک) اور ایک نفخۃ البعث (دوبارہ زندہ کرنے کی پھونک) لگائی جائے گی؛ چنانچہ اسی سے ارواح نکلیں گی جیسے آسمان و زمین مکھیوں سے بھر جاتے۔ پھر وہ ناک کے راستے سے اجسام میں داخل ہوں گی۔ پھر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں پہلا وہ ہوں کہ جس کی قبر پھٹے گی۔

ایک دوسری روایت میں ہے کہ جب اللہ تعالیٰ حضرت جبرائیل، حضرت میکائیل اور حضرت اسرافیل علیہم السلام کو زندہ کریں گے، تو وہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کی جانب اتریں گے اور ان کے پاس بُراق اور جنت کا لباس ہو گا۔ آپ کی قبر مبارک پھٹے گی، تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت جبرائیل علیہ السلام کی طرف دیکھ کر فرمائیں گے: اے جبرائیل! یہ کیا دن ہے؟ وہ کہیں گے: یہ قیامت کا دن ہے۔ یہ حق ہونے والی کا دن ہے، یہ کھڑکھڑانے والی کا دن ہے۔ آپ فرمائیں گے: اے جبرائیل! اللہ تعالیٰ

نے میری امت کے ساتھ کیا سلوک فرمایا ہے؟ حضرت جبریل علیہ السلام کہیں گے:
آپ خوش ہو جائیے۔ سب سے پہلے آپ (کی قبر کی) زمین پھٹی ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اے جن و انس کے گروہ! میں نے تمہیں نصیحت کی، اب یہ تمہارے اعمال ناموں میں تمہارے اعمال ہیں جو بھلائی پائے، وہ اللہ تعالیٰ کی حمد کہے جو اس کے علاوہ کچھ پائے، تو وہ اپنے سوا کسی کو ملامت نہ کرے۔

حضرت یحییٰ بن معاذ رازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ان کی مجلس میں کسی نے یہ آیت پڑھی:

يَوْمَ نَحْشُرُ الْمُتَّقِيْنَ اِلَى الرَّحْمٰنِ وَفْدًا ۙ وَّنَسُوْقُ الْمُجْرِمِيْنَ اِلٰى جَهَنَّمَ وِرْدًا۔ (مریم - ۸۶)

(اور اس دن ہم پرہیزگاروں کو رحمٰن کی طرف مہمان (کے طور پر) جمع کریں گے، یعنی سوار کی حالت میں اور ہم گناہ گاروں کو پیاس کی حالت میں دوزخ کی طرف ہانکیں گے)

یعنی پیدل، پیاسے، تو فرمایا: اے لوگو! ٹھہرو، ٹھہرو، کل تمہیں میدان محشر میں جمع کیا جائے گا۔ تم ہر جانب سے گروہ در گروہ آتے ہو گے اور اللہ تعالیٰ کے سامنے تنہا تنہا کھڑے ہو گے، تم سے ہر ایک بات کی پرسش ہوگی۔ اولیاء کرام کو رحمٰن تعالیٰ کے سامنے باعزت وفود کی صورت میں لے جایا جائے گا اور گناہ گاروں کو اللہ تعالیٰ کے عذاب کے سپرد کیا جائے گا، وہ دوزخ میں گروہ در گروہ داخل ہوں گے۔ اے میرے بھائیو! تمہارے سامنے وہ دن ہے جو تمہارے گنتی کے پچاس ہزار سال کے برابر طویل دن ہے۔ وہ دن صور پھونکنے کا دن ہے۔ وہ دن شدید تنگی کا دن ہے، جس دن بعض چہرے سفید ہوں گے اور بعض چہرے سیاہ ہوں گے جس دن مال اور اولاد کچھ فائدہ نہیں دے گی، سوائے اس کے کہ وہ سلیم دل لے کر اللہ تعالیٰ کے پاس حاضر ہو، اس دن ظالموں کو معذرت کچھ کام نہیں دے گی اور ان پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہوگی، ان کے لیے برا ٹھکانہ ہوگا۔

حضرت مقاتل بن سلیمان رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان ہے: قیامت کے دن مخلوق ایک سو برس تک خاموش کھڑی رہے گی اور بات نہیں کرے گی، اور ایک سو برس تک اندھیرے میں حیران رہے گی اور ایک سو برس تک اپنے رب تعالیٰ کے پاس اضطراب میں اور ایک دوسرے کے ساتھ جھگڑتے ہوں گے اور قیامت کا پچاس ہزار سال کا طویل دن ایک مخلص ایماندار پر ہلکی فرض نماز کی مدت کی طرح گزر جائے گا۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے، بندے کے قدم تب تک نہیں ہٹیں گے، جب تک کہ اس سے چار باتوں کے بارے میں سوال نہ ہو جائے۔

۱۔ عمر کس کام میں فنا کر دی؟ ۲۔ بدن کس کام میں بوسیدہ کر دیا؟
۳۔ علم پر کس قدر عمل کیا؟ ۴۔ مال کہاں سے کمایا اور کہاں پر خرچ کیا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر نبی کے لیے ایک مقبول دعا تھی جو انہوں نے دنیا میں ہی مانگ لی اور میں نے اپنی دُعا اپنی اُمت کی شفاعت کے لیے چھپا رکھی ہے۔

اے اللہ! ہمیں بھی حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وبارک وسلم کی شفاعت نصیب فرما۔ آمین!

باب ۶۵

دوزخ اور میزان کا بیان

اگرچہ اس کا ذکر پہلے بھی ہو چکا ہے، مگر تکمیلِ فائدہ اور نصیحت کی خاطر اسے دوبارہ بیان کرنے میں کچھ ہرج نہیں۔ ہو سکتا ہے کہ دوبارہ بیان کرنے سے غافل اور خراب دلوں کو فائدہ ہو۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں دوزخ کے احوال کا بار بار ذکر کیا ہے تاکہ اہلِ خرد نصیحت حاصل کریں۔ دنیا فانی ہے اور آخرت ہی بہتر اور باقی رہنے والی ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے دوزخ سے محفوظ رکھے۔ دوزخ کے حالات کے بارے میں حدیث ہے کہ جہنم سیاہ اندھیر ہے، اس میں کچھ روشنی نہیں، کوئی شعلہ (روشنی کے لیے) نہیں، اس کے سات دروازے ہیں۔ ہر دروازے پر ستر ہزار پہاڑ ہیں اور ہر پہاڑ میں ستر ہزار آگ کے شعبے ہیں اور ہر شعبہ ستر ہزار آگ کے قطعات پر مشتمل ہے۔ ہر قطعہ میں آگ کی ستر ہزار وادیاں ہیں اور ہر وادی میں ستر ہزار آگ کے مکان ہیں اور ہر مکان میں ستر ہزار آگ کے کمرے ہیں اور ہر کمرے میں ستر ہزار سانپ اور بچھو بھی ستر ہزار ہیں اور ہر بچھو کی ستر ہزار دُمیں ہیں اور ہر دُم میں ستر ہزار زہر کی تھیلیاں ہیں۔ جب قیامت کا دن ہوگا، تو ان سے پردہ ہٹا دیا جائے گا اور وہ دیوار کی طرح جماعتی صورتوں میں، ثقلین (جن و انس) کے دائیں اڑیں گے، دیواروں کی طرح بائیں اڑیں گے۔ دیواروں کی طرح ان کے سامنے اڑیں گے، دیواروں کی طرح ان کے اوپر اڑیں گے اور کچھ پیچھے اڑیں گے۔ جب جن و انس انہیں دیکھیں گے، تو گھٹنوں کے بل گر پڑیں گے اور سب آواز دیں گے: اے رب تعالیٰ ہمیں بچالے۔

مسلم کی روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن

دوزخ کو اس حال میں لایا جائے گا کہ اس کی ستر ہزار لگامیں ہوں گی۔ ہر لگام کے ساتھ ستر ہزار فرشتے اسے گھسیٹتے ہوں گے۔

حدیث پاک میں ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دوزخ کے فرشتوں کی عظمت (بدن) کے بارے میں فرمایا جس کی طرف اللہ تعالیٰ نے اشارہ فرمایا ہے:

غِلَاظٌ شِدَادٌ (التحریم - ۶) (تند اور سخت ترین ہیں)

فرمایا: ہر فرشتہ اس قدر بڑا ہوگا کہ اس کے دونوں کندھوں کے درمیان سال بھر کی مسافت کا فاصلہ ہوگا، اور ان میں سے ہر ایک کی قوت کا یہ حال ہوگا کہ اگر وہ اپنے ہاتھ کا ہتھوڑا کسی پہاڑ پر مارے، تو اسے ہموار کر دے۔ وہ ہر ضرب کے ساتھ ستر ہزار دوزخیوں کو دوزخ کی گہرائی میں ڈال دے گا۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

عَلَيْهَا تِسْعَةَ عَشَرَ (المدثر - ۳۰) (اس (دوزخ) پر انیس (فرشتے) ہیں)

ان سے مراد زبانیہ (شدید عذاب کے فرشتے) ہیں، ورنہ تو دوزخ کے فرشتوں کی تعداد صرف اللہ تعالیٰ ہی کو معلوم ہے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَمَا يَعْلَمُ جُنُودَ رَبِّكَ إِلَّا هُوَ - (المدثر - ۳۱) (اور تیرے رب کے لشکروں کو صرف وہی جانتا ہے)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے دریافت کیا گیا کہ دوزخ کی وسعت کس قدر ہے؟ فرمایا: اللہ تعالیٰ کی قسم! میں اس کی وسعت نہیں جانتا؛ البتہ ہمیں یہ روایت پہنچی ہے کہ ہر زبانیہ کے کان کی لَو اور اس کے کندھے کے درمیان ستر سال کی مسافت کا فاصلہ ہے اور ان میں خون اور پیپ کی وادیاں بہہ رہی ہیں۔

ترمذی شریف کی حدیث میں ہے کہ دوزخ کی ہر دیوار کی موٹائی چالیس سال (کی مسافت کے) برابر ہے۔

مسلم کی روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہاری یہ آگ دوزخ کی ستر (درجہ تیز) آگ کے اجزاء میں سے ایک جزو ہے (ستر گنا کم تیز ہے) صحابہ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! (صلی اللہ علیہ وسلم) یہ (دنیا کی آگ) بھی کافی تھی۔ آپ نے فرمایا: اس میں مزید انہتر گنا اضافہ ہوا۔ ہر ایک اسی قدر گرمی لے کر آئی۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر دوزخیوں میں سے ایک دوزخی اپنا ہاتھ دنیا والوں کے سامنے نکالے، تو اس کی گرمی سے ساری دنیا جل جائے اور اگر دوزخ کا ایک داروغہ اہلِ دنیا کی طرف نکلے کہ وہ اسے دیکھیں، تو وہ اس پر اللہ تعالیٰ کے غضب کی علامات دیکھ کر ہی مر جائیں (یعنی فرشتہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے غضب ناک ہے، اس کا غضب ہی برداشت نہ کر سکیں)

مسلم وغیرہ کی روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ کرام کی ہمراہی میں تشریف فرما تھے کہ انہوں نے ایک دھمک کی آواز سنی۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تم جانتے ہو کہ یہ کیا ہے؟ ہم نے عرض کیا: اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول خوب جانتے ہیں۔ فرمایا: یہ ایک پتھر ہے جو ستر سال پہلے دوزخ کی آگ میں پھینکا گیا اور وہ اب تک آگ میں گر رہا تھا اور آج اس کی گہرائی میں پہنچا ہے۔

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ، فرمایا کرتے تھے کہ دوزخ کو خوب یاد رکھو، اس لیے کہ اس کی گرمی شدید ہے اور اس کی گہرائی دُور ہے اور اس کی بیڑیاں لوہے کی ہیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرمایا کرتے تھے: (دوزخ کی) آگ دوزخیوں کو اس طرح چُگ جائے گی، جیسے پرندہ دانے چُگتا ہے۔ ان سے پوچھا گیا کہ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کا کیا معنیٰ ہے۔

اِذَا رَاَتْهُمْ مِّنْ مَّكَانٍ بَعِيْدٍ سَمِعُوْا لَهَا تَغَيُّظًا وَّ زَفِيْرًا (الفرقان، ۱۲) (جب وہ انہیں دور سے دیکھے گی تو اس کی غصہ کی گرج) اور چنگھاڑ سنیں گے)

پوچھا گیا: کیا آگ کی آنکھیں ہوں گی؟ فرمایا: ہاں! کیا تم نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نہیں سنا: جو مجھ پر قصداً جھوٹ بولے، تو اسے چاہیئے کہ وہ دوزخ کی آنکھوں کے درمیان اپنا ٹھکانہ بنالے۔ عرض کیا گیا: اے اللہ کے رسول! (صلی اللہ علیہ وسلم) اس کی آنکھیں ہیں؟ آپ نے فرمایا: کیا تم نے اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان نہیں سنا:

اِذَا رَأَتْهُمْ مِنْ مَّكَانٍ بَعِيْدٍ۔ (جب وہ (دوزخ) انہیں دور سے دیکھے گا۔)

اور یہ حدیث اس کی تائید کرتی ہے "آگ سے ایک گردن نکلے گی، اس کی دو آنکھیں دیکھتی ہوں گی اور ایک زبان ہوگی جس سے وہ بولے اور یہ کہے گی: مجھے اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس پر مسلط کر دیا گیا جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ اور کسی کو معبود پکارتا تھا" (الحدیث) چنانچہ پرندہ جس طرح تل کو دیکھ لیتا ہے، یہ اس سے بھی تیز نظر ہوگی آخر اسے ہڑپ کر جائیگی۔

میزان

حدیث شریف میں ہے: نیکیوں کا پلڑا نور کا ہوگا اور برائیوں کا پلڑا اندھیروں کا ہوگا۔

ترمذی میں روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جنت کو عرش کی دائیں جانب اور آگ کو بائیں جانب اور نیکیوں کو دائیں جانب اور برائیوں کو بائیں جانب رکھ دیا جائے گا، اس طرح جنت نیکیوں کے مقابلہ میں (ساتھ) ہوگی اور دوزخ برائیوں کے مقابلہ میں (ساتھ) ہوگی۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرمایا کرتے تھے: نیکیوں اور برائیوں کو ایسے میزان میں تولا جائے گا، جس کے دو پلڑے اور ایک کانٹا ہوگا اور فرمایا کرتے: جب اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے اعمال تولنے کا ارادہ فرمائے گا، تو انہیں قیامت کے دن اجسام بخشے گا۔

باب ۶۶

تکبّر و عجب کی مذمّت

اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو دنیا و آخرت کی بھلائی نصیب فرمائے۔ یہ یاد رکھو کہ کبر اور عجب یہ دو چیزیں تمام فضائل کو تباہ کر دیتی ہیں اور رذائل (برے افعال) کا باعث ہوتی ہیں۔ یہی ایک رذالت کافی ہے کہ انسان نصیحت کی بات نہ سنے اور ادب کی بات قبول نہ کرے۔

بزرگوں کا فرمان ہے کہ حیار اور تکبّر کے درمیان علم برباد ہو جاتا ہے۔ علم تکبر کے ساتھ جنگ کرتا ہے جیسے بلند عمارت کے ساتھ سیلاب کی جنگ ہوتی ہے۔ حضور علیہ الصّلوٰۃ والسّلام نے فرمایا: جس نے تکبر کے طور پر کپڑا گھسیٹا، اللہ تعالیٰ اس کی طرف نظر (رحمت) نہیں فرمائے گا۔

حکماء کا فرمان ہے: تکبّر کے ساتھ سلطنت نہیں رہتی۔ اللہ تعالیٰ نے تکبّر کے ساتھ ساتھ فساد کا ذکر کیا اور فرمایا:

تِلْكَ الدَّارُ الْاٰخِرَةُ نَجْعَلُهَا لِلَّذِيْنَ لَا يُرِيْدُوْنَ عُلُوًّا فِي الْاَرْضِ وَلَا فَسَادًا ۔ (القصص - ۸۳)

(یہ پچھلا گھر ہے، ہم اسے ان لوگوں کیلئے کرتے ہیں جو زمین میں بلندی (سرکشی) نہیں چاہتے اور نہ فساد چاہتے ہیں)

اور فرمایا:

سَاَصْرِفُ عَنْ اٰيٰتِيَ الَّذِيْنَ يَتَكَبَّرُوْنَ فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ (الاعراف - ۱۴۶)

(البتہ میں اپنی نشانیوں سے ان کو پھیر دوں گا، جو زمین میں ناحق تکبر کرتے ہیں)

ایک حکیم کا فرمان ہے: میں نے ہر متکبر کو دیکھا کہ اس کی حالت بگڑ گئی، یعنی جس پر اکڑتا تھا، وہ نعمت چھن گئی۔

ابن عوانہ بدترین آدمی تھا، وہ بہت متکبر تھا۔ بتاتے ہیں کہ اس نے غلام سے کہا: مجھے پانی پلاؤ۔ غلام نے کہا: ہاں! وہ کہنے لگا: ہاں وہی کہتا ہے کہ جو نہیں، پر قدرت رکھتا ہو، اس لیے میں اسے تھپڑ لگاؤں گا۔ چنانچہ اسے تھپڑ لگا دیا۔ اس نے ایک کسان کو بلایا، اس سے باتیں کیں، پھر اس کو حقیر گردانتے ہوئے کلی کرنے لگا۔

کہا کرتے ہیں، فلاں نے اپنے آپ کو اس مقام پر بٹھا رکھا ہے کہ اگر اس سے گرا تو ٹوٹ پھوٹ جائے گا۔

جاحظ کا قول ہے کہ قریش میں سے بنو مخزوم اور بنو امیہ اور بعض کچھ عرب یعنی بنی جعفر بن کلاب اور بنی زرارہ بن عدی میں سے کچھ لوگ، متکبر ہیں اور فارس کے بادشاہ تو دوسرے لوگوں کو اپنا غلام سمجھتے تھے اور اپنے آپ کو ان کا مالک قرار دیتے۔ بنی عبدالدار کے ایک آدمی کو کسی نے کہا: تم خلیفہ کے پاس نہیں جاتے؟ اس نے کہا: مجھے خطرہ ہے کہ پل میری بزرگی کو اٹھا نہیں سکے گا۔ حجاج بن ارطاۃ کو کسی نے کہا: تم جماعت میں شریک نہیں ہوتے؟ اس نے کہا: مجھے ڈر ہے کہ سبزی فروش (کے درجے کے لوگ) میرا سامنا کریں گے۔

بتاتے ہیں کہ وائل بن حجر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا۔ آپ نے اسے قطعہ زمین عطا کیا اور حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو فرمایا: یہ زمین اسے دے دیں اور اسے لکھ دیں۔ حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس سخت گرمی میں دوپہر کے وقت اس کے ساتھ گئے اور اس کی اونٹنی کے پیچھے پیدل چلے۔ سورج کی گرمی جلا دینے والی تھی۔ حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: مجھے اپنی اونٹنی پر پیچھے بٹھا لو۔ اس نے کہا: تم بادشاہوں کے ساتھ بیٹھنے کے قابل نہیں ہو۔ انہوں نے فرمایا: اپنے جوتے ہی مجھے دے دو (تاکہ زمین کی تپش سے بچوں) وہ کہنے لگا: اے ابن ابی سفیان! میں بخل کی وجہ سے انکار نہیں

کرتا، بلکہ مجھے خطرہ ہے کہ تو نے میرے جوتے پہن لیئے تو یمن کے اقبال تک پہنچ جائے گا۔ بس تیرا اس قدر کافی شرف ہے کہ تو میری اونٹنی کے سایہ میں چلے۔ بتاتے ہیں یہی متکبر شخص حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، کے عہدِ خلافت میں ان سے ملا تو انہوں نے اسے اپنے ساتھ چارپائی پر بٹھایا اور اس سے ہمکلام ہوئے۔

مسرور بن ہند نے ایک آدمی کو کہا کہ کیا تو مجھے پہچانتا ہے؟ اس نے کہا، نہیں! اس نے کہا، میں مسرور بن ہند ہوں۔ اس نے کہا، میں تجھے نہیں جانتا۔ مسرور نے کہا، اس کے لیے ہلاکت ہے جو چاند کو نہیں پہچانتا۔ ایک شاعر نے کہا ہے ؎

قُوْلَا لِاَحْمَقَ يَلْوِى التِّيْهَ اَخْدَعَهٗ
لَوْكُنْتَ تَعْلَمُ مَافِى التِّيْهِ كَمْ تَتِهٖ

(وہ احمق جو تکبر چھپاتے ہے، اسے کلام فریب دے رہا ہے اگر تم جانتے کہ تکبر میں کیا آفت ہے تو تکبر نہ کرتے)

اَلتِّيْهُ مُفْسِدَةٌ لِلدِّيْنِ مُنْقِصَةٌ
لِلْعَقْلِ مُهْلِكَةٌ لِلْعِرْضِ فَانْتَبِهٖ

(تکبر دین کو برباد کرنے والا ہے اور عقل کو کم کرنے والا ہے، عزت تباہ کرنے والا ہے اسلیئے بیدار ہو جا)

ایک قول کے مطابق تکبر صرف وہی کرتا ہے جو ذلیل آدمی ہو اور تواضع وہی کرتا ہے جو بلند درجہ کا ہو۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، تین چیزیں ہلاک کرنے والی ہیں:

۱۔ بخل جس کی اطاعت کی جائے (یعنی بخل پر عمل ہو)، ۲۔ خواہش جس کی اتباع کی جائے ۳۔ انسان اپنے نفس پر تعجب (تکبر) کرے۔

حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جب حضرت نوح علیہ السلام کی وفات قریب ہوئی، تو انہوں نے اپنی اولاد کو بلایا اور فرمایا، میں تمہیں دو باتوں کا حکم کرتا ہوں اور دو سے منع کرتا ہوں۔ میں تمہیں شرک اور تکبر

سے منع کرتا ہوں اور لا الٰہ الا اللّٰہ پڑھنے کا حکم کرتا ہوں، اس لیے کہ ترازو کے ایک پلڑے میں لا الٰہ الا اللّٰہ رکھا جائے اور دوسرے پلڑے میں آسمان وزمین اور جو کچھ ان کے اندر سب کچھ ان کے اندر ہے، سب رکھا جائے تو لا الٰہ الا اللّٰہ والا پلڑا بھاری ہوگا اور اگر آسمان وزمین کو ایک حلقہ میں رکھا جائے اور ان پر لا الٰہ الا اللّٰہ رکھ دیا جائے تو دونوں کو توڑ دے اور میں تمہیں۔

سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ (اللہ پاک ہے اور اس کی حمد ہے)

پڑھنے کا حکم دیتا ہوں، اس لیے کہ ہر چیز کی صلوٰۃ (نماز ودُعا) یہی ہے اور اسی کے ذریعہ ہر چیز کو روزی ملتی ہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السّلام نے فرمایا: اس کے لیے خوشخبری ہے جس کو اللہ تعالیٰ اپنی کتاب کا علم عطا فرمائے اور وہ ظلم کرتا نہ مرے۔

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ ایک بازار سے گزرے، ان کے سر پر لکڑیوں کا ایک گٹھا تھا، ان سے کسی نے پوچھا: یہ کیوں اٹھا رکھا ہے، جبکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس سے مستغنی کر دیا ہے۔ فرمایا: میں نے چاہا کہ اپنے آپ سے تکبّر دُور کر دوں۔

تفسیر قرطبی میں اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کے بارے میں ہے:

وَلَا يَضْرِبْنَ بِاَرْجُلِهِنَّ (النور۔۳۱) (اور اپنے پاؤں نہ ماریں)

یعنی فخر وغرور کی خاطر اور مردوں کو مائل کرنے کی خاطر ایسا کرنا حرام ہے۔ اسی طرح جو مرد جوتے زمین پر مارتا گزرے، وہ بھی حرام ہے، کیونکہ تکبّر وعُجب بڑا گناہ ہے۔

باب ۶۷

یتیم پر احسان کرنا اور ظلم سے پرہیز کرنا

بخاری شریف میں ہے "میں اور یتیم کی کفالت کرنے والا جنت میں اس طرح ہونگے" اور شہادت کی اور درمیانی انگلی کے ساتھ اشارہ کیا اور درمیان میں ذرا سا فاصلہ رکھا۔

مسلم شریف میں ہے "یتیم کی کفالت کرنے والا اپنا ہو یا دوسرے کا، میں اور وہ جنت میں اس طرح ہوں گے" اور شہادت کی درمیانی انگلی کو ملا کر اشارہ فرمایا۔

بزار میں ہے: جس نے یتیم کی کفالت کی، رشتہ دار ہو یا رشتہ دار نہ ہو، پس میں اور وہ جنت اس طرح ہوں گے اور دونوں انگلیوں کو ملا لیا اور جس نے تین بیٹیوں پر اخراجات کی محنت اٹھائی، وہ جنت میں ہے اور اس کے لیے اللہ تعالیٰ کی راہ میں مجاہد کا سا ثواب ہے، جو روزے دار اور رات کو قیام کرنے والا ہو۔

ابن ماجہ میں ہے: جس نے تین یتیموں کی پرورش کی، وہ ایسے ہے جیسے وہ جو رات کو قیام کرے اور دن کو روزے رکھے اور صبح و شام اللہ تعالیٰ کی راہ میں تلوار اٹھائے ہو اور میں اور وہ جنت میں بھائی بھائی ہوں گے جیسا کہ یہ دو بہنیں ہیں اور شہادت کی اور درمیانی انگلی کو ملا لیا۔

ترمذی میں ہے اور اسے صحیح بتایا: جس نے مسلمانوں میں سے ایک یتیم کے کھانے پینے کی ذمہ داری لے لی، اسے اللہ تعالیٰ جنت میں داخل کرے گا۔ یقیناً، سوائے اس صورت کے کہ وہ کوئی ایسا گناہ کرے کہ جسے معاف نہ کیا جائے (مثلاً شرک و کفر وغیرہ کرے۔

(نعوذ باللہ من ذالك)

ایک حسن روایت میں ہے، حتیٰ کہ وہ اس کا ضرورت مند نہ رہے، اس کے لیے ضرور جنت لازم ہوتی۔

ابن ماجہ میں ہے، مسلمانوں کا بہترین گھر وہ ہے جس میں یتیم ہو اور اس کے ساتھ احسان کیا جا رہا ہو اور مسلمانوں کا وہ گھر بدترین ہے کہ جس میں یتیم ہو اور اس کے ساتھ بُرا سلوک کیا جا رہا ہو۔

ابویعلیٰ میں حسن سند کے ساتھ روایت ہے کہ میں پہلا ہوں گا جو جنت کا دروازہ کھولوں گا، مگر میں دیکھوں گا کہ ایک مجھ سے آگے بڑھتی جا رہی ہے، میں کہوں گا، تم کون ہو؟ وہ کہے گی، میں ایک عورت ہوں جو اپنے یتیم (پرورش) کے لیے بیٹھ رہی تھی۔

طبرانی میں روایت ہے، جس کی سند ایک کے سوا تمام راوی ثقہ ہیں اور وہ متروک نہیں۔ "اس ذات کی قسم" جس نے مجھے حق کے ساتھ بھیجا، قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس کو عذاب نہیں دے گا، جو یتیم پر رحم کرے گا اور بات میں اس کے ساتھ نرمی رکھے گا اور اس کی یتیمی اور کمزوری پر رحم کرے گا اور اللہ تعالیٰ نے اسے جو اپنا فضل عطا فرمایا ہے، اس کے باعث اپنے پڑ ظلم و فخر نہیں کرے گا۔

احمد وغیرہ میں ہے، جس نے یتیم کے سر پر ہاتھ پھیرا اور صرف اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر ہاتھ پھیرا، تو اس کے لیے ہر بال کے بدلے میں نیکیاں ہیں، جن پر ہاتھ گزرا اور جس نے یتیم لڑکے یا لڑکی پر احسان کیا جو اس کے پاس ہے، وہ اور میں اس طرح جنت میں ہوں گے جیسے یہ دو انگلیاں ہیں۔ الحدیث۔

ایک جماعت سے مروی ہے اور حاکم نے اسے صحیح بتایا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت یعقوب علیہ السلام کو فرمایا، آپ کی بینائی جانے، پشت دُہری ہونے اور یوسف علیہ السلام کے بھائیوں کا ان کے ساتھ جو سلوک کرنا، اس کی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے اپنے اہل خانہ کے لیے ایک بکری ذبح کی تھی اور خود کھائی، مگر روزے دار بھوکا یتیم مسکین آیا، اسے نہیں کھلائی۔ اللہ تعالیٰ

نے انہیں آگاہ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک مخلوق کی سب سے زیادہ محبوب بات یہ ہے کہ وہ یتیموں اور مسکینوں کے ساتھ محبت رکھے اور انہیں حکم دیا کہ کھانا تیار کریں اور مساکین کو اس پر بلائیں، چنانچہ انہوں نے اس پر ایسا ہی کیا۔

شیخین (بخاری و مسلم) میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا: بیوہ اور مسکین پر خرچ کرنے والا، اللہ تعالیٰ کی راہ میں مجاہدہ کرنے والے کی طرح ہے اور میرا گمان ہے کہ آپ نے فرمایا: وہ اس قیام (شب) کرنے والے کی طرح ہے جو سست نہ ہو اور اس روزے دار کی طرح ہے جو افطار نہ کرے۔

بعض سلف کا قول ہے، میں شروع شروع میں بدمست (شرابی) اور گناہوں میں مبتلا رہتا تھا۔ ایک روز میں نے ایک یتیم کو دیکھا تو میں نے اس کی ایسے عزت کی جیسے اپنے بچوں کی عزت کی جاتی ہے، بلکہ اس سے بھی زیادہ عزت کی، پھر میں سو گیا۔ میں نے عذاب کے فرشتوں کو دیکھا کہ انہوں نے مجھے پکڑ کر سختی کے ساتھ دوزخ کی طرف لے جا رہے ہیں۔ اچانک وہ یتیم آڑے آگیا اور کہا: اسے چھوڑ دو تاکہ میں اپنے رب سے بات کر لوں! انہوں نے انکار کر دیا۔ پھر آواز آئی: اسے چھوڑ دو، اس نے اس یتیم بچے پر احسان کیا تھا، اس پر ہم نے اسے چھوڑ دیا۔ پھر میں جاگ اٹھا اور اس دن سے یتیموں پر بہت ہی احسان کرنے لگا۔

حکایت

ایک علوی صاحب ثروت کی بیٹیاں تھیں جو علویہ ماں سے تھیں، وہ آدمی فوت ہو گیا۔ ان پر فقر کی سختی آئی، آخر کار وہ ذلت کے خوف سے وطن نکلیں اور شہر کی ایک ویران مسجد میں آئیں، ان کی ماں نے انہیں وہیں چھوڑ دیا اور ان کے لیے خوراک کی تلاش میں نکلی۔ وہ شہر کے ایک بڑے آدمی کے پاس گئی، وہ مسلمان تھا، اس کے سامنے اپنا حال بیان کیا۔ اس نے اس کی تصدیق نہیں کی، اور کہا، ضروری ہے کہ اس پر میرے پاس گواہ لاؤ۔ اس نے کہا:

میں مسافر عورت ہوں۔ اس آدمی نے منہ پھیر لیا۔ پھر وہ ایک مجوسی کے پاس سے گزری۔ اس کے سامنے حالات بیان کیے، اس نے تصدیق کی اور اپنی ایک بچی وہاں بھیجی، وہ انہیں لیکر آگئی۔ اسے اور اس کی بچیوں کو گھر میں ٹھہرایا اور ان کی خوب خاطر مدارات کی۔ جب نصف رات ہوئی، تو اس مسلمان نے خواب میں دیکھا کہ قیامت برپا ہے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے سر پر حمد کا پرچم لیے ہوئے ہیں۔ آپ کے پاس بڑا سا محل ہے۔ اس نے کہا، اے اللہ کے رسول! (صلی اللہ علیہ وسلم) یہ محل کس کا ہے؟ آپ نے فرمایا: ایک مسلمان آدمی کے لیے۔ اس نے کہا: میں مسلمان موحد ہوں۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرے پاس گواہ لاؤ۔ اب وہ حیران ہوا۔ آپ نے اسے علویہ عورت کا واقعہ بتایا۔ اب وہ آدمی انتہائی غم اور پریشانی میں بیدار ہوا اور اس عورت کی بہت تلاش کی۔ آخر کار معلوم ہوا کہ وہ مجوسی کے گھر میں ہے۔ اس نے مجوسی سے کہا: اسے میرے ہاں بھیج دو، مگر اس نے انکار کر دیا اور کہا: ان کی وجہ سے مجھے بہت ہی برکات نصیب ہوئی ہیں۔ مسلمان نے کہا: ایک ہزار دینار لے لو اور انہیں میرے سپرد کر دو۔ اس نے جبر کا ارادہ کیا، تو وہ کہنے لگا: تو جو چاہتا ہے، وہ اس کا میں زیادہ مستحق ہوں۔ تم نے جو خواب میں محل دیکھا ہے، وہ میرے لیے پیدا کیا گیا ہے۔ تم مجھ پر اپنے اسلام کا فخر جتاتے ہو۔ اللہ تعالیٰ کی قسم! میں اور میرے گھر والے سونے سے پہلے ہی اس علویہ عورت کے ہاتھ پر مسلمان ہو چکے تھے اور میں نے بھی وہی خواب دیکھا ہے جو تم نے دیکھا ہے اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے فرمایا: علویہ عورت اور اس کی بیٹیاں تیرے گھر میں ہیں؟ میں نے عرض کیا: ہاں! اے اللہ تعالیٰ کے رسول! (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ نے فرمایا: یہ محل تیرے لیے اور تیرے گھر والوں کے لیے ہے۔ وہ مسلمان چلا گیا اور اس پر اس قدر غم و اندوہ تھا کہ اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔

باب ۶۸

حرام خوری سے پرہیز

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُم بَيْنَكُم بِالْبَاطِلِ (النساء-۲۹)

(اے ایمان والو! ایک دوسرے کے مال غلط طریقے سے مت کھاؤ)

اس کے مفہوم میں اختلاف ہے، چنانچہ بتایا گیا کہ اس سے مراد یہ ہے کہ سود کھانا، جوا، لوٹ مار، چوری، خیانت، جھوٹی گواہی اور جھوٹی شہادت کے ذریعے مال حاصل کرنا سب حرام خوری میں داخل ہیں)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا قول ہے: یہ وہ مال ہے جو انسان دوسرے سے کسی عوض کے بغیر حاصل کرے۔ جب یہ آیت نازل ہوئی تو صحابہ کرام کو بڑی دقت محسوس ہوئی کہ وہ کسی کے گھر سے بھی نہیں کھاتے تھے۔ آخر کار سورۃ "النور" کی یہ آیت نازل ہوئی:

وَلَا عَلَىٰ أَنفُسِكُمْ أَن تَأْكُلُوا مِن بُيُوتِكُمْ أَوْ بُيُوتِ آبَائِكُمْ۔ (النور-۶۱)

(اور کچھ حرج نہیں کہ اپنے گھروں سے کھاؤ یا اپنے والدین کے گھروں سے کھاؤ اور اس طرح دوستوں کے ہاں سے کھاؤ)

ایک قول کے مطابق پہلی آیت سے مراد عقود فاسدہ ہیں اور اس کی وجہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ایک قول ہے کہ یہ آیت محکم ہے، منسوخ نہیں ہوئی اور نہ ہی قیامت تک منسوخ ہوگی۔

"باطل طریقہ سے کھانا" ہر اس پر مشتمل ہے کہ جو ناحق طریقہ پر لیا ہو، چنانچہ ظلم کر کے حاصل کرے، مثلاً چھین کر، خیانت کر کے، چوری کر کے یا کھیل کود اور مذاق میں لیا ہو، جیسا کہ جوا

اور کھیل کود، اس کا ذکر آگے آئے گا یا فریب اور دھوکہ کے ساتھ لیا ہو، مثلاً عقود فاسدہ کے ذریعے حاصل کرے اور اس کی تائید ایک مذکور قول سے بھی ہوتی ہے:

یہ آیت انسان کے اس خورد و نوش اور اپنے مال کو بھی شامل ہے جو وہ حرام میں خرچ کرے اور دوسروں کے اموال کو بھی شامل ہے، جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

اِلَّآ اَنْ تَكُوْنَ تِجَارَةً حَاضِرَةً تُدِيْرُوْنَهَا (النساء - ۲۹) (سوائے اس صورت کے کہ سوداگری ہو ہاتھوں ہاتھ پھراتے ہو اس کو اپنے درمیان)

یہ استثناء منقطع ہے، اس لیے کہ تجارت تو باطل میں داخل نہیں، چاہے جو بھی مفہوم لیا جائے اور سب کے ساتھ اس کی تاویل تب ہوتی ہے کہ یہ متصل ہو، مگر یہ اس کا محل نہیں، اگرچہ تجارت معاوضہ کے عقد کے ساتھ وابستہ ہوتی ہے (یعنی تجارت میں ایک چیز دے کر معاوضہ میں دوسری چیز یا نقدی لینا ہوتی ہے) مگر قرض اور ہبہ (جس میں عوض نہیں ہوتا) دوسرے دلائل کے باعث تجارت کے ساتھ لاحق ہیں۔ فرمانِ باری تعالیٰ بھی ہے:

عَنْ تَرَاضٍ مِّنْكُمْ (تمہاری رضامندی کے ساتھ)

یعنی جائز طریقے سے بخوشی دو تو درست ہے اور یہ جو خصوصیت کے ساتھ کھانے کا ذکر کیا، اس میں مفہوم بند نہیں، بلکہ عام طور پر فائدہ اٹھانے کی یہی صورت ہوتی ہے جیسا کہ ہوتی ہے جیسا کہ فرمایا:

اِنَّ الَّذِيْنَ يَأْكُلُوْنَ اَمْوَالَ الْيَتٰمٰى ظُلْمًا اِنَّمَا يَأْكُلُوْنَ فِىْ بُطُوْنِهِمْ نَارًا۔ (النساء - ۱۰) (بے شک جو لوگ یتیموں کا مال ظلم کے ساتھ کھاتے ہیں، وہ اپنے پیٹوں میں آگ ڈال رہے ہیں)

احادیث میں اس پر کثرت سے تنبیہات اور انتباہات آتے ہیں۔

مسلم وغیرہ میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے کہ جناب رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ پاک ہے اور صرف پاک ہی کو قبول کرتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اہلِ ایمان کو بھی وہی حکم دیا جو رسولوں کو دیا۔ فرمایا:

يَا أَيُّهَا الرُّسُلُ كُلُوا مِنَ الطَّيِّبَاتِ وَاعْمَلُوا صَالِحًا۔ (المومنون - ۵۱)

(اے رسولو! پاک سے کھاؤ اور نیک عمل کرو۔)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُلُوا مِنْ طَيِّبَاتِ مَا رَزَقْنَاكُمْ (البقرہ-۱۷۲)

(اے ایمان والو! پاک چیزوں سے کھاؤ، جو ہم نے تمہیں روزی دی)

پھر اس آدمی کا ذکر کیا جو طویل سفر کرتا ہے، پریشان بال اور غبار آلود ہے۔ آسمان کی طرف ہاتھ پھیلائے کہہ رہا ہے: اے رب! اے رب! مگر اس کا کھانا حرام ہے، اس کا پینا حرام ہے، اس کا لباس حرام ہے اور حرام کی اسے غذا ملی، اب اس کی دُعا کیسے قبول ہوگی۔

طبرانی میں حسن سند کے ساتھ مروی ہے: "حلال طلب کرنا ہر شخص پر واجب ہے۔"

طبرانی اور بیہقی میں ہے: "فرائض کے بعد حلال طلب کرنا فرض ہے۔" ترمذی میں ہے اور اسے حسن صحیح غریب بتایا۔ نیز حاکم کی روایت ہے اور اسے صحیح بتایا: "جو پاک حلال کھائے اور سنّت کے مطابق عمل کرے اور لوگ اس کی ایذا دہی سے محفوظ رہیں، وہ جنت میں داخل ہوگیا۔" صحابہ کرام نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) ایسے لوگ آپ کی اُمت میں آج کثرت سے ہیں! آپ نے فرمایا: میرے بعد کی صدیوں میں بھی ہوں گے۔

احمد وغیرہ نے حسن سند کے ساتھ بیان کیا: چار باتیں اگر تیرے اندر ہوں تو تجھے کچھ غم نہیں کہ دُنیا میں سے جو رہ جائے۔

۱۔ امانت کی حفاظت کرے، ۲۔ بات سچی کرے، ۳۔ اخلاق اچھا ہو، ۴۔ کھانا حلال ہو۔

طبرانی میں ہے: اس کے لیے خوشخبری ہے جس کی کمائی حلال (عمدہ) ہو۔ اس کا باطن

درست ہو، اس کا ظاہر محترم ہو، لوگوں سے اس کا شر دُور رہے۔

اس کے لیے خوشخبری ہے کہ جو اپنے علم پر عمل کرے، مال میں سے فاضل حصّہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں، خرچ کرے، فضول کلام روک لے۔

طبرانی میں ہے: اے سعد! اپنا کھانا عمدہ (حلال) رکھو، تیری دُعائیں قبول ہوں گی۔ اس ذات کی قسم! جس کے قبضہ میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جان ہے۔ ایک آدمی اپنے پیٹ میں حرام کا ایک نوالہ ڈالتا ہے، تو چالیس دن تک اس کا کوئی عمل قبول نہیں ہوتا اور جس بندے کا گوشت حرام سے پیدا ہوا تو آگ اس کی زیادہ حقدار ہے۔

بزار میں مروی ہے، البتہ اس میں نکارت ہے: جس کی امانت نہ ہو، اس کا دین کچھ نہیں اور نہ ہی اس کی نماز ہے اور نہ ہی زکوٰۃ۔ اور جس نے حرام مال حاصل کیا، پھر اس سے قمیض پہنی، جب تک اس قمیض کو نہ اتارے، اس کی نماز ہرگز قبول نہ ہو گی۔

اللہ تعالیٰ اس سے بلند تر ہے کہ وہ کسی ایسے آدمی کا عمل یا نماز قبول کرے کہ جس پر حرام (کے مال) سے قمیض ہو۔

مسند احمد میں حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے، فرمایا: جو شخص دس درہم کا کپڑا خریدے اور اس میں ایک درہم حرام کا ہو، اللہ تعالیٰ اس کی نماز قبول نہیں فرمائے گا جب تک کہ یہ کپڑا اس پر ہے۔ پھر اپنے کانوں میں انگلیاں داخل کیں اور فرمایا: اگر میں نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ نہ سنا ہو تو یہ دونوں بہرے ہو جائیں

بیہقی میں ہے: جو شخص چوری کا مال خریدے اور وہ جانتا ہو کہ یہ چوری کا مال ہے، وہ اس کی عار اور گناہ میں شریک ہو گیا۔ حافظ منذری فرماتے ہیں کہ اس کے اسناد میں احتمال ہے کہ حسن ہو اور دو خوف کے مشابہ بھی ہے۔

احمد نے جید سند کے ساتھ روایت کیا: اس کی قسم! جس کے قبضے میں میری جان ہے، تم میں سے ایک آدمی رسی لے اور پہاڑ پر جا کر لکڑیاں کاٹے اور پیٹھ پر لاد کر لائے اور اسی

کمائی سے کھائے۔ یہ بات اس سے بھی بہتر ہے کہ وہ ایسی چیز منہ میں نہ ڈالے جس کو اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دیا۔

ابن خزیمہ، صحیح ابن حبان، اور حاکم میں مروی ہے: جس نے حرام مال جمع کیا، پھر اس کا صدقہ کیا، اس میں اس کا کوئی اجر نہیں اور اس کا بوجھ (گناہ) اس پر ہے۔

طبرانی میں ہے: جس نے حرام مال کمایا، پھر اس کے ساتھ (غلام خرید کر یا مسلمان قیدی کو) آزاد کیا اور اس سے صلہ رحمی کی، تو یہ سب اس پر بوجھ (گناہ) ہے۔

مسند احمد وغیرہ میں حسن سند کے ساتھ مروی ہے: اللہ تعالیٰ نے تمہارے اندر جس طرح روزی تقسیم کی ہے، اسی طرح تمہارے اخلاق تقسیم کیے ہیں اور اللہ تعالیٰ دنیا اسے بھی دیتا ہے جس سے محبت کرتا ہے اور اسے بھی دیتا ہے جسے وہ ناپسند کرتا ہے، مگر دین صرف اسے ہی دیتا ہے جس سے محبت کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ نے جسے دین عطا کیا (بس سمجھ لو) کہ اللہ تعالیٰ نے اسے پسند کیا، اور اس کی قسم! جس کے قبضہ میں میری جان ہے کہ بندہ مسلمان نہیں ہوا یا فرمایا: مسلمان نہیں ہوتا، جب تک کہ اس کا دل اور زبان مسلمان نہ ہوئی یا فرمایا: مسلمان نہیں ہوتی اور تب تک ایماندار نہیں ہوتا جب تک کہ اس کے پڑوسی اس کی ایذا رسانیوں سے محفوظ نہ ہوں۔ صحابہ نے عرض کیا، اے اللہ کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم)، اس کی ایذا رسانیاں کیا ہیں؟ فرمایا: اس کا دھوکہ دینا، ظلم کرنا اور جو بندہ بھی حرام مال کماتا ہو، پھر اس سے (اللہ تعالیٰ کی راہ میں) خرچ کرتا ہو تو قبول نہیں ہوتا اور جو بھی خرچ کرتا ہے، اس میں برکت نہیں ہوتی اور جو (حرام مال) پیچھے چھوڑتا ہے، وہ اس کے لیے دوزخ کی طرف زاد راہ ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ برائی کو برائی کے ذریعہ نہیں مٹاتا، البتہ برائی کو نیکی کے ذریعہ ختم کرتا ہے۔ پلید چیز پلید کو ختم نہیں کرتی۔

ترمذی میں روایت ہے اور اسے حسن صحیح غریب بتایا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا: زیادہ تر لوگ کس کے باعث دوزخ میں جائیں گے؟ آپ نے فرمایا: منہ اور شرمگاہ کے باعث۔ اور پوچھا گیا: لوگ زیادہ جنت میں کس کے باعث جائیں گے؟ فرمایا: اللہ تعالیٰ کے

ڈر اور حسنِ اخلاق کے باعث۔

ترمذی میں صحیح روایت ہے: قیامت کے دن بندے کے قدم تب تک نہیں ہلیں گے، جب تک کہ اس سے چار چیزوں کے بارے میں پوچھا نہیں جاتے گا:

۱۔عمر کس کے کام میں ختم کر دی؟ ۲۔ جوانی کس کام میں لگا دی؟ ۳۔ مال کہاں سے کمایا، اور کہاں خرچ کیا؟ ۴۔ علم پر کس قدر عمل کیا۔

بیہقی میں ہے کہ دنیا سبز شیریں ہے جس نے اس میں حلال مال کمایا اور اسے حق میں خرچ کیا۔ اللہ تعالیٰ اسے اس کا ثواب دے گا اور اسے جنت میں داخل کرے گا اور جس نے اس سے حرام مال کمایا اور ناحق میں خرچ کیا۔ اللہ تعالیٰ نے اسے ذلت کے مقام میں ڈالے گا۔ اور کئی ایسے ہیں جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے مال میں گڑبڑ کرتے ہیں، اس کے لیے قیامت کے دن آگ ہوگی۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

كُلَّمَا خَبَتْ زِدْنٰهُمْ سَعِيْرًا۔ (جب بھی بجھنے لگے گی، ہم اسے اور تیز بھڑکا دیں گے)

صحیح ابن حبان میں ہے: وہ گوشت اور خون جنت میں داخل نہیں ہوگا جو حرام مال سے پیدا ہوا، ان کی آگ ہی زیادہ حقدار ہے۔

سند حسن کے ساتھ ایک روایت ہے: وہ بدن جنت میں داخل نہیں ہوگا جسے حرام کی غذا دی گئی۔

باب ۶۹

سُود کی ممانعت کا بیان

سُود کی ممانعت میں کثرت سے آیات مذکور ہیں اور احادیث بھی کافی ہیں، چنانچہ بخاری اور ابوداؤد میں ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے گودنے والی اور گودوانے والی، سود کھانے والے اور کھلانے والے پر لعنت کی اور کتے کی قیمت اور بدکاری کی کمائی سے منع کیا اور تصویریں بنانے والوں پر لعنت کی۔

احمد، ابویعلیٰ، ابن خزیمہ اور ابن حبان کی حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے: سود کھانے والا، سود کھلانے، اس کے گواہوں اور اس کے لکھنے والے جبکہ وہ اسے جانتا ہو اور حسن کی خاطر گودنے والی اور گودوانے والی اور صدقہ (زکوٰۃ) کی ٹال مٹول کرنے والے اور ہجرت کے بعد مرتد ہونے والا اعرابی حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی زبان سے ملعون ہیں۔

حاکم کی صحیح روایت میں ہے: چار کا اللہ پر حق ہے کہ انہیں جنت میں داخل نہ کرے اور انہیں جنت کا کچھ مزہ نہ چکھائے: ۱۔ شراب کا عادی، ۲۔ سُود خور، ۳۔ یتیم کا مال ناحق کھانے والا، ۴۔ والدین کا فرمان۔

حاکم کی روایت ہے اور صحیحین کی شرط پر صحیح ہے: سود کے تہتر (گناہ کے) دروازے ہیں۔ سب سے کم تر یہ ہے کہ کوئی شخص اپنی ماں سے نکاح کرے۔

بزار میں صحیح روایت کی سند کے ساتھ مذکور ہے: سود کے تہتر اور کچھ دروازے (گناہ کے) ہیں اور شرک اس کی طرح ہے۔

بیہقی میں ہے: سود ستر دروازے (گناہ کے) ہیں، سب سے ہلکا دروازہ (گناہ) یہ ہے

کہ کوئی اپنی ماں سے زنا کرے۔

طبرانی کبیر میں حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: انسان کو سود کا ایک درہم ملے، یہ تینتیس زنا سے بدتر ہے جو وہ اسلام کی حالت میں کرے، اس کی سند میں انقطاع ہے۔ ابن ابی دنیا اور لبغوی وغیرہ نے اسے حضرت عبداللہ پر موقوف بتایا اور یہ موقوف دراصل مرفوع کے حکم میں ہے، اس لیے کہ ایک درہم میں اس تعداد کے زنا سے زیادہ گناہ پایا جانا صرف وحی کے ذریعے معلوم ہو سکتا ہے جسے اس نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہو اور موقوف دراصل ایک طریق پر ہے [1]

حضرت عبداللہ کا فرمان ہے: سود کے بہتر گناہ ہیں، سب سے کمتر گناہ یہ ہے کہ جیسے کوئی اسلام کی حالت میں ماں کے ساتھ بدکاری کرے اور سود کا ایک درہم تیس اور چند زنا سے بڑھ کر سخت گناہ ہے۔ نیز فرمایا: قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ہر نیک وبد کو کھڑا ہونے کی اجازت دے گا، مگر سود کھانے والا اس طرح کھڑا ہو گا جیسے کسی کو شیطان نے چھو لیا ہو (اور وہ گرتا پڑتا نیم دیوانہ ہو)

احمد نے جید سند کے ساتھ حضرت کعب احبار رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا: تینتیس زنا کروں، یہ برائی مجھے سود کا ایک درہم کھانے سے زیادہ پسند ہے کہ میں جب اسے سود سمجھ کر کھا رہا ہوں، تو رب تعالیٰ میرے اس جرم کو جانتا ہو، (یعنی ایک درہم سے کئی بار زنا کرنا کم گناہ ہے۔ اس سے سود خوری کے جرم کی شدت بتانا مقصود ہے اور بس)

احمد نے صحیح سند کے ساتھ اور طبرانی نے روایت کیا کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سود کا ایک درہم جو انسان کھائے اور وہ اسے جانتا ہو، تو یہ چھتیس زنا سے زیادہ شدید جرم ہے۔

---

[1] روایت کے کئی طرق ہیں جن میں سے ایک طریق میں یہ روایت موقوف کہلاتی ہے، مگر باقی طرق متصل ہو جاتے ہیں، اس لیے تو وہ بھی مرفوع کے حکم میں آ گئی۔ (مترجم)

ابن ابی دنیا اور بیہقی میں ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں خطاب کیا اور سود کے جرم اور اس کے وبال کی شدت بیان کی اور فرمایا: سود کا ایک درہم جو بندے کو حاصل ہو، وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک چھتیس زنا سے سخت گناہ ہے کہ انسان وہ کرے اور سب سے بڑا سود یہ ہے کہ ایک مسلمان کی عزت کے درپے ہو۔

طبرانی صغیر اور اوسط میں ہے: جس نے باطل (ناحق) طور پر ظالموں کی مدد کی تاکہ اس کے ذریعے ایک حق کو توڑ دے، تو وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کے عہد سے بری الذمہ ہوگیا اور جس نے سود کا ایک درہم کھایا، تو وہ تینتیس زنا سے بدتر ہے اور جس کا گوشت حرام سے پیدا ہوا، تو آگ اس کی زیادہ حقدار ہے۔

بیہقی میں ہے: سود، ستر اور چند دروازے (گناہ) ہے۔ سب سے کم یہ ہے کہ کوئی اسلام کی حالت میں ماں سے بدکاری کرے اور سود کا ایک درہم پینتیس زنا سے بڑھ کر سخت گناہ ہے۔

طبرانی اوسط میں حضرت عمرو بن راشد کی موثوق روایت ہے: سود دراصل بہتر دروازے (گناہ) ہے۔ سب کم تر درجہ یہ ہے کہ ایک مرد اپنی ماں کے پاس جائے، اور سب سے بڑا سود یہ ہے کہ کوئی اپنے بھائی کی عزت (بیوی) سے دست درازی کرے۔

ابن ماجہ اور بیہقی میں حضرت ابو معشر سے روایت ہے اور یہ موثوق ہیں، انہوں نے حضرت ابو سعید مقبری، انہوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سے روایت کی کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سود ستر گناہ ہے، سب سے کمتر یہ ہے کہ آدمی اپنی ماں سے نکاح کرے۔

حاکم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے صحیح روایت نقل کی کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھل کو بڑا ہونے (پک جانے) سے پہلے خریدنے سے منع کیا اور فرمایا: جب کسی بستی میں سود اور زنا عام ہو جائے، تو انہوں نے اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کے عذاب کا مستحق بنالیا۔

ابو یعلیٰ نے جید سند کے ساتھ حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ سے روایت کیا۔ انہوں نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم سے حدیث روایت کی، جس میں فرمایا: جس قوم میں بھی زنا اور سود عام ہوا، انہوں نے اپنے آپ اللہ تعالیٰ کے عذاب کا مستحق بنالیا۔

مسند احمد میں ہے اور اس کی اسناد قابلِ نظر ہیں، جس قوم میں بھی سود عام ہو جائے' ان پر (دشمن کا) خوف اور عام قحط سالی آجاتی ہے، اور جس قوم میں رشوت عام ہو جائے، ان پر (دشمن کا) خوف اور قحط مسلّط کر دیا جاتا ہے، چاہے بارش ہو یا نہ ہو۔

احمد کی ایک طویل حدیث اور ابن ماجہ کی مختصر حدیث میں اور اصفہانی کی روایت میں ہے: جس رات مجھے معراج کرایا گیا، جب ہم ساتویں آسمان پر پہنچے، تو میں نے اوپر دیکھا تو گرج' بجلیاں اور شدید آندھیاں تھیں، فرمایا: پھر ہم اس قوم کے پاس آئے جن کے پیٹ کمروں کی طرح (بڑے بڑے) تھے، ان میں سانپ' بچھو تھے جو اُن کے پیٹوں سے باہر سے نظر آتے تھے۔ میں نے پوچھا: اے جبرائیل! یہ کون ہیں؟ انہوں نے بتایا کہ یہ سود خُور ہیں۔

اصفہانی نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ سے روایت کیا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب مجھے آسمان پر لے جایا گیا، تو میں نے آسمانِ دنیا کی طرف دیکھا، وہاں ایسے آدمی تھے جن کے پیٹ بڑے بڑے کمروں کی طرح تھے۔ وہ قوم فرعون کی گزرگاہ پر گرے پڑے ہیں جن کو صبح وشام آگ پر کھڑا کیا جاتا ہے اور کہتے ہیں: اے رب تعالیٰ! قیامت کبھی قائم نہ ہو۔ میں نے پوچھا: اے جبرائیل! یہ کون ہیں؟ انہوں نے کہا: یہ آپ کی امت کے سود خوار ہیں۔ یہ اسی طرح ہی کھڑے ہوتے ہیں، جیسے کسی کو شیطان نے چھو کر خبطی بنا دیا ہو۔

طبرانی نے صحیح سند کے ساتھ روایت کیا کہ قیامت سے پہلے زنا، سود اور شراب عام ہوگا۔

طبرانی نے لاباس بہ کی سند کے ساتھ حضرت قاسم بن عبداللہ وراق سے نقل کیا:

فرمایا: میں نے حضرت عبداللہ بن اوفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو صرافوں کے بازار میں دیکھا۔ انہوں نے فرمایا: اے صرافوں کی جماعت! خوشخبری لو۔ انہوں نے کہا: اللہ تعالیٰ آپ کو جنت کی خوشخبری دے، آپ ہمیں کس بات کی خوشخبری دے رہے ہیں اے ابو محمد؟ آپ نے کہا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صرافوں کے لیے فرمایا: دوزخ کی خوشخبری لو۔[1]

طبرانی میں ہے: ان گناہوں سے بچو، جن کی معافی نہیں ہوگی۔ خیانت، جس نے کسی چیز میں خیانت کی، وہ قیامت کے دن لائے گا اور سود کھانا، جس نے سود کھایا، وہ قیامت کے دن دیوانہ اور خبطی ہو کر اٹھے گا۔ پھر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت پڑھی:

اَلَّذِیْنَ یَاْکُلُوْنَ الرِّبٰوا لَا یَقُوْمُوْنَ اِلَّا كَمَا یَقُوْمُ الَّذِیْ یَتَخَبَّطُهُ الشَّیْطٰنُ مِنَ الْمَسِّ (البقرۃ)

(جو لوگ سود کھاتے ہیں، وہ اسی طرح ہی کھڑے ہوتے ہیں جیسے کہ وہ کھڑا ہو جس کو شیطان نے چھو کر خبطی (دیوانہ) بنا دیا ہو)

اصفہانی کی روایت ہے: قیامت کے دن سود خور اس حال میں آئے گا کہ وہ دیوانہ ہوگا، اس کے بدن کا ایک حصہ گھسٹتا ہوگا۔ پھر آپ نے یہ آیت پڑھی:

لَا یَقُوْمُوْنَ اِلَّا كَمَا یَقُوْمُ الَّذِیْ یَتَخَبَّطُهُ الشَّیْطٰنُ مِنَ الْمَسِّ۔

ابن ماجہ اور حاکم کی صحیح روایت ہے اور اسے صحیح بتایا: زیادہ سود کا انجام (ہمیشہ ہی) کمی ہی ہوتی ہے۔ حاکم کی روایت ہے اور اسے صحیح بتایا: سود چاہے کس قدر زیادہ ہو، مگر اس کا انجام کمی ہے۔

ابوداؤد اور ابن ماجہ دونوں نے حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے، انہوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا اور ان کا ان سے سماع میں اختلاف ہے اور جمہور عدم سماع کے قائل ہیں کہ لوگوں پر ایسا زمانہ ضرور آئے گا کہ ان میں سے کوئی ایسا نہ ہوگا جو سود نہ کھائے، جو (براہِ راست) نہیں کھائے گا، اسے اس کا غبار پہنچے گا۔

---

[1] اس لیے کہ صراف عموماً دھوکہ کرتے ہیں اور سود کے مواقع سے نہیں بچتے، مگر اللہ تعالیٰ جنہیں بچنے کی توفیق بخشے (مترجم)

زوائد المسند میں حضرت عبداللہ بن احمد سے روایت ہے: اس ذات کی قسم! جس کے قبضے میں میری جان ہے۔ میری اُمت میں کچھ لوگ ضرور بدترین حال میں تکبر اور لہو ولعب کی حالت میں رات گزاریں گے اور صبح کو بندر اور خنازیر بن جائیں گے، اس لیے کہ وہ حرام کو حلال سمجھیں گے اور گانے بجانے والی عورتیں حاصل کریں گے، شراب نوشی کریں گے، سود کھائیں گے اور ریشم پہنیں گے۔

احمد نے مختصر طور پر اور بیہقی نے روایت کیا، ان کے الفاظ یہ ہیں: اس امت میں ایک گروہ خورد ونوش اور لہو ولعب کی حالت میں رات گزارے گا اور صبح کو بدل کر بندر اور خنزیر بن جائیں گے اور بعض دھنس جائیں گے اور بعض پر پتھر برسیں گے۔ صبح کو لوگ کہیں گے: رات کو فلاں آدمی دھنس گیا اور رات فلاں گھر ہی دھنس گیا اور بعض قبائل پر اور بعض گھروں پر آسمان سے اس طرح پتھر برسائے جائیں گے جیسے قوم لوط پر پتھر برسائے جائیں گے جیسے قوم لوط پر پتھر برسائے گئے، اس لیے کہ وہ شراب پئیں گے، ریشم پہنیں گے، گانے بجانے والی عورتیں رکھیں گے، سود کھائیں گے، قطع رحمی کریں گے اور ایک اور عادت ہو گی جس کو راوی بھول گئے

باب ۷۰

بندوں کے حقوق کا بیان

بندوں کے حقوق یہ ہیں کہ جب ملاقات ہو تو سلام کرے اور جب سلام کرے تو جواب دے، بلائے تو بات سنے۔ جب چھینک آئے اور دُعا پڑھے، تو جواب دے۔ مریض ہو تو تیمارداری کرے اور اگر فوت ہو جائے تو جنازہ پڑھے۔ اگر قسم دے تو (ممکن ہو اور جائز ہو) پوری کرے۔ جب نصیحت چاہے، تو بہتر بات کہے۔ غیر حاضری میں اس کی حفاظت کرے (یعنی غیبت نہ کرے)

جو اپنے لیے چاہے دوسرے بھائی کے لیے بھی وہی چاہے جس کو اپنے لیے ناپسند کرتا ہے، دوسروں کے لیے بھی ناپسند کرے۔ یہ تمام باتیں احادیث میں مروی ہیں۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا: چار باتیں تم پر مسلمانوں کا حق ہیں: ۱۔ نیک کی مدد کرے۔ ۲۔ گناہ گار کے لیے دعائے مغفرت کرے۔ ۳۔ جانے والے کے لیے دُعا کرے، ۴۔ اور تائب سے محبت رکھے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے اس آیت کے بارے میں رُحَمَآءُ بَیۡنَهُمۡ (آپس میں رحم دل ہیں) فرمایا: نیک آدمی بُرے آدمی کے لیے دعا کرتا ہے اور بُرا نیک کے لیے دُعا کرتا ہے۔ جب بُرا آدمی امتِ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے کسی نیک آدمی کو دیکھے، تو یہ کہے: اے اللہ تعالیٰ! اسے ہدایت دے، اس کی توبہ قبول فرمالے اور اس کے گناہ معاف کر دے۔

ایک یہ ہے کہ ایمان والوں کے لیے وہی پسند کرے جو اپنے لیے پسند کرتا ہے اور ان کے لیے وہ ناپسند کرے جو اپنے لیے ناپسند کرتا ہے۔

نعمان بن بشیر فرماتے ہیں کہ میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کو یہ فرماتے سنا کہ ایمانداروں کی آپس میں محبت اور ایک دوسرے پر رحم کرنے کی مثال ایسے ہے جیسے کہ بدن کا ایک عضو تکلیف پائے، تو سارا بدن بخار اور بیداری میں اس کی وجہ سے تکلیف محسوس کرتا ہے۔

ایک یہ ہے کہ کسی مسلمان کو قول و فعل کے ساتھ ایذاء نہ دے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم کا فرمان ہے: مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں۔

حضور سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلّم نے ایک طویل حدیث میں فضائل بیان کرتے ہوئے فرمایا: اگر تم اس پر قادر نہ ہو تو لوگوں کو برائی سے بچاؤ، اس لیے کہ یہ صدقہ ہے جو تو نے

اپنے آپ پر صدقہ کیا۔ نیز فرمایا: مسلمانوں میں افضل تر وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم جانتے ہو کہ مسلمان کون ہے؟ صحابہ کرام نے عرض کیا: اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول خوب جانتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: مسلمان وہ ہے کہ جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں۔ صحابہ کرام نے پوچھا: تو مومن کون ہے؟ آپ نے فرمایا: جس کو لوگ اپنی جانوں اور اموال پر امین بنائیں (یعنی امانت دار ہو) صحابہ کرام نے پوچھا: مہاجر کون ہے؟ آپ نے فرمایا: جو برائی کو چھوڑ دے اور اس سے دور رہے۔

ایک شخص نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! (صلی اللہ علیہ وسلم) اسلام کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: یہ کہ تیرا دل اللہ تعالیٰ کا فرماں بردار رہے اور دوسرے مسلمان تیری زبان اور ہاتھ سے محفوظ رہیں۔

حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان ہے: دوزخیوں پر خارش مسلط کر دی جائے گی۔ وہ اس قدر خارش کریں گے کہ ان کے چمڑے (گوشت اُتر کر) ہڈیاں ظاہر ہو جائیں گی۔ پھر آواز دی جائے گی: کیا اس سے تجھے تکلیف ہوتی ہے؟ وہ کہے گا: ہاں! جواب ملے گا: یہ اس کا بدلہ ہے جو تم ایمانداروں کو ایذا دیتے تھے۔

حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے ایک آدمی کو دیکھا۔ وہ جنت میں ایک درخت میں الٹ پلٹ ہو رہا ہے جو کہ کاٹ کر راہ سے الگ کر دیا گیا۔ وہ شخص مسلمانوں کو ایذا دیا کرتا تھا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) مجھے کچھ چیز سکھایئے کہ جس سے فائدہ اٹھاؤں۔ آپ نے فرمایا: مسلمانوں کے راستہ سے تکلیف کی چیز (پتھر وغیرہ) دور کر دو۔ آپ نے فرمایا: جس نے مسلمانوں کے راستہ سے انہیں ایذاء دینے والی چیز ہٹا دی، اللہ تعالیٰ نے اس کے لیے نیکی لکھ دے گا اور جس کے لیے نیکی لکھ دی، اس کے لیے جنت کو واجب کر دیا۔

حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: کسی مسلمان کو جائز نہیں کہ وہ اپنے بھائی کی طرف تیز نظر (دکھ دینے والی) سے دیکھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کسی مسلمان کے لیے جائز نہیں کہ وہ دوسرے مسلمان کو ڈراتے۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ ایمانداروں کو ایذا دینے کو ناپسند کرتا ہے۔

ربیع بن خثیم رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان ہے: لوگوں کی دو قسمیں ہیں:

۱۔ مومن، اسے ایذا نہ دو، ۲۔ جاہل، اس سے جہالت نہ کرو۔

ایک یہ ہے کہ ہر مسلمان کے ساتھ تواضع اختیار کرے اور اس کے مقابلہ میں تکبر نہ کرے، اس لیے کہ اللہ تعالیٰ تکبر کرنے والے فخر و غرور کرنے والے کو پسند نہیں کرتا۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے میری طرف وحی فرمائی کہ اس قدر تواضع اختیار کرو، حتیٰ کہ کوئی کسی پر فخر نہ جتاتے۔ پھر اگر دوسرا فخر جتائے تو وہ برداشت کرے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم کو فرمایا:

خُذِ الْعَفْوَ وَاْمُرْ بِالْعُرْفِ (درگزر اختیار کر اور بہتر (نیکی کا) حکم دے

وَاَعْرِضْ عَنِ الْجٰهِلِيْنَ اور جاہلوں سے منہ پھیر لے)

حضرت ابن ابی اوفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے: جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم ہر مسلمان کے ساتھ تواضع کا معاملہ فرماتے اور بیوہ عورت اور مسکین کے ساتھ چلنے اور ان کی ضرورت پوری کرنے سے نفرت نہ کرتے تھے۔

ایک یہ ہے کہ لوگوں کی ایک دوسرے کے خلاف بُری باتیں نہ سنے اور جو سنے وہ دوسروں کو نہ پہنچائے۔

حضرت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: چغل خور جنت میں داخل نہیں ہوگا۔

خلیل بن احمد کا فرمان ہے: جس نے تیرے سامنے چغلی کی، وہ تیری بھی چغلی کرے گا جس نے تجھے دوسروں کی باتیں بتائیں، وہ تیری باتیں دوسروں کو بتائے گا۔

ایک یہ ہے کہ جس مسلمان کو تجھا نتا ہے، غصّہ کی حالت میں اس سے تین دن سے زیادہ تعلق نہ توڑے رکھے۔

حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کسی مسلم کے لیے روا نہیں کہ وہ اپنے بھائی کو تین دن سے زیادہ چھوڑے رکھے، جب ملیں، تو یہ اس سے اعراض کرلے اور وہ اس سے اعراض کرلے اور ان دونوں میں سے بہتر وہ ہے کہ جو سلام میں ابتدا کرے۔

حضور سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو ایک مسلمان سے درگزر کرے گا، اللہ تعالیٰ اس سے قیامت کے دن درگزر کرے گا۔

حضرت عکرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا فرمان ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت یوسف بن یعقوب علیہما السلام کو فرمایا: میں نے تیرے ذکر کو دُنیا وآخرت میں اس لیے بلند کیا کہ تو نے اپنے بھائیوں کو معاف کر دیا۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں: جنابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ذات کی خاطر کبھی کسی سے انتقام نہیں لیا، البتہ اگر اللہ تعالیٰ کی حدود توڑی گئیں، تو اللہ تعالیٰ کی خاطر سزا دی۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ جب بھی کسی کی زیادتی معاف کرے، تو اللہ تعالیٰ اس کی عزت میں اضافہ کر دیتا ہے۔

حضورِ اکرم صلی اللہ علہ نے فرمایا: صدقہ کرنے سے مال کم نہیں ہوتا اور معاف کرنے سے آدمی کی عزت میں اضافہ ہوتا ہے اور جس نے اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر تواضع اختیار کی، اللہ تعالیٰ اسے بلندی عطا کرے گا۔

باب ۱۷

اتباعِ خواہشات کی مذمت اور زہد کی فضیلت

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

أَفَرَأَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ إِلٰهَهُ هَوَاهُ وَأَضَلَّهُ اللّٰهُ عَلٰى عِلْمٍ۔ (الفرقان)

(کیا تو نے اسے دیکھا کہ جس نے اپنی خواہش کو خدا بنا لیا اور اللہ تعالیٰ نے اسے گمراہ کیا علم پر)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں: اس سے مراد کافر ہے جس نے اللہ تعالیٰ سے ہدایت و برہان کے بغیر ہی ایک دین بنا رکھا ہے یعنی یہ ہوا کہ وہ خواہش نفس کا تابع ہے، نفس جدھر بلاتا ہے، وہ ادھر ہی جاتا ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کی کتاب پر عمل پیرا نہیں، گویا وہ خواہش کی عبادت کر رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَلَا تَتَّبِعْ أَهْوَاءَهُمْ (المائدہ)

(اور ان کی خواہشات کی پیروی نہ کرو)

اور فرمایا:

وَلَا تَتَّبِعِ الْهَوٰى فَيُضِلَّكَ عَنْ سَبِيلِ اللّٰهِ (ص)

(اور خواہش کی پیروی نہ کر، ورنہ تجھے اللہ تعالیٰ کی راہ سے بھٹکا دے گی)

یہی وجہ ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے پناہ مانگی اور دعا کی:

اَللّٰهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنْ هَوًى مُطَاعٍ وَشُحٍّ مُتَّبَعٍ۔

(اے اللہ! میں اس خواہش سے جس کی پیروی کی جائے اور اس بخل سے جس کا اتباع کیا جائے تیری پناہ مانگتا ہوں)

اور فرمایا: تین چیزیں ہلاک کرنے والی ہیں: ۱- خواہش، جس کی پیروی کی جائے۔
۲- بخل، جس کو اپنایا جائے، ۳- انسان اپنے پر غرور و فخر کرے۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ ہر گناہ کا باعث نفسانی خواہشات ہیں، وہی انسان کو دوزخ کی طرف لے جاتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس سے بچائے۔

ایک عارف کا فرمان ہے: جب ایسا معاملہ آن پڑے کہ معلوم نہ ہو سکے کہ کونسی بات درست ہے؟ تو دیکھو تمہاری خواہش نفس کے قریب تر کونسی ہے؟ اس سے بچو۔ اسی مفہوم میں امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان ہے ؎

إِذَا حَالَ أَمْرُكَ فِي مَعْنَيَيْنِ
وَلَمْ تَدْرِ حَيْثُ الْخَطَا وَالصَّوَابُ

(جب تیرا کوئی معاملہ دونوں میں پھر رہا ہو اور پتہ نہ چلے کہ ٹھیک کونسا ہے اور غلط کونسا؟)

فَخَالِفْ هَوَاكَ فَإِنَّ الْهَوَىٰ
يَقُودُ النُّفُوسَ إِلَىٰ مَا يُعَابُ

(تو خواہش کی مخالفت کر اس لیے کہ خواہش انسانوں کو معیوب باتوں کی طرف لے جاتی ہے)

حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا فرمان ہے: جب تجھ پر دو رائے مشتبہ ہو جائیں، تو محبوب ترین کو چھوڑ دے اور گراں گزرنے والی کو لے لے۔

اس کا اصل سبب یہ ہے کہ آسان کام دل پر سہل رہتا ہے، جگہ قریب ہے، مشقت کم ہے، اس لیے انسان اس کی طرف زیادہ حرص رکھتا ہے، مگر دشوار کام کی جگہ بھی مشکل اور دور ہوتی ہے، اور مشقت دیر تک رہتی ہے، اس لیے نفس تساہل کرتا ہے اور اس سے متنفر ہوتا ہے کہ کون مشقت اٹھائے؟

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا فرمان ہے: ان نفوس کو قابو رکھو، یہ شر کی دعوت دیتے ہیں اور حق بھاری مگر خوشگوار ہے اور باطل آسان مگر دبا ہے۔ گناہ چھوڑ دینا، توبہ

قبول کرانے سے زیادہ آسان ہے۔ کئی شہوانی نظریں اور گھڑی بھر کی لذتیں طویل غم کا باعث ہوتی ہیں۔

حضرت لقمان علیہ السلام نے اپنے بیٹے کو فرمایا: میں سب سے پہلے تمہیں تمہارے نفس سے ڈراتا ہوں، اس لیے کہ ہر نفس کی خواہش و شہوت ہوتی ہے۔ اگر تو نے اس کی شہوت (چاہت) دے دی، تو نفس سرکشی کرے گا اور اس کے علاوہ مزید چاہے گا، اس لیے کہ دل میں شہوت اس طرح چھپی رہتی ہے، جیسے آگ پتھر میں، جب اس پر ضرب لگائیں تو آگ کا شعلہ نکلتا ہے اور اگر چھوڑ دیں، تو آگ چھپ جاتی ہے۔ ایک شاعر کا قول ہے ؎

إِذَا مَا أَجَبْتَ النَّفْسَ فِي كُلِّ دَعْوَةٍ

دَعَتْكَ إِلَى الْأَمْرِ الْقَبِيحِ الْمُحَرَّمِ

(جب تو نفس کی ہر خواہش مان لے گا، تو یہ تجھے حرام اور سخت برے کام کی طرف بلائے گا)

ایک شاعر کا قول ہے ؎

إِذَا أَنْتَ لَمْ تَعْصِ الْهَوٰى قَادَكَ الْهَوٰى

إِلٰى كُلِّ مَا فِيهِ عَلَيْكَ مَقَالُ

(جب تم خواہش کی نافرمانی نہ کرو گے، تو خواہش تمہیں ہر اس کی طرف لے جائیگی جس پر تجھ کو اعتراض ہوگا)

ایک اور شاعر نے کہا ؎

وَاعْلَمْ بِأَنَّكَ لَمْ تَسُودْ وَلَنْ تَرٰى

طُرُقَ الرَّشَادِ إِذَا اتَّبَعْتَ هَوَاكَ

(اور جان لو کہ تم ہدایت کی راہ نہ دیکھو گے اور نہ ہی سیادت کرو گے، اگر تم نے اپنی خواہش کا اتباع کیا)

ایک اور شاعر کا قول ہے ؎

إِذَا شِئْتَ إِتْيَانَ الْمَحَامِدِ كُلِّهَا

وَنَيْلَ الَّذِي تَرْجُو مِنْ رُتَبِ الرُّتَبِ

(جب تم یہ چاہو کہ تمام اچھی باتیں حاصل ہوں اور رب تعالیٰ کی رحمت حاصل ہو جسکی امید رکھتے)

فَخَالِفْ هَوَى النَّفْسِ الْمُسِيئَةِ إِنَّهُ
لَأَعْدَى وَأَرْدَى مِنْ هَوَى الْحُبِّ

(پس نفس کی بُری خواہش کی مخالفت کرو، بیشک یہ بات محبت کی خواہش سے بھی زیادہ دشمن اور مہلک ہے)

هُمَا سَبَبَا حَتْفِ الْهَوَى غَيْرَ أَنَّ فِي
هَوَى الْحُبِّ مَهْمَا عُفَّ بُعْدٌ عَنِ الذَّنْبِ

(یہ (مخالفتِ خواہش) خواہش کی موت ہے، البتہ محبت کی خواہش جب معاف ہو تو گناہ مٹ جاتے ہیں)

جَلُّ الْمَعَاصِي فِي هَوَى النَّفْسِ فَاعْتَمِدِي
خِلَافَ الَّذِي تَهْوَاهُ إِنْ كُنْتَ ذَا لُبٍّ

(خواہشِ نفس میں بڑے گناہ ہیں، اس لیے اگر تم عقلمند ہو تو خواہش کی مخالفت کرو)

ایک شاعر کا قول ہے ؎

إِنَارَةُ الْعَقْلِ مَكْسُوفٌ بِطَوْعِ هَوًى
وَعَقْلُ عَاصِي الْهَوَى يَزْدَادُ تَنْوِيرًا

(اتباعِ خواہش کے باعث ہی عقل کی روشنی بجھی ہوئی ہے اور خواہش کی مخالفت کرنیوالے کی عقل کی روشنی بڑھ جاتی ہے) فضل بن عباس رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان ہے ؎

لَقَدْ تَرْفَعُ الْأَيَّامُ مَنْ كَانَ جَاهِلًا
وَيُرْدِي الْهَوَى ذَا الرَّأْيِ وَهُوَ لَبِيبٌ

(زمانہ آجکل جاہلوں کو اٹھاتا ہے اور صاحبِ رائے آدمی جو عقلمند ہو اسے خواہش ہلاک کرتی ہے)

وَقَدْ يَحْمَدُ النَّاسُ الْفَتَى وَهُوَ مُخْطِئٌ
وَيَعْذِلُ فِي الْإِحْسَانِ وَهُوَ مُصِيبٌ

(گاہے لوگ ایک نوجوان کی تعریف کرتے ہیں حالانکہ وہ غلط کار ہوتا ہے اور نیکی پر عیب رکھتے ہیں، حالانکہ وہ

ٹھیک ہوتا ہے)

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے عقل کو پیدا کیا اور فرمایا: آگے بڑھو، وہ آگے بڑھی اور پھر فرمایا: پیچھے ہٹو، وہ پیچھے ہٹ گئی۔ پھر فرمایا: مجھے میری عزت و جلال کی قسم! میں تجھے صرف اپنی مخلوق پر ہی سوار کروں گا (یعنی انہیں عقل دوں گا)

اور پھر حماقت کو پیدا فرمایا اور کہا: آگے بڑھو، وہ آگے بڑھی، پھر فرمایا: پیچھے ہٹو، وہ پیچھے ہٹ گئی۔ پھر فرمایا: مجھے میری عزت و جلال کی قسم! میں تجھے مبغوض ترین مخلوق پر ڈالوں گا۔ اسے ترمذی نے روایت کیا۔ ایک شاعر نے کیا ہی خوب کہا ہے ؎

وَقَدْ اَصَابَ رَأْيُهُ عَيْنَ الصَّوَابِ
مَنِ اسْتَشَارَ عَقْلَهُ فِي كُلِّ بَابِ

(اس کی رائے بالکل درست رہی کہ جس نے عقل سے ہر معاملہ میں مشورہ کیا)

وَقَدْ رَأَى اَنَّ الْهَوٰى مَهْمَا يَجِبْ
يَدْعُوْ اِلٰى سُوْءِ الْعَوَاقِبِ وَالْعِقَابِ

(اور اس نے دیکھ لیا کہ جب خواہش پختہ ہو جائے تو وہ بُرے نتائج اور عذاب کی طرف دعوت دیتی ہے)

ایک اور شاعر کا قول ہے ؎

اِذَا شِئْتَ اَنْ تَحْظٰى وَاِنْ تَبْلُغَ الْمُنٰى
فَلَا تُسْعِدِ النَّفْسَ الْمُطِيْعَةَ لِلْهَوٰى

(جب تم چاہو کہ خوش بخت رہو اور مطلوب حاصل کرو تو خواہش کے پیروکار نفس کی بات نہ ماننا)

وَخَالِفْ بِهَا عَنْ مُقْتَضٰى شَهَوَاتِهَا
وَاِيَّاكَ اَنْ تَحْفِلَ بِمَنْ ضَلَّ اَوْ غَوٰى

(اور اس کی شہوتوں کے تقاضوں کی مخالفت کرو اور گمراہ یا سرکش آدمی کی ہم نشینی سے بچو۔)

دَعْهَا وَمَا تَدْعُوْ اِلَيْهِ فَاِنَّهَا
لَاَمَّارَةٌ بِالسُّوْءِ مَنْ هَمَّ اَوْ مَدّٰى

(اسے چھوڑ دے اور جس کی طرف دعوت دے رہا ہے، اسے بھی چھوڑ دے، اس لیے کہ یہ تو ہے ہی بُرائی کا حکم کرنے والا، اسے جو بُرائی کا ارادہ کرے یا مہلت پاتے)

لَعَلَّكَ تَنْجُوْ مِنَ النَّارِ اِنَّهَا
لَقَاطِعَةُ الْاَمْعَاءِ نَزَّاعَةُ الشَّوٰى

(تاکہ تو آگ سے نجات پالے، اس لیے کہ یہ تو انتڑیوں کو کاٹنے والی اور اطراف بدن کو اکھیڑنے والی ہے۔) (یعنی انتڑیاں کاٹ دے اور بدن تباہ کردے)

اور علماء کا قول یہ ہے کہ خواہش ایک بُری سواری ہے جو تجھے فتنوں کے اندھیروں میں لے جاتی ہے۔ ایسی چراگاہ اور خیمے ہیں جو تجھے مقامات مشقت میں بٹھاتے ہیں، اس لیے نفسانی شہوت تجھے بُری سواریوں پر نہ بٹھاتے اور مقاماتِ گناہ میں نہ لے جاتے۔

ایک آدمی سے کہا گیا، کاش تم نکاح کر لیتے۔ اس نے کہا: کاش میں اپنے نفس کو طلاق دینے پر قادر ہوتا تو میں اسے طلاق دے دیتا اور یہ شعر پڑھا ؎

تَجَرَّدْ مِنَ الدُّنْيَا فَاِنَّكَ اِنَّمَا
سَقَطْتَ اِلَى الدُّنْيَا وَاَنْتَ مُجَرَّدٌ

(دُنیا سے علیحدہ رہو، اس لیے کہ جب تم دنیا میں آئے تھے، تو خالی ہاتھ تھے۔)

دنیا دن ہے اور بیداری آخرت ہے اور ان کے درمیان وسط میں موت ہے اور ہم جھوٹے خوابوں میں پڑے ہیں، جس نے خواہش کی آنکھ سے دیکھا، تو وہ حیران رہا اور جس نے خواہش پر حکم چلایا، اس نے ستم ڈھایا اور جس نے طویل نظر کی، اس نے انتہا کو نہ پایا اور دیکھنے والے کی انتہا ہی نہیں۔

ایک حکیم نے ایک شخص کو وصیت کی اور فرمایا: میں تجھے حکم دیتا ہوں کہ اپنی خواہش

کے ساتھ جہاد کرو، اس لیے کہ خواہش برائیوں کی کنجی اور نیکیوں کی دشمن ہے اور تیری ہر خواہش تیری دشمن ہے اور بعض ایسی بھی خواہشات ہیں، جو تیرے سامنے گناہ کو بھی تقویٰ کے رنگ میں پیش کرتی ہیں اور ان دشمنوں کے درمیان تب ہی فرق کر سکو گے کہ تم ان پر پوری احتیاط سے نظر رکھو اور تساہل نہ کرو، صداقت اختیار کرو اور تکذیب نہ کرو اور تسلیم کرو اور انکار نہ کرو اور صبر کرو اور بے صبری نہ دکھاؤ اور نیت درست رکھو اور نیت خراب کر کے اپنے اعمال برباد نہ کر لو۔ اے اللہ! ہماری عقلوں کو خواہشات نفس و حرص میں نہ ڈال، ہمیں دنیا میں مصروف رکھ کر آخرت سے غافل نہ کر دینا، ہمیں ہر وقت اپنا ذکر کرنے والا، اپنی نعمتوں کا شکر کرنے والا بنا دے۔ ہماری دعائیں اپنے نبی سیدنا و مولانا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے سے سن لے، اور سب حمد اللہ کی ہے، اور حمد اللہ کی ہے جس نے ہم پر کرم فرمایا۔

حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "تمہارا بہترین دین پرہیزگاری ہے۔" اور فرمایا: "عملوں کا سردار تقویٰ ہے۔" فرمایا: "پرہیزگار بن جاؤ، تو سب لوگوں سے زیادہ عبادت گزار ہو گا اور قناعت کرنے والا بن جا، تو سب لوگوں سے زیادہ شکر گزار ہو گا۔"

حضورِ اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: جس کو پرہیزگاری حاصل نہ ہو کہ اللہ کی نافرمانی سے روکے، تو جب وہ خلوت میں جائے گا، تو اسے تعالیٰ کے علیم ہونے کے بارے میں کچھ پرواہ نہ ہو گی۔" (یعنی اللہ تعالیٰ کو علیم و خبیر جان کر برائی سے نہیں رُکے گا)

حضرت ابراہیم بن ادھم رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان ہے: زہد کے تین مقام ہیں:

۱۔ فرض زہد، اس سے مراد حرام کاموں سے بچنا ہے۔

۲۔ سلامتی کا زہد، اس سے مراد شبہات کو چھوڑ دینا ہے۔

۳۔ فضیلت کا زہد، اس سے مراد حلال میں بھی زہد اختیار کرنا ہے۔ یہ بہتر تفسیر ہے۔

حضرت ابن مبارک رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان ہے: زہد، در اصل، زہد کو مخفی رکھنا ہے، جب زاہد آدمی لوگوں سے بھاگے، تو اسے تلاش کر، اور اگر وہ لوگوں کو تلاش کرتا ہو تو اس سے دور بھاگ۔

ایک شاعر نے خوب کہا ہے ؎

إِنِّي وَجَدْتُ فَلَا تَظُنُّنَّ غَيْرَهُ

إِنَّ التَّوَرُّعَ عِنْدَ هٰذَا الدِّرْهَمِ

(میں نے بات پالی، اس کے سوا کچھ گمان نہ کرنا کہ پرہیزگاری اس درہم کے پاس ہے۔)

فَإِذَا قَدَرْتَ عَلَيْهِ ثُمَّ تَرَكْتَهُ

فَاعْلَمْ بِأَنَّ تُقَاكَ تَقْوَى الْمُسْلِمِ

(جب تو اس پر قادر ہو، پھر اسے چھوڑ دے، تو جان لے کہ تیرا تقویٰ، ایک مسلمان کا تقویٰ ہے)

اور زاہد وہ نہیں، جس سے دنیا منہ موڑ لے، پھر وہ بھی بے رغبت اور زاہد بن جائے، بلکہ زاہد وہ ہے کہ جس پر دنیا کے ہجوم کر کے آئے اور وہ اس سے دوسری طرف منہ موڑ لے اور اس سے فراغ کو ترجیح دے، جیسا کہ ابو تمام کا قول ہے ؎

إِذَا الْمَرْءُ عِلْمٌ بِزُهْدٍ وَقَدْ صُبِغَتْ لَهُ

بِعُصْفُرِهَا الدُّنْيَا فَلَيْسَ بِزَاهِدِ

(جب آدمی زہد میں مصروف ہو اور حال یہ ہو کہ دنیا کا رنگ اس پر خوب ہے تو وہ زاہد نہیں)

ایک حکیم کا قول ہے: ہم دنیا میں زہد کیوں نہ اختیار کریں، جبکہ دنیا کا حال یہ ہے کہ اس کی عمر، اس کی بھلائی، اس کی صفائی مکدر ہے اور اس کا امان فریب ہے۔ اگر آئے تو زخمی کرے اور جائے تو ہلاک کر دے۔ ایک شاعر نے کہا ؎

تَبًّا لِطَالِبِ الدُّنْيَا لَا بَقَاءَ لَهَا

كَأَنَّمَا هِيَ فِي تَصْرِيفِهَا حُلُمُ

(دنیا چاہنے والے کے لیے بربادی ہے۔ دنیا باقی نہیں، گویا اس کا آنا جانا ایک خواب تھا)

صَفَاؤُهَا كَدِرٌ وَسَرَّاؤُهَا ضَرَرٌ

أَمَانُهَا غُرَرٌ أَنْوَارُهَا ظُلَمُ

(اس کی صفائی مکدر ہے، اس کی مسرت دکھ ہے، اس کی فریب ہے، اس کی روشنی اندھیرے ہیں)

شَبَابُهَا هَرَمٌ رَاحَاتُهَا سَقَمٌ
لَذَّاتُهَا نَدَمٌ وِجْدَانُهَا عَدَمٌ

(اس کا شباب بڑھاپا ہے، اس کی راحت بیماری ہے، اس کی لذت ندامت ہے اور اس کا پانا محرومی ہے)

فَخَلِّ عَنْهَا وَلَا تَكُنْ بِزَهْرَتِهَا
فَإِنَّهَا نِعَمٌ فِي طَيِّهَا نِقَمٌ

(پس اس کو چھوڑ دے اور اس کی چمک دمک پر رہ جا، اس لیے کہ یہ نعمتیں ہیں، جن میں لپٹی ہوئی ہے۔)

وَاعْمَلْ لِدَارِ نَعِيمٍ لَا نَفَادَ لَهَا
وَلَا يَخَافُ بِهَا مَوْتٌ وَلَا هَرَمٌ

(دارِ نعمت (آخرت) کے لیے کام کر، جو فنا نہ ہوگی اور وہاں موت اور بڑھاپے کا خوف مسلط نہ ہوگا)

یحییٰ بن معاذ رحمۃ اللہ علیہ کے کلامِ حکمت میں سے ایک یہ بھی ہے کہ دنیا پر تیری نظر عبرت کے لیے ہو، اختیار کے ساتھ اسے رد کر دے، بدرجہ مجبوری اسے حاصل کر، اور آخرت کی طلب تیزی سے کر۔

باب ۷۲

جنّت اور اہل جنّت کے حالات و درجات

یاد رہے کہ اس سے پہلے دوزخ کے مصائب و آفات بیان کیے گئے ہیں، اس کے مقابلہ میں ایک دوسرا گھر بھی ہے۔ اس کے انعامات و اکرامات پر بھی نظر کرلو، اس لیے کہ جوان دونوں میں سے ایک سے دُور ہوا، وہ یقیناً دوسرے میں ٹھہرا، اس لیے دوزخ کے احوال پر طویل غور کر کے اپنے دل میں خوف پیدا کیے رکھو اور جنّت کے وعدہ کردہ غیر فانی انعامات و اکرامات پر طویل غور کر کے دل میں امید بھی لگائے رکھو۔ خوف کے کوڑے سے اپنے آپ کو چلاتے جاؤ اور امید کی لگام کے ساتھ سیدھی راہ کی جانب اپنے آپ کو بڑھاتے جاؤ۔ اس طریقہ سے تم ملکِ عظیم حاصل کرو گے اور عذابِ الیم سے بچ جاؤ گے۔

ذرا اہلِ جنت اور ان کے سرسبز و شاداب پر رونق چہروں پر غور کرو، انہیں خوشبودار بند مُہر والا مشروب پلایا جاتا ہے۔ موتیوں کے خیموں میں سُرخ یاقوت کے منبروں پر بیٹھے تازہ سفید کھجوریں سامنے رکھی ہوئی ہیں، انتہائی سبز فرش بچھے ہیں، مسندوں پر تکیہ لگائے ہیں جو نہروں کے کنارے بچھائے گئے ہیں۔ شرابِ طہور اور شہد حاضر ہے، غلام اور نوکر حاضر ہیں، خوبصورت حوریں موجود ہیں، گویا وہ یاقوت و مرجان کی بنی ہوئی ہیں جن کو کبھی کسی انسان اور جن نے نہیں چھوا۔ باغات کے پلاٹوں میں چل رہی ہیں۔ جب وہ اکڑ کر چلتی ہے تو ستر ہزار بچے اسے کاندھوں پر اٹھا لیتے ہیں جن پر سفید ریشم کا لباس ہے کہ آنکھیں خیرہ ہو جاتیں۔ سب کے سر پر تاج ہیں، جن پر موتی اور مرجان جڑے ہیں، خوبصورت کاجل لگی آنکھیں، معطر اور بڑھاپے و تنگی سے محفوظ، خیموں میں بند، اور وہ خیمے یاقوت کے محلات میں ہیں جو جنت کے باغوں کے درمیان ہیں، پاک دل و پاک نظر عورتیں ہیں۔ پھر ان جنتی مردوں اور حوروں کے سامنے پیالے اور برتن

پیش کیے جاتے ہیں (جن میں جنت کے عمدہ مشروبات ہیں) پینے والوں کے لیے لذیذ سفید مشروب کا گلاس پیش ہوتا ہے، ان کی خدمت پر خدام اور بچے حاضر رہتے ہیں جیسے کہ قیمتی محفوظ موتی ہوں۔ یہ سب ان کے نیک اعمال کا اجر ہے، وہ باغات میں پُرامن مقام میں ہوں گے باغات میں چشمے اور نہریں ہوں گی۔ بہترین مقام پر، اپنے مالک قادر کریم کی خدمت میں، اپنے قادر کریم کی طرف نظر کی سعادت حاصل ہو گی اور ان کے چہروں پر تازگی اور رونقِ نعمت عاف جھلکتی ہو گی، ان پر کوئی تنگی اور پریشانی نہ ہو گی، بلکہ وہ مکرم بندے ہوں گے۔ رب تعالیٰ کے دربار سے تحائف سے سرفراز ہوں گے۔ اس میں ان کے لیے ہر وہ چیز ہو گی جو وہ چاہیں گے ہمیشہ رہیں گے، اس میں کوئی غم نہیں ہو گا اور نہ کوئی خطرہ ہو گا، ہر شک سے محفوظ ہوں گے نعمتوں سے متمتّع ہوں گے، وہاں کھانا کھائیں گے اور جنت کی نہروں سے دودھ، شرابِ طہور، شہد اور تازہ پانی پئیں گے، جنت کی سرزمین چاندی کی ہو گی اور اس کے کنکر مرجان کے ہوں گے اور مُشک کی مٹی ہو گی، اس کے پودے زعفران کے ہوں گے۔ پھولوں کی خوشبو والا پانی بادلوں سے برسے گا۔ کافور کے ٹیلے ہوں گے، چاندی کے پیالے حاضر ہوں گے، جن پر موتی، یاقوت اور مرجان کا جڑاؤ ہو گا۔ ایک پیالہ وہ ہو گا جس میں خوشبودار مہر لگا ہوا مشروب ہو گا جس میں سلسبیل شیریں چشمہ کا پانی ملا ہو گا۔ ایک ایسا پیالہ ہو گا کہ اس کے جوہر کی صفائی کے باعث سب طرف روشنی ہو جائے گی اور اس میں شرابِ طہور خوب سرخ اور بہترین ہو گا جو انسان نے نہیں بنایا، چاہے انسان کس قدر صنعت اور کاریگری دکھالے۔ یہ پیالہ ایک خادم کے ہاتھ میں ہو گا، اس کی روشنی مشرق تک جائے گی، مگر سورج میں وہ خوبصورتی اور زینت کہاں؟

اس آدمی پر تعجب ہے کہ جو ایمان رکھتا ہے کہ ایسا جنت واقعی موجود ہے، مگر پھر اس کا اہل بننے کے لیے (عمل نہیں کرتا)، اور نہ اہل جنت کی موت مرتا ہے اور اہل جنت کی سی محنت نہیں اٹھاتا اور نہ ہی اہلِ جنت کے کارناموں پر نظر رکھتا ہے۔ تعجب ہے کہ یہ آدمی

اس گھر پر کیسے مطمئن ہو بیٹھتا ہے جس کی بربادی کا فیصلہ اللہ تعالیٰ کر چکا ہے۔

اللہ کی قسم! اگر جنت میں صرف بدن کی سلامتی ہوتی اور موت، بھوک، پیاس اور تمام حوادث سے ہی بچاؤ ہوتا، تو بھی اس قابل تھا کہ اس کی خاطر دنیا کو مسترد کر دیا جاتا اور اس پر اس دنیائے تنگ کو ترجیح نہ دی جاتی اور اب جبکہ اہل جنت مامون بادشاہ ہیں، ہر طرح کی مسرتوں سے مستفید ہیں، جو چاہتے ہیں حاصل کرتے ہیں۔

عرش کے آنگن میں ہر روز حاضر ہو کر اللہ کریم کا دیدار کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے دیدار میں وہ کچھ حاصل کرتے ہیں جو جنت کی نعمت سے حاصل نہیں اور دوسری کسی طرف متوجہ نہیں ہوتے، ہر وقت طرح طرح کی نعمتوں کے چھن جانے سے بالکل محفوظ و مامون ہیں اور ہر طرح کی نعمتوں سے لطف اندوز ہو رہے ہیں۔ اب ایسے جنت کی طرف انسان کا کیوں دھیان نہیں ہوتا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اہلِ جنت کو ایک آواز دینے والا آواز دے گا۔ صحت مند رہو اور کبھی بھی بیمار نہ ہو، زندہ رہو اور کبھی بھی نہ مرو، جوان رہو اور کبھی بھی بوڑھے نہ ہو، ہمیشہ پُر نعمت رہو اور کبھی بھی محروم و پریشان نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ کا بھی اسی طرح فرمان ہے:

وَنُودُوا اَنْ تِلْكُمُ الْجَنَّةُ اُوْرِثْتُمُوهَا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝ (اور پکارے جائیں گے کہ یہ ہے جنت جس کے تم وارث کیے گئے ہو، بوجہ اس کے کہ تم عمل کرتے تھے)

اگر جنت کے حالات پڑھنے ہوں، تو قرآن مجید پڑھو، اللہ تعالیٰ کے بیان سے بڑھ کر کسی کا بیان کامل و اعلیٰ نہیں ہو سکتا۔ سورۃ الواقعہ اور کئی دوسری سورتوں میں جنت کے حالات آتے ہیں ہم اس سلسلے میں چند احادیث کا ذکر کرتے ہیں جن سے انشاء اللہ جنت کی تفصیل ملے گی:

جنتّ کی تعداد

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کی وضاحت کرتے ہوئے بتایا:

وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ جَنَّتٰنِ ؕ ج (الرحمٰن) (اور اس شخص کے لیے کہ جو اپنے رب کے سامنے کھڑا ہونے میں ڈرتا ہے، دو جنتیں ہیں)

فرمایا: دو جنت (باغ ہوں گے۔ دونوں میں چاندی کے برتن ہوں گے اور ہر چیز چاندی کی ہوگی اور ایک باغ میں برتن اور ہر چیز سونے کی ہوگی اور جنت عدن میں لوگوں اور رب تعالیٰ کے درمیان ردائے کبریائی کے سوا کوئی (پردہ) نہ ہوگا، انہیں زیارت ایسی نصیب ہوگی۔

جنت کے دروازوں کا یہ حال ہے کہ عبادات کے اصول کے مطابق ان کی تعداد کثیر ہے جیسے کہ گناہوں کے اصول کی بنا پر دوزخ کے دروازے کثرت سے ہیں۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے اپنے مال میں سے اللہ تعالیٰ کی راہ میں جوڑا خرچ کیا، اسے جنت کے تمام دروازوں سے بُلایا جائے گا اور جنت کے آٹھ دروازے ہیں، چنانچہ جو نمازی ہوں گے انہیں باب الصلوٰۃ سے بُلایا جائے گا اور زکوٰۃ و صدقات دینے والوں کو باب الصدقہ سے بلایا جائے گا اور مجاہد کو باب الجہاد سے بلایا جائے گا۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا۔ یقیناً ہر دروازے پر وہ لوگ ہوں گے جن کو بلایا جائے گا، مگر کیا ایسا بھی کوئی آدمی ہوگا جس کو ہر دروازے پر سے بُلایا جائے گا؟ آپ نے فرمایا: ہاں! اور مجھے امید ہے کہ تم ان میں سے ہو۔

حضرت عاصم بن ضمرۃ سے مروی ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے دوزخ کا ذکر کیا اور ہولناک باتیں بتائیں، میں سب باتیں یاد نہیں رکھ سکا۔ پھر فرمایا: رب تعالیٰ ڈرنے والوں کو جنت کی طرف لے جائے گا۔ جب وہ جنت کے قریب پہنچیں گے، تو اس کے پاس ایک درخت ہوگا اور اس کی جڑ میں دو چشمے بہتے ہوں گے۔ وہ ایک چشمے کی طرف جائیں گے جیسے کہ انہیں حکم ہوگا اور وہ اس سے پئیں گے، اس سے ان کے پیٹوں میں سے ہر قسم کی تکلیف دور ہو جائے گی۔ پھر وہ دوسرے چشمے کا رخ کریں گے اور اس میں طہارت حاصل کریں گے (غسل کریں گے)، جو طریقہ

طہارت ہوگا، وہ اختیار کریں گے، تو ان پر نعمت کی تازگی آجائے گی، اس کے بعد بال کبھی نہیں بدلیں گے (سفید نہیں ہوں گے) اور نہ اس کے سر خشک اور پراگندہ ہوں گے، گویا وہ تیل لگے ہوئے ہیں، پھر وہ جنت کی طرف پہنچیں گے، تو جنت کے ملائکہ کہیں گے: تم پر سلامتی ہو، خوش رہو، ہمیشہ کے لیے جنت میں داخل ہو جاؤ۔ پھر ان کے پاس بچے آئیں گے، جو ان کے گرد گھومیں گے جیسے کہ دنیا میں بچے اپنے محبوب (والدین) کے گرد (خوشی کے مارے) گھومتے ہیں، جبکہ کوئی سفر وغیرہ سے آئے اور کہیں گے: خوش ہو جائیے۔ اللہ تعالیٰ آپ پر اس اس طرح کا اکرام فرماتے گا۔ پھر ان میں سے ایک بچہ ایک خوبصورت حور کے پاس جائے گا اور کہے گا: فلاں آدمی آیا ہے اور دنیا میں جس نام سے پکارا جاتا تھا، وہ نام لے گا۔ وہ کہے گی: کیا تو نے اسے دیکھا ہے؟ وہ کہے گا: ہاں! میں نے اسے دیکھا ہے اور وہ پیچھے پیچھے آیا چاہتا ہے۔ وہ بہت ہی خوش ہوگی، حتیٰ کہ وہ دروازے سے نمودار ہوگا۔ جب وہ آدمی اپنے مکان کے قریب پہنچے گا، تو اس کی بنیادوں کو دیکھے گا، تو وہ موتی کی چٹان ہوگی، اس کے اوپر سرخ، سبز اور زرد ہر رنگ کے پتھر ہوں گے۔ پھر سر اٹھائے گا، تو اس کی چھت بجلی کی طرح (سفید و چمکدار ہوگی)، اگر اللہ تعالیٰ اسے دیکھنے کی تاب نہ عطا فرماتے تو بینائی چلی جاتی۔ پھر وہ سر نیچے کرے گا، تو اس کی بیویاں ہوں گی، پیالے رکھے ہوں گے، مسند بچھے ہوں گے قالین بچھے پڑی ہوں گی، پھر وہ تکیہ لگا کر کہے گا:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ هَدٰىنَا لِهٰذَا قف وَمَا كُنَّا لِنَهْتَدِیَ لَوْلَاۤ اَنْ هَدٰىنَا اللّٰهُ ج (الانعام)

(سب حمد اس اللہ تعالیٰ کے لیے ہے جس نے ہمیں ہدایت دی اور اگر اللہ تعالیٰ ہمیں ہدایت نہ دیتا، تو ہم ہدایت نہ پاتے)

پھر ایک آواز دینے والا آواز دے گا: تم زندہ رہو گے اور کبھی نہیں مرو گے۔ تم ہمیشہ یہاں رہو گے اور یہاں سے کبھی نہیں نکلو گے، تم ہمیشہ صحت مند رہو گے اور کبھی بیمار نہ ہو گے۔

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں قیامت کے دن جنت کے دروازے

پر آؤں گا اور دروازہ کھلواؤں گا، تو خازنِ جنت پوچھے گا، تم کون ہو؟ میں کہوں گا، محمدؐ ہوں۔ وہ کہے گا: مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں آپ کے سوا پہلے کسی دوسرے کے لیے دروازہ نہ کھولوں۔

اب جنت کے مکانات اور اس کے بلند ترین درجات پر دیکھو۔ سب سے بڑے درجات آخرت ہی کے ہیں اور جس طرح لوگوں کا ظاہری عبادت اور باطن عمدہ اخلاق میں تفاوت ہے، اسی طرح ان کے اجر و ثواب میں بھی واضح ثواب ہوگا۔ اگر تم جنت کے بلند ترین درجات کے طلبگار ہو، تو پھر خوب محنت کرو تاکہ ہر آدمی سے عبادت میں سبقت لے جائے اور اللہ تعالیٰ نے بھی عبادات میں سبقت لے جانے اور مقابلہ کرنے کا حکم دیا ہے۔ فرمایا:

سَابِقُوْا اِلٰی مَغْفِرَۃٍ مِّنْ رَّبِّکُمْ۔ (اپنے رب کی بخشش کی طرف جلد چلو)

نیز فرمایا:

وَفِیْ ذٰلِکَ فَلْیَتَنَافَسِ الْمُتَنَافِسُوْنَ۔ (اور اس میں چاہیے کہ رغبت کرنے والے رغبت کریں)

تم پر حیرت ہے کہ اگر دنیا میں تمہارے پڑوسی اور دوسرے معاصرین دنیا کے مال و دولت یا عمارت سازی میں آگے بڑھ جائیں، تو تم پر گراں گزرتا ہے، سینہ تنگ ہوتا ہے، حسد کی وجہ سے زندگی دوبھر کر لیتے ہو، حالانکہ بہتر بات یہ ہے کہ تم جنت میں اس حال میں قیام کرو کہ کوئی شخص تم سے آگے نہ بڑھ سکے، چاہے ساری دنیا کو تج کر ایسا کرنا پڑے۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے کہ جنابِ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جنت میں بلند مکانات والے اس طرح نظر آئیں گے جیسے کہ تم دنیا میں مشرق و مغرب میں افق پر (بلند) ایک ستارہ دیکھتے ہو، اس قدر باہم فرق مراتب ہوگا۔ صحابہ کرام نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! یہ تو انبیاء علیہم السلام کے درجات ہیں، ان کے سوا ان تک کوئی نہیں پہنچے گا۔ آپ نے فرمایا: ہاں! اس کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے، جو آدمی اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے اور رسولوں کی تصدیق کرے (ان کو یہ مقامات حاصل ہوں گے)

نیز فرمایا: بلند درجات والے نیچے سے اس طرح نظر آئیں گے جیسے کہ آسمان کے افق پر تم ستارہ چمکتا ہوا دیکھتے ہو اور ابوبکر و عمر ان میں سے ہیں اور ان پر مزید انعامات ہیں (رضی اللہ تعالیٰ عنہما)

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے کہ ہمیں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا میں تمہیں جنت کے مکانات کے بارے میں نہ بتاؤں؟ انہوں نے عرض کیا: ہاں! اے اللہ کے رسول! صلی اللہ علیہ وسلم، آپ پر میرے ماں باپ فدا ہوں۔

آپ نے فرمایا: جنت میں جواہرات کی قسم کے مکانات ہیں، اندر سے باہر صاف نظر آتا ہے اور باہر سے اندر صاف نظر آتا ہے۔ ان میں وہ انعامات، لذات اور مسرتیں ہیں کہ نہ کسی آنکھ نے دیکھیں نہ کسی کان نے سنیں اور نہ کسی انسان کے دل پر کھٹکا ہوا۔ میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! یہ مکانات کس کے لیے ہیں؟ فرمایا: جو سلام عام کرے، کھانا کھلائے، روزہ ہمیشہ رکھے، رات کو نماز پڑھے، جبکہ لوگ سوتے ہوں۔ ہم نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! اس کی کس میں ہمت ہے؟ فرمایا: میری امت میں یہ ہمت ہے اور میں تمہیں بتائے دیتا ہوں جو اپنے بھائی (مسلمان) سے ملے، تو اس کو سلام کرے، اس نے سلام عام کر دیا جو اپنے گھر والوں اور بال بچوں کو اس قدر کھلاتے کہ وہ سیر ہو جائیں۔ اس نے کھانا کھلا دیا جو رمضان کے مہینے کے روزے رکھتے، اس کے علاوہ ہر ماہ میں تین روزے رکھے، اس نے ہمیشہ روزے رکھے اور جو عشاء کی نماز اور فجر کی نماز جماعت کے ساتھ ادا کرے۔ اس نے رات کو نماز پڑھی، جبکہ لوگ سو رہے تھے۔

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس فرمانِ خداوندی کے بارے میں پوچھا گیا۔

وَمَسٰكِنَ طَيِّبَةً فِي جَنّٰتِ عَدْنٍ (اور پاکیزہ گھر، ہمیشہ کے باغات میں)

تو فرمایا: اس سے مراد موتی کے محلات ہیں، ہر محل میں سرخ یاقوت کے ستر گھر ہیں، اور ہر گھر میں سبز زمرد کے ستر کمرے ہیں اور ہر کمرے میں ایک پلنگ ہے اور ہر پلنگ پر ہر

رنگ کے ستر بچھونے ہیں اور ہر بچھونے پر جنت کی ایک خوبصورت حور ہے اور ہر کمرے میں ستر دستر خوان ہیں اور ہر دستر خوان پر ستر قسم کے کھانے ہیں اور ہر کمرے میں ستر خدمت گار ہوں گے اور ہر مومن کو ہر صبح اس قدر قوت دی جائے گی کہ وہ یہ سب کرلے۔

باب ۷۳

صبر، رضا اور قناعت

رضا کی فضیلت، آیاتِ کریمہ میں آتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمْ وَرَضُوْا عَنْہُ (اللہ ان سے راضی ہوا اور وہ اس سے راضی ہوئے)

نیز فرمایا:

ھَلْ جَزَاءُ الْاِحْسَانِ اِلَّا الْاِحْسَانُ ۚ (اور احسان کا بدلہ، احسان ہی ہے)

اور احسان کا آخری یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندے پر راضی ہو جاتے اور یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بندے کے حق میں رضائے اجر کی صورت میں ملتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَمَسَاكِنَ طَيِّبَةً فِي جَنّٰتِ عَدْنٍ ط (اور باغاتِ عدن میں پاکیزہ گھر ہوں گے

وَرِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ اَكْبَرُ ط اور رضامندی اللہ تعالیٰ کی طرف سے سب سے بڑی ہے)

اللہ تعالیٰ نے رضا کو جنت عدن پر بھی بلند مقام عطا کیا ہے جیسے کہ اپنے ذکر کو نماز پر بھی فوقیت دی اور فرمایا:

اِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ (بے شک نماز بے حیائی اور برائی سے روکتی

وَالْمُنْكَرِ وَلَذِكْرُ اللّٰهِ اَكْبَرُ۔ ہے اور اللہ تعالیٰ کا ذکر سب سے بڑا ہے)

اور جس طرح نماز کی حالت میں مذکور (اللہ تعالیٰ کا مشاہدہ نماز کی حالت سے بھی بڑھ کر ہے اس طرح جنت کے مالک کی رضا جنت سے بھی بلند تر ہے، بلکہ اہلِ مطلوب کی انتہا یہی ہے۔

حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ اہلِ ایمان کے لیے تجلّی کرے گا اور فرمائے گا: مجھ سے مانگو! وہ کہیں گے: آپ کی رضا چاہتے ہیں۔ چنانچہ دیدار کے بعد رضا کا سوال کرنا بتاتا ہے کہ یہ انتہائی فضیلت ہے اور بندے کی رضا کا حال ہم آئندہ بیان کریں گے اور اللہ تعالیٰ کی بندے سے رضا کا مفہوم کچھ اور ہے جو ابوابِ محبت میں مذکورہ بیان کے قریب ہے، البتہ اس کی کھولنا درست نہیں، اس لیے کہ مخلوق کی عقلیں اس کے ادراک سے قاصر ہیں اور جو اس پر قادر ہو، وہ اپنے آپ سے غافل ہو کر اسی میں کھو جاتا ہے اور بس!

خلاصہ کلام یہ ہے کہ دیدارِ الٰہی سے بڑھ کر کوئی درجہ نہیں اور رضا کا سوال اس لیے کیا تاکہ دیدار ہمیشہ رہے۔ گویا انہوں نے اسے ہی آخری مقصود قرار دیا۔ جب انہیں دیدار نصیب ہوا اور مانگنے کا حکم ملا، تو دوام دیدار کا سوال کیا اور وہ سمجھ گئے کہ رضا ہی رفعِ حجاب کے دوام کا سبب ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَلَدَيْنَا مَزِيْدٌ (اور ہمارے پاس مزید ہے)

بعض مفسرین کا قول ہے: مزید وقت میں اہلِ جنت کو رب العالمین تین تحائف عطا فرمائے گا: ۱۔ اللہ تعالیٰ کی جانب سے ایک ایسا تحفہ ملے گا کہ جنت میں ویسا نہیں ہوگا، وہ ایسے ہی ہے جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّا اُخْفِيَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ اَعْيُنٍ ج (پس کوئی جان نہیں جانتی کہ ان کے لیے کیا آنکھوں کی ٹھنڈک چھپا رکھی ہے)

۲۔ رب تعالیٰ کی جانب سے ان پر سلام ہوگا، اس تحفہ پر یہ مزید انعام ہوگا۔ فرمایا:

سَلٰمٌ قَوْلًا مِّنْ رَّبٍّ رَّحِيْمٍ (سلام کہا جائے گا رب رحیم کی طرف سے)

۳- اللہ تعالیٰ فرمائے گا: میں تم سے راضی ہوں۔ یہ بات ان کے لیے تحفہ اور سلام سے بھی بڑھ کر افضل ہوگی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَرِضْوَانٌ مِّنَ اللهِ أَكْبَرُ (اور اللہ تعالیٰ کی رضا سب سے بڑی ہے)

یعنی جس نعمت میں آج تم ہو، یہ سب اللہ تعالیٰ کی رضا کا فضل ہے اور بندے کی رضا کا پھل ہے۔ احادیث میں رضا کی فضیلت کے بارے میں مروی ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کی ایک جماعت سے پوچھا: تم کیا ہو؟ انہوں نے کہا: ہم مومن (ایماندار) ہیں۔ آپ نے فرمایا: تمہارے ایمان کی کیا علامت ہے۔ انہوں نے عرض کیا: ہم ابتلا پر صبر کرتے ہیں، فراخی میں شکر کرتے ہیں اور قضائے الٰہی کے مقامات میں راضی رہتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: ربِ کعبہ کی قسم! تم واقعی مومن ہو۔

ایک دوسری روایت میں ہے کہ آپ نے فرمایا: حکماء علماء ہیں۔ قریب ہے کہ وہ فقاہت کے باعث انبیاء کے مراتب کے مثل ہو جائیں۔

روایت میں ہے: اس کے لیے خوشخبری ہے جس کو اسلام کی ہدایت ملی۔ اس کی روزی بقدرِ کفایت تھی اور وہ اس پر راضی ہے۔

حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو اللہ تعالیٰ پر قلیل روزی پر بھی راضی ہوا، اللہ تعالیٰ اس کے قلیل عمل پر بھی راضی ہوگا۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: جب اللہ تعالیٰ کسی بندے سے محبت رکھتا ہے، تو اسے (کسی تکلیف میں) مبتلا کر دیتا ہے۔ اگر اس نے صبر کیا، تو اسے وہ چن لے گا اور اگر وہ راضی ہو تو اسے خالص اپنا بنا لے گا۔

نیز فرمایا: جب قیامت برپا ہوگی، تو اللہ تعالیٰ میری امت کے گروہ کے پَر پیدا کر دے گا۔ وہ قبروں سے اُڑتے ہوئے (سیدھے) جنت میں جا پہنچیں گے اور اس میں کھاتے پیتے اور نعمتوں سے فائدہ اٹھاتے ہوں گے۔ فرشتے ان سے کہیں گے: کیا تم نے حساب دیکھا ہے؟

وہ کہیں گے: ہم نے حساب نہیں دیکھا۔ وہ پوچھیں گے: کیا تم نے پُل صراط پار کیا ہے؟ وہ کہیں گے: ہم نے کوئی پُل صراط نہیں دیکھا۔ وہ کہیں گے: کیا تم نے دوزخ دیکھا ہے؟ وہ کہیں گے نہیں: وہ پوچھیں گے تم کس کی امت ہو؟ وہ کہیں گے: ہم امتِ محمدؐ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہیں۔ وہ کہیں گے: ہم تمہیں اللہ تعالیٰ کی قسم دیتے ہیں، ہمیں بتاؤ، تم دنیا میں کیا اعمال کیا کرتے تھے؟ وہ کہیں گے: ہم میں دو عادات تھیں جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے ہم اس درجہ کو پہنچے۔ وہ کہیں گے: وہ دونوں عمل کیا ہیں؟ وہ کہیں گے: جب ہم خلوت میں ہوتے تھے تو ہم اس کی نافرمانی سے حیا کرتے تھے اور جو ہماری قسمت میں کر دیا ہم اس تھوڑے سے پر راضی ہو گئے۔ فرشتے کہیں گے: تم واقعی اس کے حقدار ہو۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے فقراء کی جماعت! اللہ تعالیٰ پر دلوں سے راضی ہو جاؤ، تم فقر کا ثواب حاصل کرو گے، ورنہ نہیں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے حالات میں ہے کہ بنی اسرائیل نے ان سے کہا: اپنے رب سے ہمارے لیے یہ معلوم کیجیے کہ جب ہم یہ کریں گے، تو کیا وہ ہم پر راضی ہو جائے گا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا: اے میرے اللہ تعالیٰ! آپ نے سن لیا ہے جو وہ یہ کہہ رہے ہیں۔ (یعنی حکم فرمایئے!) اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے موسیٰ! ان سے کہہ دو کہ وہ مجھ سے راضی رہیں، میں بھی ان پر راضی ہوں۔

صبر کے مسائل

قرآن مجید میں نوّے سے زیادہ مقامات پر صبر کا ذکر ہوا ہے اور صبر کرنے پر بلند درجات اور نیکیوں کا وعدہ کیا گیا اور صبر کرنے والوں کے لیے ایسے انعامات کا وعدہ کیا کہ کسی دوسرے کے لیے وہ وعدہ نہیں کیا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

اُولٰٓئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوٰتٌ مِّنْ (ان پر ان کے رب کی طرف سے درود

رَبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ۔ (خصوصی رحمت) اور رحمت ہے)

چنانچہ صابرین کے لیے ہدایت، رحمت اور صلوات (خصوصی رحمتوں) کا ذکر کیا۔ تمام آیات کا ذکر کرنا دشوار ہے، البتہ اسی سلسلہ میں ہم چند احادیث نقل کرتے ہیں:

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: صبر کرنا، نصف ایمان ہے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قلیل ترین جو تمہیں ملا، وہ یقین اور صبر ہے (یعنی یہ دو باتیں کم لوگوں میں ہیں) اور جس کو ان دو میں سے کچھ حصہ ملا، تو پرواہ نہ کرے کہ کس قدر قیامِ شب اور دن کے نفلی روزے رہ گئے اور اپنی موجودہ حالت پر صبر کرو، میرے لیے یہ بات اس سے بھی زیادہ پسندیدہ ہے کہ تم میں سے ہر ایک آدمی مجھے اس حال میں ملے کہ ہر ایک کے پاس اس قدر عمل ہو جتنا سب مل کر عمل کر رہے ہیں، البتہ مجھے خطرہ ہے کہ میرے بعد تم پر دنیا فراخ ہو جائے گی۔ پھر ایک سے اجنبیت اختیار کر لو گے۔ اس وقت آسمان والے بھی تم سے اجنبیت اختیار کر لیں گے۔ اب جو صبر کرے اور ثواب کی امید رکھے، اس نے کامل ثواب حاصل کیا۔ پھر یہ فرمانِ باری تعالیٰ پڑھا:

مَا عِنْدَكُمْ يَنْفَدُ وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ بَاقٍ وَلَيَجْزِيَنَّ الَّذِيْنَ صَبَرُوْا اَجْرَهُمْ۔

(جو تمہارے پاس ہے، وہ ختم ہو جائے گا، اور جو اللہ تعالیٰ کے پاس ہے، وہ ختم نہیں ہوگا اور جنہوں نے صبر کیا انہیں ضرور اجر عطا فرمائے گا)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ، سے مروی ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ایمان کے بارے میں پوچھا گیا: (کہ وہ کیا ہے؟) آپ نے فرمایا: صبر اور سخاوت۔" نیز فرمایا: "صبر جنت کے خزانوں میں سے ایک خزانہ ہے۔"

ایک بار دریافت کیا گیا: ایمان کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: صبر کرنا۔ یہ فرمان حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان کے مشابہ ہے کہ حج، عرفہ ہے (یعنی حج کا بڑا رکن عرفہ میں وقوف کرنا ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: افضل ترین عمل وہ ہے جس کو نفس

ناپسند کرے۔

منقول ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام کو وحی کی: میرے اخلاق پیدا کرو، اور میرے اخلاق میں سے ایک یہ ہے کہ میں صبور (خوب صبر کرنے والا، یعنی حلیم و بُردبار) ہوں۔

حضرت عطاء نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ، سے روایت کی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم انصار کے پاس تشریف لائے۔ تو پوچھا: کیا تم مومن ہو؟ وہ خاموش رہے۔ (یعنی ادب سے خاموش رہے)

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! ہمارے ایمان کی کیا علامت ہے؟ انہوں نے کہا: ہم فراخی میں شکر کرتے ہیں، ابتلاء میں صبر کرتے ہیں اور قضا پر راضی ہیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ربّ کعبہ کی قسم! تم واقعی مومن ہو۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: صبر میں خیر کثیر ہے، چاہے صبر کرنا تمہیں ناپسند ہو۔

حضرت مسیح علیہ السّلام نے فرمایا: تمہیں جو محبوب ہے، وہ چیز ناپسندیدہ (یعنی دشوار) امور میں صبر کے بغیر حاصل نہیں کر سکتے۔

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا: اگر صبر ایک مَرد ہوتا تو وہ کریم (سخی) ہوتا۔ اور اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔

بے شمار روایات میں صبر کی تعریف آتی ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا: جس نے قناعت کی، اس نے عزّت پائی اور جس نے لالچ کیا، وہ ذلیل و خوار ہوا۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قناعت ایسا خزانہ ہے جو ختم نہیں ہوتا۔

قناعت پر اس سے پہلے بھی کئی بار کلام ہو چکا ہے۔

باب ۴۷

توکل کی فضیلت

اللہ تعالیٰ نے فرمایا :

اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الْمُتَوَکِّلِیْنَ۔ (اللہ تعالیٰ توکل کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے)

اللہ تعالیٰ کی محبت کے ساتھ موسوم ناموں میں سب سے بلند درجہ متوکل کا ہوتا ہے اور جس کو اللہ تعالیٰ مدد کے لیے کافی ہو، پھر اس کا کیا ہی بلند مقام ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جس پر اپنی کفایت، محبت اور نگہبانی کا احسان فرمایا، اسے عظیم کامیابی حاصل ہوئی، اس لیے کہ محبوب نہ جدا ہوتا ہے، نہ دُور ہوتا ہے اور نہ حجاب کر لیتا ہے۔

حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث میں سے ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے ؛ میں نے حج کے موقع پر دیکھا کہ میری امت نے میدان اور پہاڑ بھر دیئے۔ ان کی کثرت اور ہیئت مجھے بہت ہی بھلی معلوم ہوتی ہے۔ مجھ سے پوچھا گیا ؛ کیا تم راضی ہو ؟ میں نے کہا ؛ ہاں ! فرمایا گیا ؛ اور اس کے ستر ہزار آدمی جنت میں بغیر حساب کے داخل ہوں گے۔ پوچھا گیا ؛ اے اللہ کے رسول ! وہ کون ہیں ؟ فرمایا ؛ جو داغ نہیں لگواتے، نہ وہ بد فال لیتے ہیں اور نہ وہ منتر پڑھتے ہیں (اور نہ ناجائز تعویذ لیتے ہیں) ، اور اپنے رب پر توکل کرتے ہیں، (ناجائز تعویذ سے مراد وہ منتر ہیں جو قرآن و حدیث کے خلاف ہیں)

حضرت عکاشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، کھڑے ہوئے اور عرض کیا ؛ اے اللہ کے رسول ! میرے لیے دُعا کر دیجیے کہ اللہ تعالیٰ مجھے ان میں سے کر دے۔ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دُعا کی ؛ اے اللہ تعالیٰ ! اسے ان میں سے کر دے۔ ایک اور آدمی کھڑا ہوا اور کہا ؛ اے اللہ کے رسول ! میرے لیے دُعا کیجیے کہ وہ مجھے ان میں سے کر دے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ؛

عکاشہ تجھ سے آگے بڑھ گیا۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر تم اللہ تعالیٰ پر توکل کرو، جیسے کہ توکل کرنے کا حق ہے تو وہ تمہیں اس طرح روزی دے جیسے پرندوں کو دیتا ہے کہ وہ صبح خالی پیٹ ہوتے ہیں اور شام کو پیٹ بھر کر جاتے ہیں۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو سب سے کٹ کر صرف اللہ تعالیٰ کا ہو گیا، اللہ تعالیٰ اس کی ہر حاجت میں کافی ہے اور اسے وہاں سے روزی دے گا، جہاں سے اسے گمان نہ ہوگا اور جو سب سے کٹ کر دنیا کا ہو گیا، اللہ اسے اس کے سپرد کر دے گا۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس کو یہ سب اچھا لگے کہ وہ سب لوگوں سے زیادہ مستغنی ہو، تو اسے چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ کے پاس جو ہے اس پر اپنے پاس والے سے زیادہ یقین رکھے۔

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب ان پر تنگی آتی تھی، تو وہ اپنے گھر والوں کو فرماتے کہ اٹھو اور نماز پڑھو اور یہ کہتے کہ مجھے میرے رب نے یہی حکم دیا ہے۔ فرمایا:

وَأْمُرْ أَهْلَكَ بِالصَّلٰوةِ وَاصْطَبِرْ عَلَيْهَا۔ (اور اپنے گھر والوں کو نماز کا حکم کرو اور اس پر صبر کرو)

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے دَم کیا، منتر پڑھا اور داغ لگوایا وہ ہم میں سے نہیں۔

مروی ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو منجنیق[1] کے ذریعے آگ میں ڈالا گیا تو حضرت جبرئیل علیہ السلام نے حضرت ابراہیم السلام سے فرمایا: کوئی ضرورت ہو تو بتائیے؟ فرمایا: تمہارے پاس میری کوئی ضرورت نہیں، اور یہ کہا:

حَسْبِيَ اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ (اللہ ہی مجھے کافی ہے اور وہ بہترین کارساز ہے)

جب انہیں آگ میں ڈالنے کے لیے پکڑا گیا، اس وقت یہ کہا (تو اللہ تعالیٰ نے آگ کو

---

[1] یہ ایک آلہ ہے جس کے ذریعے پرانے زمانہ میں بڑے بڑے پتھر اٹھا کر قلعوں کو توڑتے تھے، آجکل اسے توپ کہا جا سکتا ہے۔ (مترجم)

گلستان بنادیا) اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَاِبْرٰهِيْمَ الَّذِيْ وَفّٰٓى (اور ابراہیم نے اپنے قول کو پورا کیا)

اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام کی طرف وحی فرمائی: اے داؤد! جو بندہ میری مخلوق کی بجائے صرف میرا ہی آسرا پکڑتا ہے، تو اگر زمین و آسمان بھی اس کے خلاف تدبیر کریں، تو بھی میں اس کے لیے نکلنے کی راہ پیدا کر دیتا ہوں۔

حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، فرماتے ہیں: مجھے بچھو نے ڈس لیا۔ میری ماں نے مجھ پر قسم دی کہ تو ضرور دم کرائے گا۔ میں نے دم کرنے والے کو وہ ہاتھ دیا جس پر ڈنک نہیں لگا تھا۔

حضرت خواص رحمۃ اللہ علیہ نے یہ آیت پڑھی:

وَتَوَكَّلْ عَلَى الْحَيِّ الَّذِيْ لَا يَمُوْتُ الخ (اور اس پر توکل کر جس پر موت نہیں آئے گی)

پھر فرمایا: اس آیت کے پڑھنے کے بعد بندے کے لیے مناسب نہیں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی دوسرے کی طرف پناہ چاہے۔ ایک عالم کو خواب میں کہا گیا: جس نے اللہ تعالیٰ پر اعتماد رکھا۔ اس نے اپنی قوت جمع رکھی (یعنی اسے ضائع نہیں رکھا)۔

ایک عالم کا قول ہے: جس روزی کی تجھے ضمانت دے دی گئی۔ اس میں مصروف ہو کر فرضِ عمل سے غافل نہ ہونا، ورنہ اپنی آخرت برباد کر لو گے اور دنیا تو صرف اس قدر ملے گی جو اللہ تعالیٰ نے تیرے لیے لکھ دی۔

حضرت یحییٰ بن معاذ نے فرمایا: بغیر طلب کے بندے کو روزی ملنے میں یہ ثابت ہوتا ہے کہ روزی کو حکم ہے کہ بندے کو تلاش کرے۔

حضرت ابراہیم بن ادھم رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان ہے کہ میں نے ایک راہب سے پوچھا: آپ کہاں سے کھاتے ہیں؟ اس نے کہا: مجھے اس کا علم نہیں، میرے رب سے پوچھو وہ مجھے کہاں سے کھلاتا ہے؟

ہرم بن حبان نے حضرت اویس قرنی رحمۃ اللہ علیہ سے کہا: آپ مجھے کہاں رہنے کا

حکم کرتے ہیں ؟ انہوں نے شام کی طرف اشارہ کیا، حضرت ہرم نے کہا: گذران کیسے ہوگا، حضرت اویس نے کہا: افسوس ان دلوں پر کہ ان میں شک پیدا ہوگیا۔ اب ان کو نصیحت نفع نہیں دے گی۔

ایک بزرگ کا قول ہے: میں اللہ تعالیٰ پر راضی ہوگیا کہ وہی کارساز ہے اور میں نے ہر بھلائی کی راہ پالی۔ ہم اللہ تعالیٰ سے حسنِ ادب کی درخواست کرتے ہیں۔

باب ۷۵

مسجد کی فضیلت کا بیان

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

اِنَّمَا يَعْمُرُ مَسٰجِدَ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ۔ (اللہ کی مساجد کو وہی آباد کرتا ہے جو اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان لائے)

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر ایک مسجد بنائی، اگرچہ چھوٹے سے گڑھے کے برابر ہو۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے لیے جنت میں ایک گھر بنا دیا۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی مسجد میں داخل ہو، تو بیٹھنے سے پہلے دو رکعت پڑھے[1]

حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مسجد کے پڑوسی کی نماز مسجد میں ہی ہوسکتی ہے (یعنی بلا عذر مسجد میں نہ جانا سخت گناہ ہے)۔

---

[1] اگر جماعت ہونے میں کچھ وقت ہو تو دو نفل پڑھ لے۔ اگر وقت اسی قدر ہے کہ سنت ادا کرسکے تو پھر سنتیں ادا کرے اور اگر جماعت کھڑی ہوچکی ہے، تو اس صورت میں جماعت میں شریک ہوجائے۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: تم میں سے کوئی جب تک اپنی جائے نماز میں بیٹھتا ہے، تو اس کے لیے فرشتے دُعائے رحمت کرتے ہیں، وہ کہتے ہیں: "اے اللہ! اس پر خصوصی رحمت فرما۔ اس پر رحم فرما، اس کو رحمت سے بخش دے۔" جب تک کہ وہ وضو نہ توڑ دے یا مسجد سے باہر نہ آجائے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آخری زمانہ میں میری امت کے کچھ لوگ ایسے ہوں گے کہ وہ مسجدوں میں آئیں گے، مسجدوں میں حلقے بنا کر بیٹھیں گے اور دنیا کی باتیں کریں گے اور دُنیا سے محبت رکھیں گے، ان کے پاس مت بیٹھنا۔ اللہ تعالیٰ کو ان کی کچھ حاجت نہیں (اللہ کو ان سے نفرت ہے۔)

حضور نبی کریم علیہ الصلوۃ والتسلیم کی حدیث ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کسی کتاب میں فرمایا: میری زمین میں میرے گھر مسجدیں ہیں اور میری زیارت کرنے والے وہ ہیں جو انہیں آباد کرتے ہیں۔ پس اس بندے کے لیے خوشخبری ہے جو اپنے گھر میں وضو کرے۔ پھر میرے گھر (مسجد) میں آکر میری زیارت کرے، جس کی زیارت کی جائے اس پر حق ہے کہ اپنی زیارت کرنے والے کا اکرام کرے۔ (یعنی اس کی دعائیں قبول کرے اور اس پر رحم فرمائے)

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم کسی آدمی کو دیکھو کہ وہ مسجد میں جانے کا عادی ہے، تو اس کے ایمان دار ہونے کی گواہی دو۔

حضرت سعید ابن مسیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا فرمان ہے: جو مسجد میں بیٹھا، وہ اپنے رُب تعالیٰ کی ہمنشینی کر رہا ہے۔ اس کا حق یہ ہے کہ اچھی بات ہی کرے۔

اثر یا خبر منقول ہے کہ مسجد میں (دنیا کی) بات کرنا نیکیوں کو اس طرح کھا جاتا ہے جیسے کہ چوپائے گھاس چر جاتے ہیں۔

حضرت امام نخعی رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان ہے: صحابہ کرام کی رائے یہ تھی کہ اندھیری شب میں مسجد کی طرف چلنا، جنت لازم کرنے والی بات ہے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے: جس نے مسجد میں چراغ جلایا فرشتے اور حاملینِ عرش اس کے لیے دُعا کرتے رہیں گے، جب تک اس کی روشنی مسجد میں رہیگی۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا فرمان ہے: جب بندہ مرتا ہے، تو زمین سے اس کی جائے نماز اور آسمان سے وہ جگہ اس پر روتی ہے کہ جہاں سے اس کے اعمال اوپر جاتے تھے۔

پھر یہ آیت پڑھی:

فَمَا بَكَتْ عَلَيْهِمُ السَّمَآءُ وَالْاَرْضُ وَمَا كَانُوْا مُنْظَرِيْنَ۔ (پس نہ رویا، ان پر آسمان اور زمین اور نہ انہیں مہلت دی جائے گی)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: اس پر زمین چالیس دن تک روتی ہے۔

حضرت عطا خراسانی کا فرمان ہے: جو بندہ بھی زمین کے کسی خطہ میں اللہ تعالیٰ کے لیے ایک سجدہ کرتا ہے، قیامت کے دن زمین اس کے حق میں گواہی دے گی اور جس دن اس کی موت واقع ہوتی ہے، اس دن وہ روتی ہے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا فرمان ہے۔ (زمین) کے جس قطعہ پر نماز پڑھی جائے یا اللہ کا ذکر کیا جائے، تو وہ قطعہ زمین اپنے اردگرد کے علاقوں پر فخر کرتا ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کے ذکر کے باعث خوش ہوتے ہیں، حتیٰ کہ ساتوں زمینوں تک مسرت پھیل جاتی ہے اور جو بندہ نماز پڑھتا ہے، زمین اس کے لیے مزین ہو جاتی ہے۔

مروی ہے کہ جس سرزمین میں کوئی قوم اترتی ہے تو یہ سرزمین (ان کے ذکر و نماز) کے باعث ان پر دعائے رحمت کرتی ہے یا (غفلت کے باعث) ان پر لعنت بھیجتی ہے۔

باب نمبر ۶

عبادت و مراقبہ کی اہمیّت

اور بزرگانِ دین کے فضائل

یاد رہے کہ جب اللہ تعالیٰ کسی بندے پر بھلائی کا ارادہ کرتا ہے، تو اسے اپنے عیوب پر نظر رکھنے کی توفیق بخشتا ہے جس کی نظر گہری ہو۔ وہ اپنے عیوب سے غافل نہیں ہو سکتا۔ جب وہ اپنے عیوب سے آگاہ ہو گا، تو علاج بھی ممکن ہو گا، مگر افسوس کہ اکثر لوگ اپنے عیوب سے اس قدر غافل ہیں کہ دوسرے کی آنکھ کا تنکا بھی نظر آتا ہے، مگر اپنی آنکھ کا شہتیر نظر نہیں آتا۔

جو شخص اپنے عیوب پر آگاہی حاصل کرنا چاہے، تو اس کے لیے یہ چار طریقے ہیں؛

۱۔ کسی نیک اور کتاب و سنّت کے پابند بزرگ کی خدمت میں بیٹھے، جو عیوبِ نفس سے آگاہ ہو۔ مخفی آفات کو جانتا ہو، وہ اس کے بارے میں فیصلہ کرے اور یہ شخص ریاضت میں اس کے اشارات پر چلے، مرید کا اپنے استاد کے سامنے یہی طریقہ ہے۔ اگر ایسے کیا تو شیخ اور استاد اسے اس کے نفسانی عیوب بتائے گا اور طریقۂ علاج بھی سمجھائے گا، مگر آج کے زمانہ میں ایسے بزرگ کم ہی ملتے ہیں۔

۲۔ کسی نیک آدمی کو سچا دوست بنا لے، جو عقلمند، صاحبِ بصیرت اور دین کا پابند ہو، اسے اپنے آپ پر نگران قرار دے دے تاکہ وہ اس کے احوال و افعال کو دیکھتا رہے۔ اب وہ جن ظاہری و باطنی اخلاق و عیوب کو بُرا سمجھے، وہ اسے آگاہ کرے۔ اہلِ خرد اور بزرگانِ دین کا یہی طریقہ ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، فرمایا کرتے تھے: اللہ تعالیٰ اس پر رحم کرے جو میرے عیوب مجھے بتائے۔ وہ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سے پوچھا کرتے ؟ کیا آپ کو میرے بعض عیوب کا علم ہوا ؟ وہ کہتے : وہ کون ہے جو ایسی حرکت کرے ؟ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ، نے اصرار کیا، تو انہوں نے فرمایا : مجھے معلوم ہوا ہے کہ آپ نے اپنے دستر خوان پر دو سالن جمع کر لیے ہیں اور آپ کے دو جوڑے ہیں، ایک دن کے لیے اور ایک رات کے لیے۔ فرمایا : کیا اس کے بغیر بھی کچھ معلوم ہوا ؟ انہوں نے جواب دیا : نہیں ! فرمایا : یہ دونوں بھی کافی ہیں۔ اور حضرت حذیفہ[1] رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سے کہتے : آپ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحبِ راز ہیں۔ کیا مجھ پر آپ آثارِ نفاق تو نہیں دیکھتے۔ اس قدر عظیم مرتبہ اور اعلیٰ شان کے باوجود کس قدر خوفِ خدا ہے کہ اپنے نفس پر اعتماد نہیں کرتے۔ جس کی عقل بھی کامل ترین اور صائب ترین ہوگی۔ وہ ہمیشہ اپنے آپ میں عجب و کبر نہیں پائے گا اور اپنے آپ کا سب سے سخت محاسبہ کرتا رہے گا، مگر یہ لوگ آج قلیل تر ہیں۔ بہت کم دوست ایسے ہیں جو مداہنت نہ کریں اور دوست کو اس کا عیب صاف بتا دیں یا حسد کرنا چھوڑ دیں۔ آج کل تو بیشتر احباب حاسد ہیں یا پھر اغراض کے بندے ہیں، وہ عیب کو عیب ہی سمجھتے نہیں یا مداہنت کرتے ہیں اور تیرے عیوب پر تجھ کو آگاہ نہیں کرتے۔

حضرت داؤد طائی رحمۃ اللہ علیہ لوگوں سے علیحدہ رہنے لگے۔ کسی نے پوچھا : آپ لوگوں سے اختلاط نہیں رکھتے، کیا وجہ ہے ؟ فرمایا : میں ایسے لوگوں کا کیا کروں جو میرے عیوب مجھ سے چھپاتے ہیں، چنانچہ اہلِ دین کی غرض یہ تھی کہ لوگ انہیں ان کے عیوب سے آگاہ کر دیا کریں۔ اور ہم جیسوں کا حال تو یہ ہو چکا ہے کہ جو ہمیں نصیحت کرے اور ہمارے عیوب ہمیں بتائے۔

---

[1] حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، زیادہ تر آئندہ کے حالات حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھتے اور خصوصاً حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو منافقین کی علامات میں ان کے نام بتا دیے تھے، اس لیے جس کے جنازہ میں حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ شریک ہوتے، اس میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی شریک ہو جاتے۔

وہ ہمارے نزدیک سب سے زیادہ بُرا آدمی ہے اور خطرہ ہے کہ یہ حرکت کمزور ترین ایمان کے درجہ سے بھی نہ گرجائے، اس لیے کہ بُرے اخلاق دراصل کاٹنے والے سانپ اور بچھو ہیں۔ اگر ہمیں کوئی شخص بتادے کہ ہمارے کپڑے کے نیچے بچھو ہیں، تو ہم اس کے نہایت احسانمند ہوجاتے ہیں اور فوراً بچھو کو دُور کرنے کی فکر کرتے ہیں اور خوشی محسوس کرتے ہیں کہ بچھو سے بچ گئے اور اسی وقت بچھو کو قتل کردیتے ہیں، حالانکہ اس کا اثر ہمارے صرف دنیاوی بدن پر ہوتا ہے اور ایک آدھ روز کے بعد اثر ختم ہوجاتا ہے، مگر بُرے اخلاق و اعمال کا اثر دل پر ہوتا ہے اور یہ بھی خطرہ ہے کہ موت کے بعد ہمیشہ ہمیشہ اثر قائم رہے۔ اس کے باوجود جو شخص ہمیں (عیوب و بُرائی کے بچھوؤں) کی اطلاع دے، ہم اس کے احسان مند نہیں ہوتے نہ ہم انہیں دور کرنے کی فکر کرتے ہیں، بلکہ معاملہ الٹ ہوجاتا ہے اور ہم نصیحت کرنے والے کے دشمن بن جاتے ہیں اور اس پر پلٹ کر الزامات کی بوچھاڑ کردیتے ہیں کہ تم یہ یہ کام کرتے ہو، جاؤ، ہمیں نصیحت نہ کرو۔ اس کی نصیحت سے فائدہ اٹھانے کی بجائے اس کے دشمن بن جاتے ہیں۔ پھر اس سنگدلی کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ایسا آدمی گناہوں پر دلیر ہوجاتا ہے۔ اس کا اصل سبب ضعفِ ایمان ہے۔ ہم اللہ تعالیٰ سے دُعا کرتے ہیں کہ ہمیں سیدھی راہ پر رکھے۔ ہمیں صحیح بصیرت عطا فرمائے اور ہمیں نیکی میں ہی مصروف رکھے اور جو شخص ہمیں ہماری بُرائیوں سے آگاہ کرے، اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے فضل و کرم سے اس شخص کے شکرگزار ہونے کی توفیق بخشے۔ آمین!

۴۔ دشمنوں کی زبان سے اپنے عیوب معلوم کرے، اس لیے کہ ناراضگی کی آنکھ بُرائیوں کو سامنے لاتی ہے۔ ہوسکتا ہے کہ انسان تعریف کرنے والے اور اس کے عیوب چھپانے والے مداہن (اوپر اوپر سے تعریف کرنے والے) دوست سے زیادہ اس شخص کو اس آدمی سے نفع ملے جو اس کی دشمنی چھپائے ہوئے ہے اور اس کے عیوب کا ذکر کررہا ہے، مگر آفت تو یہ ہے کہ لوگوں کی طبائع ہمیشہ دشمن کی تکذیب کرنے کی عادی ہیں اور لوگ کہا کرتے

ہیں کہ یہ میرا دشمن ہے، اس لیے مارے حسد کے ایسی باتیں کرتا ہے، مگر ایک عقلمند آدمی دشمنوں کے اقوال سے بھی فائدہ اٹھاتا ہے، اس لیے کہ ان کی زبانوں پر ہمیشہ اس کی برائیاں جاری رہتی ہیں۔

۴۔ لوگوں کے ساتھ اختلاطِ عام رکھے جس کو لوگوں میں مذموم جانے، تو اس کے بارے میں اپنے نفس پر محاسبہ کرے (کہ تو بھی ایسا ہی ہے) اس لیے کہ مومن، دوسرے مومن کا آئینہ ہے۔ دوسروں کے عیب دیکھ کر سمجھتا ہو کہ میرے اندر بھی یہ عیوب ہیں، اس لیے کہ عام لوگ خواہشات کی پیروی میں قریب قریب ہیں۔ اگر ایک خواہش کا پیروکار ہو تو دوسرے اس سے بالکل خالی نہیں ہوتے یا اس سے بڑھ کر یا اس سے کم ہوں گے، اس طرح اپنے نفس کی نگرانی کرے اور اسے ہر عیب سے پاک کرنے کی کوشش کرے، اس سے بھی ادب حاصل ہو گا اور اگر لوگ تمام وہ عیوب چھوڑ دیں جو دوسروں میں ناپسند کرتے ہیں، تو پھر انہیں کسی ادب سکھانے والے کی ضرورت نہیں۔ (اس لیے کہ سب نیک ہو گئے)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے پوچھا گیا، آپ کو ادب کس نے سکھایا ہے؟ فرمایا: مجھے کسی نے ادب نہیں سکھایا۔ میں نے جاہل میں جہالت کی بات دیکھی، تو اس سے پرہیز کیا۔ یہ طریقے اس کے لیے ہیں، جس کو ایک عارف عقلمند، عیوب نفس سے آگاہ، مشفق، دین کے سلسلہ میں نصیحت کرنے والا، خود مہذب، اللہ کے بندوں کو تہذیب سکھانے میں مصروف اور ان کا خیر خواہ بزرگ نصیب نہ ہو، اور جس کو اس درجہ کا کوئی بزرگ مل گیا تو اسے طبیب مل گیا، وہ اس سے وابستہ ہو جائے، وہی اسے اس کی مرض کا علاج کرے گا اور اسے اس بربادی سے بچانے کا ذریعہ ثابت ہو گا جس بربادی کا وہ سامنا کر رہا ہے۔

یاد رہے کہ ہمارے مندرجہ بالا کلام کو اگر نگاہِ عبرت سے پڑھو تو انشاء اللہ تمہیں بصیرت حاصل ہو گی۔ دل کی امراض سامنے آ جائیں گی اور علم و یقین کے نور کے ذریعہ اس کا علاج بھی معلوم ہو جائے گا اور اگر ایسا نہ کر سکو تو بھائی تلقین و تقلید کے طور پر ایمان

ویقین کو تو نہ جانے دو، اس لیے کہ ایمان کے یہ درجات ہیں جیسے کہ علم کے درجات ہیں اور علم، ایمان کے بعد حاصل ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :

یَرْفَعِ اللّٰہُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْکُمْ وَالَّذِیْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ۔ (اللہ تعالیٰ بلند کرتا ہے ان کو جو تم میں سے ایمان لائے اور جن کو علم ملا، ان کے (بلند تر) درجات ہیں۔

اب جس نے یہ تصدیق کی کہ شہوات کی مخالفت کرنا، اللہ تعالیٰ کی طرف ایک سیدھی راہ ہے، مگر اس کے سبب و راز سے آگاہ نہ ہو سکا تو وہ ایمان لانے والوں میں سے ہے، اور جب شہوات کے ساتھ تعاون کرنے والے امور سے بھی آگاہ ہو گیا، تو وہ ان لوگوں میں داخل ہے جن کو علم عطا ہوا اور ہر ایک کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے بھلائی کا وعدہ کیا ہے۔ قرآن و سنت اور اقوالِ علماء میں ایمان کی یہ تفصیل بے شمار مقامات میں آتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا :

وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰى فَاِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَاْوٰى۔ (اور اس نے اپنے نفس کو خواہش سے روکا تو جنت اس کا ٹھکانہ ہے)

نیز فرمایا :

اُولٰٓئِكَ الَّذِیْنَ امْتَحَنَ اللّٰہُ قُلُوْبَهُمْ لِلتَّقْوٰى۔ (یہ وہ لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں کو آزمایا ہے، پرہیزگاری کے لیے)

ایک قول کے مطابق اس کا مفہوم یہ ہے کہ ان کے دلوں سے شہوات کی محبت نکال دی گئی۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، مومن پانچ سخت امور کے درمیان رہتا ہے :

۱۔ مومن اس سے حسد (یا رشک) کرتا ہے۔ ۲۔ منافق اس سے بغض رکھتا ہے۔
۳۔ کافر اس سے جنگ کرتا رہتا ہے۔ ۴۔ شیطان اسے گمراہ کرنے کی کوشش کرتا رہتا ہے۔
۵۔ نفس اس سے مقابلہ کرتا ہے۔

اس سے پتہ چلتا ہے کہ نفس بھی ایک دشمن ہے جو اس سے مقابلہ کرتا ہے اس لیے اس کے خلاف جہاد کرنا ضروری ہے۔

منقول ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام کی طرف کی: اے داؤد! خود ڈرو، اور اپنے اصحاب کو ڈراؤ شہوات کھانے سے۔ اس لیے کہ جو دل دنیا کی شہوات سے وابستہ ہیں، ان کی عقلیں مجھ سے محجوب دپردے میں یعنی غافل) ہیں۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا فرمان ہے: اس کے لیے خوشخبری ہے جس نے اَن دیکھے غائب وعدۂ ربانی، پر موجود شہوت کو چھوڑ دیا۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جہاد کر کے آنے والے ایک گروہ کو فرمایا: خوش آمدید! تم چھوٹے جہاد سے بڑے جہاد کی طرف آئے ہو۔ عرض کیا گیا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم، بڑا جہاد کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: اپنے نفس کے ساتھ جہاد کرنا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنے نفس کی ایذاء دور کردو اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں نفس کی پیروی نہ کرو، ورنہ قیامت کے دن یہ تجھ سے جھگڑا کرے گا۔ تیرا بعض حصّہ دوسرے پر لعنت کرے گا، ہاں، البتہ اگر اللہ تعالیٰ نے معاف کر دیا اور پردہ پوشی کی تو پھر خیریت ہے۔

حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: نفس سے مقابلہ کرنے سے بڑھ کر مجھے کچھ زیادہ سخت بات محسوس نہیں ہوئی کبھی میں غالب آیا اور کبھی یہ غالب رہا۔

حضرت دیرِ عباس موصلی رحمۃ اللہ علیہ اپنے نفس کو مخاطب ہو کر فرمایا کرتے: اے نفس! نہ تو دنیا میں شہزادوں کے ساتھ نعمت حاصل کرتا ہے اور نہ ہی نیک بندوں کے ساتھ مل کر طلبِ آخرت میں محنت کرتا ہے، گویا میں تیرے ساتھ جنّت اور دوزخ کے درمیان قید ہوں۔ اے نفس تجھے حیا نہیں آتی؟

حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ، کا فرمان ہے: نفس سے بڑھ کر کوئی سرکش جانور ایسا نہیں، جو لگام دینے کے زیادہ لائق ہو۔

حضرت یحییٰ بن معاذ رازی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ریاضت کی تلواروں کے ساتھ اپنے نفس سے جہاد کرو اور ریاضت کی چار اقسام ہیں:

۱۔ کھانے میں خوراک کم رکھو، ۲۔ نیند میں کمی رکھو، ۳۔ کلام بقدرِ ضرورت ہی کرو۔ ۴۔ لوگوں کی ایذا کو برداشت کرو۔ چنانچہ کھانے میں کمی کرنے سے شہوات کی موت واقع ہوتی ہے۔ نیند کم کرنے سے خیالات پاکیزہ ہوتے ہیں، اور کلام کم کرنے سے آفات سے سلامتی رہتی ہے۔ لوگوں کی ایذا برداشت کرنے میں مطلوب تک رسائی خوب ہوتی ہے اور بندے پر سختی کے وقت بردباری اور ایذا رسائی پر صبر کرنے سے زیادہ شدید بات نہیں اور جب نفس سے شہوانی اور گناہ کے ارادے حرکت میں آ جائیں اور فضول کلامی کی شیرینی چلنے لگے تو اس پر کھانے کی کمی، تہجد سے بڑھ کر تیز تلوار ہوتی ہے اور نیند کی کمی انسان کو گمنامی کی عادت ڈالتی ہے اور کلام کم کرنے سے انسان ظلم و انتقام سے بچا رہتا ہے، اس سے ہی تم نفسانی آفات سے محفوظ رہو گے اور شہوانی ظلمتوں سے نفس کی صفائی ہوگی تو ہی اس کی آفات کے مہلک نتائج سے بچ سکو گے۔ ایسا کرنے کے بعد یہ نفس پاک، منور، ہلکا پھلکا اور روحانی نفس بن جائے گا۔ پھر یہ نیکی میدانوں میں تیز رو ہوگا، عبادات کی راہوں پر گامزن ہوگا جیسے کہ میدان میں تیز دوڑنے والا گھوڑا ہو اور جیسے باغ میں سیر کرنے والا بادشاہ ہو۔

نیز فرمایا: انسان کے تین دشمن ہیں: ۱۔ اس کی دنیا ۲۔ اس کا شیطان ۳۔ اس کا نفس زہد اختیار کر کے دُنیا سے بچو، شیطان کی مخالفت کر کے اس سے بچو اور شہوات چھوڑ کر نفس سے بچو۔

ایک حکیم کا قول ہے: جس پر نفس غالب ہوا، وہ اس کی شہوات کی محبت میں گرفتار ہوا اور مقہور و ذلیل ہو کر اس کی خواہشات کی قید میں پھنس گیا۔ اس کی لگام اس کے ہاتھ میں ہے، وہ جہاں چاہے اسے گھسیٹ کر لے جائے۔ اب اس کا دل نیکیوں سے محروم ہوگا۔

حضرت جعفر بن حمید رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے: تمام علماء و حکماء کا اجماع ہے کہ ترکِ نعمت کے بعد ہی نعمت ملتی ہے (یعنی عیش و آرام ترک کرنے سے ہی آخرت ملتی ہے)

حضرت ابو یحییٰ وراق رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان ہے: جس نے اپنے اعضا کو شہوات دے کر

خوش کیا۔ اس نے اپنے دل میں ندامتوں کا درخت لگا لیا۔

حضرت وہیب بن ورد رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان ہے: روٹی سے زیادہ ہر چیز شہوت ہے۔
نیز فرمایا: جس نے دنیاوی شہوات سے محبت رکھی، وہ ذلت کے لیے تیار رہے۔

مروی ہے کہ عزیز مصر کی بیوی نے حضرت یوسف علیہ السلام سے کہا:
جبکہ زمین کے خزانوں پر انہیں کنٹرول دے دیا گیا۔ (یعنی مصر میں محکمہ خوراک کے انچارج بن گئے) اور مسندِ اقتدار پر بیٹھ گئے اور وہ سلطنت کے بارہ ہزار سرداروں کے ہمراہ شان و شوکت کے ساتھ ہو کر نکلتے۔

پاک ہے وہ ذات، جس نے گناہ کی وجہ سے بادشاہوں کو غلام بنا دیا، عبادت اور ریاضت کی وجہ سے غلاموں کو بادشاہ بنا دیا۔ حرص و شہوت نے بادشاہوں کو غلام بنا دیا۔ فساد کرنے والوں کی یہی جزاء ہے اور صبر و تقویٰ نے غلاموں کو بادشاہ بنا دیا۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا، جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَمَنْ يَتَّقِ وَيَصْبِرْ فَإِنَّ اللَّهَ لَا يُضِيعُ أَجْرَ الْمُحْسِنِينَ ۝ (اور جو پرہیزگاری اختیار کرے اور صبر کرے، تو اللہ تعالیٰ نیکیوں کا اجر برباد نہیں کرتا)

حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ایک شب مجھے پریشانی لاحق ہوئی، میں اپنا ورد کرنے لگا، مگر مجھے اس میں وہ حلاوت محسوس نہیں ہوئی جو پہلے آتی تھی۔ میں نے سونے کا ارادہ کیا، مگر سو نہ سکا۔ پھر بیٹھ گیا، مگر بیٹھنے کی قوت نہ رہی تھی۔ آخر کار باہر نکلا، تو دیکھا کہ ایک آدمی جبہ لپیٹے راستہ میں پڑا تھا۔ جب اس نے مجھے آتا محسوس کیا تو کہا: اے ابوالقاسم! ابھی ادھر آؤ۔ میں نے کہا: اے میرے آقا! بغیر وعدہ کے؟ کہا: ہاں! میں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی تھی کہ وہ میرے لیے تیرے دل کو حرکت دے۔ میں نے کہا: یہ تو اس نے کر دیا۔ اب آپ کی کیا حاجت ہے؟ اس نے کہا: نفس کی بیماری کا علاج کب ہوتا ہے؟ میں نے کہا: جب نفس اپنی خواہشات کے خلاف کرے۔ وہ اپنے نفس کی طرف مخاطب ہوا اور کہا:

سن، میں نے تجھے سات بار یہی جواب دیا، مگر تو نے حضرت جنید (رحمۃ اللہ علیہ) کے سوا کسی سے سننے سے بھی انکار کر دیا۔ اب تو نے سن لیا۔ اس کے بعد وہ چلا گیا اور میں نے اسے نہیں پہچانا۔

حضرت یزید رقاشی رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان ہے: اے ٹھنڈے پانی! دنیا میں مجھ سے دُور ہو جا تاکہ میں آخرت میں اس سے محروم نہ رہوں۔

ایک آدمی نے حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا: میں کب کلام کروں؟ فرمایا: جب خاموش رہنا چاہو۔ کہا: میں خاموش کب ہو جاؤں؟ فرمایا: جب تم کلام کرنا چاہو۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: جو جنت کا مشتاق ہو، وہ دنیا میں شہوات سے بچے۔!

باب ۷۷

ایمان اور منافقت

یاد رہے کہ ایمان کامل یہ ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ کی توحید پر ایمان رکھے۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو دین لے کر آئے، اس پر یقین رکھے اور جن اعمال کا حکم دیا ہے، ان کی پابندی کرے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ثُمَّ لَمْ يَرْتَابُوْا وَجٰهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اُولٰٓئِكَ هُمُ	(بے شک وہ ایمان دار ہیں جو اللہ تعالیٰ پر اور اس کے رسول پر ایمان لائے۔ پھر انہوں نے شک نہیں کیا، اور اپنے مالوں اور جانوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کیا،

الصّٰدِقُوْنَ ٥ (وہی سچے ہیں)

نیز فرمایا:

وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالْكِتٰبِ وَالنَّبِيّٖنَ ۔ (اور لیکن نیکی یہ ہے کہ جو اللہ تعالیٰ اور آخرت پر اور فرشتوں اور کتابوں اور نبیوں پر ایمان لائے۔

چنانچہ بیس شرطیں لگائیں جیسے کہ عہد کے ساتھ وفا کی اور شدائد پر صبر کی شرائط لگائیں۔ پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا ۔ (وہی ہیں جنہوں نے سچ کہا)

ایک جگہ فرمایا:

يَرْفَعُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَالَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ ۔ (اللہ تعالیٰ ان کو بلند کرتا ہے جو تم میں سے ایمان لائے اور جن کو علم ملا، ان کے درجات بلند تر ہیں)

نیز فرمایا:

لَا يَسْتَوِيْ مِنْكُمْ مَنْ اَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَقٰتَلَ ۔ (تم میں سے وہ برابر نہیں جس نے فتح سے پہلے خرچ کیا اور جہاد کیا)

اور آخر میں فرمایا:

هُمْ دَرَجٰتٌ عِنْدَ اللّٰهِ ۔ (وہ، ان کے اللہ تعالیٰ کے ہاں درجات بلند ہیں)

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایمان برہنہ ہے اور اس کا لباس پرہیزگاری ہے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایمان ستر اور کچھ مزید باب ہیں۔ سب سے کمتر باب (درجہ) راستے سے تکلیف دہ چیز ہٹا دینا ہے۔

مندرجہ بالا آیات واحادیث سے معلوم ہوجاتا ہے کہ ایمان کا اعمال سے گہرا تعلق ہے۔ نیز اس کا نفاق اور شرکِ خفی سے بری ہونے سے بھی تعلق ہے جیسے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: چار خصائل ہیں کہ اگر کسی میں یہ ہوں، تو وہ پکا منافق ہے، اگرچہ روزہ رکھے اور نماز پڑھے اور سمجھتا رہے کہ وہ مومن ہے۔

۱۔ جب بات کرے، تو جھوٹ بولے۔ ۲۔ جب وعدہ کرے، تو وعدہ خلافی کرے۔

۳۔ جب امین بنایا جائے، تو خیانت کرے۔ ۴۔ جب جھگڑے، تو بدکلامی کرے۔

بعض روایات میں ہے کہ جب یہ وعدہ کرے، تو غدر کرے (یعنی توڑ دے)۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے دل چار ہیں:

۱۔ صاف دل، اس میں چراغ جل رہا ہے، یہ مومن کا دل ہے۔

۲۔ فراخ دل، جس میں ایمان اور نفاق ہے۔ چنانچہ ایمان کی مثال یہ ہے جیسے کہ سبزے کو شیریں پانی سیراب کرے (اور وہ پھولے پھلے۔ اور منافق کی مثال ایسے ہے جیسے کہ ایک پھوڑا ہو جس کو پیپ اور گندا پانی بڑھائے جارہا ہے، جو مادہ غالب رہا، وہی حال ہوگیا۔

دوسری روایت کے الفاظ یہ ہیں: جو اس پر غالب ہوگیا، اس کا غلبہ ہوگیا۔

حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس امت کے بیشتر منافقین قاری ہیں۔

حدیث شریف میں ہے: میری امت میں شرک تو صاف زمین پر چیونٹی کی چال سے بھی زیادہ مخفی ہے۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں ایک آدمی کلام کرتا، تو اس کی وجہ سے اس کو موت تک منافق سمجھا جاتا۔ مگر آج ہم میں سے ہر ایک سے ویسا کلام دس بار سن رہا ہوں۔ (اور تمہیں اس کی پرواہ نہیں)

ایک عالم کا قول ہے: نفاق کے قریب تر وہ ہے جو کہ یہ سمجھتا ہے کہ میں نفاق سے بری ہوں۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، کا فرمان ہے: حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے سے زیادہ آج منافقین پائے جاتے ہیں۔ اس وقت وہ چھپتے چھپاتے پھرتے تھے، مگر آج وہ کھلم کھلا دندنا رہے ہیں۔ یہ نفاق، ایمان اور کمالِ ایمان کے متضاد ہے اور یہ مخفی نفاق ہے، جو اس سے ڈرتے ہیں، وہ لوگوں سے دُور رہتے ہیں اور لوگوں کے قریب تر وہی ہے جو اپنے آپ کو بَری سمجھتا ہو۔

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے کسی نے کہا: لوگ کہتے ہیں کہ آج نفاق کا وجود نہیں ہے تو فرمایا: اے بھائی! اگر منافقین مر جائیں، تو تم راستوں میں وحشت کرو (یعنی راہ چلنے والے کم ہو جائیں اور ویرانی چھا جائے۔)

ان کا یا کسی اور کا قول ہے: اگر منافقین کے سینگ اُگ آئیں، تو ہم زمین پر قدم رکھ کر چل نہ سکیں (یعنی اس کثرت سے منافقین ہیں)

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے ایک آدمی کو حجاج کے بارے میں نکتہ چینی کرتے ہوئے سنا، تو فرمایا: کیا خیال ہے اگر حجاج یہاں یہ باتیں سن رہا ہو، تو تم یہ بات کرو گے؟ وہ کہنے لگا، نہیں، فرمایا: ہم اسے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں منافقت سمجھتے تھے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو دُنیا میں دو زبانوں والا (دو رخا) ہوگا۔ اللہ تعالیٰ اسے آخرت میں دو زبانوں والا بنا دیں گے۔ (بطورِ سزا کے)

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سب لوگوں سے بُرا آدمی دو رُخا آدمی ہے جو اِس کے ساتھ ایک رُخ کے ساتھ پیش آتا ہے اور دوسرے کے ساتھ دوسرے رُخ کے ساتھ۔

حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سے کہا گیا، ایک قوم کا خیال ہے کہ ہمیں نفاق کا کچھ خطرہ نہیں۔ فرمایا: اللہ تعالیٰ کی قسم! مجھے اگر یہ علم ہو جائے کہ میں نفاق سے پاک ہوں۔ یہ بات مجھے دنیا بھر کے سونے سے زیادہ پسند ہے۔

حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ، کا قول ہے: زبان اور دل کا ظاہر و باطن اور اندر و باہر کا اختلاف ہے۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک آدمی نے کہا، مجھے ڈر ہے کہ میں منافق نہ ہوں۔ فرمایا: اگر تو نفاق سے نہ ڈرتا تو منافق ہوتا۔ منافق آدمی تو نفاق سے بے خوف ہے۔

ابن ملیکہ نے کہا: میں نے ایک سو تیس اور ایک روایت کے مطابق ایک سو پچاس حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام کو پایا، سب کے سب نفاق سے ڈرتے تھے۔ (یہ بلند شان اور یہ خوفِ خدا، یہ بھی ان کی عظمتِ شان کی دلیل ہے)

منقول ہے کہ جنابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ کرام کی ایک مجلس میں تشریف فرما تھے۔ صحابہ کرام نے ایک آدمی کا ذکر کیا اور اس کی بہت تعریف کی۔ ابھی وہیں تھے کہ وہ آدمی بھی آگیا۔ وضو کے اثر سے اس کے چہرے سے پانی کے قطرے بہہ رہے تھے اور اس نے جوتا ہاتھوں میں اٹھا رکھا تھا اور اس کی آنکھوں کے درمیان (پیشانی) پر سجدے کا نشان تھا۔ صحابہ کرام نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! یہ وہ آدمی ہے جس کی بابت ہم عرض کر رہے تھے۔ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں اس کے چہرے پر شیطانی اثر دیکھ رہا ہوں۔ آخر وہ آدمی آیا، اس نے سلام کہا اور صحابہ کرام کے ہمراہ بیٹھ گیا۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں تجھے خدا کی قسم دیتا ہوں کہ جب تو نے جماعت کو دیکھا تو کیا تیرے دل میں یہ بات نہیں آئی کہ ان میں تجھ سے زیادہ بہتر کوئی نہیں؟ اس نے کہا: خدا گواہ ہے، یہ ٹھیک ہے۔ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دُعا کرتے ہوئے فرمایا: اے اللہ تعالیٰ! میں معافی مانگتا ہوں اس سے جو میں جانتا ہوں اور جو میں نہیں جانتا۔ عرض کیا گیا: اے اللہ کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کیا آپ بھی ڈرتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: میں کس طرح بے خوف ہو جاؤں، جبکہ دل، رحمٰن تعالیٰ کی انگلیوں کے درمیان ہے۔ وہ جیسے چاہتا ہے، الٹتا پلٹتا ہے۔ اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ نے فرمایا:

وَبَدَا لَهُمْ مِنَ اللّٰهِ مَا لَمْ يَكُونُوا يَحْتَسِبُونَ ۝ (اور ان کے لیے اللہ تعالیٰ سے وہ ظاہر ہوا جس کا وہ گمان نہیں کرتے تھے)

اس کی تفسیر میں علماء کرام نے فرمایا کہ انہوں نے ایسے اعمال کیے جنہیں نیکیاں گمان کیں، مگر وہ برائیوں کے پلڑے میں تھیں۔

حضرت سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان ہے : اگر انسان ایک باغ میں داخل ہو جس میں سب طرح کے پرندے ہوں۔ ہر پرندہ ایک زبان میں اس سے ہمکلام ہو اور کہے : اے اللہ تعالیٰ کے ولی! تجھ پر سلام ہو۔ اس پر اس کا نفس ان کو دیکھ کر پُرسکون (اور خوش) ہو تو وہ آدمی ان کے ہاتھوں کا قیدی ہے۔ ان اخبار و آثار سے معلوم ہو جاتا ہے کہ نفاق کس قدر دقیق امور تک میں ہوتا ہے اور شرک کے بعض امور کس قدر مخفی ہوتے ہیں، اس سے بے خوف نہیں رہنا چاہیئے۔

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ، بعض اوقات حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ، سے اپنے بارے میں پوچھتے اور کہ کیا منافقین میں میرا ذکر تو نہیں ہوا؟

حضرت ابو سلیمان دارانی رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان ہے : میں نے ایک حاکم کی ایک غلط بات سُنی۔ میں نے اس کے رد کرنے کا ارادہ کیا، تو مجھے خطرہ ہوا کہ وہ میرے قتل کرنے کا حکم دے گا۔ مجھے موت کا ڈر نہ تھا، مگر مجھے یہ خطرہ تھا کہ میری رُوح نکلتے وقت میرے دل میں لوگوں کے لیے نمائش نہ آجائے، اس لیے میں رُک گیا۔ یہ وہ نفاق ہے کہ جو ایمانی حقیقت، صداقت اور ایمان کے کمال و صفائی کے متضاد ہے اور اصل ایمان کے خلاف نہیں، چنانچہ نفاق کی دو قسمیں ہیں:

۱۔ ان میں سے ایک وہ نفاق ہے کہ جس کی وجہ سے انسان دین (اسلام) سے نکل جاتا ہے اور کافروں کے ساتھ جا ملتا ہے اور ابدی دوزخی لوگوں میں شمار ہوتا ہے۔

۲۔ دوسرا نفاق ایسا ہے کہ جو انسان کو ایک طویل مدت تک دوزخ میں لا ڈال دیتا ہے۔ ان کے اعلیٰ درجات کو کم کر دیتا ہے اور صدیقین سے اس کا مرتبہ گھٹا دیتا ہے۔

باب ۷۸

غیبت اور چغلی کا بیان

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں غیبت کی مذمت کی اور غیبت کرنے والے کو مُردے کا گوشت کھانے والا قرار دیا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَلَا یَغْتَبْ بَعْضُکُمْ بَعْضًا اَیُحِبُّ اَحَدُکُمْ اَنْ یَّاْکُلَ لَحْمَ اَخِیْهِ مَیْتًا فَکَرِهْتُمُوْهُ۔

(اور تم میں سے کوئی ایک دوسرے کی غیبت نہ کرے۔ کیا تم میں سے کوئی یہ پسند کرتا ہے کہ وہ اپنے مُردہ بھائی کا گوشت کھائے تم اسے ناپسند کرتے ہو)

حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، مسلمان سارے کا سارا دوسرے مسلمان پر حرام ہے، اس کا خون، اس کا مال، اس کی عزت، اور غیبت کرنا عزت پر حاوی ہے اور اللہ تعالیٰ نے عزت کو مال اور خون کے ساتھ اکٹھا کر کے ذکر فرمایا۔

حضرت ابوبرزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بتاتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: باہم حسد نہ کرو، آپس میں بغض نہ رکھو، ایک دوسرے کی کھود کرید (جاسوسی) نہ کرو، ایک دوسرے سے قطع تعلق نہ کرو اور ایک دوسرے کی غیبت نہ کرو اور اللہ تعالیٰ کے بندو بھائی بھائی بن جاؤ۔

حضرت جابر اور حضرت ابوسعید رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، غیبت سے خاص کر کے بچو، اس لیے کہ یہ زنا سے بدتر ہے، اس لیے کہ آدمی گاہے زنا کرتا ہے، پھر توبہ کر لیتا ہے اور اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول فرماتا ہے اور غیبت کرنے والے کو تب تک معافی نہیں ملتی، جب تک کہ وہ معاف نہ کر دے جس کی غیبت کی تھی۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس رات مجھے معراج کرایا گیا، اسی رات کو مجھے ایسی اقوام کے پاس سے گزارا گیا جو اپنے ناخنوں کے ساتھ اپنے چہروں کو چھیل رہے تھے۔ میں نے پوچھا: اے جبرائیل! یہ کون ہیں؟ انہوں نے کہا: یہ وہ ہیں جو لوگوں کی غیبت کرتے تھے اور ان کی عزتوں کے درپے ہوتے تھے۔

حضرت سلیمان بن جابر رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے: میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوا اور عرض کیا: مجھے ایسی نیکی بتائیے کہ جس سے نفع اٹھاؤں، فرمایا: نیکی کی کسی بات کو معمولی نہ جان، اگرچہ تو پانی پینے والے کے برتن میں اپنے ڈول سے پانی ڈال دے۔ اگرچہ تو اپنے بھائی کو اچھے رُخ سے ملے اور اگر وہ واپس جائے تو اس کی غیبت نہ کر۔

حضرت براء رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں خطاب فرمایا، حتیٰ کہ گھروں میں عورتوں کو بھی سنایا۔ آپ نے فرمایا: اے وہ گروہ، جو زبان سے ایمان لائے، مگر دل سے ایمان سے نہیں لائے۔ مسلمانوں کی غیبت نہ کرو اور ان کے پردہ (راز) تلاش نہ کرو، اس لیے کہ جو اپنے بھائی کے پردہ (راز) کے پیچھے پڑے گا اللہ تعالیٰ اس کے راز کا پیچھا کرے گا اور جس کے راز کا خدا تعالیٰ پیچھا کرے گا، اسے اس کے گھر کے درمیان رسوا کرے گا۔

منقول ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی فرمائی کہ جو غیبت سے توبہ کر کے مرا، وہ جنت میں سب سے آخر میں جائے گا اور جو غیبت پر اصرار کرتے ہوئے مرا وہ سب سے پہلے دوزخ میں جائے گا۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو ایک دن کا روزہ رکھنے کا حکم دیا اور فرمایا: جب تک میں تمہیں اجازت نہ دوں، تم میں سے کوئی بھی افطار نہ کرے۔ لوگوں نے روزہ رکھا، جب شام ہوئی تو ایک ایک آدمی آتا اور کہتا: اے رسول اللہ! (صلی اللہ علیہ وسلم) میں روزے سے رہا اب مجھے اجازت دیجیے

تاکہ میں روزہ کھول دوں۔ آپ اسے اجازت دے دیتے۔ اسی طرح ایک ایک آدمی آتا۔ آخر کار ایک آدمی آیا اور عرض کیا: میرے گھر والوں سے دو نوجوان لڑکیاں ہیں جنہوں نے روزہ رکھا اور آپ کی خدمتِ اقدس میں آنے سے شرماتی ہیں، ان کے لیے روزہ کھولنے کی اجازت دیجیے کہ وہ روزہ کھول لیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منہ پھیر لیا۔ اس نے پھر بات دُہرائی۔ آپ نے منہ پھیر لیا۔ پھر اس نے بات دہرائی۔ آپ نے فرمایا: ان لڑکیوں نے روزہ نہیں رکھا وہ کیسی روزہ دار ہیں کہ جو سارا دن لوگوں کا گوشت کھاتی رہیں۔ جاؤ ان دونوں کو حکم دو کہ وہ اگر روزہ دار ہیں، تو قے کردیں۔ وہ ان کے پاس آیا اور انہیں بتایا۔ ان دونوں نے قے کی، تو قے میں سے خون اور چھیچھڑے نکلے۔ اس نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں واپس آکر بتایا۔ آپ نے فرمایا: اس ذات پاک کی قسم! جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے اگر یہ ان کے پیٹوں میں باقی رہتا، تو ان دونوں کو آگ کھاتی۔

ایک روایت میں ہے کہ جب آپ نے اس سے منہ پھیرا، تو وہ سامنے آیا اور کہا: اے اللہ کے رسول، وہ دونوں مرچکی ہیں یا کہا: وہ دونوں مرنے کے قریب ہیں۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ان دونوں کو میرے پاس لاؤ، وہ دونوں حاضر ہوئیں۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک پیالہ منگایا اور ان میں سے ایک کو فرمایا، اس میں قے کردے، اس نے خون اور پیپ کی قے کی، حتی کہ پیالہ بھر گیا۔ پھر آپ نے دوسری کو حکم دیا کہ اس میں قے کرو۔ اس نے بھی اسی طرح قے کی۔ آپ نے فرمایا: ان دونوں نے اس سے روزہ رکھا جس کو اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے حلال رکھا تھا (غیر افطار حالت میں)، اور جس کو ان پر (ہر حال میں) حرام رکھا، اس سے افطار کیا (یعنی غیبت کرتی رہیں)، ایک (لڑکی)، دوسری کے پاس بیٹھ گئی اور وہ دونوں لوگوں کا گوشت کھانے لگیں۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں خطاب کیا اور سود اور اس کی شدت کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا: انسان کو جو درہم سود کے ذریعہ ملے

وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک چھتیس بار اس کے زنا کرنے سے زیادہ سخت جرم ہے اور سب سے بڑا سود یہ ہے کہ ایک مسلمان آدمی کی عزت برباد کی جائے۔

چغلی کرنا

چغلی کرنا بہت ہی مذموم عادت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

هَمَّازٍ مَّشَّاءٍ بِنَمِيمٍ ۝ (لوگوں پر عیب لگانے والا اور چغلی پھیلانے والا)

پھر فرمایا:

عُتُلٍّ بَعْدَ ذَالِكَ زَنِيمٍ ۝ (گردن کش، اس کے بعد بد نصیب)

حضرت عبداللہ بن مبارک فرماتے ہیں: زنیم سے مراد وہ ہے جو ولد الزنا ہو اور بات چھپاتا نہ ہو، چنانچہ جو بات نہ چھپائے (چاہے کس قدر بُری ہو) اس کی طرف اشارہ کیا اور چغلی کرتا پھرے اس سے پتہ چلتا ہے کہ وہ ولد الزنا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان سے استنباط کرتے ہوئے:

عُتُلٍّ بَعْدَ ذَالِكَ زَنِيمٍ ۝ اور وہ زنیم ہی ہے، جو دوسرے باپ کی طرف نسبت کرتا ہو۔

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَيْلٌ لِّكُلِّ هُمَزَةٍ لُّمَزَةٍ۔ (بربادی ہے ہر عیب لگانے والے طعنہ زن کیلئے)

ایک قول کے مطابق ہمزة سے مراد چغل خور ہے۔

اللہ تعالیٰ نے (ابولہب کی بیوی کے بارے میں فرمایا:

حَمَّالَةَ الْحَطَبِ۔ (لکڑیاں اٹھانے والی)

کہتے ہیں کہ وہ چغل خور تھی اور باتیں اٹھا کر دوسروں کو پہنچاتی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

فَخَانَتَا هُمَا فَلَمْ يُغْنِيَا عَنْهُمَا مِنَ اللّٰهِ شَيْئًا۔ (پس ان دونوں نے خیانت کی، پس ان دونوں کو اللہ تعالیٰ کے (عذاب سے بچانے کیلئے) کچھ چیز کام نہ آئی)

کہتے ہیں کہ حضرت لوط علیہ السلام کی بیوی نے لوگوں کو مہمانوں کی آمد کی خبر پہنچاتی اور حضرت نوح علیہ السلام کی بیوی لوگوں کو کہتی کہ یہ دیوانہ ہے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: چغل خور جنت میں نہیں جائے گا۔

دوسری حدیث میں ہے: قتات جنت میں نہیں جائے گا اور قتات سے مراد چغل خور ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے اللہ تعالیٰ کو زیادہ پسند وہ ہے جو زیادہ اچھے اخلاق والا ہو[1] نرم مزاج، تعاون کرنے والا، الفت و محبت سے پیش آنے والا اور تم میں سے مبغوض تر اللہ تعالیٰ کو وہ ہے، جو چغلی کرے۔ (مسلمان) بھائیوں میں تفریق پیدا کرے۔ پاک باز لوگوں کی برائیاں تلاش کرے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا میں تمہیں نہ بتاؤں کہ تم میں سے سب سے بُرا کون ہے؟ صحابہ نے کہا: ہاں! آپ نے فرمایا: چغلی کرنے والا، احباب کے درمیان فساد کرنے والے، نیک لوگوں کی برائیاں تلاش کرنے والے۔

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے کسی مسلمان کے خلاف غلط بات پھیلائی تاکہ اسے بدنام کرے۔ اللہ تعالیٰ اسے قیامت کے دن آگ میں ذلیل کرے گا۔

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص بھی کسی آدمی کے خلاف کسی بات کو مشہور کرے، حالانکہ وہ اس سے پاک ہے تاکہ دنیا میں اسے ذلیل کرے، تو اللہ تعالیٰ پر حق ہے کہ وہ اسے قیامت کے دن آگ میں ذلیل کرے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

---

[1] اچھے اخلاق سے مراد اسلام کا پابند، مسلمانوں کو بھائی سمجھنے والا ہے اور اس سے مراد کفار و منافقین کا وہ اخلاق نہیں ہے کہ خوب بدکاری کریں، شراب پئیں اور ذاتی طور پر ایک دوسرے کو شیریں زبان سے بلائیں۔ ایسا اخلاق تو کنجری بدکاری کے موقع پر اپنے بارے میں خوب دکھاتی ہے۔

فرمایا: جو کسی مسلمان کے لیے گواہی دے، حالانکہ وہ اس گواہی کا اہل نہ تھا (یعنی جھوٹی گواہی دے) تو اسے چاہیئے کہ دوزخ میں اپنا ٹھکانہ بنالے۔

کہتے ہیں کہ قبر کا تہائی عذاب چغلی کے باعث ہوتا ہے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی: اللہ تعالیٰ نے جب جنت کو پیدا فرمایا، تو کہا: بات کر۔ اس (جنت) نے کہا: وہ خوش نصیب ہوا جو میرے اندر داخل ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: مجھے میری عزت اور میرے جلال کی قسم! لوگوں میں سے آٹھ قسم کے آدمی اس میں داخل نہیں ہوں گے:

۱۔ تیرے اندر شراب کا عادی نہیں رہے گا، ۲۔ نہ ہی زنا کا عادی رہے گا، ۳۔ نہ ہی چغل خور رہے گا، ۴۔ اور نہ دیوث رہے گا، (دیوث سے مراد وہ ہے کہ جس کی بیوی، مائیں، بہنیں بدکاری کریں، اسے اس کی پرواہ نہ ہو) ۵۔ نہ پولیس والا (یعنی ظالم پولیس والا)۔ ۶۔ نہ ہیجڑا (یعنی جو قصداً ہیجڑا بن کر گائے بجائے) ۷۔ نہ ہی قطع رحمی کرنے والا، ۸۔ اور نہ ہی وہ آدمی جو یہ کہے کہ مجھ پر اللہ تعالیٰ کا عہد ہے کہ یہ کام نہیں کروں گا، پھر وعدہ پورا نہ کرے۔

حضرت کعب احبار رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ بنی اسرائیل میں قحط پڑ گیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بار بار بارش کی دعا کی مگر بارش نہ ہوئی۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی آئی کہ میں تیری اور تیرے ساتھیوں کی دُعا نہیں سنوں گا جب تک کہ تم میں چغلخور بھی (شریکِ دُعا) ہوگا اور وہ چغلی پر اصرار کیے ہوئے ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: اے رب تعالیٰ! مجھے وہ بتا دیں تاکہ ہم اسے اپنے اندر سے باہر نکال دیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے موسیٰ! میں نے تمہیں چغلی سے منع کیا اور اب میں خود چغل خور بن جاؤں۔ اس پر سب قوم نے توبہ کی، پھر بارش ہوئی۔

مروی ہے کہ ایک آدمی سات کلمات کے سلسلے میں ایک حکیم کی طرف سات سو فرسخ چلا (ایک فرسخ قریباً تین میل ہے) جب وہاں پہنچا، تو کہا: میں آپ کے پاس اُس علم کے لیے آیا ہوں جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو عطا کیا ہے۔ مجھے بتائیے کہ آسمان کا وزن کس قدر ہے اور اس

سے وزنی کیا چیز ہے ؟ اور زمین کا وزن بتایئے اور اس سے بھاری چیز کیا ہے ؟ اور پتھر کے بارے میں بتایئے کہ اس سے زیادہ سخت کیا چیز ہے ؛ آگ کے بارے میں بتایئے اور یہ بتایئے کہ آگ سے گرم تر کیا چیز ہے ؟ اور زمہریر کے بارے میں بتایئے اور یہ بتایئے کہ زمہریر سے سرد تر کیا چیز ہے ؟ اور سمندر کے بارے میں بتایئے اور یہ بتایئے کہ سمندر سے زیادہ مستغنی کیا ہے ؟ اور یتیم کے بارے میں بتایئے اور یہ بتایئے کہ اس سے زیادہ ذلت کیا ہے ؟

حکیم نے جواب دیا :

۱۔ بے گناہ پر جھوٹا الزام رکھنا، آسمان سے بھاری (گناہ) ہے۔

۲۔ حق بات، زمین سے زیادہ وسیع ہے۔

۳۔ قناعت کرنے والا دل، سمندر سے بھی زیادہ وسعت رکھتا ہے۔

۴۔ حرص اور حسد، آگ سے زیادہ گرم ہیں۔

۵۔ قریب کی طرف حاجت جب پوری نہ ہو تو یہ زمہریر سے زیادہ سرد ہے۔

۶۔ کافر کا دل، پتھر سے زیادہ سخت ہے۔

۷۔ چغل خور کی حرکت جب ظاہر ہو جائے، تو وہ یتیم سے زیادہ ذلیل ہے۔

ایک شاعر نے کیا خوب کہا ہے ؎

مَنْ نَمَّ فِی النَّاسِ لَمْ تُؤْمَنْ عَقَارِبُہٗ
عَلَی الصَّدِیْقِ وَلَمْ تُؤْمَنْ اَفَاعِیَہٗ

(جس نے لوگوں میں چغلی کی، وہ دوست کے بارے میں ان بچھوؤں سے بے خوف نہ رہا اور نہ ہی اژدھاؤں سے بے خوف رہا)

کَالسَّیْلِ بِاللَّیْلِ لَا یَدْرِیْ بِہٖ اَحَدٌ
مَنْ اَیْنَ جَاءَ وَلَا مِنْ اَیْنَ یَاتِیْہِ

(جیسے کہ رات کو سیلاب ہو، کوئی نہیں جانتا کہ کہاں سے آیا اور کدھر جا رہا ہے۔)

اَلْوَيْلُ لِلْعَهْدِ مِنْهُ كَيْفَ يَنْقُضُهُ
وَالْوَيْلُ لِلْوُدِّ مِنْهُ كَيْفَ يُنْعِيهِ

(بربادی ہے کہ وہ وعدہ کیسے توڑتا ہے اور بربادی ہے کہ محبت کس طرح ختم کرتا ہے)

ایک اور شاعر نے کہا ہے

يَسْعٰى عَلَيْكَ كَمَا يَسْعٰى اِلَيْكَ فَلَا
تَأْمَنْ غَوَائِلَ ذِيْ وَجْهَيْنِ كَبَّامِ

(وہ تیرے خلاف باتیں کرتا ہے جیسے کہ تیرے پاس دوسروں کے عیب لے کر آتا ہے۔ پس دو رُخے چوٹیں لگانے والے کی آفات سے بے خوف نہ ہو۔)

باب ۷۹

شیطان کی عداوت کا بیان

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، دل میں دو خیال آتے ہیں ایک فرشتہ کی طرف سے اور وہ بھلائی کا وعدہ کرنا اور حق کی تصدیق کرنا۔ جو یہ پائے، وہ جان لے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اور اللہ تعالیٰ کی حمد کرے اور ایک شیطان کی طرف سے خیال آتا ہے اور وہ بُرائی کا وعدہ کرتا ہے اور حق کی تکذیب کرنے (پر اکساتا ہے) اور بھلائی سے روکتا ہے، جو یہ پائے تو کہے:

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ۔ (میں مردود شیطان سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتا ہوں)

پھر آپ نے یہ آیت پڑھی:

اَلشَّیْطٰنُ یَعِدُکُمُ الْفَقْرَ وَیَاْمُرُکُمْ بِالْفَحْشَآءِ۔ (شیطان تم سے فقر کا وعدہ کرتا ہے اور تمہیں بے حیائی کا حکم کرتا ہے)

حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا فرمان ہے: دو خوف ہیں جو دل میں چلتے ہیں۔ ایک اللہ تعالیٰ کا خوف اور ایک دشمن کا خوف، اللہ تعالیٰ اس بندے پر رحم کرے۔ جو خوف کے وقت کھڑا ہوا جو اللہ تعالیٰ کا خوف تھا، اسے جاری رکھا اور جو دشمن کا خوف تھا۔ اس سے جہاد و مقابلہ کیا۔

حضرت جابر بن عبیدۃ عدوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: میں نے حضرت علاء بن زیاد سے شکایت کی کہ میرے دل میں وسوسہ نہیں آتا۔ فرمایا، دل کی مثال ایسے ہے جیسے گھر ہو، اس میں چور آتے ہیں۔ اگر اس میں کچھ ہو تو اس پر حملہ کرتے ہیں، ورنہ چلے جاتے ہیں یعنی خواہش سے خالی دل ہو تو شیطان اس میں داخل نہیں ہوتا، اس لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

اِنَّ عِبَادِیْ لَیْسَ لَکَ عَلَیْهِمْ سُلْطٰنٌ۔ (بے شک میرے بندے، ان پر تیرا تسلط نہیں ہوگا)

اب جس نے خواہش کی پیروی کی، وہ خواہش کا بندہ ہے اور اللہ تعالیٰ بندہ نہیں ہے۔ یہی وجہ تھی کہ اللہ تعالیٰ نے اس پر شیطان کو مسلط کیا۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

اَفَرَاَیْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰـهَهٗ هَوَاهُ۔ (کیا تو نے اسے دیکھا جس نے اپنی خواہش کو خدا بنا رکھا ہے)

یہ اس بات کی جانب اشارہ ہے کہ خواہش اس کی خدا و معبود تھی، چنانچہ وہ خواہش کا بندہ ہوا نہ کہ اللہ تعالیٰ کا بندہ۔

حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! شیطان! میرے اور نماز و قرأت کے درمیان حائل ہو گیا۔ آپ نے فرمایا: اس شیطان کو خنزب کہتے ہیں۔ جب اسے محسوس کرے تو اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگو (یعنی اعوذ

بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ) پڑھو اور بائیں طرف تین بار تھوک دو۔

وہ بتاتے ہیں کہ میں نے ایسے ہی کیا، تو اللہ تعالیٰ نے اس کو دُور کر دیا۔

روایت ہے کہ وضو کی حالت میں ایک شیطان حملہ کرتا ہے، اس کو ولہان کہا جاتا ہے، اس سے بھی اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگو اور دل سے شیطانی وسوسہ کو صرف اس کا ذکر دور کرتا ہے جو اس کے سوا ہو، اس لیے کہ جب دل میں کوئی ذکر ہوتا ہے، تو اس سے پہلے والا معدوم ہوتا ہے اور یہ بھی ممکن ہے کہ ذکر اللہ تعالیٰ کے علاوہ باتیں اور غیر ضروری باتیں شیطان کی گذرگاہیں ہیں، اور ذکر اللہ ہی ایسی چیز ہے کہ جو شیطان سے بچاتا ہے اور اس میں شیطان کو گذر حاصل نہیں۔

نیز عموماً علاج بالضد ہی ہوتا ہے اور تمام شیطانی وساوس کی ضد ذکر اللہ تعالیٰ اور اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ اور لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ ہے (یعنی ان دونوں اذکار کے ساتھ ہی شیطان کو بھگایا جا سکتا ہے) اور یہ متقی لوگوں کا کام ہے جن پر ذکر اللہ کا غلبہ ہو چکا۔ شیطان ان پر مواقع کی تلاش میں رہتا ہے، چنانچہ فرمایا:

اِنَّ الَّذِیْنَ اتَّقَوْا اِذَا مَسَّھُمْ طٰٓئِفٌ مِّنَ الشَّیْطٰنِ تَذَکَّرُوْا فَاِذَا ھُمْ مُّبْصِرُوْنَ ۝

(بے شک جو لوگ پرہیزگار ہوتے، جب ان کو شیطان سے کچھ وسوسہ لگتا ہے تو وہ یاد کر لیتے ہیں، اچانک وہ دیکھنے لگتے ہیں)

حضرت مجاہد نے اس آیت میں:

مِنْ شَرِّ الْوَسْوَاسِ الْخَنَّاسِ۔ (وسوسہ ڈالنے والے پھسلانے والے کی برائی سے)

کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا: شیطان دل کی تاڑ رکھتا ہے۔ جب اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا تو یہ سکڑ کر کھسک گیا اور جب دل غافل رہا، تو یہ دل پر چھا گیا، چنانچہ ذکر اور وساوس کے درمیان بھٹکنا روشنی اور اندھیرے اور دن رات کے درمیان بھٹکنے کی طرح ہے، ان کے متضاد ہونے کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

اِسْتَحْوَذَ عَلَیْھِمُ الشَّیْطَانُ فَاَنْسَاھُمْ ذِکْرَ اللّٰہِ (ان پر شیطان غالب آیا، پس انہیں اللہ کی یاد بھلا دی)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: شیطان، ابنِ آدم کے دل پر اپنی سونڈ لگائے رکھتا ہے۔ اگر وہ اللہ تعالیٰ کا ذکر کرے، تو کھسک جاتا ہے اور اگر اللہ تعالیٰ سے غافل ہو، تو اس کے دل کو نوالہ بنا لیتا ہے۔

ابن وضاح نے ایک حدیث بتاتے ہوئے کہا: جب انسان چالیس سال کی عمر کو پہنچ جائے اور توبہ نہ کرے، تو شیطان اس کے چہرے پر ہاتھ پھیرتا ہے اور کہتا ہے: یہ وہ چہرہ ہے جو نجات نہیں پاتا اور جس طرح انسان کے خون اور گوشت میں شہوات آمیز ہو چکی ہیں، اسی طرح شیطانی اثرات بھی اس کے خون اور گوشت میں جاری اور ہر طرف سے دل پر حاوی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: شیطان، ابن آدم میں اس طرح چلتا ہے جیسے کہ خون چل رہا ہے، اس لیے فاقہ کے ذریعہ اس کے چلنے کی راہیں بند کرو۔

بھوک اس لیے بتایا کہ اس کے ذریعہ شہوت ٹوٹ جاتی ہے اور شہوات شیطان کی گذرگاہیں ہیں۔ نیز شہوات دل پر چاروں طرف سے حاوی ہوتی ہیں (اس لیے انہیں ختم کرنا ضروری ہیں)

اللہ تعالیٰ نے ابلیس کے حالات بتاتے ہوئے فرمایا:

لَاَقْعُدَنَّ لَهُمْ صِرَاطَكَ الْمُسْتَقِيْمَ ثُمَّ لَاٰتِيَنَّهُمْ مِّنْۢ بَيْنِ اَيْدِيْهِمْ وَمِنْ خَلْفِهِمْ وَعَنْ اَيْمَانِهِمْ وَعَنْ شَمَآئِلِهِمْ۔

(میں ان کے لیے سیدھی راہ میں ضرور بیٹھوں گا، پھر میں ان کے سامنے، ان کے پیچھے سے اور ان کے دائیں سے اور بائیں سے ضرور آؤں گا)

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: شیطان ابن آدم کی راہوں میں بیٹھ گیا، چنانچہ اسلام کی راہ میں بیٹھا اور کہا: کیا تم اسلام لاتے ہو اور اپنا دین اور اپنے باپ دادا کا دین چھوڑتے ہو؟ انسان نے اس کی نافرمانی کی اور اسلام لے آیا۔ پھر اس کی ہجرت کی راہ میں بیٹھا اور کہا: کیا تو ہجرت کرتا ہے؟ کیا اپنی زمین اور اپنا آسمان چھوڑتا ہے؟ اس نے اس کی نافرمانی کی اور ہجرت کی۔ پھر وہ اس کے جہاد کی راہ میں بیٹھا اور کہا: کیا تو جہاد کرتا ہے؟ حالانکہ یہ جان و مال کو

تباہ کرنا ہے، تو جنگ کرے گا، پھر قتل ہو جائے گا، تیری بیویاں دوسروں سے نکاح کرلیں گی، تیرا مال تقسیم ہو جائے گا۔ اس نے اس کی نافرمانی کی اور جہاد کیا۔ جناب رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے یہ کیا، پھر وہ مر گیا، تو اللہ تعالیٰ کا اس پر حق ہے کہ اسے جنت میں داخل کرے۔

باب ۸۰

محبّت اور محاسبۂ نفس کا بیان

حضرت سفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ، فرماتے ہیں: محبت دراصل جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تابعداری کا نام ہے۔ ایک دوسرے بزرگ کا فرمان ہے: دوام ذکر ہی محبت ہے۔

ایک بزرگ نے فرمایا: محبوب کو ترجیح دینا محبت ہے۔

ایک بزرگ کا فرمان ہے: دنیا میں رہنے کو ناپسند کرنا محبت ہے، مگر یہ تمام باتیں محبت کا نتیجہ ہیں اور نفسِ محبت کسی نے بیان نہیں کی۔

ایک بزرگ کا فرمان ہے، محبت دراصل محبوب کی طرف سے ایک مفہوم ہے کہ دل اس کے ادراک سے مغلوب اور اس کی تعبیر سے عاجز ہیں۔

حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان ہے: دُنیاوی تعلقات والے کو اللہ تعالیٰ نے محبت سے محروم کر دیا۔ نیز فرمایا: جو محبت بھی معاوضہ میں کی جائے۔ اس کا حال یہ ہے کہ جب معاوضہ ختم ہوا، تو محبت بھی ختم ہو گئی۔

حضرت ذوالنون رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان ہے: جو اللہ تعالیٰ کی محبت بتائے، وہ اس بات سے بچے کہ غیر اللہ کے سامنے عاجزی کرے۔

حضرت شبلی رحمۃ اللہ علیہ سے کہا گیا: ہمیں عارف اور محبت کرنے والے کی تعریف بتائیے؟ فرمایا: عارف اگر بات کرے تو ہلاک ہو اور محبت کرنے والا اگر خاموش رہے تو ہلاک ہو۔ حضرت شبلی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ پڑھا ؎

يَا أَيُّهَا السَّيِّدُ الْكَرِيمُ حُبُّكَ بَيْنَ الْحَشَا مُقِيمُ

(اے میرے کریم آقا تیری محبت میرے دل میں بیٹھ چکی)

يَا رَافِعَ النَّوْمِ عَنْ جُفُونِي أَنْتَ بِمَا مَرَّ بِي عَلِيمُ

(اے میری آنکھوں سے نیند ختم کرنے والے مجھ پر جو گزر رہا ہے، تو اسے خوب جانتا ہے)

ایک دوسرے شاعر نے کہا ؎

عَجِبْتُ لِمَنْ يَقُولُ ذَكَرْتُ إِلْفِي
وَهَلْ أَنْسَى فَأَذْكُرُ مَا نَسِيتُ

(مجھے اس پر تعجب ہے، جو کہتا ہے، مجھے میری محبت یاد ہے،
اور کیا میں بھول جاتا ہوں کہ فراموش کردہ کو یاد کروں)

أَمُوتُ إِذَا ذَكَرْتُكَ ثُمَّ أَحْيَا
وَلَوْلَا حُسْنُ ظَنِّي مَا حَيِيتُ

(جب میں تجھے یاد کرتا ہوں، تو مر جاتا ہوں، پھر زندہ ہوتا ہوں)
اور اگر میرا حسن ظن نہ ہو، تو زندہ نہ رہوں۔)

فَأَحْيَا بِالْمُنَى وَأَمُوتُ شَوْقًا
فَكَمْ أَحْيَا عَلَيْكَ وَكَمْ أَمُوتُ

(میں تقدیر سے زندہ ہوں، اور شوق سے مرتا ہوں، پس
میں تجھ پر کئی بار زندہ ہوا ہوں اور کئی بار مرا ہوں)

شَرِبْتُ الْحُبَّ كَأْسًا بَعْدَ كَأْسٍ
فَمَا نَفِدَ الشَّرَابُ وَمَا رَوِيتُ

(میں نے کئی کئی پیالے پیے، نہ مشروب ختم ہوا اور نہ میں سیراب ہوا)

فَلَيْتَ خَيَالُهُ نُصُبَ لِعَيْنِي

فَإِنْ قَصُرْتُ فِي نَظَرِي عَمِيتُ

(کاش! اس کا خیال میری آنکھوں میں رہے، پس اگر میں دیکھنے میں کوتاہی کروں، تو اندھا ہو جاؤں)

حضرت رابعہ عدویہ رحمۃ اللہ علیہ نے ایک دن کہا: ہمیں ہمارے محبوب کی خبر کون دے گا۔ ان کی خادمہ نے کہا: ہمارا محبوب ہمارے ساتھ ہے، مگر دنیا نے ہمیں اس سے علیحدہ کر رکھا ہے)

ابن جلاء رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی کی: جب میں اپنے بندے کے باطن کو دیکھتا ہے کہ اس میں دنیا و آخرت کی محبت نہیں، تو اس کے دل کو محبت سے بھر دیتا ہوں اور اسے اپنی حفاظت میں لے لیتا ہوں۔

منقول ہے کہ حضرت سمنون رحمۃ اللہ علیہ نے ایک دن محبت کے بارے میں کلام فرمایا: اچانک ایک پرندہ سامنے آن گرا اور اپنی چونچ سے زمین کریدتا رہا، حتیٰ کہ اس کا خون نکل پڑا اور وہ مر گیا۔

حضرت ابراہیم ادھم رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: اے میرے اللہ کریم! تو جانتا ہے کہ تو نے مجھے جو اپنی محبت سے نوازا ہے، اپنے ذکر سے مانوس کر دیا ہے اور اپنی عظمت میں غور و فکر کے لیے فارغ کر دیا۔ ان نعمتوں کے مقابلے میں میرے نزدیک جنت کو مچھر کے پر کے برابر بھی درجہ حاصل نہیں۔

حضرت سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں جس نے اللہ تعالیٰ سے محبت کی، وہ زندہ رہا اور جس نے دنیا کی طرف میلان رکھا، وہ محروم رہا اور احمق انسان صبح و شام "کچھ نہ" میں لگا رہتا ہے اور عقلمند آدمی اپنے عیوب کا متلاشی رہتا ہے۔

اور محاسبۂ نفس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے حکم دیا:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَا قَدَّمَتْ لِغَدٍ۔

(اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور ہر جان دیکھے کہ اس نے کل کے لیے آگے کیا بھیجا)

یہ دراصل گزشتہ اعمال کے بارے میں محاسبہ کرنے کا حکم دیا گیا ہے، اسی لیے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: محاسبہ ہونے سے پہلے اپنے آپ کا محاسبہ کر لو اور وزن ہونے سے پہلے اپنا وزن کر لو۔

روایت میں ہے کہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک آدمی آیا اور کہا: اے اللہ کے رسول! مجھے وصیت فرمایئے۔ فرمایا: کیا تو وصیت کا طلب گار ہے؟ اس نے کہا: ہاں! فرمایا: جب تو کسی بات کا ارادہ کرلے، تو اس کے انجام کو سوچ لے۔ اگر اچھا ہو تو کر گزر، اور اگر اس کا انجام، سرکشی (برائی) ہو تو اس سے رُک جا۔

روایت میں ہے کہ عقلمند کو چاہیئے کہ اس کی چار گھڑیاں ہوں۔ ایک گھڑی میں وہ اپنے نفس کا محاسبہ کرے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَتُوبُوا إِلَى اللَّهِ جَمِيعًا أَيُّهَ الْمُؤْمِنُونَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ○

(اور اے ایمان والو، تم سب اللہ تعالیٰ کی طرف توبہ کرو، تاکہ تم فلاح پاؤ)

توبہ کا مفہوم یہ ہے کہ انسان غلطی کر کے ندامت کے ساتھ اس کو دیکھے (اور توبہ کرے)

حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں اللہ تعالیٰ سے دن میں سو بار توبہ و استغفار کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

إِنَّ الَّذِينَ اتَّقَوْا إِذَا مَسَّهُمْ طَائِفٌ مِنَ الشَّيْطَانِ تَذَكَّرُوا فَإِذَا هُمْ مُبْصِرُونَ۔

(بے شک جو لوگ ڈرے، جب ان کو شیطان کا وسوسہ چھوتا ہے، تو وہ ذکر کرتے ہیں، اچانک وہ دیکھنے لگتے ہیں۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں فرمان ہے کہ جب رات آتی تو وہ اپنے پاؤں پر درے لگاتے اور اپنے آپ کو کہتے: تو نے آج کیا عمل کیا ہے؟

حضرت میمون بن مہران رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان ہے: بندہ، متقین میں سے تب ہی ہو سکتا ہے کہ وہ شریک کے محاسبہ سے زیادہ اپنا محاسبہ کرے، اور شریک تو کام کرنے کے بعد ایک دوسرے کا محاسبہ کیا کرتے ہیں (مگر افسوس انسان غافل رہتا ہے)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وفات کے وقت انہیں فرمایا، مجھے تمام لوگوں میں سے عمر (رضی اللہ عنہ) سے زیادہ کوئی محبوب نہیں۔ پھر انہیں فرمایا: میں نے کیسے کہا؟ انہوں نے وہ بات دہرا دی۔ پھر فرمایا: مجھے عمر سے بڑھ کر کوئی عزیز نہیں۔

اب آپ خود ہی غور کریں کہ بات کرنے کے بعد کس طرح انہوں نے اس پر غور و فکر کیا، اور ایک دوسرا کلام کہہ دیا۔ (پہلے احب، یعنی سب سے زیادہ عزیز فرمایا)

حضرت ابو طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں ہے کہ جب نماز کی حالت میں پرندے نے انہیں مصروف کر دیا (یعنی ان کے گھنے باغ میں پرندے کو باہر جانے کا راستہ نہ ملا، اور وہ رکعتیں نماز کی بھول گئے) تو انہوں نے غور و فکر کرنے کے بعد اس باغ کو صدقہ کر دیا۔ شاید گزشتہ کی تلافی ہو جائے۔

حضرت ابن سلام سے منقول ہے کہ انہوں نے لکڑیوں کا ایک گھٹا اٹھایا۔ ان سے کہا گیا، اے ابو یوسف! آپ کے پاس غلام اور لونڈیاں موجود ہیں، اس کام کے لیے وہ کافی تھیں۔ میں نے چاہا کہ اپنے نفس کو آزماؤں کہ انکار تو نہیں کرتا؟

حضرت حسن رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے: مومن اپنے نفس پر خوب دھیان رکھتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے لیے اس کا محاسبہ کرتا ہے۔ جس قوم نے دُنیا میں اپنا محاسبہ کیا، اس کا حساب آسان ہو گیا۔ پھر محاسبہ کی وضاحت کی۔ فرمایا: اگر مومن کے سامنے کوئی چیز اچانک آئے جو

تعجب خیز ہو، تو وہ کہتا ہے: اللہ کی قسم! تو مجھے تعجب میں ڈالتی ہے، حالانکہ تو میری ضرورت کی چیز ہے (یعنی تجھے آنا ہی تھا) مگر خوب، میرے اور تیرے درمیان رکاوٹ ہوگئی، یہ عمل سے پہلے محاسبہ ہے۔

پھر فرمایا: اگر اس سے کچھ لغزش ہونے لگے، تو وہ اپنے آپ کو مخاطب کر کے کہتا ہے: تیرا ارادہ اس کام کا ہے، اللہ تعالیٰ کی قسم! اس پر تیرے لیے کچھ عذر نہیں۔ واللہ میں یہ کام کبھی نہیں کروں گا (یعنی فوراً اپنے آپ کو قابو کر لیتا ہے)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ، کی روایت ہے کہ میں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سے (ایک کلام) سنا، وہ باہر نکلے اور میں بھی ان کے ہمراہ باہر آگیا۔ آخر کار ہم ایک باغ میں داخل ہوئے۔ ان کے اور میرے درمیان دیوار حائل تھی اور میں نے انہیں یہ کہتے سنا: عمر بن خطاب اے امیر المومنین! سنبھل سنبھل! اللہ تعالیٰ کی قسم، تمہیں ضرور اللہ تعالیٰ سے ڈرنا ہوگا، ورنہ وہ تجھے عذاب دے گا۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

وَلَآ اُقْسِمُ بِالنَّفْسِ اللَّوَّامَۃِ۔ (اور میں قسم کھاتا ہوں، ملامت کرنے والی جان کی)

اس کے بارے میں حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ، نے فرمایا: مومن آدمی تو ہر کام میں اپنے آپ پر عتاب کرتا ہے کہ تیرا اس بات سے کیا مطلب تھا؟ تیرا اس کھانے سے کیا مطلب تھا؟ تیرا اس پینے سے کیا مطلب تھا؟ اور بدمعاش آدمی ہر کام کرتا چلا جا رہا ہے اور وہ اپنے آپ پر عتاب نہیں کرتا۔

حضرت مالک بن دینار رحمۃ اللہ تعالیٰ عنہ، کا فرمان ہے، اللہ تعالیٰ اپنے بندے پر رحم فرمائے جو اپنے آپ کو یہ کہے: کیا تو ایسا نہیں، کیا تو ویسا نہیں؟ اسی طرح باتیں کرے اور اپنے آپ کی مذمت کرے، پھر اسے لگام دے اور اسے کتاب اللہ کا پابند بنائے، قرآن مجید ہی اس کا قائد ہو، یہ نفس پر عتاب کا طریقہ ہے۔

حضرت میمون بن مہران رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا فرمان ہے: متقی آدمی اپنے نفس کا ایک

ظالم بادشاہ اور کنجوس شریک سے زیادہ شدید محاسبہ کرتا ہے۔

حضرت ابراہیم تیمی رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان ہے: میں نے اپنے آپ کو یہ سمجھا کہ جنت میں ہوں، اس کے پھل کھا رہا ہوں، اس کی نہروں سے پانی پی رہا ہوں، حوروں سے معانقہ ہو رہا ہے۔ پھر میں نے اپنے آپ کو یہ سمجھا کہ دوزخ میں ہوں، اس کا کانٹوں دار تھوہر کھا رہا ہوں، اس کا پیپ پی رہا ہوں، بیڑیوں اور زنجیروں میں جکڑا ہوا ہوں۔ اس کے بعد میں نے اپنے نفس کو کہا: بتاؤ، کیا چاہتے ہو؟ نفس نے کہا: میں چاہتا ہوں کہ دنیا میں مجھے لوٹا دیا جائے تاکہ نیک عمل کروں۔ میں نے کہا، تیری مراد پوری ہوئی (یعنی تو دنیا میں ہے) لو اب عمل کرو۔

حضرت مالک بن دینار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: میں نے حجاج کو خطبہ دیتے سنا، وہ کہہ رہا تھا: اللہ تعالیٰ اس پر رحم کرے جس نے دوسرے کے محاسبہ کرنے سے پہلے اپنا محاسبہ کر لیا، اللہ تعالیٰ اس پر رحم کرے جس نے اپنے عمل کی لگام پکڑ لی۔ پھر دیکھا کہ اس کی نیت کیا ہے؟ اللہ تعالیٰ اس پر رحم کرے جس نے اپنے وزن پر دھیان دیا۔ اللہ تعالیٰ اس پر رحم کرے جس نے اپنے ناپ پر دھیان دیا۔

ایسی ہی باتیں کرتا رہا، آخر کار میں رو پڑا۔

حضرت مالک بن دینار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ چراغ کے پاس آتے اور اپنی انگلی شعلے کے قریب تر لے جاتے۔ جب آگ کی تپش محسوس کرتے، تو اپنے پاک کو فرماتے: اے حنیف! (موحد مسلمان)، آج تم نے یہ کام کیوں کیا؟ فلاں دن تم نے فلاں کام کیوں کیا؟

باب ۱۸۰

حق وباطل کی آمیزش کرنا شدید جرم ہے

حضرت معقل بن یسار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لوگوں پر ایسا زمانہ آئے گا کہ لوگوں کے دلوں میں قرآن پُرانا (محسوس) ہوگا، جیسے کہ اجسام پر کپڑے پُرانے ہوجاتے ہیں، ان کا سارا کام لالچ پر ہوگا۔ اس میں کچھ خوف نہیں ہوگا۔ اگر ان میں سے کوئی نیکی کرے گا، تو کہے گا، قبول ہوگی۔ اور اگر کوئی بُرائی کرے گا، تو کہے گا، معاف ہوجائے گی۔

چنانچہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے بتا دیا، وہ خوف کی جگہ لالچ اختیار کریں گے، اس لیے کہ وہ قرآن مجید کے خوف دلانے کے مقامات سے جاہل ہوں گے۔

نصرانیوں کے بارے میں اس قسم کی بات فرمائی:

فَخَلَفَ مِنْ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ وَّرِثُوا الْكِتٰبَ يَأْخُذُوْنَ عَرَضَ هٰذَا الْاَدْنٰى وَيَقُوْلُوْنَ سَيُغْفَرُ لَنَا۔	(پس وہ ان کے بعد آئے کہ جو کتاب کے وارث ہوئے، وہ ناقص اسباب لے لیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہمیں معاف کر دیا جائے گا۔

معنی یہ ہے کہ ان کے علماء نے وراثت میں کتاب کا علم حاصل کیا، مگر ان کی حالت یہ ہے کہ وہ دُنیا کی شہوات حاصل کر رہے ہیں چاہے حلال ہوں یا حرام ہوں۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ جَنَّتٰنِ۔	(اور جو اپنے رب کے سامنے کھڑا ہونے سے ڈرے، اسکے لیے دو باغ ہیں)

یعنی قرآنِ کریم کی وعیدات سے ڈرتا ہے اور قرآنِ حکیم سارا ہی تحذیر و تخویف ہے۔ جو شخص اس میں غور کرے گا، اگر وہ ایماندار ہے، تو وہ دیر تک غم کی کیفیت محسوس کرے گا، اور اللہ تعالیٰ سے ڈرے گا، مگر آج تک یہ حالت ہے کہ لوگ اس کے ظاہری الفاظ کی کمی بیشی پر ہی مناظروں میں الجھ رہے ہیں۔ گویا وہ عرب کے 'اشعارِ عرب' پڑھ رہے اور معانی کی جانب کوئی توجہ ہی نہیں۔ کیا دنیا میں اس سے بھی بڑھ کر کوئی فریب ہو سکتا ہے؟ ہاں وہ لوگ جن کی نیکیاں اور برائیاں ہیں، البتہ برائیاں زیادہ ہیں اور وہ پھر بھی (توبہ کیے بغیر) بخشش کی امید رکھتے ہیں اور اس گمان میں مبتلا ہیں کہ نیکیوں کا پلڑا ضرور بھاری ہوگا۔ وہ بھی اسی طرح کے فریب میں مبتلا ہیں، یہ بہت بڑی جہالت ہے۔ یہ تو ایسے ہے جیسے کہ ایک آدمی حلال حرام کے ملے جلے مال سے صدقہ کرے۔ ہو سکتا ہے وہ لوگوں کا چھینا ہوا مال ہی خیرات کر رہا ہو اور وہ اس خیرات پر بھروسہ کیے بیٹھا ہے اور سمجھتا ہے کہ ہزار درہم غلط راہ میں خرچ کرنے کے مقابلے میں دس حرام و حلال کے درہم کی خیرات بھاری ہوگی۔ اس کی مثال یہ ہے کہ ترازو کے ایک پلڑے میں ہزار درہم ہوں اور دوسرے پلڑے میں دس درہم ہوں اور انسان چاہے کہ (دس درہم والا) ہلکا پلڑا دوسرے کے مقابلے میں بھاری ہو جائے۔ یہ انتہائی جہالت ہے۔

اور بعض لوگوں کا گمان ہے کہ میری نیکیاں، برائیوں سے زیادہ ہیں، اس لیے نفس کا محاسبہ نہیں کرتا اور برائیوں کو مٹاتا بھی نہیں۔ جب نیکی کرتا ہے، تو برائیوں کا شمار کیے رکھتے جیسے کہ دل میں زبان کے ساتھ سو بار استغفار کرے یا تسبیح کہے، مگر اس کے ساتھ ساتھ مسلمانوں کی غیبت کرے، ان کی عزت برباد کرے اور اللہ تعالیٰ کی فرمودہ ناپسندیدہ باتیں کرے، سارا دن بے شمار ایسے کام کرتا رہے، مگر وہ اس پر نظر رکھا کرے کہ میں نے سو بار استغفار کر رکھا ہے اور دن بھر کی بکواس سے غافل رہے کہ اگر اس بکواس کو لکھا جائے تو یہ بھی سو بار یا ہزار بار بن جائے اور لکھنے والے فرشتے لکھ رہے ہوں۔ اور اللہ تعالیٰ نے ہر بات پر سزا کی

دھمکی بھی دے رکھی ہے، فرمایا:

مَا يَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ اِلَّا لَدَيْهِ رَقِيْبٌ عَتِيْدٌ ○ (نہیں بولتا کچھ بات، مگر اس کے پاس تیار نگہبان ہوتے ہیں)

مگر یہ آدمی ہر وقت تسبیحات و تہلیلات (کلمہ طیبہ) کا ثواب ہی گنتا رہتا ہے اور یہ غیبت کرنے والوں، جھوٹوں، چغل خوروں اور منافقوں کی سزا پر نظر نہیں کرتا۔ منافق وہ ہیں کہ جو ظاہر میں کچھ اور ہوں اور باطن کچھ اور ہوں، یہ سب زبان کی آفات ہیں اور یہ صرف فریب ہے۔ اگر لکھنے والے فرشتے لکھنے کی مزدوری مانگ لیں، تو پھر یہ تسبیح سے زیادہ بکواس نہ لکھوائے بلکہ یہ ضروری امور سے بھی خاموش رہنا شروع کر دے۔ پھر وہ فرصت کے اوقات میں تسبیحات کے ساتھ ساتھ دوسرے کلمات بھی شمار کرتا۔ تعجب ہے اس پر جو دنیا کے تھوڑے مال پر بھی محاسبہ کرتا ہے اور ڈرتا ہے کہ یہ برباد نہ ہو جائے، مگر فردوسِ اعلیٰ اور اس کی نعمتوں کے برباد ہونے کے بارے میں احتیاط نہیں کرتا۔ اگر کوئی غور کرے، تو یہ عظیم ترین مصیبت ہے۔ ہم ایسے مقام پر جا پہنچے ہیں کہ اگر اس میں شبہ کریں، تو پکے کافر ہوں اور اگر ہم تصدیق کریں، تو فریب خوردہ احمقوں میں سے ہوں۔ ہمارے اعمال وہ نہیں ہیں کہ جو قرآن مجید کی تعلیمات کو ماننے والوں کے ہوتے ہیں، اور ہم اس بات سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتے ہیں کہ کفر کرنے والوں میں سے ہوں۔ پاک ہے وہ ذاتِ اقدس جس نے ہمیں یہ یقین و انتباہ عطا کیا اور اس قدر غفلت و فریب میں رہنے والوں کے لیے مشکل ہے کہ وہ ڈرے اور تقویٰ اختیار کرے، اور باطل خواہشات اور شیطانی وساوس پر بھروسہ نہ کرے۔ واللہ اعلم!

باب ۸۲

نماز باجماعت کے فضائل

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: باجماعت نماز پڑھنا، تنہا نماز سے ستائیس درجہ بلند ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض لوگوں کو جماعت میں نہ پایا۔ آپ نے فرمایا: میں نے ارادہ کرلیا کہ ایک آدمی کو نماز نماز پڑھانے کا حکم دوں، پھر خود میں ان لوگوں کے پاس جاؤں جو نماز (باجماعت) سے پیچھے رہ جاتے ہیں، تو ان کے گھروں کو جلادوں!

ایک دوسری روایت میں ہے: پھر ان لوگوں کے پاس جاؤں جو نماز (باجماعت) سے پیچھے رہتے ہیں، تو ان کے گھروں کو لکڑیوں کے گھٹے کے ساتھ جلادوں، حالانکہ اگر اسے معلوم ہو تو وہ موٹی ہڈی یا دو کھر پائے گا، تو بھی وہ آئے گا۔

حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک مرفوع روایت ہے کہ جس نے عشاء کی نماز (باجماعت) ادا کی، گویا اس نے نصف رات تک قیام کیا اور جس نے صبح کی نماز بھی (باجماعت) ادا کی، گویا اس نے ساری رات قیام کیا۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے باجماعت نماز ادا کی، اس نے سمندر کو عبادت سے بھر دیا۔

حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: بیس سال سے مؤذن نے جب بھی اذان دی، میں پہلے ہی مسجد میں تھا۔

حضرت محمد بن واسع رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان ہے: مجھے دنیا سے صرف تین چیزیں پسند ہیں؛

۱- ایسا بھائی، کہ اگر میں کج روی کروں، تو وہ مجھے ٹھیک کر دے۔

۲- اس قدر خوراک، کہ جس کی پرسش نہ ہو۔

۳- ایسی باجماعت نماز جس میں غفلت نہ ہو اور اس کا ثواب میرے لیے لکھا جائے۔

مروی ہے کہ حضرت ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک بار ایک قوم کی (نماز میں) امامت فرمائی۔ جب فارغ ہوئے، تو کہا، شیطان آغاز ہی سے میرے پیچھے پڑا رہا۔ یہاں تک کہ مجھے دوسروں پر اپنی فضیلت محسوس ہوئی۔ آئندہ میں کبھی امامت نہیں کراؤں گا۔

حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: اس آدمی کے پیچھے نماز نہ پڑھو جو علماء کی خدمت میں کبھی حاضر نہیں ہوتا۔

امام نخعی رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان ہے، جو شخص بغیر علم کے امامت کرتا ہے، اس کی مثال اس کی طرح ہے کہ جو سمندر میں پانی ناپتا ہے اور کمی بیشی نہیں جانتا۔

حضرت عاصم اصم رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان ہے: میری باجماعت نماز رہ گئی تو صرف ابواسحاق بخاری (رحمۃ اللہ علیہ) نے میری تعزیت کی۔ اور اگر میرا بیٹا فوت ہوتا، تو دس ہزار سے زیادہ لوگ میری تعزیت کرتے۔ افسوس! لوگوں کے نزدیک دنیا کی مصیبت سے زیادہ دین کی مصیبت آسان ہو گئی۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا فرمان ہے: جس نے اذان سنی، پھر قبول نہیں کی (یعنی مسجد میں باجماعت نماز ادا نہیں کی)، تو نہ اس نے بھلائی کا ارادہ کیا اور نہ ہی اس کے لیے بھلائی کا ارادہ ہوا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا فرمان ہے: اگر ابنِ آدم کے کان پگھلے ہوئے سیسے سے بھر دیے جائیں، اس بات سے بہتر ہے کہ اذان سنے، مگر مسجد میں نہ آئے۔

مروی ہے کہ حضرت میمون بن مہران رحمۃ اللہ علیہ مسجد میں آئے۔ ان سے کہا گیا: لوگ جا چکے۔ کہا: اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ میرے نزدیک اس (باجماعت) نماز کی فضیلت

عراق کی حکمرانی سے زیادہ ہے۔

حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے چالیس دن باجماعت نماز ادا کی اور تکبیرِ تحریمہ بھی فوت نہیں ہوئی، اس کے لیے دو برائتیں لکھ دی جاتی ہیں۔ نفاق سے برآت، اور دوزخ سے برائت۔

کہتے ہیں کہ جب قیامت برپا ہوگی، تو ایسی قوم لائی جائے گی جس کے چہرے چمکتے ستاروں کی طرح ہوں گے، فرشتے ان سے کہیں گے۔ تمہارے اعمال کیا تھے؟ وہ کہیں گے، جب ہم اذان سنتے تھے، تو فوراً وضو کے لیے کھڑے ہو جاتے اور دوسرے کام میں مصروف نہ رہتے۔ پھر ایک جماعت لائی جائے گی کہ ان کے چہرے چاند کی طرح روشن ہوں گے۔ وہ سوال کے بعد کہیں گے۔ ہم وقت سے پہلے وضو کرتے تھے۔ پھر ایسی جماعت لائی جائے گی کہ جن کے چہرے سورج کی طرح روشن ہوں گے۔ وہ کہیں گے ہم تو مسجد کے اندر ہی اذان سنتے تھے۔

مروی ہے کہ سلف صالحین کا یہ طریقہ تھا کہ اگر ان کی تکبیرِ اولیٰ قضا ہو جاتی، تو تین دن تک افسوس کرتے اور اگر جماعت فوت ہو جاتی، تو سات دن تک افسوس کرتے۔

باب ۸۳

نمازِ شب کی فضیلت

قرآن مجید میں ہے:

اِنَّ رَبَّكَ يَعْلَمُ اَنَّكَ تَقُوْمُ (بے شک تیرا رب جانتا ہے کہ تو کھڑا

أَدْنٰى مِنْ ثُلُثَيِ اللَّيْلِ۔ (رہتا ہے دو تہائی رات کے)

ایک جگہ فرمایا:

اِنَّ نَاشِئَةَ اللَّيْلِ هِيَ أَشَدُّ وَطْأً وَّأَقْوَمُ قِيْلًا ہ (بے شک رات کا اٹھنا، نفس کو کچلنے کیلئے خوب سخت ہے اور بہت سیدھا کرنے والا ہے)

نیز فرمایا:

تَتَجَافٰى جُنُوْبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ (ان کے پہلو بستروں سے الگ رہتے ہیں)

اور فرمایا:

أَمَّنْ هُوَ قَانِتٌ آنَاءَ اللَّيْلِ (کیا وہ جو رات بھر عبادت کرتا ہے)

اور فرمایا:

وَالَّذِيْنَ يَبِيْتُوْنَ لِرَبِّهِمْ سُجَّدًا وَّقِيَامًا۔ (اور جو اپنے رب کے سامنے رات گزارتے ہیں، سجدہ کرتے اور قیام کرتے)

اور فرمایا:

وَاسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ۔ (اور صبر اور نماز کے ساتھ (اللہ تعالیٰ سے) مدد مانگو)

ایک قول کے مطابق اس سے قیام شب مراد ہے اور صبر کے ساتھ مجاہدۂ نفس میں مدد حاصل کی جاتی ہے۔

احادیث میں ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: شیطان تم میں سے ایک کی گدی پر تین گرہیں لگا دیتا ہے۔ جب وہ سوتا ہے، ہر گرہ لگاتے وقت کہتا ہے: رات لمبی ہے سو تا رہ! جب وہ بیدار ہو اور اللہ تعالیٰ کا ذکر کرے، تو ایک گرہ کھل جاتی ہے۔ اگر وضو کرے، تو دوسری گرہ بھی کھل جاتی ہے اور اگر نماز پڑھ لے، تو تیسری گرہ بھی کھل جاتی ہے، اور وہ خوش خوش ہو کر پاک حالت میں صبح کرتا ہے، ورنہ خبیث حالت میں اور سست ہو کر صبح کرتا ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ آپ کی خدمت میں ایک آدمی کے بارے میں بتایا گیا، وہ ساری رات سوتا ہے حتیٰ کہ صبح ہو جاتی ہے۔ آپ نے فرمایا: وہ ایسا آدمی ہے جس کے کان میں شیطان نے پیشاب کر دیا۔

روایت میں ہے: شیطان کی ایک نسوار ہے، ایک چٹنی ہے اور ایک چھڑکنے کی دوا ہے۔ جب بندہ اس کی نسوار کھائے، تو بد اخلاق ہو جاتا ہے اور جب اس کی چٹنی کھائے، تو اس کی زبان پر بُرائی تیز ہو جاتی ہے اور جب وہ اس پر چھڑکاؤ کرے، تو وہ رات بھر سوتا رہتا ہے، آخر صبح ہو جاتی ہے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بندہ رات کے وقت (تہجد کے وقت) دو رکعت ادا کرے، یہ اس کے لیے دنیا اور جو کچھ اس میں ہے، سب سے بہتر ہے اور اگر میری امت پر مشکل نہ ہوتا، تو میں ان پر یہ فرض کر دیتا۔

صحیح روایت میں حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سے مروی ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: رات میں ایک گھڑی ایسی ہے کہ اس وقت جو مسلمان آدمی اللہ تعالیٰ سے جو کچھ بھلائی مانگے، اللہ تعالیٰ اسے عطا فرماتا ہے۔

ایک روایت میں ہے: وہ اللہ تعالیٰ سے دُنیا و آخرت کی کچھ بھلائی مانگے اور یہ ساری رات رہتی ہے۔

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، نے روایت کیا: جناب رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس قدر قیامِ شب کرتے کہ آپ پاؤں مبارک پھٹ جاتے۔ عرض کیا گیا: کیا اللہ تعالیٰ نے آپ کے پہلے گناہ اور بعد والے سب معاف نہیں کر دیے؟ (یعنی آپ کے تو گناہ ہی نہیں، اور آپ معصوم ہیں، پھر آپ اس قدر مشقت کیوں اُٹھاتے ہیں؟) آپ نے فرمایا: کیا میں اس کا شکر گزار بندہ نہ بنوں؟ اس سے مراد ہے کہ مزید درجات کے لیے جدوجہد کرتا ہوں۔ اس کے لیے شکر، مزید درجات کا باعث ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ۔ (اگر تم نے شکر کیا، تو میں ضرور مزید عطا کروں گا)

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے ابوہریرہ! کیا تم چاہتے ہو کہ تم پر اللہ تعالیٰ کی رحمت، زندگی میں، موت کے وقت، قبر میں، دوبارہ اٹھنے کے وقت ہوا کرے، تو رات کو اٹھو، اور نماز پڑھو اور تمہاری نیت اپنے رب کو راضی کرنے کی ہو۔ اے ابوہریرہ! اپنے مکان کے کونوں میں نماز پڑھو، تیرے مکان کی روشنی آسمان میں اس طرح چمکے گی جیسے کہ دُنیا والوں کو ستاروں کی روشنی نظر آتی ہے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم پر لازم ہے کہ قیامِ شب کرو، اس لیے کہ یہ تم سے پہلے کے نیک لوگوں کا طریقہ ہے۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ قیامِ شب کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل ہوتا ہے، گناہ معاف ہوتے ہیں، بدن سے امراض دُور ہوتی ہیں اور گناہوں سے رکاوٹ ہو جاتی ہے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص رات کو نماز (نفل) پڑھتا ہو، پھر کسی روز اس پر نیند غالب ہو جائے، تو اس کے لیے نماز کا ثواب لکھا جاتا ہے اور اس کی نیند اس پر صدقہ ہوتی ہے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، کو فرمایا: اگر تم سفر کا ارادہ کرو، تو کیا زادِ راہ بناتے ہو؟ عرض کیا: ہاں! فرمایا: تو قیامت کے سفر کے لیے کیا زادِ راہ ہے؟ اے ابوذر! کیا میں تجھے وہ نہ بتادوں جو تجھے اس (قیامت کے) دن نفع دے۔؟ عرض کیا: ہاں! آپ پر میرے ماں باپ فداء ہوں۔ فرمایا: قیامت کے دن کے لیے کسی شدید گرم دن میں روزہ رکھو اور قبروں کی وحشت دور کرنے کے لیے رات کے اندھیرے میں نماز پڑھو اور بڑے امور کے لیے حج کرو اور ہر مسکین پر صدقہ کرو، چاہے کلمۂ حق کہہ کر ہی یا کسی بُرے کاموں سے رُک کر ہی ہو۔

مروی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں ایک آدمی کا طریقہ تھا کہ جب لوگ

بستروں پر چلے جاتے اور آنکھیں سو جاتیں، تو وہ اُٹھ کر نماز پڑھتا، قرآن مجید پڑھتا اور دعا کرتا: اے رب تعالیٰ! مجھے آگ سے بچالے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا ذکر کیا گیا، آپ نے فرمایا: جب وہ یہ کر رہا ہو، تو مجھے اطلاع دینا، چنانچہ آپ اس کے پاس تشریف لے گئے، اس کی دُعا سنی۔ جب صبح ہوئی، تو فرمایا: اے فلاں! تو نے اللہ تعالیٰ سے جنت کیوں نہ مانگ لی؟ اس نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) میرا وہ مقام نہیں، اور میرے عمل وہاں تک نہیں پہنچتے۔ تھوڑی دیر کے بعد حضرت جبرائیل علیہ السلام نازل ہوئے اور کہا: فلاں کو بتا دیں کہ اللہ تعالیٰ نے اسے دوزخ سے پناہ دے دی اور جنت میں داخل کر دیا۔

مروی ہے کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرمایا: ابن عمر خوب آدمی ہے۔ کاش کہ وہ رات کو نماز پڑھا کرے۔ جناب حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں یہ بات بتائی، تو وہ اس کے بعد ہمیشہ قیام شب کرتے۔

حضرت نافع رضی اللہ عنہ، فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم رات کو نماز پڑھتے، پھر فرماتے: اے نافع! کیا سحری ہو گئی؟ میں کہتا: نہیں۔ پھر نماز میں کھڑے ہو جاتے۔ پھر (کچھ دیر کے بعد) فرماتے: اے نافع! سحری ہو گئی؟ میں بتاتا: ہاں! پھر بیٹھ کر استغفار کرتے، حتیٰ کہ فجر ہو جاتی۔

حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ، نے فرمایا: ایک رات حضرت یحییٰ بن زکریا علیہما السلام نے جَو کی روٹی سیر ہو کر کھائی اور رات کے ورد کے بغیر سو گئے۔ آخر صبح ہوئی، اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف وحی فرمائی: اے یحییٰ! کیا تو نے میرے گھر سے بہتر گھر نکال لیا ہے۔ یا تو نے میرے پڑوس سے بہتر پڑوسی پا لیا ہے۔ اے یحییٰ! مجھے میری عزت و جلال کی قسم! اگر تو فردوس بریں پر ایک نظر کر لے، تو اشتیاق کے باعث تیری چربی پگھل جائے اور تیری جان نکل جائے۔ اور اگر تو دوزخ پر ایک نظر ڈال لے، تو (خوف کے مارے) تیری چربی پگھل جائے اور آنسوؤں کے بعد تو پیپ روئے اور نرم کپڑے کے بعد تو چمڑا پہنے۔

(یعنی کھردرے کپڑے پر ہی گزارا کر لیا کرے)

جنابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا گیا: فلاں آدمی رات کو نماز پڑھتا ہے اور جب صبح ہوتی ہے، تو چوری کرتا ہے۔ آپ نے فرمایا، عنقریب نماز اسے بُرے عمل سے روک دے گی۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا: اس آدمی پر اللہ تعالیٰ رحم فرماتے جو رات کو اٹھے اور نماز پڑھے۔ پھر اپنی بیوی کو جگائے۔ اگر وہ انکار کرے، تو اس کے چہرے پر پانی چھڑکے۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ اس عورت پر رحم کرے جو رات کو اٹھے اور نماز پڑھے۔ پھر اپنے خاوند کو جگائے تاکہ وہ بھی نماز پڑھے۔ اگر وہ انکار کرے (یعنی سستی کرے) تو اس کے چہرے پر پانی چھڑکے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص رات کو بیدار ہوا اور اپنی بیوی کو جگائے، پھر وہ دونوں دو رکعت (نفل) پڑھیں، تو انہیں اللہ تعالیٰ کا کثیر ذکر کرنے والے مردوں اور کثیر ذکر کرنے والی عورتوں میں لکھا جائے گا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، فرض نماز کے بعد قیام شب (نماز تہجد) افضل ترین ہے۔

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جو شخص اپنے ورد سے یا رات میں کچھ (نماز و وظیفہ) پڑھے بغیر سو جائے، تو اسے صبح اور ظہر کی نماز کے درمیان پڑھ لے، تو اس کے لیے ایسا لکھا جائے گا، جیسے کہ اس نے رات میں ہی پڑھا۔

مروی ہے کہ امام بخاری رضی اللہ عنہ، ان دو شعروں کا زیادہ نمونہ تھے ؎

اِغْتَنِمْ فِی الْفَرَاغِ فَضْلَ رَکُوْعٍ ۔۔۔ فَعَسٰی اَنْ یَکُوْنَ مَوْتُكَ بَغْتَةً

(فراغت میں ایک رکعت کو بھی غنیمت جانو، شاید تیری موت اچانک ہو جائے)

کَمْ صَحِیْحٍ رَاَیْتَ مِنْ غَیْرِ سَقَمٍ ۔۔۔ خَرَجَتْ نَفْسُهُ الصَّحِیْحَةُ فَلْتَةً

(تو نے کئی تندرست دیکھے جو بیمار نہ تھے، کہ ان کی جان اچانک ہی نکل گئی)

باب ۸۴

علمائے دنیا کی سزا

علمائے دُنیا سے مراد علماء سوء (بُرے علماء) ہیں، جن کا علم حاصل کرنے سے مقصود صرف دُنیاوی نعمتیں حاصل کرنا ہوں اور اہلِ جاہ کے ہاں درجات و مرتبے حاصل کرنا ہے۔

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن سب سے زیادہ عذاب اس عالم کو دیا جائے گا جس کے علم سے اللہ تعالیٰ کسی کو نفع نہ دے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: آدمی تب ہی عالم ہوتا ہے کہ علم کے بعد اس پر عمل بھی کرے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: علم دو علم ہیں، ایک زبان پر علم ہے۔ یہ مخلوق پر اللہ تعالیٰ کی حجت ہے اور دوسرا دل میں علم، یہ نفع دینے والا علم ہے۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آخری زمانہ میں بعض جاہل عبادت گزار ہوں گے اور بعض فاسق علماء ہوں گے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: علم اس لیے مت سیکھو کہ تم دوسرے علماء پر فخر کرو اور بے وقوف پر اس کے ذریعے تیزی دکھاؤ تاکہ لوگوں کے رُخ اپنی طرف کر سکو جس نے یہ کام کیا وہ دوزخ میں جائے گا۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے اپنے پاس کا کوئی علم (دین کا مسئلہ) چھپایا، اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اسے آگ کی لگام دے گا۔

حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے تم پر دجال کے قافلوں کا خطرہ ہے۔

پوچھا گیا: وہ کون ہیں؟ آپ نے فرمایا: گمراہ کرنے والے امام (سردار)

حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس کا علم بڑھا، مگر ہدایت نہ ہوئی، وہ اللہ تعالیٰ سے زیادہ دُور ہوا۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: تم کب تک رات کے مسافروں (ٹامک ٹوئیاں مارنے والوں) کے لیے راہ صاف کرتے رہو گے اور کب تک ظالموں کے ساتھ رہو گے؟

یہ تمام روایات بتاتی ہیں کہ علم حاصل کرنے کے بعد (ذمّہ داری پوری نہ کرنا) کس قدر خطرناک معاملہ ہے، اس لیے عالم کی حالت یہ ہے کہ یا تو وہ ابدی ہلاکت میں جا رہا ہے یا پھر ابدی سعادت حاصل کر رہا ہے اور اگر اس نے علم حاصل کرنے کے باوجود سعادت حاصل نہ کی، تو وہ سلامتی سے محروم ہو گیا۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کا فرمان ہے: مجھے اس امت میں منافق علم والے کے بارے میں سب سے زیادہ ڈر ہے۔ لوگوں نے پوچھا: وہ کیسے منافق اور علم والا ہو گا۔ فرمایا: زبان کا عالم، مگر دل اور عمل دونوں کا جاہل ہو گا۔

حضرت حسن رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ان میں سے نہ بنو کہ جو علماء کا علم اکٹھا کرے اور حکماء کی دانائی کی باتیں جمع کرے، مگر عمل کے معاملے میں بے وقوفوں کی راہ پر چلے

ایک آدمی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ سے کہا: میرا ارادہ ہے کہ علم حاصل کروں، مگر میں ڈرتا ہوں کہ اسے برباد نہ کر دوں؟ فرمایا: علم چھوڑ دینا بھی اسے برباد کرنا ہی ہے۔

حضرت ابراہیم بن عیینہ رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا گیا: سب لوگوں سے طویل ندامت کس کو ہو گی؟ فرمایا: دنیا میں تو اسے ہو گی جو اس کے ساتھ نیکی کرے جو اس کا شکر نہ کرے اور موت کے وقت افراط تفریط کرنے والے عالم کو ہو گی۔

حضرت خلیل بن احمد رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان ہے، مرد چار ہیں:

۱۔ وہ مرد جو جانتا ہے اور یہ بھی جانتا ہے کہ وہ بھی جانتا ہے یہ عالم ہے، اسکی اطاعت کرو۔

۲۔ وہ مرد جو جانتا ہے، مگر یہ نہیں جانتا کہ وہ جانتا ہے۔ یہ سونے والا ہے، اسے جگا دو۔

۳۔ وہ مرد جو نہیں جانتا اور یہ جانتا ہے کہ وہ نہیں جانتا، یہ ہدایت کا طلب گار ہے، اسے ہدایت اور علم دو۔

۴۔ وہ مرد جو نہیں جانتا اور یہ بھی نہیں جانتا کہ وہ نہیں جانتا، یہ جاہل ہے اسے دُور بھگا دو۔

حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان ہے: علم آواز دیتا ہے کہ عمل کرو، اگر یہ ٹھیک ہے ورنہ وہاں سے رُخصت ہو جاتا ہے۔

حضرت ابن مبارک رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان ہے: جب تک انسان طلبِ علم میں رہتا ہے وہ عالم ہوتا ہے اور جب یہ گمان کر لیتا ہے کہ میں عالم بن چکا، وہ جاہل ہو جاتا ہے۔

حضرت فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان ہے: مجھے تین پر رحم آتا ہے:

۱۔ قوم کا معزز آدمی، جب ذلیل ہو جاتے۔

۲۔ قوم کا غنی آدمی، جب فقیر ہو جاتے۔

۳۔ وہ عالم کہ جس کو دنیا کھلونا بنا لے (یعنی بُرا سلوک کرے اور اس کی وقعت نہ جانے) مال کا لالچ ڈال دے۔ حضرت حسن کا فرمان ہے: علماء کی سزا، دل کا مر جانا ہے اور دل کی موت، آخرت کے اعمال کے ذریعہ دنیا کی طلب کرنا ہے۔ کسی نے خوب کہا ہے

عَجِبْتُ لِمُبْتَاعِ الضَّلَالَةِ بِالْهُدٰی

وَمَنْ یَّشْتَرِیْ دُنْیَاہُ بِالدِّیْنِ اَعْجَبُ

(مجھے ہدایت کے بدلے گمراہی فروخت کرنے والے پر تعجب ہے اور جو دین کے بدلے دنیا خریدتا ہے، اس پر زیادہ تعجب ہے۔)

وَاَعْجَبُ مِنْ ھٰذَیْنِ مَنْ بَاعَ دِیْنَہٗ

بِدُنْیَا سِوَآءٍ فَھُوَ مِنْ ذَیْنِ اَعْجَبُ

(اور ان دونوں سے قابلِ تعجب زیادہ تر وہ ہے جس نے اپنا دین، دنیا کے ساتھ برابر برابر فروخت کیا، یہ ان دونوں سے زیادہ قابلِ تعجب ہے)

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (بُرے) عالم کو اس قدر عذاب دیا جائے گا کہ دوزخی بھی اس کے گرد چکر لگائے گا (اس کے عذاب کی شدت کے باعث) اس سے آپ کی مراد بُرا عالم ہے۔

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے کہ میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا، قیامت کے دن ایک عالم کو لایا جائے گا اور اسے آگ میں ڈال دیا جائے گا تو اس کی انتڑیاں باہر نکل آئیں گی۔ پھر وہ اس طرح گھومے گا جیسے کہ گدھا چکی کے گرد گھومتا ہے، دوزخی بھی اس کے گرد چکر لگائیں گے اور کہیں گے: تجھے ہے کیا؟ وہ کہے گا: میں نیکی کا حکم کرتا تھا، اور خود نہیں کرتا تھا اور بُرائی سے روکتا تھا، مگر خود نہیں رُکتا تھا۔ عالم کو نافرمانی کے سبب اس لیے عذاب دیا گیا کہ اس نے جان بوجھ کر نافرمانی کی، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

اِنَّ الْمُنٰفِقِیْنَ فِی الدَّرْكِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ (بے شک منافقین، آگ کے نچلے حصہ میں ہوں گے)

اس کی وجہ یہ ہے کہ ان لوگوں نے جان لینے کے بعد انکار کیا اور یہودیوں کو نصرانیوں سے زیادہ شریر بتایا، حالانکہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کا بیٹا بنایا اور کہا: تین میں تیسرا (یعنی تین خداؤں کا کافرانہ نظریہ پیش کیا) اور انہوں نے پہچاننے کے بعد ایسا کیا۔ فرمایا:

یَعْرِفُوْنَهٗ كَمَا یَعْرِفُوْنَ اَبْنَآءَهُمْ۔ (وہ اسے پہچانتے ہیں جیسے کہ وہ اپنے بیٹوں کو پہچانتے ہیں)

اور فرمایا:

فَلَمَّا جَآءَهُمْ مَّا عَرَفُوْا كَفَرُوْا بِهٖ فَلَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْكٰفِرِیْنَ ۝ (پس جب ان کے پاس وہ آیا جس کو انہوں نے پہچان لیا، تو اس کا انکار کیا، پس کافروں پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو)

اور بلعم باعور کا واقعہ بیان کرتے ہوئے فرمایا:

وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَأَ الَّذِىٓ اٰتَيْنٰهُ اٰيٰتِنَا فَانْسَلَخَ مِنْهَا فَاَتْبَعَهُ الشَّيْطٰنُ فَكَانَ مِنَ الْغٰوِيْنَ ○

(اور ان پر اس کی خبر پڑھو، جس کو ہم نے اپنی نشانیاں دیں۔ پس وہ ان سے نکل گیا، تو شیطان نے اس کو اپنے پیچھے لگایا اور وہ گمراہوں میں سے ہوگیا)

آخرکار یہ فرمایا:

فَمَثَلُهٗ كَمَثَلِ الْكَلْبِ اِنْ تَحْمِلْ عَلَيْهِ يَلْهَثْ اَوْ تَتْرُكْهُ يَلْهَثْ ؕ

(پس اس کی مثال کتے کی طرح ہے، اگر تو اس پر بوجھ تو زبان لٹکائے اور اگر چھوڑ دے تو زبان لٹکائے)

چنانچہ بُرے عالم کا یہی انجام ہے، اس لیے کہ بلعم کو بھی اللہ تعالیٰ نے کتاب اللہ کا علم عطا فرمایا، مگر وہ شہوات میں ڈوب گیا، اس لیے اس کی کتے کے ساتھ تشبیہ دی، یعنی چاہے اسے حکمت کی بات بتائی جائے یا نہ بتائی جائے، یہ شہوات میں ڈوبا رہے گا۔

حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کا فرمان ہے: بُرے علماء کی مثال اس پتھر کی طرح ہے جو نہر کے منہ پر گر پڑے (اور پانی کی آمد بند کردے) نہ خود پانی پیے اور نہ ہی کھیتی کے لیے پانی چھوڑ دے۔

باب ۸۵

حُسنِ اخلاق کی فضیلت

اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا:

وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ۔ (اور بے شک تو بڑے اخلاق والا ہے)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خُلق قرآن تھا (یعنی قرآن مجید کے پابند تھے۔)

ایک آدمی نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حسنِ اخلاق کے بارے میں پوچھا تو آپ نے یہ آیت پڑھی:

خُذِ الْعَفْوَ وَاْمُرْ بِالْعُرْفِ وَ اَعْرِضْ عَنِ الْجٰهِلِيْنَ ۝ (درگزر کی عادت رکھو، نیکی کا حکم دو، اور جاہلوں سے منہ پھیر لو)

پھر حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ (حُسنِ اخلاق) یہ ہے کہ جو تم سے توڑے تم اس سے جوڑو، جو تجھے محروم رکھے، تم اسے عطا کرو، جو تم پر ظلم کرے، تم اسے معاف کر دو۔

حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے مکارمِ اخلاق کی تکمیل کے لیے بھیجا گیا۔ (یعنی اعلیٰ اخلاق کی اقدار مکمّل کروں)

حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن میزان میں سب سے وزنی چیز جو رکھی جائے گی، وہ اللہ تعالیٰ سے "ڈرنا" اور حسنِ اخلاق ہے۔

ایک آدمی جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سامنے سے حاضر ہوا اور کہا: اے اللہ کے رسول! دین کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: حسنِ اخلاق! پھر دائیں جانب سے آیا اور

کہا: اے اللہ کے رسول! دین کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: حُسن اخلاق۔ پھر بائیں جانب سے حاضر ہوا اور کہا: دین کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: حسن اخلاق! پھر پیچھے سے حاضر ہوا اور کہا: اے اللہ کے رسول! دین کیا ہے؟ آپ اس کی طرف متوجہ ہوتے اور فرمایا: کیا تو نہیں سمجھتا (دین) کیا ہے؟ دین یہ ہے کہ تو غصہ نہ کرے۔

عرض کیا گیا: اے اللہ کے رسول! صلی اللہ علیہ وسلم! بدبختی کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: بداخلاقی! ایک آدمی نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کی: مجھے نصیحت فرمایئے: آپ نے فرمایا: تم جہاں بھی ہو، اللہ تعالیٰ سے ڈرو۔ اس نے کہا: مزید فرمایئے۔ آپ نے فرمایا: برائی ہو جائے تو فوراً بعد میں نیکی کر، وہ اسے مٹا دے گی؟ کہا: مزید فرمایئے: فرمایا۔ لوگوں کے ساتھ حسن اخلاق سے پیش آؤ۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا، کونسا عمل افضل ہے؟ آپ نے فرمایا: اچھا اخلاق۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے جس بندے کی صورت اور اخلاق کو اچھا کیا ہے تو اسے آگ نہیں کھائے گی۔

حضرت فضیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا گیا: فلاں عورت دن کو روزے رکھتی ہے، اور رات کو نماز پڑھتی ہے مگر بداخلاق ہے، پڑوسیوں کو زبان کے ساتھ تکلیف دیتی ہے۔ آپ نے فرمایا: اس عورت میں کچھ بھلائی نہیں، یہ دوزخیوں میں سے ہے۔

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے کہ میں نے جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا: میزان میں سب سے پہلے حُسن اخلاق اور سخاوت رکھی جائے گی اور جب اللہ تعالیٰ نے ایمان کو پیدا کیا، تو اس نے کہا: اے اللہ تعالیٰ! مجھے قوی کر دے۔ اللہ تعالیٰ نے اسے حُسن اخلاق اور سخاوت کے ساتھ قوی کر دیا اور جب کفر کو پیدا کیا تو

اس نے کہا: اے اللہ تعالیٰ! مجھے قوی کر دے، تو اللہ تعالیٰ نے اسے بخل اور بداخلاقی کے ساتھ قوت دی۔ ؎

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے اس دین کو اپنے لیے خالص کر لیا۔ (یعنی یہ خدا کا منتخب اور پسندیدہ دین ہے) اور تمہارے دین کے لیے سخاوت اور حسن اخلاق ہی بہتر ہے۔ خبردار! اپنے دین کو ان دونوں کے ساتھ مزین کرو۔

حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حُسنِ اخلاق، اللہ تعالیٰ کا سب سے بڑا خلق ہے۔

عرض کیا گیا: کونسا مومن ایمان میں افضل ترین ہے؟ فرمایا: جس کا اخلاق سب سے بہتر ہو۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم لوگوں کو مال کے ذریعہ کافی نہیں ہو سکتے، بلکہ ان کو چہرے کی بشاشت اور حسنِ اخلاق کے ذریعے کافی ہو جاؤ۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا: بداخلاقی عمل کو اس طرح برباد کر دیتی ہے، جیسے کہ سرکہ شہد کو خراب کر دیتا ہے۔

حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ، کی روایت ہے کہ جنابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم ایسے آدمی ہو جس کی صورت اللہ تعالیٰ نے اچھی بنائی، اب اپنا اخلاق بھی اچھا رکھو۔

حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سے روایت ہے کہ جنابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی دُعا میں یہ کہا کرتے تھے:

؎ یاد رہے کہ انسان قصداً برائی کا ارادہ کرتا ہے، اس کا نام کسب ہے اور اس پر مواخذہ ہوتا ہے، مگر اس بُرے فعل کا ظہور پذیر ہونا اور پیدا ہو جانا اللہ تعالیٰ کے قبضہ میں ہے، کوئی انسان یہ نہیں کہہ سکتا کہ جب بُرائی اللہ تعالیٰ نے پیدا کی، تو میں مجبور، اور بے گناہ ہوں جیسے کہ قاتل یہ نہیں کہہ سکتا کہ خدا نے مجھ سے قتل کرایا اور قاضی اسے معاف نہیں کرتا، بلکہ قتل کرنے کا ارادہ اور کوشش مجرم نے کی۔ اس کو کسب کہا گیا اور اسی پر مواخذہ ہوا۔

اَللّٰھُمَّ کَمَا حَسَّنْتَ خَلْقِیْ فَحَسِّنْ خُلُقِیْ۔ (اے اللہ جس طرح تو نے میری صورت اچھی بنائی ہے اسی طرح میرا اخلاق بھی اچھا کر دے)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم عام طور پر یہ دُعا کیا کرتے تھے:

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ الصِّحَّۃَ وَالْعَافِیَۃَ وَحُسْنَ الْخُلُقِ۔ (اے اللہ میں تجھ سے صحت، عافیت اور حُسنِ اخلاق مانگتا ہوں)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مومن کی تکریم اس کے دین سے ہے، اس کا حسن، حُسنِ اخلاق سے ہے، اس کی مروت عقل سے ہے۔

حضرت اسامہ بن شریک رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سے روایت ہے، فرمایا: میں نے دیکھا کہ اعراب حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھ رہے تھے، کونسی نیکی ہے جو بندے کو عطا ہوئی ہے؟ (یعنی کونسی بہتر خوبی ہے) فرمایا: حُسنِ اخلاق!

حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن تم میں سے مجھے محبوب تر اور میری مجلس کے قریب تر وہ ہے جو سب سے زیادہ اچھے اخلاق والا ہوگا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تین چیزیں جس میں نہ ہوں یا ان میں سے ایک نہ ہو، تو اس کے عمل کو بھی کوئی وقعت نہ دو۔

تین چیزیں یہ ہیں:

۱۔ تقویٰ جو اسے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے روکے۔

۲۔ بُردباری جو اسے جہالت کرنے سے روکے۔

۳۔ حسنِ اخلاق جس کے ذریعے وہ لوگوں میں رہے۔

نماز شروع کرتے وقت حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اکثر دُعا یہ ہوتی:

اَللّٰھُمَّ اھْدِنِیْ لِاَحْسَنِ الْاَخْلَاقِ لَا یَھْدِیْ لِاَحْسَنِھَا اِلَّا اَنْتَ وَاصْرِفْ عَنِّیْ سَیِّئَھَا لَا یَصْرِفُ عَنِّیْ سَیِّئَھَا اِلَّا اَنْتَ۔

(اے اللہ تعالیٰ! مجھے حسنِ اخلاق کی طرف ہدایت دیجیے، حسنِ اخلاق کی طرف ہدایت تیرے سوا کوئی نہیں دے سکتا، اور مجھے بداخلاقی سے بچایئے اور مجھے بداخلاقی سے تیرے سوا کوئی نہیں بچا سکتا۔

ایک بار پوچھا گیا: جمال کس کے ساتھ ہوتا ہے؟ فرمایا: نرم کلام، بشاشت ظاہر کرنے اور تبسم ظاہر کرنے والے کے ساتھ۔ جو شخص لوگوں کو بھلے انداز میں ملے، حسنِ اخلاق کے ساتھ معاملہ کرے۔ یہ وہ آدمی ہے کہ جس کے سامنے اجنبی نرم ہوں اور اس کے بھائی اس کی تعریف کریں، جیسے ایک شاعر کا قول ہے ؎

اِذَا حَوَیْتَ خِصَالَ الْخَیْرِ اَجْمَعَھَا
فَضْلًا وَعَامَلْتَ کُلَّ النَّاسِ بِالْحُسْنِ

(جب تو فضیلت کی تمام اچھی عادات پر حاوی ہو جائے اور سب لوگوں سے بہتر معاملہ کرے)

لَمْ تَعْدِمِ الْخَیْرَ مِنْ ذِی الْعَرْشِ تُحْرِزُہٗ
وَالشُّکْرَ مِنْ خَلْقِہٖ فِی السِّرِّ وَالْعَلَنِ

(تو تم نے جو بھلائی جمع کی، عرش والے سے محروم نہیں رہے گا اور ظاہر و باطن میں مخلوق کے شکر سے بھی محروم نہ ہوگا)

باب ۸۶

ہنسنا، رونا اور لباس

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

اَفَمِنْ هٰذَا الْحَدِيْثِ تَعْجَبُوْنَ ۝ وَتَضْحَكُوْنَ وَلَا تَبْكُوْنَ ۝ وَاَنْتُمْ سٰمِدُوْنَ ۝

(کیا تم اس بات تعجب کرتے ہو اور تم ہنستے ہو اور روتے نہیں اور تم غفلت میں ہو)

یعنی تم اس قرآن پر تعجب کرتے ہو اور جھٹلاتے ہو اور باوجود اس کے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی جانب ہے، تم اس کا ٹھٹھا کرتے ہو اور اس میں جو وعیدات ہیں ان کو پڑھ کر تم خوف سے روتے نہیں اور تم سے جو مطالبہ ہے، اس سے غافل ہو۔ بتاتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی، تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بعد ہنسے نہیں، البتہ تبسم فرما لیتے۔

ایک روایت میں ہے کہ اس کے بعد حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہنستے اور تبسم کرتے نہیں دیکھا گیا، یہاں تک کہ دنیا سے رحلت فرمائی۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ ایک دن حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مسجد سے باہر تشریف لائے۔ لوگ باتیں کر رہے تھے اور ہنس رہے تھے۔ آپ یہ دیکھ کر وہاں کھڑے ہوئے اور ان کو سلام کیا۔ پھر فرمایا: لذتوں کو مٹانے والی کو کثرت سے یاد کیا کرو۔ پھر ایک بار باہر تشریف لائے۔ لوگ ہنس رہے تھے۔ آپ نے فرمایا: اس ذات کی قسم! جس کے قبضہ میں میری جان ہے۔ اگر تم وہ جانتے جو میں جانتا ہوں، تو کم ہنستے اور زیادہ روتے۔

اور جب حضرت خضر علیہ السلام نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے علیحدہ ہونے کا ارادہ

کیا، تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا، مجھے نصیحت کیجیے۔ فرمایا: اے موسیٰ! لجاجت (نزاع اور جھگڑے) سے بچو، بغیر ضرورت کے مت چل، اور تعجب کے بغیر ہنس، اور خطا کاروں کو ان کے گناہوں پر عار نہ دلا اور اپنی خطا پر رو۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا: کثرت سے ہنسنا، قلب کی موت ہے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: جو اپنے شباب پر ہنسا (اکڑ کر) وہ اپنے بڑھاپے پر رویا اور جو اپنے مال پر ہنسا، وہ اپنے فقر پر رویا اور جو اپنی زندگی پر ہنسا وہ اپنی موت پر رویا۔

حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا: قرآن مجید پڑھو اور روؤ، اگر رو نہ سکو، تو رونے کی صورت بنا لو۔

حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سے اس فرمانِ الٰہی کے بارے میں مروی ہے:

فَلْيَضْحَكُوا قَلِيلًا وَلْيَبْكُوا كَثِيرًا جَزَاءً بِمَا كَانُوا يَكْسِبُونَ ۝ (پس انہیں چاہیئے کہ کم ہنسیں اور زیادہ روئیں، اس کی جزا جو وہ کرتے تھے)

فرمایا: دنیا کے بارے میں کم ہنسیں اور آخرت کے بارے میں زیادہ روئیں۔ نیز فرمایا: تعجب ہے اس ہنسنے والے پر کہ جس کے پیچھے آگ ہے اور مسرور ہونے والے پر کہ جس کے پیچھے موت ہے۔

ایک بار حضرت حسن رضی اللہ عنہ، ایک نوجوان کے پاس سے گزرے، وہ ہنس رہا تھا۔ فرمایا، اے بیٹا! کیا تم پُل صراط سے گزر چکے ہو؟ اس نے کہا، نہیں! کیا تمہیں یہ معلوم ہو چکا ہے کہ تم جنت میں ہی جاؤ گے؟ کہا، نہیں! فرمایا: پھر یہ ہنسنا کیسا ہے؟ اس کے بعد اس جوان کو کسی نے ہنستے ہوئے نہیں دیکھا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سے مروی ہے: جو گناہ کرے اور ہنس رہا ہو تو وہ اس حال میں دوزخ میں جائے گا کہ وہ رو رہا ہو گا۔

اللہ تعالیٰ نے (آخرت کے خوف سے) رونے پر کئی لوگوں کی تعریف کی اور فرمایا:

يَخِرُّوْنَ لِلْاَذْقَانِ يَبْكُوْنَ ٥ (گر پڑتے ہیں ٹھوڑیوں کے بل روتے ہوئے)

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

مَالِ هٰذَا الْكِتٰبِ لَا يُغَادِرُ صَغِيْرَةً وَّلَا كَبِيْرَةً اِلَّآ اَحْصٰهَا ج (کیا ہے اس کتاب کو، کوئی چھوٹی اور بڑی چھوڑتی نہیں، بلکہ اسے شمار کر لیا)

امام اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ نے اس آیت کی توضیح میں فرمایا صغیرہ سے مراد تبسم کرنا اور کبیرہ سے مراد قہقہہ لگانا ہے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تین کے سوا ہر آنکھ قیامت کے دن رونے والی ہوگی:

۱۔ وہ آنکھ جو اللہ تعالیٰ کے ڈر سے روئی، ۲۔ وہ آنکھ جو اللہ تعالیٰ کے حرام کردہ سے نیچی نگاہ کیے رہی (یعنی اس پر نظر نہیں کی) ۳۔ وہ آنکھ جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں بیدار رہی۔

کہتے ہیں کہ تین چیزیں سنگدل بنا دیتی ہیں:

۱۔ بغیر تعجب کے ہنسنا، ۲۔ بغیر بھوک کے کھانا ۳۔ بلا ضرورت کلام کرنا۔

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جو لباس مل جاتا، پہن لیتے، مثلاً تہ بند، چادر یا قمیص یا جبّہ وغیرہ (یعنی تکلّف نہ کرتے۔ سبز لباس آپ کو بھلا معلوم ہوتا۔ آپ کا زیادہ تر لباس سفید ہوتا اور آپ فرمایا کرتے: اپنے زندہ کو یہ (سفید لباس) پہناؤ، اور اپنے مردوں کو اس میں کفن دو۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سندس کی قبا تھی۔ آپ اسے پہنتے تو آپ کے سفید رنگ پر یہ بہت ہی حسین معلوم ہوتی تھی۔ آپ کا لباس ہمیشہ ٹخنوں سے اوپر ہی ہوتا تھا اور آپ کا تہ بند نصف پنڈلی تک ہوتا۔ آپ کے پاس ایک سیاہ کمبل تھا۔ آپ نے اسے ہبہ کر دیا۔ حضرت ام سلمۃ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا، میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں، وہ سیاہ کمبل کا کیا ہوا؟ آپ نے فرمایا: میں نے اسے پہنا ہے۔ انہوں نے عرض کیا: میں نے اس کی سیاہی پر آپ کی سفیدی سے بڑھ کر کچھ چیز حسین تر نہیں دیکھی۔

حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب کپڑا پہنتے، تو دائیں جانب سے پہنتے اور یہ دعا کرتے:

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ کَسَانِیْ مَا اُوَارِیْ بِہٖ عَوْرَتِیْ وَاَتَجَمَّلُ بِہٖ بَیْنَ النَّاسِ۔ (سب حمد اللہ تعالیٰ کی ہے جس نے مجھے وہ پہنایا کہ میں اس سے ستر ڈھانپتا ہوں اور لوگوں میں اس کے ذریعے زینت کرتا ہوں)

اور جب کپڑا اتارتے، تو بائیں جانب سے اتارتے اور جب نیا کپڑا پہنتے، تو پرانا کپڑا کسی مسکین کو دے دیتے۔ پھر فرماتے: جو کسی مسلمان مسکین کو اپنا پرانا کپڑا (بھی) پہنادے اور مقصود صرف اللہ تعالیٰ کے لیے پہنانا ہو، تو جب تک وہ زندہ یا مردہ پہنے ہے، وہ اللہ تعالیٰ کی ضمان، اس کی حفاظت اور اس کی بھلائی میں ہے۔

حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک چغہ تھا، جہاں جاتے، وہاں آپ کے لیے اس کا بچھونا بچھایا جاتا اور اسے دوہرا کر لیتے اور آپ چٹائی پر سو جاتے، نیچے کچھ نہ ہوتا تھا۔

باب ۸۷

قرآن مجید، علم اور علماء کے فضائل

حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے قرآن مجید پڑھا۔ پھر یہ رائے رکھی کہ کسی دوسرے کو مجھ سے زیادہ عطا ہوا، تو اس نے اللہ تعالیٰ کی عظمت کو کم درجہ دیا۔

حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے نزدیک قرآن مجید سے بڑھ کر کوئی بہتر سفارشی نہیں۔

حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری امت کی افضل ترین عبادت قرآن مجید کی

تلاوت اور موت کی یاد ہے۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے بہترین وہ ہے جو علم سیکھے اور سکھائے۔

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جیسے لوہے کو زنگ لگ جاتا ہے، ایسے ہی دلوں کو زنگ لگ جاتا ہے۔ عرض کیا گیا: اے اللہ کے رسول! یہ کیسے صاف ہو گا؟ فرمایا: تلاوتِ قرآن مجید اور موت کو یاد کرنے سے۔

حضرت فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان ہے: قرآن کا علم رکھنے والا اسلام کا پرچم پکڑنے والے کی طرح ہے، اس کے لیے مناسب نہیں جو اس کے ساتھ کھیل کرے، وہ اس کے ساتھ کھیل کرے (یعنی خرمستی نہ کرے) اور جو اس کے ساتھ غافل ہو، یہ اس کے ساتھ غافل ہو (یعنی مل کر دین سے غافل نہ ہو) اور جو اس کے ساتھ بیہودہ کلامی کرے، یہ بھی اس کے ساتھ بیہودہ کلامی کرے۔ یہ بات قرآن مجید کے حق کی عظمت کے پیش روا رکھے۔

نیز فرمایا: جو شخص صبح کرے تو سورۃ الحشر کی آخری آیات پڑھے، پھر اسی دن مر جائے، تو اس کے لیے اسے شہداء کی مہر کے ساتھ مہر لگادی جائے گی، اور جو شام کو اسے پڑھے، پھر اسی رات مر جائے، تو اس کے لیے شہداء کی مہر کے ساتھ مہر لگادی جائے گی (یعنی اس کا اجر کثیر ہو گا، اور ضائع نہیں ہو گا) (احادیث میں بھی اسی موضوع پر کافی روشنی پڑتی ہے)

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ جس پر بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے، اسے دین کی سمجھ عطا کرتا ہے اور اس کے دل میں بھلائی القاء کرتا ہے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: علماء انبیاء علیہم السلام کے وارث ہیں۔

اور یہ بات واضح ہے کہ انبیاء علیہم السلام سے بڑھ کر کسی کا درجہ نہیں اور اسی طرح ان کی وراثت سے بڑھ کر کوئی شرف و فضل نہیں۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سب لوگوں سے افضل وہ مومن ہے جو عالم ہو، جب اس کی (مسائل معلوم کرنے کے لیے) ضرورت ہو تو نفع دے (یعنی صحیح مسئلہ بتاتے) اور اس

کی ضرورت نہ ہو، تو اپنے آپ کے کام آتے۔

حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لوگوں میں سے درجۂ نبوت کے قریب تر اہلِ علم و اہلِ جہاد ہیں۔ اہلِ علم اس لیے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی لائی ہوئی تعلیم لوگوں میں پھیلاتے ہیں، اور اہلِ جہاد اس لیے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی لائی ہوئی تعلیم کی حفاظت کے لیے تلواروں کے ساتھ جہاد کرتے ہیں۔

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک قبیلے کی موت ایک عالم کی موت سے زیادہ آسان ہے۔

حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن علماء کی سیاہی شہداء کے خون کے ساتھ تُلے گی۔

حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عالم علم سے سیراب نہیں ہوتا، یہاں تک کہ اس کی انتہا جنت ہوتی ہے۔

حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری امت کی ہلاکت دو باتوں میں ہے:

۱۔ علم چھوڑ دینے میں۔ ۲۔ مال جمع کرنے میں۔

حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عالم بنو یا علم سیکھنے والا یا علم کی بات سننے والا یا علماء سے محبت رکھنے والا بنو اور پانچویں نہ بنو، یعنی ان سے نفرت رکھنے والے نہ بنو، ورنہ برباد ہو جاؤ گے۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عالم کے لیے تکبر آفت ہے۔

حکماء کی مثال ہے کہ جس نے ریاست حاصل کرنے کے لیے علم سیکھا۔ اس سے توفیقِ (عبادت) اور ریاست دونوں ہی چھن گئیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

سَاَصْرِفُ عَنْ اٰيٰتِیَ الَّذِیْنَ (البتہ میں پھیر دوں گا، اپنی نشانیاں، ان لوگوں

یَتَکَبَّرُوْنَ فِی الْاَرْضِ بِغَیْرِ الْحَقِّ کو جو زمین میں ناحق تکبر کرتے ہیں)

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان ہے: جس نے قرآن سیکھا، اس کی عظمت بڑھ گئی اور جس نے فقہ سیکھی، اس کا اقتدار بڑھ گیا اور جس نے حدیث سیکھی، اس کی دلیل قوی ہوئی اور جس نے حساب سیکھا، اس کی رائے درست ہوئی، جس نے غیر مانوس چیز سیکھی، اس کا مزاج نرم ہوا اور جس نے اپنے آپ کی عزت نہ کی، اس کو علم نے فائدہ نہ دیا۔

حضرت حسن بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا قول ہے: جس نے علماء کے ساتھ کثرت سے مجلس کی، اس کی زبان کی گرہ کھل گئی، اور اس کی ذہنی گتھیاں سلجھ گئیں۔

اور جو اسے زیادہ علم ملا اس پر اسے مسرت ہوگی

اور جو علم حاصل ہوگا، اس کے لیے ولایت ہے اور جو سیکھے گا، وہ اس کے لیے فائدہ دینا اور فائدہ اٹھانا ہے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب اللہ تعالیٰ کسی بندے کو رد کر دے، تو اس پر علم روک دیتا ہے۔

حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جہالت سے فقر زیادہ سخت نہیں ہے۔

باب ۸۸

نماز اور زکوٰۃ کے فضائل

یاد رہے اللہ تعالیٰ نے زکوٰۃ کو اسلام کی ایک بنیاد قرار دیا اور نماز کے بعد اس کا ذکر کیا اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَاَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ وَاٰتُوا الزَّکٰوۃَ (اور نماز قائم کرو، اور زکوٰۃ ادا کرو)

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اسلام کی بنیاد پانچ پر ہے:

۱۔ یہ گواہی دینا کہ اللہ تعالیٰ کے بغیر کوئی معبود نہیں اور یہ کہ حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اس کے بندے اور رسول ہیں، ۲۔ نماز قائم کرنا، ۳۔ زکوٰۃ ادا کرنا ۔ ۴۔ روزے رکھنا، ۵۔ حج کرنا۔

اور جو نماز و زکوۃ ادا کرنے میں کوتاہی کرے، اس پر سخت وعید آئی ہے۔

چنانچہ فرمایا ہے:

فَوَيْلٌ لِّلْمُصَلِّيْنَ الَّذِيْنَ هُمْ عَنْ صَلٰوتِهِمْ سَاهُوْنَ۔ (پس بربادی ہے ان نمازیوں کے لیے جو اپنی نمازوں سے غافل ہیں)

اس موضوع پر پہلے بھی کافی بحث ہو چکی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَالَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنْفِقُوْنَهَا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ۝ (اور جو لوگ سونا اور چاندی جمع کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے (یعنی زکوٰۃ نہیں دیتے) تو انہیں دردناک عذاب کی خوشخبری دے دو)

اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنے کا مفہوم زکوٰۃ دینا ہے۔

فائدہ: بہتر یہ ہے کہ صدقہ کرنے کے لیے ایسے فقراء کو تلاش کرے جو پرہیز گار ہوں، دنیا سے زاہد ہوں، آخرت کے کام میں لگ چکے ہوں، اس لیے کہ ایسا کرنے سے ہی سرمایہ میں اضافہ ہوتا ہے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم صرف پرہیز گار ہی کا کھانا کھاؤ اور تمہارا کھانا بھی صرف پرہیز گار ہی کھائے، اس لیے کہ پرہیز گار آدمی اس کے ذریعہ پر متقی بننے میں مدد حاصل کرتا ہے۔ گویا یہ کھلانے والا آدمی، اس کی امداد کر کے عبادت میں اس کا شریک ہو جاتا ہے۔

ایک عالم کا طریقہ تھا کہ وہ صوفیاء فقراء کو صدقہ کے لیے دوسروں پر ترجیح دیتے۔ ان سے کہا گیا: اگر آپ عام فقراء کو صدقہ دیا کریں، تو بہتر ہو۔ فرمایا: یہ صوفیاء وہ قوم ہے کہ جن کا سارا دھیان اللہ تعالیٰ سبحانہ، کی جانب رہتا ہے۔ اگر ان پر فاقہ آیا، تو ان کا دھیان بٹ جائے گا۔ اب اگر میں ان میں سے ایک کا بھی دھیان اللہ تعالیٰ کی جانب کر دوں، تو میرے نزدیک یہ کام ایک ہزار اس فقیر کو دینے سے بہتر ہے کہ جس کا مقصود صرف دنیا ہو۔

حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے اس کا ذکر کیا گیا، تو فرمایا: یہ اللہ تعالیٰ کے اولیاء میں سے ایک ولی ہے، اور فرمایا: میں نے اس کلام سے بہتر کلام نہیں سُنی۔ پھر واقعہ بیان

کیا کہ اس آدمی کی مالی حالت خراب ہوگئی اور دوکان چھوڑ دینے کا ارادہ کیا ہے۔ حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ نے اسے کچھ مال بھیجا اور فرمایا، اس سے مال خریدو اور دوکان مت چھوڑو اس لیے کہ تجارت تجھ جیسے کو نقصان نہیں دے گی۔ (یہ آدمی سبزی فروش تھا اور فقراء سے قیمت نہیں لیتا تھا۔)

حضرت ابن مبارک رحمۃ اللہ علیہ خصوصی طور پر اہلِ علم کو مالی مدد دیا کرتے تھے۔ ان سے کہا گیا، کاش! آپ عام صدقہ کریں۔ فرمایا، میں مقامِ نبوت کے بعد علماء کرام سے بڑھ کر افضل کوئی مقام نہیں دیکھتا۔ اگر ان میں سے کسی کے دل میں پریشانی واقع ہو، تو وہ علم کے لیے فارغ نہیں ہو سکتا اور تعلیم و تعلّم کی طرف توجہ نہیں دے سکتا، اس لیے انہیں علم کے لیے فارغ کرنا افضل ترین کام ہے۔

اور اگر خصوصی طور پر پریشان حال لوگوں کی مدد کرے اور قریبی رشتہ داروں کو عطیات دے، تو یہ صدقہ بھی ہے اور صلہ رحمی بھی، اور صلہ رحمی میں بے شمار ثواب ہے۔

اور اگر پوشیدہ طور پر صدقہ کرے، تو اور بہتر ہے تاکہ ریاکاری سے بچے اور لینے والا بھی لوگوں میں رسوا نہ ہو۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، پوشیدہ صدقہ رب تعالیٰ کے غصّے کو بجھاتا ہے۔

حدیث پاک میں ہے کہ سات آدمیوں کو اس دن اللہ تعالیٰ عرش کے سایہ تلے جگہ دے گا، جب اس کے سوا کوئی سایہ نہ ہوگا۔ (ان میں سے ایک وہ) آدمی ہوگا کہ اسی طرح پوشیدہ صدقہ کرے کہ اس کا بایاں ہاتھ نہ جانتا ہو کہ دائیں نے کیا دیا؟

البتہ اگر صدقہ ظاہر کرنے میں کچھ فائدہ ہو، مثلاً دوسرا بھی اتباع کرے گا، تو کوئی حرج نہیں، بشرطیکہ ریاکاری سے بچے اور احسان نہ جتائے۔

جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا،

لَا تُبْطِلُوْا صَدَقٰتِكُمْ (اپنے صدقات، احسان جتا کر اور ایذا

بِالْمَنِّ وَالْاَذٰی۔ (دے کر برباد نہ کرو)

چنانچہ نیکی کے لیے احسان جتانا ایک آفت ہے، بلکہ بہتر یہ ہے کہ پوشیدہ رکھے اور بھول جائے اور جس پر احسان کرے، اس پر لازم ہے کہ وہ اس کا ذکر کرے اور اس کا شکر ادا کرے جیسے کہ حدیث شریف میں ہے: جو لوگوں کا شکر ادا نہیں کرتا، وہ اللہ تعالیٰ کا بھی شکر ادا نہیں کرتا۔

ایک شاعر نے خوب کہا ؎

یَدُ الْمَعْرُوْفِ غُنْمٌ حَیْثُ کَانَتْ
تَحَمَّلَهَا کَفُوْرٌ اَوْ شَکُوْرٌ

(نیکی کا احسان غنیمت ہے جہاں بھی ہو، اسے ناشکرا بھی اٹھاتا ہے اور شکر کرنے والا بھی)

فَفِیْ شُکْرِ الشَّکُوْرِ لَهَا جَزَاءٌ
وَعِنْدَ اللّٰهِ مَا کَفَرَ الْکَفُوْرُ

(چنانچہ شکور تعالیٰ کے شکر کرنے میں ثواب ہے اور جس نے کفر کیا، اس کے لیے اللہ تعالیٰ کے ہاں عذاب ہے۔)

باب ۸۹

والدین کے ساتھ حسنِ سلوک

اور اولاد کے حقوق!

یہ بات واضح ہے کہ قرابت اور رحمی رشتہ داروں کا حق ضروری ہے، چنانچہ ارحام اور پیدائشی تعلقات کی وجہ سے ان کا حق زیادہ پختہ ہوجاتا ہے۔ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک بیٹا اپنے باپ کا تب ہی بدلہ دے سکتا ہے کہ وہ (اپنے باپ) کو غلام پائے، پھر اسے خرید کر آزاد کردے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: والدین کے ساتھ بھلائی کرنا نماز، صدقہ، روزہ، حج، عمرہ اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد سے افضل ہے۔[1]

حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے اس حال میں صبح کی کہ اس کے والدین اس پر راضی ہیں، تو اس کے لیے صبح کو جنت کے دروازے کھل جاتے ہیں اور اگر شام کو ایسا کرے تو اسی قدر ثواب ہے۔ اگر ان میں سے ایک کو راضی کرے، تو ایک دروازہ کھلے، اگرچہ وہ دونوں ظلم کریں، اگرچہ وہ دونوں ظلم کریں، اگرچہ وہ دونوں ظلم کریں۔ اور جو صبح اس حال میں کرے کہ وہ والدین کو ناراض کر رہا ہو، تو اس کے لیے دوزخ کی طرف دو دروازے کھل گئے اور جو شام کو اسی طرح کرے، اس کو ویسی ہی سزا ہے اور اگر ایک کے ساتھ کرے تو ایک دروازہ کھلے، اگرچہ دونوں ظلم کریں، اگرچہ دونوں ظلم کریں، اگرچہ دونوں ظلم کریں۔

---

[1] اس کا یہ مفہوم نہیں کہ نماز، روزہ وغیرہ نیک کام چھوڑ دے اور صرف والدین کی خدمت کرے، والدین کے ساتھ بھلائی کی اہمیت بتاتے ہوئے یہ فرمایا۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جنت کی خوشبو پانچ سو میل کی مسافت سے آتی ہے، مگر والدین کا نافرمان اسے نہیں پاتے گا، اور نہ ہی قطع رحمی کرنے والا۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنی ماں اور باپ اور بہن اور بھائی کے ساتھ بھلائی کرو، پھر جو جو قریب ہو، اس کے ساتھ بھلائی کرو۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب ایک آدمی صدقہ کرنے کا ارادہ کرے، تو اسے چاہیئے کہ وہ اپنے والدین کے لیے بھی حصّہ مقرر کر دے، جبکہ وہ مسلمان ہوں تو اس کے والدین کے لیے اس کا ایک اجر ہوگا اور اس (بچے) کے لیے ان کے دو اجر ہوں گے اور ان (والدین) کا اجر کچھ کم نہیں ہوگا۔

حضرت مالک بن ربیعہ کا فرمان ہے: ہم جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے تھے کہ بنی مسلمہ کا ایک آدمی آیا۔ اس نے کہا: اے اللہ کے رسول! کیا میرے والدین کے لیے کوئی نیکی ہے جو میں ان کی وفات کے بعد کروں؟ آپ نے فرمایا: ان کے لیے دعائے مغفرت کرنا، ان کے وعدے پورے کرنا، ان کے دوستوں کی عزت کرنا اور صلہ رحمی کرنا کہ ان کے باعث ہی صلہ رحمی کی جاتی ہے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سب سے بڑی نیکی یہ ہے کہ آدمی اپنے والدین کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنے کے بعد اپنے باپ کے دوستوں کے ساتھ تعلق قائم رکھے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: والدہ کی بچے پر نیکی کرنا دوگنا ہے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: والدہ کی دُعا جلدی قبول ہوتی ہے۔ عرض کیا گیا: اے اللہ کے رسول! وہ کیوں؟ فرمایا: اس لیے کہ وہ باپ سے زیادہ رحم کرتی ہے اور رحمی (تعلق رکھنے والوں، یعنی والدین وغیرہ) کی دعا ساقط نہیں ہوتی (قبول ہوتی ہے)

ایک آدمی نے سوال کیا کہ اے اللہ کے رسول! کس کے ساتھ نیکی کروں؟ فرمایا: والدین کے ساتھ نیکی کرو۔ اس نے کہا: میرے والدین نہیں ہیں۔ آپ نے فرمایا: اپنے بچے کے ساتھ

نیکی کرو جیسے تیرے والدین کا تجھ پر حق ہے، اسی طرح تیرے بچّے کا بھی تجھ پر حق ہے۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ اس والد پر رحم کرے جو اپنے بچّے کی نیکی کرنے میں مدد کریں، یعنی بُرے سلوک کے باعث اسے نافرمانی پر نہ ابھارے۔

حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عطا کرنے میں اپنی اولاد کے ساتھ برابری رکھو کہا کرتے ہیں کہ تیرا بچہ تیری خوشبو، تو اسے سات بار سونگھے اور وہ تیری سات بار خدمت کرے (اور تربیت وسلوک کے بعد) پھر وہ تیرا یا دشمن ہے یا شریک ہے۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لڑکے کا ساتویں دن عقیقہ کرے، اس کا نام رکھا جائے اور اس سے تکلیف دُور کر دی جائے، جب چھ سال کا ہو جائے، تو اسے ادب سکھائے۔ جب نو برس کا ہو جائے، تو اس کا بستر الگ کر دے۔ جب تیرہ برس کا ہو جائے، اسے نماز چھوڑنے پر مارے اور جب سولہ برس کا ہو جائے تو اس کا باپ اس کا نکاح کر دے۔ پھر اس کا ہاتھ پکڑے اور یہ کہے: میں نے تجھے ادب سکھلایا اور تجھے تعلیم دی اور تیرا نکاح کر دیا۔ میں دُنیا میں تیرے فتنہ سے اور آخرت میں تیرے عذاب سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتا ہوں۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اولاد کا باپ پر حق ہے کہ باپ اسے اچھا ادب (اسلامی تعلیم) سکھائے اور اچھا نام رکھے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: ہر بچّہ گروی رکھا ہوا ہے اور ہر بچّی گروی رکھی ہوئی ہے عقیقہ کے ساتھ۔ اس کی طرف سے ساتویں دن جانور ذبح کیا جائے اور بچّے کا سر منڈا دیا جائے۔

حضرت قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، جب عقیقہ کا جانور ذبح کرتے، تو اس جانور کی کچھ اون پکڑتے اور جانور کی شاہ رگ کے سامنے ذبح کرتے، پھر بچّے کی چندیا پر رکھتے حتیٰ کہ اس سے دھاگے کی طرح پانی ٹپکتا۔ پھر اس بچّے کا سر دھوتے اور اس کے بعد سر منڈواتے۔

ایک آدمی حضرت عبداللہ بن مبارک کے پاس حاضر ہوا اور اپنے بچّے کی شکایت کی۔

فرمایا: کیا تم نے اس کے خلاف بددُعا کی ہے؟ اس نے کہا: ہاں! فرمایا، تم نے خود ہی اسے برباد کر دیا ہے، بچے کے ساتھ نرمی اختیار کرنا ہی اچھا کام ہے۔

اقرع بن حابس نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا آپ اپنی اولاد حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ، کو بوسہ دے رہے تھے۔ وہ کہنے لگا: میرے دس بچے ہیں، میں نے کبھی ایک کو بھی بوسہ نہیں دیا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو رحم نہیں کرتا اس پر رحم نہیں کیا جاتا۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا فرمان ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اسامہ کا منہ دھودو (یہ بہت چھوٹے تھے) میں اس کا منہ دھونے لگی اور مجھے نفرت آرہی تھی (کہ غلام کا بچہ ہے) آپ نے میرے ہاتھ پر ضرب لگائی، پھر اسے خود پکڑ لیا اور اس کا منہ دھویا اور اسے بوسہ دیا۔ پھر فرمایا: اس نے ہمارے ساتھ اچھا سلوک کیا، جب اس کی کوئی بچی نہ تھی۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر تشریف فرما تھے کہ حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ (بچپن میں) گر پڑے۔ آپ اُترے، انہیں اٹھایا اور یہ آیت پڑھی:

اِنَّمَا اَمْوَالُكُمْ وَاَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ (بیشک تمہارا مال اور اولاد آزمائش ہے)

حضرت عبداللہ بن شداد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کو نماز پڑھا رہے تھے کہ حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ (بچپن میں) آئے اور آپ کی گردن پر سوار ہو گئے، آپ سجدہ میں تھے۔ آپ نے سجدہ لمبا کر دیا۔ لوگوں نے سمجھا کہ کوئی بات ہو گئی ہے۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز سے فارغ ہو کر فرمایا: میرے بیٹے نے مجھ پر سواری کر لی، اس لیے میں نے پسند نہ کیا کہ اسے جلدی ہٹا دوں، تاکہ وہ اپنی خوشی پوری کر لے۔ اس میں کئی نکات ہیں:

۱۔ اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل ہونا، اس لیے کہ جب بندہ سجدہ میں پڑا ہو، تو وہ اللہ تعالیٰ کے قریب تر ہوتا ہے، ۲۔ بچے پر نرمی اور بھلائی کرنا، ۳۔ امت کو تعلیم دینا۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بچے کی خوشبو، جنت کی خوشبو ہے (بشرطیکہ اس کی اسلامی تعلیم و تربیت درست کرے)

یزید بن حضرت معاویہ (رضی اللہ عنہ) کا کہنا ہے: میرے والد نے حضرت احنف بن قیس کو بلایا، جب وہ پہنچے، تو فرمایا: اے ابوالبحر! بچے کے بارے میں تم کیا کہتے ہو؟ فرمایا: اے امیرالمومنین یہ (بچے)، ہمارے دلوں کا پھل ہیں، ہماری پشت کا ستون (توانائی) ہیں، ہم ان کے لیے نرم زمین ہیں، سایہ کرنے والے آسمان ہیں، ہم، بڑے معاملے میں ان کے تعاون سے گھس جاتے ہیں۔ اگر وہ مانگیں، تو ہم عطا کرتے ہیں، اگر وہ غصہ میں ہوں، تو ہم انہیں راضی کرتے ہیں۔ پھر ان کی سرزمین تمہیں ان کی محبت دیتی ہے اور ان کی محبت تم پسند کرو گے، ان پر شدید بوجھ نہ بن جاؤ کہ ان کی زندگی اجیرن ہو جائے، وہ تیری موت پسند کریں اور تمہارا قرب ناپسند کریں۔

حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، نے فرمایا: اے احنف، اللہ تعالیٰ کے لیے ہے تیری خوبی، ! تم اس وقت میرے پاس آئے کہ میں اپنے بیٹے یزید پر ناراض تھا۔ جب حضرت احنف رضی اللہ تعالیٰ عنہ، باہر گئے تو وہ یزید سے راضی ہو گئے اور انہیں دو لاکھ درہم اور دو سو کپڑے بھیج دیے۔ یزید نے حضرت احنف کو ایک لاکھ درہم اور ایک سو کپڑا بھیج دیا اور برابر برابر تقسیم کر لیا۔

باب ۹۰

پڑوسیوں کے حقوق اور مساکین پر احسان کرنا

یاد رہے کہ پڑوسی کا حق، اسلامی اخوت کے علاوہ ہے۔ ایک مسلمان پڑوسی کا وہی حق ہے جو ایک مسلمان بھائی کا ہے، بلکہ عام مسلمانوں سے بڑھ کر ایک خصوصی حق بھی ہے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، پڑوسی تین ہیں،

۱۔ ایک وہ پڑوسی، جس کا ایک حق ہے، ۲۔ ایک وہ پڑوسی، جس کے دو حقوق ہیں۔

۳۔ ایک وہ پڑوسی، جس کے تین حقوق ہیں۔

جس پڑوسی کے تین حقوق ہیں، وہ مسلمان، قرابت دار پڑوسی ہے، اسے پڑوسی کا حق، اسلام کا حق اور رشتہ دار ہونے کا حق حاصل ہے۔ اور جس کے دو حقوق ہیں، وہ مسلمان پڑوسی جس کو پڑوسی کا حق اور اسلام کا حق حاصل ہے اور جس پڑوسی کا ایک حق ہے، وہ مشرک پڑوسی ہے۔

آپ دیکھئے کہ محض پڑوسی ہونے کی وجہ سے ایک مشرک کا حق بھی بتا دیا۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جو تیرے پڑوس میں رہے، اس کے ساتھ اچھا پڑوسی بن کر رہو، تم مسلمان ہو گے۔

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، حضرت جبرائیل علیہ السلام ہمیشہ مجھے پڑوسی کے بارے میں وصیت کرتے رہتے، یہاں تک کہ مجھے گمان ہوا کہ وہ اسے وارث بنا دیں گے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جو اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہو، اسے پڑوسی کی عزت کرنی چاہیئے

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، بندہ تب ہی ایماندار ہوتا ہے کہ اس کا پڑوسی اس

کی ایذا رسانیوں سے محفوظ رہے۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن سب سے پہلے دو پڑوسی مدعیوں کے درمیان فیصلہ ہوگا۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر تو نے اپنے پڑوسی کے کتے کو بھی پتھر مارا، تو تُو نے اسے ایذا پہنچائی۔

بتاتے ہیں کہ ایک آدمی حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا: میرا پڑوسی مجھے ایذا پہنچاتا ہے، مجھے گالیاں دیتا ہے، مجھے تنگ کر رہا ہے۔ انہوں نے فرمایا: جاؤ، اگر اس نے تیرے بارے میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی تم اس کے بارے میں اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرو۔

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا گیا: فلاں عورت دن کو روزہ رکھتی ہے اور رات کو نماز پڑھتی ہے، مگر اپنے پڑوسیوں کو ایذا دیتی ہے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ عورت آگ میں ہے۔

ایک آدمی نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہو کر اپنے پڑوسی کے بارے میں شکایت کی۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: صبر کرو، پھر دوسری اور تیسری بار بھی ہوا۔ اور چوتھی بار یہ ہوا کہ اس نے اپنا سامان راستہ میں ڈال دیا۔ لوگ وہاں سے گزرنے لگے، اور پوچھا کیا بات ہے؟ جواب ملا، اسے پڑوسی نے ستایا ہے۔ لوگ کہنے لگے، اس پر خدا تعالیٰ کی لعنت ہو۔ پڑوسی آیا اور کہا: اپنا سامان اندر لے آؤ، خدا کی قسم! دوبارہ کبھی نہیں ستاؤں گا۔

حضرت امام زہری رحمۃ اللہ علیہ کی روایت ہے کہ ایک آدمی حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اپنے پڑوسی کی شکایت لے کر آیا۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مسجد کے دروازے پر لکھ دو کہ چالیس گھر باہم پڑوس ہیں۔ امام زہری فرماتے ہیں: چالیس اس طرف، چالیس اس طرح، چالیس اس طرف، چالیس طرف، اور چاروں سمتوں کی طرف اشارہ کیا۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: برکت اور نحوست، عورت اور مکان اور گھوڑے میں ہوتی ہے: عورت میں برکت یہ ہے کہ اس کا مہر کم ہو، نکاح آسان ہو، اخلاق بہترین ہو۔ عورت کی نحوست یہ ہے کہ اس کا مہر زیادہ ہو، نکاح مشکل ہو، بداخلاق ہو۔

مکان کی برکت یہ ہے کہ فراخ ہو اور اس کے پڑوسی اچھے ہوں، اور مکان کی نحوست یہ تنگ ہو اور پڑوسی بُرے ہوں۔

گھوڑے میں برکت یہ ہے کہ قابو میں رہے، عادات اچھی ہوں اور گھوڑے کی نحوست یہ ہے کہ بے قابو ہو اور عادات بُری ہوں۔

یہ بھی یاد رہے کہ پڑوسی کا صرف یہ کام نہیں کہ دوسروں کو ایذا نہ دے، بلکہ ایذا سہنا بھی اسی کا کام ہے، اس لیے کہ پڑوسی جب ایذا نہیں سہے گا، تو اس میں پڑوسی کا حق ادا نہیں کر رہا، بلکہ ایذا سہنا اور مزید برآں نرمی اختیار کرنا اور اس کے ساتھ بھلائی کرنا ضروری ہے کہتے ہیں کہ قیامت کے دن ایک غریب پڑوسی، امیر پڑوسی کو پکڑے گا اور کہے گا: اے میرے رب! اس سے پوچھو، اس نے مجھ سے نیکی (مالی امداد) کیوں روک لی اور مجھ پر اپنا دروازہ کیوں بند کر دیا؟

حضرت ابن مقفع کو معلوم ہوا کہ ان کا پڑوسی ادائیگی قرض کے لیے مکان فروخت کر رہا ہے۔ یہ اس کے مکان کے سایہ میں بیٹھ جایا کرتے تھے۔ فرمایا: میں نے اس کے گھر کے سایہ کا احترام نہیں کیا۔ اگر وہ غریب ہو کر مکان فروخت کر دے۔ چنانچہ اسے مکان کی قیمت بطورِ ہدیہ دے دی، اور کہا: اسے فروخت نہ کرو۔

ایک بزرگ نے کہا، گھر میں چوہے بہت ہو گئے ہیں، تو ان سے کسی نے کہا: بلی پال لیں۔ فرمایا: مجھے خطرہ ہے کہ چوہے بلی کی آواز سن کر پڑوسی کے گھر کی طرف بھاگ جائیں گے تو یہ ایسا ہوگا کہ میں جس چیز کو اپنے لیے پسند نہیں کرتا، ان کے لیے کیوں پسند کرنے لگ گیا۔

الغرض پڑوسی کے حقوق میں یہ داخل ہے کہ ان کو سلام کرنے میں پہل کرے، طویل کلامی نہ کرے، سوالات زیادہ نہ کرے، بیماری میں تیمارداری کرے، مصیبت میں تسلی دے۔

تعزیت میں ان کا ساتھ دے، خوشی میں مبارک دے، مسرتوں میں اس کا شریک ہو، اس کی لغزشوں سے درگزر کرے، اس کی چھت پر (اور صحن میں)، نہ جھانکے۔ اس کی دیوار پر جانور کا چھوٹا بچہ یا کوئی چیز رکھ کر اسے تنگ نہ کرے (جو اسے ناپسند ہو) اس کے پرنالے میں پانی نہ بہائے، اس کے صحن میں مٹی نہ پھینکے، گھر کی طرف اس کے جانے کا راستہ تنگ نہ کر دے۔ جو چیز گھر لے جا رہے ہوں، اس پر نظریں نہ جمائے، اس کے سامنے اس کا پردہ کھل جائے (مخفی بات ظاہر ہو جائے) تو یہ اسے ظاہر نہ کرے۔ اگر کوئی آفت آپڑے، تو اس سے تعاون کرے۔ اس کی غیر حاضری میں اس کے گھر کا دھیان رکھے اور اس کے خلاف باتیں نہ سنے۔ اس کی عزت (بیوی اور بچیوں) سے نگاہ نیچی رکھے، اس کی نوکرانی پر نظریں نہ جمائے، اس کے بچوں کے ساتھ نرم کلامی کرے، دین میں جاہل ہو، تو اسے صحیح راہ بتائے، اسی طرح دنیا میں درست مشورہ دے۔ یہ عام حقوق ہیں جو عوام اہل اسلام پر عائد ہوتے ہیں۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تم جانتے ہو کہ پڑوسی کا کیا حق ہے؟ اگر وہ تعاون چاہے، تو اس سے تعاون کرو۔ اگر وہ مدد مانگے، تو اس کی مدد کرو، اگر وہ قرض مانگے تو قرض دو، اگر فقیر ہو جائے، تو اس پر احسان کرو، اگر بیمار ہو جائے، تو اس کی عیادت کرو۔ اگر مر جائے تو جنازہ پڑھو، اگر اسے بھلائی آئے تو مبارک دو، اگر تکلیف آئے، تو تسلی دو اور اپنا مکان اس سے بلند تر نہ بناؤ کہ اس سے ہوا روک لو، اور اسے ایذا نہ دو، اور جب بھی پھل خریدو، تو اسے ہدیہ دو، اگر ایسا نہ کر سکو، تو پوشیدہ طور پر گھر میں (یہ پھل) لے جاؤ اور تیرا بچہ (یہ پھل) لے کر باہر نہ آئے تاکہ پڑوسی کا بچہ دیکھ کر غصہ نہ منائے اور ہنڈیا کی خوشبو اسے ایذا نہ دے (کہ وہ جان لے کہ تم نے کھانا تیار کیا ہے اور وہ محتاج ہو) تو اسے ایک چمچہ بھر (یا پلیٹ بھر) ہی دے دو، پھر فرمایا، کیا تم جانتے ہو کہ پڑوسی کا کیا حق ہے؟ اس ذات کی قسم! جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے، پڑوسی کا حق وہی ادا کر سکتا ہے کہ جس پر اللہ تعالیٰ رحم کرے۔

حضرت عمرو بن شعیب نے اپنے والد سے انہوں نے ان کے دادا سے اور انہوں نے

حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا۔

حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے پاس بیٹھا تھا، ان کا ایک غلام بکری کا گوشت بنا رہا تھا، فرمایا: اے غلام! جب بکری کا گوشت بنا لو، تو ہمارے یہودی پڑوسی سے آغازِ تقسیم کرنا۔ یہ کئی بار کہا۔ ان سے پوچھا گیا: کب تک آپ یہ کہیں گے؟ فرمایا: جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں پڑوسی کے بارے میں اس قدر وصیت کرتے تھے کہ ہمیں خطرہ ہوا کہ اسے ہمارا وارث قرار دے دیا جائے گا۔

حضرت ہشام کا قول ہے کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ اس بات میں کچھ ہرج نہیں سمجھتے کہ یہودی یا عیسائی پڑوسی کو قربانی کے گوشت میں سے کچھ کھلا دیا جائے۔

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے میرے خلیل صلی اللہ علیہ وسلم نے وصیت کی اور فرمایا: جب تم ہنڈیا پکاؤ، تو پانی زیادہ ڈال دو، پھر اپنے پڑوسیوں میں سے کسی گھر کو دیکھو، ان کے لیے ایک چمچہ بھر دو، (یعنی انہیں ایک پلیٹ سالن دے دو)

باب ۱۹۱

شراب نوشی کی سزا

شراب کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے تین آیات نازل فرمائی ہیں پہلی آیت یہ ہے:

یَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَیْسِرِ ط قُلْ فِیْهِمَاۤ اِثْمٌ كَبِیْرٌ وَّ مَنَافِعُ لِلنَّاسِ۔

(وہ تم سے شراب اور جوئے کے بارے میں پوچھتے ہیں، کہہ دو، ان دونوں میں بڑا گناہ ہے اور فائدے ہیں لوگوں کے لیے)

اس وقت بعض مسلمان شراب پی رہے تھے اور بعض نے چھوڑ دی۔ آخر کار ایک دن ایسا ہوا کہ ایک آدمی نے شراب پی اور نماز شروع کر دی اور غلط سلط الفاظ بول دیے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ وَأَنْتُمْ سُكَارَىٰ۔ (اے ایمان والو، تم نماز کے قریب جاؤ جب ہو تم مست)

اس کے بعد بعض مسلمانوں نے شراب جاری رکھی اور بعض نے چھوڑ دی۔ آخر کار ایک آدمی نے شراب پی اور اونٹ کے جبڑے کو پکڑ لیا اور اس کے ساتھ ہی حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ، کا سر زخمی کر دیا۔ پھر بیٹھ کر بدر کے مقتولوں پر نوحہ کرنے لگا۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی اطلاع ہوئی، تو آپ غصہ کی حالت میں چادر گھسیٹتے ہوئے باہر آئے اور ہاتھ میں جو کچھ تھا، اس کے ساتھ ان کو مارا۔ انہوں نے کہا: میں اللہ تعالیٰ کے غضب اور اس کے رسول کے غضب سے پناہ مانگتا ہوں۔ پھر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتاری۔

إِنَّمَا يُرِيدُ الشَّيْطٰنُ أَنْ يُوقِعَ بَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَاءَ فِي الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ۔ (بے شک شیطان چاہتا ہے کہ تمہارے درمیان شراب اور جوئے (کے سلسلے) میں دشمنی اور بغض ڈال دے۔

(جس کے آخر میں تھا: "تو کیا تم رُک جانے والے ہو؟") حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، نے فوراً کہا: ہم رُک گئے رُک گئے۔

شراب کے حرام ہونے پر احادیث بکثرت مروی ہیں اور اس کے حرام ہونے پر اتفاق ہے۔

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: شراب کا عادی جنت میں نہیں جائے گا۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: بُت پرستی کی ممانعت کے بعد میرے رب نے سب سے پہلے مجھے شراب نوشی اور مردوں کے ساتھ جھگڑا کرنے سے منع فرمایا۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: جو قوم دنیا میں شراب پر جمع ہوئی۔ اللہ تعالیٰ

اسے آگ میں جمع کرے گا۔ پھر وہ ایک دوسرے کو ملامت کریں گے۔ ایک دوسرے سے کہیں گے؛ اے فلاں! خدا تجھے مجھ سے اچھی جزا نہ دے، تو نے مجھے اس مقام میں دھکیلا ہے۔ دوسرا بھی اسے یہی بات کہے گا۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے؛ جو دنیا میں شراب پیئے گا۔ اللہ تعالیٰ اسے زہر پلائے گا جس سے اس کے چہرے کا گوشت پینے سے پہلے ہی برتن میں گر پڑے گا۔ جب پیئے گا، تو اس کا سارا گوشت اور چمڑا گل کر گر جائے گا اور دیگر دوزخی بھی اس سے تکلیف محسوس کریں گے، آگاہ رہو، شراب پینے والا، نچوڑنے والا، نچڑوانے والا، اٹھانے والا، جس کی طرف اٹھا کر لے جائے اور اس کی قیمت کھانے والا سب کے سب گناہ میں شریک ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس سے کوئی نماز، کوئی روزہ اور کوئی حج وغیرہ تب تک قبول نہیں کرے گا جب تک کہ توبہ نہ کر لے۔ اگر وہ توبہ کرنے سے پہلے مر جائیں، تو ان پر حق ہے کہ انہیں ہر گھونٹ پر جو انہوں نے دُنیا میں پیا تھا، دوزخ کا پیپ پلا کر سزا دے۔ یاد رکھو ہر نشہ حرام ہے اور ہر خمر (شراب) حرام ہے۔

ابن ابی دنیا بتاتے ہیں کہ میں ایک شرابی بدمست کے پاس سے گزرا تو وہ اپنے ہاتھ پر پیشاب کر رہا تھا اور اس کے ساتھ ہاتھ دھو رہا تھا، جیسے کہ وضو کرتے ہیں اور کہہ رہا تھا کہ اللہ تعالیٰ کی حمد ہے جس نے اسلام کو نور اور پانی کو پاک کرنے والا بنا دیا۔

حضرت عباس بن مرداس کے بارے میں مروی ہے کہ ان سے جاہلیت کے دَور میں پوچھا گیا؛ تم شراب کیوں نہیں پیتے، یہ حرارت بڑھاتی ہے۔ اس نے کہا؛ میں وہ نہیں کہ اپنے ہاتھ سے اپنی جہالت پکڑوں اور پھر اپنے پیٹ میں داخل کروں اور میں یہ پسند نہیں کرتا کہ صبح کو قوم کا سردار بنوں اور شام کو دیوانہ قرار پاؤں۔

حضرت امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا؛ خباثتوں کی جڑ سے بچو، اس لیے کہ تم سے پہلے ایک

آدمی خوب عبادت گزار تھا، وہ لوگوں سے علیحدہ رہتا تھا۔ ایک عورت اس سے آکر چمٹ گئی اور اپنے ملازم کو اس کے پاس بھیجا کہ ہم آپ کو ایک گواہی کے لیے بلا رہے ہیں۔ جب وہ اندر گیا، تو عورت نے یہ کام شروع کر دیا کہ یہ کمرے میں جا رہا ہے اور عورت دروازے بند کر رہی ہے آخر کار وہ ایک بدمعاش عورت کے پاس پہنچا جو کہ بیٹھی تھی اور ایک لڑکا بھی اس کے پاس تھا اور شراب کا مٹکا رکھا ہوا تھا۔ جب یہ اندر آئے، تو عورت نے کہا: ہم نے آپ کو گواہی کے لیے نہیں بلایا، بلکہ اس لیے بلایا ہے کہ یا تو غلام کو قتل کر دے اور میرے ساتھ بدکاری کرے، اور یا شراب پی لے۔ اگر تو نے انکار کیا، تو میں شور مچا دوں گی اور تجھے رسوا کر دوں گی۔ جب اس نے دیکھا کہ اس کے بغیر چارۂ کار نہیں، تو اس نے کہا: اچھا لاؤ میں شراب کا پیالہ پی لیتا ہوں عورت نے اسے شراب پلائی۔ وہ کہنے لگا: اور پلاؤ، اسی طرح وہ زیادہ سے زیادہ پیتا رہا۔ آخر کار عورت سے بدکاری کی اور بچے کو بھی قتل کر دیا۔ اس لیے شراب سے بچو، خدا کی قسم! ایمان اور ہمیشہ شراب نوشی، ایک سینہ میں جمع نہیں ہوتے۔ ایک آئے گا، تو دوسرا نکل جائے گا۔

مسند احمد اور صحیح ابن حبان میں حضرت ابن عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہما) سے روایت ہے کہ انہوں نے جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا: جب حضرت آدم علیہ السلام کو زمین پر اتارا گیا، تو فرشتوں نے کہا: اے رب تعالیٰ! تو زمین میں اسے خلیفہ بناتا ہے جو زمین پر فساد کرے گا، خون بہائے گا اور ہم تیری حمد و ثناء کرتے ہیں۔ (اللہ تعالیٰ نے) فرمایا: میں جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے۔

یعنی فرشتوں کا دعویٰ تھا کہ ہم ابن آدم سے زیادہ عبادت گزار ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اچھا، پھر دو فرشتے لاؤ، ہم دیکھتے ہیں کہ (زمین پر جا کر) وہ کیسا عمل کرتے ہیں۔ فرشتوں نے ہاروت و ماروت کو پیش کر دیا۔ ان دونوں کو زمین پر اتارا گیا۔ ان کے سامنے زہرہ نام کی ایک انتہائی خوبصورت عورت آئی۔ انہوں نے اس سے مباشرت کرنا چاہی۔ عورت نے

کہا: واللہ یہ نہیں ہوگا، جب تک کہ تم یہ شرک کی بات زبان سے نکالو۔ فرشتوں نے کہا: واللہ ہم کبھی شرک نہیں کریں گے۔ عورت چلی گئی۔ پھر دوبارہ ایک بچہ اٹھائے ہوئے آئی۔ انہوں نے پھر اس سے مباشرت کی خواہش کا اظہار کیا۔ اس نے کہا، واللہ نہیں جب تک کہ تم اس بچے کو قتل نہ کردو۔ انہوں نے کہا: واللہ ہم اس کو کبھی قتل نہیں کریں گے۔ وہ چلی گئی، پھر شراب کا ایک پیالہ لائی۔ انہوں نے اس سے مباشرت کی خواہش کی۔ تو کہنے لگی: واللہ نہیں، جب تک کہ یہ شراب نہ پی لو۔ ان دونوں نے شراب پی اور بدمست ہو گئے، حتیٰ کہ اس حالت میں دونوں نے اس عورت سے بدکاری کی اور بچے کو قتل کر دیا۔ جب ہوش آیا تو عورت نے کہا: واللہ! تم نے جس جس کا انکار کیا تھا سب کام کر ڈالے، جب تم بدمست ہوئے۔

اُن سے کہا گیا: اب دُنیا کے عذاب یا آخرت کے عذاب میں سے ایک اختیار کرلو، انہوں نے دنیا کا عذاب اختیار کر لیا۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں: میری ایک بیٹی بیمار ہوگئی، میں نے برتن میں نبیذ (۔ کھجوروں کا عصارہ) تیار کیا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے۔ یہ نبیذ چولہے (پر رکھا) اُبل رہا تھا۔ (اس سے اس میں نشہ آجاتا ہے) آپ نے فرمایا: اے امِ سلمہ! یہ کیا ہے؟ انہوں نے کہا، یہ نبیذ ہے اور میں اپنی بیٹی کا اس سے علاج کروں گی۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے میری امت کی شفا حرام میں نہیں رکھی۔ مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جب شراب کو حرام کیا، تو تمام فائدے اس سے سلب کر لیے۔

باب ۹۲

معراج النبیؐ

صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَصَحۡبِہٖ وَبَارَکَ وَسَلَّمَ

امام بخاری کی حضرت قتادہ رضی اللہ عنہٗ سے روایت ہے۔ انہوں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہما سے انہوں نے مالک بن رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ سے روایت کیا۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں معراج کی رات کے واقعات بتائے۔ فرمایا: میں حطیم میں تھا، اور زیادہ تر یہ بتایا کہ الحجر میں لیٹا ہوا تھا کہ میرے پاس آنے والا آیا۔

بتایا: میں نے آپ کو یہ فرماتے سنا: مجھے یہاں سے یہاں تک شق کیا گیا۔ میں نے جارود سے پوچھا، وہ میرے پہلو میں تھے کہ اس سے آپ کی کیا مراد ہے؟ انہوں نے بتایا: گلے سے بالوں تک۔ پس میرا دل نکالا، پھر سونے کا ایک طشت لایا گیا جس کو ایمان سے بھرا گیا تھا، اس سے میرا دل دھویا گیا، پھر اسے بند کر دیا گیا، پھر اسے واپس کر دیا گیا۔ پھر میرے پاس خچر سے چھوٹا اور گدھے سے بلند ایک سفید جانور لایا گیا۔ جارود نے انہیں بتایا: اے ابوحمزہ! یہ براق تھا۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ہاں! وہ (براق) ایک قدم حدِ نگاہ تک اٹھاتا تھا۔ (اس کے بعد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا) کہ مجھے اس پر سوار کرایا گیا اور جبرائیل علیہ السلام مجھے لے کر چلے۔ حتیٰ کہ ہم آسمانِ دنیا تک پہنچ گئے، دروازہ کھلوایا گیا، تو پوچھا، کون ہے؟ جواب دیا، جبرائیل ہوں۔ پھر (فرشتوں) نے پوچھا: آپ کے ساتھ کون ہیں؟ جواب ملا: محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہیں۔ پوچھا گیا: کیا بلائے گئے ہیں؟ کہا: ہاں! پھر جواب ملا: مرحبا (خوش آمدید) خوب ہے آنے والا، جو آیا۔ پھر دروازہ کھول دیا گیا۔ جب میں اندر گیا، تو

اس (پہلے آسمان) پر حضرت آدم علیہ السلام تھے۔ (حضرت جبرائیل) نے فرمایا: یہ آپ کے باپ حضرت آدم علیہ السلام ہیں، ان کو سلام کہیں۔ میں نے ان کو سلام کیا۔ انہوں نے جواب دیا۔ پھر کہا: مَرْحَبًا بِالْاِبْنِ الصَّالِحِ وَالنَّبِيِّ الصَّالِحِ (خوش آمدید نیک بیٹا اور نیک نبی) پھر مجھے لے کر اوپر گئے، حتیٰ کہ دوسرا آسمان آیا۔ دروازہ کھلوایا گیا، تو پوچھا گیا: کون ہے؟ جواب ملا: جبرائیل ہوں۔ کہا گیا: ساتھ کون ہے؟ جواب دیا: محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہیں۔ کہا گیا: ان کو بلایا گیا ہے؟ جواب دیا: ہاں! فرشتے کہنے لگے: خوش آمدید، خوب ہے آنے والا جو آیا۔ پھر دروازہ کھولا گیا۔ جب میں اندر گیا تو حضرت یحییٰ اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام تھے، یہ خالہ کے بیٹے تھے۔ حضرت جبرائیل نے فرمایا: یہ حضرت یحییٰ اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام ہیں، ان پر سلام فرمایئے میں نے ان کو سلام کہا، انہوں نے سلام کا جواب دیا اور فرمایا:

مَرْحَبًا بِالْاَخِ الصَّالِحِ وَالنَّبِيِّ الصَّالِحِ۔ (خوش آمدید، نیک بھائی اور نیک نبی)

پھر وہ مجھے لے کر تیسرے آسمان کی طرف چڑھے، دروازہ کھلوایا گیا، تو پوچھا گیا، کون ہے؟ جواب ملا: جبرائیل ہوں۔ پوچھا گیا: ساتھ کون ہے؟ جواب دیا: محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہیں۔ پوچھا گیا: کیا بلائے گئے ہیں؟ جواب ملا: ہاں! فرشتے کہنے لگے: خوش آمدید، خوب ہے آنے والا جو آیا۔ پھر دروازہ کھولا گیا، جب میں اندر گیا، تو حضرت یوسف علیہ السلام تھے۔ حضرت جبرائیل نے فرمایا: یہ حضرت یوسف علیہ السلام ہیں، ان کو سلام کریں۔ میں نے ان کو سلام کیا۔ انہوں نے جواب دیا: پھر فرمایا، خوش آمدید، نیک بھائی اور نیک نبی۔ پھر وہ مجھے لے کر چوتھے آسمان کی طرف چڑھے۔ دروازہ کھلوایا گیا۔ پوچھا گیا: کون ہے؟ جواب ملا: جبرائیل ہوں۔ پوچھا گیا: ساتھ کون ہیں؟ جواب ملا: حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہیں۔ پوچھا گیا: کیا بلائے گئے ہیں۔ جواب ملا: ہاں! پھر فرشتوں نے کہا: خوش آمدید، خوب ہے آنے والا جو آیا۔ پھر دروازہ کھول دیا گیا، جب میں اندر گیا تو حضرت ادریس علیہ السلام تھے۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے فرمایا: یہ حضرت ادریس علیہ السلام ہیں، ان کو سلام کریں۔ میں نے ان کو سلام

کیا۔ انہوں نے سلام کا جواب دیا اور فرمایا: خوش آمدید! نیک بھائی اور نیک نبی۔ پھر وہ مجھے لے کر پانچویں آسمان کی طرف چڑھے۔ پوچھا گیا: کون ہے؟ جواب ملا: جبرائیل ہوں۔ پوچھا گیا: ساتھ کون ہے؟ جواب ملا: حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہیں۔ پوچھا گیا: کیا بلائے گئے ہیں؟ جواب ملا: ہاں فرشتوں نے کہا: خوش آمدید! خوب ہے آنے والا جو آیا۔ جب میں اندر گیا، تو حضرت ہارون علیہ السلام تھے۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام) نے فرمایا: یہ حضرت ہارون علیہ السلام ہیں، ان کو سلام کریں۔ میں نے سلام کیا۔ انہوں نے جواب دیا اور فرمایا: خوش آمدید، نیک بھائی اور نیک نبی۔ پھر مجھے لے کر چھٹے آسمان کی طرف چڑھے۔ دروازہ کھلوایا گیا۔ پوچھا گیا: کون ہے؟ جواب ملا: جبرائیل ہوں۔ پوچھا گیا: ساتھ کون ہیں؟ جواب دیا: حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہیں۔ پوچھا گیا: کیا بلائے گئے ہیں؟ جواب ملا: ہاں! پھر فرشتوں نے نے کہا: خوش آمدید، خوب ہے آنے والا جو آیا۔ جب میں اندر گیا، تو حضرت موسیٰ علیہ السلام تھے۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے فرمایا: یہ حضرت موسیٰ علیہ السلام ہیں، ان کو سلام کریں۔ میں نے انہیں سلام کیا۔ انہوں نے سلام کا جواب دیا اور کہا: خوش آمدید، نیک بھائی اور نیک نبی۔ پھر میں جب آگے بڑھا، تو وہ رو پڑے۔ پوچھا گیا: آپ کیوں روتے ہیں؟ کہا: میں اس لیے روتا ہوں کہ میرے بعد ایک بچے کو بھیجا گیا، اور اس کی امت میں سے میری امت سے زیادہ لوگ جنت میں داخل ہوں گے۔ پھر مجھے لے کر ساتویں آسمان پر چڑھے۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے دروازہ کھلوایا۔ پوچھا گیا: کون ہے؟ جواب دیا: جبرائیل ہوں۔ پوچھا: ساتھ کون ہے؟ جواب دیا: حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہیں۔ پوچھا گیا: کیا انہیں بلایا گیا ہے؟ کہا: ہاں! پھر فرشتوں نے کہا: خوش آمدید، خوب ہے آنے والا جو آیا۔ جب میں اندر گیا، تو حضرت ابراہیم علیہ السلام تھے۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے فرمایا: یہ آپ کے والد حضرت ابراہیم علیہ السلام ہیں، ان کو سلام کریں۔ میں نے انہیں سلام کیا، انہوں نے سلام کا جواب دیا اور فرمایا: خوش آمدید، نیک بیٹا اور نیک نبی۔

پھر مجھے سدرۃ المنتہیٰ تک بلند کیا گیا۔ وہاں کی بیری ایسی ہے جیسے کہ ہجر کے خوشے ہوں، یعنی گھنی شاخیں ہیں اور پتے ہاتھی کے کانوں کی طرح بڑے ہیں۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے فرمایا: یہ سدرۃ المنتہیٰ ہے۔ اس میں چار نہریں ہیں۔ دو باطنی نہریں اور دو ظاہری نہریں۔ میں نے پوچھا: اے جبرائیل یہ کیا ہیں؟ فرمایا: باطنی نہریں تو وہ دو نہریں ہیں جو جنت میں ہیں اور ظاہری نہریں نیل اور فرات ہیں۔ پھر مجھے بیت المعمور تک بلند کیا گیا۔ اس میں ہر روز ستر ہزار فرشتے داخل ہوتے ہیں۔ پھر میرے پاس ایک شراب کا برتن اور ایک شہد کا برتن لایا گیا اور ایک دودھ کا برتن لایا گیا۔ میں نے دودھ پسند کیا: فرمایا: یہ فطرت ہے جس پر آپ اور آپ کی امت ہے۔ پھر مجھ پر ہر دن میں پچاس نمازیں فرض ہوئیں۔ فرمایا، پھر میں واپس آیا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس سے گزرا، تو انہوں نے پوچھا: آپ کو کیا حکم ملا؟ فرماتے ہیں مجھے ہر روز پچاس نمازیں پڑھنے کا حکم دیا گیا۔ انہوں نے کہا: آپ کی امت ہر روز پچاس نمازیں پڑھنے کی طاقت نہیں رکھتی۔ اللہ کی قسم! میں نے آپ سے پہلے لوگوں کا تجربہ کر لیا ہے۔ میں نے بنی اسرائیل کے ساتھ بہت زور لگایا، اس لیے آپ اپنے رب تعالیٰ کی طرف واپس جائیں اور اپنی امت کے لیے تخفیف کی درخواست کریں۔ مجھ سے درخواست کرنے پر دس نمازیں معاف کر دی گئیں۔ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس واپس آیا، انہوں نے پھر وہی بات کی۔ میں واپس گیا تو دس نمازیں معاف ہو گئیں میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس آیا، تو انہوں نے وہی بات کی، تو میں واپس آ گیا تو مجھ سے دس اور معاف ہو گئیں۔ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس آیا تو انہوں نے وہی بات کی۔ میں واپس گیا، تو مجھے روزانہ دس نمازیں پڑھنے کا حکم ملا۔ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس واپس آیا، انہوں نے وہی بات کہی۔ میں واپس گیا، تو مجھے پانچ نمازیں ہر روز پڑھنے کا حکم دیا گیا۔ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف واپس آیا، تو پوچھا: کیا حکم ملا؟ میں نے کہا: مجھے ہر روز پانچ نمازیں پڑھنے کا حکم دیا گیا۔ انہوں نے کہا: آپ کی امت ہر روز پانچ نمازیں

بھی پڑھنے کی سکت نہیں رکھتی۔ میں نے آپ سے پہلے لوگوں کا تجربہ کرلیا۔ میں نے بنی اسرائیل کے ساتھ بہت زور لگایا، اس لیے آپ اپنے رب تعالیٰ کے پاس واپس اگر اپنی امت کے لیے تخفیف کی درخواست کیجیے۔ آپ نے فرمایا: کہ میں نے اپنے رب تعالیٰ سے (بار بار) درخواست کی۔ حتیٰ کہ مجھے اس سے شرم آگئی۔ البتہ میں راضی اور تسلیم کرتا ہوں فرمایا: جب میں آگے بڑھا، تو مجھے ایک آواز دینے والے نے آواز دی، میں نے اپنا فریضہ عائد کر دیا اور بندوں پر سہولت کر دی۔

باب ۹۳

جمعہ شریف کے فضائل

یاد رہے کہ یہ دن ایک عظیم دن ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے ساتھ اسلام کو عظمت بخشی اور مسلمانوں کو مخصوص طور پر یہ دن عطا کیا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

اِذَا نُوْدِیَ لِلصَّلٰوۃِ مِنْ يَوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا اِلٰی ذِكْرِ اللّٰهِ وَذَرُوا الْبَيْعَ۔

(جب جمعہ کے دن نماز کے لیے آواز دی جائے، تو تیزی سے اللہ تعالیٰ کا ذکر کرو، اور کاروبار چھوڑ دو)

چنانچہ اذان کے بعد امورِ دنیا میں مصروف نہ رہنا، اور جمعہ کے کام کیلئے ہر رکاوٹ سے علیحدہ رہنا ضروری ہے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے تم پر اس میرے دن میں اور اس میرے مقام میں جمعہ فرض کیا ہے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے بغیر عذر کے تین جمعے چھوڑ دیے، اللہ تعالیٰ اس کے دل پر مہر لگا دے گا۔ دوسری روایت کے الفاظ یہ ہیں: پس اس نے اسلام کو پیٹھ کے پیچھے پھینک دیا۔

ایک آدمی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس آیا کہ ایک آدمی مر گیا ہے، وہ نہ جمعہ پڑھتا ہے اور نہ جماعت میں شریک ہوتا ہے۔ انہوں نے فرمایا: وہ دوزخ میں جائے گا۔ وہ ایک ماہ تک بار بار آ کر پوچھتا رہا اور وہ کہتے رہے: وہ دوزخ میں جائے گا۔

روایت ہے کہ اہل کتاب کو جمعہ کا دن ملا، مگر انہوں نے اس میں اختلاف کیا، چنانچہ اس سے محروم ہو گئے اور ہمیں اللہ تعالیٰ نے اس کی طرف ہدایت دی اور اس امت کے لیے اسے موخر رکھا اور ان کے لیے اسے عید قرار دیا، چنانچہ یہ سب لوگوں پر سبقت لے جانے کے اہل ہیں اور اہل کتاب ان کے پیچھے ہیں۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرے پاس حضرت جبرائیل علیہ السلام تشریف لائے۔ ان کے ہاتھ میں سفید شیشہ تھا۔ فرمایا: یہ جمعہ ہے، تیرا رب تجھ پر یہ فرض کر رہا ہے تاکہ تیرے لیے اور تیرے بعد تیری امت کے لیے دلیل ہو، میں نے عرض کیا: اس میں ہمارے لیے کیا ہے؟ فرمایا: تمہارے لیے اس میں ایک ایسی بہترین گھڑی ہے جس نے اس میں کسی بھلائی کی دعا کی جو اس کے لیے مقسوم ہے، اللہ تعالیٰ اسے عطا کرے گا یا اگر مقسوم نہیں، تو اس کے لیے اس سے زیادہ اجر جمع کر دے گا یا (اس گھڑی میں) کسی شر سے پناہ مانگے جو اس پر لکھا ہوا ہے، تو اللہ تعالیٰ اس سے بڑے سے اسے بچائے گا۔

یہ ہمارے ہاں دنوں کا سردار ہے، ہم آخرت میں اسے یوم المزید (زیادہ انعام کا دن) کے نام سے پکاریں گے۔ میں نے پوچھا: یہ کیوں؟ فرمایا: یہ تیرے رب عزّ وجل نے جنت میں ایک وادی بنائی جو سفید مشک سے زیادہ خوشبودار ہے۔ جب جمعہ کا دن آئے گا، تو اللہ تعالیٰ علیین سے کرسی پر نزول فرمائے گا (جیسا اس کی شان کے لائق ہے)، پھر ان کے لیے تجلی فرمائے گا۔

حتیٰ کہ وہ اللہ کریم کے چہرۂ انور کی زیارت کریں گے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سب سے بہترین دن جس پر سورج طلوع ہوتا ہے۔ وہ جمعہ کا دن ہے، اس میں حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش ہوئی اور اسی میں انہیں جنت میں داخل کیا گیا اور اسی میں زمین پر اتارا گیا۔ اسی میں ان کی توبہ قبول ہوئی اور اس میں ان کی وفات ہوئی اور اسی دن قیامت قائم ہوگی۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک یہ یوم المزید ہے۔ آسمان میں فرشتے اس کا یہی نام لیتے ہیں اور جنت میں یہی دن اللہ تعالیٰ کی طرف نظر کرنے کا دن ہے۔

روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر جمعہ کے دن چھ لاکھ آدمیوں کو دوزخ سے آزاد فرماتا ہے۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب جمعہ سلامت رہا تو باقی دن بھی سلامت رہیں گے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: زوال سے پہلے آسمان کے وسط میں سورج کے سر پر ہونے کے وقت روزانہ دوزخ کو دہکایا جاتا ہے، اس لیے اس وقت میں نماز نہ پڑھو سوائے جمعہ کے۔ اس لیے کہ یہ سارا (دن) نماز کا ہے اور اس دن دوزخ دُھکایا نہیں جاتا۔

حضرت کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ، کا فرمان ہے: اللہ تعالیٰ نے تمام شہروں میں مکہ کو افضل بنایا، تمام مہینوں میں رمضان کو افضل بنایا، تمام دنوں میں جمعہ کو افضل بنایا، تمام راتوں میں لیلۃ القدر کی رات کو افضل بنایا۔

کہتے ہیں کہ پرندے اور کیڑے مکوڑے بھی جمعہ کے دن ایک دوسرے کو ملتے ہیں اور کہتے ہیں: سلامتی ہو۔ سلامتی ہو، اچھا دن ہے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص جمعہ کے دن یا جمعہ کی رات کو مر گیا۔ اللہ تعالیٰ اس کیلئے شہید کے برابر اجر لکھ دیتا ہے اور اسے قبر کے فتنے سے محفوظ رکھتا ہے۔

باب ۹۴

بیوی کا خاوند پر حق

بیویوں کے خاوندوں پر کئی حقوق ہیں۔ ایک یہ کہ ان کے ساتھ حسن اخلاق سے پیش آئے۔ ان سے ایذا پر تحمل رکھے، ان پر رحم کرتا رہے کہ ان کی عقلیں ناقص ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَعَاشِرُوهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ (اور ان کے ساتھ اچھی طرح معاشرت رکھو)

اور ان کے حقوق کو بتاتے ہوئے فرمایا:

وَاَخَذْنَ مِنْكُمْ مِيْثَاقًا غَلِيْظًا

نیز جہاں یہ فرمایا: وَالصَّاحِبِ بِالْجَنْبِ

تو اس سے مراد ایک قول کے مطابق بیوی ہے اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آخری وقت جب زبان لڑکھڑا گئی اور آواز پست ہونے لگی تو آپ نے تین وصیتیں فرمائیں:

نماز، نماز، اور جو تمہاری ملکیت میں (غلام) ہیں۔ ان کو ان کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہ دینا، عورتوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرنا، اس لیے کہ وہ تمہارے ہاتھوں گرفتار ہیں اور تم نے انہیں اللہ تعالیٰ کی امانت کے ساتھ لیا ہے اور اللہ تعالیٰ کے کلمہ کے ساتھ ان کی شرمگاہیں تم پر حلال ہوئی ہیں۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو اپنی بیوی کی بداخلاقی پر صبر کرے۔ اللہ تعالیٰ اسے حضرت ایوب علیہ السلام کے امتحان پر صبر کرنے سے زیادہ اجر دے گا اور جس عورت نے اپنے خاوند کی بداخلاقی پر صبر کیا۔ اللہ تعالیٰ اسے فرعون کی بیوی حضرت آسیہ کے برابر ثواب عطا کرے گا۔

یہ یاد رہے کہ عورتوں کے ساتھ حسن سلوک صرف یہ ہی نہیں کہ ان کو کوئی تکلیف نہ دے،

بلکہ ان کی ایذاء پر تحمّل اختیار کرے۔ عورت غصہ منائے، تو یہ بردباری کرے۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس سلسلہ میں اتباع کرے۔ آپ کی بیویاں بعض اوقات آپ سے بحث کرتیں اور کبھی ایسا بھی ہوتا کہ ایک بیوی آپ سے رات تک علیحدہ رہتی۔ [1]

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، کی بیوی نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سے بحث کی، تو انہوں نے فرمایا: اے کمینی! تو مجھ سے بحث کرتی ہے۔ ان کی بیوی نے فرمایا: جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویاں آپ سے بحث کرتی ہیں، حالانکہ حضور تم سے بہتر ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، نے فرمایا: حفصہ بے نصیب ہوئی اگر اس نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے بحث کی۔ پھر حضرت رضی اللہ عنہ، نے (اپنی بیٹی) حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے کہا: ابن ابی قحافہ کی بیٹی ہونے پر غرور نہ کرنا۔ یہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور اس کی بحث کے خطرہ کے پیش نظر نصیحت فرمائی۔

مروی ہے کہ ایک بار ایک بیوی نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سینہ پر (ہاتھ رکھ کر) پرے کر دیا، تو اس کی والدہ نے (بیٹی) کو اس سے منع کیا۔ آپ نے فرمایا: رہنے دو، یہ اس سے بھی زیادہ کرتی ہیں۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان ایک بار تکرار سا ہو گیا۔ دونوں نے حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، کو حکم بنایا اور انہیں بلایا، تو

---

[1] یاد رہے کہ صحابہ کرام اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازدواج مطہرات رضی اللہ عنہم وعنہن دراصل قانون سازی کا مقام رکھتے تھے۔ ان پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے وہ تمام احوال طاری کیے جاتے تھے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بے تکلفی سے ہر آنے والا احوال پیش کریں تاکہ اس سلسلہ میں مسائل بتائے جائیں۔ آپ کی ازدواج مطہرات نے (یوں سمجھیے) بحکم خداوندی بحث کی، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تحمل دکھایا، اسی طرح امت کو سبق ملا کہ ایک مسلمان کی معاشرتی زندگی کس طرح ہونی چاہیے۔ ان واقعات سے جو شخص ازدواج مطہرات کے بارے میں بری رائے قائم کرے گا، وہ انتہائی درجے کا خبیث اور بد باطن ہے۔

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پہلے میں بات کروں یا تم کرو گی۔؟ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کیا: آپ فرمائیے اور حق ہی کہیئے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ، نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو تھپڑ لگا دیا، حتیٰ کہ ان کے منہ سے خون نکل آیا اور فرمایا: اپنے آپ کی دشمن، کیا حضور حق کے سوا بھی کچھ کہیں گے بھلا؟ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اوٹ میں پناہ لی، اور آپ کی پیٹھ کے پیچھے بیٹھ گئیں۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہم تمہیں یہ نہیں کرنے دیں گے اور نہ ہمارا یہ ارادہ ہے۔ لے

ایک بار غصہ میں آکر کہا: آپ ہیں جو گمان کرتے ہیں کہ آپ اللہ کے نبی ہیں؛ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسکرا دیئے۔ (یہ انکارِ نبوت ہوتا، تو حضور غضب ناک ہو جاتے، یہ تو باہم محبت کی باتیں ہیں جن کو وہی سمجھ سکتا ہے جس کے دل میں ایمان ہو البتہ جس کے دل میں صحابہ کی دشمنی کا کفر بسا ہو، اس کے دل کی گندگی میں ہی اضافہ ہو گا اور بس) آپ نے تحمل و کرم کرتے ہوئے اسے گوارا فرمایا۔

آپ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے کہا کرتے، میں تیری خوشی اور غصے کو سمجھتا ہوں۔ عرض کیا وہ کیسے؟ فرمایا: جب تم خوش ہوتی ہو، تو کہتی ہو نہیں۔ محمد کے خدا کی قسم! اور جب تم ناراض ہوتی ہو تو کہتی ہو کہ نہیں، ابراہیم کے خدا کی قسم! انہوں نے عرض کیا: آپ نے درست فرمایا، میں صرف آپ کا نام چھوڑ دیتی ہوں۔ (کلام کرتے وقت)

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دل میں (ازدواجِ مطہرات کی) سب سے پہلے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی محبت آئی۔ آپ انہیں فرمایا کرتے تھے: میں تیرے لیے ایسے ہوں جیسے کہ ام زرع کے لیے ابوزرع، مگر میں تمہیں طلاق نہیں دوں گا۔

لے اس میں یہ بھی حکمت ہو سکتی ہے کہ باپ کا کیا کردار ہو۔ یہ سب بعد والوں کے لیے سامان قانون سازی ہے، ورنہ صحابہ کرام سب باہم بھائی بھائی تھے۔

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ازواج مطہرات کو حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بارے میں فرمایا کرتے: مجھے عائشہ کے بارے میں ایذا نہ دینا، اللہ کی قسم، تم میں سے صرف وہی ہے کہ میں ان کے لحاف میں تھا کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام وحی لے کر آئے (یعنی حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا مرتبہ و مقام اللہ تعالیٰ کے نزدیک بھی بہت بلند ہے۔)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عورتوں اور بچوں پر سب لوگوں سے زیادہ رحم دل تھے۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ازواج مطہرات کے ساتھ بے تکلفی برتتے اور اعمال و اخلاق میں ان کے ساتھ فراخدلی بھی فرماتے اور مذاق بھی کر لیتے۔ ایک بار آپ نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ دوڑ لگائی، وہ آگے بڑھ گئیں۔ پھر (کچھ مدت کے بعد) دوبارہ دوڑ لگائی۔ تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم آگے بڑھ گئے۔ آپ نے فرمایا: یہ اس کا بدلہ ہو گیا۔ آپ اپنی ازواج مطہرات کا دل خوش کرنے کے لیے ایسا فرما لیتے۔ روایت میں ہے کہ آپ سب لوگوں سے زیادہ اپنی ازواج مطہرات کے ساتھ خوش طبع تھے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں: میں نے (بچپن کے زمانہ میں) حبشہ کے کچھ لوگوں کو دیکھا کہ وہ عاشورہ کے دن کوئی کھیل کر رہے ہیں (جس میں حرام و فحاشی نہ تھی) جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے فرمایا: کیا تم پسند کرو گی کہ ان کا کھیل دیکھو؟ میں نے عرض کیا: ہاں! آپ نے انہیں بلا بھیجا۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دروازے میں کھڑے ہو گئے اور آپ نے دروازے پر ہاتھ رکھا اور اپنا ہاتھ پھیلا دیا۔ میں نے آپ کے ہاتھ پر اپنی ٹھوڑی رکھی، وہ کھیلنے لگے اور میں دیکھ رہی تھی۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اب بس! میں نے کہا، ٹھہریئے! دو تین بار یہ ہوا۔ پھر آپ نے فرمایا: اے عائشہ! اب بس! میں نے کہا: ہاں! آپ نے انہیں اشارہ کیا کہ جاؤ، وہ چلے گئے۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمام اہل ایمان سے کامل ترین ایمان سب سے زیادہ حسن اخلاق کے مالک

تھے اور اپنے گھر والوں پر سب سے زیادہ مہربان تھے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، تم میں سے بہترین وہ آدمی ہے کہ جو اپنی عورتوں کے ساتھ اچھا ہے اور میں اپنی بیویوں کے ساتھ تم سب سے بہتر سلوک کرنے والا ہوں۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، باوجود شدت کے فرماتے : انسان کو چاہیئے کہ وہ اپنے گھر میں بچے کی طرح ہو، جب تم اس سے (بہادری) کی بات تلاش کرو، تو پھر وہ مرد ہو۔

حضرت لقمان علیہ السلام فرماتے ہیں : عقلمند کو چاہیئے کہ گھر میں بچے کی طرح ہو، (یعنی نرم مزاج ہو) اور جب قوم میں کوئی کام ہو، تو وہ مرد ہو۔

یہ جو روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ تند اور تیز شخص سے نفرت کرتا ہے اس کا مفہوم یہ ہے کہ گھر والوں پر درشت ہو اور اپنے دل میں متکبر ہو۔ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کا یہی مفہوم ہے۔ فرمایا : عُتُلٍّ، اس سے مراد گھر والوں پر سنگدل ہونا ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، کو (بیوہ عورت سے نکاح کرنے پر) فرمایا : تو نے کنواری کیوں نہ کی کہ تو اس سے کھیلتا اور وہ تجھ سے کھیلتی (یعنی کم عمر مرد کم عمر عورت کے ساتھ زیادہ خوش رہتا ہے)

ایک بدوی عورت کا خاوند فوت ہو چکا تھا، اس نے اس کی تعریف کی اور کہا : جب وہ گھر آتا، تو ہنستا ہوا آتا، باہر جاتا تو خاموش جاتا جو ملتا کھالیتا اور کچھ گم ہو جاتا تو زیادہ پوچھ گچھ نہ کرتا۔

بیوی کے ساتھ حسن آداب میں سے ایک یہ بھی ہے کہ بے تکلفی کرنے، حسن اخلاق اور بیوی کی خواہشات ماننے میں اس قدر آگے نہ بڑھ جائے کہ اس کا اخلاق خراب ہو جائے اور سارا رعب ہی جاتا رہے، بلکہ اعتدال قائم رکھے، بلکہ اپنے رعب کو بھی قائم رکھے۔ اگر کوئی برائی خصوصاً شریعت اور اسلامی مروت کے خلاف کام کرتے دیکھے، تو اس پر گرفت کرے۔

حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ، کا فرمان ہے کہ اللہ کی قسم! جو آدمی بھی بیوی کی (غلط) خواہشات کی پیروی کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اسے دوزخ میں پھینکے گا۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، نے فرمایا، عورتوں سے (جائز طور پر) اختلاف کرو، ان سے

اختلاف کرنے میں برکت ہے۔ (خصوصاً آجکل کی عورتیں خلافِ شرع اکثر باتیں کرتی رہتی ہیں، ان کی باتوں پر عمل کرنا سخت خطرناک ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ ان سے مشورہ کرو اور ان سے اختلاف کرو (بشرطیکہ مشورہ غلط ہو)

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: زن مرید آدمی بیوی کی ہر بات مانتا چلا جاتا ہے آخر اس کا غلام اور بندہ بن جاتا ہے۔ اب برباد ہی ہوگا۔ آپ نے اسی وجہ سے یہ فرمایا: بیوی کا بندہ (زن مرید) ہلاک ہوا۔

اللہ تعالیٰ نے مرد کو عورت کا مالک بنایا تھا، مگر اس نے عورت کو اپنا مالک بنالیا، اس لیے معاملہ الٹ ہو گیا۔ اب وہ شیطان کا پیروکار ہو گیا جیسے کہ شیطان کا قول نقل کرتے ہوئے آیت میں ذکر کیا:

وَلَاٰمُرَنَّهُمْ فَلَيُغَيِّرُنَّ (اور میں تمہیں ضرور حکم دوں گا، پس وہ ضرور
خَلْقَ اللّٰهِ۔ بدلیں گے اللہ تعالیٰ کی پیدائش کو)

مرد کا حق یہ تھا کہ اس کی تابعداری کی جاتی نہ کہ وہ خود تابع بن کر رہ [illegible] تعالیٰ نے مردوں کے بارے میں فرمایا:

اَلرِّجَالُ قَوَّامُوْنَ عَلَى النِّسَآءِ۔ (مرد قائم رہنے والے (یعنی حاکم) ہیں عورتوں پر)

اور خاوند کو السید (آقا) قرار دیا۔ حضرت یوسف علیہ السلام کا وہ واقعہ بیان کیا کہ جب وہ قید سے باہر بھاگے اور زلیخا پیچھے بھاگی: وَاَلْفَيَا سَيِّدَهَا لَدَى الْبَابِ۔

اب جب آقا ماتحت بن گیا، تو گویا اللہ تعالیٰ کی نعمت کی ناشکری کی اور عورت کا معاملہ اس طرح ہے کہ اگر تم نے اسے بے لگام چھوڑ دیا، تو وہ طویل مدت تک سرکشی اختیار کیے رکھے گی اور اگر تو نے اس کی لگام ڈھیلی کر دی، تو یہ تجھے اپنی طرف گز دل کے حساب سے کھینچے گی اور تو نے اسے متنبہ کیے رکھا اور مقامِ شدت میں اس پر گرفت مضبوط رکھی تو تم اس کے مالک ہو گے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: تین وہ ہیں، کہ اگر تو نے ان کی عزت کی، تو وہ تیری توہین کریں گے اور اگر تو نے ان کی توہین کی، تو وہ تیری عزت کریں گے:

۱۔ عورت، ۲۔ خادم، ۳۔ گھوڑا۔ ان کی مراد یہ تھی کہ اگر صرف عزت و نرمی ہو اور نرمی کے ساتھ شدت اور نوازش کے ساتھ گرفت نہ ہو، تو ایسا ہوگا۔

باب ۹۵

خاوند کا بیوی پر حق

اس سلسلے میں قولِ فیصل یہ ہے کہ نکاح در اصل غلامی کی ایک قسم ہے۔ اب عورت، مرد کی غلام ہوگئی۔ اس پر لازم ہے کہ خاوند کے مطلوبہ ہر کام میں اطاعت کرے، بشرطیکہ اس میں گناہ نہ ہو۔ خاوند کی اطاعت کے سلسلہ میں کثرت سے احادیث منقول ہیں:

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو عورت اس حال میں فوت ہو کہ اس کا خاوند اس پر خوش ہو تو جنت میں گئی۔

ایک آدمی سفر پر گیا، اس نے بیوی سے عہد لیا کہ اوپر سے نیچے وہ نہیں اترے گی۔ نیچے اس کا باپ تھا، وہ بیمار ہو گیا۔ عورت نے جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے حکم معلوم کرنے کے لیے ایک آدمی بھیجا جس نے نیچے اتر کر باپ کے پاس جانے کی اجازت مانگی۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: خاوند کی اطاعت کرو۔ اس کا باپ فوت ہو گیا۔ پھر حکم معلوم کیا، تو آپ نے فرمایا: خاوند کی اطاعت کرو، آخر اس کے باپ کو دفن کر دیا گیا۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عورت کی طرف پیغام بھیجا کہ اللہ تعالیٰ نے تیرے باپ کو تیری خاوند کی اطاعت کے باعث بخش دیا۔[1]

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب عورت پانچ نمازیں پڑھے، رمضان شریف کے روزے رکھے، اپنی شرمگاہ کی حفاظت کرے اور اپنے خاوند کی اطاعت کرے، تو وہ اپنے رب تعالیٰ کی جنت میں داخل ہو گئی۔

---

[1] ہو سکتا ہے کہ یہ حکم اس عورت تک ہی مخصوص ہو، بعد میں یہ حکم نہیں ہوا اور نہ ہی حضور نے سب عورتوں کو ایسا کرنے کا حکم دیا۔

چنانچہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خاوند کی اطاعت کو اسلام کے بنیادی احکام میں میں فرمایا۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا: حاملہ عورتیں، مائیں، دودھ پلانے والیاں، اپنی اولاد پر رحم کرنے والیاں، اگر وہ بات نہ ہوتی کہ جو اپنے خاوندوں کے پاس جاتی ہیں، تو ان کی جائے نماز میں جنت آجاتا۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے دوزخ میں جھانکا، تو زیادہ تر عورتیں ہی وہاں تھیں۔ عورتوں نے کہا: ایسا کیوں ہے؟ اے اللہ کے رسول! وہ کثرت سے لعنت کرتی ہیں اور خاوند کی ناشکری کرتی ہیں۔

دوسری روایت میں ہے: میں نے جنت میں جھانکا، تو وہاں سب سے کمتر عورتیں تھیں۔ میں نے کہا: عورتیں کہاں گئیں؟ فرمایا: ان کو دو سُرخ (یعنی سونے چاندی) اور رنگدار (یعنی بھڑکیلے) کپڑوں نے روک لیا۔ (یعنی دنیا میں منہمک رہ کر آخرت سے غافل رہ گئیں)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں: ایک جوان عورت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی اور عرض کیا: اے اللہ کے رسول! میں جوان عورت ہوں اور میرا رشتہ طلب کیا جا رہا ہے، میں نکاح کرنے سے نفرت کرتی ہوں۔ اب خاوند کا بیوی پر کیا حق ہے؟ آپ نے فرمایا: اگر اس کے اوپر سے پاؤں تک پیپ لگا ہو اور تم اسے چاٹ لو، پھر بھی اس کا شکر ادا نہ ہو۔ اس عورت نے کہا: کیا میں شادی نہ کروں؟ فرمایا: نہیں، نکاح کر لو، یہی بدرجہا بہتر ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ قبیلہ خثعم کی ایک عورت جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئی اور کہا: میں بیوہ عورت ہوں، اور میرا نکاح کرنے کا ارادہ ہے۔ اب خاوند کا کیا حق ہے؟ فرمایا: بیوی پر خاوند کا یہ حق ہے کہ جب وہ بیوی سے ارادۂ مباشرت کرے اور اس کی رغبت کرے اور وہ اونٹ کی پشت پر بیٹھی ہو، تو بھی مرد کو نہ ہٹائے (یعنی اسے موقع دے، یہ تاکید کے لیے ہے)

اور اس (خاوند) کا یہ بھی حق ہے کہ عورت خاوند کی اجازت کے بغیر گھر سے کچھ چیز کسی کو نہ دے، اگر اس نے دی، تو اس کا گناہ عورت پر ہوگا اور ثواب مرد کو ملے گا۔

خاوند کا ایک حق یہ بھی ہے کہ عورت، مرد کی اجازت کے بغیر (نفلی) روزہ نہ رکھے، اگر اس نے روزہ رکھا اور بھوکی پیاسی رہی، تو قبول نہ ہوگا اور اگر عورت، خاوند کی اجازت کے بغیر گھر سے نکلی، تو فرشتے اس پر لعنت کرتے رہیں گے، حتیٰ کہ وہ گھر واپس آجائے یا توبہ کر لے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر میں کسی کو حکم کرتا کہ وہ دوسرے کو سجدہ کرے، تو میں عورت کو حکم کرتا کہ وہ اپنے خاوند کو سجدہ کرے، یہ اس لیے کہ اس کا حق بہت بڑا ہے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عورت اپنے رب تعالیٰ کے قریب اس وقت ہوتی ہے جبکہ وہ گھر کی گہرائی (خوب اندر کی طرف) ہو۔ گھر کے صحن میں عورت کی نماز، مسجد میں نماز پڑھنے سے افضل ہے اور کمرے میں نماز پڑھنا، گھر کے صحن میں نماز پڑھنے سے افضل ہے اور اندر والے کمرے میں نماز پڑھنا، سامنے والے کمرے میں نماز پڑھنے سے افضل ہے۔

اس میں پردہ بھی ہے، اسی لیے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عورت پردہ ہے، جب وہ باہر آتی ہے تو شیطان اسے جھانکتا ہے۔

نیز فرمایا: عورت کے گیارہ پردے ہوتے ہیں۔ جب وہ نکاح کرتی ہے تو خاوند اس کا ایک پردہ ہوتا ہے۔ جب وہ فوت ہوتی ہے، تو قبر اس کے لیے دس پردے ہوتی ہے، الغرض بیوی پر خاوند کے بہت سے حقوق ہیں۔ سب سے اہم دو ہیں:

۱۔ حفاظت اور پردہ پوشی، ۲۔ زائد از حاجت کا مطالبہ ختم کرنا اور خصوصاً حرام کمائی سے بچ کر رہنا۔

سلف صالحین کا یہ طریقہ تھا: جب ایک آدمی گھر سے باہر جاتا، تو اس کی بیوی یا بیٹی یہ کہتی: حرام کاروبار سے بچو، ہم بھوک اور تکلیف پر صبر کر لیں گے، مگر ہم آگ (دوزخ) پر صبر نہیں کر سکتے۔

سلف صالحین میں سے ایک آدمی نے سفر کا ارادہ کیا، اس کے پڑوسیوں کو اس کا سفر کرنا پسند نہ تھا۔ انہوں نے اس کی بیوی سے کہا: تم اس کے سفر پر کیوں رضامند ہوتی ہو؟ جبکہ یہ اخراجات دے کر بھی نہیں جا رہا۔ اس کی بیوی نے جواب دیا: اس آدمی کو ہم نے جب سے جانا ہے، یہی دیکھا ہے کہ وہ خوب کھانے والا ہے اور ہم نے اسے کبھی رازق (روزی رساں) نہیں پایا۔ میرا رب رازق ہے۔ اب حال یہ ہے کہ کھانے والا جا رہا ہے اور رزاق نہیں ہے۔

حضرت رابعہ بنت اسماعیل نے حضرت احمد بن ابی حواری کو پیغام نکاح بھیجا۔ انہوں نے پسند نہ کیا، اس لیے کہ وہ عبادت میں مصروف رہتے تھے۔ انہوں نے جواب دیا: اللہ کی قسم! مجھے عورتوں کی ہمت نہیں ہے، اس لیے کہ میں اپنے کام (عبادت) میں مشغول ہوں۔ حضرت رابعہ نے کہا: میں بھی اپنے حال (عبادت) میں مشغول ہوں اور مجھے شہوت بھی نہیں ہے۔ البتہ مجھے اپنے پہلے خاوند سے کافی مال ملا ہے، میرا ارادہ ہے کہ تم اسے اپنے بھائیوں پر خرچ کرو اور تمہارے ذریعے میں بھی نیک بندوں کو جان لوں اور میرے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف ایک راہ حاصل ہو جائے۔ انہوں نے فرمایا: اچھا، میں اپنے استاد سے اجازت لے لوں۔ ان کے استاد حضرت ابوسلیمان دارانی رحمۃ اللہ علیہ انہیں نکاح سے منع کرتے تھے اور فرماتے: ہمارے لوگوں میں سے جس نے نکاح کیا اس کا حال بگڑ گیا۔ (یعنی اہلِ خانہ کی ذمہ داریوں کی وجہ سے پریشان ہو کر بعض اوراد چھوڑ بیٹھتے ہیں۔)

حضرت سلیمان دارانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس عورت کا حال سنا، تو فرمایا: اس سے نکاح کر لو، یہ عورت ولی اللہ ہے، یہ صدیقین کا کلام ہے جو اس نے کیا۔ وہ فرماتے ہیں کہ میں نے اس سے نکاح کر لیا، مگر ہم گھر میں اسی طرح رہتے تھے کہ غسل کرنا تو در کنار اس آدمی کی طرح تھے کہ جسے کھانے کے بعد جلدی جانا ہو اور ہاتھ دھونے کی فرصت بھی نہ ہو۔ فرمایا: اس کے بعد میں نے تین عورتوں سے نکاح کیا، مگر یہ پہلی بیوی مجھے اچھے اچھے کھانے

کھلاتی اور مجھے خوش رکھتی اور کہتی: جاؤ، خوش رہو اور دوسری بیویوں کے لیے قوت حاصل کرو۔ حضرت رابعہ کا اہلِ شام میں وہی مقام تھا جیسے کہ بصرہ میں حضرت رابعہ بصریہ کا مقام تھا۔

عورت پر یہ لازم ہے کہ وہ خاوند کے مال میں اس کی اجازت کے بغیر کوئی گڑبڑ نہ کرے۔

جنابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عورت کو اجازت نہیں کہ وہ خاوند کے گھر سے اس کی اجازت کے بغیر کسی کو کچھ کھلائے۔ البتہ تازہ چیز جس کے خراب ہونے کا اندیشہ ہو (اور بچا ہو)، تو وہ کھلا سکتی ہے۔ اگر عورت نے خاوند کی اجازت سے کھلایا، تو اسے بھی مرد کے برابر ثواب ملے گا اور اس نے بغیر اجازت کھلا دیا (یا صدقہ کر دیا)، تو مرد کو ثواب ملے گا اور عورت پر اس کا گناہ رہے گا۔

والدین پر حق ہے کہ وہ ہر بچی کو آدابِ معاشرت سکھائیں۔ حُسنِ معاشرت کی تعلیم دیں اور خاوند کے ساتھ بہتر انداز میں رہنے کا طریقہ بتائیں۔

مروی ہے کہ حضرت اسامہ بنت خارجہ عزاری رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اپنی بیٹی کو نکاح کرتے وقت فرمایا: تم ایک گھونسلے میں تھی۔ اب وہاں سے نکل کر ایسے بستر پر جا رہی ہو جسے تم خوب نہیں پہچانتی، ایسے ساتھی کے پاس جا رہی ہو جس سے مانوس نہیں ہو۔ اس کے لیے زمین بن جاؤ، وہ تمہارے لیے آسمان ہوگا، اس کے لیے بستر بن جاؤ، وہ تمہارے لیے باعثِ تقویت ستون ثابت ہوگا، اس کے لیے لونڈی بن جاؤ، وہ تیرا غلام ہوگا، اس سے (کسی معاملے میں) چمٹ نہ جاؤ کہ وہ تمہیں پرے ہٹا دے۔ اس سے دُور نہ ہو، ورنہ وہ تجھے بھلا دے گا۔ اگر وہ تجھ سے قریب ہو تو تو اس سے مزید قریب ہو جا۔ اگر وہ تجھ سے ہٹے، تو تو اس سے دُور ہو جا۔ اس کے ناک، کان اور آنکھ کی حفاظت کر کہ وہ تجھ سے صرف تیری خوشبو (اچھی بات اور خوشبو) سونگھے، وہ تجھ سے صرف اچھی بات سنے، وہ تجھ سے صرف اچھا کام ہی دیکھے۔

بخاری ومسلم میں حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ انہوں نے ایک غلام لڑکی آزاد کی اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت نہیں لی۔ جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ان کی باری پر ان کے پاس تشریف لے گئے، تو انہوں نے عرض کیا: یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ کو معلوم ہے کہ میں نے اپنی لونڈی آزاد کر دی؟ فرمایا: کیا تو نے آزاد کر دی؟ عرض کیا: ہاں! فرمایا: اگر تم اپنے بھائی بہنوں کو دے دیتی، تو تجھے زیادہ ثواب ملتا۔ ایک آدمی نے اپنی بیوی کو کہا ؎

خُذِی الْعَفْوَ مِنِّیْ تَسْتَدِیْمِیْ مَوَدَّتِیْ
وَلَا تَنْطِقِیْ فِیْ سَوْرَتِیْ حِیْنَ اَغْضَبُ

(معاف کرتے رہو، میری محبت دائم رہے گی، اور جب میں ناراض ہوں گا، تو میری شان میں کلام نہ کرو۔)

وَلَا تَنْقُرِیْنِیْ نَقْرَكَ الدَّفِّ مَرَّةً
فَاِنَّكِ لَا تَدْرِیْنَ کَیْفَ الْمُغَیَّبُ

(اور دف کی طرح مجھے ٹھوکر نہ لگاؤ، اس لیے کہ تم نہیں جانتی کہ پردہ غیب میں کیا ہے)

وَلَا تُکْثِرِی الشَّکْوٰی فَتَذْهَبَ بِالْهَوٰی
وَیَاْبَاكِ قَلْبِیْ وَالْقُلُوْبُ تَقَلَّبُ

(اور شکایات زیادہ نہ کرو، ورنہ محبت ختم ہو جائے گی اور میرا دل تیرا انکار کر دے گا اور دل تو بدلتے رہتے ہیں)

فَاِنِّیْ رَاَیْتُ الْحُبَّ فِی الْقَلْبِ وَالْاَذٰی
اِذَا اجْتَمَعَا لَمْ یَلْبَثِ الْحُبُّ یَذْهَبُ!

(میں نے دل میں محبت اور عداوت دیکھی ہے اور جب دونوں جمع ہوں، تو محبت اسے دور کرنے لگتی ہے۔)

باب ع۹۶

جہاد کے فضائل

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ثُمَّ لَمْ يَرْتَابُوْا وَجٰهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ ۝ (الحجرات ۱۵)

(بے شک ایمان دار ہیں وہ جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول پر ایمان لائے۔ پھر اس میں شک نہیں کیا اور اپنے مالوں اور جانوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کیا، وہی لوگ سچے ہیں)

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ، سے مروی ہے کہ میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے منبر کے پاس تھا۔ ایک آدمی نے کہا: مجھے پرواہ نہیں کہ اسلام لانے کے بعد کچھ عمل نہ کروں؛ سوائے اس کے کہ میں مسجد حرام کو آباد کروں۔ دوسرے نے کہا: تم نے جو کہا ہے، اس سے جہاد افضل ہے۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ، نے ان دونوں کو جھڑک دیا اور فرمایا: جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے منبر کے پاس آواز بلند نہ کرو۔ یہ جمعہ کا دن تھا، البتہ جب تم نماز پڑھ لو اور آپ کی خدمت میں حاضر ہو تو جس چیز میں اختلاف کر رہے ہو۔ آپ سے مسئلہ پوچھ لو۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

اَجَعَلْتُمْ سِقَايَةَ الْحَآجِّ وَعِمَارَةَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ كَمَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَجٰهَدَ فِيْ

(کیا تم نے حاجیوں کو پانی پلانا اور مسجد حرام کی خدمت کرنا، اس کی طرح کیا ہے؟ جو اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن پر ایمان

سَبِيلِ اللّٰهِ ط لَا يَسْتَوٗنَ عِنْدَ اللّٰهِ ط وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ہ (التوبۃ - ۱۹)

لائے اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرے اللہ تعالیٰ کے ہاں وہ برابر نہیں ہوتے، اور اللہ تعالیٰ، ظالموں کی قوم کو ہدایت نہیں دیتا)

حضرت عبدالرحمٰن بن سلام رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہم جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام کے پاس بیٹھے تھے۔ کاش! ہمیں معلوم ہو جائے کہ کون سا عمل سب سے افضل ہے اور اللہ تعالیٰ کو جو سب سے زیادہ پسند ہے، ہم وہ عمل کریں۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ہ يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَا لَا تَفْعَلُوْنَ كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰهِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَا لَا تَفْعَلُوْنَ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الَّذِيْنَ يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِهٖ صَفًّا كَاَنَّهُمْ بُنْيَانٌ مَّرْصُوْصٌ الخ (الصف - ۱-۴)

(تسبیح کہی اللہ! ہر اس نے جو آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے اور وہی غالب حکمت والا ہے۔ اے وہ لوگو! جو ایمان لائے، تم کیوں وہ (بات) کہتے ہو جو کرتے نہیں بڑا غضب اللہ تعالیٰ کے نزدیک ہے کہ تم وہ کہو جو تم نہیں کرتے۔ بے شک اللہ تعالیٰ ان کو پسند کرتا ہے جو اس کی راہ میں لڑتے ہیں، صف باندھ کر، گویا وہ سیسہ پلائی ہوئی دیوار ہیں۔)

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت ہم پر پڑھی (اور ہمیں افضل ترین عمل بتا دیا) مروی ہے کہ ایک آدمی نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! مجھے ایسا عمل بتایئے جو جہاد کے برابر ہو۔ آپ نے فرمایا: یہ میں نہیں کر سکتا۔ پھر فرمایا: کیا تو یہ کام کر سکتا ہے جب مجاہد جہاد کے لیے نکلے، تو تو اپنی مسجد میں داخل ہو جائے اور (عبادت میں) کھڑا رہے اور سستی نہ کرے اور روزے رکھتا رہے اور افطار نہ کرے۔ اس نے کہا: یہ کون کر سکتا ہے؟

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں سے ایک آدمی ایک قبیلے کے پاس سے گزرا، وہاں ایک شیریں پانی کا ایک چھوٹا سا چشمہ تھا۔ انہوں نے کہا: اگر میں لوگوں سے الگ رہتا تو اس مختصر قبیلے میں رہتا، مگر یہ کام میں کبھی نہیں کروں گا، جب تک کہ میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت نہ لے لوں۔ آپ نے فرمایا: یہ مت کرنا، اس لیے کہ تم میں سے کوئی اللہ تعالیٰ کی راہ میں (جہاد کرنے) میں مصروف ہو، یہ بات گھر میں ستر برس کی عبادت سے افضل تر ہے۔ کیا تم نہیں چاہتے کہ اللہ تعالیٰ تمہیں بخش دے اور تمہیں جنت میں داخل کرے۔ اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرو، جس نے اللہ تعالیٰ کی راہ میں اونٹنی کے دو بار دودھ دینے کا وقت (یعنی ایک دن بھی) جہاد کیا، اس کے لیے جنت واجب ہو گئی۔

اب حال یہ ہے کہ جب جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک جلیل القدر صحابی کو عبادات میں خوب محنت کے باوجود عزلت نشینی کی اجازت نہیں دیتے، بلکہ اسے جہاد کا حکم دیتے ہیں تو ہمیں کس طرح جائز ہے کہ جہاد چھوڑ دیں، حالانکہ ہماری عبادات بہت کم، گناہ زیادہ، ہم حلال غذاؤں سے بھی جاہل ہیں، اس کے ساتھ ساتھ ہماری نیتیں بھی خراب ہیں۔

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کی راہ میں مجاہد کی مثال یہ ہے اور اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ اللہ کی راہ میں کون جہاد کرتا ہے۔ (مجاہد کی مثال) ایسے ہے جیسے کہ روزے دار، قیام کرنے والا، خشوع وخضوع کرنے والا، رکوع کرنے والا، سجدہ کرنے والا ہو۔

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو اللہ تعالیٰ کے رب ہونے پر، اسلام کے دین ہونے پر اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے رسول ہونے پر راضی ہو گیا، اس کے لیے جنت لازم ہو گئی۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو آپ کا یہ فرمان اچھا لگا، عرض کیا: اے اللہ کے رسول! ایک بار پھر فرمائیے۔ آپ نے دہرایا، پھر فرمایا: (دوسرا اجر) یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کی وجہ سے بندے کا ایک سو درجہ بلند کرے گا اور ہر دو درجوں کے درمیان اس قدر فاصلہ ہے جس قدر زمین اور آسمان کے درمیان میں ہے۔ عرض کیا: اے اللہ کے رسول! وہ کیا ہے؟ (جس پر یہ انعام ملے گا) فرمایا: اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرنا۔

باب ۹۷

شیطانی مکروفریب

ایک آدمی نے حضرت حسن رحمۃ اللہ علیہ سے عرض کیا: اے ابو سعید! کیا شیطان سوتا بھی ہے؟ آپ مسکرا دیے اور کہا: اگر وہ سو جاتے، تو ہمیں آرام ہو جاتے، اس لیے کہ ایک مومن کو ں سے چھٹکارا نہیں، البتہ اس کو دُور کرنے اور کمزور رکھنے کا طریقہ ممکن ہے۔

حضور اکرم صلی اللہ ۔ ی ۔ تم نے فرمایا: مؤمن اپنے شیطان کو اس طرح کمزور کرتا ہے جیسے کہ تم لوگ سفر میں اپنے ۔ کو کمزور کرتے ہو (یعنی ذکر اللہ تعالیٰ کر کے)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا فرمان ہے: مومن کا شیطان کمزور رہتا ہے

حضرت قیس بن حجاج رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان ہے: میرے شیطان نے مجھے کہا کہ میں تیرے اندر اس طرح داخل ہوا تھا، تو میں اونٹوں کی طرح (موٹا) تھا، مگر اب میں چڑیا کی طرح (چھوٹا) ہو چکا ہوں۔ میں نے پوچھا: یہ کیسے ہوا؟ وہ کہنے لگا: تم مجھے ذکر اللہ تعالیٰ کے ذریعے پگھلاتے رہتے ہو۔

چنانچہ اہلِ تقویٰ پر یہ مشکل نہیں کہ وہ شیطان کے دروازے بند کر دیں اور اس سے بچاؤ کیے رکھیں، یعنی کھلم کھلا بڑے گناہوں کی طرف ۔یطانی راہیں بند کر دیں، البتہ مخفی طریقوں سے ان پر حملہ کرتا ہے جن کا انہیں پتہ نہیں چلتا، اس لیے ان کی نگرانی نہیں رکھ سکتے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ دِل کی جانب شیطانی راہیں بہت سی ہیں، اور فرشتوں کی دل کی طرف ایک ہی راہ ہے، کئی راہوں میں یہ ایک دروازہ مشتبہ ہو کر رہ جاتا ہے۔ چنانچہ اس حال میں بندہ اس طرح ہے کہ جیسے ایک مسافر تاریک شب میں ایک ایسے جنگل میں جا رہا ہو، جس

میں کئی راہیں ایک دوسرے سے ملتی، کاٹتی جارہی ہیں۔ اب صحیح راستہ تب ہی معلوم ہو سکتا ہے کہ دیکھنے والی آنکھ ہو اور سورج چمک رہا ہو، چنانچہ دیکھنے والی آنکھ تو وہ دل ہے جو پرہیزگاری کے باعث صاف وشفاف ہو چکا ہے اور چمک دار سورج وہ بلند پایہ علم ہے جو کتاب اللہ اور سنّتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حاصل ہے۔ یہی مخفی راہوں میں صحیح راہ کی طرف ہدایت دے گا، ورنہ تو کئی راہیں اسے پریشان کیے رکھیں گی۔

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کا فرمان ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ وسلم نے ہمارے سامنے ایک دن ایک خط کھینچا اور فرمایا: اللہ تعالیٰ کی راہ ہے۔ پھر دائیں بائیں کئی خطوط کھینچے اور فرمایا: یہ وہ راستے ہیں کہ ہر راہ پر ایک شیطان بیٹھا دعوت دے رہا ہے، پھر یہ آیت پڑھی:

وَاَنَّ هٰذَا صِرَاطِيْ مُسْتَقِيْمًا فَاتَّبِعُوْهُ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِيْلِهٖ ط (الانعام - ۱۵۴)

(اور بے شک یہ ہے میری سیدھی راہ، اس کی اتباع کرو اور راہوں کی تابعداری نہ کرو، پس وہ تمہیں اس کی راہ سے متفرق کردیں گے۔)

ہم اس کے مخفی راستوں کو واضح کرنے کے لیے ایک مثال ذکر کرتے ہیں جس کے ذریعہ وہ علماء کرام اور عبادت گزار بندوں کو دھوکہ دیتا ہے، جو آدمی راہِ سلوک پر چلنا چاہیے۔ وہ اس کو سامنے رکھے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ بنی اسرائیل میں ایک راہب (عبادت گزار) تھا۔ شیطان ایک لڑکی پر حملہ آور ہوا اور اس کا گلا دبانے لگا اور اس کے گھر والوں کے دل میں یہ بات ڈال دی کہ اس لڑکی کا علاج اس راہب کے پاس ہے۔ وہ لوگ لڑکی کو لے کر راہب کے پاس آئے، اس نے لڑکی کو اپنے پاس رکھنے سے انکار کر دیا۔ وہ اصرار کرتے رہے آخر کار وہ رضامند ہو گیا۔ وہ چند روز اس کے پاس بغرض علاج رہی، تو شیطان راہب کے پاس آیا۔

اور لڑکی کے ساتھ مباشرت پر اسے آمادہ کیا اور لگاتار اس کوشش میں رہا۔ آخر راہب نے لڑکی کے ساتھ مباشرت کرلی اور لڑکی حاملہ ہوگئی۔ پھر شیطان نے راہب کے دل میں یہ بات ڈالی کہ لڑکی کے گھر والے آئیں گے، تو تو ذلیل ہوگا، اس لیے لڑکی کو قتل کردے۔ راہب نے اسے قتل کردیا، اور اسے دفن کردیا۔ لڑکی کے گھر والے راہب کے پاس آئے اور لڑکی کے بارے میں پوچھا اس نے نے کہا: وہ (طبعی موت) فوت ہوچکی ہے۔ انہوں نے اسے پکڑلیا تاکہ اسے قتل کردیں۔ اب شیطان راہب کے پاس آیا اور کہا: میں نے ہی اس لڑکی کا گلا دبایا تھا اور میں نے ہی اس کے گھر والوں کو تیری طرف آنے کی بات سمجھائی تھی۔ اب تو میری اطاعت کر، بچ جائے گا اور میں تجھے ان سے چھڑادوں گا۔ اس نے پوچھا: کیا کروں؟ شیطان نے کہا: مجھے دو بار سجدہ کرو۔ اس نے اسے دو سجدے کردیے۔ اب شیطان نے کہا: میں تجھ سے بیزار ہوں (یعنی جاؤ مرو) اللہ تعالیٰ نے اس بات کو بیان فرمایا:

كَمَثَلِ الشَّيْطٰنِ اِذْ قَالَ لِلْاِنْسَانِ اكْفُرْ ۚ فَلَمَّا كَفَرَ قَالَ اِنِّيْ بَرِيْٓءٌ مِّنْكَ (الحشر۔ ۱۶)

(مانند شیطان کے کہ جب اس نے انسان کو کہا، کفر کرو۔ پس جب اس نے کفر کیا، تو کہنے لگا: میں تم سے بے زار ہوں۔)

منقول ہے کہ ابلیس نے حضرت امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا: آپ کا اس کے بارے میں کیا قول ہے: جس نے مجھے پیدا کیا جیسے چاہا، اور مجھے کام میں لگایا جو چاہا، اس کے بعد چاہے تو دوزخ میں ڈالے اور چاہے، تو جنت میں داخل کردے، کیا یہ عدل ہے، یا ظلم ہے؟ انہوں نے شیطان کے کلام میں غور کیا، پھر فرمایا: اے کمینے! اگر اس نے تجھے اس طرح پیدا کیا جیسے کہ تو چاہتا ہے، تو تجھ پر ظلم کیا اور اگر اس نے اس طرح پیدا کیا جیسے وہ چاہتا ہے، تو اس سے کوئی پرسش نہیں کرسکتا، جو وہ کرتا ہے اور سب سے پرسش ہوگی۔ شیطان مضمحل ہوکر ختم ہوگیا۔ پھر شیطان نے کہا: اے شافعی! میں نے اس سوال کے ذریعے ستر ہزار

عابدین کا نام دیوانِ عابدین سے نکال کر کتابِ زندیقین میں داخل کرا دیا (یعنی انہیں زندیق اور گمراہ کر دیا۔)

مروی ہے کہ ابلیس علیہ اللعنت، حضرت عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کے سامنے آیا اور کہا، کہو: لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے جواب دیا: یہ کلمۂ حق ہے، مگر میں تیرے کہنے سے نہیں کہوں گا، اس لیے کہ نیکی کے کام کے ذریعے بھی وہ تلبیس کا کام لیتا ہے جیسے کہ بُرائی کے ذریعے وہ بے شمار خرابیاں پیدا کرتا ہے اور ان کے ذریعے عابدین اور زاہدین اور اغنیائ اور ہر قسم کی مخلوق کو برباد کرتا ہے، البتہ جس کو اللہ تعالیٰ محفوظ رکھے، وہی محفوظ رہتا ہے۔ اے اللہ کریم ہمیں اس کی شرارتوں سے محفوظ رکھیے۔ یہاں تک کہ آپ کی ملاقات نصیب ہو جائے اور ہمیں ہدایت پر ہی چلاتے رہیئے۔

باب ۹۸

سماع کا بیان

قاضی ابوالطیب طبری نے امام شافعی، امام مالک، امام ابوحنیفہ، حضرت ابوسفیان اور علماء کی ایک جماعت سے ایسے الفاظ نقل کیے ہیں، جن کا مفہوم یہ ہے کہ سماع[1] حرام ہے۔

---

[1] اگر اس سے مراد قرآن مجید کا سماع ہے، تو یہ افضل کام ہے۔ اگر اس سے مراد نعتیہ کلام سننا ہے جس میں شرک و بدعت کی باتیں نہ ہوں، تو بھی درست ہے اور اگر محض اشعار کا سماع ہو، جس میں فحاشی اور برائی نہ ہو، تو بھی مباح ہے لیکن گانا بجانا، ساز کے ساتھ اشعار سننا ہو یا غیر محرم عورتوں سے غزلیں سننا ہو تو یہ گناہ اور فحاشی ہے اور کوئی شریف مسلمان ایسی مجلس میں شریک ہونے کی جرأت نہیں کرتا۔

(مترجم)

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب آداب القاضی میں لکھا: غناء ایک بیہودہ کام ہے جو باطل کے ساتھ مشابہ ہے جو جس قدر (گانے بجانے) کا سماع کرے گا، وہ بدمعاش ہے، اس کی گواہی قبول نہیں کی جائے گی۔

قاضی ابوالطیب کا فرمان ہے: غیر محرم عورت سے سماع کرنا امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے اصحاب کے نزدیک حرام ہے، چاہے سامنے ہو، یا پردے میں ہو اور چاہے آزاد ہو، چاہے غلام ہو۔ فرمایا: امام شافعی رحمۃ اللہ کا قول ہے: اگر کسی لونڈی سے اشعار سننے کے لیے لوگ جمع ہوا کریں، تو لونڈی کا مالک ایک بدمعاش آدمی قرار پائے گا اور اس کی گواہی قبول نہیں ہوگی۔

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ ڈنڈے سے ٹک ٹک کرنا بھی جائز نہیں، اسے زندیق لوگوں نے ایجاد کیا تاکہ لوگ قرآن مجید کی تلاوت سے غافل ہو جائیں۔

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ حدیث کی رُو سے نرد کے ساتھ کھیلنا دوسرے تمام کھیلوں سے زیادہ بُرا کام ہے اور میں شطرنج کو بھی پسند نہیں کرتا اور لوگ جو کھیل بھی کرتے ہیں، سب کو ناپسند کرتا ہوں، اس لیے کہ کھیل کود اہلِ دین کا شیوہ نہیں اور نہ ہی اچھے لوگوں کا انداز ہے۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے گانے سے منع فرمایا ہے۔ اور فرمایا: اگر کوئی شخص ایک لونڈی خریدے، بعد میں پتہ چلا کہ یہ ایک گانے والی لونڈی ہے، تو اسے واپس کرنے کا اختیار ہے، (اس لیے کہ مسلمان کی لونڈی میں یہ عیب ہے اور عیب ظاہر ہونے پر چیز کو واپس کیا جا سکتا ہے) تمام اہلِ مدینہ کا یہی مسلک ہے۔

حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، کے نزدیک غناء ایک گناہ ہے۔ تمام اہلِ کوفہ کے علمائے کرام، مثلاً حضرت سفیان ثوری، حضرت حماد، حضرت ابراہیم اور حضرت شعبی وغیرہ رحمہم اللہ تعالیٰ سب کا یہی خیال ہے جسے قاضی ابوالطیب طبری رحمۃ اللہ علیہ نے نقل کیا ہے۔

باب ۹۹

بدعت و اتباعِ خواہش کی ممانعت

حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (دین میں) نئے ایجاد شدہ امور سے بچو اس لیے کہ ہر نئی ایجاد بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے اور ہر گمراہی جہنم میں لے جائے گی۔ ؎

حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے ہمارے اس دین (اسلام) میں وہ نئی بات (عقیدہ یا کتاب و سنت کے خلاف عمل) ایجاد کیا، وہ مردود ہے۔

حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم پر لازم ہے کہ میری سنت اور میرے بعد آنے والے خلفائے راشدین کی سنت سے وابستہ رہو۔

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ جو چیز کتاب و سنت اور اجماعِ ائمہ کے خلاف ہو وہ بدعت اور مردود ہے۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے ایک نیکی کی بنیاد رکھی، اس کے لیے

اس کا اجر ہے اور جو قیامت تک اس پر عمل کرے گا اور اسے بھی اجر ملتا رہے گا اور جس نے کسی بُرائی کی بنیاد رکھی۔ اس پر اس کا گناہ ہے اور جو قیامت تک عمل کرے گا، اس کا گناہ بھی اسی پر ہو گا۔

حضرت قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، نے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کی وضاحت کی:

وَاَنَّ هٰذَا صِرَاطِىْ مُسْتَقِيْمًا فَاتَّبِعُوْهُ ۔ (اور بے شک میری یہ راہ سیدھی ہے، اس کی اتباع کرو)

فرمایا: یاد رکھو، صحیح راہ ایک ہے اور یہی ہدایت ہے، اس کا انجام جنت ہے، اور ابلیس نے کئی راہیں نکال رکھی ہیں، وہ سب گمراہی کی ہیں، ان کا انجام جہنم ہے۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے سمجھانے کو اپنے دستِ مبارک سے ایک خط کھینچا، پھر فرمایا: یہ اللہ تعالیٰ کی سیدھی راہ ہے۔ پھر اس کے دائیں بائیں کئی خطوط کھینچے۔ پھر فرمایا: ان میں سے ہر راہ پر ایک شیطان بیٹھا دعوت دے رہا ہے۔ پھر یہ مندرجہ بالا آیت پڑھی:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے: کہ یہ گمراہی کی راہیں ہیں۔

حضرت ابن عطیہ رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان ہے: غلط راہوں سے مراد یہودیت، عیسائیت، مجوسیت اور اسلام کے سوا تمام اقوام اور بدعتیوں اور گمراہوں کی راہیں ہیں، اسی طرح جو لوگ اسلام سے ہٹے اور بحث و جدال میں تعمق کرنے والے ہیں۔ گویا یہ سب راہ سے ہٹ گئے اور غلط اعتقادات میں جا گرے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو میری سنت سے بے رغبت ہوا، وہ مجھ سے نہیں۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس قوم نے بھی اپنے نبی کے بعد اپنے دین میں بدعت جاری کی، تو وہ اسی قدر سنت کھو بیٹھی۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آسمان کے نیچے خواہش جس کی پیروی

کی جائے، اس سے بڑا معبود (باطل) کوئی نہیں۔ (یعنی خواہش کا اتباع دین کے مقابلے میں شدید ترین جرم ہے)

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اما بعد! بہترین کلام، اللہ کی کتاب ہے اور بہترین طریق محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا طریق ہے اور بدترین کام محدثات (دین میں نئی ایجادات) ہیں اور ہر محدثہ (دین میں نئی ایجاد بطورِ مسئلہ کے) بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے۔ اور مجھے تم پر ان شہوات کے بارے میں ڈر ہے جو تمہارے پیٹوں اور شرمگاہوں اور خواہشات کے گمراہ کن امور میں ہیں۔ محدثات سے بچ کر رہو، اس لیے کہ ہر محدثہ (بدعت) گمراہی ہے۔

حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے ہر بدعتی سے توبہ روک رکھی ہے، جب تک کہ وہ بدعت نہ چھوڑ دے۔

حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کسی بدعتی کا روزہ قبول نہیں کرتا، اور نہ ہی حج اور نہ ہی کوئی عمرہ اور نہ ہی جہاد اور نہ ہی کوئی فرض اور نہ ہی نفل قبول ہوتا ہے اور وہ اسلام سے اس طرح نکل جاتا ہے کہ جیسے گندھے ہوئے آٹے سے بال نکل جاتے۔ میں نے سفید (روشن) طریق پر تمہیں چھوڑا ہے، جس کی رات بھی دن کی طرح روشن ہے، اس سے جو بدراہ ہوگا، وہ ہلاک ہوگا۔ ہر رگ کی ایک تڑپ ہے اور ہر تڑپ میں تساہل (خرابی) ہے جس کی تڑپ میری سنت کی طرف ہوئی، وہ ہدایت پا گیا اور جس کی طبیعت دوسری طرف راغب ہوئی، وہ برباد ہوا۔ مجھے اپنی امت پر تین سے خطرہ ہے:

۱۔ عالم کی لغزش سے، ۲۔ خواہش سے، جس کی پیروی کی جائے، ۳۔ ظالم حکمران سے۔ اسے ترمذی نے روایت کیا اور کئی مقام پر حسن بتایا، بعض مقام میں اسے صحیح بتایا گیا ہے۔

آلاتِ لہو کی ممانعت

صحیح بخاری میں ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے اپنے ساتھی سے کہا: آؤ جوا کھیلیں، وہ صدقہ کرے۔ (یعنی گناہ کے کام کی طرف بلائے، چاہے وہ کام نہ کرے، تب بھی غلطی کی، کیا خبر کسی وقت گناہ میں جا گرے، اس لیے توبہ کرے اور صدقہ کرے۔)

مسلم، ابوداؤد اور ابن ماجہ میں روایت ہے کہ جو نرد یا نرد شیر کے ساتھ کھیلا، اس نے گویا خنزیر کے گوشت میں ہاتھ اپنا ڈبو دیا۔

احمد وغیرہ نے روایت کیا کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو نرد کے ساتھ کھیلتا ہے، پھر اٹھ کر نماز پڑھتا ہے، اس کی مثال ایسے ہے جیسے کہ ایک شخص پیپ اور خنزیر کے لہو کے ساتھ وضو کرتا ہے اور پھر اٹھ کر نماز پڑھنے لگتا ہے، یعنی اس کی نماز قبول نہیں ہوگی، جیسے کہ دوسری روایت میں اس کی صراحت ہے۔

بیہقی نے حضرت یحییٰ بن کثیر سے نقل کیا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک ایسی قوم پر گذر ہوا جو نرد (ایک ایرانی کھیل کا نام) کھیل رہی تھی۔ آپ نے فرمایا: دل غافل ہیں، ہاتھ (فضول) کام میں تھک رہے ہیں اور زبانیں بے ہودہ گوئی کر رہی ہیں۔

دیلمی کی روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم ان لوگوں کے پاس سے گزرو، جو ان تیروں اور شطرنج اور نرد کے ساتھ کھیل رہے ہوں یا جو اس سے مشابہ کھیل ہو (اور وہ حرام ہو) تو ان پر سلام نہ کرو، اگر وہ سلام کریں، تو تم ان کے سلام کا جواب نہ دو۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تین چیزیں میسر (جاہلیت کا جوا) میں سے ہیں: قمار (جوا)، پانسہ لگانا، کبوتر بازی پر لگانا۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، ایک ایسی قوم کے پاس سے گزرے جو شطرنج کھیل رہی تھی۔ فرمایا: یہ کیا بُت ہیں، جن پر تم جھکے ہوتے ہو۔ تم میں سے کسی کو آگ کا انگارہ اس مدت تک لگا رہے کہ وہ ٹھنڈا ہو جائے، یہ اس سے بہتر ہے کہ تم اس شطرنج کو ہاتھ لگاؤ، پھر فرمایا: اللہ کی قسم! تم اس کے علاوہ کسی دوسرے کام کے لیے پیدا کیے گئے ہو۔

نیز فرمایا: شطرنج کھیلنے والا سب لوگوں سے زیادہ جھوٹا ہے۔ ایک کہتا ہے: میں نے مار دیا، حالانکہ اس نے مارا نہیں۔ اور ایک کہتا ہے، وہ مر گیا، حالانکہ وہ مرا نہیں۔ (یعنی بے ہودہ اور لغو کلام ہے)

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا فرمان ہے: شطرنج صرف گناہ گار ہی کھیلتا ہے اور اگر گناہ گار توبہ نہ کرے، تو اس کا انجام دوزخ ہے۔)

یاد رہے باجے اور کھیل یا تو حرام ہیں جیسے کہ طنبورہ، طبلہ، باجہ، سارنگی، گانے بجانے کے آلات، بانسری اور جو بھی طرب پیدا کرنے والی آواز ہو یا تنہا ہو، یہ سب حرام ہیں یا جس کی وجہ سے غنا میں اضافہ ہو، چاہے طرب پیدا نہ کرے، مثلاً جھانجھ یا بانس مارنا کہ آواز پیدا ہو، اگر یہ موسیقی اور غنا پیدا کرے، تو غلط ہے، ورنہ مباح ہے اور جو چیز موسیقی پیدا نہ کرے، بلکہ محض آگاہ کرنا اور ڈرانا مقصود ہو جیسے کہ بگل یا جنگی طبل لگانا یا مجمع کو آگاہ کرنے ڈگڈگی بجانا یا نکاح کے وقت دف بجا کر موسیقی پیدا کیے بغیر اعلان کرنا یہ سب مباحات میں داخل ہیں۔

باب ۱۰۱

ماہِ رجب کے فضائل

رجب دراصل ترجیب سے مشتق ہے، اس کا معنی ہے تعظیم کرنا، اس کو الاحسب (سب سے تیز بہاؤ) بھی کہا جاتا ہے، اس لیے کہ اس مہینے میں توبہ کرنے والوں پر رحمت کا بہاؤ تیز ہو جاتا ہے اور عبادت گزاروں پر انوارِ قبولیت کا فیضان ہوتا ہے۔ اسے الاصم (سب سے زیادہ بہرہ) بھی کہا جاتا ہے، کیونکہ اس مہینے میں جنگ وجدال کی آواز قطعاً نہیں سُنی جاتی۔ اسے رجب بھی کہا جاتا ہے اور یہ جنت میں ایک نہر کا نام ہے جس کا پانی دودھ سے زیادہ سفید، شہد سے زیادہ میٹھا، برف سے زیادہ ٹھنڈا ہے، اس سے وہی پانی پیے گا جو رجب کے مہینے میں روزے رکھے گا۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، رجب اللہ تعالیٰ کا مہینہ ہے، شعبان میرا مہینہ ہے، اور رمضان میری امت کا مہینہ ہے۔

اہلِ اشارہ (صوفیاء کرام) کا فرمان ہے، رجب میں تین حروف ہیں، راء، جیم، اور باء، راء سے مراد اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے، جیم سے مراد بندے کا جرم ہے اور باء سے مراد اللہ تعالیٰ کی بِرّ (بھلائی کرنا) مراد ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: میرے بندے کے جُرم کو میری رحمت اور بھلائی (بخشش) کے درمیان کر دو۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے ستائیس رجب کو روزہ رکھا، اس کے لیے ساٹھ ماہ کے روزوں کا ثواب لکھا جائے گا، یہی وہ دن ہے کہ جب پہلی بار حضرت جبرائیل علیہ السلام وحی لے کر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

پر نازل ہوئے۔ اسی ماہ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج شریف کرایا گیا۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یاد رکھو، رجب اللہ کا اُصَمّ مہینہ ہے جس نے رجب میں ایک دن روزہ رکھا، ایمان کے ساتھ اور محاسبہ کرتے ہوئے، تو اس کے لیے اللہ تعالیٰ کی رضوانِ اکبر (سب سے بڑی رضامندی) لازم ہو گئی۔

ایک قول یہ ہے: اللہ تعالیٰ نے مہینوں کو چار کے ساتھ مزین فرمایا: ذی قعدہ، ذی الحجہ، محرم اور رجب کے ساتھ۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

مِنْهَا اَرْبَعَةٌ حُرُمٌ (اس سے چار محترم ہیں)

چنانچہ محترم مہینے تین تو مسلسل ہیں اور ایک علحدہ ہے اور یہ رجب ہے۔

حکایت ہے کہ بیت المقدس میں ایک عورت رجب میں ہر روز بارہ ہزار قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ (سورۂ اخلاص) پڑھتی تھی۔ رجب کے مہینے میں اُونی کپڑا پہنتی تھی، وہ بیمار ہو گئی اور اس نے اپنے بیٹے کو حکم دیا کہ میرے ساتھ میرا اونی لباس دفن کر دینا۔ جب وہ فوت ہوئی، تو اسے عمدہ کپڑوں میں دفن کر دیا گیا۔ پھر اسے خواب میں دیکھا تو بیٹے کو کہا، میں تجھ پر راضی نہیں ہوں، اس لیے کہ تو نے میری وصیت پر عمل نہیں کیا۔ وہ گھبرا کر اٹھا اور اس نے اونی لباس لیا تاکہ اسے قبر میں ساتھ ہی دفن کر دے، جب اس کی قبر کھودی، تو اپنی ماں کو قبر میں موجود نہیں پایا، وہ بہت حیران ہوا۔ اچانک ایک آواز سنی کہ کیا تو نے نہیں سنا، جس نے رجب میں ہماری عبادت کی ہم نے اسے تنہا نہیں چھوڑا۔

مروی ہے کہ رجب کے پہلے جمعہ سے جب رات کا تہائی حصہ باقی رہ جاتا ہے، تو ہر فرشتہ رجب کے روزے رکھنے والے کے لیے دعائے مغفرت کرتا ہے۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے کہ جنابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے ماہِ حرام میں تین روزے رکھے، اس کے لیے نو سو برس کی عبادت کا ثواب لکھ دیا گیا۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
سے نہ سنا ہو، تو میرے کان بہرے کان ہو جائیں۔

ایک لطیف حکمت

محترم مہینے چار ہیں اور بلند پایہ فرشتے بھی چار ہیں اور افضل الکتب بھی چار ہیں اور وضو کے اعضاء (جن کو دھونا) فرض ہے، وہ بھی چار ہیں، افضل ترین تسبیح کے کلمات بھی چار ہیں، یعنی: ۱۔ سُبحان اللہ، ۲۔ الحمد للہ، ۳۔ لا الہ الا اللہ، ۴۔ اللہ اکبر۔

اور حساب کے بنیادی ستون بھی چار ہیں:

۱۔ احاد ہندسے، ۲۔ دس والے، ۳۔ سو والے، ۴۔ ہزار والے۔

اوقات بھی چار ہیں: ۱۔ گھڑیاں، ۲۔ دن، ۳۔ مہینے، ۴۔ سال۔

سال کے موسم بھی چار ہیں: ۱۔ بہار، ۲۔ گرما، ۳۔ خزاں، ۴۔ سرما۔

طبائع بھی چار ہیں: ۱۔ حرارت، ۲۔ برودت، ۳۔ یبوست، ۴۔ رطوبت۔

بدن کے بڑے اجزا بھی چار ہیں: ۱۔ صفراء، ۲۔ سوداء، ۳۔ خون، ۴۔ بلغم۔

خلفائے راشدین بھی چار ہیں: ۱۔ ابوبکر، ۲۔ عمر، ۳۔ عثمان، ۴۔ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔

دیلمی کی روایت ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا: میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا، اللہ تعالیٰ چار راتوں میں بھلائی کی مہر لگاتا ہے: عید قربان کی رات کو، عید الفطر کی رات کو، نصف شعبان کو اور رجب کی پہلی رات کو۔

نیز امام دیلمی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابو امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت نقل کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پانچ راتیں ایسی ہیں کہ ان میں کوئی دُعا رد نہیں ہوتی:

۱۔ رجب کی پہلی رات، ۲۔ نصف شعبان کی رات (یعنی ۱۴ اور پندرہ کی درمیانی رات)
۳۔ جمعہ رات، ۴۔ دونوں عیدوں کی رات، (یعنی وہ رات کہ صبح عید ہوتی ہے)

باب نمبر ۱۰۱

شعبان المبارک کے فضائل

شعبان کو اس لیے شعبان کہا گیا کہ اس سے خیر کثیر نکلتی ہے۔ شعبان دراصل شعب سے مشتق ہے۔ اس کا معنی ہے پہاڑ کو جانے کا راستہ، اور یہ بھلائی کا راستہ ہے۔

حضرت ابوامامہ باہلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب شعبان آتا تو فرمایا کرتے: اس میں اپنی جانوں کو پاک کرو، اور اپنی نیتوں کو درست کرو

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس قدر روزہ رکھتے کہ ہم کہتے کہ افطار نہیں کرینگے اور گاہے اس قدر طویل افطار کرتے کہ ہم سمجھتے کہ روزے نہیں رکھیں گے۔ (یعنی ایک انداز مقرر اور لازم نہیں کرتے تھے) البتہ آپ شعبان المعظم میں کثرت سے روزے رکھتے۔

نسائی میں حضرت اسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے کہ میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! میں آپ کو اس قدر روزے رکھتا نہیں دیکھتا جس قدر کہ شعبان میں روزے رکھتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: یہ وہ مہینہ ہے جس سے لوگ غافل ہیں۔ یہ رجب اور رمضان کے درمیان ہے اور یہ وہ مہینہ ہے کہ جس میں لوگوں کے اعمال رب العالمین کے سامنے پیش کیے جاتے ہیں، میں نے پسند کیا کہ میرا عمل پیش ہو تو میں روزے سے ہوں۔

صحیحین میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو رمضان المبارک کے علاوہ کسی مکمل مہینے میں روزے رکھتے نہیں دیکھا اور شعبان سے زیادہ کسی مہینے میں روزے رکھتے نہیں دیکھا۔

ایک روایت میں ہے : آپ سارا شعبان ہی روزے رکھتے۔

مسلم کی روایت ہے : آپ شعبان کا مہینہ تھوڑے دن کم روزے رکھتے۔

یہ روایت پہلی کی توضیح کرتی ہے (یعنی اس قدر روزے رکھتے کہ گویا سارا مہینہ ہی روزہ رکھا، یعنی کل سے مراد زیادہ (اغلب) ہے۔

منقول ہے کہ آسمان میں فرشتوں کی دو عید کی راتیں ہیں جیسے کہ مسلمانوں کی زمین پر دو دن کی عیدیں ہیں۔ فرشتوں کی عید کی رات شب برات ہے جو نصف شعبان میں ہوتی ہے اور لیلۃ القدر ہے (جو رمضان المبارک میں آتی ہے) اور مسلمانوں کی عید دو دن، فطر کا دن اور قربانی کا دن ہے، اس لیے نصف شعبان کی رات کو فرشتوں کی عید کا نام دیا گیا۔

امام سبکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنی تفسیر میں نقل کیا کہ اس رات کو عبادت کرنے سے سال کے گناہ معاف ہوتے ہیں اور جمعہ کی رات کو عبادت کرنے سے ہفتہ بھر کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں، اسے لیلۃ التکفیر (گناہوں کی معافی کی رات) بھی کہا جاتا ہے اور شب حیات بھی کہا جاتا ہے، اس لیے کہ امام منذری نے مرفوع روایت نقل کی ہے جس نے عید کی دونوں راتوں میں نصف شعبان کی رات کو شب بیداری کی (عبادت کی)، اس کا دل نہیں مرے گا جس دن دل مریں گے۔ اس کا نام لیلۃ الشفاعۃ (شفاعت کی رات) بھی ہے۔

روایت میں ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تیرھویں شب کو اللہ تعالیٰ کے سامنے اپنی امت کی شفاعت کی، تو آپ کو تہائی عطا ہوا، پھر چودھویں شب کو دعا کی، تو دو تہائی عطا ہوا۔ پھر پندرھویں شب کو دعا کی تو سب کچھ عطا ہوا، سوائے اس کے کہ جو اللہ تعالیٰ سے بدکے ہوئے اونٹ کی طرح دور بھاگے، یعنی نافرمانی کر کے اللہ سے دور بھاگے

اس کا نام شب مغفرت بھی ہے، اس لیے کہ امام احمد کی روایت میں ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نصف شعبان کو بندوں پر نظر فرماتا ہے پھر اہل زمین کو معاف کرتا ہے، سوائے دو کے، ۱۔ شرک، ۲۔ کینہ ور

اس کا نام شبِ آزادی بھی ہے۔ ابن اسحاق نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا، وہ فرماتے ہیں: جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے ایک ضروری کام سے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے مکان تک بھیجا۔ میں نے (حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کو عرض کیا: آپ جلدی فرمادیں۔ میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس حال میں چھوڑ کر آیا ہوں کہ آپ نصف شعبان کی رات کے بارے میں مسائل بتا رہے تھے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا، اے انیس بیٹھو، میں تمہیں نصف شعبان کے بارے میں بات بتاتی ہوں۔ وہ رات جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے میری شب تھی۔ حضور میرے لحاف میں آئے اور رات کو میں بیدار ہوئی تو میں نے انہیں غیر موجود پایا۔ میں نے کہا: شاید آپ قبطی لونڈی کی طرف چلے گئے ہوں۔ میں نکلی اور مسجد میں گئی۔ چلتے چلتے (اندھیرے کی وجہ سے) میرا پاؤں آپ سے جا لگا۔ آپ یہ کہہ رہے تھے۔

سَجَدَ لَكَ سَوَادِیْ وَخَیَالِیْ وَآمَنَ بِكَ فُؤَادِیْ وَهٰذِهٖ یَدِیْ وَمَا جَنَیْتُ بِهَا عَلٰی نَفْسِیْ یَا عَظِیْمًا یُرْجٰی لِكُلِّ عَظِیْمٍ اِغْفِرِ الذَّنْبَ الْعَظِیْمَ سَجَدَ وَجْهِیَ لِلَّذِیْ خَلَقَهٗ وَصَوَّرَهٗ وَشَقَّ سَمْعَهٗ وَبَصَرَهٗ۔

(میرے بدن اور میری صورت نے آپ کو سجدہ کیا، میرا دل آپ پر ایمان لایا اور میرے ہاتھ ہیں اور جو میں نے ان کے ساتھ اپنے پر زیادتی کی۔ اے عظیم، ہر بڑی بات میں اس پر امید کی جاتی ہے، بڑا گناہ معاف کر دے میرے چہرے نے اسے سجدہ کیا جس نے اسے پیدا کیا، اس کی صورت بنائی اور اس کے کان اور آنکھ بنائی۔)

پھر آپ نے سر اٹھایا اور یہ دعا کی:

اَللّٰهُمَّ ارْزُقْنِیْ قَلْبًا تَقِیًّا نَقِیًّا مِنَ الشِّرْكِ بَرِیًّا لَا كَافِرًا

(اے اللہ! مجھے ایسا دل عطا فرما جو پرہیزگار، شرک سے پاک، نیک ہو، نہ کافر اور نہ ہی

وَلَا شَقِيًّا۔ (بدبخت ہو۔)

پھر دوبارہ سجدہ کیا۔ میں نے آپ کو یہ پڑھتے ہوئے سنا:

أَعُوْذُ بِرِضَائِكَ مِنْ سَخَطِكَ وَبِعَفْوِكَ مِنْ عُقُوْبَتِكَ وَبِكَ مِنْكَ لَا أُحْصِيْ ثَنَاءً عَلَيْكَ أَنْتَ كَمَا أَثْنَيْتَ عَلٰى نَفْسِكَ أَقُوْلُ كَمَا قَالَ أَخِيْ دَاوٗدُ أُعَفِّرُ وَجْهِيْ فِي التُّرَابِ لِسَيِّدِيْ وَحَقٌّ لِوَجْهِ سَيِّدِيْ أَنْ يُعَفَّرَ۔

(میں تیری ناراضگی سے تیری رضا کی پناہ مانگتا ہوں، تیری سزا سے تیری معافی کی پناہ، تجھ سے تیری پناہ، میں تیری تعریف نہیں کر سکتا، بس تو ایسا ہے جیسے کہ تو نے خود اپنی تعریف فرمائی۔ میں وہی کہتا ہوں جو میرے بھائی حضرت داؤد نے فرمائی: میں اپنے آقا کے لیے مٹی میں اپنا چہرہ خاک آلودہ کرتا ہوں اور چہرے کا حق یہ ہے کہ اپنے آقا کے سامنے خاک آلودہ ہو۔)

پھر سر اٹھایا، میں نے عرض کیا: آپ پر میرے ماں باپ فدا ہوں۔ آپ کس کام میں ہیں اور میں کس کام میں ہوں۔ آپ نے فرمایا: اے حمیرا (حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا) کیا تم نہیں جانتی کہ یہ شب، نصف شعبان کی شب ہے۔ اللہ تعالیٰ کے اس شب میں بنی کلب کی بکریوں کے بالوں کے برابر دوزخ سے آزاد کردہ ہیں (یعنی بے شمار لوگوں کو دوزخ سے آزاد فرماتا ہے) سوائے چھ کے:

۱۔ شراب کا عادی، ۲۔ والدین کا نافرمان، ۳۔ عادی زنا کرنے والا۔
۴۔ قطع تعلق کرنے والا، ۵۔ فتنہ باز، ۶۔ چغل خور۔

ایک روایت میں مضرب (فتنہ باز) کی بجائے تصویریں بنانے والا ہے۔

اس کو لیلۃ القسمۃ والتقدیر (تقسیم اور تقدیر کی رات بھی کہا جاتا ہے۔

حضرت عطا بن یسار کی روایت ہے کہ جب نصف شعبان کی رات آتی ہے، تو ملک الموت کو ہر آدمی کا نام (زندوں کی فہرست سے کاٹ کر) لکھ کر دے دیا جاتا ہے،

جو شعبان سے آئندہ شعبان تک مرے گا۔ اور حال یہ ہے کہ ایک آدمی کھیتی بو رہا ہوتا ہے، ایک آدمی نکاح کر رہا ہوتا ہے اور ایک آدمی عمارت بنا رہا ہوتا ہے اور ملک الموت اس انتظار میں ہوتا ہے کہ حکم ہو۔ اور جان قبض کرلے۔

باب ۱۰۲

ماہِ رمضان المبارک کے فضائل

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ۔

(اے ایمان والو تم پر روزے فرض کیے گئے جیسے کہ ان پر فرض کیے گئے جو کہ تم سے پہلے تھے)

حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سے مروی ہے کہ ہم سے پہلے روزہ عشاء سے لیکر آئندہ رات تک (طویل) رکھا جاتا تھا جیسے کہ ابتدائے اسلام میں تھا اور اہلِ علم کی ایک جماعت سے مروی ہے کہ عیسائیوں پر بھی روزہ لازم تھا۔ اب کبھی وہ گرما میں آجاتا اور کبھی سرما میں آجاتا۔ چنانچہ سفر میں اور کاروبار کے سلسلے میں ان کو مشقت محسوس ہوئی، تو ان کے بڑوں نے اجتماعی رائے کے ساتھ فیصلہ کیا کہ ہم سرما اور گرما کے درمیان بہار کے موسم میں روزے مقرر کرلیں اور (بے ایمانی) کے گناہ کو دھونے کے لیے دس روزوں کا اضافہ کرلیا۔

اس کے بعد ان کے ایک بادشاہ نے مرض کی حالت میں اللہ تعالیٰ کے نام پر منت مانی کہ اگر ٹھیک ہوا، تو ایک ہفتہ زیادہ کردوں گا۔ اس کے بعد ایک اور بادشاہ آیا۔ اس نے کہا: پورے پچاس کرلو۔ پھر ان پر حیوانات کی موت کی وبا آن پڑی، تو کہنے لگے: روزے بڑھا دو چنانچہ دس کا مزید اضافہ کردیا۔

منقول ہے کہ کسی امت پر ماہِ رمضان کے روزے فرض تھے، مگر وہ گمراہ ہو گئے۔

امام بغوی رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان ہے: صحیح یہ ہے کہ رمضان ایک مہینے کا نام ہے اور یہ لفظ رمضاء سے ہے، یعنی وہ پتھر جو گرم کیا گیا ہو، اس لیے کہ وہ شدید گرمی میں روزے رکھتے تھے۔ عربوں نے جب مہینوں کے نام رکھے، تو ایسا اتفاق ہوا کہ اس کا نام (یعنی رمضان) شدید گرمی کے موسم میں تھا۔

ایک قول کے مطابق اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ گناہوں کو جلا دیتا ہے۔ یہ روزے ۲ھ میں فرض ہوئے اور یہ ضروریات دین میں سے ہیں۔ ماہِ رمضان کے روزوں کا منکر کافر ہے۔ کثیر احادیث میں روزوں کے فضائل مروی ہیں۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ جب ماہِ رمضان کی پہلی رات آتی ہے، تو تمام جنتوں کے دروازے کھل جاتے ہیں، اور سارا مہینہ ایک دروازہ بھی بند نہیں ہوتا اور اللہ تعالیٰ ایک آواز دینے والے کو حکم دیتا ہے کہ یہ آواز دو! اے بھلائی کے طلبگارو آگے بڑھو، اے برائی کے طلبگارو پیچھے ہٹو۔

پھر فرماتا ہے: ہے کوئی بخشش مانگنے والا تاکہ اسے بخش دیا جائے؟ کوئی مانگنے والا ہے؟ تاکہ جو مانگتا ہے، اسے دیا جائے؟ ہے کوئی توبہ کرنے والا تاکہ اس کی توبہ قبول کی جائے؟۔ صبح طلوع ہونے تک اسی طرح آوازیں دی جاتی ہیں۔ افطار کے وقت ہر شب اللہ تعالیٰ دوزخ سے دس لاکھ گناہ گاروں کو آزاد فرماتا ہے، جن پر عذاب لازم ہو چکا تھا۔

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شعبان کے آخری دن ہمیں خطاب فرمایا، اور کہا، اے لوگو! تم پر ایک عظیم مہینہ سایہ کر رہا ہے، اس میں قدر کی رات ہے، جو ہزار مہینے سے بہتر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے روزے فرض کر دیے اور رات کا قیام نفلی (عبادت) ہے جس نے اس میں ایک نیکی کی بات کی، گویا اس نے دوسرے (مہینے) میں فرض ادا کیا اور جس نے ایک فرض ادا کیا، گویا اس نے دوسرے

(مہینے) میں ستر فرض ادا کیے۔ یہ صبر کا مہینہ ہے اور صبر کا ثواب جنت ہے اور یہ مواسات (وغم خواری) کا مہینہ ہے۔ اس میں ایماندار کی روزی فراخ کردی جاتی ہے، جس نے اس میں کسی روزہ دار کا روزہ کھلوایا، اس کے لیے ایک غلام آزاد کرنے کا اجر ہے اور اس کے گناہوں کی معافی ہوگی۔

ہم نے عرض کیا" اے اللہ کے رسول! ہم میں سے ہر ایک اس قدر نہیں پاتا کہ روزہ دار کو افطار کرائے (یعنی مکمل کھانا کھلائے۔ آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ! یہ ثواب اس کو بھی دے گا جو کسی روزہ دار کو دودھ کا گھونٹ دے یا پانی کا گھونٹ دے یا ایک کھجور ہی کھلا دے اور جس نے روزہ دار کو سیر ہو کر کھلایا، اس کے گناہوں کی معافی ہے اور اس کو اس کا رب تعالیٰ میرے حوض سے وہ مشروب پلائے گا کہ جس کے بعد وہ کبھی بھی پیاسا نہیں ہوگا اور اس کے لیے وہی اجر ہوگا، بغیر اس کے لیے کہ اس کا اپنا اجر کم ہو اور یہ مہینا ایسا ہے کہ اس کا آغاز رحمت ہے، اس کا درمیان معافی ہے اور اس کا آخر دوزخ سے آزادی ہے جس نے اپنے غلام سے اس میں بوجھ ہلکا کر دیا۔ اللہ تعالیٰ اسے آگ سے آزاد کر دے گا۔ پس اس میں چار کام کثرت سے کرو۔ دو کاموں کے ساتھ تم اپنے رب کو راضی کر لوگے اور دو کاموں کے بغیر چارۂ کار نہیں۔ وہ دو کام کہ جن کے ساتھ تم اپنے رب کو کثرت سے راضی کر لوگے، وہ یہ ہیں:

۱۔ گواہی دینا کہ اللہ تعالیٰ کے بغیر کوئی معبود نہیں (لا الہ الا اللہ کثرت سے پڑھنا)

۲۔ اور اس سے معافی مانگنا (یعنی استغفار کرنا)

اور جن دو کاموں کے بغیر تمہیں چارۂ کار نہیں، وہ یہ ہیں:

۱۔ اپنے رب سے جنت مانگنا۔ ۲۔ دوزخ سے پناہ مانگنا۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: جس نے رمضان شریف کے روزے ایمان کے ساتھ اور محاسبہ کرتے ہوئے رکھے، اس کے تمام اگلے اور پچھلے گناہ معاف کردیے جاتے ہیں۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے : (کہ فرمان خداوندی ہے) ابنِ آدم کا ہر عمل اس کا سوائے روزہ کے، یہ میرے لیے ہے اور میں ہی اس کی جزاء دوں گا اور یہ کس قدر خوش بختی ہے کہ باری تعالیٰ نے اس عبادت کو اپنی طرف منسوب فرمایا اور فرمایا کہ یہ میرے لیے ہے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے : میری امت کو رمضان شریف کے مہینے میں پانچ باتیں عطا ہوئیں جو پہلے کسی امت کو عطا نہیں ہوئی ہیں :

۱۔ روزے دار کے منہ کی بُو، اللہ تعالیٰ کے نزدیک مشک کی خوشبو سے زیادہ پاکیزہ ہے۔

۲۔ فرشتے ان کے لیے دُعائے مغفرت و بخشش کرتے ہیں، حتیٰ کہ افطار کر لیں۔

۳۔ متکبر شیاطین جکڑ دیے جاتے ہیں۔

۴۔ اللہ تعالیٰ ہر روز جنت کو آراستہ فرماتا ہے، اور فرماتا ہے کہ قریب ہے کہ میرے بندوں سے تکلیف و کمزوری دور ہو جائے۔

۵۔ آخری رات میں انہیں بخش دیا جاتا ہے۔

عرض کیا گیا : اے اللہ کے رسول ! کیا یہ آخری رات) قدر کی رات ہے ؟ فرمایا : نہیں، بلکہ جب کام مکمل کرے، تو اس کو پوری مزدوری ملتی ہے۔

باب ۱۰۳۷

لیلۃ القدر کی فضیلت

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ، سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بنی اسرائیل کے ایک آدمی کا ذکر ہوا جس نے ایک ہزار مہینہ تک اللہ تعالیٰ کی راہ میں ہتھیار اٹھائے رکھے۔ جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس پر تعجب ہوا اور اپنی امت کے لیے بھی ایسی نیکی کی تمنّا کی اور دُعا کی: اے رب تعالیٰ! آپ نے میری امت کی عمریں سب سے چھوٹی کر دیں اور اعمال کم کر دیے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو لیلۃ القدر عطا فرمائی جو کہ اس اسرائیلی آدمی کے اللہ تعالیٰ کی راہ میں ہزار ماہ تک ہتھیار بند ہونے سے زیادہ بہتر ہے اور یہ قیامت تک کے لیے آپ کی امت کو موقع دیدیا۔ یہ بھی خصوصیات امتِ محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے۔

بنی اسرائیل کے اس آدمی کا نام شمعون تھا، انہوں نے دشمنوں کے ساتھ ایک ہزار ماہ تک جہاد کیا کہ ان کے گھوڑے کے بال بھی خشک نہیں ہوئے اور اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ قوت وہمت کے باعث کافروں کو مغلوب کر دیا۔ کافر اس کی وجہ سے سخت تنگ آگئے تھے، انہوں نے اس کی بیوی کے پاس ایک قاصد بھیجا اور ضمانت دی کہ ہم تجھے سونے کا ایک طشت جو سونے سے بھرا ہوگا، وہ دیں گے، بشرطیکہ تم اسے پکڑا دو، تاکہ ہم اسے اپنے مکان میں لے آئیں اور اس سے آرام پائیں۔ جب وہ رات کو سو گیا، تو اس کی بیوی نے رسی کے ساتھ اسے باندھ دیا۔ جب وہ بیدار ہوا، تو اس نے اپنے اعضاء کو ہلایا تو تمام رسیاں توڑ دیں۔ اس نے بیوی سے پوچھا: یہ کیوں کیا؟ اس نے کہا: میں تمہاری طاقت معلوم کرنا چاہتی تھی۔ جب کافروں کو پتہ چلا، تو انہوں نے اس کے پاس زنجیر بھیجی۔ اس نے پہلے کی طرح زنجیر کو بھی توڑ دیا۔

اب ابلیس کافروں کے پاس آیا اور ان سے کہا: ان کی بیوی سے کہو کہ وہ اس صالح مرد سے پوچھے: وہ کس چیز کو کاٹ نہیں سکتا تاکہ وہی چیزیں بھیجیں۔ عورت نے پوچھا، تو اس نے کہا: میری زلفیں۔ اس کی آٹھ لمبی زلفیں تھیں جو زمین پر گھسٹتی تھیں۔ اب جب وہ سو گیا، تو عورت نے اس کے دونوں پاؤں چار کے ساتھ اور دونوں ہاتھ چار کے ساتھ باندھ دیے۔ کافر آئے اور اسے پکڑ کر ایک ذبح خانے میں لے گئے، جس کی اونچائی چار سو گز تھی اور اسی قدر طول و عرض تھا۔ اس میں ایک ستون تھا، انہوں نے اس کے کان اور ہونٹ کاٹ دیے، تمام کافر اس کے سامنے موجود تھے۔ اس نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی: اے اللہ! اس بندھن کو توڑنے کی ہمت عطا فرمائے اور یہ کہ ستون کو ہلا دے اور ان پر گرا کر انہیں ختم کر دے۔ اللہ تعالیٰ نے اسے ہمت عطا کر دی، وہ ہلا اور بندھن توڑ دیا اور ستون کو ہلایا اور چھت ان پر گر پڑا۔ اللہ تعالیٰ نے سب کافروں کو ہلاک کر دیا اور وہ ان سے بچ کر واپس آ گیا۔ جب جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام نے یہ سنا، تو عرض کیا: اے اللہ کے رسول! کیا ہم معلوم کر سکتے ہیں کہ اس کا ثواب کس قدر رہے۔ آپ نے فرمایا: میں نہیں جانتا۔ پھر آپ نے رب تعالیٰ کے حضور دُعا کی: تو اللہ تعالیٰ نے لیلۃ القدر عطا فرمائی۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب لیلۃ القدر آتی ہے، تو حضرت جبرائیل علیہ السلام فرشتوں کی جماعت میں اترتے ہیں اور کھڑے ہو کر یا بیٹھ کر ذکر اللہ کرنے والے کے لیے دعا کرتے اور اس کو سلام کرتے ہیں۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا فرمان ہے: لیلۃ القدر کی رات میں زمین پر کنکر سے زیادہ تعداد میں فرشتے نازل ہوتے ہیں، چنانچہ ان کے نازل ہونے کے لیے آسمان کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں جیسے کہ مروی ہے کہ کثرت سے انوارات ہوتے ہیں اور عظیم تجلیات ہوتی ہیں اور اس میں فرشتے اور لوگ متفرق طور پر عیاں ہوتے ہیں۔ بعض کو

آسمانوں اور زمین کے فرشتے نظر آتے ہیں، تو آسمانوں کے حجاب کھل جاتے ہیں، وہ وہاں فرشتوں کا مکاشفہ ہوتا ہے، بعض کھڑے ہیں، بعض بیٹھے ہیں، بعض رکوع میں ہیں، بعض سجدہ میں ہیں، بعض شکر کر رہے ہیں، بعض سبحان اللہ پڑھ رہے ہیں، اور بعض لاالہ الا اللہ پڑھ رہے ہیں اور بعض کو جنت کا مکاشفہ ہوتا ہے کہ اس میں محلات، مکانات، حوریں، نہریں، درخت اور پھل ہیں۔ رحمٰن تعالیٰ کے عرش کا مکاشفہ ہوتا ہے اور اس کی چھت کا کشف ہوتا ہے اور انبیاء، صدیقین، شہداء اور اولیاء کے مراتب کا پتہ چلتا ہے۔ وہ عالم ملکوت، اور عالم رحموت کی سیر کرتا ہے، دوزخ کا مشاہدہ کرتا ہے، اور اس کی وادیاں دیکھتا ہے، اس طرح کفار کے حالات سے آگاہ ہوتا ہے۔ بعض سے اللہ تعالیٰ کے جمال حجابات کھل جاتے ہیں؛ چنانچہ اسے صرف اسی کا مشاہدہ ہوتا ہے۔[1]

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سے مروی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جس نے ماہِ رمضان کی ستائیسویں شب صبح تک زندہ کی (عبادت کی) تو وہ مجھے رمضان کے قیام سے زیادہ عزیز ہے۔ حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا نے عرض کیا، اے ابا جان! کمزور مرد عورتیں جو قیام شب پر قادر نہیں، وہ کیا کریں؟ آپ نے فرمایا: وہ تکیے نہ رکھیں کہ جن پر ٹیک لگاتے ہیں اور اسی رات ایک گھڑی بیٹھ کر اللہ تعالیٰ سے دعا کریں۔ مجھے یہ بات اپنی ساری اُمت کے قیامِ رمضان سے زیادہ پسند ہے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی روایت ہے کہ جناب رسول اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے لیلۃ القدر کو شب بیداری کی اور اس رات میں دو رکعت پڑھیں اور اللہ تعالیٰ سے بخشش مانگی۔ اللہ تعالیٰ اسے معاف کر دے گا اور اس نے اللہ تعالیٰ کی رحمت میں غوطہ لگا لیا اور جبرائیل علیہ السلام اپنا پَر لگائیں گے اور جس کو حضرت جبرائیل علیہ السلام پَر لگائیں گے، وہ جنت میں داخل ہو گیا۔

---

[1] یاد رہے کہ یہ کتاب وسنت کے پابند اور شرک وبدعت سے بچنے والے، صالحین لوگوں کے مکاشفات کا سلسلہ ہے جس کی پوری آگاہی کم لوگوں کو ہے۔ عام لوگوں کو اس کے پیچھے پڑنے کی بجائے اسلام کے عام عقائد و اعمال معلوم کرنا اور ان کی پابندی کرنا زیادہ ضروری ہے۔

باب ۱۰۴

عید کے مسائل

یکم شوال کا دن عید الفطر کا دن ہے اور دس ذوالحجۃ کا دن عید الاضحیٰ کا دن ہے۔ ان دونوں دنوں میں مسلمانوں کی عید اس طرح ہوتی ہے کہ عید الفطر سے پہلے انہوں نے رمضان کے روزے رکھے۔ اب عید (خوشی) ہوئی۔ اور ان دونوں عیدوں میں مسلمان اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے ہیں۔ عید الفطر کے بعد چھ روزے رکھے جاتے ہیں اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی تیاری کی جاتی ہے، اللہ تعالیٰ کرے یہ بات ہر سال ہو، اس میں اللہ تعالیٰ کے کثیر انعامات ہوتے ہیں، اس لیے مسلمان اس کے شدید مشتاق اور اس پر مسرور رہیں اور چاہتے ہیں کہ بار بار آئے۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ۲ھ میں پہلی نماز عید الفطر ادا کی اور اس کے بعد کبھی ترک نہیں کی چنانچہ نماز عید سنّت مؤکدہ ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ، سے مروی ہے کہ : تکبیروں کے ساتھ اپنی عیدوں کو آراستہ کرو۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے عید کے دن تین سو بار یہ ورد پڑھا:

سُبْحَانَ اللهِ وَبِحَمْدِہٖ (اللہ پاک ہے اور اس کی حمد ہے)

پھر اس کا ثواب تمام مسلمان مُردوں کو بخش دیا، تو ہر قبر میں ایک ہزار نور داخل ہوگا اور جب یہ آدمی فوت ہوگا، تو اللہ تعالیٰ اس کی قبر میں بھی ایک ہزار نور داخل کرے گا۔

حضرت وہب بن منبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سے مروی ہے کہ ہر عید کے دن ابلیس چلّا کر روتا ہے۔ دوسرے شیاطین اس کے پاس جمع ہوتے ہیں اور پوچھتے ہیں: اے ہمارے سردار کیوں ناراض ہیں؟ وہ کہتا ہے: اللہ تعالیٰ نے اس دن میں حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم

کی امت کو معاف کر دیا۔ اب تم پر لازم ہے کہ انہیں شہوات ولذات میں ڈال کر غافل کر دو۔

حضرت وہب سے یہ بھی مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے عید الفطر کے دن جنت کو پیدا کیا اور عید الفطر کے دن ہی اس میں طوبیٰ (فرحت) کا درخت لگایا اور عید الفطر کے دن حضرت جبرائیل علیہ السلام وحی لے کر پہلی بار آئے، اور عید الفطر کے دن فرعون کے جادوگروں کی توبہ قبول ہوئی۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو عید کی رات کو اپنا محاسبہ کرتے ہوئے قیامِ شب کرے، اس کا دل اس دن نہیں مرے گا جس دن دل مر جائیں گے۔

حکایت حضرت عمر رضی اللہ عنہ، نے اپنے بیٹے کو عید کے دن دیکھا، اس کی قمیص پرانی تھی، تو رو پڑے۔ اس نے کہا: آپ کیوں روتے ہیں؟ فرمایا: اے بیٹا! مجھے خطرہ ہے عید کے دن تیرا دل ٹوٹ جائے گا، جبکہ بچے تمہیں یہ پرانی قمیص پہنے دیکھیں گے۔ اس نے کہا: دل اس کا ٹوٹتا ہے جس کو اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل نہ ہو، یا اس نے ماں باپ کی نافرمانی کی ہو اور مجھے امید ہے کہ آپ کی رضا کے باعث اللہ تعالیٰ مجھ سے راضی ہوگا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، رو پڑے اور اسے سینہ سے لگا لیا اور اس کے لیے دعا کی۔

ایک شاعر نے خوب کہا ہے ؎

قَالُوا غَدًا الْعِيدُ مَاذَا أَنْتَ لَابِسُهُ
قُلْتُ خِلْعَةَ سَاقٍ عَبْدَهُ الْجُرَعَا

(انہوں نے کہا، کل عید، تم کیا پہنو گے؟ میں نے کہا، وہ باسی جو بندے کو یک دم ملا)

فَقْرٌ وَصَبْرٌ ثَوْبَانِ بَيْنَهُمَا
قَلْبٌ يَرَى رَبَّهُ الْأَعْيَادَ وَالْجُمَعَا

(فقر اور صبر، دو کپڑے ہیں، ان کے درمیان دل ہے جو عیدین اور جمعہ کو رب کی زیارت کرتا ہے)

اَلْعِيْدُ لِىْ مَاْتَمٌ اِنْ غِبْتَ يَا اَمَلِىْ
وَالْعِيْدُ اِنْ كُنْتَ لِىْ مَرْاٰىً وَّمُسْتَمَعًا

(اے میرا مطلوب! اگر تو غائب ہو تو میری عید بھی ماتم ہے اور اگر تو سامنے اور سننے والا ہو تو میری عید ہی عید ہے)

مروی ہے کہ جب صبح عید الفطر ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ فرشتوں کو بھیجتا ہے، وہ زمین پر اترتے ہیں اور گلیوں کے کنارے کھڑے ہو کر آواز دیتے ہیں جس کو جن و انس کے سوا سب جانتے ہیں۔ اے امتِ محمد! اپنے رب کریم کی طرف نکلو، وہ تمہیں بہت ہی عطا فرمائے گا اور بڑے گناہوں کو بخش دے گا۔ جب وہ نماز کی جگہ پہنچتے ہیں، تو اللہ تعالیٰ فرشتوں سے فرماتا ہے، اس مزدور کی کیا جزا ہے جس نے کام کیا، وہ کہتے ہیں اس کی جزا یہ ہے کہ اسے مزدوری پوری دی جائے۔ اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ فرماتا ہے، میں نے ان کا ثواب اپنی رضا اور اپنی مغفرت کر دیا۔

باب ۱۰۵

ذوالحجہ کے فضائل

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ان دس دنوں کی عبادت سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ کو کوئی عمل زیادہ محبوب نہیں۔ صحابہ کرام نے عرض کیا اور نہ ہی اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد؟ آپ نے فرمایا: نہ ہی اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد، سوائے اس صورت کے کہ ایک آدمی اپنی جان و مال لے کر گھر سے نکلے اور کچھ واپس نہ لائے۔

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کو ان دس دنوں سے زیادہ کوئی دن محبوب اور اس کے ہاں افضل نہیں۔ عرض کیا: اور کیا، اللہ تعالیٰ کی راہ میں (جہاد) بھی اس کی طرح نہیں ہے۔ فرمایا: اور نہ ہی اللہ تعالیٰ راہ میں (جہاد) بھی اس طرح نہیں، سوائے اس کے کہ آدمی کا گھوڑا بھی زخمی ہو جائے اور اس کا چہرہ بھی خاک آلود ہو جائے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ ایک نوجوان کی یہ حالت تھی کہ جب ذوالحجہ کا چاند نکلتا، تو وہ روزے شروع کر دیتا۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی خبر ملی، تو اسے بلایا اور پوچھا، ان دنوں کے روزے کیوں رکھتے ہو؟ اس نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں۔ یہ ایام مشاعر (حج کی رسوم کی جگہ) اور ایام حج ہیں، شاید اللہ تعالیٰ مجھے ان کی دعاؤں میں شریک کر لے۔ آپ نے فرمایا:

پھر تیرے لیے ہر دن جو تو روزہ رکھے گا، ایک سو غلام آزاد کرنے، ایک سو اونٹ خیرات کرنے اور ایک سو گھوڑا جن پر اللہ تعالیٰ کی راہ میں (سامانِ جہاد) رکھا ہوتا ہے، کے برابر ثواب ہے اور جب یوم الترویۃ (۸ ذی الحجہ) ہوگا، تو تیرے لیے اس میں ایک ہزار غلام آزاد کرنے، ایک ہزار اونٹ اور ایک ہزار گھوڑا جس پر اللہ کی راہ میں (سامان جہاد) ہے، کے برابر ثواب ہے اور جب یوم عرفہ (۹ ذی الحجہ کا دن) ہوگا، تو تیرے لیے دو ہزار غلام، دو ہزار اونٹ اور دو ہزار گھوڑوں جن پر اللہ تعالیٰ کی راہ میں سوار کیا جاتا ہے، کے برابر ثواب ہے۔

حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: عرفہ کے دن ——— کا روزہ دو سال کے روزوں کے برابر ہے اور عاشوراء کے دن ——— کا روزہ ایک سال کے روزوں کے برابر ہے۔ فرمانِ الٰہی ہے:

وَوَاعَدْنَا مُوسَىٰ ثَلَاثِينَ لَيْلَةً (اور ہم نے موسیٰ کے ساتھ تیس راتوں کا

وَاَتْمَمْنَاهَا بِعَشْرٍ ۔ وعدہ کیا اور دس کے ساتھ اسے پورا کیا)

مفسرین نے اس آیت کی توضیح میں فرمایا: یہ ذوالحجہ کے پہلے دس دن تھے۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سے مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے دنوں میں سے چار اور مہینوں میں چار اور عورتوں میں سے چار اور جنت میں پہل کرنے والوں میں سے چار اور جن کی جنت مشتاق ہے، ان میں سے چار منتخب کیے:

۱۔ جمعہ کا دن، اس میں ایک ایسی گھڑی ہے کہ جس میں جو مسلم بندہ اللہ تعالیٰ سے جو کچھ مانگے، تو اللہ تعالیٰ اسے عطا فرماتا ہے، چاہے دنیا ہو یا آخرت۔

۲۔ عرفہ کا دن، (۹ ذی الحجۃ جس دن حج ہوتا ہے) جب عرفہ کا دن آتا ہے، تو اللہ تعالیٰ فرشتوں پر فخر کرتا ہے اور فرماتا ہے: اے میرے فرشتو! دیکھو! میرے بندے آئے ہیں، غبار آلود، پریشان بال، مال خرچ کیے، جسموں کو تھکایا۔ تم گواہ رہو، میں نے انہیں بخش دیا۔

۳۔ یوم النحر (عیدالاضحیٰ) جب یوم النحر ہوتا ہے اور بندہ اپنی قربانی پیش کرتا ہے۔ تو قربانی کے جانور سے خون کا پہلا قطرہ گرتا ہے، وہ بندے کے ہر گناہ کا کفارہ بن جاتا ہے۔

۴۔ یوم الفطر (عید الفطر کا دن) جب لوگ رمضان کے روزے رکھتے ہیں۔ پھر عید پڑھنے کے لیے نکلتے ہیں، تو اللہ تعالیٰ وسبحانہ، فرشتوں کو فرماتا ہے: ہر مزدور اپنی مزدوری مانگتا ہے۔ میرے بندوں نے مہینے کے روزے رکھے۔ اب وہ عید کے لیے نکلے ہیں، اپنی مزدوری مانگتے ہیں۔ میں تمہیں گواہ بناتا ہوں کہ میں نے انہیں بخش دیا۔ ایک آواز دینے والا آواز دیتا ہے: اے امتِ محمد! اس حال میں واپس جاؤ کہ میں نے تمہاری برائیوں کو نیکیوں میں بدل دیا، اور مہینے یہ ہیں:

۱۔ رجب کا مہینہ جو علیحدہ ہے، ۲۔ ذوالقعدہ، ۳۔ ذوالحجۃ، ۴۔ محرم۔

اور جو عورتیں منتخب ہوئیں، وہ یہ ہیں: ۱۔ حضرت مریم بنت عمران، ۲۔ حضرت خدیجہ بنت خویلد، تمام دنیا کی عورتوں میں سے پہلے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول پر ایمان لائیں۔

۳-حضرت آسیہ بنت مزاحم جو فرعون کی بیوی تھیں، ۴- حضرت فاطمہ بنت محمد صلی اللہ علیہ وسلم جو جنت کی عورتوں کی سردار ہیں رضی اللہ عنہن، اور جنت کی طرف پہل کرنے والوں میں سے یہ چار منتخب ہوئے۔ ہر قوم میں ایک پہل کرنے والا ہے، چنانچہ:

۱- عربوں میں سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم پہل کرنے والے ہیں۔

۲- اہلِ فارس میں سے حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

۳- روم والوں میں سے حضرت صہیب رومی رضی اللہ تعالیٰ عنہ،

۴- حبشہ والوں میں سے حضرت بلال رضی اللہ عنہ،

اور جن چار کی جنت مشتاق ہے، ان میں سے چار یہ منتخب ہیں؛

۱-حضرت علی، ۲-حضرت سلمان فارسی، ۳-حضرت عمار بن یاسر، ۴-حضرت مقداد بن اسود رضی اللہ عنہم۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے، جس نے یوم الترویہ (۸ ذی الحجۃ) کا روزہ رکھا۔ اللہ تعالیٰ اسے حضرت ایوب علیہ السلام کے ابتلاء پر صبر کرنے کی طرح اجر دے گا اور جس نے عرفہ (۹ ذی الحجۃ) کا روزہ رکھا۔ اللہ تعالیٰ اسے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ثواب کی طرح ثواب دے گا۔

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے۔ جب یوم عرفہ آتا ہے، تو اللہ تعالیٰ اپنی رحمت پھیلا دیتا ہے۔ اس دن سے زیادہ کسی دن بھی دوزخ سے لوگ آزاد نہیں ہوتے اور جس نے عرفہ کے دن روزہ رکھا۔ وہ گزشتہ سال اور آئندہ سال کے گناہوں کا کفارہ ہوگا۔ (یعنی صغیرہ گناہوں کا کفارہ ہوگا اور بڑے گناہوں سے توبہ کیے بغیر چھٹکارا نہیں) واللہ اعلم۔

اس میں حکمت یہ ہے کہ یہ دن دو عیدوں کے درمیان ہے اور دونوں عیدین مسلمانوں کے لیے مسرت کے دن ہیں اور گناہوں کی معافی سے بڑھ کر کوئی مسرت نہیں اور یوم عاشوراء (دس محرم) دونوں عیدوں کے بعد ہوتا ہے، چنانچہ یہ ایک سال کا کفارہ ہے۔

ایک وجہ یہ ہے کہ یہ دن حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لیے ہے اور عرفہ کا دن۔ (۹ ذی الحجہ) ہمارے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ہے اور آپ کی بزرگی سب سے بڑھ کر ہے۔ وصلی اللہ علیہ وعلی آلہ واصحابہ وبارک وسلم۔

باب ع۱۰۶

عاشوراء کی فضیلت

(عاشوراء سے دس محرم الحرام مراد ہے)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ جب حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ تشریف لائے، تو یہودیوں کو عاشوراء کے دن روزہ رکھتے ہوئے پایا۔ ان سے اس کی وجہ پوچھی، تو انہوں نے کہا: اس دن میں اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور بنی اسرائیل کو فرعون پر غلبہ عطا کیا۔ ہم اس کی تعظیم کرتے ہوئے اس کا روزہ رکھتے ہیں۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہم موسیٰ علیہ السلام کے زیادہ قریب ہیں چنانچہ آپ نے اس کا روزہ رکھنے کا حکم دیا۔

یوم عاشوراء کے فضائل میں بکثرت روایات آتی ہیں۔ اس دن حضرت آدم علیہ السلام کی توبہ قبول ہوئی، اس دن ان کی پیدائش ہوئی، اسی دن جنت میں داخل کیے گئے۔ اسی دن عرش، کرسی، آسمان وزمین، سورج، چاند، ستارے اور جنت پیدا ہوئے۔ اسی دن حضرت ابراہیم علیہ السلام پیدا ہوئے، اسی دن انہیں آگ سے نجات ملی۔ اسی دن حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کے ساتھیوں کو نجات ملی اور فرعون اور اس کے ساتھی غرق ہوئے۔ اسی دن حضرت عیسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے، اور اسی دن وہ آسمان پر اٹھا لیے گئے۔

اسی دن حضرت ادریس علیہ السلام کو بلند مقام (آسمان) پر اٹھایا گیا۔ اسی دن حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی جودی پہاڑ پر لگی۔ اسی دن حضرت یونس علیہ السلام کو مچھلی کے پیٹ سے نجات ملی۔ اسی دن حضرت سلیمان علیہ السلام کو عظیم سلطنت عطا ہوئی، اسی دن حضرت یعقوب علیہ السلام کی بینائی واپس ہوئی، اسی دن حضرت ایوب علیہ السلام کی تکلیف دُور ہوئی، اسی دن زمین پر آسمان سے پہلی بارش ہوئی۔

تمام سابقہ اقوام میں اس دن کا روزہ معروف تھا، حتیٰ کہ منقول ہے کہ رمضان سے پہلے یہ روزہ فرض تھا، مگر رمضان شریف کے بعد روزہ کی فرضیت منسوخ ہو گئی۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے ہجرت سے پہلے بھی یہ روزہ رکھا اور جب مدینہ منورہ تشریف لائے، تو اس کی تاکید کی اور آخری عمر میں فرمایا، اگر میں آئندہ سال زندہ رہا، تو نو اور دس محرم کو روزہ رکھوں گا، مگر آپ اسی سال ہی اللہ تعالیٰ سے جا ملے اور دس کے سوا روزہ نہ رکھ سکے، مگر اس کی ترغیب ضرور دی۔

۹ اور ۱۱ محرم کے بارے میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ السلام کا فرمان ہے، اس (۱۰ محرم) سے ایک دن پہلے اور ایک دن بعد روزہ رکھو اور یہودیوں کی مخالفت کرو، اس لیے کہ یہودی صرف دس ہی کا روزہ رکھتے ہیں۔

شعب الایمان میں حضرت امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان ہے: جس نے عاشورا (دس محرم) کے دن اپنے اہل وعیال پر فراخی کی، اللہ تعالیٰ اس پر سارا سال فراخی کرے گا۔

طبرانی کی ایک منکر روایت میں ہے، اس دن ایک درہم کا صدقہ کرنا سات لاکھ درہم کے صدقہ سے افضل ہے۔

اور وہ حدیث: کہ جس نے اس دن سرمہ لگایا، اس سال اس کی آنکھیں نہیں دکھیں گی اور جس نے اس دن غسل کیا، وہ بیمار نہ ہو گا۔ یہ حدیث موضوع اور من گھڑت ہے۔

حاکم نے تصریح کی ہے کہ اس دن سُرمہ لگانا بدعت ہے۔ ابن قیم نے فرمایا، سُرمہ

لگانے، دانے بھوننے، تیل لگانے اور خوشبو لگانے کی حدیثیں عاشوراء کے دن یہ سب کذاب لوگوں کی من گھڑت ہیں۔

یہ بھی یاد رہے کہ عاشوراء کے دن (قضاء و قدر سے حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر جو گزری، در اصل وہ شہادت ہے جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کے ہاں ان کے درجات بلند ہوئے اور اہل بیت کے عظیم الشان درجات تک جا پہنچے۔ جو شخص ان کی مصیبت کو یاد کرے، وہ صرف اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ پڑھے (جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ ہے) تاکہ اطاعت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہو اور ایسا کرنے سے اللہ تعالیٰ کے ہاں وہ ثواب حاصل کرے، جس کا اللہ تعالیٰ نے اس فرمان میں وعدہ فرما رکھا ہے:

اُولٰٓئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوٰتٌ مِّن رَّبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ ۖ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُوْنَ۔ (البقرہ - ۱۵۷)	(وہی ہیں کہ ان پر ان کے رب کی طرف سے درود ہے اور رحمت ہے اور وہی ہدایت پانے والے ہیں۔)

اور اس کے بعد شیعہ لوگوں نے جو خرافات جاری کر رکھی ہیں کہ وہ بین کرتے ہیں، ماتم کرتے ہیں اور سوگ مناتے ہیں، ان سے بچ کر رہے، یہ ایک ایماندار کے طریقے نہیں۔ اگر ایسا کرنا مناسب ہوتا تو حضرت حسین کے نانا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات پر ہر سال یہ کام کرنا ضروری ہوتا۔ وہ اس بات کے زیادہ حقدار تھے، بس اللہ تعالیٰ ہی کافی مددگار اور کارساز ہے۔

حَسْبُنَا اللّٰهُ نِعْمَ الْمَوْلٰى وَنِعْمَ النَّصِيْرُ

باب ۱۰۷

فقراء کی ضیافت کے مسائل

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مہمان پر ایسا تشدد نہ کرو کہ اس سے بغض کرو، اس لیے کہ جس نے مہمان سے نفرت کی، اس نے اللہ نے نفرت کی، جس نے اللہ تعالیٰ سے نفرت کی، اللہ تعالیٰ نے اس سے نفرت کی۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس میں کچھ بھلائی نہیں، جو مہمان نوازی نہ کرے۔

آپ ایک عورت کے پاس سے گزرے، اس کے پاس چند بکریاں تھیں، اس نے آپ کی خاطر اسے ذبح کیا۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ان (مرد عورت) کی طرف دیکھو۔ یہ اخلاق اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے جس کو چاہتا ہے اچھا اخلاق عطا کرتا ہے۔

جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے آزاد کردہ حضرت ابورافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا فرمان ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک مہمان آیا۔ آپ نے فرمایا: فلاں یہودی سے کہو کہ میرا مہمان آیا ہے، مجھے رجب تک کچھ آٹا ادھار دے دو۔ یہودی نے کہا: اللہ کی قسم میں گروی رکھے بغیر آٹا ادھار نہیں دوں گا۔ میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو بتایا۔ آپ نے فرمایا: اللہ کی قسم! میں آسمان میں امین ہوں، زمین میں امین ہوں۔ اگر وہ مجھے دیتا، تو میں اسے ضرور ادا کرتا۔ اب میری زرہ لے جاؤ، اور اس کے پاس گروی رکھ دو۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا طریقہ تھا کہ جب وہ کھانا کھانے کا ارادہ کرتے، تو اپنے ساتھ کھانے والا تلاش کرنے کے لیے گاہے گاہے ایک ایک دو دو میل چلتے۔ ان کو لوگ ابوالضیفان (مہمان نواز) کہا کرتے۔

یہ ان کی خلوصِ نیت تھی کہ آج تک ان کے مشہد (مکہ) میں ضیافت جاری ہے ان کے پاس ہر رات تین سے دس تک مہمان ہوتے، بلکہ سو سو مہمان بھی ہو جاتے۔ یہاں کے نگران کہتے ہیں کہ مہمان سے ایک رات بھی کبھی خالی نہیں رہی۔

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا: ایمان کیا ہے؟ فرمایا: کھانا کھلانا اور رات کو (تہجد کے وقت) نماز پڑھنا۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے گناہوں کے کفارات اور بلندئ درجات کے لیے یہ طریقہ بتایا، کھانا کھلانا، رات کو (تہجد کے وقت) نماز پڑھنا، جبکہ لوگ سو رہے ہوں۔ حج مبرور کے متعلق پوچھا گیا، تو آپ نے فرمایا: کھانا کھلانا اور خوش کلامی۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ، کا فرمان ہے: جس گھر میں مہمان نہیں آتے، وہاں رحمت کے فرشتے نہیں آتے۔

الغرض ضیافت اور کھانا کھلانے کے بارے میں بے شمار روایات آئی ہیں۔ ایک شاعر کا قول ہے:

لِمَ لَا اُحِبُّ الضَّيْفَ اَوْ　　　اَرْتَاحُ مِنْ طَرَبٍ اِلَيْهِ

(میں مہمان سے کیوں محبت نہ کروں؟　　　اس کے پاس خوشی و مسرت کیوں نہ پاؤں

وَالضَّيْفُ يَأْكُلُ رِزْقَهٗ　　　عِنْدِيْ وَيَشْكُرُنِيْ عَلَيْهِ

(حال یہ ہے کہ مہمان میرے پاس اپنی ہی روزی کھاتا ہے، اور اس پر بھی میرا شکر گزار ہوتا ہے)

حکماء کا فرمان ہے: احسان تب مکمل ہوتا ہے کہ مسرور چہرے کے ساتھ ہو، خوش کلامی سے ہو، ملاقات میں نوازش ٹپکتی ہو۔ ایک شاعر کا قول ہے ؎

اُضَاحِكُ ضَيْفِيْ قَبْلَ اِنْزَالِهٖ رَحْلَهٗ
وَيَخْصَبُ عِنْدِيْ وَالْمَحَلُّ جَدِيْبٌ

(میں اپنے مہمان کا کجاوہ اتارنے سے پہلے اسے ہنساتا ہوں، وہ میرے پاس شاداب ہوتا ہے، حالانکہ یہاں قحط ہوتا ہے)

وَمَا الخِصْبُ لِلْاَضْيَافِ فِی کَثْرَةِ الْقُرٰی
وَلٰکِنَّمَا وَجْهُ الْکَرِیْمِ خَصِیْبُ

(اور بستیوں کی کثرت میں مہمانوں کے لیے شادابی نہیں ہوتی، بلکہ سخی کا چہرہ ہی شاداب ہوتا ہے)

دعوت دینے والے کو چاہیئے کہ وہ بدمعاشوں کی بجائے پرہیزگاروں ہی کی دعوت کرے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تیرا کھانا صرف نیک ہی کھائیں۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تو صرف پرہیزگار کا ہی کھائے، اور تیرا کھانا صرف پرہیزگار ہی کھائے۔ اور کھانا کھلانے میں اغنیاء کے بجائے خصوصی طور پر فقراء کو ہی بلائے۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: بدترین کھانا اس ولیمہ کا کھانا ہے جس میں فقراء کی بجائے صرف مالداروں کو ہی بلایا جائے۔

بہتر ہے کہ ضیافت میں رشتہ داروں کو بھی بلائے، اس لیے کہ انہیں یاد نہ رکھنا قطع رحمی اور باہم وحشت برپا کرنا ہے۔ اسی طرح ترتیب وار دوستوں اور جاننے والوں کو بھی دعوت دے، اس لیے کہ بعض کو بلانا اور بعض کو چھوڑ دینا ان میں اجنبیت پیدا کرتا ہے۔

مزید براں دعوت میں فخر و غرور کا دھیان نہ رکھے، بلکہ نیت یہ ہو کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کا اتباع کر رہا ہوں اور بھائیوں میں مزید محبت پیدا کر رہا ہوں، اس لیے کہ کھانا کھلا کر اور مسلمانوں کے دلوں میں مسرت پیدا کرنے کا یہی نتیجہ ہوگا۔

نیز جس کو دعوت قبول کرنا سخت مشکل ہو، اسے زبردستی نہ بلائے اور نہ ایسے کو بلائے کہ جس کے آنے کی وجہ سے حاضرین کو تکلیف ہو، اور صرف اسے ہی دعوت دے جو اس کی دعوت کو پسند کرتا ہو۔

حضرت سفیان رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان ہے: جس نے کسی کو کھانے پر بلایا اور وہ دعوت

کرنا پسند نہیں کرتا، تو دعوت دینے والے پر گناہ ہے اور اگر اس نے دعوت قبول کرلی تو پھر اس پر دو گناہ ہیں، اس لیے کہ ناپسندیدگی کے باوجود اس نے اسے کھانے پر مجبور کردیا۔ اور پرہیز گار کو کھانا کھلانا دراصل عبادت میں تعاون کرنا ہے اور بدمعاش کو کھلانا بدمعاشی میں مدد دینا ہے۔

ایک درزی نے حضرت ابن مبارک رحمۃ اللہ علیہ کو فرمایا: میں بادشاہوں کے کپڑے سیتا ہوں، کیا آپ محسوس کرتے ہیں کہ میں بھی ظالموں کا ساتھی ہوں؟ فرمایا: نہیں، ظالموں کے ساتھی وہ ہیں جو تیرے پاس سوئی اور دھاگے فروخت کرتے ہیں اور تم تو خود ظالموں میں سے ہو، دعوت قبول کرنا سنتِ مؤکدہ ہے۔ ایک قول کے مطابق بعض مقامات میں واجب ہے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر پائے پر مجھے بلایا جائے تو بھی دعوت قبول کروں گا اور اگر مجھے ایک پنڈلی بھی ہدیہ دی جائے، تو بھی قبول کروں گا۔

دعوت قبول کرنے کے آداب تفصیل کے ساتھ احیاء علوم الدین میں تحریر کردیے گئے ہیں۔

باب ۱۰۸

جنازہ اور قبر کے پاس باتیں کرنا

یاد رہے کہ جنازہ ایک عقل مند کے لیے عبرت کا مقام ہے اور غافلین کے لیے تنبیہ ہے۔ افسوس! آجکل دیکھ رہے ہیں، پھر بھی قساوتِ قلبی بڑھتی جارہی ہے۔ لوگ سمجھتے ہیں کہ ہم دوسروں کے جنازے دیکھیں گے اور یہ گمان نہیں رکھتے کہ ہمارا جنازہ بھی اٹھے گا، لیکن وقت آئے گا، ان کا یہ گمان باطل ہوجائے گا، اس لیے انسان کو چاہیئے کہ جب بھی

کوئی جنازہ دیکھے، تو سمجھے کہ میرا ہی جنازہ جا رہا ہے، اس لیے کہ اس کا جنازہ بھی دُور نہیں۔ آج نہ ہوا تو کل یا پرسوں اٹھ ہی جائے گا۔

مروی ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، جب بھی کوئی جنازہ دیکھتے، تو فرماتے، چلو، میں بھی پیچھے پیچھے آ رہا ہوں۔

حضرت مکحول دمشقی رحمۃ اللہ علیہ جب بھی کوئی جنازہ دیکھتے، تو فرماتے: چلو ہم بھی آ رہے ہیں۔ نصیحت زبردست ہے اور غفلت تیز ہے، پہلی جا رہی ہے اور دوسری کو عقل نہیں

حضرت اُسید بن حضیر کا فرمان ہے: میں نے جب بھی کسی جنازے میں شریک ہوا تو میرے دل میں یہی آیا کہ اس کے ساتھ کیا ہوا اور کیا ہونے والا ہے۔

حضرت مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ کے بھائی کا انتقال ہوا، تو حضرت مالک اس کے جنازے میں روتے ہوئے نکلے اور کہہ رہے تھے: واللہ میری آنکھیں ٹھنڈی نہیں ہوں گی، جب تک مجھے یہ معلوم نہ ہو جائے کہ تو کدھر جا رہا ہے؟ اور جب تک میں زندہ رہوں گا یہ معلوم نہ ہو سکے گا۔

حضرت اعمش رحمۃ اللہ تعالیٰ عنہ کا فرمان ہے: ہم جنازوں میں جاتے تو سب لوگ غمگین ہوتے اور ہم سمجھ نہ پاتے کہ کس سے تعزیت کریں۔

حضرت ثابت بنانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ ہم جنازوں میں جاتے تو ہر شخص منہ پر پلو ڈالے رو رہا ہوتا ہے۔

یہ ان پر موت کا خوف طاری تھا، مگر افسوس! آج ہم جنازوں میں جانے والوں کو دیکھتے ہیں کہ اکثر ہنس رہے ہوتے ہیں اور بیہودہ گوئی کر رہے ہوتے ہیں اور مردے کی وراثت کے بارے میں باتیں کرتے ہیں۔ اس کے تمام اعزہ و اقارب اس ترکے کو حاصل کرنے کی ترکیبیں سوچ رہے ہوتے ہیں اور کسی کو ہمت نہیں ہوتی کہ اپنے جنازے اٹھنے پر غور کرے، الا ماشاء اللہ اس غفلت کا باعث دراصل گناہوں کی کثرت ہے، جس سے لوگ سنگدل ہو گئے اور لایعنی

کاموں میں مصروف ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس غفلت سے بیداری نصیب فرمائے۔

جنازے میں جاتے وقت بہتر طریقہ یہ ہے کہ مردے پر (بغیر آواز کے) رویا جائے اور اگر یہ لوگ عقل مند ہوں، تو مردے کی بجائے اپنے آپ پر روتے! کہ خدا جانے کیا بنے گا؟

حضرت ابراہیم زیات رحمۃ اللہ علیہ نے کچھ لوگوں کو دیکھا کہ وہ مردے پر ترس کھا رہے تھے، فرمایا: اگر تم اپنے آپ پر ترس کھاؤ، تو یہ تمہارے لیے بہتر ہو۔ یہ مُردہ تو تین خوفناک مقامات سے نجات پا گیا: ۱۔ ملک الموت کا چہرہ دیکھنا! اس نے دیکھ لیا، ۲۔ موت کی تلخی، اس نے چکھ لی، ۳۔ انجام کا ڈر، وہ محفوظ رہا۔

حضرت ابو عمرو بن علا رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان ہے: میں جریر کے پاس سے گزرا، وہ کاتب کو ایک دو شعر لکھا رہا تھا۔ جنازہ دیکھا تو رُک گیا اور کہا: اللہ کی قسم! ان جنازوں نے مجھے بوڑھا کر دیا اور یہ شعر پڑھنے لگا۔

تُرَوِّعُنَا الْجَنَائِزُ مُقْبِلَاتٍ
وَنَلْهُوْ حِيْنَ تَذْهَبُ مُدْبِرَاتٍ

(ہمارے جنازے آتے ہوئے خوف میں مبتلا کرتے ہیں، اور جب وہ چلے جاتے ہیں، تو ہم غافل ہو جاتے ہیں۔)

كَرَوْعَةِ ثُلَّةٍ لِمُغَارِ ذِئْبٍ
فَلَمَّا غَابَ عَادَتْ رَاتِعَاتٍ

(جیسے کہ بھیڑیئے کی غار کو دیکھ کر ایک جماعت خوف زدہ ہو جاتی ہے اور جب غار غائب ہوئی، تو خوف بھی واپس ہوا۔)

جنازہ میں شریک ہونے کے آداب یہ ہیں:

غور و فکر کرے تواضع کی حالت میں اس کے آگے چلے، جیسے کہ فقہ میں اس کے آداب مندرج ہیں، مردے کے بارے میں حسنِ ظن رکھے، چاہے وہ فاسق ہی ہو۔ اپنے

آپ پر بدظن رہے، چاہے ظاہری طور پر نیک ہو، اس لیے کہ خاتمہ میں ڈر ہوتا ہے اور حقیقتِ حال سے کوئی آگاہ نہیں۔

حضرت عمر بن ذر رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ ان کا ایک پڑوسی فوت ہو گیا۔ وہ سخت برا آدمی تھا، کئی لوگ اس کے جنازے سے الگ ہو گئے، مگر یہ آئے اور اس کا جنازہ پڑھا۔ جب اسے قبر میں ڈالا گیا، تو قبر پر کھڑے ہوئے اور کہا: اے ابو فلاں، اللہ تعالیٰ تجھ پر رحم کرے، تو نے عمر بھر توحید کا اقرار کیا، تو نے سجدے میں اپنا چہرہ رکھا۔ اگرچہ لوگ کہتے ہیں، بڑا گناہگار ہے، مگر ہم میں سے کون گناہ گار نہیں۔

حکایت ہے کہ ایک فسادی اور غلط کار آدمی بصرہ کے ایک علاقہ میں مر گیا۔ اس کی بیوی کو ایسا آدمی نہ ملا جو اس کا جنازہ اٹھائے اور صرف پڑوسی ہی جانتے تھے، اس لیے کہ یہ بڑا ہی فاسق آدمی تھا۔ اس عورت نے دو مزدور لیے اور اسے جنازگاہ کی طرف لے گئے، مگر کسی نے اس کا جنازہ نہ پڑھا۔ پھر اسے دفن کرنے کے لیے صحرا کی طرف لے گئے۔ اس کے قریب ایک پہاڑ پر ایک بڑا عبادت گزار زاہد تھا۔ اس نے دیکھا کہ ایک جنازہ تیار ہے۔ اس نے دیکھا اور اس کا جنازہ پڑھنے کا ارادہ کیا۔ شہر میں خبر پھیل گئی کہ فلاں زاہد آدمی فلاں کا جنازہ پڑھنے کے لیے پہاڑ سے اترا ہے۔ اہلِ شہر نکل کھڑے ہوئے۔ زاہد اور سب لوگوں نے اس کا جنازہ پڑھا۔ لوگوں کو زاہد کے جنازہ پڑھنے پر حیرت ہوئی (کہ اس فاسق آدمی کا جنازہ کیوں پڑھا؟) زاہد نے بتایا کہ مجھے خواب میں بتایا گیا کہ فلاں جگہ جاؤ، وہاں جنازہ دیکھو گے، اس کے ساتھ صرف ایک عورت ہی ہے، اس کا جنازہ پڑھو، اس لیے کہ اس کو بخش دیا گیا ہے۔ لوگوں کو مزید تعجب ہوا (کہ یہ کیا بات ہے؟) زاہد نے اس کی بیوی کو بلایا اور اس سے مردے کا حال معلوم کیا کہ اس کی کیا عادات تھیں؟ عورت نے کہا: وہ مشہور تھا کہ دن بھر بدمست اور شراب خوری کرتا رہتا۔ زاہد نے پوچھا: کیا اس کی کوئی نیکی بھی تجھے معلوم ہے؟ اس نے کہا: ہاں تین باتیں ہیں:

۱۔صبح کے وقت جب وہ نشے سے آفاقہ پاتا، تو کپڑے بدل کر وضو کرتا اور صبح کی نماز باجماعت ادا کرتا، پھر شراب اور بُرے کاموں میں لگ جاتا۔

۲۔اس کے گھر میں ہمیشہ ایک یا دو یتیم رہتے ہیں اور اپنی اولاد سے زیادہ ان پر احسان کرتا، اگر ذرا اِدھر اُدھر ہوتے، تو بے چین ہو کر انہیں تلاش کرتا۔

۳۔اگر رات کے اندھیرے میں مستی سے ہوش میں آتا، تو روتا اور کہتا: اے رب! تو اس خبیث سے دوزخ کا کون سا کونہ بھرے گا؟ زاہد چلا گیا اور معاملہ صاف ہو چکا تھا۔

حضرت ضحاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: ایک آدمی نے بارگاہِ رسالت میں عرض کیا: اے اللہ کے رسول! سب لوگوں سے بڑا زاہد کون ہے؟ فرمایا: جو قبر اور ابتلاء کو نہ بھلائے اور دنیاوی آرائش کی برتری چھوڑ دے اور فانی پر باقی کو ترجیح دے اور دونوں میں سے کل آئندہ کو (زندگی میں) شمار نہ کرے اور اپنے آپ کو قبر والوں میں سے شمار کر رکھے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے عرض کیا گیا: کیا بات ہے کہ آپ قبرستان کے پڑوسی بن چکے ہیں؟ فرمایا: میں انہیں بہترین پڑوسی پاتا ہوں، میں انہیں سچے پڑوسی پاتا ہوں، زبان کو روک رکھتے ہیں، آخرت کی یاد دلاتے ہیں۔

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ، جب کسی قبر پر کھڑے ہوتے، تو روتے، حتیٰ کہ ان کی ڈاڑھی تر ہو جاتی۔ ان سے اس کی وجہ معلوم کی گئی اور کہا گیا: جب آپ جنت و دوزخ کا ذکر کرتے ہیں، مگر روتے نہیں اور جب قبر پر کھڑے ہوتے ہیں، تو روتے ہیں؟ فرمایا: میں نے جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا: قبر، آخرت کی پہلی منزل ہے، اگر آدمی اس سے نجات پا گیا، تو بعد والی آسان ہے اور اگر اس سے نجات نہ ملی تو بعد والی اس سے سخت تر ہے۔

مروی ہے کہ حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قبرستان کو دیکھا تو اُترے اور دو رکعت نماز ادا کی۔ ان سے پوچھا گیا: یہ ایسی چیز ہے کہ آپ نے پہلے کبھی نہیں کی؟

فرمایا: میں نے قبروں والوں کو دیکھا کہ ان کے اور اس کے درمیان رکاوٹ ہوگئی، میں نے چاہا کہ دو رکعت پڑھ کر اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کروں۔

حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں، سب سے پہلے ابن آدم سے اس کا گڑھا بات کرتا ہے۔ وہ (قبر) کہتی ہے: میں کیڑوں کا گھر ہوں، تنہائی کا گھر ہوں، غربت و اجنبیت کا گھر ہوں، اندھیرے کا گھر ہوں، میں نے تیرے لیے یہ تیار کیا ہے۔ اب تو نے میرے لیے کیا تیار کیا ہے؟

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ، کا فرمان ہے: کیا میں تمہیں اپنی محتاجی کا دن نہ بتادوں، جس دن مجھے اپنی قبر میں ڈالا جائے گا۔

باب ۱۰۹

عذابِ جہنم کا خوف

صحیح بخاری میں ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم زیادہ تر یہ دُعا کرتے تھے:

رَبَّنَا اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَةً	(اے ہمارے رب! ہمیں دنیا میں نیکی
وَفِی الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا	عطا کر اور آخرت میں نیکی اور ہمیں آگ
عَذَابَ النَّارِ ٥ (البقرۃ۔ ۲۰۱)	کے عذاب سے بچالے)

مسند ابی یعلیٰ میں ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ دیا اور فرمایا: دو عظیم چیزوں جنت اور دوزخ کو نہ بھلاؤ اور اس قدر روئے کہ آپ کے آنسو دونوں طرف بہ پڑے، پھر فرمایا: اس ذات کی قسم! جس کے قبضہ میں میری جان ہے، اگر تم وہ جانتے جو میں جانتا ہوں، تو تم

میدانوں کی طرف چل پڑتے اور اپنے سروں پر مٹی ڈالتے۔

طبرانی اوسط میں ہے کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایسے وقت میں حاضر ہوئے کہ اس وقت وہ آیا نہیں کرتے تھے۔ جنابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے اور فرمایا: اے جبرائیل! کیا بات ہے، میں تمہارا رنگ بدلا ہوا دیکھ رہا ہوں۔ فرمایا: میں آپ کے پاس اس وقت آیا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے (دوزخ کی) دھونکیوں کو آگ دھکانے کا حکم دیا ہے۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے جبرائیل! دوزخ کی صفت بتاؤ، حضرت جبرائیل علیہ السّلام نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے دوزخ کو (آگ دھکانے کا حکم دیا۔ چنانچہ ایک ہزار برس جلائی گئی حتیٰ کہ وہ سفید ہو گئی، پھر حکم دیا، تو ایک ہزار برس تک جلائی گئی حتیٰ کہ وہ سُرخ ہو گئی۔ پھر حکم دیا تو ایک ہزار برس تک جلائی گئی اور وہ سیاہ پڑ گئی، اب وہ سیاہ اندھیر ہے، اس کے شرارے اسے روشن نہیں کرتے اور اس کے شعلے بجھتے نہیں۔ اس ذات کی قسم! جس نے آپ کو نبی برحق بنا کر بھیجا ہے۔ اگر دوزخ میں سے ایک سوئی کے ناکے کے برابر بھی سوراخ ہو جائے تو تمام اہلِ زمین اس کی گرمی سے مر جائیں اور اس ذات کی قسم! جس نے آپ کو برحق نبی بنا کر بھیجا ہے۔ اگر دوزخ کا داروغہ اہلِ دنیا کے سامنے ظاہر ہو جائے، تو اس کے چہرے کے خوف اور اس کی شدید بدبو کے باعث تمام اہل زمین مر جائیں، اور اس ذات پاک کی قسم! جس نے آپ کو برحق نبی بنا کر بھیجا، اگر دوزخیوں کی زنجیر کا ایک حلقہ بھی جس کا ذکر کتاب اللہ میں ہوا ہے، دنیا کے پہاڑوں پر رکھ دیا جائے تو بہ پڑیں اور ٹھہر نہ سکیں، حتیٰ کہ سب سے نچلی زمین پر جا پہنچیں، جنابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کافی ہے، اے جبرائیل! کہیں میرا دل نہ پھٹ جائے، حتیٰ کہ مر جاؤں۔

راوی بتاتے ہیں کہ جنابِ رسول اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کو دیکھا کہ وہ رو رہے ہیں۔ فرمایا: اے جبرائیل! تم روتے ہو، حالانکہ تم تو بلند ترین مقام پر فائز ہو۔

وہ کہنے لگے: میں کیوں نہ روؤں؟ میں رونے کا زیادہ حقدار ہوں کہ کہیں اللہ تعالیٰ کے علم میں میں اپنے موجودہ حال کے علاوہ کسی دوسرے حال پر ہوں اور میں نہیں جانتا کہ کہیں ابلیس کی طرح مجھ پر ابتلا نہ آجائے وہ بھی فرشتوں میں رہتا تھا، اور میں نہیں جانتا کہ کہیں ہاروت و ماروت کی طرح ابتلا نہ آجائے۔ اس پر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی رو پڑے اور حضرت جبرائیل علیہ السلام بھی رونے لگے۔ دونوں حضرات روتے رہے، آخر کار آواز آئی کہ اے جبرائیل! اور اے محمد! اللہ تعالیٰ نے تم دونوں کو نافرمانی سے محفوظ کر دیا ہے، پھر حضرت جبرائیل، علیہ السلام (آسمان) پر چلے گئے اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لائے آپ انصار کی ایک جماعت کے پاس سے گزرے جو ہنس رہے تھے اور کھیل رہے تھے۔ آپ نے فرمایا، کیا تم ہنستے ہو اور تمہارے پرے دوزخ ہے۔ اگر تم وہ جانتے جو میں جانتا ہوں، تو کم ہنستے اور زیادہ روتے اور تم نہ ہی کھا سکتے اور نہ پی سکتے، بلکہ تم تو ویرانوں کی طرف نکل جاتے اور اللہ تعالیٰ کی پناہ تلاش کرتے۔ آواز آئی: اے محمد! میرے بندوں کو مایوس نہ کرو، میں نے تمہیں خوشخبری سنانے والا بنا کر بھیجا ہے، تنگی کرنے والا بنا کر نہیں بھیجا۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، سیدھی راہ پر رہو اور میانہ روی اختیار کرو۔

روایت میں ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبرائیل علیہ السلام سے پوچھا، کیا بات ہے، میں نے میکائیل علیہ السلام کو کبھی ہنستے ہوئے نہیں دیکھا، فرمایا، جب سے دوزخ پیدا ہوا میکائیل علیہ السلام کبھی ہنسے نہیں۔

ابن ماجہ اور حاکم نے روایت کیا اور صحیح بتایا، تمہاری یہ (دُنیا کی) آگ، دوزخ کی آگ سے ستر گنا کم تیز ہے اور اگر یہ دوبارہ پانی سے نہ بجھائی جاتی، تو تمہیں فائدہ مند نہ ہوتی اور یہ اللہ تعالیٰ سے دُعا کرتی ہے کہ حرارت دوبارہ نہ آئے۔

بیہقی میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ آیت پڑھی:

كُلَّمَا نَضِجَتْ جُلُوْدُهُمْ بَدَّلْنٰهُمْ جُلُوْدًا غَيْرَهَا لِيَذُوْقُوا الْعَذَابَ ؕ (النسآء - ۵۶)

(جب ان کے چمڑے گل سڑ جائیں گے، ہم ان کے چمڑے دوسرے بدل دیں گے، تاکہ وہ عذاب چکھیں)

تو فرمایا: اے کعب! اس کی تفسیر بتاؤ، اگر تم نے سچ کہا تو میں تمہاری تصدیق کروں گا اور اگر غلط کہا تو تردید کر دوں گا۔ انہوں نے جواب دیا: ابنِ آدم کی جلد ایک گھڑی میں یا ایک دن میں چھ ہزار بار جلائی جائے گی اور بنائی جائے گی۔ فرمایا: تم نے سچ کہا۔

بیہقی میں ہے کہ حضرت حسن بصری نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا: ہر روز انہیں آگ ستر ہزار بار کھائے گی۔ جب کھالے گی (یعنی بھسم کر دے گی)، تو ان سے کہا جائے گا: دوبارہ ویسے ہی ہو جاؤ، وہ دوبارہ پہلے کی طرح ہو جائیں گے۔

ایک مسلمان (گناہ گار) جس کو تمام دُنیا کی نعمتیں ملی ہوں گی، اور وہ دوزخی ہو گا، اسے لاکر آگ میں غوطہ دیا جائے گا۔ پھر کہا جائے گا: اے ابنِ آدم! کیا تو نے کبھی آرام بھی دیکھا ہے؟ کیا تمہیں کبھی نعمت بھی ملی ہے؟ وہ کہے گا: اللہ کی قسم! نہیں! اے رب تعالیٰ — اور اہل جنت میں سے دُنیا میں شدید ترین تکالیف اٹھانے والا لایا جائے گا اور اسے جنت میں ایک غوطہ دیا جائے گا اور کہا جائے گا: اے ابنِ آدم! کیا تو نے کبھی دُکھ بھی دیکھا ہے؟ کیا تم پر کبھی کوئی تکلیف بھی آئی ہے؟ وہ کہے گا: اللہ کی قسم، نہیں، اے رب تعالیٰ! مجھ پر کبھی دُکھ نہیں آیا اور نہ ہی میں نے کبھی تکلیف دیکھی ہے۔

ابن ماجہ رحمۃ اللہ علیہ کی روایت ہے: دوزخیوں پر گریہ طاری کر دیا جائے گا، وہ روتے رہیں گے، یہاں تک کہ ان کے آنسو بھی ختم ہو جائیں گے، پھر وہ خون روئیں گے، یہاں تک ان کے چہروں میں خندقیں پڑ جائیں گی، اگر ان میں کشتیاں ڈال دی جائیں، تو وہ چلیں۔

ابو یعلیٰ کی روایت ہے کہ اے لوگو! روؤ، اگر رو نہ سکو، تو رونے کی شکل بنا لو، اس لیے کہ دوزخی لوگ آگ میں روئیں گے، حتیٰ کہ ان کے آنسو رخساروں پر بہتے ہوں گے گویا وہ نہریں ہیں، آخر کار آنسو ختم ہو جائیں گے، پھر (خون) روئیں گے اور آنکھیں زخمی ہو جائیں گی۔

باب ۱۱۰

میزان اور پُل صراط کا بیان

ابو داؤد کی حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کی: وہ رو پڑیں۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیوں روتی ہو؟ عرض کیا، مجھے دوزخ یاد آیا ہے، تو رو پڑی۔ کیا قیامت کے دن آپ اپنے اہل (بیوی بچوں) کو یاد رکھیں گے؟ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تین مقامات پر کوئی کسی کو یاد نہیں رکھے گا:

۱۔ میزان کے وقت، یہاں تک کہ جان لے کہ وزن کم ہے یا زیادہ۔

۲۔ اعمال نامہ، اڑتے وقت، یہاں تک کہ جان لے کہ اعمال نامہ کس ہاتھ میں مل رہا ہے دائیں یا بائیں میں یا پیٹھ پیچھے سے۔

۳۔ پُل صراط کے وقت، جب اسے دوزخ کے درمیان رکھا جائے گا، حتیٰ کہ وہ جان لے کہ کیا پار کرے گا یا نہیں۔

ترمذی میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی کہ آپ، قیامت کے دن میرے لیے شفاعت کریں۔ آپ نے فرمایا: انشاء اللہ میں یہ کروں گا۔ میں نے عرض کیا: میں آپ کو کہاں تلاش کروں؟ آپ نے فرمایا: مجھے پہلے پُل صراط کے پاس تلاش کرو۔ میں نے عرض کیا: اگر میں آپ کو پُل صراط کے پاس نہ پاؤں تو؟ فرمایا: پھر مجھے میزان کے پاس تلاش کرو۔ میں نے عرض کیا: اگر میں آپ کو میزان کے پاس نہ پاؤں تو؟ پھر مجھے حوض کوثر کے پاس تلاش کرو۔

میں ان تین مقامات میں سے کسی ایک جگہ ضرور ہوں گا۔

حاکم کی روایت ہے کہ قیامت کے دن ایسا میزان لگایا جائے گا کہ اگر اس میں زمین و آسمان وزن کیے جائیں یا فرمایا، رکھ دیے جائیں، تو رکھے جا سکیں۔ فرشتے عرض کریں گے: اے رب تعالیٰ! یہ کس کا وزن کرے گا؟ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: میں اپنی مخلوق میں سے جس کا چاہوں گا، وہ کہیں گے: پاک ہے تو ہم نے عبادت نہیں کی جو عبادت کرنے کا حق تھا۔

پُل صراط اس طرح تیز ہوگا جیسے کہ استرا تیز ہوتا ہے۔ فرشتے پوچھیں گے: اس پر سے کون گزرے گا؟ وہ فرمائے گا: جو مخلوق میں چاہوں گا۔ پھر فرشتے کہیں گے! پاک ہے تو ہم نے تیری عبادت نہیں کی، جس طرح عبادت کرنے کا حق تھا۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سے مروی ہے: دوزخ کے درمیان میں پُل صراط رکھا جائے گا جو تلوار کی طرح تیز اور باریک ہوگا جس پر پھسلن ہوگی۔ (لوگ) اس سے گرتے ہوں گے، اس پر آگ کے کنڈے ہوں گے، اس کے ذریعے انہیں اچک لے گی۔ بعض اس میں گر پڑیں گے اور بعض برق رفتاری سے گزر جائیں گے اور ڈر ہوگا کہ بچیں گے نہیں بعض آندھی کی طرح گزریں گے اور ڈر ہوگا کہ بچیں گے نہیں۔ بعض گھوڑے کی رفتار سے، بعض دوڑتے ہوئے اور بعض چلتے ہوئے گزر جائیں گے۔ پھر ایک آدمی آئے گا جس پر آگ چڑھے گی اور وہ اس کا دکھ چکھ چکا ہوگا، مگر پھر اللہ تعالیٰ اسے اپنے فضل و کرم سے اور رحمت سے جنت میں داخل کرے گا، پھر اسے کہا جائے گا، تمنا کرو اور مانگو۔ وہ کہے گا، اے رب تعالیٰ! آپ مجھ سے مذاق فرماتے ہیں، آپ تو رب عزیز ہیں۔ فرمایا جائے گا، تمنا کر اور مانگ! آخر کار اس کی سب تمنائیں ختم ہو جائیں گی۔ پھر فرمایا جائے گا، جو تو نے مانگا وہ تیرے لیے ہے اور اسی قدر اور ہے۔

مسلم میں حضرت ام مبشر انصاریہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس یہ فرماتے ہوئے سنا، دوزخ میں انشاء اللہ

تعالیٰ وہ صحابہ داخل نہیں ہوں گے جنہوں نے درخت کے نیچے بیعت (رضوان) کی۔ عرض کیا: ہاں، اے اللہ کے رسول! آپ نے اسے ڈانٹ دیا۔ حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کیا:

وَاِنْ مِّنْكُمْ اِلَّا وَارِدُهَا (مریم ۷۱) (اور نہیں کوئی تم میں، مگر گزرنے والا اوپر اس کے)

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے اس کے بعد یہ بھی تو فرمایا ہے:

ثُمَّ نُنَجِّي الَّذِيْنَ اتَّقَوْا وَّنَذَرُ الظّٰلِمِيْنَ فِيْهَا جِثِيًّا (مریم ۷۲) (پھر ان کو نجات دیں گے جو پرہیزگاری کرتے ہیں اور چھوڑ دیں گے ظالموں کو اس میں پڑے ہوتے)

احمد کی روایت ہے کہ ورود فی النار میں علماء کا اختلاف ہے کہ بعض نے فرمایا: وہ مومن ہوں گے، بعض نے فرمایا: سب مر جائیں گے، پھر متقی لوگوں کو نکال لیا جائے گا۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا گیا، تو فرمایا: تم سب جاؤ گے۔ پھر اپنے کانوں کی طرف اپنی انگلیوں سے اشارہ کیا کہ اگر میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے نہ سنا ہو تو میرے کان بہرے ہو جائیں۔ ورود کا معنی ہے داخل ہونا، کوئی نیک و بد ایسا نہ ہوگا جو اس میں نہ جائے، البتہ ایمانداروں پر یہ ٹھنڈی اور سلامتی والی ہو جائے گی، جیسے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام پر ہوئی حتیٰ کہ آگ کی، یا فرمایا: دوزخ کی ان کی ٹھنڈک کے باعث آواز پیدا ہوگی۔

ثُمَّ نُنَجِّي الَّذِيْنَ اتَّقَوْا وَّنَذَرُ الظّٰلِمِيْنَ فِيْهَا جِثِيًّا (مریم ۷۲) (پھر ہم نجات دیں گے ان کو جو پرہیزگار ہیں اور ظالموں کو اس میں چھوڑ دیں گے گرے ہوتے)

حاکم کی روایت ہے کہ لوگ دوزخ میں جائیں گے، پھر اپنے اپنے اعمال کے مطابق باہر آئیں گے۔ کوئی تو بجلی کی تیزی کے ساتھ، کوئی آندھی کی طرح، کوئی گھوڑے کی رفتار سے، کوئی سوار کی رفتار سے جو کجاوے میں ہو، کوئی آدمی کی دوڑ کی طرح اور کوئی انسان کی عام رفتار کے مطابق۔

باب ۱۱۱

وفات حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا بیان

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ، کا فرمان ہے، جب جنابِ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال شریف قریب ہوا، تو ہم ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے مکان میں گئے۔ آپ نے ہمیں دیکھا، تو آپ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ پھر فرمایا: (تم سب صحابہ) خوش آمدید اللہ تعالیٰ تمہیں زندہ رکھے، تمہیں پناہ دے، تمہیں مدد دے۔ میں تمہیں اللہ تعالیٰ سے ڈرنے کی وصیت کرتا ہوں اور تمہارے ذریعے یہ وصیت کرتا ہوں کہ میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے واضح طور پر ڈرانے والا ہوں کہ تم اللہ تعالیٰ کی سلطنت میں اس کے بندوں پر زیادتی نہ کرو، موت قریب ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹ کر جانا ہے (پھر) سدرۃ المنتہیٰ کی طرف، جنت الماویٰ کی طرف، کاس الاوفیٰ (بھرپور پیالے) کی طرف، پس تم اپنے آپ پر اور میرے بعد جو میرے دین میں داخل ہو، اس پر میری طرف سے السلام علیکم ورحمۃ اللہ پڑھ دیں۔ (یعنی دُعائے سلامتی ورحمت دیں)

حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے وصال شریف کے وقت حضرت جبرائیل علیہ السلام کو فرمایا: میرے بعد میری امت کے لیے کون ہوگا؟ اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کو فرمایا کہ میرے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو خوشخبری دے دو، میں ان کی امت میں ان سے مواخذہ نہیں کروں گا اور خوشخبری دو کہ جب دوبارہ اٹھائے جائیں گے، تو سب سے پہلے آپ زمین سے نکلیں گے اور جب وہ جمع ہوں گے، تو آپ سردار ہوں گے، اور جب تک آپ کی امت جنت میں نہیں جائے گی، تب تک جنت دوسری امتوں پر حرام رہے گی۔

آپ نے فرمایا: اب میری آنکھیں ٹھنڈی ہوگئیں۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں حکم دیا کہ ہم آپ کو سات کنوؤں کے (پانی) سے سات مشکیزے لے کر نہلائیں اور ہم نے یہ کر دیا۔ آپ کو آرام محسوس ہوا، چنانچہ آپ باہر تشریف لائے اور لوگوں کو نماز پڑھائی، اور اہل احد کے لیے دعائے مغفرت کی۔ پھر (صحابہ) کو بلایا اور انصار کے بارے میں وصیت کی اور فرمایا:

امّا بعد: اے مہاجرین کے گروہ! تم بڑھتے رہو گے اور انصار اپنی موجودہ حالت سے زیادہ نہیں ہوں گے۔ جب میں مدینہ کی طرف آیا تو انصار نے میری مدد کی۔ ان کے نیک کی عزت کرو اور غلطی ہو تو درگزر ہو۔ پھر فرمایا: ایک بندے کو دنیا کے اور جو اللہ کے پاس ہے، اس کے درمیان اختیار ملا (یعنی جو چاہے تو دنیا میں زندہ رہے اور چاہے تو اللہ تعالیٰ کی ملاقات کرے) اس نے جو اللہ تعالیٰ کے پاس ہے، اسے پسند کیا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، یہ سن کر رو پڑے اور سمجھ لیا کہ آپ کی اس بندے سے مراد وہ خود ہیں۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے ابوبکر! باوقار رہو (یعنی غم نہ کرو۔)

پھر فرمایا: مسجد میں جانے کی تمام راہیں اور دروازے ابوبکر کے دروازے کے بغیر بند کر دو، اس لیے کہ میری مصاحبت میں کوئی آدمی ابوبکر سے بڑھ کر افضل آدمی میرے علم میں نہیں ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال میرے گھر میں، میرے دن میں اور میری گود میں ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے موت کے وقت میرا اور آپ کا لعاب جمع کر دیا۔ اس طرح کہ میرے پاس میرے بھائی عبدالرحمن آئے، ان کے ہاتھ میں مسواک تھی، آپ اس کی طرف دیکھنے لگے۔ میں سمجھ گئی کہ آپ کو یہ اچھی لگتی ہے۔ میں نے عرض کیا: آپ کے لیے لے لوں؟ آپ نے سر کے ساتھ اشارہ فرمایا: ہاں! میں نے لے کر آپ کے منہ میں ڈالی، وہ سخت تھی۔ میں نے عرض کیا: کیا نرم کر دوں؟ آپ نے سر کے اشارے

کے ساتھ فرمایا: ہاں! میں نے اسے نرم کر دیا۔ آپ کے سامنے پانی کا ایک چمڑے کا برتن تھا۔ آپ اس میں اپنا ہاتھ ڈال کر کہہ رہے تھے: لا الہ الا اللہ، موت کی بیہوشیاں ہیں۔ پھر آپ نے اپنا ہاتھ سیدھا کیا اور فرما رہے تھے: الرفیق الاعلی الرفیق الاعلیٰ (بلند دوست، بلند دوست) یعنی اللہ تعالیٰ کی ملاقات مطلوب ہے۔ میں نے عرض کیا: پھر تو واللہ! ہمارا انتخاب نہیں کریں گے (ہمارے پاس نہیں رہیں گے)

حضرت سعید بن عبداللہ اپنے والد محترم سے روایت کرتے ہیں۔ جب انصار نے دیکھا کہ جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طبیعت بوجھل ہوتی جا رہی ہے تو لوگ مسجد کے گرد (بے چینی) میں پھرتے تھے۔ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور لوگوں کی حالت اور ان کا غم و اندیشہ بیان کیا۔ پھر حضرت فضل رضی اللہ تعالیٰ عنہ، تشریف لائے۔ انہوں نے بھی یہی بیان کیا۔ پھر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، تشریف لائے انہوں نے بھی اسی طرح بیان کیا۔ آخر آپ نے اپنا ہاتھ بڑھایا اور فرمایا: ہاتھ تھام لو۔ صحابہ نے ہاتھ تھام لیا۔ آپ نے فرمایا: تم لوگ کیا کہتے ہو؟ انہوں نے عرض کیا: ہمیں خطرہ ہے کہ آپ کا وصال ہو جائے اور مرد تو حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ہیں، ان کی عورتیں چلائیں (اور روئیں)

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمت فرمائی اور حضرت علی، حضرت فضل رضی اللہ عنہما کے کاندھوں پر ہاتھ کر باہر تشریف لائے، حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ، آپ کے آگے آگے تھے۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سر پر پٹی باندھ رکھی تھی اور پیروں سے زمین پر نشان لگاتے جا رہے تھے۔ آخر کار آپ منبر کی نچلی سیڑھی پر بیٹھ گئے۔ لوگ آپ کے پاس جمع ہو گئے۔ آپ نے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کہی اور فرمایا:

اے لوگو! مجھے معلوم ہوا ہے کہ تم کو میری وفات کا ڈر ہے، گویا تم موت پر انکار کرتے ہو حالانکہ تمہارے نبی کی وفات کوئی حیرت کی بات نہیں۔ کیا میں نے تمہیں موت کی خبر نہیں

دی اور خود تمہیں موت کی خبریں نہیں ملیں ؟ کیا مجھ سے پہلے کوئی نبی ہمیشہ زندہ رہا جس میں اس کی بعثت ہوئی کہ میں بھی زندہ رہ جاؤں ؟ آگاہ رہو، میں اپنے رب سے ملنے والا ہوں اور تم بھی اسی سے ملنے والے ہو۔ میں تمہیں مہاجرین اوّلین کے بارے میں بھلائی کی وصیت کرتا ہوں اور میں مہاجرین کو باہم (بھلائی) کرنے کی وصیت کرتا ہوں۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَالْعَصْرِ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِیْ خُسْرٍ اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ وَتَوَاصَوْ بِالصَّبْرِ ہ

(زمانہ کی قسم! بے شک انسان خسارے میں ہے سوائے ان کے کہ جو ایمان لائے اور نیک عمل کیے اور حق کی ایک دوسرے کو وصیت کرتے رہے اور صبر کی وصیت کرتے رہے)

اور تمام امور اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہوتے ہیں، کسی معاملے کے دیر ہونے پر جلدی نہ کرنا۔ اللہ تعالیٰ کسی کی جلد بازی کی وجہ سے جلدی نہیں کرتا اور جس نے اللہ تعالیٰ پر غلبہ کرنے کی کوشش کی وہ خود مغلوب ہوگا اور جس نے اللہ تعالیٰ کو دھوکہ دینے کی کوشش کی، وہ خود دھوکہ میں رہے گا:

فَهَلْ عَسَيْتُمْ اِنْ تَوَلَّيْتُمْ اَنْ تُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ وَتُقَطِّعُوْ اَرْحَامَكُمْ ط (محمد - ۲۲)

(پس کیا تم اس بات کے قریب ہو کہ اگر تم والی بنو (حکم کے) یہ کہ زمین میں فساد کرو اور اپنی قرابتیں کاٹو)

اور میں تمہیں انصار کے بارے میں بھلائی کی وصیت کرتا ہوں اور ان لوگوں نے ہی اپنے مکانوں میں ٹھہرایا اور تم سے پہلے ایمان لائے کہ تم ان کے ساتھ نیکی کرو۔ کیا انہوں نے پھلوں میں تمہارا حصہ نہیں رکھا ؟ کیا انہوں نے تمہیں گھروں میں نہیں بسایا ؟ کیا انہوں نے تمہیں اپنی جانوں پر ترجیح نہیں دی ؟ حالانکہ ان کو تنگی تھی۔ خبردار! جو دو آدمیوں پر بھی حاکم مقرر ہو تو وہ ان کے نیکوں سے (عذر) قبول کرے اور بدوں سے درگذر کرے۔ خبردار! ان

پر دوسروں کو ترجیح نہ دینا۔ خبردار! میں تمہارے لیے نشانِ راہ ہوں اور تم مجھ سے ملنے والے ہو اور تم سے حوض کا وعدہ ہے۔ میرا حوض (کوثر) بصرائے شام اور یمن کے صنعاء کے درمیان کی مسافت سے زیادہ فراخ ہے۔ اس میں کوثر کے پرنالے سے ایسا پانی گر رہا ہے جو دودھ سے زیادہ سفید، مکھن سے زیادہ نرم اور شہد سے زیادہ شیریں ہے جو اس سے پی لے گا، وہ کبھی پیاسا نہیں ہوگا، اس کے کنکر موتی کے ہیں اور اس کی زمین (تہ) مشک کی ہے۔

میدانِ محشر میں جو اس سے محروم رہا، وہ تمام بھلائی سے محروم رہا۔ خبردار! جو کل میرے پاس آنا چاہے، تو وہ بلاضرورت اپنی زبان اور ہاتھ کو قابو میں رکھے۔

حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ، نے عرض کیا: اے اللہ کے نبی! قریش کو وصیت فرمایئے آپ نے فرمایا: میں اس معاملے میں قریش کو وصیت کرتا ہوں۔ لوگ قریش کے تابع ہیں، نیک، نیک کا اور بُرا، بُرے کا، اب قریش والے، لوگوں کے لیے بھلائی کی وصیت کریں: اے لوگو! گناہ، نعمتوں کو بدل دیتے ہیں اور قسمتوں کو تبدیل کر دیتے ہیں۔ جب لوگ نیک ہوں، تو ان کے سردار بھی ان پر بھلائی کرتے ہیں اور جب لوگ بُرے ہو جائیں تو سردار بھی ان پر بُرائی کرتے ہیں (یعنی ان پر ظلم کرتے اور ان کے حقوق ضائع کرتے ہیں) اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَكَذَٰلِكَ نُوَلِّي بَعْضَ الظّٰلِمِينَ بَعْضًا بِمَا كَانُوا يَكْسِبُونَ ۝ (الانعام - ۱۳۰)

(اور اسی طرح دوست کر دیتے ہیں، بعض ظالموں کو بعض کا، بوجہ اس کے کہ وہ کماتے تھے)

ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ، کی روایت ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ، کو فرمایا: اے ابوبکر، پوچھو! عرض کیا: اے اللہ کے رسول! وفات قریب ہے؟ آپ نے فرمایا: وفات قریب ہے اور بھل لٹک پڑا۔ عرض کیا: اے اللہ کے نبی، جو اللہ تعالیٰ کے پاس ہے، وہ آپ کو مبارک۔ کاش! ہم اپنے انجام سے آگاہ ہو جاتے۔ آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کی طرف، سدرۃ المنتہیٰ کی طرف، پھر جنت الماویٰ، فردوس

اعلیٰ، کاس اوفی (بھرپور پیالے)، رفیقِ اعلیٰ اور مبارک عیش و نصیب کی طرف۔ عرض کیا: اے اللہ کے نبی! آپ کو غسل کون دے؟ فرمایا: میرے گھر والوں میں سے قریب اور قریب۔ عرض کیا: آپ کو کفن کس کا دیا جائے؟ فرمایا: میرے ان کپڑوں میں، اور یمنی لباس اور مصر کی سفید چادریں۔ عرض کیا: آپ پر ہم میں سے کون جنازہ پڑھائے؟ ہم رو دیے اور آپ بھی رو دیے۔ پھر فرمایا: ٹھہرو، اللہ تعالیٰ تمہیں معاف کرے اور تمہیں اپنے نبی سے، بہتر جزا دے، جب تم مجھے غسل دو اور کفن دے دو، تو پھر مجھے اس گھر میں میری قبر کے کنارے پر چارپائی کے اوپر رکھ دو۔ پھر ایک گھڑی کے لیے میرے قریب سے باہر چلے جاؤ، اس لیے کہ سب سے پہلے اللہ تعالیٰ مجھ پر صلوٰۃ و سلام پڑھے گا (یعنی خصوصی رحمت فرمائے گا) اور وہی تم پر رحم کرتا ہے اور اس کے بعد فرشتے دعائے رحمت کریں گے۔ پھر فرشتوں کو مجھ پر درود شریف پڑھنے کی اجازت ملے گی، اور اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں سے سب سے پہلے جو میرے پاس آئے گا، وہ حضرت جبرائیل علیہ السلام ہیں۔ پھر میکائیل پھر اسرافیل، پھر عزرائیل (ملک الموت) علیہم السلام (فرشتوں کے) کثیر لشکر کے ہمراہ آ کر درود شریف پڑھیں گے، پھر تمام فرشتے آئیں گے (صلی اللہ علیہم اجمعین) پھر تم لوگ گروہ در گروہ میرے پاس آؤ اور گروہ در گروہ ہو کر مجھ پر درود شریف پڑھو اور سلام پڑھو۔ اور تعریف وغیرہ اور چیخ و پکار اور رونے دھونے کے باعث مجھے تکلیف نہ دینا اور سب سے پہلے تم میں سے امام ہی آغاز کرے اور میرے اہل بیت قریب قریب شروع کریں۔ پھر عورتوں کا گروہ، پھر بچوں کا گروہ۔ عرض کیا: اب آپ کو قبر میں کون داخل کرے؟ فرمایا: میرے قریب قریب والے اہلِ خانہ، بمع کثیر تعداد فرشتوں کے، تم انہیں نہیں دیکھو گے، وہ تمہیں دیکھ رہے ہوں گے۔ اٹھو، اب جو میرے بعد ہیں، ان کو میری طرف سے (تعلیم اسلام) پہنچاؤ۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا: جس دن جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کا دن تھا۔ آپ کو دن کے آغاز میں کافی آرام ہوا۔ لوگ اپنے اپنے گھروں

میں چلے گئے اور خوشی خوشی اپنے کاموں میں لگ گئے اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ازواجِ مطہرات کے ساتھ چھوڑ دیا۔ ہم اس حال میں تھے اور اس سے پہلے ہمیں اس قدر امید اور فرحت نہ تھی۔ اچانک جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ان عورتوں نے اس فرشتے کو مجھ سے باہر رکھا ہے، جو میرے پاس آنے کی اجازت مانگ رہا ہے۔ چنانچہ میرے سوا گھر سے تمام لوگ باہر چلے گئے۔ آپ کا سرِ اقدس میری گود میں تھا۔ آپ بیٹھ گئے اور میں ایک کونے میں چلی گئی۔ آپ نے دیر تک فرشتے کے ساتھ سرگوشی کی۔ پھر آپ نے مجھے فرمایا: اور اپنا سر میری گود میں رکھ دیا اور عورتوں کو فرمایا: اندر آجاؤ۔ میں نے عرض کیا: یہ کیا ہے؟ حضرت جبرائیل علیہ السلام معلوم ہوتے ہیں؟ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں عائشہ! ہاں یہ ملک الموت میرے پاس آئے ہیں اور بتایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے بھیجا ہے اور حکم دیا ہے کہ اجازت کے بغیر اندر نہ جانا۔ اگر اجازت نہ ملے تو واپس آجانا۔ میں اجازت دوں تو اندر جاؤ اور مجھے حکم دیا گیا کہ جب تک میں حکم نہ دوں۔ میری جان قبض نہ کروں۔ اب آپ کا کیا فرمان ہے؟ میں نے کہا: مجھ سے رُک جاؤ۔ یہاں تک کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام آجائیں، اس لیے کہ یہ جبرائیل کے آنے کا وقت ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں: ہمارے سامنے یہ ایسا معاملہ آیا تھا کہ ہمارے پاس اس کا کوئی جواب نہ تھا اور نہ ہی رائے دے سکتے تھے۔ ہم شدتِ غم سے خاموش رہ گئے، گویا ہم پر ایک مصیبت تھی کہ حیرت زدہ رہ گئے۔ سب گھر والوں کے دل پر اس سلسلے میں اس قدر رعب اور شدید ہیبت تھی کہ کوئی بھی کلام نہیں کر سکتا تھا۔ فرماتی ہیں: اس گھڑی میں حضرت جبرائیل علیہ السلام تشریف لائے اور سلام کیا۔ میں نے اس کا حسن کلام معلوم کر لیا سب گھر والے باہر چلے گئے اور وہ اندر تشریف لائے اور فرمایا: اللہ تعالیٰ آپ کو سلام فرماتا ہے اور فرماتا ہے کہ آپ، اپنے آپ کو کیسا پاتے ہیں، حالانکہ وہ خوب جانتا ہے جو کچھ آپ اپنے آپ کو پاتے ہیں، مگر اس کا ارادہ یہ ہوا کہ آپ کا شرف و عظمت زیادہ ہو اور تمام مخلوق پر آپ کا شرف و

عظمت کامل ترین ہو، اور آپ کی امت میں یہ سنت قرار پائے۔ آپ نے فرمایا: مجھے تکلیف محسوس ہو رہی ہے۔ فرمایا: آپ خوش ہو جایئے۔ اللہ تعالیٰ نے ارادہ فرمایا کہ آپ کو وہاں تک (صبر کے باعث) پہنچا دے جو (مقام) آپ کے لیے تیار کر رکھا ہے۔ آپ نے فرمایا: اے جبرائیل! ملک الموت نے میرے پاس آنے کی اجازت مانگی اور ساری بات بتائی۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے فرمایا: اے اللہ کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ کا رب تعالیٰ، آپ کا مشتاق ہے۔ کیا اسی نے آپ کو بتایا نہیں، جو وہ چاہتا ہے؟ نہیں خدا کی قسم! ملک الموت نے کبھی کسی سے اجازت نہیں لی اور نہ کبھی کسی سے اجازت لے گا، مگر آپ کا رب تعالیٰ آپ کی عظمت مکمل کرنے والا ہے اور آپ کا مشتاق ہے۔ جب وہ آئے تو اس کو نہ ہٹایئے۔ پھر عورتوں کو اجازت ملی۔ آپ نے فرمایا: اے فاطمہ! میرے قریب ہو جایئے، وہ آپ پر جھک گئیں۔ آپ نے ان سے سرگوشی کی۔ انہوں نے سر اٹھایا تو ان کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے اور بات نہیں کر سکتی تھیں۔ پھر فرمایا: اپنا سر میرے قریب کرو، وہ پھر آپ پر جھک گئیں، تو آپ نے ان سے سرگوشی کی۔ اب انہوں نے سر اٹھایا، تو ہنس رہی تھیں اور بات نہیں کر سکتی تھیں۔ ہم نے ان سے یہ عجیب بات دیکھی۔ بعد میں پوچھا، تو فرمایا: مجھے آپ نے بتایا اور فرمایا: آج میں فوت ہو رہا ہوں، میں رو پڑی۔ پھر فرمایا: میں نے اللہ تعالیٰ سے دُعا کی کہ میرے اہل میں سے سب سے پہلے تمہیں مجھ سے ملا دے اور تجھے میرے ساتھ کر دے، تو میں ہنس دی۔ حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے دونوں بیٹوں کو قریب کیا اور بوسہ دیا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ پھر ملک الموت تشریف لائے اور سلام عرض کیا اور اجازت مانگی۔ آپ نے انہیں اجازت دی۔ فرشتے نے کہا: اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ ہمیں کیا حکم دیتے ہیں؟ فرمایا: مجھے اب میرے رب سے ملا دو۔ کہا: ہاں، آج کے دن میں یہ ہوگا۔ آپ کا رب تعالیٰ آپ کا مشتاق ہے۔ آپ کے سوا میں کہیں بار بار نہیں گیا اور آپ کے سوا مجھے داخل ہونے کی اجازت (ہونہ ہو) نہیں رکا، البتہ ایک گھڑی باقی ہے۔ اس

کے بعد وہ باہر چلے گئے۔ اب حضرت جبرائیل علیہ السلام تشریف لائے اور فرمایا: "اے اللہ کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) السلام علیکم! یہ آخری موقع ہے کہ میں زمین پر اترا ہوں، وحی لپیٹ دی گئی اور دنیا بھی لپیٹ دی گئی (دُنیا کا آخری زمانہ ہے) آپ کے سوا دنیا میں میری کچھ ضرورت نہیں رہی اور اس میں آپ کے پاس حاضر ہونے کے سوا مجھے کچھ کام نہیں تھا۔ پھر میں اپنی جگہ ہی ٹھہرا رہوں گا۔ نہیں، اس کی قسم جس نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا: گھر میں کوئی ایسا نہ تھا جو اس سلسلے میں ایک بات عرض کر سکتا اور نہ ہی آپ کے دوستوں (صحابہ) کی طرف بھیج سکتا، اس لیے کہ جو ہم سن رہے تھے، وہ معاملہ اس قدر عظیم تھا اور ہم پر خوف وہراس تھا۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئی تاکہ آپ کا سر مبارک اپنے سینے پر رکھوں۔ آخر آپ پر بے ہوشی طاری ہونے لگی۔ آپ کے چہرۂ انور پر پسینہ آگیا کہ میں نے کسی انسان پر نہیں دیکھا تھا۔ میں آپ کا پسینہ صاف کرنے لگی اور اس سے بڑھ کر کوئی چیز مجھے خوشبودار معلوم نہ ہوئی۔ جب آپ کو افاقہ ہوتا، تو میں کہتی: میرے ماں باپ اور میرے اہل آپ پر فدا ہوں۔ آپ کے چہرے پر کس قدر پسینہ ہے؟ آپ نے فرمایا: اے عائشہ! ایماندار کی جان پسینے سے نکلتی ہے اور کافر کی جان اس کے جبڑوں سے نکلتی ہے جیسے کہ گدھا سانس لیتا ہے۔ اس وقت ہم کانپ گئے اور ہم نے اپنے گھر والوں کو اطلاع بھیج دی۔ سب سے پہلے جو آئے، وہ میرے بھائی تھے، انہیں میرے والد نے بھیجا تھا اور ملاقات نہیں ہوئی (زندگی میں) اب کسی کے آنے سے پیشتر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوگئی۔ اللہ تعالیٰ نے ہی انہیں آپ سے روکا تھا، اس لیے کہ (ایسے وقت) حضرت جبرائیل حضرت میکائیل علیہما السلام کو آپ کا دوست اور قریبی بنایا تھا۔ جب آپ پر بے ہوشی طاری ہوتی، تو فرماتے: رفیق الاعلیٰ۔ گویا بات آپ پر دہرائی جاتی۔ جب آپ کلام فرمانے کے قابل ہوئے، تو فرمایا: نماز نماز، جب تک تم سب اس سے

وابستہ رہو گے، سلامت رہو گے (اوکما قال) وفات تک آپ یہی کہتے رہے: نماز نماز۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں: جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات چاشت اور دوپہر کے درمیان پیر کے دن ہوئی۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں: اللہ کی قسم! میں نے دیکھا ہے کہ پیر کا دن ایسا ہے کہ اس میں امت کو کچھ نہ کچھ آفت ہی پہنچی ہے، یا حضرت امِ کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا فرمان ہے: جس دن حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر کوفہ میں حملہ ہوا پیر تھا۔ پیر[1] کے دن کوئی نہ کوئی آفت ہی آئی ہے۔ اسی دن جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوا، اسی دن حضرت علی کی شہادت ہوئی، اسی دن میرے والد کی وفات ہوئی۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا فرمان ہے: جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوا، تو لوگوں کا ہجوم ہوگیا اور رونے کی آواز آنے لگی۔ فرشتوں نے میرے کپڑے کے ساتھ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ڈھانپ دیا تھا۔ مسلمانوں کا باہم اختلاف ہوا کسی نے کہا کہ حضور کی وفات نہیں ہوئی اور بعض صحابہ کرام کی غم کے مارے زبانیں بند ہوگئیں اور کافی دیر کے بعد کلام کر سکے۔ الغرض مسلمانوں پر مختلف حالات طاری ہو گئے۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی آپ کی وفات کا انکار کر رہے تھے۔ (یہ سب کچھ شدّتِ غم کے باعث تھا) حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ غم کے مارے بیٹھ گئے۔ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی غم کے صدمے سے زبان بند ہوگئی۔ حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی حالت قابو میں تھی۔ لوگ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بات کی پرواہ نہیں کر رہے تھے۔ آخر کار حضرت عباس

---

[1] اس سے مراد ہر پیر نہیں، بلکہ عموماً بڑی بڑی آفات پیر کو آئیں اور ایسے اہم امور پیش آئے اور یہ ضروری بھی نہیں کہ پیر کے ساتھ ہی اس بات کی تخصیص ہو اور اگر علم الٰہی میں تخصیص ہو تو بھی اس پر کیا اعتراض ہو سکتا ہے۔ البتہ یاد رہے کہ اسلام میں کوئی بھی دن منحوس شمار نہیں ہوتا

رضی اللہ تعالیٰ عنہ، تشریف لائے اور فرمایا: اس اللہ تعالیٰ کی قسم! جس کے بغیر کوئی معبود نہیں، جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے موت کا مزا چکھ لیا۔ (یعنی وفات ہو گئی)

جب آپ موجود تھے، تو آپ نے یہ آیت سُنائی تھی:

اِنَّكَ مَيِّتٌ وَّاِنَّهُمْ مَّيِّتُوْنَ ۝ ثُمَّ اِنَّكُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ عِنْدَ رَبِّكُمْ تَخْتَصِمُوْنَ ۝ (الزمر ۳۰، ۳۱)	(بے شک تو بھی مرنے والا ہے اور بیشک وہ بھی مرنے والے ہیں، پھر بیشک تم اپنے رب کے ہاں قیامت کے دن جھگڑو گے)

حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جب وفات کی اطلاع ملی، تو اس وقت آپ بنی حرث بن خزرج کے ہاں تھے، فوراً آئے اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ کی طرف دیکھا، پھر جھک کر بوسہ دیا اور فرمایا: اے اللہ کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ پر میرے ماں باپ فدا ہوں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو دوبارہ موت کا مزہ نہیں چکھائے گا۔ اللہ کی قسم! جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہو گئی۔ پھر لوگوں کے پاس باہر تشریف لائے اور فرمایا: اے لوگو! جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت کرتا تھا، تو (یاد رکھے) محمد صلی اللہ علیہ وسلم وفات پا گئے اور جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے رب تعالیٰ کی عبادت کرتا تھا، تو (یاد رکھے) کہ وہ زندہ ہے، اور کبھی نہیں مرے گا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ ۚ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ؕ اَفَائِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰٓى اَعْقَابِكُمْ ؕ (آل عمران ۔ ۱۴۴)	(اور نہیں محمد، مگر ایک رسول، بے شک اس سے پہلے کئی رسول گزرے، کیا پس اگر وہ مر گیا یا قتل ہوا، تو تم اپنی ایڑیوں پر پھر جاؤ گے۔)

لوگوں کا یہ حال تھا کہ گویا اس دن سے پہلے یہ آیت نہیں سنی تھی۔

ایک روایت میں ہے کہ جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اطلاع ملی تو وہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مکان میں حاضر ہوئے۔ وہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم

پر درود شریف پڑھ رہے تھے اور ان کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے اور ہچکیاں بھر رہے تھے جیسے کہ گھڑا چھلک رہا ہو، مگر اس حالت میں بھی وہ قول وفعل میں مضبوط اور استقلال دکھا رہے تھے۔ پھر وہ آپ پر جھکے، آپ کا چہرہ کھولا، آپ کی پیشانی اور رخساروں کو بوسہ دیا اور آپ کے چہرے پر ہاتھ پھیرا، ایک ساتھ رونے لگے اور کہہ رہے تھے: میرے ماں باپ میرا اہل وعیال اور میری جان آپ پر قربان ہو، آپ زندگی اور وفات، ہر حال میں خوش رہے۔ آپ کی وفات کے بعد وہ (وحی کی آمد اور سلسلۂ رسالت) ختم ہو گیا جو آپ (سے پہلے) کے انبیاء میں سے کسی کی وفات پر ختم نہیں ہوا تھا۔ آپ صفت میں عظیم ہیں، گریہ سے بالاتر ہیں۔ آپ کو وہ خصوصیات حاصل ہیں حتیٰ کہ اب آپ پُر سکون اور محفوظ ہو چکے اور ہم آپ کے بارے میں برابر ہو گئے۔ اگر وفات آپ کی پسند کردہ نہ ہوتی، تو ہم آپ کے غم کے لیے سب لوگ اپنی جانیں پیش کر دیتے۔ اور اگر آپ نے رونے سے منع نہ کیا ہوتا، تو ہم آپ پر پانی کے چشمے چلا دیتے اور جس کی ہم میں سکت نہیں، یعنی غم اور آپ کی یاد، تو یہ کبھی نہیں جائے گی۔ اے اللہ تعالیٰ! ہماری یہ بات آپ تک پہنچا دے۔ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنے رب کے پاس ہمارا ذکر فرمایئے۔ ہمیں بھی آپ یاد فرمایئے گا!! اگر آپ نے ہم پر سکون واطمینان نہ چھوڑا ہوتا، تو اس غم کی وجہ سے ہم میں سے کوئی کھڑا بھی نہیں رہ سکتا۔ اے اللہ! اپنے نبی کو ہماری طرف سے یہ بات پہنچا دے اور ہمارے اندر اس کی حفاظت فرما۔

اس کتاب میں یہ آخری الفاظ ہیں جن کی اللہ تعالیٰ نے اپنی قضاء وقدر سے ہمیں توفیق بخشی۔ ہمارے دل اس طرف مائل ہوئے تاکہ ہمارے لیے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں اسوۂ حسنہ ہو اور ہم اللہ تعالیٰ سے امید رکھتے ہیں کہ وہ ہماری برائیوں کو نیکیوں میں بدل دے گا اور ہمیں حالتِ ایمان میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی رفاقت نصیب فرمائے گا، بیشک وہی کریم ہے جو دعا قبول کرتا ہے اور اسی سے امید کی جا سکتی ہے۔ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ سب تعریف اللہ تعالیٰ کیلئے ہے۔ (الحمد للہ الذی بنعمتہ تتم الصالحات)